

روزانہ درس قرآن

# تفسیر

- سُورَةُ صٰٓ — (مکمل)  
سُورَةُ الزَّمَر — (مکمل)  
سُورَةُ الْمُؤْمِن — (مکمل)  
سُورَةُ احْمَدُ السَّجْدَةِ — (مکمل)  
سُورَةُ الشُّورٰی — (مکمل)  
سُورَةُ الزَّخْرَف — (مکمل)  
سُورَةُ التَّحٰان — (مکمل)  
سُورَةُ الْجَاثِيَةِ — (مکمل)  
سُورَةُ الْاَحْقَاف — (مکمل)

افادلت

حضرت مولانا صفی عابد اکبر پوری دام برکات  
خطیب جامع مسجد نور گوہر انوالہ پاکستان

## طبع گیارہ

### (جملہ حقوق بحق انجمن محفوظ ہیں)

معارف احرار فی دروس القرآن (سورۃ طہ تا سورۃ احزاب) جلد ۱۶	نام کتاب
حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی خطیب جامع مسجد نور کوثر انوالہ	افادات
الحاج علی دین۔ ایم اے (علوم اسلامیہ) مثالیہ روڈ ۴۰ نالہ نور	مرتب
پانچ سو (۵۰۰)	تعداد طباعت
سید الخطاطین حضرت شاہ نعیم افسکی مدظلہ	سرورق
محمد امان اللہ قادری کوثر انوالہ	کتابت
مکتبہ دروس القرآن فاروق کالج کوثر انوالہ	ناشر
۲۸۵/۱ (دوسو پچاس روپے)	قیمت
ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ بمطابق اپریل ۲۰۰۸ء	تاریخ طبع گیارہ

## ملنے کے پتے

- (۱) مکتبہ دروس القرآن، مکتبہ فاروق کالج کوثر انوالہ
- (۲) مکتبہ رحمانیہ اقراء، منٹرارو دو بازار لاہور
- (۳) مکتبہ قاسمیہ، الفضل مارکیٹ لاہور
- (۴) مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار، لاہور
- (۵) کتب خانہ شہید، درجہ بازار، اوپنڈی
- (۶) کتب خانہ مجید، بیرون بوٹھ ٹیٹ ملتان
- (۷) مکتبہ ضمیمہ نزد جامعہ نور، یہ سٹریٹ نمبر ۶ کراچی
- (۸) اسلامیہ کتب خانہ لاگانی، ایبٹ آباد
- (۹) مکتبہ شہید، سرکی روڈ کوئٹہ
- (۱۰) مکتبہ اعلم، اردو بازار لاہور



# فہرست مضامین بحکم العرفان فی دروس القرآن جلد ۱۶

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۴۱	درس سوم ۳ (آیت ۱ تا ۲۵)		
۴۲	ربط آیات	۱۹	پیش لفظ از محمد قیام خان سواتی
۴۳	سبر کی تفسیر	۲۱	سورۃ صمت (مکمل)
۴۴	داؤد علیہ السلام کا تذکرہ	۲۲	درس اول ۱ (آیت ۱ تا ۷)
۴۵	داؤد علیہ السلام کی خوش الحان قبیح	۲۳	نام اور کوائف
۴۶	داؤد علیہ السلام کی دیگر خصوصیات	۲۴	مضامین سورۃ
۴۷	عبادت خانہ میں مداخلت	۲۴	شان نزول
۴۸	سعدی کی تفصیل	۲۵	حروف مختصات
۴۹	شرکت کا رد	۲۶	حرف م
۵۰	داؤد علیہ السلام کی آزمائش	۲۹	قرآن فی الذکر
۵۱	سجدۃ تلاوت	۲۹	کفار کی بے یقینی
۵۲	درس چہارم ۴ (آیت ۲۶ تا ۲۹)	۳۰	تخریب رسالت
۵۳	ربط آیات	۳۱	وعدایت پر تعجب
۵۴	خلافت ارضی	۳۳	درس دوم ۲ (آیت ۸ تا ۱۶)
۵۵	فرائض خلافت (۱) عدل	۳۴	ربط آیات
۵۶	۱۲ آزمائش کا عدم اتباع	۳۵	رسالت پر اعتراض
۵۷	خلیفہ دین کے سامنے حق گوئی	۳۷	سابقہ سرکش اقوام
۵۸	حکام کے لیے وعید	۳۹	اچانک غائب کا آثار
۵۹	۲۹   وقرع قیامت اور انصاف	۳۹	حصولِ صدمہ میں علیہ بازی

۸۳	۶۲	الشرک کے بار مرتبہ	مقصود تخلیق انسانی
۸۳	۶۳	درس ہفتم (آیت ۲۱ تا ۲۴)	نیک و بد میں امتیاز
۸۵	۶۳	رابطہ آیات	تدبر فی القرآن
۸۵	۶۴	ایوب علیہ السلام کا ذکر	درس ہفتم (آیت ۲۰ تا ۲۳)
۸۷	۶۴	شیطان کا حکم	رابطہ آیات
۸۷	۶۸	دریائے رحمت میں جوش	سیدمان علیہ السلام کا ذکر
۸۹	۶۹	اہل دہان کی بکائی	سیدمان علیہ السلام کی ابتلا
۹۰	۷۰	بیوی کو سو کوڑوں کی سزا	گھوڑوں سے جنت
۹۲	۷۰	صبر ایوب	پہلی تفسیر
۹۲	۷۱	درس ہشتم (آیت ۳۵ تا ۴۰)	دوسری تفسیر
۹۲	۷۲	بعض انبیاء کا ذکر	غلام
۹۵	۷۳	ہاشموں اور آنحضرتؐ کے انبیاء	بعض متفرع مسائل
۹۷	۷۵	عصمت انبیاء	درس ہشتم (آیت ۳۵ تا ۴۰)
۹۸	۷۶	عصمت انبیاء پر پہلی دلیل	رابطہ آیات
۹۸	۷۶	دوسری دلیل	دوسری آزمائش
۹۹	۷۷	مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تشریح	پہلی تفسیر
۱۰۰	۷۸	مولانا سرور دہلوی کی غلطی	دوسری تفسیر
۱۰۲	۷۹	درس نہم (آیت ۴۸ تا ۵۶)	سرور دہلوی صاحب کی غلطی
۱۰۳	۸۰	رابطہ آیات	بے مثال سلطنت کے لیے دُعا
۱۰۳	۸۰	اسماعیل، ایسح اور زاکریا علیہم السلام	بنو اک تفسیر
۱۰۵	۸۱	قرآن بطور نصیحت	مولانا اسماعیل کی غلطی
۱۰۶	۸۱	متقین کے لیے انعامات	جنات کی تفسیر
۱۰۶	۸۲	جنت عدن	باز پرس سے استغنیٰ



۱۲۸	۱۰۷ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ	بہترین خورد و نوش
۱۳۰	۱۰۸ آگ اور مٹی کا تقابل	بامیاء ہم عمر عورتیں
۱۳۱	۱۰۸ ابلیس پر لعنت	با افراط روزی
۱۳۲	۱۰۹ شیطان کا دعویٰ	سرکشوں کا بدترین ٹھکانہ
۱۳۳	۱۰۹ مخلصین کا استغنیٰ	بدترین خورد و نوش
۱۳۳	۱۱۰ درس دوز و حکیم ۱۲ (آیت ۸۶ تا ۸۸)	دوزخیوں کی جماعت
۱۳۴	۱۱۱ ربط آیات	اہل ایمان کی تلاش
۱۳۵	۱۱۲ بے لوث تبلیغ	درس و حکیم ۱ (آیت ۶۵ تا ۷۰)
۱۳۶	۱۱۳ حکمت سے پرہیز	ربط آیات
۱۳۹	۱۱۴ قرآن بطور نصیحت	پغیر ہمیشہ مندر
۱۴۰	۱۱۴ قرآنی پروگرام کی حقانیت	توحید باری تعالیٰ
۱۴۳	۱۱۶ سُورَةُ الزُّمَر (مکمل)	قیامت بطور بڑی خبر
۱۴۴	۱۱۶ درس اقول ۱ (آیت ۱ تا ۴)	علاہی
۱۴۵	۱۱۸ نام اور کوائف	علاہ اعلیٰ کے تین درجات
۱۴۵	۱۱۹ مسلمانین سورۃ	علاہ سافل
۱۴۶	۱۱۹ قرآن کی حقانیت	تشریح بزبان رسول
۱۴۷	۱۲۲ اخلاص فی العبادت	تجلی اعظم کے اثرات
۱۴۹	۱۲۲ تقرب الی اللہ کے لیے غلط راستہ	رسالت کی حقانیت
۱۵۱	۱۲۳ ولایت کا باطل عقیدہ	درس یازد و حکیم ۱۱ (آیت ۸۵ تا ۸۷)
۱۵۳	۱۲۶ درس دوم ۲ (آیت ۵ تا ۷)	ربط آیات
۱۵۳	۱۲۶ ربط آیات	تحقیق آدمؑ
۱۵۵	۱۲۷ دلائل توحید و انظام کائنات	فرشتوں کا سجدہ ابلیس کا انکار
۱۵۷	۱۲۸ (۳) تخلیق نسل انسانی	ابلیس سے باز پرس

۱۹۱	۱۵۸	قلاوت قرآن کے اثرات
۱۹۲	۱۵۹	نیک و بد میں تعذیب
۱۹۵	۱۶۰	درس ششم ۶ (آیت ۲۰ تا ۳۱)
۱۹۶	۱۶۱	رابطہ آیات
۱۹۶	۱۶۲	معجزہ قرآن
۱۹۸	۱۶۳	شرک اور توحید کی مثال
۱۹۹	۱۶۵	موت لازم ہے
۲۰۰	۱۶۶	قیامت کے دن محاسبت
۲۰۳	۱۶۸	درس ہفتم ۷ (آیت ۳۲ تا ۴۱)
۲۰۵	۱۶۹	رابطہ آیات
۲۰۶	۱۷۰	سب سے بڑا علم
۲۰۹	۱۷۱	سچائی کی قدرانی
۲۰۷	۱۷۳	نیر اشر کا ثروت
۲۰۹	۱۷۵	عاقبت حقیقی کی پہچان
۲۱۰	۱۷۶	قرہل علی اللہ
۲۱۱	۱۷۸	جہنم کے علم کا انتظار
۲۱۱	۱۸۰	جاہلیت اور گمراہی
۲۱۳	۱۸۱	درس ششم ۸ (آیت ۴۲ تا ۵۲)
۲۱۷	۱۸۲	رابطہ آیات
۲۱۷	۱۸۳	انسان کی موت و حیات
۲۱۹	۱۸۵	روح اور جسم کا تعلق
۲۲۰	۱۸۶	سفارش کا غلط معنی
۲۲۱	۱۸۸	ذکر الہی اور ذکر الخیار

۳	موشیوں کے آٹھ جوتے
۴	شعبہ دار میں پودر شش
	دعوت غور و فکر
	کفر اور شر کا تعلق
	یوحنا پاپا
۲	درس سوم ۲ (آیت ۸ تا ۱۰)
	رابطہ آیات
	انسانی فطرت کے دو رخ
	نیک و بد کا تعادل
	تقویٰ کی منزل
	ہجرت کا ختم
	صبر کا بے حساب اجر
۳	درس چہارم ۳ (آیت ۱۱ تا ۱۴)
	رابطہ آیات
	اخلاص فی العبادت کا ثمر
	نقصان زدہ لوگ
	امامت الی اللہ و لے لوگ
	حسن اور احسن کی بحث
	نیک و بد کا انجام
	دنیا اور آخرت کی مثال
۵	درس پنجم ۵ (آیت ۲۲ تا ۲۶)
	شرح صدر اور تشکولی کا تعادل
	قرآن بطور احسن اسی پر



۲۵۵	۲۲۲	سورة المؤمن (مکمل)	۲۵۵	ارشہ تعالیٰ کا مکتی فیصلہ
۲۵۶	۲۲۳	درس اول ۱ (آیت ۶ تا ۱۰)	۲۵۶	آخرت میں بیان کا قدر
۲۵۷	۲۲۴	نام نور کو انفت	۲۵۷	ان کی ناشکر گزاری
۲۵۸	۲۲۵	مضامین سورة	۲۵۸	درس نمبر ۹ (آیت ۱۲ تا ۲۳)
۲۵۹	۲۲۶	حروف مقطعات ختم	۲۵۹	رابط آیات
۲۶۰	۲۲۷	تنزیل القرآن	۲۶۰	مغفرت عامہ کا اعلان
۲۶۱	۲۲۸	آیات النبی میں مجادلہ	۲۶۱	شرائط معافی
۲۶۲	۲۲۹	درس دوم ۲ (آیت ۱ تا ۹)	۲۶۲	قرآنی تعلیمات کا ابتداء
۲۶۳	۲۳۰	رابط آیات	۲۶۳	گزشتہ زندگی پر حسرت
۲۶۴	۲۳۱	عالمین عرش فرشتے	۲۶۴	تکذیب کا انجام
۲۶۵	۲۳۲	عرش عظیم کی ساخت	۲۶۵	متقین کے لیے اجر
۲۶۶	۲۳۳	فرشتوں کی تسبیح	۲۶۶	خارے کا سودا
۲۶۷	۲۳۴	بخشش کی دعائیں	۲۶۷	درس سوم ۱۰ (آیت ۶۴ تا ۷۰)
۲۶۸	۲۳۵	جنت میں داخلہ کی دعائیں	۲۶۸	عبادت غیر اللہ کی ترغیب
۲۶۹	۲۳۶	سحری سے بچاؤ کی دعا	۲۶۹	احمال کی بربادی
۲۷۰	۲۳۷	درس سوم ۳ (آیت ۱ تا ۱۲)	۲۷۰	عظمت خداوندی کی پہچان
۲۷۱	۲۳۸	رابط آیات	۲۷۱	صور اسرائیل
۲۷۲	۲۳۹	کفار کی حسرت	۲۷۲	عدالت خداوندی کے فیصلے
۲۷۳	۲۴۰	دنیا میں واپسی کی خواہش	۲۷۳	درس چار و ہم ۱۱ (آیت ۱ تا ۷۵)
۲۷۴	۲۴۱	دوہری موت و حیات	۲۷۴	رابط آیات
۲۷۵	۲۴۲	شرک کا خمیازہ	۲۷۵	کفار کی تہنیم کی طرف روانگی
۲۷۶	۲۴۳	درس چار و ہم ۱۲ (آیت ۱ تا ۲۰)	۲۷۶	متقین کا جنت میں استقبال
۲۷۷	۲۴۴	رابط آیات	۲۷۷	علاحد کی تسبیح



۳۰۸	۲۸۱	رابطہ آیات	نشان قدرت
۳۰۹	۲۸۲	بعد از وقت افروز	توہید پر استقامت
۳۱۱	۲۸۳	دلوں پر صبر	وحی الہی کا نزول
۳۱۲	۲۸۴	خدا کی شان پر گستاخی	بادشاہی صفت اللہ کی
۳۱۳	۲۸۵	بے اعمال کی تزیین	جہانے عمل کی منزل
۳۱۳	۲۸۶	درس ہفتم ۸ (آیت ۲۸ تا ۴۵)	حق و انصاف کے فیصلے
۳۱۶	۲۸۸	رابطہ آیات	درس ہفتم ۵ (آیت ۲۰ تا ۲۷)
۳۱۶	۲۹۰	نیوہ راستہ	رابطہ آیات
۳۱۷	۲۹۰	نبی اور برائی کا بدلہ	سابقہ اقوام کا انجام
۳۱۸	۲۹۲	نجات اور دوزخ کی طرف رحمت	فرعون اور اس کے حواری
۳۲۰	۲۹۲	حسب آخر	برصغیر کی ہولناکی تاریخ
۳۲۳	۲۹۳	درس ہفتم ۹ (آیت ۴۶ تا ۵۰)	فرعون کا جبر و استبداد
۳۲۳	۲۹۷	رابطہ آیات	نبی علیہ السلام کا استعارہ
۳۲۳	۲۹۸	برزخ میں جزا و سزا کا مسئلہ	درس ہفتم ۶ (آیت ۲۸ تا ۳۳)
۳۲۶	۳۰۰	قبر کا عذاب	رابطہ آیات
۳۲۷	۳۰۰	عذاب کا احساس	مرد یمن کی حق گوئی
۳۲۹	۳۰۱	برزخ دنیا کا مختصر ہے	ایمان کا افتخار
۳۳۰	۳۰۲	تابع اور متبع کا مسئلہ	تقصیر کا باطل حقیقہ
۳۳۰	۳۰۲	تخفیف عذاب کی درخواست	حضور علیہ السلام کے واقعات کے ثبوت
۳۳۲	۳۰۳	درس دہم ۱۰ (آیت ۵۱ تا ۶۰)	جھوٹ اور سچی میں امتیاز
۳۳۳	۳۰۳	رابطہ آیات	مرد یمن اور فرعون کا مسئلہ
۳۳۵	۳۰۳	نصرۃ الہی کا وعدہ	مرد یمن کی طرف سے امداد
۳۳۶	۳۰۷	صبر و استقامت کی تلقین	درس ہفتم ۷ (آیت ۳۴ تا ۴۰)



۳۶۳	۲۳۸ معجزہ خیر اختیار چہیز ہے	نجات الہی کی تسبیح و تحمید
۳۶۳	۲۳۹ جزائے عمل کی منزل	بحث بعد الموت کی دلیل
۳۶۵	۲۴۰ درس سیر و حکم ۱۳ (آیت ۷ تا ۱۵)	دعا کی اہمیت
۳۶۷	۲۴۱ ربط آیات	مستجاب الدعوات لوگ
۳۶۷	۲۴۲ سریشی بطور نشانات قدرت	شرک دعا کا ملکہ
۳۶۸	۲۴۳ جانوروں کے فوائد	درس بارز و حکم ۱۱ (آیت ۶ تا ۱۶)
۳۷۰	۲۴۴ ذرائع نقل و حمل	ربط آیات
۳۷۱	۲۴۵ نافرمان قوموں کا انجھم	بیل و نسا کی افادیت
۳۷۱	۲۴۸ علم و ہنر پر غرور	انسان کی ناشکر گزاری
۳۷۲	۲۴۹ بے وقت ایمان غیر مفید ہے	زمین و آسمان کے فوائد
۳۷۵	۲۵۰ سورة خمر التجدد (مکمل)	مصور حقیقی کی تصویر کشی
۳۷۷	۲۵۱ درس اول ۱ (آیت ۱ تا ۹)	پاکیزہ روزی
۳۷۸	۲۵۲ نام اور کوائف	شرک کی ممانعت
۳۷۸	۲۵۲ مضامین سورة	تخلیق انسانی کے اوزار
۳۷۸	۲۵۳ حررت مقطعات	معارف و دلیل
۳۷۹	۲۵۵ قرآن کریم کی حقانیت	درس دوم و حکم ۱۲ (آیت ۱ تا ۷)
۳۸۰	۲۵۷ قرآن سے اعراض	ربط آیات
۳۸۱	۲۵۷ نبی اکرم کی بشریت	آیات الہی میں جبر ۱
۳۸۲	۲۵۹ استعانت الی اللہ	معبودان باطلہ کی تلاش
۳۸۲	۲۵۹ مشرکین کے لیے ہلاکت	جرم اور سزا
۳۸۳	۲۶۰ ایمان والوں کے لیے لائق ہی اجر	نصرت الہی کا وعدہ
۳۸۶	۲۶۱ درس دوم ۲ (آیت ۱ تا ۱۲)	ایمانی عہد کا وقت
۳۸۷	۲۶۲ ربط آیات	سابقہ انبیاء کا اسود



۳۱۳	۲۸۷	تخلیق ارض بطور وسیلہ توحید	شُرک کرنے والوں کی سزا
۳۱۵	۲۹۰	آسمانوں کی تخلیق	مقبورین کے خلاف درخواست
۳۱۶	۲۹۲	زمین و آسمان کی اطاعت گزاری	صاحب استقامت لوگ
۳۱۷	۲۹۳	درس سوم ۲ (آیت ۱۳ تا ۱۸)	فرشتوں کی طرف سے بشارت
۳۱۸	۲۹۵	رابطہ آیات	ارشہ کی طرف سے میزبانی
۳۲۰	۲۹۶	سخت عذاب کی وجہ	درس ششم ۶ (آیت ۲۲ تا ۲۶)
۳۲۱	۲۹۷	رسولوں کی پے درپے آمد	رابطہ آیات
۳۲۱	۲۹۹	دعوت توحید کا اختصار	بہترین بات دعوت الی اللہ
۳۲۲	۳۰۰	قوم عاد کا عجز	مؤذن کا مرتبہ
۳۲۳	۳۰۱	تند بوا کا عذاب	برائی کا دفاع نیکی سے
۳۲۴	۳۰۱	قوم ثمود کی جلاکت	استعاذہ کی ضرورت
۳۲۶	۳۰۳	درس چہارم ۴ (آیت ۱۹ تا ۲۵)	درس ہفتم ۷ (آیت ۲۸ تا ۳۰)
۳۲۷	۳۰۵	رابطہ آیات	رابطہ آیات
۳۲۷	۳۰۵	دشمنان خدا کا اجتماع	نشانات قدرت
۳۲۸	۳۰۵	اعضائے انسانی کی گواہی	غیر اللہ کو سجدہ کی ممانعت
۳۳۰	۳۰۷	بڑھیا راہب کی حق گوئی	فرشتوں کی تسبیح
۳۳۱	۳۰۸	اعضائے جوارح کا جواب	بعث بعد الموت کی مثال
۳۳۲	۳۰۸	ارشہ کے متعلق بدگمانی	الحاد از قہم کفر
۳۳۵	۳۰۹	دنیا میں دایہ کی خواہش	درس ہشتم ۸ (آیت ۳۱ تا ۳۶)
۳۳۶	۳۱۱	درس پنجم ۵ (آیت ۲۶ تا ۳۲)	رابطہ آیات
۳۳۷	۳۱۲	رابطہ آیات	کتاب الہی کی حفاظت
۳۳۸	۳۱۳	قلاوت قرآن پر شور و غل	طعنہ زنی پر صبر کی تعین
۳۳۹	۳۱۴	قرآن کی خاموشی سے سماعت	قرآن در عربی زبان



۳۶۴	۴۴۱	قرآن کی باثر انجیری	نزدلی قرآن کی غایت
۳۶۸	۴۴۲	کتاب الہی میں اختلاف کا فیصلہ	اسلام میں جبر نہیں
۳۷۰	۴۴۳	درس ششم ۹ (آیت ۴ تا ۵)	اختلافی مسائل میں خدائی فیصلہ
۳۷۱	۴۴۶	رابطہ آیات	ترکھ علی اللہ
۳۷۲	۴۴۶	عظیم محیط کا مالک	بجے مثال ذات الہی
۳۷۳	۴۴۷	معبودان باطلہ کی گمشدگی	درس سوم ۳ (آیت ۱۲ تا ۱۳)
۳۷۳	۴۴۸	انسان کی بے صبری اور ناشکری	رابطہ آیت
۳۷۳	۴۴۹	انسان کی دورخی	مشرع دین
۳۷۵	۴۵۰	آفاقی اور قدردانی نشانیاں	دین قوت اور شریعت
۳۷۶	۴۵۱	جنوں کے عمل میں تردد	فرقہ بندی کی ممانعت
۳۷۷	۴۵۲	سُورَةُ الشُّورَى (مکمل)	اختلاف محمود
۳۷۸	۴۵۳	درس اوّل ۱ (آیت ۱ تا ۶)	ہدایت کا راستہ
۳۷۸	۴۵۵	نام اور کوائف	فرقہ بندی کی وجہ
۳۷۹	۴۵۵	مضامین سورۃ	دہل کتاب کا تردد
۳۸۰	۴۵۶	حدوتِ مقطعات	درس چہارم ۴ (آیت ۱۵)
۳۸۰	۴۵۸	وحی الہی کا نزول	رابطہ آیات
۳۸۱	۴۵۹	علمیتِ خداوندی	درس اصول (۱) دعوت الی الدین
۳۸۱	۴۶۰	فرشتوں کی دعائیں	۱۲ استقامت علی الدین
۳۸۲	۴۶۱	غیر اللہ سے کارسازی کی تمیہ	(۳) خواہشات کے اتباع سے ایستاب
۳۸۳	۴۶۲	درس دوم ۲ (آیت ۱ تا ۱۲)	(۴) کتبِ معاویہ پر ایمان
۳۸۳	۴۶۳	وحی الہی کی حقانیت	(۵) قیامِ مدل
۳۸۶	۴۶۴	بہرائے عمل کیوں ضروری ہے	(۶) اللہ تعالیٰ کی ربوبیت
۳۸۶	۴۶۶	تبلیغ قرآن کے ذرائع	(۷) اعلیٰ پختہ

۵۱۲	۳۸۷ معاشی یک نیت غیر قطعی ہے	۹۰۰	۱۰۰۰
۵۱۳	۳۸۷ سدا یہ دلائل قطعیہ معیشت	۹۰۱	۱۰۰۱
۵۱۳	۳۸۷ اسلامی نظام معیشت	۹۰۲	۱۰۰۲
۵۱۵	۳۸۷ دلائل قیامت اور قدرت	۹۰۳	۱۰۰۳
۵۱۷	۳۸۸ درس ہفتم (آیت ۳۶ تا ۳۷)	۹۰۴	۱۰۰۴
۵۱۸	۳۸۹ رابطہ آیات	۹۰۵	۱۰۰۵
۵۱۸	۳۸۹ مناسب نتیجہ اعمال	۹۰۶	۱۰۰۶
۵۲۰	۳۹۰ روئے فرائض نہیں	۹۰۷	۱۰۰۷
۵۲۱	۳۹۱ دلائل قدرت اور وحدانیت	۹۰۸	۱۰۰۸
۵۲۳	۳۹۲ متاع دنیا اور آخرت	۹۰۹	۱۰۰۹
۵۲۵	۳۹۵ درس ہشتم (آیت ۲۰ تا ۲۳)	۹۱۰	۱۰۱۰
۵۲۶	۳۹۶ رابطہ آیات	۹۱۱	۱۰۱۱
۵۲۶	۳۹۷ کیا نذر اور فرائض سے اپتنا ب	۹۱۲	۱۰۱۲
۵۲۷	۳۹۸ نذر اور قیامت معلوم	۹۱۳	۱۰۱۳
۵۲۸	۳۹۹ باہمی مشاورت	۹۱۴	۱۰۱۴
۵۲۹	۵۰۰ اتفاق فی سبیل اللہ	۹۱۵	۱۰۱۵
۵۳۱	۵۰۲ بدکردی کے اعبازت	۹۱۶	۱۰۱۶
۵۳۲	۵۰۳ صبر اور صغافی	۹۱۷	۱۰۱۷
۵۳۳	۵۰۴ درس دہم (آیت ۴۴ تا ۵۰)	۹۱۸	۱۰۱۸
۵۳۴	۵۰۶ رابطہ آیات	۹۱۹	۱۰۱۹
۵۳۶	۵۰۷ ہدایت اور گمراہی	۹۲۰	۱۰۲۰
۵۳۸	۵۰۸ ظالموں کا انجام	۹۲۱	۱۰۲۱
۵۳۹	۵۰۹ حضور علیہ السلام کے لیے تسلی کا مضمون	۹۲۲	۱۰۲۲
۵۴۱	۵۱۲ انسان کی دو آفت	۹۲۳	۱۰۲۳



۵۶۸	۵۴۲ زمین بطور گہوارہ	اولاد و مطہرین جنس کے خداوندی
۵۶۹	۵۴۳ بعثت بعد الموت کی مثال	درس پانزدہم (۱۱) (آیت ۵۱ تا ۵۳)
۵۷۰	۵۴۵ ذرائع نقل و حمل	رابطہ آیات
۵۷۱	۵۴۶ سواری کی دعا	خدا تعالیٰ سے ہم کلامی
۵۷۳	۵۴۷ درس سوم ۲ (آیت ۱۵ تا ۲۵)	(۱) کلام فی ربیعہ وحی
۵۷۶	۵۴۷ رابطہ آیات	وحی کی قسمیں
۵۷۶	۵۴۹ خدا کے لیے اولاد کا عقیدہ	درس ۱۲ پیچیدہ کلام
۵۷۷	۵۴۹ لڑکے اور لڑکیوں کی تقسیم	(۳) کلام برسات و شول
۵۸۰	۵۵۱ فرشتوں کے متعلق غلط عقیدہ	ایمان اور کتاب
۵۸۰	۵۵۲ عبادت بغیر اللہ کی غلط تاویل	قرآن نور ربیعہ ہدایت
۵۸۱	۵۵۳ آواز ابد اور کی اندھی تھیلہ	معاذ کا تذکرہ
۵۸۳	۵۵۵ انجام کار	سُورَةُ النَّحْلِ (مکمل)
۵۸۳	۵۵۶ درس چہارم ۴ (آیت ۲۰ تا ۳۰)	درس اول (۱) (آیت ۱ تا ۸)
۵۸۳	۵۵۷ رابطہ آیات	نام اور کوائف
۵۸۵	۵۵۹ ابراہیم علیہ السلام کا اٹھارہ پزاری	مضامین سورۃ
۵۸۶	۵۵۸ تمام ادیان سے مکمل برائت	حروف مقطعات
۵۸۸	۵۵۸ اولاد کے لیے دعا	کتاب تبیین
۵۹۰	۵۶۱ دین حق سے انکار	قرآن نور ربیعہ زبان
۵۹۲	۵۶۲ درس پنجم ۵ (آیت ۳۱ تا ۳۲)	منکرین قرآن کے لیے تنبیہ
۵۹۲	۵۶۳ رابطہ آیات	سابعہ الزام کا انجام
۵۹۳	۵۶۵ نبوت و رسالت کا معیار	درس دوسم ۲ (آیت ۹ تا ۱۱)
۵۹۵	۵۶۶ تقسیم معیشت	رابطہ آیات
۵۹۷	۵۶۶ اسلامی نظام معیشت	اشترک صفت خلق
		توحید کے چار درجات



۶۲۳	۵۹۹ فرعون کا تجربہ	۶۲۳	مصلحتات
۶۲۶	۶۰۰ قوم کی بے وقوفی	۶۲۶	مصدق العباد
۶۲۷	۶۰۱ قوم فرعون سے انتقام	۶۲۷	درس ششم ۶ (آیت ۳۳ تا ۳۵)
۶۲۸	۶۰۲ درس ہفتم ۷ (آیت ۵ تا ۱۶)	۶۲۸	رابط آیات
۶۲۹	۶۰۳ رابط آیات	۶۲۹	نبی کی امتیازی حیثیت
۶۲۹	۶۰۴ قریش کے گناہ و گمراہی	۶۲۹	تقسیم رزق اور اخلاق
۶۳۰	۶۰۵ جیسی علیہ السلام پر علامات الہیہ	۶۳۰	نبی بطور تقسیم کنندہ
۶۳۱	۶۰۶ نزول صحیح بطور اشارہ قیامت	۶۳۱	کفار کے لیے سورۃ چاندی کی قرآن
۶۳۲	۶۰۷ گناہ گران کا باطل عقیدہ	۶۳۲	دنیا کی تعمیر
۶۳۳	۶۰۸ شیطان کی جگہ سے بچنا	۶۳۳	مستحقین کے لیے آخرت
۶۳۴	۶۰۹ درس دہم ۱۰ (آیت ۶۳ تا ۶۷)	۶۳۴	ایک اشکال
۶۳۵	۶۱۰ رابط آیات	۶۳۵	درس ہفتم ۷ (آیت ۳۶ تا ۴۵)
۶۳۶	۶۱۱ مسیح علیہ السلام کی بعثت	۶۳۶	رابط آیات
۶۳۷	۶۱۲ اختلافی امور کی وضاحت	۶۳۷	قرآن سے اعلان کا مقصد
۶۳۸	۶۱۳ جیسی علیہ السلام کی تعلیمات	۶۳۸	مومنین کی غلط فہمی
۶۳۹	۶۱۴ دین میں فرقہ بندی	۶۳۹	شیطان کی دوستی پر حسرت
۶۴۰	۶۱۵ قیامت کا انتظار	۶۴۰	حضور علیہ السلام سے لینے والی
۶۴۱	۶۱۶ محبت کی چار قسمیں	۶۴۱	تسلیم بالقرآن
۶۴۲	۶۱۷ درس یازدہم ۱۱ (آیت ۱ تا ۱۰)	۶۴۲	قرآن و توحید کے متعلق سوالی
۶۴۳	۶۱۸ رابط آیات	۶۴۳	درس ششم ۸ (آیت ۴۴ تا ۵۶)
۶۴۴	۶۱۹ جنت کی بے خوف و حزن زندگی	۶۴۴	رابط آیات
۶۴۵	۶۲۰ سورۃ چاندی کے مرتب	۶۴۵	مومن علیہ السلام کے معجزات کا تسبیح
۶۴۶	۶۲۱ امن پسند اشیاء	۶۴۶	دعا کی درخواست



۶۸۰	۶۵۲	رحمت ربانی	جنت کی دراشت
۶۸۲	۶۵۲	درس سوم ۲ (آیت ۱ تا ۵)	گنہگاروں کا انجام
۶۸۳	۶۵۳	رابط آیات	درس سوازدہم ۱۲ (آیت ۸۳ تا ۸۴)
۶۸۳	۶۵۵	مشرکین کا تردد	رابط آیات
۶۸۳	۶۵۵	غذاب و خان	داروغہ جنم سے درخواست
۶۸۳	۶۵۵	قیامت کا دھواں	مشرکین سے مقابلہ
۶۸۳	۶۵۹	نقطہ کا دھواں	دور حاضر کے مشہورین
۶۸۶	۶۶۱	غذاب سے بڑائی کی درخواست	خدا تعالیٰ کے لیے اولاد کی تجویز
۶۸۷	۶۶۱	حضور علیہ السلام پر ایمان	درس سترہم ۱۲ (آیت ۸۶ تا ۸۷)
۶۸۸	۶۶۳	اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب	رابط آیات
۶۸۹	۶۶۳	بطشت الکبریٰ	مسئلہ ترمیم
۶۹۰	۶۶۳	درس سوم ۲ (آیت ۱ تا ۲۹)	وقوع قیامت کا علم
۶۹۱	۶۶۵	رابط آیات	مسئلہ شفاعت
۶۹۲	۶۶۶	قوم فرعون کی آزمائش	اللہ کی صفت خالقیت
۶۹۳	۶۶۷	بنی اسرائیل کی سپرداری کا مطالبہ	اللہ کے خصی شکایت
۶۹۳	۶۶۹	اللہ تعالیٰ کی پناہ میں	نقل کا ضرور
۶۹۵	۶۷۰	قوم کے خلاف شکایت	سورۃ الذخان (مکمل)
۶۹۵	۶۷۲	مصر سے نکل جانے کا حکم	درس اول ۱ (آیت ۸ تا ۱۸)
۶۹۶	۶۷۳	فرعونوں کی غرقابی	نام اور کوائف
۶۹۷	۶۷۵	فرعونوں کی دراشت	مضامین سورۃ
۶۹۸	۶۷۵	بلا افسوس ہلاکت	حروف مقطعات
۷۰۰	۶۷۶	درس چہارم ۴ (آیت ۳۰ تا ۴۴)	کتاب ہمیں
۷۰۱	۶۷۶	رابط آیات	یلۃ القدر میں نزول
۷۰۲	۶۷۸	آزادی کی نعمت	



۷۳۲	۳۔ آخر کی آخری کتاب	۷۳۲	ہاشمی کی معیت
۷۳۳	۴۔ معبودوں کی جلالت	۷۳۳	آزادی کی فضیلت
۷۳۴	۵۔ اشعارِ اندر سے نکلنے	۷۳۴	بنی اسرائیل کی فضیلت
۷۳۵	۶۔ معجزین کے پتے سزا	۷۳۵	معاذ اور جبرائیل علی
۷۳۶	۱۰۔ قرآن سرپا بہایت	۷۳۶	درس پنجم ۵ (آیت ۴۲ تا ۵۹)
۷۳۷	۱۱۔ درس سوم ۳ (آیت ۱۱ تا ۱۷)	۷۳۷	ربط آیات
۷۳۸	۱۲۔ ربط آیات	۷۳۸	مجرمین کا انجام
۷۳۹	۱۳۔ اسندوں کی تسخیر	۷۳۹	متقین کے لیے انعامات
۷۴۰	۱۴۔ رزقِ حلال کی تلاش	۷۴۰	قرآن بطور نصیحت
۷۴۱	۱۸۔ ارض و سما کی تسخیر	۷۴۱	اشعارِ اپنا اپنا
۷۴۲	۱۹۔ درگزر کرنے کا سبق	۷۴۲	سُورَةُ الْحَاشِيَةِ (مکمل)
۷۴۳	۲۰۔ نیکی اور بدی کا بدلہ	۷۴۳	درس اول ۱ (آیت ۱ تا ۵)
۷۴۴	۲۱۔ بنی اسرائیل کے لیے انعامات	۷۴۴	نہم اور کرائف
۷۴۵	۲۱۔ بنی اسرائیل میں فرقہ بندی	۷۴۵	مغایین سورۃ
۷۴۶	۲۱۔ درس چہارم ۴ (آیت ۱ تا ۲۱)	۷۴۶	حروفِ مقطعات
۷۴۷	۲۵۔ ربط آیات	۷۴۷	نزل کتاب
۷۴۸	۲۵۔ آخری شریعت	۷۴۸	ارض و سما بطور نشاناتِ قدرت
۷۴۹	۲۶۔ شریع میں فرق	۷۴۹	جائدادوں کی تخلیق
۷۵۰	۲۷۔ اتباعِ شریعت سے انحراف	۷۵۰	شب و روز کا تغیر و تبدل
۷۵۱	۲۸۔ نیکی اور برائی میں امتیاز	۷۵۱	نزل رزق
۷۵۲	۲۸۔ درس پنجم ۵ (آیت ۲۲ تا ۲۶)	۷۵۲	ہوائی کی گردش
۷۵۳	۳۰۔ ربط آیات	۷۵۳	درس دوم ۲ (آیت ۱ تا ۱۱)
۷۵۴	۳۱۔ ارض و سما کی تخلیق	۷۵۴	آیاتِ الہی

جہانے علی کی منزل	۷۵۷	حروف مقطعات	۷۸۳
نفسانی خواہش بطور معبود	۷۵۸	نزدولی کتاب	۷۸۵
بعد ثبوت بعد الموت سے انتظار	۷۶۱	تخلیق ارض و سما	۷۸۵
زمانے کی تعریف	۷۶۱	توحید کا اثبات	۷۸۶
زندگی اور موت	۷۶۲	بدترین کراہی مذہب غیر اللہ	۷۸۸
درس ہفتم ۶ (آیت ۲۱ تا ۳۱)	۷۶۳	معبودان کی طرف سے انتظار	۷۸۹
رابطہ آیات	۷۶۵	آیات الہی کا انتظار	۷۹۰
حقیقی بادشاہت	۷۶۵	درس دوم ۲ (آیت ۸ تا ۱۰)	۷۹۱
نقصان زدہ باطل پرست	۷۶۵	کلام الہی میں اشتباہ	۷۹۳
قیامت کرلوگوں کی حالت	۷۶۷	سلسلہ نبوت و رسالت	۷۹۳
نامر اعمال کی طرقت جلاوا	۷۶۸	علم غیب کی نفی	۷۹۳
جہانے علی کی منزل	۷۷۰	اتباع وحی	۷۹۶
درس ہفتم ۷ (آیت ۳۲ تا ۳۷)	۷۷۳	قرآن کی حیثیت پر شہادت	۷۹۶
رابطہ آیات	۷۷۳	بنی اسرائیل کا شاہ	۷۹۷
وقع قیامت کا انتظار	۷۷۵	اہل مکہ کا انتظار	۷۹۸
اعمال نامر کی پیشی	۷۷۵	درس سوم ۳ (آیت ۱۴ تا ۱۷)	۸۰۰
رحمت سے دوری	۷۷۶	رابطہ آیت	۸۰۱
کائنات کا پروردگار	۷۷۸	کفر کا زعم باطل	۸۰۱
خدا تعالیٰ کی کبریا	۷۷۹	بدعت کی تعریف	۸۰۳
سُورَةُ الْحَقَّاف (مکمل)	۷۸۱	قرآن کی حیثیت	۸۰۵
درس اول ۱ (آیت ۱ تا ۷)	۷۸۲	توحید پر ثابت قدمی	۸۰۵
نام اور کوائف	۷۸۳	درس چہارم ۴ (آیت ۱۵ تا ۱۹)	۸۰۸
مضامین سورۃ	۷۸۳	رابطہ آیات	۸۰۹



۸۳۹	۸۰۹	مخلوق اللہ اور مخلوق العباد
۸۳۹	۸۱۰	والدین کے ساتھ حسن سلوک
۸۴۰	۸۱۱	ہاں کا مختصر معنی حق
۸۴۳	۸۱۲	حمل و رضاعت کی مدت
۸۴۴	۸۱۵	انہایت کی پیمائش
۸۴۶	۸۱۶	معدود اور آدمی کی دنیا
۸۴۷	۸۱۷	اللہ کی قدرت سے بڑا
۸۴۸	۸۱۹	درس پنجم ۵ (آیت ۱۷ تا ۲۰)
۸۴۸	۸۲۰	رابطہ آیات
۸۴۹	۸۲۱	شععی انسان کا تذکرہ
۸۵۰	۸۲۲	والدین کی طرف سے رحمت ایمان
۸۵۲	۸۲۳	سید اور شععی کی مثال
۸۵۳	۸۲۴	دنیا و آخرت میں جہنم کے عمل
۸۵۵	۸۲۵	آخر کاروں سے خطاب
۸۵۶	۸۲۶	دنیا سے بے رغبتی
۸۵۶	۸۲۷	آخر کاروں سے خطاب
۸۵۷	۸۲۸	درس ششم ۶ (آیت ۲۱ تا ۲۵)
۸۵۷	۸۲۹	رابطہ آیات
۸۵۸	۸۳۰	حضرت ہود علیہ السلام
۸۵۹	۸۳۱	قرص باد کا تذکرہ
۸۵۹	۸۳۲	دعوتِ توحید
۸۶۰	۸۳۳	زیر کار پر عذاب
	۸۳۵	دن، چھٹم ۷ (آیت ۲۶ تا ۲۸)
	۸۳۸	

## پیش لفظ

الحمد لله وكفى وسلا على عباده الذين اصطفى . اما بعد

تفسیر عالم العرفان فی دروس القرآن کی سولہویں جلد پست تین پاروں پر مشتمل ہے۔ اس میں سورۃ ص، سورۃ دھر، سورۃ شمس، سورۃ طہ، سورۃ النجم، سورۃ شوریٰ، سورۃ زخرف، سورۃ دھان، سورۃ یاسین اور سورۃ احقاف ان نو سو قوں کی تفسیر و تشریح سنتِ سہم میں جلد میں بھی حسب سابق قرآن و سنت غلطی کے زعمین، مصدق کریمؐ، تابعین، ائمہ دین، مفسرین صالحین اور بزرگان دین کے غریز پر تائید آسان زبان میں قرآن کریمؐ کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ خصوصاً اہل بیتؑ کی تعلیمات کی غامض و عمیق اور دقیق علمی اصطلاحات کو بڑے آسان پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے جس سے ہر خاص عام بخوبی استفادہ کر سکتا ہے۔

**سورۃ ص** | سورۃ ص میں قرآن کریمؐ کی صداقت و معائنات حضرت داؤد علیہ السلام حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائشیں، ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ، یحییٰؑ اور زکریاؑ علیہم السلام کا تذکرہ، اہل جنت کے انعامات اور جہنم کی سزا، توحید باری تعالیٰ اور شیطان کے بکبر و غرور کا تذکرہ اور اس کی تفصیلات مذکور ہیں جن کی تشریح کے ضمن میں بہت سے بنیادی عقائد اور مسائل کا تذکرہ بھی آگیا ہے۔ بحسب اقبالیہ کے سیر حاصل مباحث اور اس جلد میں پیدا کردہ شعور و شبہات کا تشفی بخش ازالہ اس جلد کا طرہ امتیاز ہے۔

**سورۃ زھر** | سورۃ زھر میں نزولِ قرآن، دینِ خالص، تخلیقِ ارض و سما، تخلیقِ انسانی، توحید باری تعالیٰ، عبادتِ انہی کی دعوت اور ظالموں سے اجتناب۔ افراتو علی اللہ سے گریز، موت و حیات کا اختیار بدست خدا، رحمتِ ایزدی سے دایرگی کی ممانعت، نفعِ صبر، جہنمی اور جنتی گروہوں کا تذکرہ اور ان کی تشریح موجود ہے۔ اس سورۃ میں زیادہ تر بنیادی عقائد کا تذکرہ ہے



اس لیے اس سورۃ کو اس کے ذیل آکر، حوالہ سجدہ کی تفسیر میں لکھا جاسکتا ہے۔

**حوالہ سجدہ** | سورۃ مومن، سورۃ نمل، السجدۃ، سورۃ شوری، سورۃ زلزلہ،

سورۃ وغان، سورۃ بائینہ اور سورۃ اختلاف کو حوالہ سجدہ لکھا جاتا ہے۔ ان سورتوں کو تراویح میں اس لیے لکھتے ہیں کہ ان کی تعداد سات ہے اور یہ سب کی سب لفظ مقصورہ سے شروع

ہوتی ہیں۔ یہ سات سورتیں باب القرآن یعنی قرآن کریم کا لب لباب، پکڑ اور خلاصہ ہیں

ان میں زیادہ تر غیاور، عیانہ ترعید، رسالت، معاد، جزائے عمل، جنت و ذرّت و عذاب کے تذکرہ

کے ضمن میں بڑے بڑے قیمتی تراویح بیان کیے گئے ہیں، تذکرہ انبیاء و حبیبہ السلام کے سلسلہ میں

اعجازیت، سمجھ اور معتبر، تاریخی حوالہ جات، احادیث و اسلاف، تصریحات علماء حق، علمائے دین کی قربانیاں

اور ان کے کارنامے نمایاں کرتا ہے۔ یہ بھی ان سورتوں کی تفسیر یہ بعض مقامات پر آج ہے اس

باب کی اشاعت کے بعد غالب امیون یہ ہے کہ مزید چار جہتوں میں دروس القرآن کا یہ

سلسلہ بانیہ تکمیل کو پہنچ جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔ اس جگہ کی پروت ریڈنگ میں احقر کے ساتھ

ماخذ احقر اشرف الدین گجراتی نے تصدیق اللہ تعالیٰ مشرف قبولیت سے نوازا ہے۔

قارئین کو اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ دروس القرآن کی تکمیل کے سلسلہ میں خصوصی دیکھاؤں میں

کہ اشرف العزت سے جلد از جلد بانیہ تکمیل ہوا ہے اور اس کی اشاعت میں سرایت کے

جلد احباب کے تعاون اور کوششوں کو قبول و منظور فرمائیے اور ہم سب کے لیے دعوت

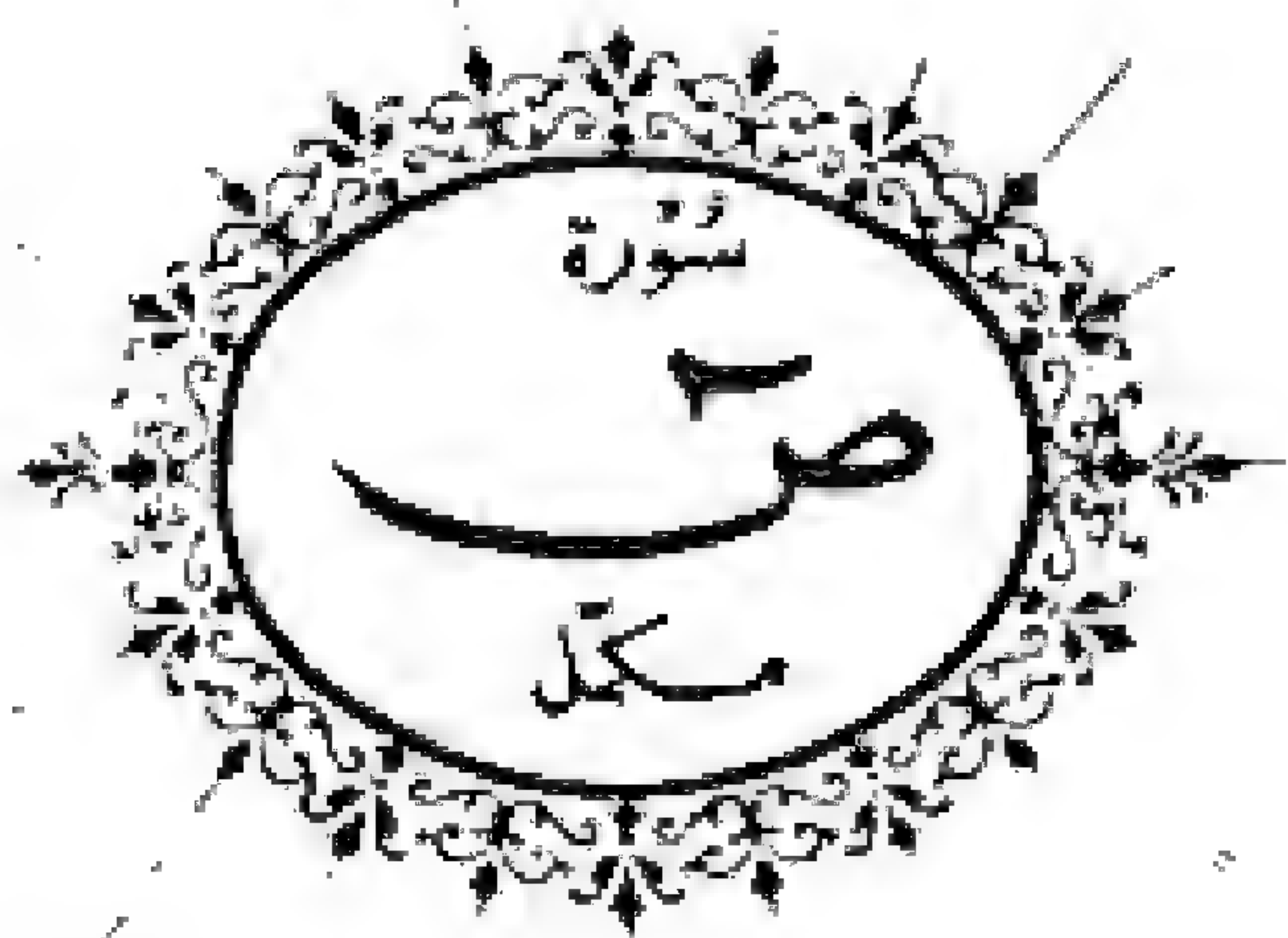
نجات بنائے۔ آمین یا رب العالمین۔

ذات قرۃ: محمد فیاض خان سواتی

مستقر مدرسہ نصیحة العلوم جامع مسجد نور گجرانوالہ

۳ شوال ۱۴۱۸ھ مطابق ۵ مارچ ۱۹۹۸ء

یہ تفسیر عمل میں جلدوں میں شائع ہو کر منظر عام پر آئی ہے (فیاض)





سُورَةُ صَٰدٍ مِّمَّا تَزَوَّجُ ثَمَانٍ وَخَمَانُونَ اَيْتَرُفُفْ خَمْسُ كُوفَاتٍ  
سورۃ صا د کے نام سے جو ناپت پچھتر کلمہ ہو اور اس کے پانچ آیت ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
شرع اللہ کے نام سے جو نہایت بخشنے والا مہربان

صَّ وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ ① بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا  
فِي عِزَّةٍ وَشِقَاقٍ ② كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ  
مِنْ قَرْنٍ فَتَنَّا قُلُوبَآءَ حِينَ مَنَاصِبٍ ③  
وَنُحِبُّوْا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ وَقَالَ  
الْكَافِرُونَ هَذَا سِحْرٌ كَذَّابٌ ④ أَجَعَلَ  
الْإِلَهَةَ إِلَهًا وَاحِدًا إِنْ هَذَا إِلَّا لَشَيْءٌ  
عَجَبٌ ⑤ وَأَنْطَلَقَ الْمَلَأُ مِنْهُمْ أَنْ امْشُوا  
وَاصْبِرُوا عَلَى إِلَهٍ كُمْ إِنْ هَذَا إِلَّا لَشَيْءٌ  
يُرَادُ ⑥ مَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي الْمِلَّةِ الْآخِرَةِ  
إِنْ هَذَا إِلَّا خِتِلَافٌ ⑦

ترجمہ: صا د کے نام سے جو نہایت بخشنے والا مہربان

۱۔ کہ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ پھر اور مخالفت میں

پڑے ہوئے ہیں ② ہم نے اُن سے پہلے بہت سی قومیں ہلاک کیں۔ پس پکارا انہوں نے اور نہ رمل وقت خلاصی کا ③ اور تعجب کیا انہوں نے اس پر کہ آیا ہے اُن کے پاس ایک ڈر سننے والا اپنی میں سے، اور کہا کفر کرنے والوں نے کہ یہ جادوگر اور جھوٹا ہے ④ کیا کر دیا ہے اس نے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود۔ بیشک یہ ایک عجیب چیز ہے ⑤ اور چل کھڑا ہوا ایک گروہ اُن میں سے (اور کہنے لگا) چلو اور جے رہو اپنے معبودوں پر۔ بیشک یہ ایک چیز ہے جس میں کوئی غرض ہے ⑥ نہیں سنا ہم نے اس بات کو پہچنے دین میں۔ نہیں ہے یہ مگر گھڑی ہوئی چیز ⑦

نام اور  
کوائف

اس سورۃ مبارکہ کا نام سورۃ حق ہے جو کہ اس کے پہلے حروف سے ماخوذ ہے۔ یہ سورت ہے۔ بخسرت قرأت ہے کہ یہ سورۃ نبوت کے چوتھے یا دسویں سال میں نازل ہوئی اور اس طرح یہ سورۃ گویا ابتدائی سورتوں میں سے ہے۔ اس سورۃ مبارکہ کی انتہائی آیات اور پانچ رکوع ہیں، اور یہ سورۃ ۴۱ الفاظ اور ۳۶۶۰ حروف پر مشتمل ہے۔

مضامین سورۃ

اس سورۃ ہونے کے ناطے سے اس میں بھی زیادہ تمہیداری مضامین یعنی توحید، رسالت، مساوات اور قرآن پاک کی حقانیت و صداقت ہی بیان ہوئے ہیں۔ اثبات توحید کے سلسلے میں گزشتہ سورۃ کی ابتداء میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا تھا کہ اِنَّ اِلٰهَکُمْ لَوَاحِدٌ یعنی تمہارا معبود حق



صرف ایک ہی سبب۔ اور اس سورۃ کی ابتدا میں کفار کے تعجب کو اس طرز  
بیان کیا گیا ہے **أَجْعَلِ الْاِلٰهَةَ الْاِلٰهًا وَاحِدًا** کیا اس شخص نے تم  
معبودوں کو ایک ہی معبود کر دیا ہے؟

اس سورۃ مبارکہ میں سند رسالت پر خاص طور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔  
اور نکحہ پ رسالت کو مہلک قرار دیا گیا ہے۔ تاریخ رسالت کے ضمن میں بعض  
انبیاء مثلاً حضرت ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، ابراہیم، ذوالکھل، داؤد،  
اور سلیمان علیہ السلام کا ذکر آیا ہے۔ ان میں سے بعض کا ذکر مقام شجر  
کے طور پر اور بعض کا صبر و استقامت کے مقام میں ذکر ہوا ہے۔ اس سورۃ  
میں شیاعین اور جنات کا ذکر بھی آیا ہے اور انیس کی سرکشی اور نافرمانی کا تذکرہ  
ہوئی ہے۔ فرشتوں کی منہ قرین جماعت، ان اعلیٰ کا ذکر بھی اس سورۃ میں کیا گیا ہے  
اللہ سے ڈرنے والوں اور مجرم لوگوں سے انجام کا ذکر کیا گیا ہے اور معاند لوگوں  
کے شرک و کفر، کائنات کا تدارک ہے، حضور علیہ السلام سے تسلی کا مضمون بھی  
اس سورۃ کا محور ہے۔

مشانِ نازل

تمذی اور سترک حاکم وغیرہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت علیؑ سے  
والد اور حضور علیہ السلام کے چچا ابو طالب حضور علیہ السلام کے بڑے پیر خواہ اور بہادر  
تھے مگر آخر دم تک ایمان قبول نہیں کیا۔ جب ابو طالب بیمار ہوئے، تو  
سرور ان قریش مع ابراہل ان کے پاس آئے اس وقت حضور علیہ السلام بھی اپنے  
چچا کے پاس موجود تھے۔ سرور ان قریش نے ابو طالب سے شکر کیا کہ آپ ہا  
بھتیجا ہمارے بڑوں کی خدمت کرتا ہے۔ لہذا آپ اُسے بھی ایسے کہ یہ ہمارے  
مذہب کو بھرتہ نہ کیا کرے۔ اس پر ابو طالب نے حضور علیہ السلام سے استفسار  
کیا یا بنی آخی صائس ید میں قوہ لے میرے بھتیجے! تو قوم  
کے کیا مانتے ہو۔ قال اريد كلمة ديني بها الهة العرب

وَتُؤَدِّي إِلَيْهِمُ الْجَنَّةَ أَفَ تَعْلَمُونَ فِيهِمْ أَنْ تَقُولُوا أَرْبَابُكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمْتُمَكِرُونَ  
 - وہ ایک کلمہ چاہتا ہوں، اگر یہ اس کو تسلیم کر لیں تو پورا عرب ان کے تابع  
 ہو جائے گا اور عجم کے لوگ ان کو جزیرہ کو آکر سنے لگیں گے یعنی اس ایک  
 کلمہ کو پہنچنے سے ان کی گویا پلٹ جائیگی۔ ابوطالب نے نہایت تعجب کے  
 پرچہ کیا صرف ایک کلمہ کی وجہ سے؟ فرمایا ہوں: يَا عَمَرُ قُلُوا لِلَّهِ  
 اَللَّهُ مَعِي حَقًّا! تم سب کہہ دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، یہی وہ  
 عظیم کلمہ ہے جس کی وجہ سے عرب و عجم تمھارے سامنے سرنگوں ہو جائیں گے۔  
 اس موقع پر وہ سب کہنے لگے اَللَّهُ وَاحِدٌ مَا سَمِعْنَا بِهَذَا  
 فِي الْمِلَّةِ الْأُولَى کیا صرف ایک معبود؟ ہم نے تو یہ بات اپنے آباؤ اجداد  
 کے ہمیں نہیں سنی۔ کہنے لگے اِنْ هَذَا إِلَّا اخْتِلَافٌ یہ تو میں گھڑت بات  
 معلوم ہوتی ہے، اور پھر کہہ کر وہاں سے پہلے ہی سے اس واقعہ کے بعد  
 اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرما کر کفر و شرک کا رد اور کفار و مشرکین کی مذمت  
 بیان کر دی۔

حدیث  
مقطعات

اس سورۃ کی ابتدا و حروف مطلع حق سے ہوتی ہے، مختلف روایتوں کی  
 ابتدا میں آئے والے حروف مقطعات کے متعلق اپنے اپنے مقام پر کچھ  
 تشریح کر دی گئی ہے اور لوگوں کی تقریباً ہم کے لیے مفسرین کے بیان  
 کردہ بعض معانی بھی بیان کیے جا چکے ہیں، تاہم ملائی و ملائی سے جو  
 امام جلال الدین سیوطی اور بعض دیگر مفسرین کو اس میں اختیار کیا ہے کہ  
 اِنْ حُرُوفٌ لَمْ تَعْلَقْ بِیْ خَصْمٍ رَکَّحَ جَاہِیْنِیْ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِسُورَةِ بِذَلِكَ  
 اَنَا وَصَدِّقًا یعنی ان حروف کی خفیگی ملا کر اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے  
 اور اس کی ان حروف سے جو بھی ملاوے ہم اس پر ایمان لائے ہیں۔ اور



جس کی تعداد بتائی گئی ہے

جب کسی کو یہ معلوم ہو کہ قرآن پاؤں میں بعض ایسے حروف بھی موجود ہیں جن کو مفسرین واضح نہیں سے یاد رکھتے ہیں۔ آج کل تو یہ چیز بعض ناچاق اذیان کے لیے شائبہ و تردد کا باعث بنتی ہے۔ چنانچہ مفسرین کرام نے ایسے لوگوں کے اذیان کو ان حروف سے قریب نہ کر کے ایسے ان کے بعض معانی بیان کیے ہیں۔ یہ معانی اگرچہ قطعی اور یقینی نہیں ہیں۔ تاہم چونکہ صحاح کرام میں سے حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ سے بھی کچھ وضاحت منقول ہے، لہذا بعد کے مفسرین نے بھی لوگوں کے تخریبِ ثمر کے لیے کچھ معانی بیان کیے ہیں۔

حرف ص

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس سورۃ کا نام ہے اور ظاہر ہے کہ یہ سورۃ اسی نام سے کلام ہے۔ تاہم بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ حرف ص اللہ تعالیٰ کے کسی ایسے کلمہ یا لفظ اشارت ہے۔ حرف ص آتا ہے جیسے صمد۔ اس سورۃ مبارکہ میں توحید خداوندی کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے گویا یہ خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا ذکر ہے۔ شیخ سعدی نے بوستان میں کہا ہے۔

دل اندر محمد باوہ سے دوست بست

کہ عاجز تر است از ختم ہر کہ بست

اسے دوست نہ صرف محمدؐ کی ذات میں دل لگانا چاہیے کیونکہ اس کے کلام نامہ چیزیں ختم سے بھی زیادہ عاجز ہیں، اگر کوئی مختار مطلق، قادر مطلق، ہدایت اور ہدایت ہے تو وہ صرف خدا تعالیٰ کی ذات ہے جو خدا ہے۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ حرف ص لفظ صانع میں آتا ہے۔

اور صانع مخلوقات اللہ تعالیٰ ہے، لہذا یہ اس طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے جس سے مراد صدق بھی ہو سکتا ہے یعنی صَدَقَ اللّٰهُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے فرمایا ہے وہ سچ ہے اس سورۃ کی پہلی آیت ہے۔  
وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ قسم ہے نصیحت والے قرآن کی، اس میں جس سے مراد نصیحت بھی ہو سکتی ہے، اور دوسری اس آیت میں خبر مخدات یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعویٰ رسالت میں سچے ہیں، قرآن بھی سچا نصیحت سے اور الذِّیْنُ النَّصِيْحَةُ دین بھی نصیحت کو ہی کہا جاتا ہے، لہذا جس سے دین بھی مراد لیا جاسکتا ہے۔

جب قرآن پڑھا جاتا تھا تو مشرک لوگ شور و غل پیدا کرنے لگے بیٹیاں یعنی تحفیر سمجھایا کرتے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ اس سے مشرکین کی مذمت کی طرف اشارہ ہو، حرف جس صد یا صارفہ میں بھی آتا ہے جس کا معنی رکاوٹ اور بٹا دینا ہوتا ہے لیکن سے جس کا اشارہ اس طرف ہر جس کا حرف تھیں جس میں پایا جاتا ہے۔ امکان ہے کہ اس کا اشارہ اس سورۃ میں مذکور عبرت منہ واقعات کی طرف ہو۔

حرف جس کا تعلق اس سورۃ میں آمد بعض کلمات سے بھی ہے، لہذا لیکن ہے کہ جس کا اشارہ ان کلمات کی طرف ہو، مثلاً الشِّرْکِ اِصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ (آیت ۱۰) کہہ کر حضور علیہ السلام کو کفار و مشرکین کی ایذا و مزاحمت پر صبر کی تلقین کی ہے۔ اس سورۃ میں آمد سَوَاعِدُ الْخِیْرَاتِ (آیت ۲۲) یعنی سیرت، ستے کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے، اس حرف جس کا اشارہ اللہ کے نخلص بندوں کی ثواب بھی ہو سکتا ہے، جیسا کہ یہاں یہ آیت بھی ہے۔ اَلَا عِبَادَیْ مَنْ هُمْ اَلْمُخْلِصٰیْنَ (۸۲) اس سورۃ مبارکہ میں نَبِیُّ الْخُسُوْ (آیت ۲۱) کو ذکر بھی ہے جب کہ بعض روئے تفسیر سے ذُوْا عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس فیصلہ کرنے کے لیے آئے تھے۔ اس لفظ میں بھی حرف جس کا ہے



آیت ۶۵ میں يَصْلَوْنَهَا کا لفظ آتا ہے جس میں کافروں کے ہنسنے میں داخلے کا ذکر ہے۔ یہاں میں جس کو چاہے۔ پھر آیت نمبر ۶۵ فَصَلَّتْ لَهُ طَائِفٌ کا لفظ ہے جس سے مراد بھی نکاح نہیں کہنے والی عورتیں ہیں جو جنت میں داخل ہوں گی۔ ممکن ہے یہ اس طرف اشارہ ہو۔ آیت ۱۰۸ میں حضرت ابوسب علیہ السلام کی دعا کا ذکر ہے جنہوں نے اپنے رب کو پکار کر کہا کہ مجھے شیطان نے ازیت کی پیمانی ہے مَنْصَرِبٌ وَعَذَابٌ آیت ۳۷ میں عَقَّ أَصْحَابُ کا لفظ آتا ہے یعنی غوطہ خور جنات سلیمان علیہ السلام کے لیے معیہ چیزیں کھانے پینے سے نکال کر دیتے تھے۔ دائرہ اور سلیمان علیہما السلام کے علمہ گھوڑوں کا ذکر بھی آیت ۳۱ میں آیا ہے الْصَّفِيفَتِ الْجَبَّارَةِ حضرت داؤد علیہ السلام کے فَصَلَّى الْخُطَابَ کا ذکر آیت ۲۰ میں آیا ہے۔ اسی طرح أَصْحَابِ الشَّيْكََةِ کا ذکر آیت ۱۲ میں ہے۔ آیت ۱۵ میں صَيْغَةً وَاحِدَةً کا ذکر ہے کہ ایک ہی بیج نافرمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لیے کافی ہے آیت ۳ میں حِينَ مَكَانٍ کے الفاظ آئے ہیں جس کا معنی خلاصی اور رہائی ہے یعنی جب کسی قوم پر عذاب آجائے تو پھر رہائی کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔ غرضیکہ مذکورہ تمام محلات میں حرمت عن کی موجودگی ان کلمات کی طرف اشارہ ہے۔ وَأَمَّا الْعِلْمُ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کشنی اور ذوقی طریقہ پر اپنی کتابوں میں بیان کرتے ہیں کہ حرمت عن کا اشارہ ابن ابی علیہ السلام کے مقام قدسی کی طرف ہے جو انہیں ان کے علوم اور وجاہت کے اعتبار سے حاصل ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ ذوقی طریقہ سے بیان کرنے کا معنی یہ ہے کہ اس کو عقلی یا نقلی دلائل سے ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ التشریعی ذریعہ کشف پر معانی

آپ کے ذہن میں منکشف کر دیے ہیں۔ مگر یا حروف صحت میں عالم ہال کے تصور۔  
ارتجاع یا ملتہی کا ذکر کیا گیا ہے، تاہم اس میں انتہائی درجے کی صفائی اور لطافت  
بھی شامل ہوتی ہے۔ چونکہ یہ تمام چیزیں سورۃ بجا میں موجود ہیں۔ لہذا شاہ صاحب  
کا نظریہ یہ ہے کہ اس سورۃ کا لب لباب ایسے حروف کے ذریعے بیان کر  
دیا جاتا ہے۔

قرآن  
ذی الذکر

ارشاد ہوتا ہے وَالْقُرْآنِ ذِی الذِّکْرِ قسم ہے نصیحت والے قرآن  
کی۔ ظاہر ہے کہ قرآن سراسر نصیحت ہے۔ اس کے لیے ذکر اور تذکرہ کے  
الفاظ بھی آئے ہیں۔ ذی الذکر کی کو معنی شرف والا بھی ہوتا ہے جیسے سورۃ  
الزخرف میں ہے وَذَٰلَکَ لَذِکْرُ لَکَ وَلِقَوْمِکَ رَآیَتْ (۴۴)  
بیشک یہ قرآن آپ کے اور آپ کی قوم کے لیے عزت و شرف کا  
باعت ہے، اس طرح آیت کا مطلب ہوگا قسم ہے شرافت والے قرآن  
کی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن سے بڑھ کر شرافت والی کوئی دوسری  
چیز نہیں ہے

کفار کی  
پہنچی

فرمایا ہے شک آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ بالکل سچ فرماتے  
ہیں بِسْمِ اللّٰہِ الذِّیْکَ کَفَرُوا فِیْ عِزِّہٖ وَشَفَاقِکُمْ کَفَرُکُمْ  
والے لوگ تکبر اور مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ میں نے پہلے عرض  
کیا قرآن کی قسم کی خبر مذکور ہے اور یہ حضور علیہ السلام کی نبوت و رسالت  
کی صداقت پر اللہ کی طرف سے گواہی ہے۔ عزت کا معنی علیہ ہوتا ہے۔  
اور عزتِ اللہ تعالیٰ کی صفت بھی ہے۔ تاہم اس آیت مبارکہ میں عزت  
سے مراد اکثر اور تکبر ہے جو کہ صرف خدا تعالیٰ کو سزاوار ہے اور کسی مخلوق  
کے لیے روا نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ کافر لوگ قرآن پاک کی ہدایت اور  
نصیحت کے مطالبے میں غرور و تکبر کا اظہار کرتے تھے۔ اور اسی وجہ سے  
وہ شفاق یعنی مخالفت میں پڑے ہوئے تھے۔



اللہ نے فرمایا اے کفار اس عالم میں غور نہیں کرتے کہ کس نے اہلکنا  
 مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَبْلِہُمْ مِّنْ قَبْلِہُمْ مِّنْ قَبْلِہُمْ مِّنْ قَبْلِہُمْ مِّنْ قَبْلِہُمْ  
 انہوں نے کس کس کی توجہ کا اہم کیا اور اس کے رسولوں کو تھیلے پر  
 جب ہمارے عذاب آن پہنچا ہوتا تو اوروں پر پکارتے تھے اور اپنے انہوں کی معافی  
 مانگتے تھے وَلَآتِ حَبِیْنٌ مِّنْہُمْ مَّوَدَّةَ بَنِیِّہِمْ وَکَانَ عَدُوٌّ لِّہُمْ  
 تھا۔ لہذا ہماری گرفت اگر یہی۔

یہاں پہلے آمدن لفظ لَآتِ در اصل لَآ ہے اور اس میں تِ ت زمانہ سے  
 لَآتِ کیئت کے معنی میں آیا ہے جس کا معنی آتا ہے۔ جس کا معنی وقت اور  
 مناسب کا معنی خلاصی ہے مطلب یہی ہے کہ نافرمان لوگوں نے عذاب کو  
 دیکھ کر اس وقت چیخ و پکار کی جب خلاصی کا وقت گزر چکا تھا۔

تکذیب  
 رسالت

کفار مکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ کا نبی تسلیم کرنے کے لیے تیار  
 نہ تھے کیونکہ اس طرح ان کی قیادت و ریاست ختم ہوتی تھی۔ اگلی آیت میں  
 اللہ تعالیٰ نے انھار کے نظریہ تکذیب رسالت کا ذکر کیا ہے ارشاد ہوتا ہے  
 وَیُحِبُّوْنَ اَنْ جَاؤْہُمْ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْہِمْ سَوَآءٌ لِّیُخْرِجُوْہُمْ اِنْ جَاؤْہُمْ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْہِمْ سَوَآءٌ لِّیُخْرِجُوْہُمْ  
 تعجب کرتے ہیں کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک ڈر سنانے والا آگیا  
 ہے۔ مجھے کے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے کے لیے قطعاً تیار نہیں تھے کہ  
 انہی کی برابری اور خاندان کا ایک کنبہ آدھی جوانی کی زبان بولتا ہے۔ نبی  
 بن کر آجائے۔ کہتے تھے کہ یہ ہمارے ہاتھوں پیدا ہوا، بڑھا اور جوان ہوا،  
 اور آج ہم سے ہی سامنے نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے۔ بھلا اس میں کون  
 سی خرابی ہے جو ہم سے زیادہ ہے اور جس کی بنا پر اسے رسول منتخب کیا گیا ہے  
 کہتے تھے اگر اللہ نے کسی کو نبی ہی بنا دیا تھا، تو اس شخص کے لیے اہل عذاب  
 کو تیار ہی کیا تھا وَقَالُوا لَوْلَا نَزَّلَ الْفُتَّانُ عَلٰی وَجْہِیْ  
 مِنَ الْقُرْآنِ عَظِیْمٌ (الزخرف: ۲۱) کہتے تھے۔ یہ قرآن کے

اور طاعت کی ہستیوں میں سے کسی بڑے سرور پر کیوں نہ مائل ہو؟ فرمایا  
 وَقَالَ الْكَافِرُونَ هَذَا سِحْرٌ كَذَابٌ کافر کہتے تھے کہ نبوت کا دعویٰ  
 یہ شخص جادو کر رہا ہے اور جھوٹا ہے۔ العیاذ باللہ۔ یہی بات فرعون نے حضرت  
 موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے متعلق بھی کہی تھی۔ بہر حال مشرکین نے اپنے نبی  
 آخر الزمان کی رسالت کا نہ صرف صاف انکار کر دیا بلکہ ان کے تمام تر اسٹیج بھی کیے۔  
 ان ظالموں نے رسالت کا ہی انکار نہ کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی  
 بھی عجیب طریقے سے تردید کی۔ کہنے لگے اَحْبَبُ اِلٰهِمَ الْهَمَّ  
 وَاحِدًا کیا اس نے سب معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود ضروری ہے کیا ہم  
 اتنے سارے معبودوں کو چھوڑ کر صرف ایک معبود کی عبادت میں مددگار  
 هَذَا لَشَيْءٌ عَجَبٌ یہ تو بڑی عجیب انگیزات ہے جو اس نے اپنے  
 کسی نے نہیں کی اور نہ ہی ہم نے اپنے بڑوں سے ایسی کوئی بات سنی ہے  
 ہمارے آباؤ اجداد تو مختلف معبودوں کو نذر و نیاز پیش کرتے آئے ہیں  
 ان سے مرادیں مانگتے آئے ہیں۔ ان کی مختلف ماناں۔ مختلف معبود پوری  
 کرتے آئے۔ لہذا ان سب کی بجائے پر سارے کو بہت ایک معبود کے  
 انجام دے سکے گا۔ یہ تو بڑی عجیب بات معلوم ہوتی ہے۔

اس قسم کی بات کرنے کے بعد وَالْاَطْلُقُ اِلَیْكُمْ اَنْتُمْ اَنْتُمْ  
 میں سے ایک گروہ چل کھڑا ہوا اور کہنے لگا، اس شخص کی باتوں پر غور نہ  
 کرو عذاب آفتابیاں سے چلے آؤ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ  
 اور اپنے اپنی معبودوں پر جسے رہو جن کی یہ مذمت بیان کرتا ہے۔ خبر کا  
 معنی برداشت کرنا ہوتا ہے اور مطلب یہ ہے کہ اپنے اپنے معبودوں کو  
 ہی برداشت کرو، اشی پر جسے رہو اور اس شخص کی باتوں میں نہ آؤ  
 هَذَا لَشَيْءٌ عَجَبٌ یہ ایک ایسی چیز ہے جس میں کوئی غرض نہیں ہے۔  
 یہ شخص تمہیں تمہارے معبودوں سے ہٹا کر پیش کرتا ہے۔ دین پر لانا چاہتا

وہ طاعت پر  
عجیب



ہے اور تمھاری قیادت اور رہنمائی پر قبضہ کرنا چاہتا ہے، لہذا اس کی باتوں میں نہ آنا اور سچے معبودوں پر پختہ یقین رکھنا، آیت کے اس حصے کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ سچے سابقہ معبودوں پر پشت رہنا ایک منہ سوراہا چیز ہے اس کو اللہ سے نہ چھوڑنا، یہ شخص تمہیں تمہارے دین سے پرشتہ کر کے تمھارے مال و دولت اور اقتدار پر بھی قابض ہونا چاہتا ہے، لہذا اس کی دعوت کو قبول نہ کرو۔

پھر کہنے لگے، مَا سَوْفَ يَكُنُ الْفِ الْمِلَّةُ الْآخِرَةُ پچھلی امت میں جو مجھ نے ایسی کر لی بات نہیں سنی پچھلی امت سے مراد یا تو ان کے آباؤ اجداد ہیں اور یا پھر اس سے تمہاری مراد ہیں، کہتے تھے کہ عیسائی ہیں تو صاحب کتاب میں عکس انہوں نے لڑکھائی ایک معبود کو نہ تھے گا دعویٰ نہیں کیا بلکہ وہ بھی تعینت یعنی تین خداؤں باپ، بیٹا اور روح القدس کے قائل ہیں، بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک معبود کا نظریہ کہاں سے پیش کر دیا۔ کہ نہ ہمارے باپ دارا اس نظریہ سے واقف تھے اور نہ بیٹے خدایاں سب نے اس کو تسلیم کرتے ہیں، معلوم ہوتا ہے اِنْ هَذَا اِلَّا اخْتِلَافٌ، یہ تو محض من گھڑت نظریہ ہے کہ معبود برحق صرف ایک ہے۔ عیسا ایک ہی خدا ہونے کے سارے امور نیسے انجام دے سکتا ہے اس بات کو ذہن جمی قبول نہیں کرنا، یہ سلسلہ کلام آگے دو کتاب چلو گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی گندی ذہنیت پر پردہ چاک کیا ہے۔

مَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيِّنَاتٍ بَلْ هُمْ  
 فِي شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِي بَلْ لَمَّا يَذُوقُوا  
 عَذَابٍ ۝۸ أَمْرٌ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَحْمَةِ  
 رَبِّكَ الْعَزِيزِ الْوَهَّابِ ۝۹ أَمْ لَهُمْ مُلْكُ  
 السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَلِمَ يَنفَرُونَ  
 فِي الْأَسْبَابِ ۝۱۰ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ  
 مَهْزُومٌ مِّنَ الْأَحْزَابِ ۝۱۱ كَذَبَتْ قَبْلَهُمْ  
 قَوْمُ نُوحٍ وَقَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ ذُلًّا وَتَارِدٌ ۝۱۲  
 وَثَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَأَصْحَابُ لَيْكَةِ أُولَٰئِكَ  
 الْأَحْزَابُ ۝۱۳ إِنْ كُلُّ إِلَّا كَذَبَ الرُّسُلِ  
 فَحَقَّ عِقَابُ ۝۱۴ وَمَا يَنْظُرُ هَؤُلَاءِ إِلَّا صَيْحَةً  
 وَاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ۝۱۵ وَقَالُوا رَبَّنَا  
 عَجِّلْ لَنَا قِطْنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ۝۱۶

ترجمہ: کیا انہی گئی ہے اس پر نصیحت ہم سب  
 کے درمیان سے ؛ بلکہ وہ ملک میں پڑے ہوئے ہیں  
 میری نصیحت سے ؛ بلکہ انہوں نے ابھی کچھ نہیں



عذاب کا مٹا ۸) کیا ان کے پاس غزائے ہیں تیرے  
 رب کی رحمت کے جو نکال قدرت کا مالک اور بخشش  
 کرنے والا ہے ۹) کیا ان کے لیے بادشاہی ہے  
 آسمانوں کی اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے  
 پس چاہیے ان کو کہ چڑھ جائیں رسیاں ان کو ۱۰) یہ  
 بھی ایک شکر ہے شکست غورہ شکروں میں  
 سے ۱۱) جھٹلایا قوم نوح نے ان سے پہلے اور  
 قوم عاد نے اور فرعون نے جو میخوں والا تھا ۱۲)  
 اور قوم ثمود نے اور قوم لوط نے، اور ایک دلوں  
 نے کہ یہاں بڑے بڑے گروہ تھے ۱۳) ان میں سے  
 ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا، پس ثابت ہو گیا  
 عذاب ۱۴) اور نہیں انتظار کرتے یہ لوگ سگر  
 ایک پیچ کا جس کے لیے کوئی وقفہ نہیں ہو  
 گا ۱۵) اور کہتے ہیں یہ کہ اے ہمارے پروردگار  
 عذری کر دے ہمارے لیے ہمارا حصہ حساب کے  
 دن سے پہلے ہی ۱۶)

ربط آیت

گزشتہ آیات میں مشرکین کا رد تھا جب اللہ کے نبی نے  
 ان کو کفر اور شرک سے منع کر کے توحید کا درس دیا تو انہوں نے انکار کر دیا  
 اور تعجب کرنے لگے کہ کیا ہم بہت سے معبودوں کو چھوڑ کر صرف ایک  
 معبود پر اکتفا کریں، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ پھر وہ اس مجلس سے اٹھ کھڑے  
 ہوئے اور ایک دوسرے کو کشت لگے کہ اس شخص کی دعوت خود غرضی پر  
 مشتمل ہے، لہذا اس کی بات نہ ماننا اور اپنے معبودوں پر ڈٹے رہنا کئے  
 گئے یہ اس شخص کی سن گھڑت بات ہے جو ہم نے پہلے کبھی کسی سے نہیں سنی

گذشتہ درس میں مشرکین کی طرف سے توحید کے انکار کا بیان تھا اب  
آج کی آیات میں رسالت کا انکار اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کا ذکر ہے  
ارشاد ہوتا ہے عَنْ أَنْزَلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا كَيْدٌ مِنْهُمْ سے  
صرف اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر نصیحت یعنی قرآن پاک اتارا گیا ہے  
کیا اللہ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ رسالت کا اور کوئی حقدار نہیں جانتا تھا  
جس پر قرآن نازل کیا جاتا؟ کہنے لگے کہ ہم تو اس کو شاہ اور رسول تسلیم کرنے کے  
لیے تیار نہیں۔ قَالُوا لَوْ شَاءَ رَبُّنَا لَأَنْزَلْنَا مِنْ سَمَاءٍ مَاءً مَبْهُوتًا  
کہنے لگے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم پر کوئی فرشتہ نازل کر دیتا تو ہم مان بھی  
لیتے۔ ہم اپنے میں سے ایک شخص کی باتیں کیسے تسلیم کر لیں۔ سورۃ القمر میں  
ہے فَقَالُوا أَبَشَرًا مِثْلًا وَاحِدًا نَسْتَبِيعُهُ اِنَّا اِذَا لَوِثْ  
ضَلَّيْ وَنَعْفُرْ (آیت ۲۴۰) کہنے لگے، جلا ہم اپنے میں سے ایک  
شخص کی پیروی کریں، یوں تو ہم گمراہی اور دروغی میں پڑ گئے۔ غرضیکہ وہ لوگ  
انسان کے رسول ہونے پر عجب کہتے تھے جیسا کہ اس سورۃ کی ابتداء میں  
بھی گزر چکا ہے وَعَجِبُوا اَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ  
رَسُولٌ (۳۰) کتنی عجیب بات ہے کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک  
ٹوٹا ہوا آجائے۔ اللہ نے فرمایا، حقیقت یہ ہے بَلْ هُمْ فِي  
شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِي کہ یہ لوگ میری نصیحت و قرآن کی طرف  
سے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کو تو دوسرے کہ اللہ نے انسانوں میں  
سے بعض بستیوں کو منتخب فرما کر ان پر اپنا کلام نازل کیا ہے اور ان  
کو منذر اور مبشر بنایا ہے۔ فرمایا اصل بات یہ ہے بَلْ لَّعَنَّا يَدُوقُوا  
عَذَابٍ کہ انہوں نے ابھی سزا کا سزا چکھا ہی نہیں۔ جب ان پر عذاب  
آئے گا تو بیشتر چلے گا کہ نبوت و رسالت اور نصیحت کا کس طرح انکار  
کیا جاتا ہے اُنہی میں سے اس کا کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔



فرمایا کہ یہ لوگ نزولی قرآن کا انکار کس بنا پر کرتے ہیں أَمْ عِنْدَهُمْ  
خَزَائِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيزِ الْوَهَّابِ کیا ان کے پاس تیرے  
 رب کی رحمت کے خزانے ہیں جو کہ کمال قدرت کا مالک اور بخشش کرنے  
 والا ہے؟ کیا یہ اللہ کی رحمت کے خزانے خود قیصر کر کے جس کو چاہیں رسول  
 بنا دیں گے۔ أَمْ لَهُمْ مِثْلُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا  
 یا اُن کے پاس زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی بادشاہی ہے کہ اس  
 بادشاہی کے تحت حاصل شدہ اختیارات سے وہ جس کو چاہیں نبی بنا دیں  
 اور جس پر چاہیں نصیحت اتار دیں۔ یا پھر جس کے متعلق چاہیں اُسے نبی بننے  
 اور کتاب لانے سے روک دیں۔ آخر ان کے پاس کون سے اختیارات  
 ہیں جن کی بنا پر یہ لوگ اللہ کے بھیجے ہوئے نبی اور اس پر نازل شدہ نصیحت  
 کا انکار کر رہے ہیں؟

فرمایا یہ سب اُن کے تعصب، عناد اور ضد کا نتیجہ ہے مگر نہ ان  
 کے پاس کوئی اختیار نہیں۔ اور اگر ان کو کوئی اختیار حاصل ہے فَلْيَنْفِقُوا  
بِأَمْوَالِهِمْ لِيُجِيبُوا نَدَاءَ رَبِّهِمْ تمام ذرائع کو بروئے کار لا کر آسمان  
 پر چڑھ جائیں۔ رسیاں تان لیں یا کسی اور ذریعے سے آسمان تک رسائی  
 حاصل کریں اور پھر حضور علیہ السلام پر نازل ہوئی وحی کو روک دیں۔ بشرط  
 حقیقت یہ ہے کہ ان کے پاس کچھ نہیں اور ان کا انکار بلا دلیل اور محض  
 ہٹ دھرمی کا منظر ہے۔ اللہ نے فرمایا وَأَصْلُ جُنْدٍ أَهْلٌ لَا يُلَاقِي  
مُهْزَنٌ وَمِنْ آلِ عَصْرٍ یہ بھی یہاں ایک شکر ہے اُن شکر وں اور گروہوں  
 میں سے جن کو شکست دی جائیگی۔ اللہ کی وحدانیت، اُس کے رسول کی رسالت  
 اور کتاب کا انکار کرنے والوں کا یہ ایک گروہ ہے جو ٹہنگیں مار رہا ہے مختصر یہ  
 وہ وقت آنے والا ہے جب ان کو شکست ہوگی اور اللہ کا دین غالب آجائے گا  
 حقیقت میں یہ ایک شکست خوردہ پارٹی ہے جسے جلد ہی اپنی حیثیت کا



پتہ چل جائے گا۔

نہ کہیں  
قوم

فرمایا کفار مکہ و عرب کوئی نئی سرکش قوم اور جماعت نہیں ہے۔ بلکہ اللہ  
اور اس کے رسولوں کے باغی ہمیشہ سے چلے آئے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے  
ساتھ ان کے مناسب حال ہی سلوک کرتا رہا ہے۔ دیکھو گدگد بہتے  
قَالَهُمْ قَوْمٌ نَّوْجٌ وَعَادَاس سے پہلے قوم نوح اور قوم عاد بھی اللہ  
کے رسولوں کو جھٹلا چکی ہے۔ ان اقوام کا ذکر اللہ نے بیشک دہڑوں میں یہ  
ہے جنہوں نے غرور و تکبر کیا، اپنی قوت پر ناز کیا۔ رسولوں کو جھٹلایا اور ان پر  
ازیتیں سنچائیں تو اللہ نے ان کو صحرایہ زندگی سے ناپسید کر دیا۔ وَفِرْعَوْنُ  
ذُو الْأَوْتَارِ اور سمجھوں دلائے فرعون نے کوئی اور ملحدون جیسے ظالم کی بجائے  
کی تو اللہ نے ساری قوم کو بحیرہ قلزم میں غرق کر دیا۔ سمجھوں دلائے سے مراد یہ ہے  
کہ فرعون کے پاس نہایت اعلیٰ قسم کا قیمتی سازو سامان تھا حتیٰ کہ اس کے  
نیشوں کی سیخیں اور گھوڑوں کی تھلیں بھی سونے کی بنی ہوئی ہیں بعض فرشتے  
ہیں کہ فرعون کو سمجھوں والا اس لیے کہتے ہیں کہ وہ ظالم تھا، اور جس کو سخت  
سزا دینا مطلوب ہوتا تھا اس کے ہاتھ اور پاؤں میں چار بندھے ٹھوکر کو  
دھنڈا نہ طریقے سے ہلاک کرتا تھا۔

فرمایا وَتَمُودُ اور قوم تمود کا سبب تاناک مال بھی قرآن پاک کی مختلف  
سورتوں میں بیان ہوا۔ انہوں نے اپنے رسول کا انکار کیا اور اس کو اذیت  
پہنچائی۔ وَتَمُودُ لُوطِیٌّ اور لوط علیہ السلام کی قوم کا حال بھی پڑھ لیں۔ ان میں  
ہم جنسیت کی بدترین فحشیت پائی جاتی تھی۔ وہ لوگ اللہ کے نبی سے ٹھٹھا  
کرتے تھے اور کہتے تھے کہ تم بڑے پاکباز بنے پھرتے ہو، ہماری ہستی سے  
نکل جاؤ۔ یہ ایسے بدطینت لوگ تھے کہ اپنی مجالس میں کھلے بندوں بدکاریوں  
اور بے حیائیوں کا اڑھکاب کرتے اور پھر اس پر فخر کرتے تھے۔ اللہ نے  
سزا کے طور پر انکی بستیاں ہی الٹ دیں اور پھر ان پر سے پھتروں کی بارش



کی جس کی وجہ سے ایک بھی مافرمان زندہ نہ بچا۔

فرمایا وَأَصْحَابُ الشَّيْكِةِ اور ایک والوں پر بھی ایک لفظ عبت ڈالی  
 لیں۔ اُن کی طرف اور اہل مدین کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام  
 کو مبعوث فرمایا تھا۔ یہ لوگ جنگل میں ایک بستی میں آباد تھے جو کہ ایک کھنڈے  
 راستے پر واقع تھی۔ انہوں نے بھی اللہ کے نبی کی تکذیب کی اور پھر انتقام  
 خداوندی کا نشانہ بنے۔ بعض فرماتے ہیں کہ اہل مدین اور ایک ٹالے دو مختلف  
 قومیں تھیں جن کی طرف اللہ نے شعیب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور بعض  
 کہتے ہیں کہ دونوں گروہ ایک قوم تھے۔ فرق صرف یہ ہے کہ مدین والے  
 شہر میں آباد تھے جب کہ اصحاب ایک جنگل میں بستے تھے جس سے وہ خوب  
 فائدہ اٹھاتے تھے۔

فرمایا أُولَٰئِكَ الْأَحْزَابُ یہی بڑے بڑے گروہ تھے اِن کُلِّ  
الْكَذِبِ الْمُبِينِ اِن میں سے اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا، اُن پر یہ سب  
 الزامات لگائے اور اُن کو طرح طرح کی تکالیف پہنچیں فَحَقَّ عَلَيْهِمُ  
 پس میری طرف سے اُن پر عذاب ثابت ہو گیا۔ انہوں نے خدا کی توحید کا انکار  
 کر کے اور رسولوں کی تکذیب کر کے اپنے آپ پر عذاب کو واجب کر لیا،  
 پھر اللہ تعالیٰ کی گرفت آئی اور یہ سب لوگ صخرہ بستی سے مٹا دیے گئے۔ اس  
 سے اہل مکہ کو سمجھانا مقصود ہے کہ وہ کس بات پر اپنے رسول کا انکار کر رہے  
 وہ کیا انہوں نے مذکورہ پہلی قوموں کا حال نہیں دیکھا؟ وہ تجارتی سفر میں  
 اِن اقوام کی تباہ شدہ بستیوں کے کھنڈرات پر سے صبح و شام گزرتے ہیں  
 مگر ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔ وہ تو بڑی طاقت کے مالک تھے۔  
 اُن کے پاس بڑا مال و دولت تھا۔ وَمَا يَكْفُرُوا مَعَكُمْ  
أَتَيْنَهُمْ رَسُولًا (۴۵) اِن کو تو ہر بات لوگوں کا عشرِ عشر بھی نہیں دیا گیا۔  
 پھر یہ کس کھنڈے میں تکذیب رسالت کر رہے ہیں۔ قرآن کا انکار کرتے



ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کو وعدہ لا شرک نہیں مانتے بلکہ سراسر شرک اور کفر میں  
 غوث ہیں۔ جب اتنی اتنی بڑی قومیں عذاب الہی میں مبتلا ہو کر نابود ہو گئیں تو  
 یہ کس کھیت کی مولیٰ ہیں جو اللہ کی گرفت سے بچ جائیں گے ان کو ابھی سے  
 سوج لینا چاہیئے، ورنہ جب خدا تعالیٰ کا عذاب آجائے تو پھر کوئی بھی  
 اس سے بچ نہیں سکتا۔

اچانک  
 عذاب کا  
 انکار

فرمایا اب ان کفار و مشرکین کی حالت یہ ہو چکی ہے وَمَا يَنْظُرُونَ  
 هُوَ إِلَّا صَيْحَةٌ وَاحِدَةٌ اور یہ لوگ نہیں انتظار کرتے مگر ایک  
 ہی میخ کا جواگر ان کا کام تمام کر دے۔ قوم شعیب پر ایک میخ ہی تو آئی  
 تھی جس سے اُن کے پیچھے پھٹ گئے اور وہ ہلاک ہو گئے۔ تو اللہ نے فرمایا  
 کہ یہ تمہارے کافر بھی کسی ایسی ہی ایک میخ کے منتظر ہیں جو ان کو تباہ و برباد  
 کر کے رکھ دے۔ فرمایا کیا یہ ایسی میخ چاہتے ہیں مَا لَهُمْ مِنْ  
 فَوَاقٍ کہ جس کے لیے کوئی وقفہ بھی نہیں ہو گا۔ دراصل فواق عربی میں اس  
 وقفہ کو کہتے ہیں جو اونٹنی کے دودھ دوہنے کے درمیان کیا جاتا ہے، کچھ دودھ  
 دودھ کر رک جاتے ہیں تاکہ مزید دودھ تھنوں میں اتر سکے تو اس کو بھی نکال لیا  
 جائے۔ مطلب یہ ہے کہ جب اللہ کا عذاب آئے گا تو پھر اس میں اتنا وقفہ  
 بھی نہیں دیا جائے گا بلکہ وہ اچانک ہی آجائے گا۔ اور ان کی تمام تدابیر و دھری  
 کی دھری رہ جائیگی۔ قیامت کے متعلق بھی اللہ کا فرمان ہے کہ وہ اچانک  
 آئے گی سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ میں فرمایا کہ قیامت کے برپا ہونے کا وقت صرف  
 اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے لَا تَاْتِيكَ كُفْرًا اِلَّا بِفُتْنَةٍ (آیت ۱۸۰)  
 مگر وہ اچانک ہی آجائے گی اور کسی کو سمجھنے کا موقع بھی نہیں ملے گا۔ تو فرمایا  
 کیا یہ کفار و مشرکین بھی کسی اچانک وارد ہونے والی چیز کے منتظر ہیں جو ان کو  
 ان کو صغیر ہستی سے مٹائے اور جس کے لیے کوئی وقفہ بھی نہ ہو؟

مصلحت  
 میں جلد بازی

فرمایا ان لوگوں کی بے فہمی ملاحظہ کریں وَقَالُوا رَبَّنَا عَجِّلْ لَنَا



قَطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! بعد ہی  
 کر دے ہمارے لیے ہمارا حساب کے دن سے پہلے ہی۔ یعنی ہمیں جو کچھ دینا  
 ہے وہ اسی دنیا میں دے دے ہم قیامت کے دن کا انتظار نہیں کر سکتے دراصل  
 کفار و مشرکین یہ مطالبہ فسق کی بنا پر کرتے تھے۔ اللہ کا شی ڈرا تھا کہ کفر و شرک  
 اور معاصی سے باز آجاؤ ورنہ قیامت ملے دن عذاب میں پکڑے جاؤ گے اور  
 پھر تیار کوئی عذر قابلِ سماعت نہیں ہوگا۔ اس پر وہ کہتے کہ تم اپنے لیے جنت  
 کی امید رکھتے ہو اور دوزخ کے عذاب سے ڈراتے ہو۔ اگر ایسا کر لی وقت آنے  
 والا ہے، قیامت برپا ہو کر حساب کتاب کی منزل آئی ہے اور پھر جزا اور  
 سزا کا فیصلہ ہوتا ہے تو ہم اتنی دیر انتظار نہیں کر سکتے۔ اے پروردگار! ہمیں  
 ثواب یا عذاب میں سے جو نہیں دینا ہے اسی دنیا میں دے دے تاکہ ہم دیکھیں  
 کہ وہ کیا عذاب ہے جس سے یہ پیغمبر ہیں خوفزدہ کر رہا ہے اس نے بعد  
 اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپ کے پیروکاروں  
 کو مشرکین کی ان مکر وہ باتوں پر صبر کی نصیحت کی ہے اور کہتی رہی ہے کہ آپ  
 دل برداشتہ نہ ہوں بلکہ دیکھیں کہ ان کفرین کا کیا انجام ہوتا ہے۔

اصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا  
 دَاوُدَ ذَا الْاَيْدِ اِنَّهٗ اَوَّابٌ ① اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ  
 مَعَهُ يَنْحَنُّ بِالْعِشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ② وَالْظُّلُمِ  
 مَحْشُورَةً كُلٌّ لَّهٗ اَوَّابٌ ③ وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ  
 وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصَّلَ الْخُطَابِ ④ وَهَلْ  
 اَتَاكَ نَبَاُ الْخَصْمِ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ⑤  
 اِذْ دَخَلُوا عَلَىٰ دَاوُدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوا لَا خَفَ  
 خُفٍّ لَّيْ بَعْضُنَا عَلَىٰ بَعْضٍ فَاحْكُم بَيْنَنَا  
 بِالْحَقِّ وَلَا تُسْطِطْ وَاهِدْنَا بِالْحَقِّ سَوَاءٌ لِّلْصَّارِطِ ⑥  
 اِنَّ هَٰذَا اَخِي مُدَّةٌ يَّسَّعُ وَيَسْعُونَ نَعْبَةً وَّارِ  
 نَعْبَةً وَّاحِدَةً فَقَالَ اَكْفِلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي  
 الْخِطَابِ ⑦ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْتِكَ  
 اِلَىٰ نَعَايِهِ اِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي  
 بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ اِلَّا الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا  
 الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ وَظَنَّ دَاوُدُ اَنَّمَا فَتَنَّهٗ  
 فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَاَنَابَ ⑧ فَفَقَرْنَا ⑨



لَهُ ذَلِكُمْ ؕ وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ وَحَسَنَ مَّآبٍ ﴿٢٥﴾

ترجمہ: اور میری آپ اُس بات پر جو یہ لوگ کہتے ہیں۔ اور تذکرہ کریں آپ ہمارے بندے زائر علیہ السلام کا جو قوت دے تھے۔ بیشک وہ رجوع رکھنے والے تھے ﴿۱۷﴾ تحقیق ہم نے مسخر کر دیا تھا چاروں کو اُس کے ساتھ وہ کیج سکتے تھے دیکھئے پھر اور صبح کے وقت ﴿۱۸﴾ اور پڑھتے بھی رکھتے جیسے ہوئے ہر ایک اُس کی طرف رجوع رکھنے والا ہے ﴿۱۹﴾ اور ہم نے مضبوط کر دیا اس کی بادشاہی کو اور دی ہم نے اُس کو حکمت اور فیصد کن بات ﴿۲۰﴾ اور کیا آئی ہے آپ کے پاس خبر جھگڑا کرنے والوں کی، جب کہ پچانہ یا انہوں نے عبادت خانے کی دیوار کو ﴿۲۱﴾ جب داخل ہوئے وہ زائر علیہ السلام کے پاس تو آپ گھبرا اٹھے اُن سے۔ انہوں نے کہا آپ غریب نہیں، ہم جھگڑا کرنے والے ہیں۔ ہم میں سے بعض نے بعض پر سرکشی کی ہے۔ آپ فیصد کریں ہمارے درمیان انصاف کے ساتھ، اور کوئی زیادتی نہ کریں، اور رہنمائی کریں ہماری سیدھے راستے کی طرف ﴿۲۲﴾ بیشک میرے پاس بجائی کے یہ خانہ <sup>۹۹</sup>دے دینا ہیں اور میرے پیسے ایک دینی ایسا اِس نے کہا کہ یہ میری کفالت ہیں مے رو، اور غالب آگیا ہے مجھ پر بات ہی ﴿۲۳﴾ کہا زائر علیہ السلام نے البتہ تحقیق اس نے ہے انصاف کی ہے تمہاری

کوئی مانگنے کے ساتھ اپنی دھیوں کے ساتھ جانے کے لیے۔ اور بیشک بہت سے شریک البتہ بعض ان میں سے بعض پر سرکشی کرتے ہیں مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کیے، اللہ ایسے لوگ تھوڑے ہیں۔ اور خیال کیا جاؤ علیہ السلام نے کہ بیشک ہم نے ان کو آزمائشیں دیں ڈال دیا ہے، پس بخشش طلب کی اس نے اپنے پروردگار سے اور مگر پڑے وہ رکوع کرتے ہوئے اور رجوع ہوئے وہ اللہ کی طرف ﴿۲۴﴾ پس بخشش دیا ہم نے ان کو ان کا یہ قصور، اور بیشک ان کے لیے جہاں سے پس البتہ مرتب ہے اور اچھا ٹھکانا و لوٹ کر جانے کی جگہ ﴿۲۵﴾

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کا رد کیا جو اس بات پر استعجاب کرتے تھے کہ پیغمبر علیہ السلام نے تمام سجدوں کی بجائے صرف ایک سجدہ کی طرف دعوت دی ہے۔ اس دعوت کے جواب میں مشرکین نے کہا کہ اس شخص کی بات نہ مانو بلکہ اپنے سجدوں پر ہی رہو، کہنے لگے یہ شخص جھوٹ سوٹ ٹھکر کر لے آتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے دی نازل ہوئی ہے۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم میں سے ہی ایک شخص کو نازل وہی کے لیے منتخب کر لیا گیا ہو اس منصب کے لیے تو کوئی بڑا آدمی ہونا چاہیے تھا۔ اللہ نے فرمایا کہ رسالہ کے ان مشرکین نے ابھی ہماری سزا کا مذاق نہیں اچھا، نیز فرمایا کہ ان کے پاس خدا کی رحمت کے خزانے ہیں کہ جس کو چاہیں دیں اور جس سے چاہیں روک لیں۔ آسمان و زمین کی بادشاہی تو اللہ کے پاس ہے۔ ان کے پاس کیا ہے؟ اگر ان کے پاس کوئی اختیار ہے تو یہ رسیاں تان کر آسمان پر چڑھ جائیں اور ہمارے نبی کو عطا ہوئے



والی نبوت کو روک لیں ۔

اب اگلے آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرام صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیروکاروں کو قسلی دی ہے کہ آپ گھبراہٹ میں نہیں۔ مشرکین کی نیند اور مانیوں پر دل برداشتہ نہ ہوں۔ اس قسم کا سلوک سابقہ انبیاء سے بھی ہوا۔ سابقہ اقوام بھی تہذیبِ رسل کی طرح جب ہوئیں جس کے نتیجے میں ان پر اللہ تعالیٰ کی گرفت آئی اور وہ سب طیارہ میٹ ہو گئے۔ اللہ نے فرمایا کہ کیا یہ لوگ بھی اس ہمت کے منظر میں کہ یکدم کوئی آسمانی پھینکے جو ان سب کے گھر بچا کر ان کو نیست و نابود کر دے؟ یہ سنیے ادب اور گستلخ ہیں کہ کہتے ہیں ہم جو بھی جزایا سزا ملنی ہے ابھی مل جائے ہم قیمت کا اٹھا نہیں کر سکتے۔

صبر کی  
تلقین

ارشاد خداوندی ہے: اَلَيْسَ بِغَيْرِ اِصْبِيٍّ عَلٰی مَا يَقُولُوْنَ  
یہ شرک لوگ جو کچھ کہتے ہیں اور جس قسم کی بیوردہ اور ازیت ناک باتیں کرتے ہیں  
آپ اس پر صبر کریں۔ صبر دین بڑی بھی کا ایک اہم اصول ہے۔ انسانی زندگی  
میں صبر کرنے کے بہت سے مواقع آتے ہیں۔ مثلاً اطاعتِ گزاری کے لیے  
بھی صبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب کہ ماحولی سے بچنے کے لیے بھی صبر کرنا  
پڑتا ہے۔ مصائب و تکالیف میں صبر کرنے سے انسان کے درجات بلند ہوتے  
ہیں۔ لہذا اس اصول کے پیش نظر آپ مشرکین کی ساری بیوردہ باتوں اور کٹ جھتیوں  
پر صبر کا دامن تھامے رکھیں۔ صبر کے علاوہ دین بڑی بھی کے دیگر بڑے حصے  
اصول یہ ہیں: اللہ تعالیٰ کی وعدہ نیت کو ماننا، کفر و شرک سے نصرت و پیروی  
خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا۔ ہر حالت میں اللہ کا ذکر کرنا۔ شعاثر اللہ کی  
تعظیم آگے اللہ تعالیٰ نے صبر کی مثال کے طور پر اپنے حبیب القدر محمد مصطفیٰ  
ﷺ کا تذکرہ فرمایا ہے۔ ارشاد ہوا ہے: وَادْكُرْ عَبْدَنَا  
ذَاقِدَ الْاَلْبِدِ اَبَدًا ہمارے بندے ﷺ کا تذکرہ کریں جو صاحب  
قوت تھے۔ ذَاقِدَ الْاَلْبِدِ کا لغوی معنی ہے ہاتھوں میں اور مطلب یہ ہے

دار و علیہ السلام  
کا تذکرہ



کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو غیر معمولی جسمانی قوت سے نوازا تھا حتیٰ کہ آپ کے ہاتھ پر لوہے کو نرم کر دیا تھا اور آپ بغیر تپانے اس سے زبردست ہتکتے تھے اور اس طرح ہاتھوں کی کمانی سے برقِ حلالی کمانے تھے۔ آپ نے اللہ کے حکم سے اُس دور کے نبی کی قیادت میں جالوت پر فتح پائی تو اللہ نے آپ کو حکومت اور نبوت عطا فرمائی۔

اس تذکرہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتانا مقصود ہے کہ آپ کی طرح داؤد علیہ السلام بھی معمولی حیثیت کے آدمی تھے، یہ کسی خاندانی باریک کے مالک نہیں تھے بلکہ اپنی قوتِ باند کے بل پر جالوت کے مقابلے میں مسیح پائی تو اس وقت کے بادشاہِ طاقت کے بعد آپ کو حکومت بھی ملی اور نبوت بھی۔ یہ لوگ آپ پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس شخص کی مالی حالت اچھی نہیں۔ باغات اور کوشیاں نہیں، نوکر چاکر اور مال و دولت نہیں تو یہ نبی کیسے بن گیا، فرمایا آپ صبر کریں۔ اللہ تعالیٰ داؤد علیہ السلام کی طرح آپ کو بھی حکومت اور اس کے تمام لوازمات عطا کرے گا۔ اور یہ سب لوگ مغلوب ہو جائیں گے۔ فرمایا داؤد علیہ السلام کو یاد کریں کہ وہ قوتِ وامے تھے۔ نیز دیکھ آؤ گے آپ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کھینے والے تھے۔ قرآن پاک کی مختلف سورتوں میں آپ کی بعض خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ نے آپ کو انتہائی درجے کی خوش الحانی عطا فرمائی تھی۔ جب آپ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتے اور زبردستی قہر مت کرتے تو ہاڑ اور پرندے بھی آپ کے ساتھ تسبیح میں ہم نوا ہو جاتے تھے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: وَإِذَا سَخِرْنَا لَكُمُ الْيَمَّالَ مَعَهُ ہم نے اُن کے ساتھ ہاڑوں کو مسخر کر دیا تھا یعنی اُن کے تابع کر دیا تھا۔ جب آپ نہایت خوش الحانی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے لَسَبِّحُنَّ بِالْغُثَىٰ وَالْأَشْرَاقِ تو آپ کے ساتھ ہاڑ بھی پچھلے پہر اور صبح کے وقت تسبیح بیان کرتے تھے۔ اس کا

داؤد علیہ السلام  
کی خوش الحانی  
تسبیح



مطلبہ  
 پہلی حد و ثنا بیان کرنے سے پہاڑوں کی بازگشت سنائی  
 دیتی تھی جیسے بہرہ میں سے جوابی آواز آتی ہے بلکہ اللہ نے پہاڑوں میں  
 شعور پیدا کر دیا تھا اور داؤد علیہ السلام کے ساتھ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی حد و ثنا  
 میں شامل ہو جاتے تھے۔ اور صرف پہاڑ ہی نہیں بلکہ وَالطَّيِّنُ مَحْشُورٌ  
 اکبٹے ہوئے پرندے بھی آپ کے ساتھ تسبیح میں مہنوا ہو جاتے تھے۔ اسی خصوصیت  
 کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانبیاء میں اس طرح بیان فرمایا ہے وَسَخَّرْنَا مَعَ  
دَاوُدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيِّنَ (آیت - ۷۹) ہم نے داؤد علیہ السلام  
 کے لیے پہاڑوں کو مسخر کر دیا تھا اور پہاڑ اور پرندے آپ کے ساتھ تسبیح  
 میں شامل ہو جاتے تھے۔ سورۃ سبا میں ہے ہم نے داؤد علیہ السلام کو  
 اپنی طرف سے فضیلت بخشی يُحِبُّ الْجِبَالَ اور أَوَّحَ مَعَهُ وَالطَّيِّنَ  
 (آیت - ۱۰) اور پہاڑوں اور پرندوں کو حکم دیا کہ آپ کے ساتھ تسبیح میں شامل  
 ہو جائیں۔ فرمایا كُلُّ لَّهُ أَقَابٌ سب کے سب اللہ ہی کی طرف  
 رجوع رکھنے والے ہیں۔ پہاڑوں اور پرندوں کے علاوہ شجر، حجر، انسان،  
 درندے، کیڑے مکوڑے وغریبکہ آسمان و زمین کی ہر چیز اللہ کی طرف رجوع  
 رکھتی ہے۔ اللہ کا فرمان ہے يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا  
فِي الْاَرْضِ (الجمعة - ۱) زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی  
 تسبیح بیان کرتی ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل میں ہے وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ  
إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلٰكِنْ لَا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيحَهُمْ  
 (آیت - ۲۲) کائنات کی ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے مگر تم ان کی  
 تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے۔

داؤد علیہ السلام کی دیگر خصوصیات  
 ارشاد ہوتا ہے وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ ہم نے آپ کی بادشاہی  
 کو مضبوط کر دیا۔ سلطنت کی مضبوطی کا مطلب یہ ہے کہ جنگ و امن کے  
 زمانے کے تمام لوازمات موجود تھے۔ محال حکومت دیا نہ دار اور فوج چوکس



تھی، ضروریات زندگی میسر تھیں اور لوگ خوشحال تھے، اور کسی دوسری سلطنت کو اس سلطنت کی طرف میلی آنکھ سے دیکھنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔

فرمایا وَأَتَيْنَاهُ الْجَنَّةَ ہم نے آپ کو حکمت بھی عطا فرمائی حکمت کا معنی گہری دانش مندی اور عقل و فہم کی باتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عنایت فرمائی تھی۔ آپ صاحب کتاب اور صاحب شریعت نبی اور رسول تھے، اور

حکمت نبوت و رسالت کا ایک اہم حصہ ہے، اسی کے علاوہ مندرجہ

وَقَصَصَ الْخَطَابِ ہم نے آپ کو فیصلہ کن خطاب بھی عطا فرمایا۔ آپ کی تقریر و بیان نہایت واضح ہوتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو امور سلطنت کو

نمٹانے کے لیے توبہ فیصلہ بھی عطا فرمائی تھی۔ اور ظاہر ہے کہ یہ چیز اللہ کی طرف سے عطا کردہ عقل و فہم اور قادر الکلامی پر دلالت کرتی ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ نے وہ واقعہ بیان کیا ہے جسکی بنا پر وَأُذِيعَ السَّلَامُ کرآنہ میں

پہنچا، پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے معاف

فرمادیا۔ ارشاد ہوتا ہے وَهَلْ أَتَىكَ نَبِيُّ الْخَطْبِ کیا آپ کے

پاس پہنچی ہے جھگڑا کرنے والوں کی خبر، مطلب یہ ہے کہ اگر آپ کو اس

واقعہ کا علم نہیں ہے تو اب بذریعہ وحی بتلایا جا رہا ہے کہ حضرت وَأُذِيعَ السَّلَامُ

کے ساتھ کس قسم کا واقعہ پیش آیا۔ إِذَا تَسَوَّدَ الْيَمْرُؤُ جب کہ انہوں

نے عبارت غنائے کی دیوار کو پھلانگ لیا۔ یہاں پر محراب سے مراد مسجد کا محراب

نہیں جیسا کہ اب رواج ہے بلکہ محراب کمرے کو کہتے ہیں اور اس سے مراد

عبادت گاہ کا کمرہ ہے۔ محراب کا ذکر حضرت ذکریا علیہ السلام کے واقعہ میں

بھی آتا ہے جب آپ کو بکلی بیٹے کی بشارت ملی گئی فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ

مِنَ الْمِحْرَابِ (مریم)۔ تو وہ اپنے عبارت غنائے سے نکل کر اپنی

قوم کے پاس آنے تو انہیں اشارے کے ساتھ کہا کہ صبح شام اپنے رب کو

یاد کرتے رہیں۔

عبدالرشید  
مید سلطنت



برعالم یہ جھڑا لو لوگ حضرت داؤد علیہ السلام کے عبادت خانے کی دلیرانہ جھڑپ  
 کر اندر آ گئے۔ آپ کو معمول یہ تھا کہ آپ نے امور سلطنت کی انجام دہی اور  
 عبادت کے لیے اوقات مقرر کر رکھے تھے۔ جب آپ عبادت خانے  
 میں ہوتے تو کسی شخص کو اندر آنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی اور اس ضمن میں  
 پسر پاروں کو سخت ہدایت دی گئی تھیں۔ اس کے برخلاف اِدُّ دَخَلُوا  
 عَلٰی دَاوُدَ حِسْبَہٗ وہ جھڑا لو آدمی داؤد علیہ السلام کے پاس داخل ہو گئے۔  
 فَصَنَعَ مِنْهُمْ سَدًّا تو داؤد علیہ السلام گھبرائے۔ یہ ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا  
 کہ ان کی عبادت کے دوران میں اس طرح کچھ لوگ ان کی تنہائی میں داخلیت  
 کر سکتے ہیں۔ آپ فوری طور پر پریشان ہو گئے۔ مگر قَالُوا لَا تَحْزَنْ دَرَسْنَا  
 وَالْوَلَدُ لَکَ، آپ خوف نہ کھائیں، ہم کسی بڑی نیت سے یہ آپ کو نقصان  
 پہنچانے کے لیے نہیں آئے مگر خَصَمِیْنِ بَلٰی بَعْضُنَا عَلٰی بَعْضٍ  
 ہم دو مخالف فریق ہیں۔ جن میں سے بعض نے بعض پر زبردستی کی ہے۔ ہم  
 اپنا مقدر آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں فَاحْکُمْ بَیْنَنَا  
 بِالْحَقِّ پس ہمارے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیں۔ وَلَا  
 تَشْطِطْ اور کسی فریق کے ساتھ زیادتی نہ کریں بَلْ وَاهِدْنَا الْحَقَّ سَوَاءً  
 الْقَرَابَہُ جہیں سید سے راستے کی طرف راہنمائی کریں۔ ہم آپ کے پاس  
 صرف فیصلہ لینے کے لیے آئے ہیں۔

اپنا تعارض کرانے کے بعد شکایت کنندہ شخص نے اپنا مقدر فوراً  
 ہی داؤد علیہ السلام کے سامنے پیش کر دیا۔ کہنے لگا اِنَّ هٰذَا اَخِيَّ  
 یُتَخَصَّمُنِیْ بِجَانِّیْ۔ اس سے حقیقی بھائی مراد نہیں بلکہ بعض دینی یا قومی بھائی  
 مراد ہے کہ اس بھائی سے میرا جھگڑا ہے لَہٗ قِسْعٌ وَ قِسْعُوْنَ نَجْعَةٍ  
 اس کے پاس دو نوسے و زبیاں ہیں وَلَکَ نَعْجَةٌ وَاحِدَةٌ جب کہ میرے  
 پاس صرف ایک دُوبی ہے فَقَالَ اَلْفَلینِ بِمَا یُرِیْہِ بھائی کہتا ہے کہ اپنی

نفس ہے۔

۱۰



ایک دینی میسر کی کفالت میں دیو سے یعنی میرے حوائج کرنے۔ وَعَنْ خُفٍّ  
 فِي الْخَطَابِ اور یہ بات چیت میں مجھ پر غالب آگیا ہے۔ گویا یہ زبردست  
 آدمی ہے، اور میری واحد دینی مجھ سے زبردستی چھین کر اپنی سرپرستی کرنا چاہتا ہے  
 یہ شکایت سن کر رواد علیہ السلام فرمایا بول اٹھے قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ  
 سِوَالُ كَفَجْتُكَ الْفَرْجُ اور شکایت کنندہ سے انہار  
 بہرہ دہی کرنے کے ہوئے فرمایا کہ اس دوست کے شخص نے تیری واحد دینی اپنی دینیوں  
 کے ساتھ ملا لینے کا سوال کر کے بڑی زیادتی کی ہے۔ اور پھر ساتھ یہ بھی کہا  
 وَأَنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْفُطَاةِ كَسِبُوا بَعْضَهُمْ عَلَى  
 بَعْضٍ كَرِهًا بہت سے شرکات دار ایک دوست کو زیادتی کرتے  
 ہیں یعنی امور شرکات میں اکثر قبائلیں پیدا ہوتی ہیں۔ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا  
 وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اُن مَّكَرَ اِيَّا ذُرُّهُمُ جَزِيئًا اعمال انہم صحتے ہیں۔  
 وہ اس قسم کی زیادتی کا ارتکاب نہیں کرتے۔ اُن کے شرکات معاملات خوش  
 اسلوب سے پائے جاتے ہیں وَقَلِيلٌ مِّنْهُمْ اَمَّا مَن ذُرُّهُمُ  
 لَوْ كَثُرَتْ قَلِيلٌ تَعْدُو فِيهِمْ، وگرنہ اکثریت کے معاملات میں گڑبڑ ہی  
 پیدا ہوتی ہے۔

شرکات کا رواج

مفسرین کرام نے خطبات کے لفظ سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ شرکات کا رواج  
 درست اور جائز ہے۔ چند آدمی یا دس بیس اشخاص مل کر کوئی تجارت وغیرہ  
 کریں تو یہ کاروبار درست ہوگا۔ بشرطیکہ ریاست و امانت کا لحاظ رکھا جائے۔  
 اگر کاروبار میں کسی شرکات دار کی طرف سے بددیانتی ہوگی، تو کاروبار میں لازماً ٹکڑ  
 ہوگی اور ایک دوست کو زیادتی بھی ہوگی مگر ایماندار آدمی کسی خیانت نہ عموماً  
 نہیں ہوتے۔ ایمان اور اعمال صالحہ کے ذریعہ اُن کا تعلق اللہ تعالیٰ سے قائم  
 رہتا ہے اور اُن کی خیانت اور بددیانتی سے بچا رہتا ہے۔ مگر ایسے لوگ بہت  
 کم تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ ہمارے مل میں تو عجیب حال ہے، لوگ ایسا



یعنی انجام دینے کے لیے ہیں اور ساتھ ساتھ بدویات کی کٹھن بھی کرتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کھٹ ڈال فرمائے، جہاں تعلق بالشر درست ہوگا، وہاں بدویات کی نوعیں ہوگی اور حفاظت بالشر درست رہی سکے۔

Figure 1

[illegible]

عقربان کرمہ نہ ہونے پر یہ کہہ کر وہ واقعہ سر جھپٹا ہے۔ حضرت بالوڑ  
سید علامہ ذوالفقار علی شاہ صاحب دہلی کے جیل خانہ پر پیرا صاحب  
کا نام لکھ کر سب نے بیعت نہ کی تھی، ان سے ایسی شخصیت کے انتخاب



کا سوچا بھی نہیں جاسکتا۔ اُن کے متعلق تو خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک بھی ہے کہ دَاوُدُ عَلَیْہِ السَّلَامُ كَانَ اَعْبَدَ الْبَشَرِ یعنی آپ اپنے درجہ کے سب سے زیادہ عبادت گزار تھے، انہوں نے عبادت خانے کا نظام اس طریقے سے قائم کر رکھا تھا کہ اُن کا عبادت خانہ کسی وقت بھی عبادت سے خالی نہیں ہوتا تھا۔ حضرت دَاوُدُ عَلَیْہِ السَّلَامُ خود، آپ کی کوئی بیوی یا گھر کا کوئی دوسرا فرد ضرور عبادت خانے میں عبادت میں مصروف ہوتا تھا۔ تو ایسے مقرب الی اللہ پر بدکاری کا الزام لگانا بجائے خود ایک نہایت ہی قبیح فعل ہے۔ اسی لیے تفسیری روایات میں آتا ہے کہ حضرت علیؑ نے یہ حکمنامہ جاری کیا تھا کہ جو شخص حضرت دَاوُدُ عَلَیْہِ السَّلَامُ کے ساتھ اور یاہ کی بیوی والا قصہ منسوب کرے گا اُسے کوڑے لگائے جائیں گے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالقادر دہلوی اور بعض دیگر مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ بائبل کا قصہ تو جھوٹا ہے، البتہ اس کا کچھ حصہ لغویات سے الگ کر کے تسلیم کیا جاسکتا ہے، اور وہ یہ کہ دَاوُدُ عَلَیْہِ السَّلَامُ نے کسی عورت کو اپنے نکاح میں لانے کی خواہش کا اظہار کیا تھا حالانکہ وہ عورت پہلے سے منکوحہ تھی پس اس خواہش کے اظہار پر ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو آزمائش میں ڈال دیا کہ آپ جیسے جلیل القدر پیغمبر کے دل میں یہ خواہش بھی پیدا نہیں ہونی چاہیے تھی۔ تاہم بعض دوسرے مفسرین اس واقعہ کا مطلقاً انکار کرتے ہیں۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ دیوار پھلانگ کر آنے والے انسان نہیں بلکہ فرشتے تھے اور دُنیویوں کا واقعہ حقیقی واقعہ نہیں تھا، بلکہ فرشتوں نے محض تمثیل کے طور پر بیان کیا تھا اور اس سے دَاوُدُ عَلَیْہِ السَّلَامُ کو تنبیہ کرنا مقصود



تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ جب شکایت کنندہ نے اپنی شکایت پیش کی تو داؤد علیہ السلام نے فوراً فیصلہ دے دیا کہ خدا سے دُبیوں کے ہاتھ کو ایک منہ دُبی کا سوا لہ کرنا بڑی زیادتی ہے۔ کسی مقدمہ کو نمٹانے کے لیے ضروری ہے کہ فریقین کی بات سننے کے بعد فیصلہ صادر کیا جائے۔ مگر داؤد علیہ السلام نے صرف شکایت کنندہ فریق کی بات سن کر فوراً فیصلہ کر دیا اور فریق ثانی کو صفائی پیش کرنے کا موقع ہی نہ دیا۔ یہ بات اللہ کریم نہ آئی، لہذا حضرت داؤد علیہ السلام کو تنبیہ کرنے کے لیے آزمائش میں ڈال دیا۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور بعض دوستِ محرمین فرماتے ہیں کہ دُبیوں والے قصے کی کوئی حقیقت نہیں، یہ تو ایک مثالِ نقلیہ۔ البتہ حضرت عبدالعزیز ابن عباسؓ سے مندرجہ حاکمہ جیہ منقول ہے کہ داؤد علیہ السلام نے تمام حکومتِ نہایت اعلیٰ درجے پر قائم کر رکھا تھا، آپ کی عظمت میں ہر چیز کی فراوانی تھی اور رعایا خوشحال تھی۔ اور ہر عبادت خانے کا اٹھ صدی کھال درجہ کا تھا جس کی وجہ سے یہ عبادت خانہ شب و روز میں کسی لمحہ بھی عبادت سے خالی نہیں ہوا تھا۔ تو داؤد علیہ السلام کے دل میں استعجاب پیدا ہوا کہ انہوں نے بے کیسے اچھے نظام قائم کر رکھے ہیں۔ بس یہی بات اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آئی، کہ تمہیں اپنے اٹھ صدی کی حسنِ کارکردگی کو نظر آگئی ہے مگر میری توفیق کی طرف شکوہ نہیں اٹھی کہ جس کے بغیر کچھ بھی ممکن نہیں، چنانچہ اتنی سی بات پر اللہ تعالیٰ کی طرف آزمائش آگئی اور دیوار چاند کو آسنے والے فرشتوں نے عبادت خانے میں غلہ بکرا اس کا نظام وہ ہم برہم کر دیا۔ داؤد علیہ السلام کو اپنی لغزش کا فوراً احساس ہو گیا اور انہوں نے رب تعالیٰ سے معافی کی درخواست کی اور ساتھ ہی سجدہ و ریزہ ہو گئے، اللہ نے فسق و فحشِ فاکہ ذلیل پھر ہم نے داؤد علیہ السلام



کا یہ قصور معاف کر دیا۔ وَإِنْ لَّهُ عِندَنَا لُزُفٌ لِّفَىٰ بے شک ان کے لیے ہمارے  
ہاں مرتبہ ہے وَحَسَنَ مَّكَابٍ اور کوٹ کر جانے کا اچھا ٹھکانا بھی اللہ نے  
آپ کا قصور معاف کر کے آخرت میں اعلیٰ قدر و منزلت کی طرف بھی اشارہ  
کر دیا۔ آپ قیامت کے دن نبیوں اور عادلوں کا درجہ پائیں گے اور حدیث  
میں ہے کہ عادل لوگ نور کے منبروں پر رحمان کے دائیں جانب ہوں گے  
حدیث میں حضور علیہ السلام کا یہ فرمان بھی ہے کہ خدا تعالیٰ کے ہاں اس کے دوست  
اور مقرب ترین لوگ عادل بادشاہ ہوں گے، اور سب سے زیادہ دشمن اور سخت  
عذاب میں مبتلا ظالم حکمران ہوں گے۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام  
کی دنیا و آخرت میں کامیابی کی بشارت بھی سنادی۔

سجدہ تلاوت

اس درس میں سجدہ کی آیت بھی آئی ہے جس کے پڑھنے سننے سے سجدہ  
تلاوت لازم آتا ہے، البتہ اس مقام کو اس لحاظ سے انفرادیت حاصل ہے  
کہ یہاں یہ لفظ سُجَّدًا کی بجائے رَاكِعًا آیا ہے جس کا معنی رکوع کرنا ہوتا  
ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہاں پر سجدہ کرنا ضروری ہے یا صرف رکوع کہنے  
سے بھی تعمیل حکم ہو جائے گی۔ نسائی شریف کی روایت میں آتا ہے کہ حضور  
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مقام پر سجدہ کر کے فرمایا کہ داؤد علیہ السلام کا یہ سجدہ  
تو توبہ کے لیے تھا اور ہمارا سجدہ شکر کے لیے ہے۔ مسند احمد میں حضرت  
ابو سعید خدریؓ کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا گویا کہ میں سورۃ ص  
لکھ رہا ہوں۔ پھر جب میں آیت سجدہ پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ میرا قلم دوات  
اور اس پاس کی تمام چیزیں سجدہ کیا ہے۔ انہوں نے اپنا یہ خواب حضور علیہ السلام  
کے سامنے سنایا تو پھر آپ بھی اس آیت کی تلاوت کرتے وقت برابر سجدہ کرتے  
ہے۔ ترمذی شریف میں ہے کہ ایک شخص نے حضور علیہ السلام کی خدمت







يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ  
 بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ  
 عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَنْ  
 سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ لِّبِمَا  
 نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ ٢٦ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ  
 وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بِإِطْلَافٍ ذَٰلِكَ ظَنُّ  
 الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ  
 النَّارِ ٢٧ أَمْ يَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ  
 كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ يَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ  
 كَالْفُجَّارِ ٢٨ كَذَّبَ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبْرَكٌ  
 لِّدَّبَرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ ٢٩

ترجمہ :- اے داؤد (علیہ السلام) ! بے شک ہم نے بنایا  
 تجھ کو نائب زمین میں ۔ پس فیصلہ کر لوگوں کے درمیان  
 حق کے ساتھ ، اور نہ پیروی کرنا خواہش کی ۔ پس یہ تجھے  
 بہکا دیگی اللہ کے راستے سے ۔ بیشک وہ لوگ جو  
 جکتے ہیں اللہ کے راستے سے ان کے لیے عذاب ہے  
 سخت ، اس وجہ سے کہ انہوں نے فراموش کر دیا



حساب کے بارے کر (۲۶) اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان  
اور زمین کو اور تو اچھ اُن دونوں کے درمیان ہے یہاں  
یہ جگہ ہے اُن لوگوں کا جنہوں نے کفر کا مشہورہ  
اختیار کیا۔ پس عذاب ہے اُن لوگوں کے یہ جنہوں نے  
کفر کیا روزِ آخر کی آگ سے (۲۷) کیا ہم ٹھٹھریں گے  
اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام  
کئے اُن کے برابر جو فساد کرتے ہیں زمین میں۔ یا ہم  
بنا دیں گے متظنیوں کو فاجروں کی شرٹ (۲۸) یہ کتاب  
ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے آپ کی طرف  
برکتوں والی تاکہ لوگ غور و فکر کریں اس کی آیتوں میں  
اور تاکہ نصیحت حاصل کریں عقلمند لوگ (۲۹)

ربط آیات

گزشتہ آیات میں اللہ نے کفر کی طعن و تشنیع اور عذابِ باری پر  
حضور علیہ السلام اور آپ کے پیروکاروں کو صبر کی تلقین کی۔ پھر اورد علیہ السلام  
کا واقعہ بیان فرمایا کہ وہ بھی ابتداً آپ کی طرح نادار ہی تھے، کوئی جتنی بستی  
بادشاہ نہیں تھے، نہ ان کے پاس مال و دولت تھا مگر اللہ نے ان کو بے انتہا  
قوت عطا فرمائی تھی۔ انہوں نے سخت محنت اٹھائی اور جہاد میں کامیابی  
حاصل کی تو اللہ نے ان کو ثروت اور عظمت دونوں پیہر عطا فرمائے۔  
فرمایا آپ مطمئن رہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو بھی وسیع سلطنت عطا کرے گا۔  
پھر اللہ تعالیٰ نے اورد علیہ السلام کی آزمائشیں کاتہ کر دیں۔ کچھ لوگ  
دلیار پہنچا کر ان کے عبادت خانے میں داخل ہو گئے۔ جس کی وجہ سے  
وہ گھبرا گئے اور عبادت خانے کا نظام و جہیز جہیز ہو گیا۔ اُن کو اپنی غلطی کا  
احساس ہوا تو مسجد و ریزہ ہو گئے اور اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کی۔ اللہ تعالیٰ  
نے ان کی یہ گرتا ہی معاف فرمادی اور عینہ مرتبہ عطا فرمایا اور اللہ کے علم



اچھے ٹھکانے کے مکین ہیں۔

خلافت  
ارضی

اب آج کی ابتدائی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی خلافت ارضی کا ذکر فرمایا کہ ان کو اس کے اصولوں اور فرائض سے آگاہ کیا، ارشاد ہوتا ہے يَا دَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْاَرْضِ اے داؤد (علیہ السلام) ہم نے آپ کو زمین میں نیابت یا خلافت بخشی ہے بنیادی طور پر اللہ تعالیٰ نے خلافت ارضی حضرت آدم علیہ السلام کے سپرد کی تھی جیسا فرمایا وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (البقرہ - ۳۰) جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں جو زمین پر میرا نظام جاری کرے۔ تو خلیفہ کا معنی نائب ہوتا ہے جو کسی دوسری اعلیٰ ذات کی طرف سے کسی کام کو انجام دے۔ اور پھر آدم علیہ السلام کی وساطت سے اللہ نے خلیفہ کا یہ بار نسل انسانی میں منتقل کر دیا۔ چنانچہ اللہ نے عام لوگوں کو مخاطب کرتے فرمایا بَعَثْنَا کُلَّ بَنٍ مِّنْکُمْ وَ نِسَاۗءِکُم مَّخْلٰٓئِفًاۤ لِّکُمْ فَاِذَا مَلَکَتْ اِلَیۡکُمُ الرِّیۡضُ فَاصْلٰٓحُ بَیۡنِکُمْ وَ اِذَا قَامَ ظَہَرُ السَّاعَةِ فَاِیۡکُم مِّنْکُمْ اَعۡدَآءُ (النمل - ۶۲) اور تمہیں زمین میں نائب بنانا ہے۔ ظاہر ہے کہ نسل اور خاندان کے اعتبار سے ہم اپنے آباؤ اجداد کے نائب ہیں۔ جب وہ نہیں رہے تو ان کی نیابت ہم انجام دے رہے ہیں۔ اور جب ہم نہیں ہوں گے تو ہمارے جانشین آئندہ آنے والے لوگ ہوں گے اور کہیں خلافت و نیابت الہی سے مراد اللہ تعالیٰ کے احکام و فرامین کو زمین میں نافذ کرنا ہے آدم علیہ السلام کی خلافت سے اللہ تعالیٰ کی یہی مراد ہے اور پھر نفاذ احکام الہی کی ذمہ داری اللہ نے نسل بعد نسل آنے والے لوگوں پر ڈال دی۔ اور فرمایا کہ ہم نے تمہیں زمین پر خلافت عطا کی۔

سورۃ نور میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور



آپ کا نام ہے۔ اس سے رہنمائی فرمائی کہ یہ سب اختلافات ایک ہی چیز سے  
 اختلافات الذیوت میں قبیلہ سے ثابت ہوا ہے۔ میں نہیں مانوں کہ  
 میں ایسی ہی اختلافات بخشوں گا جیسی سب لوگوں کو عطا ہوئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے  
 ان لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: اَنْ تَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ الذَّنْبَ الَّذِي  
 اُتِيَ بِهِ وَلَیْ غَفْلٌ لِّغُلُوْلٍ بَعْدَ اُولَٰئِكَ لَمَّا اُتِيَ بِهِمْ لَمَّا اُتِيَ بِهِمْ لَمَّا اُتِيَ بِهِمْ  
 شرط ہجرت ہے تو یعنی خلافت کا اقتدار وہ ہوگا جو اپنا کھریدار اور وہی اللہ  
 کے ہیں۔ یہ تو ان کے نزدیک ہے۔ شرط یہ ہے کہ خلفائے راشدین میں ہونی چاہی تھی۔  
 لہذا خلافت کے اس وعدے کو اللہ نے اس امت کے لئے ابتدائی طور پر  
 فرمایا اور اٹھائے راشدین کو بے مثال خلافت عطا فرمائی۔ جو ہی غیر الہامی  
 اللہ تعالیٰ کے صاحب کاتب اور صاحب شریعت ہوں گے اور ساتھ ساتھ  
 آپ نے عیسیٰ فی الزمان میں ہے۔ اسی طرح بعض دوستوں نے کہا کہ لوگوں کو  
 نبی کریم علیہ السلام نے ان میں حضرت داؤد علیہ السلام اور آپ کے فرزند حضرت  
 سلیمان علیہ السلام بھی شامل ہیں۔

قرآن مجید  
 نزل ہوا ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَوْ رَدُّوْهُ عَلٰی اُولٰٓئِكَ لَیْسَ بِاَعْلٰی حُجَّتٍ لِّیْ  
 قرآن میں اس کے ساتھ یہ خوب واضح اور ذرا باریک بینی سے دیکھ لی جائے  
 یہ باریک بینی کہ بین الناس بالحق آپ لوگوں کے درمیان  
 حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں۔ دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے کہ  
 یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْہِمْ اَنْ اَنْزَلَ اِلَیْہِمْ الْکِتٰبَ  
 الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِنُقَرِّبَ بَیْنَ النَّاسِ وَالتَّوْحٰٓدِ  
 تاکہ آپ لوگوں کے درمیان عدل ہے۔ خود فیصلہ کریں۔ پھر اللہ نے عدل و  
 انصاف کو عام لوگوں کے لیے بھی نہ پوری قرار دیا۔ لَوْ اَنَّ اُولٰٓئِکَ  
 لَمْ یُؤْمِنُوْا اَوْ کَفَرُوْا لَیْسَ لَہُمْ اَمْرٌ اَلَّا یُحْکَمَ بَیْنَہُمْ بِالْحَقِّ  
 لَمْ یُؤْمِنُوْا اَوْ کَفَرُوْا لَیْسَ لَہُمْ اَمْرٌ اَلَّا یُحْکَمَ بَیْنَہُمْ بِالْحَقِّ  
 نے قرآن میں ہے۔ یہ تو بعض قرآنی آیات ہیں اللہ نے حکم فرمایا۔



إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ (النحل: ۹۰) اللہ تعالیٰ عدل و انصاف اور نیکی کا حکم دیتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان بھی ہے مَلَا مِنْ عَبْدٍ قِسْرَ عِيَّةِ اللَّهِ رِعِيَّةً يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٍ لِرَبِّهِ الْآخِرِ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةُ جس بندے کو اللہ تعالیٰ رعیت کا راعی، حاکم، امیر یا خلیفہ بنائے اور پھر وہ رعیت کے حق میں خیر خواہی نہ کرے، تو فرمایا ایسا شخص جہنم کا سزاوار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ رعیت کے لوگوں کو کراہیمان اور سلامتی کے ساتھ جنت میں پہنچا دے گا۔ مگر ظالم اور غیر عادل حکمرانوں کو جہنم میں داخل کیے بغیر نہیں چھوڑے گا۔ خلافت ایک امانت ہے جو اللہ نے انسانوں کے سپرد کی ہے اور یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے جس سے عمدہ برآ ہونا ضروری ہے۔

(۲) خواہش کا  
عدم اتباع

اللہ نے داؤد علیہ السلام سے فرمایا کہ خلافت کی پہلی ذمہ داری تو یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان عدل کرو اور دوسری یہ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ اور آپ خواہش کی پیروی نہ کریں۔ اگر ایسا کیا فِيْضِلْك عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ تو یہ چیز آپ کو اللہ کے راستے سے بہکا دیگی۔ گمراہی کے اسباب میں سے خواہش کی پیروی بھی ایک سبب ہے اور یہ بہت بڑی خصلت ہے کہ حق و انصاف پر مبنی فیصلہ کرنے کی بجائے کوئی شخص اپنی مرضی چلائے اتباع ہوئی اس قدر مملکت بیماری سے کہ اللہ نے فرمایا أَفْرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ (الحجاثہ - ۲۳) کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے خواہش کو ہی معبود بنا لیا ہے۔ اس کی ڈور خواہش کے ہاتھ میں ہے اور وہ جہر چاہتی ہے آدمی کو بے جاتی ہے اور انسان عدل و انصاف کو یکسر فراموش کر دیتا ہے۔ حدیث شریف سے یہ مفہوم بھی اخذ ہوتا ہے کہ جن چیزوں کی دنیا میں پوجا کی جاتی ہے اُن میں سب سے خطرناک



بغیر انسان کی خواہش ہوتی ہے۔ گویا حق کے راستے میں ایک رکاوٹ اور خواہش ہے اور دوسری دشمنیت ہے۔ یہ بھی ممکن بیماری سے تیس کو ٹھک جانے۔  
جہنم میں پہنچانے بغیر نہیں پہنچتی۔ فرمایا تیسری چیز جو بات ہے کہ انسان حقیقت حال معلوم کیے بغیر لاعلمی میں ہی کوئی فیصلہ کرے۔ ان تینوں قسم کے لوگوں کو حضور علیہ السلام نے جہنم کی وعید سنائی ہے۔

خلیفہ ولید  
کے سامنے  
حق کوئی

مروان کے چاروں بیٹے اور آگے ان کی اولاد خاندان بنو امیہ کے خلیفہ  
عمر سے ہیں۔ کسی نے ولید بن عبدالملک خلیفہ وقت پر تختہ چینی کی۔ ظاہر ہے  
کہ وہ بھی کوئی بڑا آدمی ہو گا، مگر نہ معمولی آدمی تو خلیفہ کے متعلق ایسی بات  
نہیں کر سکتا۔ اس شخص کی تنقید سن کر خلیفہ نے کہا، کیا خلفاء کے متعلق بھی  
ایسی بات کی جا سکتی ہے؟ میں پچیس لاکھ مربع میل جیسی وسیع سلطنت  
کا خلیفہ ہوں اور تم مجھ سے ایسی بات کرتے ہو۔ وہ شخص صاحب علم تھا کہ  
نہی، امیر المومنین! یہ بتائیں کہ آپ کی حیثیت زیادہ ہے یا حضرت داؤد علیہ السلام  
کی جو منصب خلافت پر فائز ہوئے کے ساتھ ساتھ اللہ کے صاحب کتاب  
اور صاحب شریعت نبی اور رسول بھی تھے۔ ان کو اللہ نے ہی حکم دیا تھا۔  
فَلْيَحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىَٰ يَدْعُو إِلَىٰ كُفْرٍ  
اور میان حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا اور خواہشات کی پیروی نہ کرنا  
داؤد علیہ السلام تو اللہ کے معصوم نبی تھے، پھر بھی آپ کو یہ حکم دیا گیا تھا۔  
تو آپ اپنے آپ کو کیا حیثیت دیتے ہیں جب کہ آپ صرف خلیفہ ہیں اور  
آپ کو نہ نبوت عطا کی گئی ہے، نہ کتاب اور نہ شریعت، مزید برآں داؤد  
علیہ السلام کو اللہ کے براہ راست خلافت عطا فرمائی تھی یہاں تو اللہ کے  
جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ مَعِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ہم نے آپ  
کو زمین میں خلافت عطا کی ہے، جب کہ آپ تو نسلِ داؤد پر خلیفہ ہیں۔ بات  
درست تھی لہذا ولید کوئی جواب نہ دے سکا۔



آگے اللہ تعالیٰ نے خلفاء، حکام، قاضیوں اور جموں کو وعید بھی سنائی ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ جُمْلَتُہُمْ لَہُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ اِنَّہُمْ لَیْ سَٰخَتُوْنَ عَذَابِہٖ ہُوْکَا۔ اس کی وجہ یہ ہے بِمَا ذَنَبُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ کہ انہوں نے حساب کے دن یعنی محاسبہ اعمال کو بھلا دیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ وعید کسی خاص خلیفہ، خاص قوم یا خاص زمانے کے لیے نہیں بلکہ یہ وعید ہر زمان و مکان کے خلفاء، حاکموں، جموں، قاضیوں اور صاحب اقتدار لوگوں پر یکساں طور پر لاگو ہے۔ جو بھی اللہ کی وعید کی زد میں آئے گا۔ عذاب شدید کا مستوجب ہوگا۔ حج ایک باختیار حاکم ہوتا ہے جو دائرہ قانون میں کہتے ہوئے اپنی صوابدید کے مطابق فیصلہ کرنے کا مجاز ہوتا ہے، لہذا اگر وہ حق و انصاف سے انحراف کر کے رشوت، سفارش، خواہش یا اقربا پروری کو فیصلے کی بنیاد بنائے گا تو ظاہر ہے کہ وہ ظالموں کی فہرست میں شمار ہوگا۔ اور ابدی سزا کا مستحق بنے گا۔ آج ہم اپنے معاشرے پر نگاہ ڈالیں تو پتہ چلے گا کہ حق و انصاف کا دور دورہ ہے یا ظلم و جور کا۔ ہر حکومت سستا انصاف دینا کہنے کا دعویٰ کرتی ہے۔ مگر یہ آج تک کسی کو حاصل نہیں ہوا۔ الا ماشاء اللہ۔ آج کے زمانے میں تو انصاف خریدنا پڑتا ہے۔ جس کے پاس پونجی ہے اس کے حق میں فیصلہ ہو جائے گا اور دوسرے فریق منہ دیکھتا رہ جائے گا ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی وعید سے ڈر جانا چاہیے اور عدل و انصاف کو قائم کرنا چاہیے۔ اس دنیا میں تو حصول انصاف جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ ایک تو حکام، قاضی اور جموں کی غفلت، پھر ان میں خواہش، رشوت اور سفارش کی لعنت، مقدمات کی پیچیدگی اور وکلاء کی طرف سے حقائق پوشی اور عدالتوں کو گمراہ کرنے کی کوشش، ایسے میں انصاف کہاں سے آئے گا؟ کم از کم اس

د قوع قیامت  
اور انصاف



یہاں تو انصاف کا حصول ممکن نظر میں آتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو  
 ٹھیک ٹھیک انصاف عطا کر کے دے اور اللہ تعالیٰ انصاف کا ایک  
 دن مقرر کیا ہے۔ اُس دن تمام فیصلے قطعی اور مہتمی ہو جائیں گے۔ انصاف ہوں گے  
 کسی کے ساتھ زیادتی نہیں ہوگی اور ہر شخص کو پورا پورا حق دیا جائے گا۔ آج  
 تو مجرم بچ جاتے ہیں اور بے گناہ پھنس جاتے ہیں۔ مگر وہاں ایسا نہیں ہوگا  
 یہ قیامت کا دن ہوگا۔ جب اللہ تعالیٰ کی عدالت سے کسی جہاں ہر شخص کو  
 فرما دیا پیش ہو کر اپنا حساب چھٹانا ہوگا اور جہاں کسی کی جہت سے کوئی  
 وکیل بھی پیش نہیں ہوگا۔ صحیح فیصلے اُس وقت ہی ہوں گے، چنانچہ وقوع  
 قیامت اس لیے بھی ضروری ہے کہ اس دنیا میں کی کسی حدود زیادتی اور حق تعالیٰ  
 کی طرف سے اور ٹھیک ٹھیک فیصلے ہو سکیں آج اگر دنیا میں حق و انصاف  
 کچھ دور دور و شریعت ہو جائے تو یہ زمین بھی امن و امان کا گہوارہ بن جائے۔ اور  
 سارا شرف و مسرت ہو جائے۔

مستقصہ  
 تخلیق  
 انسانی

لے لے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے بعض نتائج کو تذکرہ فرماتے ہیں  
 ارشاد فرماتا ہے وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا  
 ہم نے آسمان و زمین اور اُن دونوں کے درمیان کو محض بیکار پیدا  
 نہیں کیا۔ تم سمجھتے ہو کہ نظائر کائنات۔ خود بخود بغیر کسی حتمی نہایت  
 فرمایا ایسی، " نہیں ہے بلکہ پورا نظام اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے۔ تاہم اور حجت  
 بالغہ کا شاہکار ہے اللہ تعالیٰ اس کو فضول ہے۔ نہیں کیا بلکہ اس کو کچھ مقصد  
 ہے۔ فرمایا اگر کوئی سمجھتا ہے کہ کائنات کا پورا نظام بالخصوص ہے۔ اُسے کوئی  
 اندازیت نہیں۔ اور نہ اس کو کوئی خاص نتیجہ برآء

ہونے والا ہے۔ بلکہ انسان دنیا میں ایک عام غرض کے طور پر آتا ہے۔ دنیا کی  
 پوری کمرہ سچے اور چلا جاتا ہے۔ نہ آئے کہ کوئی مقصد اور نہ جانے کوئی صاحب  
 ذی ذلالت ظن الذین کفروا یہ تو نظر کرے اور ان کو ان سے



ایسا خیال تو وہی کرے گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کی قدرت کا ہی منکر ہے وگرنہ کوئی صاحبِ ایمان اور صاحبِ عقل شعور آدمی ایسی بات نہیں کر سکتا۔ زمین اور آسمان کے درمیان پیدا ہونے والی مخلوقات میں اشرف المخلوقات خود انسان کا وجود ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى (القیلۃ - ۳۶) کیا انسان خیال کرتا ہے کہ اُسے یونہی بیکار چھوڑ دیا جائے گا؟ ہم نے تو اُسے بیکار محض پیدا نہیں کیا، بلکہ اُسے اپنی حکمت اور مصلحت کے تحت خاص مقصد کے لیے پیدا کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذاریت - ۵۶) ہم نے جنوں اور انانوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ تخلیق حیات کا مقصد اللہ کی پہچان ہے۔ یہ سلسلہ دنیا کا آغاز ہے اور ظاہر ہے کہ جس چیز کا آغاز ہے اُس کا انجام بھی ضرور ہوگا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کو قطعی جزا یا سزا ملنے والی ہے۔ اور اس کے لیے اللہ نے قیامت کا دین مقرر کیا ہے۔ لہذا اس سارے نظام کو باطل تصور کرنا کافروں کا شیوہ ہی ہو سکتا ہے۔ فرمایا فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ پس تباہی اور بربادی ہے اُن لوگوں کے لیے جنہوں نے کفر کیا۔ انہیں جہنم کی آگ کا مزہ چکھنا پڑے گا۔ آگے اللہ تعالیٰ نے تفہیم کے انداز میں فرمایا ہے أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ کیا ہم اہل ایمان اور اعمالِ صالحہ انجام دینے والوں کو فساد فی الارض کرنے والوں کے برابر نہ دیں گے؟ ایک طرف اللہ کی توحید پر ایمان لانے والے اور اچھے کام کرنے والے ہیں، اور دوسری طرف کافر، مشرک اور بدعتی ہیں، ظلم و زیادتی اور قتل و غارتگری کرنے والے لوگ ہیں، لوگوں کے حقوق کے غاصب ہیں، دین اور شریعت کے مخالف ہیں، ان لوگوں کے اخلاق، عمل اور اعتقاد میں فساد بھرا ہوا ہے تو یہ مومنوں اور اعمالِ صالحہ انجام دینے والوں کی طرح کیسے ہو سکتے

نیک و بد میں امتیاز



ہیں؟ فرمایا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ نیز فرمایا أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَقِينَ  
كَالْفُجَّارِ کیا ہم اللہ کے متقی اور پرہیزگار بندوں کو جو اللہ سے ڈرنے  
 والے ہیں، فاجروں اور فاسقوں سے برابر سے آئیں گے؟ یہ تو بے انصافی اور  
 انصاف شکنی ہے۔ ہوگا اس کو عقل سلیم بھی تسلیم نہیں کرتی۔ چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ  
 دیکھ کر نہ جو انکار اعمال میں اور سب سے زیادہ انصاف کرنے والا ہے۔

یعنی اور بدی میں امتیاز کر رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم الشان  
 کتاب نازل فرمائی ہے جس کے متعلق ارشاد ہے كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ  
لَكَ فِيهِ نَبَأٌ ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب نازل فرمائی ہے جس میں ہے کہ  
 نبی ہی اہدیت ہے۔ مگر یہ برکات اس شخص کے لیے ہیں جو اس کو اللہ کی  
 یہی کتاب تسلیم کرتا ہے اور اس سے استفادہ کرنا چاہتا ہے۔ جو لوگ اس  
 کتاب کی مخالفت کرتے ہیں اور اس کے پروگرام کے ماتھے میں روزے  
 اٹھاتے ہیں ان کے لیے یہ کتاب بربکت نہیں ہو سکتی بلکہ وَلَا يَنْفَعُ الظَّالِمِينَ  
الْإِحْسَانُ اور اس میں سُورَةُ النِّسَاءِ ۱۲۰ آیتوں کے لیے قرآن کتاب خیر نقصان کو  
 باعث ہی ہو سکتی ہے۔ البتہ ماہو شیطان اور حمتہ لَا تُؤْمِنُونَ  
وَمِنَ امْرِئٍ امْرِئٍ لَّيِّنٍ ۸۳ آیت ایمان کے لیے یہ تمنا اور تمنا ہے۔ بہر حال  
 فرمایا حق و باطل، نیک و بد، اہل ایمان اور فاسق و فاجر میں امتیاز کرنے کے  
 لیے اس کتاب کو کھیری حیثیت حاصل ہے جو ہم نے آپ کی طرف نازل  
 کی ہے

تدبر فی  
 القرآن

اور اس کتاب کی غایت یہ ہے کہ يَذَكِّرَ بِهِ تاکہ لوگ اس میں  
 آیتوں میں توبہ و توبہ کریں۔ ظاہر ہے کہ نیک و بد میں امتیاز بھی جیسا قافہ  
 ہوگا جب کلام الہی میں توبہ و توبہ نہ کیا جائے گا۔ اور غور کا ادنیٰ درجہ یہ ہے  
 کہ آدمی اس کتاب کو نہ سمجھنے۔ پھر دوسرے درجہ اس نے سمجھنے کو۔ تیسرے اس کے  
 اصولوں کو نہ جاننے کا۔ چوتھا اس پر عمل کرنے کا اور پانچواں درجہ اس کو اس کے



پہنچانے کا ہے۔ گویا تہذیب میں الفاظ بھی شامل ہیں، معانی بھی اور اصول بھی۔ اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو اس زمانے میں کوئی بھی شخص اللہ کی کتاب میں غور و فکر کرنے کی زحمت گوارا نہیں کرتا۔ کسی نے بہت زیادہ کیا تو غصہ بڑی بہت خالی تلاوت کر لی اور بس، وگرنہ اس کتاب حکیم کے معانی و مطالب کو سمجھ کر اس پر عمل کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔ مگر جب ہم ماحول پر نگاہ ڈالتے ہیں، تو اس زمانے میں محض تلاوت کر لینا بھی بے غنیمت ہے۔ کچھ عرصہ پہلے تک سر دوزان صبح کی نماز ادا کرتے، اس کے بعد ہر گھر سے تلاوت قرآن پاک کی آوازیں آ کر تھیں، مگر آج وہ آوازیں ختم ہو کر ریڈیو اور ٹیلیوژن کی آوازیں رہ گئیں ہیں جو ہر گھر سے صبح و شام سنائی دیتی ہیں۔ تاہم اس کتاب کا اصل مقصد خالی تلاوت نہیں بلکہ اس کو سمجھنا اور غور و تدبیر کرنا ہے۔

اللہ نے کتاب کی دوسری غرض یہ بیان فرمائی ہے وَلَیْتَذَکَّرَ اُولَآئِکَ لَآ یَاکُلُوْا عَقْلًا مِّنْ دُوْکُمْ نَصِیْحَتٍ حَاصِلٌ کریں۔ ظاہر ہے کہ نصیحت تو جمعی حاصل ہوگی جب لوگ اس کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ اگر اس کو سمجھنے کی کوشش ہی نہ کی گئی اور محض چوم چاٹ کر اور غلاف میں لپیٹ کر رکھ دیا گیا تو نصیحت کیسے آئیگی؟ حقیقت یہ ہے کہ ایسا کرنا قرآن کریم کے ساتھ غداری کرنے کے مترادف ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس عظیم المرتبت کتاب کی ظاہری تعظیم بھی ضروری ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بھی تاکید فرمائی ہے مگر یہ مقصود و منشا تو نہیں ہے۔ اس کی غایت تو اس کو سمجھ کر اس پر عمل کرنا اور پھر دوسروں تک پہنچانا ہے تاکہ سارے صاحب عقل لوگ اس سے مستفید ہو سکیں۔

نبی اور بدی میں اس امتیاز کی وضاحت کے بعد اگلی آیات کا ربط پھر سابقہ مضمون کے ساتھ ہوگا۔ داؤد علیہ السلام نے تذکرہ کے بعد آگے اللہ نے آپ کے جلیل القدر فرزند اور اللہ کے عظیم الشان نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کے



بعض واقعات بیان فرمائے ہیں۔ اُن کو بھی زندگی میں پریشانی لاحق ہوئی، اگر  
 انہوں نے یہ صبر کیا، حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خوار کیا رہا ہے کہ  
 آپ میں سابقہ انبیاء علیہم السلام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے۔ مصائب و تکالیف  
 پر صبر کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رہیں۔

---



وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ نِعَمَ الْعَبْدِ إِنَّهُ  
 أَوَّابٌ ③۰ إِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصَّفِيفُ  
 الْجَبَّادُ ③۱ فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ  
 ذِكْرِ رَبِّي حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ③۲ رُدُّوْهَا  
 عَلَيَّ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ ③۳

ترجمہ :- اور بخشا ہم نے داؤد علیہ السلام کے لیے  
 (فرزند) سلیمان علیہ السلام بہت اچھا بندہ تھا۔ بیشک  
 وہ رجوع رکھنے والا تھا ③۰ جب پیش کیے گئے  
 اُس کے سامنے پچھلے پہر عمدہ تیز رفتار گھوڑے ③۱  
 پس کہا اس نے تحقیق میں نے پسند کیا ہے مال کی  
 محبت کو اپنے رب کی یاد سے، یہاں تک کہ سوچ  
 حجاب میں چلا گیا ③۲ لوطاًؤ اُن کو میری طرف، پس  
 شروع کیا انہوں نے اور جھاڑنے لگے پنڈلیوں اور گردنوں  
 کو ③۳

مشرکین کا رد کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر آخر الزمان اور  
 آپ کے رفقاء کو کفار کی ایذا و رسانیوں کے مقابلے میں صبر کی تلقین فرمائی  
 اور اس ضمن میں حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ ذکر کیا کہ انہوں نے بھی آزمائش  
 کے وقت صبر و برداشت سے کام لیا تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو بے شمار نعمتوں  
 سے سرفراز فرمایا۔ اللہ نے آپ کو نبوت و رسالت کے ساتھ خلافت و حکومت



بھی عطا فرمائی اور آپ کے درجہ ات کو بلند فرمایا، اس میں اشارہ تھا کہ آپ  
 بھی پیش آؤ گا لیکن کوہِ برداشت کریں۔ ایک برکت آگے دیا ہے  
 جب آپ کے مخالفین نام نہاد ہوجائیں گے اور کامیابی آپ ہی کے قدم چومے  
 گی۔ پھر درمیان میں اللہ نے نصیحت کی کچھ باتیں بتائیں۔ پھر نیک و بد میں  
 امتیاز کم ذکر فرمایا، اور ساتھ ساتھ اس امتیاز کو واضح کرنے والی عظیم کتاب  
 قرآن مجید کا بھی ذکر اللہ تعالیٰ نے یہ بابرکت کتاب اس سے نازل فرمائی ہے  
 تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور و فکر کریں اور صاحب عقل لوگ اس کے بصیرت  
 حاصل کریں۔

سلیمان علیہ  
 السلام کا تذکرہ

آپ آج کی آیات کا ربط پھر سابقہ مضمون اللہ کے نبی اور رسول حضرت  
 داؤد علیہ السلام کے تذکرے کے ساتھ ہو رہا ہے۔ آپ پر ہونے والے ان آیات  
 ہی کے ضمن میں ایک اور بڑی انعام کا ذکر ہے۔ جبرائیل نے آپ کو سلیمان  
 علیہ السلام جیسا عظیم فرزند عطا کرنے کا ارشاد دیا ہے۔ وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ  
سُلَيْمَانَ اور ہم نے يُوحَنَّا وَدَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَام کو سلیمان علیہ السلام جیسا عظیم  
 فرزند بھی اور رسول وَفِيكَ الْغَيْثُ آپ اللہ کے بہت ہی خوب بندے  
 تھے۔ وَأَن تَأْتِي بَشِيرًا آپ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع رکھنے والے  
 تھے۔ رجوع الی اللہ والی صفت باپ اور بیٹا دونوں میں پائی جاتی تھی۔  
 اسی طرح اللہ نے دونوں کو نبوت و رسالت کے ساتھ ساتھ خلافت بھی  
 عطا فرمائی بلکہ سلیمان علیہ السلام کی سلطنت تو بے مثال تھی اور باپ کی سلطنت  
 سے بھی ممتاز تھی۔ آگے ذکر آ رہا ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے خود اللہ تعالیٰ سے  
 دعا درخواست کی تھی کہ میرا کریم ہاں مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو ایسی بے مثال  
 ہو کہ نہ پہلے کسی کو میری جیڑہ نہ میرے بعد کسی کو حاصل ہو۔ اللہ نے آپ سے  
 کہ یہ دعا مستجوب فرمائی اور آپ کو بے مثال حکومت عطا فرمائی۔ اتنی وسیع  
 و عریض سلطنت کے امور کی نگرانی حال آپ نہایت حسن و خوبی کے ساتھ



انجام دیتے تھے۔ اور پھر امور سلطنت کی تمام تہ مصروفیات کے باوجود آپ اللہ کی طرف بھی رجوع رکھتے تھے اور اس کی عبادت و ریاضت میں بھی کمی نہیں آنے دیتے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے کل انیس بیٹے تھے جن میں سلیمان علیہ السلام سب سے چھوٹے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا اور کمال رُجے کی صلاحیت اور استعداد عطا فرمائی تھی۔ آپ کے فضائل سابقہ سورتوں انعام، نمل، انبیار اور سببا وغیرہ میں بیان ہو چکے ہیں۔ اللہ نے جنوں، پرندوں اور ہوا کو بھی آپ کے تابع کر دیا تھا۔ قوتِ قیصلہ اس قدر عطا فرمائی تھی کہ باپ کی موجودگی اور کم سنی کی عمر میں بھی بڑے بڑے فیصلے کر جاتے تھے۔ داؤد علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ صرف تیرہ سال کی عمر میں باپ کے جانشین بنے۔ اللہ نے فرمایا **وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ (النمل - ۱۶)** اور انتظام حکومت اپنے ہاتھ میں لیا۔ آپ نے چالیس سال تک ہیشال حکومت کی اور منصب رسالت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔

سلیمان علیہ السلام کی ابتلاء

اب اگلی آیات میں سلیمان علیہ السلام کی ایک آزمائش کا ذکر کیا گیا ہے جو آپ پر ایک معمولی سی کوتاہی کی بناء پر آئی۔ اس سورۃ مبارکہ میں آپ کی دو آزمائشوں کا ذکر آ رہا ہے، اُن میں سے یہ پہلی آزمائش ہے جس کو یہاں اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے **اِذْ عَرَضَ عَلَيْهِ بِالْعَشيِّ الصَّفِيْنَتِ الْجَبِيْدَةِ** جب کہ پیش کیے گئے آپ پر پچھلے پہر نہایت عمدہ، اصیل اور تیز رفتار گھوڑے۔ صفتن ایسے گھوڑے کو کہتے ہیں جو عام طور پر تین پاؤں پر کھڑا ہوتا ہے یعنی تین پاؤں پر تو پورا وزن ڈالتا ہے جب کہ چوتھے پاؤں کا صرف اگلا پنجہ زمین پر رکھتا ہے۔ نسلی اعتبار سے یہ عمدہ گھوڑے کی علامت ہے، جو کارکردگی کے لحاظ سے دوسرے گھوڑوں پر فوقیت رکھتا ہے، سلیمان علیہ السلام کے اصطل میں اس قسم کے ہزاروں



گھوڑے تھے جو جہاد میں استعمال ہوتے تھے اور سیّدان علیہ السلام کو ان سے بڑی محبت تھی اور ان کی دیکھ بھال خود کیا کرتے تھے۔

لہذا اس قسم کے گھوڑے آپ کی خدمت میں سہ ہرے وقت پیش کیے گئے، آپ ان کے معانہ میں مصروف تھے، ہر ایک کو فرداً فرداً دیکھتے تھے کہ کسی گھوڑے میں کوئی نقص تو نہیں واقع ہو گیا۔ اسی کام میں وقت زیادہ لگ گیا اور جیسا کہ آئے آ رہا ہے۔ سورج غروب ہو گیا۔ اسی دوران یعنی غروب آفتاب سے پہلے آپ کی نماز یا دیگر عبادت کا وقت بھی تھا۔ آپ گھوڑوں کے معانہ میں اس قدر محو رہے کہ آپ کی نماز کا وقت ہی بتا رہا۔ اور سی وجہ تھی کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش کا سامنا کرنا پڑا۔

گھوڑوں  
سے محبت

جو ان آپ کا نہایت غارغ ہونے لگا تھا کہ سورج غروب ہو چکا ہے اس وقت آپ آزمائش لائق ہوئی کیونکہ نماز کا وقت گزر چکا تھا۔ اس وقت آپ نے نہایت غم و غم ہو کر کہا فَعَالَى الْيَوْمِ أَحَبُّتُ حُبَّ الْعَزِيزِ عَنِ ذِكْرِ رَبِّي افسوس کہ میں نے اپنے پروردگار کے ذکر سے الگ کی عیبت کر لینا کیا ہے۔ آپ کو دکھ ہوا کہ ان گھوڑوں کی دیکھ بھال میں مصروفیت کی وجہ سے ان کی نماز منافع ہو گئی حالانکہ گھوڑوں پر ذکر الہی کرنا دینی چاہیے تھی حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ یہاں تک کہ سورج حجاب میں چلا گیا یعنی غروب ہو گیا اور عبادت کا وقت بتا رہا۔

پہلی تفسیر

مفسرین کرام اس آیت کی تفسیر دو طریقوں سے کرتے ہیں اور وہ دونوں تفسیریں درست ہیں۔ پہلی تفسیر یہ ہے کہ عَنِ ذِكْرِي کثرت میں عن بطور نکتہ ہے اور اس طرح معنی یہ بنتا ہے کہ سیّدان علیہ السلام نے کہا میں نے ان گھوڑوں سے محبت کی ہے رب تعالیٰ کے ذکر کی وجہ سے۔ مطلب یہ کہ آپ کو ذکر الہی کے فوٹ پر ہانے پر حلال نہیں ہوا۔ بلکہ گھوڑوں کی دیکھ بھال اور ان سے محبت کو ذکر ہی کا حصہ قرار دیا۔ ظاہر ہے کہ ذکر



گھوڑے جہاد میں کام آتے تھے اور ان کی دیکھ بھال اور تربیت بھی جہاد ہی کا حصہ سمجھا جاتے گا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ نماز فرض ہے تو اس کی ادائیگی کی تیاری کے لیے انجام دیے گئے جملہ امور و ضروریات وغیرہ بھی اسی کے تحت آئیں گے اب ایک طرف جہاد جیسا اہم فریضہ ہے جس میں مال و جان کی بازی لگانا پڑتی ہے اور دوسری طرف زبانی ذکر ہے جس میں اللہ کی بڑائی بیان کی جاتی ہے۔ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو جہاد بھی اعلیٰ کلمۃ الحق کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے اور یہ بھی یاد الہی کا ہی ایک حصہ ہے، لہذا جہاد کی تیاری میں ذکر الہی کا فورت ہو جانا کوئی خاص حرج والی بات نہیں ہے۔ چنانچہ سلیمان علیہ السلام نے خادموں کو حکم دیا رُدُّوْهَا عَلَیْہِمْ ان کو میری طرف واپس پٹاؤ۔ ظاہر ہے کہ گھوڑوں کی تربیت کی جارہی ہوگی اور اس مقصد کے لیے انہیں دوڑایا جا رہا ہوگا، تو آپ نے فرمایا کہ انہیں میرے پاس واپس لاؤ۔ پس جب ان کو آپ کے پاس لایا گیا۔ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ تو سلیمان علیہ السلام ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ مسح کے کئی معنی آتے ہیں۔ جن میں ہاتھ پھیر کر جھاڑ پونچھ کرنا بھی ہے اور الیا محبت اور عزت و اکرام کی بناء پر کیا جاتا ہے۔ چونکہ سلیمان علیہ السلام کو جہاد میں کام آنے والے عمدہ قسم کے گھوڑوں سے محبت تھی لہذا آپ نے ان کی حوصلہ افزائی کے لیے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنا مشروع کر دیا۔

ان آیات کی ایک توجیہ تفسیر ہے اور دوسری تفسیر جو عام طور پر اختیار کی جاتی ہے، وہ یہ ہے کہ جب گھوڑوں کی دیکھ بھال میں سلیمان علیہ السلام کی عبادت کا فریضہ رہ گیا تو آپ کو اس پر سخت رنج ہوا۔ اور کہنے لگے "میں نے مال کی محبت کو ذکر الہی پر ترجیح دی ہے" یہ مفسرین أَحْبَبْتُ کا معنی "میں نے ترجیح دی ہے" کہتے ہیں اور اس طرح انہوں نے اپنی اس کوتاہی پر اپنے آپ کو گویا ملامت کی کہ ان سے یہ غلطی ہوئی ہے کہ گھوڑوں کی دیکھ بھال میں لگے

دوسری  
تفسیر



ہے اور نماز ثلوت کو بھی یہ شرط تعلق کو خالی ہو سکتی ہے۔ اور  
اس طرح مطلب واضح ہو جاوے گا کہ میں نے مال کی محبت کو ذکر الہی سے  
نہیں بکڑ کر ذکر الہی پر ترجیح دی۔ اس کی مثال قرآن پاک کی دوسری آیت میں بھی  
ملتی ہے وَمَنْ يَخُذْ حِرَاسَتَهُ فَإِنَّمَا يَحْتَفِظْ لِنَفْسِهِ۔ خود (۲۸)  
جو شخص بچاؤ کرتا ہے تو وہ اپنے ہی نفس پر بچاؤ کرتا ہے۔ یہاں بھی عن کا معنی  
تخلی کے طور پر آیا ہے۔ اسی طرح بعض مفسرین نے أَحَبَّيْتُ اِمْرًا فَقَدْتُ  
کیا ہے یعنی میں مال کی محبت میں ذکر الہی سے چھوڑ گیا اور اس کی طرف توجہ  
نزدی۔ صبح کا معنی وضو نہ بھی آیا ہے اور نشان لگانا بھی حضرت علیہ السلام بعض جاہل  
کو نشان لگا کر جوار کے لیے وقف کر دیتے تھے۔ البتہ آپ کا حتمہ تھا کہ ایسے جاہل  
کو چہرے کی بجائے جسم کے کسی دوسرے حصے پر داغا جائے۔

مَسَحَ ہا معنی قطع بھی آیا ہے، فطرت دینا یا ذبح کر دینا۔ چنانچہ امام سیوطی  
نے در مشغور میں طبرانی اور مجمع الزوائد کے حوالے سے ابی ابن عتبہ سے یہ روایت  
نقل کی ہے کہ حضرت علیہ السلام نے فرمایا مَسَحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ  
سے مراد قطعاً بالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ بالسَّيْفِ ہے یعنی سیماں علیہ السلام نے  
ان گھوڑوں کی پٹلیوں اور گردنوں کو غوار کے ڈانٹا شروع کر دیا اور ان میں  
سے ایک سترہ باندھ کر قریشی کر رہے کیونکہ ان میں مشغولیت کی وجہ سے آپ  
کی فرض عبادت ضائع ہو گئی تھی۔ یہ درجہ دوم کی سرفروغ مذمت ہے اور قابل  
اعتماد ہے۔ اس طرح گویا سیماں علیہ السلام نے اپنی کوتاہی پر اپنے آپ کو  
مٹا دینے کے لیے اپنی اعلان کے لیے اپنے آپ کو گھوڑوں سے محروم  
کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسا کرنا بھی جائز ہے اور اس کی مثال خود حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ سے ملتی ہے۔ ابو جہم صحابی نے شام  
کی بنی ہونی خواہ صورت نقش و نگار والی چادر یا کپڑا حضرت علیہ السلام کی خدمت  
میں پیش کیا، آپ نے قبول فرمایا اور اوڑھ کر نماز ادا کی۔ وہ ان غار اپنی



توجہ کھیل کے نقش و نگار کی طرف مبذول ہو گئی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا کہ یہ کھیل البوجہم کو واپس کر دو اور اس کی بجائے مجھے سادہ کھیل لادو تاکہ صحابی کی دل شکنی نہ ہو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

حضرت ابو طلحہ انصاریؓ کا واقعہ بھی ایسا ہی ہے جو موطائیں مذکور ہے۔ آپ اپنے باغ میں نماز ادا کر رہے تھے۔ باغ بڑا گھنٹا تھا۔ اتنے میں ایک چھوٹا سا پرندہ درختوں کے گھنے پتوں میں داخل ہوا اور پھر وہیں پھنس کر رہ گیا اُس کے پھٹر پھٹانے کی وجہ سے ابو طلحہؓ کی توجہ اُس طرف چلی گئی۔ آپ کو بڑا رنج ہوا کہ نماز میں خلل واقع ہوا ہے۔ چنانچہ اسندہ کسی ایسے وقوعہ سے بچنے کے لیے سارا باغ ہی اللہ کے راستے میں وقف کر دیا اور خود اُس سے دست بردار ہو گئے۔ اسی طرح کعب بن مالکؓ کا واقعہ بھی آتا ہے۔ آپ غزوہ تبوک میں شامل نہ ہو سکے کیونکہ آپ کو اپنے کھجوروں کے باغ کی دیکھ بھال کرنا تھی۔ اس کوتاہی پر آپ پر سخت ابتلا آئی۔ چالیس دن تک آپ کا سخت بائیکاٹ رہا اور مدینے کا کوئی شخص آپ سے کلام تک کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔ بالآخر پچاس روز بعد اللہ نے سورۃ توبہ کی آیات نازل فرما کر آپ کی توبہ قبول فرمائی۔ پھر آپ نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اپنی تمام املاک اور باغ وغیرہ کی وجہ سے مجھ پر ابتلا آئی۔ میں اس کو اللہ کی راہ میں وقف کرتا ہوں تاکہ آئندہ ایسی کوئی کوتاہی نہ ہونے پائے۔ غرضیکہ اسی اصول کے تحت سلیمان علیہ السلام نے بھی اپنے عمدہ گھوڑوں کی ایک بڑی تعداد کو قربان کر دیا۔

خلاصہ

بہر حال ان آیات کی دو طرح کی تفسیریں نے آپ کے گوش گزار کر دی ہیں۔ پہلی تفسیر یہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے جہاد کے گھوڑوں کی قربانی اور دیکھ بھال کو ذکر الہی کے معنائی نہ سمجھا بلکہ نماز کے فرائض ہو جانے پر گھوڑوں کی حوصلہ افزائی کے لیے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرا اور ان کی حجامت



پہنچے کر کے ان کا گھر دو غبار دوز کر دیا۔ اور دوسری تفسیر یہ کہ سیماں علیہ السلام کو نماز یا ذکر کی فریادگی کا سخت رنج ہوا، اور انہوں نے فرشتوں کی اوائلی میں کتابی کے کھارے کے طور پر بہت سے گھوڑے ذبح کر ڈالے اور اس طرح سڑکے طور پر اپنے آپ کو اتنے عمدہ گھوڑوں سے محروم کر لیا۔

بعض تفسیر  
سائل

اس واقعہ میں ایک مسئلہ گھوڑے کی قربانی کا آیا ہے۔ اس دور میں گھوڑے کی قربانی جائز تھی۔ یہ جانور حلال تو ہماری شریعت میں بھی ہے۔ جیسا کہ بخاری شریعت میں روایت موجود ہے، البتہ اس کی قربانی نہیں کی جاتی۔ بعد اس مقصد کے لیے اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری خود مارہ کو استعمال کیا جاتا ہے جن کا ذکر سورۃ الانعام میں موجود ہے۔

مفسرین کرام اس واقعہ سے یہ مسئلہ بھی اخذ کرتے ہیں کہ حاکم کو امر و نہی کی دیکھ بھال بذاتہ خود کرنی چاہیے۔ جیسا کہ سیماں علیہ السلام کی سیرت سے واضح ہوتا ہے۔ اس سے یہ مسئلہ بھی متفرع ہوتا ہے کہ کسی ایک عبادت کے وقت میں کوئی دوسری عبادت کرنا درست نہیں مگر نہ نفل پڑھا ہونے کا احتمال ہے۔ اس اصول کے تحت سیماں علیہ السلام کو نماز کے وقت نماز ہی ادا کرنی چاہیے تھی۔ اور گھوڑوں کی دیکھ بھال کسی دوسرے وقت پر موقوف کر دینی چاہیے تھی۔ اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے کہ جب عجم کی اذان ہو جائے تو نماز جمعہ کی تیاری کے علاوہ کوئی دوسرا کام کرنا جائز نہیں حتیٰ کہ اس دوران میں نفل پڑھنا یا قرآن پاک کی تلاوت کرنا بھی درست نہیں۔ بلکہ مسجد میں پہنچ کر نوافل ادا کر سکتا ہے یا تلاوت قرآن پاک کر سکتا ہے۔



وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَالْقَيْنَ عَلَى كُرْسِيِّهِ  
 حَسْبًا ثُمَّ أَنَابَ ③۴ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ  
 لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ عِבَادِي إِلَّا أَنْتَ  
 أَنْتَ الْوَهَّابُ ③۵ فَخَرْنَا لَهُ الرِّيحَ جَرَى  
 بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ ③۶ وَالشَّيْطَانُ  
 كُلُّ بَنَائِهِ وَغَوَاصٍ ③۷ وَآخِرِينَ مُقَرَّنِينَ  
 فِي الْأَصْفَادِ ③۸ هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ  
 أَمْكِدْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ③۹ وَإِنَّ لَكَ عِندَنَا لَکَفًى  
 وَحُسْنَ مَّآبٍ ④۰

ترجمہ :- اور ابتر تحقیق ہم نے آزمائش میں ڈالا  
 سلیمان (علیہ السلام) کو ۔ اور ڈال دیا ان کی کرسی پر ایک دھڑ  
 پھر انہوں نے رجوع کیا اللہ کی طرف ③۴ کہنے لگے  
 اے پروردگار! عطا کر دے مجھے ، اور بخش مجھے  
 ایسی بادشاہی جو نہ فوت ہو کسی کے لیے میرے بعد ۔  
 یہاں تو بہت ہی بخشش کرنے والا ہے ③۵ پس  
 ہم نے مسخر کر دیا ان کے لیے ہوا کو جو چلتی تھی  
 ان کے حکم سے نرم نرم جہاں بھی وہ پہنچا چاہتے  
 تھے ③۶ اور شیطانوں کو بھی دمسخر کر دیا ، ہر ایک



اُنکی میں عمارت بنانے والا اور اپنی میں غورنگ کا نرالا (۳۷)  
 اور بہت سے دوسرے جو جگڑے ہوئے تھے۔ میٹروں  
 میں (۳۸) (فرما) اللہ تعالیٰ نے، یہ بھاری بخشش ہے،  
 پس تم احسان کرو یا روک دو بغیر حساب کے (۳۹) اور  
 بیٹاب اُس و سلیمان علیہ السلام کے لیے جو سے نزدیک  
 البتہ مرتبہ سے اور بہت اچھا ٹھکانا (۴۰)

بطور آیت

پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی آزمائش پریشانی  
 اور اُن کے رجوع الی اللہ کا ذکر کیا۔ پھر آپ کے فرزند اور نندے  
 جیل القدر صائب شریعت رسول اور علیہ السلام حضرت سلیمان علیہ السلام  
 کا تذکرہ ہوا۔ اُن پر جوئے والے انعامات کا ذکر ہوا۔ کھجوروں کی دھیر بجالی  
 میں غارت گری ہو جانے کی وجہ سے اُن پر آئے والی ابتلا اور پھر اُن کی  
 طرف سے اُن قسمی کھجوروں کی قربانی کا حال بیان ہوا۔ آپ نے درس  
 میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی دوسری آزمائش کا ذکر جو رملہ سے  
 ارشاد ہوتا ہے وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ اَوْرَ الْوَيْلِ تَحْتِ

دوسری آزمائش

ہم نے سلیمان علیہ السلام کو آزمائش میں، اَلَا فَتَنَّاكَ مَعْنٰی آزمائش، ابتلا  
 یا جانچنا ہوتا ہے۔ اور آزمائش یہ تھی وَالْقِيٰمَۃُ عَلٰی كَوْمِیۡنَہٗ جَبَدًا  
 کہ جہنم نے اُن کی کمری یا تخت پر ایک دھڑکڑا کر ڈالی وہ۔ ثُمَّ اَنَابَ  
 اور پھر آپ نے خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔ مفسرین کرام نے اس آیت  
 کو یہ کی تفسیر دے رکھی ہے کہ ہے۔

پہلی تفسیر

پہلی تفسیر قربان نام غور پر مفسرین کرتے ہیں۔ وہ اسرائیلی روایات سے  
 ماخوذ ہے اور صحیح نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام کے پاس ایک  
 انگوٹھی تھی جس پر اکبر اعظم کندہ تھا اور آپ اس کی برکت سے نظام سلطنت  
 نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیتے تھے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ آپ نے



غل خانے میں جانے سے پہلے انگوٹھی اپنی اس خادمہ کو دے دی کہ فارغ ہو کر اسے  
 دیں گا۔ اس اشیاء میں سے ایک جن نے کسی جیسے سے انگوٹھی خادمہ سے چھل  
 کر لی۔ روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ وہ جن حضرت سلیمان علیہ السلام کی شکل میں آیا  
 اور انسانی طلب کی قوفہ اترنے لے اپنا آئی ہو کر انگوٹھی اس کے حوالے کر دی۔  
 پھر یہ تھا، وہ جن تخت سلیمانی پر بیٹھ گیا اور پرری سلطنت پر قابض ہو گیا۔ یہ حضرت  
 مکر آیت، وَالْقَبِيْلَ عَصْر۔ کو صیغہ جسد کا یہی خاصہ۔ یہ ہے  
 میں کہ جن تخت پر قابض ہو گیا، جب سلیمان علیہ السلام فارغ ہوئے اور خادمہ سے  
 انگوٹھی طلب کی تو اس نے آپ کو سچا ہونے سے ہی انکار کر دیا کیونکہ سارا معاملہ  
 ہی تبدیل ہو چکا تھا، پھر سلیمان علیہ السلام کو قند پیدا ہوا کہ جن سلطنت پر توفیق  
 ہو رہی چکا ہے، انہیں وہ ان کو قتل ہی نہ کر دے، لہذا آپ چھہ ہاتھ تکب کہیں  
 روپوش ہے۔ رعایا کو علم ہی نہیں تھا کہ سلیمان علیہ السلام روپوش ہو چکے ہیں اور  
 جن نقلی سلیمان بن کر ان پر حکومت کر رہے ہیں۔ پھر ایسا اتفاق ہوا کہ وہ انگوٹھی جیسے  
 ہاتھ سے کسی طرح سمندر میں گر گئی جسے مچھلی نے نکل لیا۔ وہ مچھلی شکار ہوئی اور مچھلی  
 پکائی سلیمان علیہ السلام تک پہنچی گئی۔ جب انہوں نے مچھلی کا پیٹ چاک کیا، تو  
 اس میں سے آپ کی انگوٹھی برآمد ہوئی جسے آپ نے فوراً پہن لیا اور آپ کا  
 کاروبار سلطنت پھر بحال ہو گیا تو بعض مفسرین نے اس واقعہ کو سلیمان علیہ السلام  
 کی ابتلاء سے تعبیر کیا تھا۔

تاہم امام رازی مفسر قرآن فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس واقعہ کو بعض مفسرین نے  
 بیان کیا ہے مگر یہ بالکل من گھڑت ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔  
 فرماتے ہیں کہ یہ ممکن ہی نہ تھا کہ کوئی جن سلیمان علیہ السلام کی شکل میں آکر اس قسم کی  
 دعا مانگ کر آئے کہ آپ اللہ کے بڑے القدر نبی اور رسول تھے اور اللہ نے آپ  
 کو مخلوقات میں ہی عطا فرمائی۔ جن کے لیے یہ ممکن ہی نہ تھا کہ وہ آپ کی شکل اختیار کر لیں  
 اس واقعہ سے متعلق بعض حضرات اس بات کا ذکر بھی کرتے ہیں کہ حضرت



سیدنا علیہ السلام کے گھر میں کوئی مشرکہ عورت تھی۔ آپ نے اُس کے بارے میں کچھ آغا فل کیا اور آپ کریمہ ہی نہ چیز۔ اس وجہ سے انگوٹھی آپ کے گم ہو گئی اور یہ آزمائش آئی۔ یہ قصہ بھی بالکل غلط ہے کیونکہ اللہ کے نبی کے بارے میں ایسا قصہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔

دوسری تفسیر

بخاری، مسلم اور دیگر کتب احادیث میں آنے والی صحیح احادیث کے مطابق کوہ بظ کرنے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ سیدنا علیہ السلام نے ایک مرقعہ پہ اپنے فرجیوں میں کچھ کسی کا احساس پایا تو آپ سخت دل برداشتہ ہوئے اور انہوں نے قسم اٹھائی کہ میں راست کر رہی سزا کم و بیش ہر ایک بیوی کے پاس جاؤں گا، وہ حاملہ ہوں گی اور ان سے پیدا ہونے والا ہر بچہ مجاہدین کو فوج میں خدمات انجام دے گا۔ مگر اس قسم کے ساتھ آپ انشاء اللہ کو نہا بھولی کہنے والا نہ ہو یہ چیز آپ کے ذہن میں تھی اور فرشتے نے بھی آپ کو یاد دلایا تھا۔ مگر یہ اجتہاد آئی تھی، لہذا آپ سے نسیان ہو گیا اور انشاء اللہ نہ کہہ سکے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام بیویوں میں سے صرف ایک بیوی حاملہ ہوئی اور اس کے بطن میں بھی ایک اور عورت یعنی پانچ ماہ کی پیدا ہوا جسے لا کر آپ کے تخت پر ڈال دیا گیا تاکہ آپ جان سکیں کہ آپ کی قسم کا یہ نتیجہ برآمد ہوا ہے۔ اس پر سیدنا علیہ السلام کو اپنی لغزش کی احساس ہوا، انہوں نے پورے گھر کی طرف رجوع کیا۔ اور اس کو تا ہی پر معافی مانگی۔

صحیح حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان بھی موجود ہے، کہ اگر سیدنا علیہ السلام قسم اٹھاتے وقت انشاء اللہ نہ کہہ دیتے تو انہیں مقصد حاصل ہو جاتا مگر نہ کہنے کی وجہ سے آپ پر ابتلا آئی اور ایک اور عورت آپ کی کمرہ پر ڈال دیا گیا۔ پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا، اور معافی طلب کی۔ یہ ایک ایسی معمولی سی لغزش تھی جو عام لوگوں کے لیے گناہ نہیں ہوتا۔ مگر اللہ کے نبی کے لیے اتنی گرتا ہی بھی قابل مواخذہ بن جاتی ہے۔ اس آیت کریمہ کی یہ تفسیر صحیح احادیث میں ملتی ہے اور یہی زیادہ تر مفسرین قیاس ہے۔



موردی صاحب  
کی غلطی

مذکورہ بالا حدیث کو تسلیم نہ کر کے مولانا موردی مرحوم نے شدید غلطی کی ہے  
 کہتے ہیں کہ اس حدیث کا مضمون اس لحاظ سے خلاف عقل ہے کہ کوئی شخص  
 ایک رات میں اتنی تعداد میں بیروں کے پاس کیسے جا سکتا ہے۔ پھر انہوں نے  
 رات کے اوقات کو تقسیم کر کے ہر بیروں کے حصے میں آنے والے منٹوں کا حساب  
 لگا کر بتایا کہ کسی شخص کے لیے ایسا ممکن ہی نہیں۔ یہی آپ کی غلطی ہے اگرچہ  
 یہ ایک عام آدمی کیسے ممکن نہیں مگر نبی کے لیے سب سے کے طور پر تو ہر چیز ممکن  
 ہے جسے عقل کی کسوٹی پر نہیں پرکھا جاسکتا۔ بلاشبہ سائے سب سے خلاف عقل  
 ہونے میں، کیا تمام سب سے کہ عقل کے تراڑ دیں توڑا جائے گا؟ اس سے پہلے  
 حضرت داؤد علیہ السلام کے واقعہ میں بھی موردی صاحب نے ایسی ہی غلطی کی ہے  
 آیت ۲۶۰ میں ہے کہ اللہ نے داؤد علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ لوگوں کے  
 درمیان حق و انصاف کے درمیان فیصلہ کرنا اور لا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ اور خواہش  
 کی پیروی نہ کرنا، اور نہ آپ سیدھے راستے سے بھاگ جائیں گے۔ وہاں بھی  
 موردی صاحب سمجھتے ہیں کہ داؤد علیہ السلام کی آزمائش میں خواہش نفسانی کا  
 ضرور کچھ نہ کچھ دخل تھا۔ حالانکہ اس کا یہ مطلب نہیں۔ اللہ کے فرمان کا مطلب  
 قریب سے کہ جس طرح پہلے کبھی خواہش کی پیروی نہیں کی، اسی طرح آئندہ بھی نہ  
 کرنا۔ اس کی مثال قرآن آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضور خاتم النبیین صلی اللہ  
 علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا ہے لَیْسَ اَشْرَکُکَ لِیَجْعَلَکَ عَمَلًا  
 (الزمر - ۶۵) اگر آپ نے بھی شرک کیا تو آپ کے سارے عمل ضائع ہو  
 ہو جائیں گے۔ ترکا وہاں پر شرک کو کوئی دخل تھا۔ العیاذ باللہ۔ اس جگہ کا مطلب  
 بھی یہی ہے کہ آپ نے نہ تو پہلے کبھی شرک کیا ہے اور نہ آئندہ کرنا۔ بہر حال اللہ  
 کے معصوم نبی کی شان میں خواہش نفسانی کی بات کرنا ہرگز درست نہیں۔ بہر حال  
 حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر سلیمان علیہ السلام اللہ سے اللہ کے لیے تو سب بیویاں  
 حامل ہو کر بچے جنم دیتیں۔ مگر اس لغزش کی وجہ سے آپ کو آزمائش میں ڈال دیا گیا



۴  
سلطنت  
کے لیے دیا

اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کے بہت بڑے معافی اور بے مثال  
سلطنت کی دعا کی۔ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي كُنْتُ ظَالِمًا لِّنَفْسِي فَارْحَمْنِي  
کرم سے میری کوتاہی کو درگزر فرما۔ پے تَقَرُّوا قَابَ قَوْسَيْنِ  
ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوئے اور پھر بخشش و معافی کی درخواست  
پیش کی۔ اور ساتھ یہ بھی عرض کیا وَهَبْ لِي مِنْ شَأْنِكِ اَنْتَ الْغَفُورُ الْكَرِيمُ  
مِنْ بَعْدِي مجھے ایسی بارش بہت عطا فرما۔ جو میرے بعد کسی کے لیے لائق نہ  
ہو۔ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ تو بہت ہی بخشش کرنے والا ہے۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام کی طرف سے بے مثال سلطنت  
کی درخواست نامناسب نہیں ہے کیونکہ آپ کا مقصد محض حصول اقتدار،  
تعیش، آرام طلبی یا مالی منفعت حاصل کرنا نہیں تھا، اتنی عظیم الشان اور بے مثال  
سلطنت کے وارث ہونے کے باوجود آپ بیت المال سے ایک پیسہ بھی نہیں  
لیتے تھے بلکہ اپنے اور اہل و عیال کے اخراجات خود سے ٹھیکریاں بنا کر پورے  
کرتے تھے۔ ایسی حکومت کے حصول سے آپ کا مقصد اللہ کے دین اور  
شرعیات کا نفاذ، عدل و انصاف کا قیام، اللہ کی مخلوق کے ساتھ خیر خواہی  
اور ان کے حقوق کی ادائیگی اور ظلم و تعدی کی ترمیم تھی۔

ہو کی تسخیر

اللہ نے اپنے نبی کو اختیار دیا تھا کہ وہ لوگوں کی ایک ڈیانا ملک میں جو قبول کی گئی سلیمان علیہ  
نے ذکر دعا کی جو اللہ نے منظور فرمائی اور آپ کو بے مثال سلطنت عطا فرمائی پھر ان کے لیے بعض انعامات  
کا ذکر کیا ہے جو اس بے مثال حکومت کا حصہ تھے۔ فَرَزْنَا لَهُ  
اَنْ يَّسَّحَ جَبْرِي بِأَمْرِهِ رَحْمَةً مِنَّا اِنَّا سَمِعْنَا اِدْعَاكَ  
ہوا کہ مسخر کر دیا جو آپ کے حکم سے نرم نرم چلتی تھی۔ اور اس ہوا کے ذریعے  
جہت اَصَابَ اَبْجَابِ اَرْضِ اَمْرًا بِأَمْرِهِ رَحْمَةً مِنَّا اِنَّا سَمِعْنَا اِدْعَاكَ  
آسانی پہنچ جاتے تھے آپ میں اور شام وغیرہ کا سفر ہوا کے دوش پر کرتے  
تھے۔ جہاں جانا مقصود ہوتا تھا آپ تخت پر بیٹھ کر اور سامان بٹھ جاتے اور



ہو یہ عتہ، اٹھا کر آپ کو مطلوب مقام تک نہایت تیزی کے ساتھ پہنچا دیتی۔ سورۃ  
 سبأ میں ہے: **وَهُوَ الَّذِي يَنْزِلُ فِي السَّحَابِ الْمُبَارَكِ رِجَالًا مِّنْ سَحَابٍ مَّحْمُودِينَ**  
 وقت ایک ادا کا منظر ملے کہ جیسے تھے اور شام نے وقت میں بھی اتنی مسافت آسانی  
 سے طے کر دیتے تھے۔ یہ ہیں معجزہ تھا جو عقل کے غلات تھا، مگر اللہ نے، ہوا  
 میں ان علیہ السلام کے ذریعہ کر دی تھی۔ پہلے گز رہکا سے کہ آپ نے اپنے پیغمبر فقار  
 گھوڑے کو چلنے لگنے کے لئے اس کے طور پر قربانی کر لی تھی، لہذا اللہ نے ان کا  
 نعم البدل ان کی صورت میں دیا جس کی وجہ سے آپ گھوڑوں کی نسبت بہت  
 زیادہ تیز رفتاری سے نقل و حرکت کر سکتے تھے۔

مولانا صاحب  
 کی تفسیر

اس مقام پر جہاں سے زمانے کے ایک دوسرے حضرت قرآن کریم، ان میں سے ان کے  
 شدید غلطی کی ہے۔ وہ اس ہوا کو مندری ہوا پر مائل کر کے جس سے ذریعے  
 میں علیہ السلام کی بارانی کشتیوں کا بیڑا بڑی آسانی اور تیز رفتاری سے ایک  
 جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جاتا تھا، نہیں بلکہ اس سے سزا و خشکی پر چلنے والی  
 نوابی جو مجزے کے طور پر آپ کے تخت کو اٹھائے پھرتی تھی، وہی طرح  
 اصلاحی صاحب نے واقعہ معراج کو خواب کا واقعہ قرار دیا ہے حالانکہ یہ ایک  
 ایسی حقیقت ہے جسے پیشانی میں صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام کی زبان مبارک  
 سے نقل کیا ہے۔ ایسے لوگوں کی بنیادی غلطی یہ ہے کہ سمجھتے کہ تسلیم نہیں کرے  
 وگرنہ خدا تعالیٰ نے بے کراں کام مشکل ہے۔ اگر معراج خواب میں ہی ہوا تھا تو  
 پھر عجیب کس بات کا تھا کہ مشرک لوگ اس کو تسلیم نہیں کرتے تھے خواب میں  
 تو بڑے بڑے عجیب و غریب مناظر دیکھتے ہیں آگ میں مگر کبھی کسی نے ایسے  
 شاہ سے پر شک نہیں کیا اور نہ کبھی مناظرہ بازی کی نسبت اٹل ہے۔ ہر حال یہ  
 ہی غلط تفسیر کا ایک نمونہ ہے۔

جنت کی  
 تفسیر

میں علیہ السلام پر ایسے کئے احسانات میں سے اللہ نے ایک یہ احسان  
 ہی ذکر کیا **وَالشَّيْطَانِ** اور ہم نے شیطانوں یعنی جنات کو بھی آپ کے لیے



منکر دیکھ کر بے جا ہونے میں سے صرف ایک شمار میں نہ لے کر اہل حق حضرت  
 سلیمان علیہ السلام نے جہاز کے ذریعے بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کروائیں۔ جنات  
 کے لئے بنائے گئے تھیں۔ یہی چھ دروازے ان کا کھولنے والے کو ترستے اور اُچھڑنے کی  
 منزلوں کو پہنچاتے۔ آپ ان سے پیشے کی قطع فرمادیں اور وہ لوگوں کی دعاؤں  
 کا کچھ بھی لیتے تھے۔ جس سے عمارت کے بلند لوازمات تیار ہوتے تھے۔ اس  
 کے علاوہ فرمایا: وَأَعْلَوْا فِي ان میں غوطہ خور شیاطین بھی تھے جو سمندر کی گہرائیوں سے  
 قیمتی موتی اور ضروریات کی دوسری چیزیں نکال لاتے تھے۔ فَعَزَّاهُ وَأَخْرَجَتْ  
مَقَرَّيْنِ فِي الْأَصْفَادِ جنات میں بعض ایسے بھی تھے جو بیڑوں میں  
 جہازات ہوئے تھے۔ سلیمان علیہ السلام شرابی چیزوں کو نہ اس کے مورد پر قید بھی کر دیتے  
 تھے۔ ان میں سے بعض آج تک بکھڑے ہوئے سمندروں اور دروازہ جزیروں  
 میں موجود ہیں جو قریب قیامت میں ہا کر آراہوں گے۔ بہر حال ان لوگوں اور پتھروں  
 کے ساتھ ساتھ جنات بھی سلیمان علیہ السلام کے فخر میں شامل ہوتے تھے اور آپ  
 کے حکم کی تعمیل کرتے تھے۔

باز پرسے  
 مستثنیٰ

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے هَذَا صَافٌ وَأَنَّا بِسَبِّ  
 کچھ جہاز کی طرف سے تمہیں عطا ہوا ہے۔ اب آپ کو اختیار ہے فَأَمَّا  
 کہ جس پر چاہیں تقسیم کر کے احسان کریں أَوْ أَصْلُكُمْ یا جس سے چاہیں روک لیں  
 یعنی کچھ نہ دیں۔ اور اس ضمن میں آپ جو بھی کاروائی کریں گے وہ بغیر حساب  
 بغیر حساب کتاب کے ہوگی۔ یعنی اس تقسیم کی صحت یا عدم صحت پر آپ سے  
 قیامت کو کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔ آپ کو اس سے مستثنیٰ دار ہے دیا گیا ہے۔  
 ظاہر ہے کہ انسان جب بھی کوئی کام کرتا ہے تو اسے آخرت کے محاسبے کا  
 خوف و ڈر دامن گیر ہوتا ہے مگر اللہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دل جمعی کے  
 لیے آپ کو ہر قسم کے محاسبے سے بری کر دیا۔ دیکھی بہت بڑی چیز ہے، اسی  
 لیے بڑے گاہک دین اور عارفانے کرام اس کے ذریعے ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے



لوہار میں لڑائی تھی۔ یہ تو مردوں سے، بلکہ شیعوں کی مانند مسافرت پر جاتے۔

اللہ سے  
ہاں مرتبہ

دنیا کی عظیم الشان اور بہت سی حکومتوں کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے  
سیدنا علیہ السلام پر کیے جانے والے ایک اور عالم کا ذکر بھی کیا۔ فرمایا: قَالَ لَهَا  
عِنْدَ مَا كَرُّ لَفِيْ اَبٍ كَيْ يَلِيَّ جَاءَ هَٰؤُلَاءِ بَسْتِ بَرَّاسٍ تَبِيَّ۔ ہمارے انعام  
دنیا تک ہی محدود نہیں، بعد آنحضرت میں بھی آپؐ بہت بڑا حسب ہے وَيَحْسُنُ  
مُحَافَاةُ اور اُسے بہت اچھا ٹھکانا بھی ہے۔ اسی لیے کہ حضرت سیدنا علیہ السلام  
نے چھوٹی لی بات سن کر اللہ کی عطا کردہ نعمت و خیر ادا کیا اور ساتھ ہی دعا بھی  
کی تھی وَكَوْنِيْ بِرَبِّ حَبِيْبَةٍ فِيْ عِبَادَةِ الصَّالِحِيْنَ وَالْمُتَّقِيْنَ۔ ۱۹  
مولانا کریم راہی مہرانی سے مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل فرمائیے۔ چنانچہ اللہ  
نے آپؐ کو بہت بلند مرتبہ عطا فرمایا اور اچھا ٹھکانا بھی جو آگے چل کر حاصل ہو گا۔



وَإِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ إِلَىٰ مَسْنَى  
 الشَّيْطَانِ يَنْصِبُ وَعَذَابٌ ۝۳۱ أَرْكَضُ بِرَجْلِكَ  
 هَذَا مَغْسِلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ ۝۳۲ وَهَبْنَا لَهُ  
 أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَةً مِنَّا وَذِكْرَى  
 لَأُولَى الْأَلْبَابِ ۝۳۳ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ  
 بِهِ وَلَا تَحْنُثْ إِنَّهُ وَجَدَنُكَ صَابِرًا نَفْسَهُ  
 الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ ۝۳۴

ترجمہ: اور تذکرہ نہیں آپ جہالت سے بندے یوسف  
 (عمرہ العزیز) کو جب کہ پکارا اس نے بے پرواہی سے کہ  
 بیشک سچائی سے مجھے شیطان نے تکلیف دہ اور ایذا ۝۳۱  
 وارشار پہنایا مارو ہے پاؤں کو زمین پر۔ یہ ایک پتھر ہے  
 نہانے کے لیے ٹھنڈا اور پینے کے لیے ۝۳۲ اور مجھے  
 ہم نے اس کو اس کے گھر ٹھکانے اور حق کے برابر عزت  
 اپنی طرف سے عطا کر دی جوئے اور نصیحت اور  
 یاد دہانی کے طور پر عقل والوں کے لیے ۝۳۳ (فرما)  
 پھر نہ اپنے ہاتھ سے تنکوں کو گھٹا پس مارو اس کے  
 ساتھ اور قسم میں جھوٹے نہ ہو، بیشک پالا جو نے اس  
 کو صابر و خوب بند، بیشک وہ رجوع کرنے والا ۝۳۴



حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے تذکرے کے بعد آپ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے۔ ان پر نعمت ترین آزمائشیں آئیں مگر ان کو اللہ کی رحمت سے کبھی بایوسی نہیں ہوئی۔ اس مسلسل اٹھارہ سال تک مسک بھاری کے سامنے صبر و پائربین کرکھڑے رہے اور بالآخر امتحان میں کامیاب ہوئے، اس واقعہ سے بھی حضور علیہ السلام اور آپ کے صبیحہ کو تسلی و آسائش ہوئی کہ آپ بھی آئے والی تکلیفوں اور دکھوں پر صبر کریں۔ قریب ہر دشت پیدا ہوئی بالوقتہ کامیابی آپ بھی کے لئے میں آئی۔

یوسف علیہ السلام  
کا تذکرہ

ارشاد ہوتا ہے وَإِذْ كُنَّا عَبْدًا لِّلْیُوسُفَ آپ ہمارے بندے یوسف علیہ السلام کا ذکر کریں۔ آپ کا کچھ ذکر سورۃ یوسف میں بھی کر چکا ہے۔ آپ کا مولود حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملتا ہے۔ یوسف بن عبد بن عبد بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام۔ بعض فرماتے ہیں کہ آپ کی والدہ حضرت یوسف علیہ السلام کی بیٹی یا بیٹی تھیں، اور بعض دوسرے اقوال کے مطابق آپ کی والدہ نور علیہا السلام کی بیٹی تھیں۔ یوسف علیہ السلام کا ذکر یافین میں بھی ہے اور آپ کے نام پر مسجد یوسف بھی ملتا ہے۔ آپ اللہ کے عظیم الشان بندے تھے اور دنیاوی اعتبار سے بھی اللہ نے خیر کثیر عطا فرمایا تھا۔ روایات میں آتا ہے کہ آپ زمین کا ایک بعتہ بڑا کاشت کرتے تھے جس میں پانچ سو بی اور ایک ہزار بی استعمال ہوتے تھے۔ آپ کے پاس سائست ہزار سے زیادہ بھیڑ بکریاں تھیں ہزار سے زیادہ اونٹ، ایک ہزار سے زیادہ بام برداری کے لیے گائے، بچر وغیرہ اور پانچ سو سے زیادہ غلام تھے، آپ عورتوں کی سرزمین میں سب سے زیادہ مالدار تھے۔ اللہ نے سات بیٹے بھی عطا کیے تھے۔

یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ابن العامت پر ہمیشہ اس کا شکر ادا کرتے رہتے تھے۔ ایک موقع پر شیطان نے بڑا کادھ رب العزت میں عرض کیا کہ پروردگار تیرا بندہ یوسف علیہ السلام تیرا شکر یہ اس لیے ادا کرتا ہے اور تیری عبادت دریا حضرت



ہیں اس لیے مشغول رہتا ہے کہ تو نے اُسے وافر مال و دولت عطا کر رکھا ہے۔ اُسے  
تیسرے یہ افواہات اس پر نہ ہوں تو اس کی حالت مختلف ہو۔ شیطان کی اس بات  
کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام پر آزمائشیں ڈال دی تھیں تاکہ شیطان کو کچھ  
کے کہال کے چھین جائے اور محنت جسمانی پر وہی میں مبتلا ہونے کے باوجود میرا  
بندہ مجھ سے دور نہیں ہوتا۔ اور اس کی زبان برحالت میں میری حمد و ثناء اور شکر  
سے تر رہتی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی آزمائش آئی کہ کسی آفت کی وجہ سے کمیت  
جل گئے، فصلیں تباہ ہو گئیں، مال مویشی ہلاک ہو گئے اور یہی نہیں بلکہ مکان کی چھت  
گرنی اور ماری اولاد بیک وقت موت کی آغوش میں چلی گئی۔ ان حالات میں نوکر  
چاکر سب بھاگ گئے اور آپ کے پاس صرف اپنی بیوی رہ گئی جس نے پوری  
آزمائش کے دوران آپ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ وہ نہایت ہی پارسا اور وفادار خاتون  
تھیں۔ جنہوں نے سردارِ مت میں خاوند کی خدمت کا پورا پورا حق ادا کیا۔

مائیکل کی روایت کے مطابق آپ کو ایسی شدید جلدی بیماری لاحق ہوئی کہ سر  
کی چوٹی سے لے کر پاؤں کے تلوں تک جسم میں آبلے پڑ گئے۔ آپ کی وفات خداداد  
بیوی بیماری کی اس حالت میں پوری پوری خدمت کرتی رہی۔ مال تو پہلے ہی نہایت  
موجودہ تھا، مگر اوقات کے لیے اس بیماری کو خود محنت مزدوری کرنا پڑا۔ اور  
اس طرح وہ اپنے اور خاوند کے لیے خوراک ہ بندوبست کرتی، چوں چوں کہ وہ  
علیہ السلام کی شخصیت بڑھتی گئی۔ قریب قریب آپ کے قلب، دماغ میں خدائی ذات  
پر یقین حکم ہوا چلا گیا اور زبان پر اللہ کے شکر کے کلمات میں اندھا ہو جاتا تھا  
اس واقعہ پر آپ کے یہ الفاظ بھی مشغول ہیں کہ جب تک کہ اپنے سے پہلے نہ ہو۔  
تو کچھ پاس نہیں تھا اور جب قبر میں جاؤں تو تو لوگوں بھی خدائی ہاتھ ہوں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ  
نے مال و دولت خود ہی سے کر دیں سے لیا ہے تو یہ اس کی طرف سے آزمائش  
سے اور اسی کا نام باریکرت ہے۔ بغرض کہ خدائی و اولاد کے چھین جانے اور محنت



جہاں اذیت کے باوجود انہوں نے کبھی شک و نہ کیا بلکہ ہمیشہ اللہ کا شکر ہی ادا کرتے رہے۔  
 مفسرین کا یہ بیان کرتے ہیں کہ اس حالت میں اٹھارہ سال گزر گئے۔ مگر  
 شیطان اپنے دعوے کو سچا ثابت نہ کر سکا۔ آخر اس نے یہ منصوبہ بنایا کہ ایوب علیہ السلام  
 کی بیوی کو شرک میں غوث کر کے ان کے اعمال کی بربادی کا انتظام کر دیا جائے۔  
 ایوب علیہ السلام کی بیوی کہیں محنت مزدوری کر کے واپس آ رہی تھی کہ راستے میں  
 شیطان اُسے ایک نیک سیرت عورت کی صورت میں ملا اور بیمار خانہ سے علاج  
 کی چیز کش کی بھڑائی فرماتے ہیں کہ اس کے بدلہ میں صرف یہ معاوضہ طلب کیا کہ  
 جب ایوب علیہ السلام تندرست ہو جائیں تو صرف یہ لہو لٹا کر اس کو فلاں شخص  
 نے شکاریت۔ اور بعض مفسرین نے اس مطالبہ کا ذکر کیا کہ عارث (شیطان)  
 کے نام کا کچھ نذرانہ دے دینا۔

واپس آ کر بیوی نے اس واقعہ کا ذکر حضرت ایوب علیہ السلام سے کیا۔  
 آپ جب کہ گئے کہ یہ شیطان کی کارروائی ہے جو میں شرک میں غوث مکرنا چاہتا ہے  
 چنانچہ آپ نے اپنی بیوی کو سخت ڈانٹ پٹائی کہ تم شیطان کے جھوٹے ہیں آگئی۔  
 اور ایسی بات کا ذکر مجھ سے کہہ دیا۔ تمہیں تو اس کی بات کو مستحکم بھی نہیں چاہیے  
 تھا۔ الغرض! بیوی کے ساتھ اس اراضی کی بنیاد آپ نے قسم کھائی کہ میں تندرست  
 ہو گیا تو تمہیں سولائشیاں ماروں گا۔ اس ذہنی پریشانی سے عالم میں ایوب علیہ السلام  
 نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم کیا اور قادی رشتہ جب کہ انہوں نے بکار  
 اپنے پروردگار کو اور عرش کی ایک مہینی الشیطان منصب و عذاب  
 بے شک پہنچائی ہے مجھے شیطان نے تکلیف اور ایذا یعنی شیطان کی اس حرکت  
 سے مجھے سخت دکھ ہوا ہے۔ پہلے تو عیسائی تکلیف میں مبتلا تھے۔ اب شیطان نے  
 شرک پر آمادہ کر کے ذہنی اذیت میں بھی مبتلا کر دیا۔

جب ایوب علیہ السلام نے نہایت عجز و انکاری کے ساتھ اپنی اس دوسری  
 اذیت کا ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ کے دربارے رحمۃ میں خوش آگیا۔ ایوب علیہ السلام

میں جو شخص

دورانیہ محنت  
میں جو شخص



آزمائشوں میں پورے اثر چکے تھے۔ آپ اللہ تعالیٰ انہی کی قدم چمکیں اور پیشانیوں  
کو زور کر کے انہیں اسلی حالت پر لانا چاہتا تھا، چنانچہ اس نے یورپ علیہ السلام  
کو حکم دیا اُن لُحیٰ پر چھلک پٹ پاؤں سے زمین پر ٹھوکر مار دو۔ حوش کیلے مولا کو میرا  
اس کا کیا فائدہ ہوگا؟ فرمایا میری قدرت تمام اور اتمت۔ بالحق کا نظارہ تو دیکھو۔ جو جی  
آپ سے زمین پر پاؤں مارا وہاں پر ٹھٹھ پانی کا چشمہ ابل پڑا، اللہ تعالیٰ فرمایا۔  
هَذَا مَغْطَاكَ نَبَارِدٌ وَ شَرَابٌ يَوْمَاكَ كَيْفَ يَكُونُ اَوْ يَكُونُ كَيْفَ  
تُخَدِّعُ پاؤں کا چشمہ بہت مطلب یہ کہ اس پانی سے غسل ہو کر اور شے پی بھی لو  
آپ سے ایسا ہی کیا تو آپ کے جسم کی اندرونی اور بیرونی بیماریاں فوراً دور ہو گئیں  
اور پہلے کی طرح آپ باخیاں تندرست اور جوان بن گئے۔

اگر شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ علیہ السلام نے پاؤں کی یہ  
فقیر کوئی غلطی نہ ہو کر تھوکر تھی، پورے عالمِ ارضیت میں کوئی نہ رہا تو کج ذہن پر پاؤں  
مارے تو چشمہ جاری نہیں ہوتا۔ منشاء اللہ کی قدرت سے جس بسوا آتا ہے وہ ہوا ہے  
اور یہی قبضہ رکھنا۔ پاؤں سے ٹھوکر مارنا اللہ کی طرف سے جبر تھا۔ اللہ  
نے اپنی قدرت سے ٹھٹھ سے اور سیکھنے پانی کا چشمہ نکال دیا۔ اسی طرح جب  
اللہ چاہتا ہے تو کسی چیز کو قبضہ کر لیتا ہے اور پھر وہ چیز کچھ اثر نہیں کر سکتی۔  
جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے تبدیلی در حالت  
کے ذریعے آگ کے اثر کو روک دیا۔ فلک خیر کا واقعہ جس اللہ تعالیٰ کے بسط کی ایک  
مثال ہے۔ اُس قلعے کا دروازہ اتنا اونٹنی تھا جس کو ایک اونٹنی باخست بھی نہیں  
اکی ہو سکتی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ کی پشت میں اونٹنی کش دلی پیدا کی کہ  
انہوں نے غن تہا دروازے کے نیچے اپنی پشت دیکھ کر دروازے کو الٹا دیکھ کر  
ایسی ہی بسط آپ۔ زہم زہم کے انوار کے دخت بھی ہوئی تھی۔ جب حضرت اکابر  
علیہ السلام کے زہم زہم کے یا فرشتے کے پڑھانے سے وہاں زہم زہم کا چشمہ پھوٹ  
پڑا تھا۔



بہر حال غسل کر کے اور پانی پینے سے ایوب علیہ السلام بالکل تندرست و توانا ہو گئے۔ شے میں چڑی بھی کھانا وغیرہ لے کر آگئی۔ ایوب علیہ السلام کو اپنے بستر پر نہ پایا تو پریشان ہو گئی۔ آپ وہیں تندرست و تندرست حالت میں موجود تھے، آپ ہی سے پوچھنے لگی کہ یہاں اس بستر پر اللہ کے نبی صاحبِ فراخ تھے ان کے متعلق کچھ علم ہو تو بتائیں۔ انہوں نے کہا کہ دو تئیں ہی ہوں۔ پھر غور سے دیکھا تو پہچان لیا۔ انہوں نے شہر لہذا کی روایت میں آنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ایوب علیہ السلام کو تندرستی واپس لے کر آویں بلکہ آسمان سے سونے کی مٹیاں بھی برسائیں۔ ایوب علیہ السلام نے ان کو کپڑے میں سمیٹنا شروع کر دیا۔ اُدھر سے آواز آئی۔ ایوب! کیا تم قناعت نہیں کرتے! عرض کیا، پروردگار! میں تیری رحمت کا ہر وقت محتاج ہوں لہذا ان شہری بڈیوں کو جمع کر رہا ہوں۔

اہل و مال  
سب کا بھائی

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو خالص شدہ دماغ و دل بھی عطا فرمایا۔ وَوَهَبْنَا لَكَ أَهْلًا فَرِحْتَ بِمَنْزِلِ آبٍ۔ کو آپ کے اہل و بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے فرت شدہ بیٹوں کو زندہ کر دیا۔ جب کہ دوسرے اصحاب فرماتے ہیں وَوَهَبْنَا لَكَ أَهْلًا مِّنْ دُونِ آبٍ کے معنی آپ سے انیس لڑکے کر دیا۔ یعنی پہلے سات بیٹے تھے اب چودہ ہو گئے۔ تو چھٹے کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے آپ کو آپ کے اہل بھی عطا کر دیے اور ان سے بھی منہ پر بھی فرمایا۔ مَنْ دُونِ آبٍ یہ ہمارے طرف سے خاص مہربانی تھی۔ کہ نہ لڑائی لڑو اور نہ لڑائی لڑو۔ اور اہل خیر کے لیے نصیحت اور یاد دہانی ہیں۔ اللہ کے نیک بندوں کی آزمائش، جان و مال اور محنت کا نقصان اور جوع و آبی اللہ پر استقامت میرزا بدداشت یہ سب کچھ عقل و شعور رکھنے والے لوگوں کے لیے باعوض نصیحت اور عبرت ہے۔

صاحبِ کثافت و خشری اور محمد بن ابی بکر عبدالقادر دازئی لکھتے ہیں کہ اس واقعہ پر حضرت ایوب علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں یہ مناجات بھی پیش کی



قرآن نے آپ کو ہر گھوڑی چیز کھال کر دی اور مزید انعامات سے بھی نوازا۔  
 وَاللّٰهُ وَدَّ عَلِمْتُ اَنْهُ لَمْ يُخَالِفْ لِكَافٍ قَبْلِيْ وَلَمْ  
 يَتَّبِعْ قَبْلِيْ بَصْرِيْ وَلَمْ يَلْهِنِيْ مَا مَلَكَتْ يَمِيْنِيْ وَلَمْ  
 اُكَلِّ اِلَّا وَمَعِيَ يَتِيْمًا وَلَمْ اَبْتَ شَيْعًا وَلَا حَكِيْمًا  
 اِلَّا وَمَعِيَ حَارِثًا اَوْ عَدِيًّا

اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میری زبان کبھی میرے دل کے خلاف نہیں ہوئی  
 و زبان اور دل ایک جیسے ہوتے ہیں، جو راست دل میں ہوتی ہے، وہی زبان پر  
 آتی ہے) اور میرا دل کبھی نگاہ پر نہیں گیا (یعنی انسان کی نگاہ تو ہر اچھی بری چیز پر  
 پڑتی ہے مگر میں نے دل کو اس کے پیچھے نہیں لگایا یعنی دل کی حفاظت کی ہے)  
 جو چیز میری ملکیت میں تھی اس کے کبھی مجھے (تیری یاد سے) غافل نہیں بنایا، اور  
 میں نے یتیم کے بغیر کبھی کھانا نہیں کھایا، اور میں نے کبھی پیٹ بھر کر نہ کھایا  
 ہے اور نہ کپڑا پہنا ہے۔ جب کہ میرے قریب کوئی عبودہ یا تنگہ بود مطلب  
 یہ ہے کہ بھوکے رکھ کر کھایا ہے اور ننگے کو پہنا کر پہنا ہے)

بیوی کو جو  
کوڑوں کی سزا

آپ جب کہ آپ کو تندرستی حاصل ہو گئی، تو آپ کو اپنی وہ قسم بھی پوری کرنا  
 تھی جس میں یوسف علیہ السلام نے کہا کہ میں اپنی بیوی کو سو کرٹے، وہ دن گوا، آپ  
 دیکھ رہے تھے کہ بیوی بڑی وفا شعار ہے اور اس نے اٹھارہ سال تک ان کی  
 خدمت کی ہے، مگر اپنی قسم بھی پوری کرنا چاہتے تھے۔ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ  
 نے یہاں بھی آپ کی راہنمائی فرمائی اور کہا: وَخُذْ بِبَيْدِكَ عَصَاكَ اپنے ہاتھ  
 میں تنکوں یا شاخوں کا ایک گٹھا لیں فَاُضْرِبْ بِهَا اور وہ وقت ایک دفعہ  
 بیوی کو مار دیں وَلَا تَحْزَنْ اور قسم میں جھوٹے نہ ہوں، یعنی اس طرح آپ  
 اپنی قسم پوری کر لیں، چونکہ قسم سو کرٹے لانے کی تھی تو اللہ نے فرمایا سو تنکوں کا  
 ایک جھانڈو وغیرہ لے کر ایک ہی دفعہ مار دیں گے تو یہ سو منزبات، شمار ہو کر  
 تمہاری قسم پوری ہو جائیگی۔ اس طرح گویا اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو قسم



پوری کرنے کا حیلہ بتلادیا۔

اس آیت سے کئی مسائل متطرح ہوتے ہیں بشمول زکوٰۃ پر جمعہ سازی صرف ایوب علیہ السلام کے لیے تھی یا دوسرے لوگ بھی اس قسم کا حیلہ کر سکتے ہیں نام واکٹ فرماتے ہیں کہ یہ حیلہ حضرت ایوب علیہ السلام کے لیے خاص تھا اور دوسرے لوگوں کے لیے روا نہیں۔ البتہ امام شافعی اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اس قسم کی تدبیر جاری امت میں روا ہے۔ تاہم کوئی یہ حیلہ کرنا جائز نہیں ہوگا جس سے کوئی شرعی حکم باطل ہوا ہو۔ مثلاً بعض لوگ اس قسم کی تدبیر کرتے ہیں کہ جب کسی مال پر ایک سال پورا ہونے کو آیا تو وہ مال اپنی بیوی سے نام برد کر دیا تاکہ اس پر زکوٰۃ نہ ادا کرنی پڑے۔ پھر جب بیوی کی حکمت میں سال ہونے کو آیا تو اس نے خاوند کو حبیہ کر دیا۔ یہ تو نہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے فرار ہے اور قطعاً جائز نہیں۔ اس طرح بعض سرمایہ داروں کے پاس شامل زکوٰۃ رقم موجود ہوتی ہے مگر وہ اس پر سال پورا ہونے سے پہلے اس سے کوئی کارخانہ یا کوئی دوسری چیز خرید لیتے ہیں تاکہ مال پر زکوٰۃ نہ ادا کرنی پڑے۔ اس قسم کے حیلے کی بھی شریعت اجازت نہیں دیتی۔

البتہ گناہ اور کسی حرام چیز سے بچنے کے لیے حیلہ سازی جائز ہے مثلاً روٹی کھجوروں کا اعلیٰ کھجوروں کے ساتھ متعارف ہیں کمی بیشی کے ساتھ تبادلہ سود شمار ہوتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے اس مورد سے بچنے کے لیے یہ حیلہ خود صحابہ کرامؓ کو سکھایا کہ اس قسم کے تبادلے کا جائز طریقہ یہ ہے کہ پہلے روٹی یا اعلیٰ کھجوروں کو فروخت کر دو اور پھر اس سے حاصل ہونے والی قیمت کے عوض متبادل مال خرید لو۔

یہاں پر یہ مسئلہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیا بیوی کو مارنا جائز ہے؟ جیسا کہ ایوب علیہ السلام نے اپنی قسم پوری کی۔ مختصر میں کرام فرماتے ہیں کہ ہاں جائز ہے بشرطیکہ ہزار مارنا یا معنی ادب، سکھانے کے لیے ہو۔ اس کا حکم سورۃ النساء میں بھی موجود ہے۔ مگر اگر



اگرچہ اسے سرشتی کی صورت میں بیٹے ان کو زبانی سمجھاؤ، پھر بسترِ رس سے الگ  
 کر دو۔ اور اگر پھر بھی باز نہ آئیں، **وَاضْمِرْ لَهُمْ لَكُمْ** (آیت ۳۴) تو ان کو زور و کمر  
 کر دو۔ مگر ایسا نہیں کہ بڑا وسیلہ ہی تو زور و جبر بعض ارب سٹھانے کے لیے جیسا کہ بعض  
 اوقات کسی کو تا ہی پڑ چکوں کو بھی سزا دی جاتی ہے۔

امیر ابو حنیفہؒ کے استاد حضرت عطاء بن ابی رباحؒ نے میرے والدین پر یہ کہے  
 ان سے کسی نے پوچھا کہ اگر کوئی آدمی قسم اٹھائے کہ وہ اپنی بیوی کو اس وقت تک  
 کپڑا نہیں پہناؤں گا۔ جب تک کہ وہ عرفات میں وقوف نہ کرے تو اس کے لیے  
 کیا عذاب ہے۔ فرمایا، اس کو سواری پر بٹھا کر عرفات میں لے جاؤ اور کپڑے پہنا دو۔  
 تمہاری قسم پوری ہو جائے گی۔ وہ شخص کہنے لگا کہ اس وقوف سے مراد یومِ عرفہ  
 کا وقوف ہے۔ فرمایا ضروری نہیں کہ یہی حضرت ارب علیہ السلام والا جگہ کہ جنہوں  
 نے الگ الگ سو کوڑے مارنے کی بجائے سو تھکوں کا ٹٹھا ایک ہی دفعہ مار کر قسم  
 پوری کر لی تھی۔

فقہائے کرام اس مقام پر یہ وضاحت بھی کہتے ہیں کہ یوب علیہ السلام کی  
 جلد سازی خاص وجوہ کی بنا پر تھی۔ آپ کی بیوی سو کوڑوں کی ہرگز سزاوار نہیں تھی کیونکہ  
 وہ تو ایک صالحہ اور عاقلہ کی خدمت کا رُخا نون تھی مگر شیطان کی بات سننے کی ذرا  
 سی کوتاہی پر ارب علیہ السلام نے سولہ ٹھیلے مارنے کی قسم اٹھائی یہ مطلب یہ ہے  
 کہ یہ جلد اس لیے کیا تھا کہ ایسی صابروں کا یہ عورت کو زیادہ اذیت نہ پہنچائی جائے  
 تاہم امام ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ ایسے جلد میں بھی شرط یہ ہے کہ گھٹے کے سارے  
 ٹٹھے یا پھٹریاں طرلاً یا عرفہ جسم کے ساتھ لٹکی جائیں اور معذوب کو کچھ نہ کچھ  
 تخفیف بھی پہنچی جائے، ورنہ قسم پوری نہ ہوگی۔

صبرِ ارب

بہر حال حضرت ارب علیہ السلام کے متعلق اللہ نے فرمایا **إِنَّا وَجَدْنَاهُ**  
**صَابِرًا** ہم نے ارب علیہ السلام کو صبر کرنے والا پایا۔ انہوں نے طویل عرصہ تک  
 تکلیف اٹھائی مگر حرفِ شکایت زبان پر نہ لائے۔ ان کی روح میں ہمیشہ تسکین



دل میں مہر اور شہانِ پیشتر ہی رہا۔ فرمایا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وہ بہت ہی خوب  
 بندہ تھا۔ اَوَّلُ مَا بَدَأَ اللَّهُ بِهِ الْبَشَرِ اور اللہ کی طرف رجوع رکھنے والا تھا۔ اللہ نے یہ  
 صفات پہلے حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کی بیان فرمائیں سب کو تنہی، ارشاد  
 میں خدا ہی کی طرف رجوع رہا۔

---



وَأَذْكُرْ عَبْدَنَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ  
أُولَى الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ ③۵ إِنَّا اخْلَصْنَاهُمْ  
مَخَالِصَةٍ ذِكْرَى الْآرَارِ ③۶ وَإِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمَرْ  
الْمُصْطَفَيْنِ الْآخِيَارِ ③۷

ترجمہ :- اور آپ تذکرہ کریں ہلکے بندوں ابراہیم  
اسحاق اور یعقوب (علیہم السلام) کا جو ہاتھوں اور آنکھوں سے  
تھے ③۵ بیشک جو سے ان کو ممتاز کیا ہے ایک عالم  
چنیر کے ساتھ جو اس گھر کی یاد ہے ③۶ اور بیشک  
یہ ہمارے نزدیک چنے ہوئے نیک لوگوں میں سے  
ہیں ③۷

گزشتہ درس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے صاحبزادے خیران  
کے انعامات کا ذکر ہو چکا ہے۔ آپ آج کے درس میں بعض دیگر انعامات  
کا تذکرہ ہے۔ ارشاد ہوتا ہے وَأَذْكُرْ عَبْدَنَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ  
اور آپ ذکر کریں ہمارے بندوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کا۔  
اسحاق ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے اور یعقوب آپ کے پوتے ہیں۔ یہ سب کے ہی  
اللہ کے پی ہیں۔ گزشتہ آیت میں تذکرہ انہما کی طرح اس اذکار کا ذکر ہی اکی سلسلہ  
کی گڑی ہے کہ ان پر بھی عذاب و آلام آئے تھے۔ ان کے صبر و استقامت  
کا ذکر تھا۔ کہ لہذا ان کے پیغمبر آخر الزمان آپ بھی صبر و استقامت کو  
اعتبار کیے۔ کہیں کہیں رو سب کی طعنہ زنی سے مشغول نہ ہوں کہ اللہ کے پاس

بعض انبیاء  
کا تذکرہ



اسی چیز پر کامیابی کا دار و مدار ہے ۔

اس آیت میں مذکورہ انبیاء علیہم السلام میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ابتلا کو ضرب المثل بن چکی ہے جسے ساری دنیا کے لوگ جانتے ہیں ۔ اہل بابل نے آپ پر طرت طرت کے مظالم ڈھائے ، آپ کو ملک بدر کرنے کی دھمکیاں دیں ، کیسی کیسی بدسلوکی کی حتیٰ کہ بالکل ختم کر دینے کا منصوبہ بنایا مگر اللہ نے ان کی تمام تدبیروں کو ناکام بنایا ۔ پھر ابراہیم علیہ السلام کو ہجرت کا حکم ہوا اور آپ نے اپنا وطن چھوڑ دیا ۔ اور شام و فلسطین میں آباد ہو گئے ۔ پھر آپ نے اللہ کے حکم سے بیوی بچے کر کے بارہ ہجرت میں چھوڑ دیا ۔ پھر اسی بچے کو ذبح کرنے کا حکم ہوا ۔ تو آپ اس آزمائش میں بھی پورے اُتے ، فرمایا آپ ان کا تذکرہ کریں اور ان کے ساتھ ان کے بیٹے اسحاق علیہ السلام اور پوتے یعقوب علیہ السلام کا بھی ۔ اللہ کے ان نبیوں نے اپنے اپنے زمانے میں اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچایا ، اور اس راستے میں آنے والی ہر تکلیف کو برداشت کیا ۔

بصورت اور  
آنکھوں والے  
انبیاء

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء علیہم السلام کی تعریف یہ فرمائی ہے ۔  
أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَىٰ وَالْأَبْصَارُ کہ وہ بصورت اور آنکھوں والے لوگ تھے ۔  
بصورت اور آنکھیں تو ہر شخص کے جسم کے آلات ضروریہ ہیں ۔ انسانی ہاتھ کام کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہیں جب کہ آنکھوں کے ذریعہ انسان اشیاء کو دیکھتا ہے ۔ اس بصارت کی رپورٹ دماغ میں پہنچتی ہے ، دماغ اس مشاہدے کو سمجھتا ہے اور اس طرح انسان کو علم حاصل ہوتا ہے ۔ گویا آنکھیں حصول علم کا بہت بڑا ذریعہ ہیں ۔ سورۃ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔ وَإِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عِنْدَهُ مُسْمُوعًا ۖ وَأَيْتِ اسْمِی کہ اللہ نے انسان کو کلاں ، آنکھ اور دل جیسے اعضائے رفیعہ عطا فرمائے اور ان کی ہر کردگی کے متعلق قیامت والے دن باز پرس ہوگی ۔

امام رازیؒ اور بعض دیگر مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان



کے اندر دو قسم کی قوتیں رکھی ہیں۔ یعنی قوتِ علی اور قوتِ علی یا فطریہ قوتِ علی کا منظر ہاتھ میں۔ کیونکہ تمام کام ہاتھوں سے انجام دیے جاتے ہیں اور قوتِ علی یا فطریہ آنکھوں کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ انسان آنکھوں کے ذریعے دیکھ کر غور و فکر کرتا ہے۔ عقل کو برائے کار لانا ہے اور پھر کسی نتیجے پر پہنچتا ہے۔ تو یہاں یہ انبیاء و علیہم السلام کے متعلق فرمایا کہ وہ ہاتھوں اور آنکھوں کے لئے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے ان برگزیدہ بندوں میں قوتِ علی اور قوتِ علی یا فطریہ کمال درجے کی تھی۔ عام انسانوں کی نسبت اللہ نے انہیں عقل و شعور اور فہم و فراست بھی زیادہ عطا فرمایا تھا اور علی کا ہاتھ سے بھی وہ بلند ترین مقام پر فائز تھے۔

علامہ زعترنی کہتے ہیں کہ اس کا مفہوم اس طرح سمجھ لیں کہ جو لوگ ہاتھوں اور آنکھوں کی قوت کو صحیح طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ جائزہ امور کو انجام دیتے ہیں اور منہیات سے بچتے ہیں، وہی اصل میں ہاتھوں اور آنکھوں کے ہیں۔ اور جو ان اعضاء کو صحیح طریقے سے استعمال نہیں کرتے وہ گویا ان اعضاء سے ہی محروم ہیں۔ اسی لیے اللہ نے کافروں کے متعلق فرمایا ہے۔ اِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ رَاٰ اَنْعَالَ ۲۲۔ بے شک اللہ کے نزدیک بدترین ہے اور گونگے وہ لوگ ہیں۔ جو عقل سے کام نہیں لیتے اگر یہ لوگ عقل و شعور کو برائے کار لاتے تو کفر و شرک جیسی ملک بیماری میں مبتلا نہ ہوتے۔ کفر و شرک تو عقل کے بھی خلاف ہیں اور فطرتِ سلیمہ کے بھی خلاف ہیں۔ فرمایا یَفْقَهُوْنَ ظُلُمًا اِذَا رَفَعَتِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا اِجْمَعًا وَهُمْ عَنْ الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی۔ غُفْلًا لِّمَوْنِ (الروم)۔ یہ لوگ دنیا کی ظاہری زندگی کو تو خوب جانتے ہیں۔ اُس کے ہر اچھے برے عمل سے واقف ہیں مگر آخرت کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ بلکہ عقل غافل ہیں۔ وہ جہل و ہیبت کہ یہ اپنی قوتِ علی



اور قوتِ علمی یا فکری سے صحیح طور پر مستغنی نہیں ہوتے۔ اس کے برخلاف مذکورہ  
انبیاء علیہم السلام کے متعلق فرمایا کہ وہ ان قوی کو بالکل صحیح صحیح طریقے سے استعمال  
کرتے تھے۔ گویا وہ صحیح معنوں میں مخلصوں اور آنکھوں والے تھے۔ وہ کمالِ نبی  
کی قوتِ علمی اور قوتِ نظری کے مالک تھے۔ اللہ نے ان کی اس صلاحیت کی  
تعریف فرمائی ہے۔

انبیاء  
عصمت

اگلی روایات میں اللہ تعالیٰ نے عصمتِ انبیاء علیہم السلام کے متعلق دو  
دلائل بیان فرمائے ہیں۔ عصمتِ انبیاء سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے  
ای کو کائنات میں حاصل ہوتی ہے کہ ان سے گناہ نہیں سرزد ہونے دیا جاتا۔ فرشتے  
تو سارے ہی محصور ہیں، البتہ ان لوگوں میں سے یہ شرف صرف انبیاء کو حاصل  
ہے۔ مستزاد قسم کے بعض لوگ کہتے ہیں کہ بنیوں سے بڑے گناہ تو سرزد نہیں ہوتے  
ابنہ چھوٹے چھوٹے گناہ ہو جاتے ہیں۔ مگر اس ضمن میں تمام حضرات، مفسرین  
محققین اور اہل حق کا اتفاق ہے کہ اللہ کے نبی تمام صفات، کمالات سے پاک ہوتے  
ہیں۔ دراصل گناہ وہ ہوتا ہے جو قصہ اور ارادے کے ساتھ کیا جائے۔ مگر نبی کے  
متعلق ایسی بات سوچی بھی نہیں جاسکتی۔ البتہ معمولی درجے کی لغزش ہو سکتی ہے  
جو خطائے اجتہادی کے درجے میں آتی ہے، لیکن بنیوں کو اس پر بھی سخت گرفت  
ہو جاتی ہے۔ بعض انبیاء کی ایسی لغزشوں پر انہوں نے اپنے اپنے ظلم اور گناہ کے  
الفاظ بھی استعمال کیے ہیں اور پھر اپنے لیے استغفار بھی کرتے ہیں وہ حقیقی  
گناہ نہیں ہوتے بلکہ انبیاء علیہم السلام معمولی کوتاہیوں کو بھی بہت بڑا سمجھتے ہوئے  
ان لغزشوں کی معافی طلب کرتے نظر آتے ہیں۔ یہ چیز ان کے مقامِ رفیع کی  
دلیل ہے۔

مولانا شاہ اشرف علی تھانوی اپنی تفسیرِ بیان القرآن میں رقمطراز ہیں  
کہ انبیاء علیہم السلام سے نہ تو حقیقی گناہ سرزد ہوتا ہے اور نہ ان کو حقیقی مستزاد  
ہے۔ بظاہر تو یہ گناہ نظر آتا ہے۔ مگر یہ بلا ارادہ و قصد معمولی لغزش ہوتی ہے



جہاں تک سزا کا تعلق ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی یہ امتحانیں بھی جہاں تک حد تک دور  
ہوتی ہیں۔ جب کہ حقیقی سزا تو وہ ہے جو پھر یوں کو آخرت میں ملے گی۔

عصمتِ انبیاء  
پر پہلی دلیل

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے عصمتِ انبیاء سے متعلق پہلی دلیل یہ بیان  
فرمائی ہے اِنَّا اخْلَصْنَاهُمْ بِخَالِصَةٍ مِّنْهُمُ اَن تَرْتَابِزَ سَبْعَ اَيَّامٍ  
خاص خلعت کے ساتھ اور وہ خلعت ہے نوکری الذیٰرِ آخرت کے  
گھر کی یاد۔ یہ بیروں کی خصوصیت ہے کہ اُن کے ہمیشہ نظر ہمیشہ آخرت کا  
گھر ہوتا ہے اور وہ اس کو کسی طرح بھی فراموش نہیں کرتے۔ عام آدمی کی پریشانی  
قریب اوقاتِ آخرت کی یاد سے خالی گزرتی رہتی ہے اور وہ اسے نہ مٹا کر بھول  
فراموش کیے کہتے ہیں مگر اللہ کے نبیوں کا دل ایک لمحہ بھر کے لیے بھی آخرت  
کے گھر کی یاد سے خالی نہیں ہوتا اور انہیں ہمیشہ اُسی گھر کی فکر رہتی ہے۔ یہی  
اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سرگناہ سے محفوظ اور معصوم ہوتے ہیں۔

سورۃ الاحیاء میں اللہ تعالیٰ نے کئی انبیاء کا ذکر کر کے فرمایا ہے يَذْكُرُكَ  
رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خِشَعِينَ (آیت ۱۰۰) یہ لوگ ہمیں امید  
اور خوف کے ساتھ پکارتے تھے اور ہمارے سامنے عاجزی کا اظہار کیا کرتے  
تھے۔ خورشید غائم البیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ  
کا بیان ہے كَانَ رَسُولُ اللَّهِ يَذْكُرُ اللَّهَ فِي كُلِّ حَيَاتٍ  
کہ حضور علیہ السلام اپنے تمام اوقات میں اللہ تعالیٰ کی یاد کیا کرتے تھے۔ اور اس  
سے کسی وقت بھی غافل نہیں ہوتے تھے۔ ظاہر ہے کہ اللہ کے بندے اُس  
کی طرف اس قدر رغبت رکھتے والے ہوں اور اُس سے اس قدر ڈرنے والے  
ہوں ان سے گناہ کیسے سرزد ہو سکتا ہے، اُن کی آخرت کے گھر کی یاد ہی  
اُن کی عصمت کی دلیل ہے۔

دوسری  
دلیل

اللہ نے اپنے برگزیدہ بندوں کی عصمت کی دوسری دلیل یہ بیان فرمائی  
ہے وَارْتَبِعْ جُنْدَنَا لِمَنِ الْمُصْطَفَيْنِ الْاٰخِيَارِ اور وہ ہمارے نزدیک



منتخب اور اپنے لوگوں میں سے ہیں۔ یہ منتخب کما لفظ ظاہر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جس ذات میں مطلوبہ استعداد اور صلاحیت پاتا ہے، اُس کو نبوت و رسالت کے لیے خود منتخب فرماتا ہے، مگر نبوت کوئی کسی چیز نہیں ہے کہ کوئی شخص دُکڑوں پاس کر کے، کوئی کورس پاس کر کے یا عبادتِ ربانیت کر کے منصبِ نبوت پر فائز ہو جائے، بلکہ یہ تو خدا تعالیٰ کا انتخاب ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسی مہتمیٰ کو نبوت و رسالت کے لیے منتخب نہیں کرے گا جس سے قصہ و ارادہ کے ساتھ گناہ کا احتمال ہو سکتا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے عروسی علیہ السلام کے متعلق فرمایا ہے: **رَأَىٰ أَصْطَفٰیٰكَ عَلٰی النَّاسِ بِرِّسَلٰتِیْ وَبِحَسَبِ الَّذِیْ رَاَ الْعَرٰفَ - ۱۴۴** میں نے تم کو منتخب رسالت کے ساتھ منتخب فرمایا اور پھر تمہیں شہرت تکم بھی بخشا ہے۔ پس جو میں نے عطا کیا ہے اُس کو بیکار اور میرا شکر بکالاف۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ رسالت و نبوت اللہ کا انتخاب ہوتا ہے اور یہ ایسی بہترین شخصیت کا ہوتا ہے جس سے گناہ سرزد ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ عصمتِ انبیاء کی دوسری دلیل ہوگئی۔

مولانا محمد قاسم  
ناز تروی کی  
تشریح

بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم ناز تروی شاد ولی اللہ کے سلسلہ کے لوگوں میں ایک ممتاز شخصیت ہیں جن کو اللہ نے کمالی درجہ کا علم و عقل و شعور عطا فرمایا تھا۔ مولانا عہدِ اللہ سندھی فرماتے ہیں کہ شاد ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ مفسر اور عظیم فکر کے مالک ہو کر باریک حقیقتیں صرف اہل ایمان کو سمجھا سکتے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے مولانا ناز تروی کو وہ صلاحیت بخشی تھی کہ اپنے تفسیر سے وہ ہندو اور عیسائی جیسے انجیار کو بھی اسلام کے غامض حقائق سمجھا سکتے تھے۔ شاہجہان پور کے تاریخی جلسہ میں جہاں ہندوؤں اور عیسائیوں نے اپنے اپنے مذہب کی صداقت بیان کی وہاں مولانا نے اسلام کی حقانیت پر مدلل تقریر کی جسے تمام لوگوں نے اعلیٰ ترین تقریر تسلیم کیا۔



حضرت مولانا نذرتی نے أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ (اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت) والی آیت سے عصمتِ انبیاء کو ثابت کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت تو ہر حالت میں بغیر کسی قید اور شرط کے ہر مسلمان پر مطلقاً فرض ہے۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ خالق، مالک اور معبود برحق ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی اطاعت یقینیت، مالکیت فرض ہے، اسی طرح اس آیت کی رو سے رسول کی اطاعت یقینیت رسالت فرض ہے۔ اگر نبی سے گناہ کا امکان ہوتا تو اس کی اطاعت اس طرح مطلقاً فرض نہ ہوتی۔ اللہ کا نبی غلطی سے ہرگز ہوتا ہے لہذا اس کی اطاعت ہر حالت میں لازم ہے۔ گویا یہ بھی عصمتِ انبیاء کی دلیل ہے۔

حضور علیہ السلام بعض اوقات خوشگوار مزاج بھی فرماتے تھے۔ صحابہ نے عرض کیا، حضور! آپ اللہ کے نبی ہو کہ مزاج کرتے ہیں؟ فرمایا، ہاں! مگر میری زبان سے اس وقت بھی حق ہی نکلتا ہے، عام قاضی اور جج کے متعلق تو حضور علیہ السلام کا فرمان ہے لَا تَحْكُمُ بَيْنَ النَّاسِ وَأَنْتَ عَفْصَانٌ کہ غصے کی حالت میں کوئی فیصلہ نہ کیا جائے مگر اپنے متعلق فرمایا کہ میرا فیصلہ ہر حالت میں مطلق ہوتا ہے۔ آپ نے حضرت زبیرؓ اور ایک انصاریؓ کے تنازعہ میں غصے کی حالت میں فیصلہ کیا تھا مگر اس میں بھی غلطی کا کوئی امکان نہیں تھا۔ گویا یہ بھی عصمتِ انبیاء کی دلیل ہے۔

اس مسئلہ میں مولانا مودودی صاحب نے غلطی کی ہے لکھتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ انبیاء سے اپنی حفاظت کرائے گا تو ان سے ایک دو غلطیاں بھی سرزد نہ دیتا ہے تاکہ لوگوں کو علم ہو جائے کہ آپ معبود نہیں بلکہ انسان اور بشر ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بشریتِ رسالت کے ہر نصاب سے لوازمات خود قرآن میں بیان کر دیے ہیں مثلاً یہ کہ انبیاء نکاح کرتے ہیں، ان کی بیویاں ہوتی ہیں، اور پھر اولاد بھی ہوتی ہے۔ وہ کھانا کھاتے ہیں اور پانزاروں میں چلے پھرتے ہیں۔ وہ بیمار بھی ہوتے ہیں اور شہید بھی ہوتے ہیں۔ ان سب چیزوں سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کا نبی انسان ہوتا ہے۔

یہ ناموروی  
کی غلطی



این محتاج کی موجودگی میں نبی کی بشریت ثابت کرنے کے لیے اس سے غمگین  
 سرزد کرنا قرین قیاس معلوم نہیں ہوتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر نبی سے  
 عصمت کو اٹھایا جائے خواہ عقیدتی دیمک کے لیے ہی، تو پھر تو نبی پر سے اعتقاد  
 ہی اٹھ جائے گا۔ کو نہ جانے فلاں بات اللہ کے نبی نے کس حالت میں فرمائی  
 ہے اور کیا یہ حقیقت ہے یا غلطی۔ لہذا نبی کے لیے عصمت کا ہونا ضروری ہے۔

---



وَادْكُرْ إِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ وَكُلٌّ  
 مِّنَ الْأَخْيَارِ ⑤٨ هَذَا ذِكْرٌ وَإِنِّ لِلْمُتَّقِينَ لِحُسْنِ  
 مَّآبٍ ⑤٩ جَدَّتِ عَدْنٍ مَّقْحَرَةٌ لَهُمُ الْأَبْوَابُ ⑥٠  
 مُتَكِبِينَ فِيهَا يُدْعَوْنَ فِيهَا بِهَآكِهِ كَثِيرَةً  
 وَشَرَابٍ ⑥١ وَعِنْدَهُمْ قَصِيرَاتُ الطَّرَفِ  
 اتُّرَابٍ ⑥٢ هَذَا مَا تُوعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ⑥٣  
 إِنَّ هَذَا لِرِزْقِنَا مَالِدٌ مِّنْ نَّفَادٍ ⑥٤ هَذَا مَوْ  
 دِعٌ لِلطَّافِينَ لَشَرِّ مَّآبٍ ⑥٥ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا  
 فَيَنْسِفُ اللَّهُ أَقْلَهُ ⑥٦ هَذَا أَقْلُكُمْ وَقُوَّةُ حَمِيمٍ وَ  
 غَتَّاقٍ ⑥٧ وَأَخْرَجَ مِنْ شَكْلِهِ أَزْوَاجٌ ⑥٨ هَذَا  
 قَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ لَا مَرْحَبًا لَهُمْ إِنَّهُمْ  
 صَالُوا النَّارِ ⑥٩ قَالُوا بَلْ أَنْتُمْ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ  
 أَنْتُمْ قَدْ مُّمُّوهُ لَيْتَ فَيَسَّ الْقَرَارُ ⑦٠ قَالُوا  
 رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هَذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا  
 فِي النَّارِ ⑦١ وَقَالُوا مَا لَكَ لَا تَرَىٰ رِجَالًا  
 كُنَّا نَعْدُهُمْ مِّنَ الْأَشْرَارِ ⑦٢ أَخَذَ لَهُمْ



سَيُخْرِتُهُمْ لِمَنْ رَزَاغَتْ عَنْهُمْ الْأَبْصَارُ ۖ وَإِنَّ  
ذَلِكَ لَفِي حَقٍّ مُخَاصٍّ أَهْلُ الْمَنَارِ ۝

ترجمہ :- اور آپ تذکرہ کریں اسماعیل ، ایسے اور ذائقہ  
علیم اللہ کا ۔ اور یہ سب توڑی والے تھے (۴۸) یہ ایک  
نصیحت ہے ۔ اور بیشک متقیوں کے لیے البتہ  
بہت اچھا ٹھکانا ہے (۴۹) باتیں ہیں کہنے کے  
لیے ، کھلے ہوں گے اُن کے لیے دروازے (۵۰)  
نیچے لگا کر بیٹھنے والے ہوں گے اُن میں اور  
طلب کریں گے اس میں سے بہت سے پھل اور  
مشروب (۵۱) اور اُن کے پاس عورتیں ہوں گی نیچی  
لگاہیں رکھنے والی ، ہم عمر (۵۲) یہ وہ ہے جس کا  
تم سے وعدہ کیا گیا تھا حساب کے دن (۵۳) بیشک  
یہ البتہ ہماری ہی ہوئی روزی ہے ، نہیں ہے اس  
کے لیے کمی (۵۴) یہ بات راتوں نے سن لی ، اور  
بیشک سرکشوں کے لیے البتہ بُرا ٹھکانا ہے (۵۵) وہ  
جہنم ہے ، جس میں وہ داخل ہوں گے ، پس بہت ہی  
جُڑی جگہ ہے آرام کرنے کی (۵۶) یہ بات (بھی تم نے  
سن لی) پس وہ چکھیں گے کھوت ہوا پانی اور بدبودار  
پیپ (۵۷) اور مزید بھی اس شکل کی طرح طرح کی  
چیزیں (۵۸) یہ ایک فوج (گردہ) ہے جو گھستی چلی آ  
رہی ہے تمہارے ساتھ نہ خوش آمدید ہو ان کو بیشک  
یہ داخل ہونے والے ہیں روزِ قیامت کی آگ میں (۵۹) وہ



کہیں گے، بلکہ تمہارے لیے خوش آمدید نہ ہو۔ تم نے  
 ہی آگے بھیجا ہے ہمارے لیے اس چیز کو۔ پس  
 بہت ہی بری ہے ٹھہرنے کی جگہ (۶۰) وہ کہیں گے  
 لے ہمارے پروردگار! جس نے ہمارے لیے یہ چیز  
 آگے بھیجی ہے پس اُس کے لیے کئے عذاب دُگن  
 دوزخ کی آگ میں (۶۱) اور کہیں گے وہ دوزخ والے  
 کہ کیا ہے ہیں کہ ہم نہیں دیکھتے اُن لوگوں کو جن کو  
 شرع خیال کیا کرتے تھے (۶۲) ہم نے اُن کے ساتھ  
 ٹھکانا کیا تھا، یا اُن سے آنکھیں چوک رہی ہیں (۶۳)  
 یہ البتہ برحق ہے جھگڑنا آپس میں دوزخ والوں کا (۶۴)

بڑا آیت

گزشتہ درس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم، اسماعیل اور یعقوب علیہم السلام  
 کے صبر و استقامت کا ذکر فرمایا اور اُن کی تعریف میں اُن کی قوتِ عملی اور قوتِ  
 نظری کو بیان فرمایا۔ انہوں نے ہر تکلیف پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہی ادا کیا۔ یہ لوگ  
 اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع رکھنے والے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کی قسمت  
 کا تذکرہ فرمایا کہ وہ معصوم ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن سے کوئی گناہ نہیں سرزد ہوئے  
 دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو آخرت کے گھر کی یاد جیسی عظیم نعمت سے  
 نوازا تھا۔ اللہ نے اُن کو از خود منتخب فرمایا تھا اور وہ اُس کے برگزیدہ بندے تھے۔

اسماعیل علیہ السلام  
 اور ذاکر علیہ السلام

آج کے درس کی پہلی آیت میں اللہ نے اپنے تین مزید بندے کو یاد  
 کا تذکرہ فرمایا ہے، ارشاد ہوا ہے: وَ اذْکُرْ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِلِیْسَ  
ذَآلَ الْکِفْلِ اور آپ تذکرہ کریں اسماعیل، الیسع اور ذاکر علیہم السلام کہ  
وَحُکْمًا مِّنَ الْاٰخِرٰتِ یہ سب کے سب غزلی نے افیا تھے۔ اللہ تعالیٰ  
 نے انہیں بھی نبوت و رسالت کے لیے منتخب فرمایا۔ ان میں سے حضرت اسماعیل  
 علیہ السلام کے واقعات تو مشہور ہیں کہ آپ اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام



کی دعا کے نتیجے میں بڑھاپے میں قرار ہوئے۔ پھر آپ کا باپ آپ کو اور آپ کی والدہ حضرت ماجشہ کو مکے کی بے آب و گیاہ سرزمین میں چھوڑ گیا۔ پھر حبیب آپ بھاگنے دوڑنے کی عمر کی پہلی قربانی کے لشکر کے حکم سے آپ کی گردن پر چھری چلا دی مگر اللہ نے آپ کو بچایا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ کے جس روز سکرنی کا ذکر ہوا ہے وہ حضرت ایسح علیہ السلام ہیں جو حضرت الیاس علیہ السلام کے بعد ان کے جانشین بنے۔ ان پر بھی بہت سی مصیبتیں آئیں جنہیں انہوں نے صبر و استقامت کے ساتھ برداشت کیا۔ گذشتہ سورۃ میں الیاس علیہ السلام کے بت کے میں یہ تذکرہ ہو چکا ہے کہ دشمنوں کی ایذا و ساریوں کی دہشت گردی آپ چھ ماہ تک رد پوش بھی رہے پھر حال آپ کے جانشین ایسح علیہ السلام ہوئے جن کا ذکر بائبل میں بھی موجود ہے۔

تیسرے نبی ذوالکفل علیہ السلام ہیں۔ بعض انہیں حضرت ایوب علیہ السلام کا بیٹا بتاتے ہیں، تاہم یہ بھی انہی کے بنی اسرائیل میں سے تھے۔ آپ کا لقب ذوالکفل اس لیے مشہور ہو گیا تھا کہ آپ نے کسی شخص کی ضمانت دی تھی جس کی بنا پر آپ کو چودہ سال یا اس سے زیادہ عرصہ جیل میں گزارنا پڑا۔ اللہ کے اس نبی نے بھی مخالفین کے ہاتھوں بڑی تکلیفیں برداشت کیں۔ بعض مغرور ذوالکفل کی وجہ تسمیہ یہ بتاتے ہیں کہ آپ کے دربار کے چار اللہ کے پیروں کو قتل کر رہے تھے مگر آپ نے تقریباً ایک سو انبیاء کو پناہ دی اور ان کی کفالت کی، اس لیے آپ کا لقب ذوالکفل پڑ گیا۔ یہ سارے انبیاء نیک اور برگزیدہ انسان تھے۔ اللہ نے ان کے صبر و استقامت کا تذکرہ کر کے ان کے اسوۂ حسنہ کو اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے۔

قرآن مجید  
نصیحت

آگے ارشاد ہوا ہے **هَذَا ذِكْرُ نَبِيٍّ مِّنْ نَّبِيِّكَ يَأْتِيكَ الْوَحْيُ**۔ ذکر کے دو معانی آتے ہیں اور یہاں پر دونوں درست ہیں۔ ذکر کا ایک معنی تو نصیحت ہے اور قرآن پاک بلاشبہ مسرتا نصیحت ہی نصیحت ہے اور اہل



مطلوبہ و خور و لوگ اس سے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ آیت ۲۹۰ میں بھی گزر چکا ہے کہ ہم نے یہ کتاب اس لیے اتاری ہے کہ لوگ اس میں غور و فکر کریں و لیکن ذکر اولوالالباب اور تاکہ مطلقہ لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں۔

ذکر کا دوسرا معنی شرف ہے یعنی یہ قرآن پاک بنی نوین انسان کے لیے باہم اور عربوں کے انکسوس باعث عزت و شرف ہے۔ یہ اللہ کا کلام اور اس کا قانون ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے میں دیا ہے۔ اس سے بڑا شرف کیا ہو سکتا ہے بشرطیکہ انسان اس میں غور و فکر کریں اور اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر دنیا اور آخرت میں مسرور و مہربان بنیں۔ مگر افسوس کا مقام ہے کہ اکثر لوگ نہ تو اس کو پڑھتے ہیں۔ نہ اس میں غور و فکر کرتے ہیں۔ نہ اس پر خود عمل کرتے ہیں اور نہ اسے دوسروں تک پہنچاتے ہیں اور اس طرح اس کے فیوض و برکات سے محروم رہتے ہیں۔

اپنے بعض بہترین بندوں کا ذکر کرتے ہوئے بعد ازاں مطلقاً ایک لوگوں کو ملنے والے انعامات کا تذکرہ فرمایا ہے اور پھر مانتے ہوئے لوگوں کا انجام بھی بیان کیا ہے۔ اچھے لوگوں پر انوارِ اسلام سرخسرت میں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَاِنْ يْلَهُ شَيْءٌ مِنْ حَسَنِ النَّاسِ فَسَبَّحْتَ بِحَمْدِ اللَّهِ یعنی اگر کوئی اچھا شخص ہے۔ مستحق ہے مراد وہ لوگ ہیں جو خدا، شرک اور معاصی سے بچتے ہیں اور حدودِ شرعیہ کا احترام کرتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ نقویؒ کہتے ہیں یہ کشتے ہیں حفاظتِ برمودہ شرٹ یعنی شریعت۔ الیہ کی حدود کی حفاظت کرنا۔ انسانی زندگی کا کوئی سہارا ہو۔ عبادتِ ربانیت جو سیاست و معیشت، تجارت، ہویا و رابطہ باہمی، ہر سطح پر شریعت کی حدود کی حفاظت کرنے والے اللہ تعالیٰ کے لئے کا

مستحقین کے لیے انعام

جنت میں

فرمایا ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں جنتِ حجاز و قدس و ریحان باغات ہیں۔ بعض باغات مخصوص ہیں اور کئی جگہ ہیں اور ان میں

سے انعامات اللہ تعالیٰ سے مستحق ہیں







یا حیہم عمر  
عورتیں

فرمایا خور و نوش کی اشیاء کے علاوہ وَحْدَهُ هَذَا قَصْرَاتِ الطَّرِيقِ  
اَنْتَابِ اُن کے پاس بھی نگاہیں نہ کھینے والی ہم عمر عورتیں ہوں گی۔ انسانی زندگی کی  
تعمیل میں مرد کے لیے عورت کا بھی حصہ ہے۔ عورت کے بغیر زندگی سونے سولی  
اور نامکمل رہتی ہے۔ اللہ نے مرد و زن کے باہمی تعلق کو اس طرح بیان فرمایا ہے  
هٰنَ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَمْتٌ لِّبَاسٌ لَّهُنَّ (البقرہ ۱۸۴) عورتیں مردوں  
کالاس ہیں اور مرد عورتوں کا لباس ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ جنت میں عورتیں بھی عطا  
کرے گا جِن كُرْ اَزْوَاجٍ مُّطَهَّرَاتٍ (بقرہ ۲۵) یعنی پاک عورتوں سے تعبیر کیا گیا ہے  
ان کے اجزاء اور اخلاق مکمل طور پر پاک ہوں گے۔ اور یہی نگاہیں رکھنے والی  
اس کماندے کے کہ وہ اپنے خاندانوں کے علاوہ کسی دوسری طرف نگاہ نہ اٹھا کر  
بھی نہیں دیکھیں گی۔ اس دنیا میں تو عورتیں غیر مردوں کے ساتھ نہیں مارتی ہیں۔  
کلیں اور سینا گھروں میں جاتی ہیں، پردہ گرہم چلاتی ہیں اور گمانے کا کر غیر مردوں  
کا دل بہلاتی ہیں۔ مگر وہاں ایسی بات نہیں ہوگی، جتنی عورتوں کے اپنے خاوند  
اس قدر حسین و جمیل ہوں گے کہ ان کی نگاہ کسی طرف اٹھے گی نہیں اور یہی چیز  
سر مرد اور عورت کے حق میں عظمت و پاکدامنی کی علامت ہے۔

مرد و زن کا ہم عمر ہونا بھی ایک نعمت ہے۔ عمر کے تفاوت کی وجہ سے  
کئی ایک پیچیدگیاں اور پریشانیاں لاحق ہو جاتی ہیں مگر جنت میں ایسا کوئی مسئلہ  
پیدا نہیں ہوگا۔ کیونکہ جنتی مرد اور جنتی عورتیں ہم عمر ہوں گے۔

یا افراط  
روزہ

ارشاد ہوتا ہے هٰذَا مَرَّاتُ ثَلَاثٍ وَنَارُ الْجَهَنَّمَ يَبْرُؤُهَا كَسَابٍ يَوْمَئِذٍ  
ہے جس کا حساب کے دن و قیامت کے لیے تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ انشاء  
اِنَّ هٰذَا لَبَرَزٌ لَّكُمْ مِنْ رُزُقِكُمْ هٰذَا مِنْ رُزُقِكُمْ  
جے تک یہ کم نہیں ہوگی۔ دنیا میں تو اکثر چیزوں کی کمی واقع ہو جاتی ہے،  
فصلیں تباہ ہو جاتی ہیں، قحط سال پیدا ہو جاتی ہے، کارخانوں کی پیداوار بند ہو  
جاتی ہے اور لوگوں کو مشکلات پیش آتی ہیں، مگر جنت میں کسی چیز کی کمی



کو واقع نہیں ہوگی۔ جنت میں ہر چیز با افرار و بستر ہوگی۔

سکڑوں کا  
بدترین ٹھکانا

فرمایا هَذَا یہ بات تو ہوگئی۔ تم نے جنتوں کے انعامات کا تذکرہ سن لیا۔ اب ذرا افراسوں کا انجام بھی ملاحظہ کریں۔ ارشاد ہوتا ہے وَأَسْفَلَ سَاطِطِينَ کشتیوں میں اور بیشک سکڑوں کے لیے بڑا ٹھکانا ہوگا۔ جن لوگوں کی فکر، اعمال اور اخلاق خراب ہوں گے اور جنہوں نے خدا تعالیٰ کی شریعت اور دین کی حدود کو توڑا ہوگا، کفر، شرک اور ظلم و تعدی پر اصرار کرتے ہوئے بدعات، کورواج دیتے ہوں گے، غرور و تکبر میں مبتلا ہوں گے اور لوگوں کی حق تعالیٰ کے مرتکب ہوں گے۔ ان کا ٹھکانا بہت بڑا ہوگا۔ اور وہ کون سا ہے؟ جَهَنَّمَ وہ ٹھکانہ جہنم ہے يَدْخُلُونَهَا جس میں داخل ہوں گے فَيَكُونُ فِيهَا پس یہ آرام کرنے کے اعتبار سے بہت ہی بُری جگہ ہوگی یعنی وہاں کوئی آرام میسر نہیں آئے گا

بدترین  
غور و غور

فرمایا هَذَا یہ عذاب ہے فَإِذَا زُلْزِلَتْ زمین و آسمان پس ٹھیکس اس کو کھودنا ہوا پانی اور بہبود آب پید ہے۔ جسم کھوئے ہوئے گرم پانی کو کہتے ہیں جو درختوں کو پھینکے سے دیا جائے گا۔ سورۃ محمد میں آتا ہے وَنُفُثَ فِيهَا صَبَرٌ مَّا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ هَذَا (۱۵) جب وہ اتنا گرم پانی پئیں گے تو اسی کے پیٹ کی آتش کٹ کر نیچے گر پڑیں گی۔ اس پانی کا ایک ہی گھونٹ جسم کے پورے اندرونی نظام کو درجہ برہم کرنے کے لیے کافی ہوگا۔ یہاں پر دوسری چیز عناق کا ذکر ہے۔ عناق زخموں سے سینے والی زہیپ کو کہا جاتا ہے، حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ اگر عناق کا ایک ٹھولہ دنیا میں پھینک دیا جائے تو تمام انسانوں اور جانوروں کی زندگی اس کی ٹوک دھب سے تلخ ہو جائے۔ امام ابن جریرؒ اور بعض دوسرے مفسرین فرماتے ہیں کہ عیسٰی و عناق دو چیزیں ہیں عیسٰی سے مراد سخت ترین گرم پانی اور عناق کا مطلب آسمانی ٹھولہ آگاہ پانی ہے جس کا دوسرا نام زہرِ زہری ہے جس طرح سخت گرم پانی ناقابل استعمال ہوتا ہے اس طرح سخت



جہنم پالی بھی مضید نہیں ہوتا۔ غریب مفسرین نے غنائ کے یہ دونوں معنی بیان کیے ہیں یعنی: یہ اور انتہائی شند اپنی۔ ان دو چیزوں کے علاوہ فتنہ و فساد و انحور و شادی و راج اور سزا کے طور پر اس قسم کی طرح طرح کی سزا چیزیں بھی ہوں گی جو جہنم کے یہ وہاں جان بن جائیں گی اور وہ دردناک اذیت میں مبتلا ہوں گے۔

دو چیزوں کی  
بجائے

اب آگے اللہ تعالیٰ نے جہنم کی دو جماعتوں کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے ایک جماعت تابعین کی ہوگی اور دوسری مشرکین کی۔ دنیا میں باطل و باطل پرستی کے لئے اور اپنے لئے سب جہنم میں داخل ہوں گے اور پھر وہ ایک دوسرے پر الزام تراشی بھی کریں گے جس کی وجہ سے ان کو جہنم کا مزہ دینا پڑے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ: وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ۔ جو ایمان والے ہیں جو اپنے ایمان کو ظلم سے لیس کر رہے ہیں ان کے اجر بڑا ہے۔ اور پھر یہ آپس میں ایک دوسرے کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنائیں گے۔ گویا اس فوج سے مراد تابع اور مشرکین کا گروہ ہے جو جہنم کے کنارے پر جمع ہوگا۔ پھر آواز آئے گی لَا تَرْجِعْ بَصَبًا لِّهٰذَا النَّارِ کہ خوش آمدید نہ ہو یعنی ان کی آواز جلالت نہ کرو کیونکہ لَا تَرْجِعْ بَصَبًا لِّهٰذَا النَّارِ یہ تو جہنم میں داخل ہونے والے ہیں۔ یہ بڑے بڑے ائمہ الکفر ہیں گئے جو دنیا میں اپنی بات منواتے رہے اور فخر و کبر کو اپنے پیچھے گھنے پر بھروسہ کرتے رہے۔ پھر کمزور اور تابع لوگ جواب دیں گے قَالُوا بَلْ أَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ کہ ہم نہیں خوش آمدید نہ ہو۔ أَن تَعْلَمُوا کہ تم سمجھو کہ ان یہ تمہیں لوگ جو جہنم میں گئے ہمارے لیے اس چیز کو آگے بھیجا ہے۔ تمہارے ہی پرستی بہت ہمارے لیے کثرت کی ہے۔ جہنم میں رہے



جیسے گھر گمراہ ہونے اور پھر جہنم کے دروازے تک پہنچ گئے ہیں۔ فَبَشِّرْ  
الْقَوَارِیْہَ تَقَرَّرْ بِکُفْرِنِہِ کی بہت ہی بڑی جگہ ہے پھر وہ اللہ تعالیٰ سے درخواست  
 کریں گے قَالُوا رَبَّنَا مَتِّعْنَا هَٰذَا بِمَالِکِہِمْ۔ فَقَدَّمْنَا ہَٰذَا بِمَالِہِمْ اور وہ گھر  
 نے ہمارے لیے یہ مصیبت آگے بھیجی ہے یعنی جو لوگ ہمارے لیے عذاب  
 کا باعث بنے ہیں فَزِدْہُ عَذَابًا ضِعْفًا لِّی اللہ تعالیٰ شخص کو  
 دوزخ میں دگنی سزا دے۔ انہوں نے اپنے ساتھ ہمارا بیڑا بھی غرق کر دیا۔ قرآن  
 میں دوسری جگہ موجود ہے کہ مشرکین کہیں گے کہ تم نے خود ہی تمہاری کارنامہ  
 اختیار کیا تھا، تم اپنے مقصد وارادہ کے ساتھ اس راستہ پر چلتے آ رہے ہو، ہم  
 نے تمہیں مجبور تو نہیں کیا تھا کہ مشرک رہیں ہمارے پیچھے چلو۔ اب ہم یہ کیسے  
 الزام دھرتے ہو۔ دوزخیوں کی ایک دوسری الزام تراشی بھلے خود ان  
 کے لیے ایک ذہنی عذاب ہوگا۔

اہل ایمان  
 کی تلاش

اگلے آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل دوزخ کی ایک اور حیرانگی کا ذکر کیا ہے  
جَنَّتْ لَکُمْ جَنَّتْ مِّنْ جَنَّتْ کہ اپنے گروہ پیش کا جائزہ لیں گے، اور پھر وَقَالُوا مَا  
لَنَا لَا تَنَالِیْ رِجَالًا مِّمَّنْ لَّکُمْ لَعْنَةُ اللّٰہِ میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے کہ ہم یہاں  
 اُن مردوں کو نہیں دیکھ سکتے ہیں جنہیں ہم شریر خیال کرتے تھے أَخَذَ فِہُمْ  
مِنْ خِزَیْنَتِنَا دَنَیًّا ہم اُن سے ٹھٹھا کیا کرتے تھے، اُن کا مذاق اڑایا کرتے تھے  
 یہ اہل ایمان کی بات ہو رہی ہے۔ دوزخ واسے اُن کو یاد کریں گے اور کہیں گے  
 کہ ہم تو یہاں پہنچ گئے ہیں مگر وہ کہاں ہیں جنہیں ہم طرح طرح کی ازیتیں پہنچا  
 کرتے تھے، پھر خود ہی کہیں گے، کیا وہ لوگ یہاں آئے ہی نہیں أَمْرًا ذَمًّا  
عَنْہُمْ الا انصاف یا ہماری آنکھیں چرک رہی ہیں اور اُن کو توبہ کی سزا  
 عاجز ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ایمان ٹھٹھے تو اللہ کی رحمت کے مستحق ہیں  
 ہوں گے، وہاں دوزخ میں کہاں نظر آئیں گے؟

فرمایا رَبِّکُمْ اے اللہ! ذَٰلِکَ لَکُمْ ان کے لیے مِنْ رَّحْمَتِکُمْ اہل اللہ



اہل و عزیق کا آپس میں اس قسم کا جھگڑا تنازعہ اور ایک دوسرے پر الزام تراکی  
 بالکل ایسی ہی ہوگی۔ یہ آپس میں جھگڑا کر رہے ہیں اور پھر دوسروں کے متعلق بھی  
 گفتگو کریں گے کہ وہ کہاں ہیں؟ یہ صورت حال ان کی پریشانی میں مزید اضافہ  
 کما باعث بنتے گی۔

---



والمائدہ ۲۳

رِس دہم ۱۰

ص ۲۸

آیت ۶۵ تا ۷۰

قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنذِرٌ وَمَا مِن إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ  
 الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ⑥۵ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
 وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ⑥۶ قُلْ هُوَ  
 نَبَوَءُ عَظِيمٍ ⑥۷ أَنْتُمْ عِنْدَهُ مُعْرِضُونَ ⑥۸  
 مَا كَانَ لِي مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَأِ الْأَعْلَى إِذْ  
 يَخْتَصِمُونَ ⑥۹ إِنْ يُؤْخَىٰ إِلَىٰ آلَا أَنَّمَا أَنَا  
 نَذِيرٌ مُّبِينٌ ⑦۰

ترجمہ: آپ کہ دیجئے (اے پیغمبر! جسے شک میں نہ رہے)  
 خاتمے والا ہوں، اور نہیں ہے کوئی اور اللہ کے سوا  
 جو ایک ہے اور زبردست ہے ⑥۵ جو پھرتا رہتا ہے  
 آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے، وہ  
 کمالِ قوت کا مالک اور بخشش کرنے والا ہے ⑥۶ آپ  
 کہہ دیجئے کہ یہ ایک بڑی خبر ہے ⑥۷ تم اس سے  
 اعراض کرتے رہو ⑥۸ نہیں خواہ مجھے علمِ ظہور اعلیٰ  
 کا حجب کہ وہ آپس میں تکرار کہہ رہے تھے ⑥۹ نہیں اللہ  
 کی باقی میری طرف متوجہ رہے کہ بیشک میں ڈرتا ہوں والا  
 ہوں کھول کر ⑦۰

اس سورۃ کی ابتدا میں میں نے عرض کیا تھا کہ اس میں اللہ کے تمام

اہلِ آیت

عقائد توحید، رسالت، معاد اور قرآن پاک کی صداقت، وحی نبوت، کورائش کیاست  
چنانچہ پیدچاروں میں اس سورۃ مبارکہ میں بیان ہو چکا ہے۔ درمیان میں اللہ تعالیٰ  
نے عبید و استقامت کے حلقہ میں کئی انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرمایا اور ان کی شجرتوں  
اور نسب کو بحال بیان کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ جنتوں کے بعض انعامات کا تذکرہ  
فرمایا اور سرسبز اور نافرمان لوگوں کا انجام بھی ذکر کیا۔ اہل دوزخ کی جہنم میں تکلیف  
اور جہاد میں کشتی کا ذکر بھی آگیا ہے۔ آخر سورۃ میں یہ خلاصہ مضامین آ رہا  
ہے۔ چنانچہ آج کے درس میں بطور خاص توحید و رسالت کا بیان ہے۔ اور پھر  
ان کے درس میں ابلیس کی نافرمانی کا ذکر ہوگا۔ اور سورۃ کے اختتام پر پھر توحید و رسالت  
ہی کا بیان ہوگا۔

تفسیر تحفیت  
مقدمہ

ارشاد ہوتا ہے **قُلْ اِنَّ اِذَا مَنَّ اللّٰهُ فَاُخْرِجْنَا مِنْهُ لَوْ رَدُّوْهُ لَخَرَجْنٰ مِنْهُ لَوْرَدُوْا**  
کہ میں تو ڈرنا نہ ڈانڈوں۔ میرا فریضہ ہے کہ لوگوں کو کفر، شرک اور معاصی  
کے انجام سے خبردار کر دوں۔ اللہ کا ماننا ہے کہ نبی نذیر اور اسیر ہوتا ہے اللہ  
کے تمام نبی ایمان، توحید اور اطاعت کرنے والوں کو آخرت میں بخش و انعام  
سے ہمیشہ پور لگاؤ والی زندگی کی بشارت دیتے ہیں۔ تاہم ان کے پیغام میں انذار  
کا پہلو زیادہ نمایاں ہوتا ہے کیونکہ دنیا میں عام طور پر کفر، شرک اور معاصی کا  
دور دورہ رہتا ہے۔ فرمایا آپ کر دیجئے کہ میں تو انذار کرنے والا ہوں۔ اس  
میں مختار بات بھی آتی ہے کہ میں اللہ کم نہیں ہوں اور انہیوں والا کام ہے جو کرتا  
ہوں کوئی فرشتہ یا اللہ نہیں ہوں۔ میں تمہیں بڑائی سے انجام سے خبردار کر رہا ہوں۔  
فرمایا اگر تمہیں انذار کرنے کے ساتھ ساتھ توحید کی دعوت بھی دیتا ہوں  
**وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاَلَاءِ الْاُولٰٓئِیْہِ الَّذِیْنَ لَمْ یَرْجِعُوْا اِلٰی اللّٰهِ فَاُولٰٓئِیْہِ لَیْسَ لَهُمْ شُرَکَآءُۢ**  
جو ایک بہت اور غالب ہے۔ اس کے علاوہ نہ کوئی قاتل ہے۔ نہ دہاک ہے  
نہ دہر ہے۔ نہ کوئی عظیم کل ہے اور نہ قادر مطلق ہے۔ یہ تمام صفات صرف  
ذات باری تعالیٰ میں پائی جاتی ہیں۔ لہذا وہ ایک ہی معبود ہے۔ ہر چیز پر غالب

توحید اور تعالیٰ



ہے۔ عجیب، ناقص اور کمزوری سے پاک ہے فَتَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ  
والاعیان۔ ۱۹۰) یہ مشرک لوگ جن چیزوں کو اُس کا شریک بناتے ہیں وہ  
اُن تمام چیزوں سے پسند و برتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ بادشاہی صرف اِس دنیا  
تک ہی محدود نہیں بلکہ وہ کائنات کے جہاں کا بھی بے شکریہ شریک ہے ایک  
مختار ہے۔ اُس کا اعلان ہے وَإِنْ لَسْنَا لَظَٰئِرَةً ۖ وَالْأَوَّلُ (مائدہ ۱۳)  
یہ دنیا ہی ہماری ہے اور آخرت بھی ہماری ہے۔ ہر دو جہانوں میں ہماری  
ہی حکومت ہے، ہمارے سوا دونوں جہانوں میں کسی غیر کا مدد نہیں ملتا۔

سورۃ کی ابتدا میں بیان ہو چکا ہے کہ جب اللہ کے رسول نے مشرکین  
خدا کے ورہ لا شریک کی طرف دعوت دی تو وہ شعیب، بوکرہ کسے لے آجَعَلَّ  
الْاِلٰهَةَ الْاِلٰهًا وَاحِدًا عِندَ اِنَّا هَذَا الشَّيْءُ كِبًا اِذَا رَاٰهُ ۝۵۰ کیا  
اس شخص نے سارے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنالیا ہے یہ تو بڑی عجیب  
بات ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں کوئی شریک نہیں  
وَهُوَ الْفَٰرِقُ بَيْنَ عِبَادِهِ (الانعام۔ ۶) اور وہ اپنے تمام بندوں پر  
تسلط رکھتا ہے۔ سب چیزیں اُس کے اختیار میں ہیں۔

فرمایا کہ اے واحد کی ایک صفت یہ بھی ہے رَبُّ السَّمٰوٰتِ  
وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وہ آسمانوں، زمین اور اُن دونوں کے درمیان  
کی تمام چیزوں کا پروردگار ہے۔ عالم بالا ہو یا عالم زیریں، درمیانی فضا ہو  
یا فضائی گہرے سورج، چاند، ستارے وغیرہ سب کا رب وہی ہے۔ وہ العزیز  
کمال قدرت کا مالک اور ہر چیز پر غالب، اور العظائم بخشش کرنے والا  
ہے۔ وہ بڑا عزیزان ہے، اپنے بندوں پر فوری گرفت نہیں کرتا بلکہ سنبھل جانے  
اور توبہ کر لینے کا موقع دیتا ہے۔ اگر انسان اُس کی طرف رجوع کرے، اور  
تائب ہو جائے تو وہ نہ صرف غلطیوں کو معاف کر دیتا ہے بلکہ گناہوں کو نیکیوں  
میں تبدیل کر کے پسند و برتر بھی عطا کرتا ہے۔

قیامت بخیر  
بشری خبر

انہی دو آیات میں وقوع قیامت کا ذکر ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم قُلْ اَپ، کہ چیکے ہو تَبَوُّ الْعَظِيمِ کا کہ یہ ایک بڑی خبر ہے۔ اس سے مراد قیامت کی خبر ہے جیسے سورۃ النبا کے آغاز میں فرمایا عَمَّا يَذَّاتُونَ ① عَمَّا الْمُبَارِ الْعَظِيمِ ② یہ لوگ کہہ نہیں سکتے ہمارے میں ایک دوست سے پوچھتے ہیں کیا بڑی خبر ہے ہمارے میں یعنی قیامت کے متعلق جس میں یہ اختلاف کرتے ہیں؟

ملازمہ حضرت فرماتے ہیں کہ کھو کا اشارہ نہ صرف وقوع قیامت کے متعلق ہے بلکہ توحید و رسالت کی طرف بھی ہے۔ توحید کا مندر بھی عظیم خبر ہے جسے اللہ کے سارے پیروں نے لوگوں تک پہنچایا۔ دوسری طرف نبی کی توحید و رسالت بھی بہت بڑی خبر ہے۔ خدا کی توحید کو لوگوں تک پہنچانے اور دین اور شریعت کے احکام مر کی تبلیغ نبوت و رسالت کے ذریعے ہی ہوتی رہی ہے۔ اسی طرح نزول قرآن پاک بھی ایک عظیم خبر ہے۔ اللہ نے اس کو وحی کے ذریعے نازل فرمایا۔ اللہ کے نبی نے نہ تو کسی استاد کے سامنے نہ انیسے قلم اٹے کیا، نہ کسی سے علم حاصل کیا۔ نہ کوئی کتابیں پڑھیں مگر اس کے باوجود آپ نے امت کو تمام علوم سے آگاہ کیا۔ یہ سب کچھ وحی الہی کے ذریعے ممکن ہوا اور یہی اس کتاب کی صداقت کی دلیل ہے۔ پھر حال فرمایا کہ قیامت، توحید، رسالت یا قرآن جیسے ایک بہت بڑی خبر ہے اَسْمَاءُ عَمَّا مُعْرِضُونَ مگر ہم اس سے اعراض کرنے والے ہو۔ اللہ نے اُن لوگوں کی مذمت بیان فرمائی ہے جو وقوع قیامت کے منکر ہیں یا اس کی توحید اور رسالت کو تسلیم نہیں کرتے یا قرآن پاک کو وحی الہی ہونے کا یقین نہیں کرتے۔

ملازمہ اعلیٰ

اگر آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی جماعت ملازمہ اعلیٰ کا تذکرہ فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ مَا مَكَانٌ لِّهَا مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَأِ الْعَلَمِ وَذِي الْخُصْمُونَ جیسے ملازمہ اعلیٰ کے متعلق کچھ علم نہیں تھا جب کہ وہ تمام



کہہ رہے تھے۔ ملا اعلیٰ قرآن و سنت کی اصطلاح ہے جس کا لغوی معنی بندہ عبادت ہے۔ امام شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک اور صحیح احادیث میں ملا اعلیٰ کا ذکر موجود ہے جس کو اجمعی طرح سمجھ لینا چاہیے۔ پھر فرماتے ہیں کہ یاد رکھو! اس کائنات یعنی ارض و سما، چاند، سورج، سیارے اور ستارے، اہل صبح و شام، کھربوں سال پہلے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی جماعت ملا اعلیٰ کو پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ازل سے جانتا تھا کہ نوع انسانی کی مصلحت فرشتوں پر موقوف ہے، لہذا انہیں تھے آدم علیہ السلام کی تخلیق سے فرشتوں کو اس قدر پہلے پیدا کیا کہ جس کا ہم اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کے لئے بعض کام بھی رکھے ہیں۔ لَاقِصْوَنَ لِلَّذِينَ هُمْ أَأَمْرُهُمْ وَیَفْعَلُونَ مَا یُؤْمَرُونَ (الفرقان) فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرزبان نہیں کرتے بلکہ وہی کچھ کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے

فرشتوں کے فرائض میں سے ایک فریضہ یہ بھی ہے کہ وہ اُن لوگوں کے حق میں دعائیں کرتے ہیں، جنہوں نے اپنے نفس کو مذہب بنایا ہے اور وہ لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف جو لوگ غیر مذہب، ناشائستہ اور عقیقہ، عمل اور اخلاق کے لحاظ سے بدتر ہوتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں تو ملا اعلیٰ کے یہ فرشتے اُن کے حق میں لعنت بھیجتے رہتے ہیں، جن لوگوں کے لیے فرشتے دعائیں کرتے ہیں اُن پر دعائوں کی برکات نازل ہوتی ہیں اور دعائوں کا اثر انسانوں پر ظاہر ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کو ترقی نصیب ہوتی ہے۔ اور اُن کے لیے جزائے عمل میں مزید بستری پیدا ہوتی ہے۔ پھر جن کے حق میں فرشتے بددعائیں کرتے ہیں اُن کی ذات میں حسرت و افسوس اور مذمت پیدا ہوتی ہے۔ اور اُن کے جزائے عمل میں خرابی آتی ہے۔ باعتبار جماعت ان فرشتوں کو ملا اعلیٰ کہا جاتا ہے، باعتبار مجلس ان کا اسم مذی اعلیٰ اور باعتبار رقابت ان کا نام رفیق اعلیٰ ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وفات کے وقت یہی دعا کی

لَا تُحْجِدُ اللّٰہُ اِلَّا بَعْدَ صَلَاتِہٖ

تھی اللہ فیہ الدیق الاعلیٰ لے اسے! مجھے رفیقِ اعلیٰ میں پہنچا ہے۔  
 شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ علاءِ اعلیٰ کے فرشتوں میں تین درجے پائے جاتے  
 ہیں۔ پہلے درجے کی جماعت کا مادہ تخلیق بہت ہی بسیط اور لطیف ہے۔ ان کے  
 مادہ تخلیق کی مثال کوہِ طور پر نظر آنے والی آگ کی سی ہے۔ جب کوئی غبارِ کدوس مدین  
 سے واپس اپنے وطن آئے تو انہوں نے طور پر آگ دیکھی۔ قریب آگے تو  
 دیکھا کہ وہ آگ ایک درخت سے پھوٹ رہی تھی مگر اس کو جھلکی نہیں تھی بلکہ  
 درخت کی سرسبزگی میں مزید اضافہ ہو رہا تھا۔ مسلم شریعت کی روایت کے مطابق  
 حجابِ آدمی تھا یا حجابِ نوری تھا مطلب یہ کہ علاءِ اعلیٰ کے پہلے درجے کے  
 فرشتوں کو اللہ نے مذکورہ آگ جیسے مادہ سے پیدا فرمایا ہے۔ ان کے اجزاء  
 نہایت لطیف ہیں اور اللہ کے لیے نہایت لطیفہ روحیں ہیں۔ یہ آگ اور ان  
 کو بہت بڑی لافانی غطا فرمائی ہے۔ ان کی توجہ ہر وقت خدا تعالیٰ کی تعظیم  
 کی طرف رہتی رہتی ہے۔

علاءِ اعلیٰ کی دوسرے درجے کی جماعت درجہ بہ درجہ عالمِ برآ  
 کے لطیف عناصر سے پیدا کی گئی ہے اور یہ بھی بڑے لطیف فرشتے ہیں۔ یہ جماعت  
 بھی پہلی جماعت کے ساتھ مل کر ہوتی ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ علاءِ اعلیٰ کی  
 تیسری جماعت افضل الراضین کی ہے۔ انہوں میں افضل ترین لوگ باقیہ اور  
 فاضل بھی اپنا مادہ و درجہ کم کرنے کے بعد علاءِ اعلیٰ میں شامل ہو جاتے ہیں۔ علاءِ اعلیٰ  
 کے علاوہ اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان کسی نہ کسی طرح سفارت کا کام ہوتا ہے  
 میں اللہ تعالیٰ اسی کے ذریعے ہمارے ایک فیصلہ پہنچاتا ہے۔ مخلوق بنانے  
 ہوئے والی راحت و برائیمند اور شعلی بر یا بد حالی و بارانِ رحمت و ہر ایک غرض  
 سب انہی فرشتوں کے واسطے سے نافذ العمل ہوتی ہیں جس مقام میں یہ جماعت  
 رہتی ہے اُن کو خطیرۃ القدس کہا جاتا ہے۔ اسی مقام پر اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر  
 کے فیصلے نازل ہوتے ہیں اور پھر آگے کائنات میں جاری ہوتے ہیں۔ انہوں  
 نے حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۱۸



میں انبیائے کرام یا دیگر کمالیہ کی روحیں عیسایہ اس مادی جسم کو چھوڑتی ہیں تو وہ بھی اس رشتہ اعلیٰ میں پہنچ جاتی ہیں۔

ملاحظہ

علامہ اعلیٰ کے بالمقابل علامہ سافل ہوتے ہیں۔ ان کا مقام خطیرۃ القدس سے نیچے ہوتا ہے۔ ان فرشتوں کے آگے بہت سے طبقات ہیں۔ ان میں سے بعض قبر اور بہرہ میں متعین ہیں۔ کوئی زمین پر اور کوئی فضا میں۔ بعض سمندروں میں اور بعض انسانی اجسام کے اندر متعین ہیں۔ بعض فرشتے انسان کی حفاظت پر مامور ہیں۔ بعض انہوں کے اعمال سمجھنے پر مامور ہیں اور بعض کو استغناء و بے اثر امور پر مقرر کر رکھا ہے۔ جب ان تمام فرشتوں کی روشنی ایک وقت چلتی ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے۔ جس طرح بہت سے بلب ایک وقت روشن کر دیے گئے ہوں۔ اور پھر یہ روشنی جس مقام تک پہنچتی ہے اس کو علیین کہا جاتا ہے۔

تشریح  
بیان برکات

فرمایا مجھے تو علم نہیں تھا کہ فرشتے کس بات میں تشرار کو بے قیہ ہیں اس حوالہ کے متعلق مفسرین کرام دو تفسیریں پیش کرتے ہیں۔ پہلی تفسیر یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے متعلق فرشتوں میں بات چیت ہوئی۔ جس کا ذکر آگے آیت میں آیا ہے کہ جب اللہ نے آدم علیہ السلام کو تخلیق کیا تو فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ سب فرشتے سر بسجود ہو گئے مگر ابلیس نے اس بنا پر انکار کر دیا کہ وہ آدم سے افضل ہے۔ لہذا اور اس کو سجدہ نہیں کر سکتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اسے راند ڈر گاہ ٹھہرا اور قیامت تک کے لیے اس پر لعنت مسلط کر دی گئی۔ ایک تریہ تشرار ہے۔

دوسری تشریح خود حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے ہے۔ منہ احمد اور ترمذی شریعت میں یہ روایت موجود ہے جو محدثین کے نزدیک صحیح ہے۔ حضرت معاذ بن جبل بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فجر کی نماز کے لیے کافی دیر سے تشریف لائے یہاں تک کہ ہمیں غصہ لاحق ہو گیا کہ کہیں سورج نہ نکل آئے۔ آپ جلدی سے تشریف لائے۔ اقامت بھی گئی اور آجپ

وقت کی تنگی کی وجہ سے اسکی نماز پڑھائی۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اپنی جگہ پر بیٹھے رہو۔ پھر آپ نے اس طرح ارشاد فرمایا۔ اِنِّیْ قُمْتُ مِنَ الْبَیْتِ فَصَلَّیْتُ مَا قَدَّرَ لِیْ فَبَعَثْتُ فِیْ صَلَوَتِیْ فَرَأَیْتُ رَجُلًا فِیْ أَحْسَنِ صُورَةٍ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ هَلْ تَدْرِیْ فِیْ مَا یَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلٰی فَقُلْتُ لَا اَدْرِیْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَرَأَیْتُهُ فَوَضَعَ كَفَّهُ بَیْنَ کَتِفَیْ حَرًّا وَحَدَّثَ بِرُؤُوسِهِ فِیْ غُرَّتِیْ فَقُلِمْتُ مَا فِی السَّمَوٰتِ وَمَا فِی الْأَرْضِ - قَالَ یَا مُحَمَّدُ هَلْ تَدْرِیْ فِیْ مَا یَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلٰی قُلْتُ نَعَمْ فِی الْكُفَّارَاتِ نَقَلَ الْأَوْدَامُ إِلَى الْجَنَّاتِ الْمُكَثَّ فِی الْمَسْجِدِ بَعْدَ الصَّلَاةِ وَرَسَّخَ الْوُضُوءَ فِی الْمَكُورَةِ قَالَ وَمَا الدَّرَجَاتُ قُلْتُ رِطَامُ الطَّمَسَامِ وَلَیِّنُ الْكُزَامِ وَالصَّارِدَةُ وَالنَّاسُ نِیَامٌ ثُمَّ قَالَ سَلِّ فَقُلْتُ اللَّهُمَّ اِنِّیْ أَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَکِیْنِ وَإِنِّ تَعَزَّیْ لِيْ وَلِجَمْعِیْ وَإِذَا أَرَدْتُ بِشَوْءٍ فَتَنْهَ عَنْهُ فَتَوَفَّیْ عَنِ غَیْرِ مَفْتُوْنٍ وَأَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَحُبَّ شَعْرِیْ بِقَرْبِیْ إِلَیْكَ۔ حُصِّلَتْ مِنْ رَأٰی کَوْبِیَارِیْزِیْ اورد فرمایا کہ میں نے اپنے مقدمات میں تمہارے بعد دو روز این نماز ہی ادا کی تھی کہ اس میں ہرگز اور میں نے اس حالت میں اپنے پیروں کو بہت ہی عمدہ صورت میں دیکھا، تو اس نے فرمایا اے محمد! کیا آپ جانتے ہیں کہ ملائکہ اعلیٰ کس چیز میں تشریف لے جاتے ہیں۔ میں نے عرض کیا، پروردگار میں تو نہیں جانتا۔ اس نے یہ سوال تین دفعہ کیا اور میں نے تینوں مرتبہ وہی جواب دیا۔ پھر مجھے ایسا محسوس ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے کندھے



کے درمیان رکھا۔ یہاں تک کہ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے دل میں محسوس کی اور پھر ہر چیز مجھے روشن نظر آنے لگی اور میں نے پہچان لیا، پھر اللہ نے فرمایا: اے محمد! یہ بتلاؤ کہ ملاز اعلیٰ کس بات میں تھکا کر رہے ہیں، تو میں نے عرض کیا کہ وہ کذابوں کے کھدروں کے پاس میں تھکا کر رہے ہیں۔ اللہ نے فرمایا: کذاب است کیا ہیں! میں نے عرض کیا، جماعت، میں شریک ہونے کے یہ پاؤں سے چل کر جانا، جب کہ ہر سر قدم کا اٹھنا غلطیوں کا کارہ بنتا ہے اور در بات کی بلند کی کا سبب بنتا ہے (غیر فرمایا) اسباب میں نماز کے بعد بیٹھا، تکلیفیت بعد نشست کر کے کامل وضو جانا، یعنی گرمی سردی کی پروا نہ کیے بغیر اپنی طرح وضو کرنا۔) پھر مجھ سے خدا تعالیٰ نے پوچھا: رہے کیا ہیں! تو میں نے عرض کیا، اٹھتا جوں کو کھا، کھانا، نرمی سے بات گنا، اور راتوں کو نماز پڑھنا جب کہ لوگ سوئے ہوں۔ پھر اللہ نے فرمایا: تک کیا مانگتے ہو۔ تو میں نے عرض کیا، مولا کہ ہم! میں تجھ سے شیعوں کے کہنے، منکرات کے ترک کرنے کی اور مسلمانوں کے ساتھ محبت کرنے کی توفیق مانگتا ہوں۔ اور یہ کہ تو مجھے میری کوتاہیاں معاف کر دے، اور مجھ پر رحم فرما اور جب کسی قوم کے بارے میں آزمائش کا ارادہ کرے تو مجھے اس سے پہلے انہی سے اور پھر درگاہ! میں سوال کرتا ہوں تیری محبت کا، اور اس کی محبت کا جو تجھ سے محبت کرے اور اس عمل کی محبت کا جو مجھے تیرے قریب کرنے، پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ بات برحق ہے لہذا اس کو سیکھو اور سکھادو، بعض کہنے ہیں کہ سارا وقت حضور علیہ السلام کو یہی بات کی حالت میں ہمیشہ آہ منجھتا رہتا ہے کہ یہ سب کچھ آپ نے خواب میں دیکھا۔

اس آیت کریمہ میں یَحْتَسِبُونَ کا لفظ آیا ہے جس کا معنی انتظار ہے جتنا کرنا ہوتا ہے۔ مگر شاہ عبد القادر فرماتے ہیں کہ اس مقام پر فرشتوں کے جھگڑنے کی بات نہیں ہے بلکہ اس سے مراد عام بات حیرت، ایکٹ مباحثہ ہے جو وہ آپس میں کرتے ہیں۔

تھیلی غلام  
کے اثرات

اس حدیث پاک سے حضور علیہ السلام کے لیے علم غیب ثابت نہیں ہوتا  
کیونکہ علم غیب توحید ہونکا جب ہر چیز کا ہر وقت علم ہو، اور یہ خاصہ خداوندی  
ہے بحقیقت یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے تھیلی فرمائی تو ہر چیز روشن ہو گئی اور جب  
وہ تھیلی دور ہو گئی تو پھر کچھ نظر نہ آیا یہ تو وہی بات ہے۔

گئے ہو ظالم اعلیٰ نشین

گئے ہو پائے پشت خود نہ بینم

ہماری حالت تو یہ ہے کہ جب ہم اپنے محل پر ہوتے ہیں تو ہر چیز نظر آتی ہے  
اور کبھی یہ حالت ہوتی ہے کہ اپنے پاؤں پر رکھی ہوئی چیز بھی نظر نہیں آتی حضرت  
یعقوب علیہ السلام کو ارضیٰ رسول سے یوسف علیہ السلام کی خوشخبری آگئی مگر جب  
وہ ایک میل کے فاصلے پر کنوئیں میں پٹے بوسنے نہ کچھ پتہ نہ چلا نہ علم نہ رہا  
کی روایت میں آتا ہے کہ ایک موقع پر حضور علیہ السلام نے صحابہ کو امر فرمایا  
کہ **مَنْ لَمْ يَرَ هَذَا فَهُوَ كَافِرٌ** یعنی جب تک میں اس مقام  
پر کھڑا ہوں، جو جیسے سوال کرے میں جواب دوں گا۔ اُس وقت تھلی سے  
کاغذ نکل ہوا تھا جس سے ہر چیز روشن نظر آرہی تھی۔ چنانچہ دو آدمیوں نے سوال  
کیا جن کے حضور علیہ السلام نے جواب دیے۔ پھر حضرت عمرؓ نے آگے بڑھ کر کہ  
**رَضِيْتُ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِآيَاتِهِ سَلَامًا وَبِعِيسَى رَسُولًا وَبِنَبِيِّ**  
میں راضی ہوں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور  
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی اور رسول ہونے پر۔ حضرت عمرؓ نے یہ کہ  
کہ اس سلسلہ کلام کو ختم کر دیا تاکہ کوئی شخص اس سلسلہ کلام کو ختم نہ کر سکے اور پھر  
خدا تعالیٰ کو غلبہ ہی نہ نازل ہو جائے، اُس وقت حضور علیہ السلام جو ش کی حالت  
میں تھے۔ اور آپ کا چہرہ مبارک شرف تھا۔ پھر ذکر الفاظ میں کہ آپ خاموش  
ہو گئے۔

دعا کی  
حقانیت

میاں تک جتنی باتیں بیان ہوئی ہیں یہ سب اللہ نے وحی کے ذریعے



حضور علیہ السلام کو پہنچیں۔ اسی بات کو حضور علیہ السلام کی زبان سے کھرا ادا کیا جی  
 کہ اَللّٰہُ اَنۡزَلَ اَنۡزِلَیۡنَیۡنِیۡنَ میری طرف تو یہی وحی کی جا رہی ہے کہ میں  
 کھول کر ڈرنا سننے والا ہوں۔ میں نے نہ تو کتا ہیں پڑھیں اور نہ کسی سے پڑھیں۔ پھر  
 میں تو تمہیں وہی باتیں بتلاتا ہوں جو اللہ نے مجھے وحی کے ذریعے مسجود میں اور یہ  
 میری ہمت کی حقانیت کی دلیل ہے۔ مشرکوں کے عقیدے کے برخلاف نہ  
 تو میں خدا ہوں اور نہ حاجت روا اور مشکل کشا۔ میں تو برائی اور عقائد فاسدہ کے انجام  
 سے کھول کر ڈرنا سننے والا ہوں۔ میں لوگوں کو خبردار کرتا ہوں کہ اگر اپنی کوتاہی  
 کو دیکھیں تو اس کا نتیجہ بھی برائی کی صورت میں ہی نکلے گا۔

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ۝۱۱ فَاِذَا سَوَّیْتُهُ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدٰتٍ ۝۱۲ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اٰتَمِعُوْنَ ۝۱۳ اِلَّا اِبْلِیْسَ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ۝۱۴ قَالَ یٰۤاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیْ ۤاَسْتَکْبِرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعٰلِیْنَ ۝۱۵ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِیْنٍ ۝۱۶ قَالَ فَاخْرِجْ مِنْهَا فَاِذْكَ رَجِیْمٌ ۝۱۷ وَاِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ۝۱۸ قَالَ رَبِّیْ فَانْظِرْنِیْ اِلٰی یَوْمِ یُعْثُوْنَ ۝۱۹ قَالَ فَاِذْكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ۝۲۰ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۝۲۱ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَا اُغْوِیْهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝۲۲ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمْ الْمُخْلِصِیْنَ ۝۲۳ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقُّ اَقُوْلُ ۝۲۴ لَا مَلَأْتُ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبَعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝۲۵



ترجمہ: جب فرمایا تیرے پروردگار نے فرشتوں سے،  
 بیٹھنا میں پیدا کرنے والا ہوں انسان مٹی سے (۷۱)  
 جب میں اُس کو برابر کردوں اور پیونیک والوں اس کے  
 اندر اپنی طرف سے روح ایسی گر پڑو تم اس کے  
 سامنے سجدہ کرتے ہوئے (۷۲) پس سجدہ کیا فرشتوں نے  
 سب کے سب نے (۷۳) مگر ابلیس نے تکبر کیا اور تھا  
 وہ کفر کرنے والوں میں (۷۴) فرمایا (اللہ نے) اے ابلیس!  
 کس چیز نے روکا تجھے سجدہ کرنے سے اُس کے سامنے  
 جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا کیا تو  
 نے تکبر کیا ہے یا تر بڑے درجے والوں میں ہے (۷۵)  
 اُس نے کہا، میں بہتر ہوں اُس سے۔ تو نے مجھے آگ  
 سے پیدا کیا ہے اور اُس کو مٹی سے (۷۶) فرمایا (اللہ نے)  
 نکل جاؤ یہاں سے، بیشک تم مردود ہو (۷۷) اور بیشک  
 تجھ پر میری لعنت ہے انسان کے دن تک (۷۸) کہا  
 اُس (ابلیس) نے اے میرے پروردگار! پس بہت  
 دیر مجھے اُس دن تک جس دن یہ دوبارہ اٹھانے جائیں  
 گے (۷۹) فرمایا (اللہ تعالیٰ نے) بیشک تو بہت دیر ہو  
 میں سے ہے (۸۰) ایک معلوم وقت کے دن تک (۸۱)  
 کہا اُس نے میں تیری عزت کا قسم ہے میں ضرور ان  
 سب کو گمراہ کردوں گا (۸۲) ہاں! مگر جو تیرے مخلص  
 بندے ہوں گے ان میں سے (۸۳) فرمایا، پس ٹھیک  
 بات ہے اور ٹھیک بات ہی میں کہتا ہوں (۸۴) اور  
 میں ضرور پھر دوں گا جہنم کو تجھ سے اور ان میں سے

کہ جنور نے پیروی کی تیری ان میں سے سب کے سب (۸۵)

گزشتہ درجہ میں نبوت و رسالت، ماذکر ہوا۔ اور پھر اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ملا اعلیٰ کا ذکر بھی کیا۔ اللہ نے حضور علیہ السلام کی زبان سے فرمایا کہ میں تو ان سنانہذا ہوں۔ نیز یہ قرآن شریف کے سوا کوئی معبود نہیں جو ذات اور قدار ہے۔ اور جو ارض و سما اور ان کے درمیان کی چیزوں کا پروردگار ہے۔ پھر اللہ نے توحید رسالت اور نزول قرآن کے بارے میں فرمایا کہ یہ ایک غلط فہمیت جس سے تم اعراض کرتے ہو۔ مجھے تو ملا اعلیٰ کی تبارک و تعالیٰ میری طرف سے یہ بات قرآن شریف سے وہی کے ذریعے نازل فرمائی ہے۔ ملا اعلیٰ کے متعلق حضور علیہ السلام نے خود بھی تشریح فرمائی۔ شاہ عبدالقادر فرماتے ہیں کہ انکی آیات میں آدم و تخلیق آدم کا واقعہ بھی ملا اعلیٰ کے بحث پر واضح و متواتر تھا۔

ارشاد ہوتا ہے: اِذَا قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنۡسِیْ وَاقِعُوْا كُوْنُوْہُمْ

میں اور جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا اِنۡسِیْ خَلَقُوْا كُوْنُوْہُمْ

یٰۤاٰیۤہِطَّیِّیۡنُ کہ میں مٹی سے انسان کو پیدا کرنے والا ہوں۔ اور ساتھ ہی حکم بھی

دیا فَاِذَا اسۡمٰوۃُ بَرۡقَہَا پھر جب میں اُس کو ٹھیک ٹھاک بنا دوں یعنی انسانی

ٹھکانے کے گوشت پرست، ہڈیوں جوڑوں اور تمام اعضا کو اپنے مقام

پر درست طور پر رکھ دوں، اور اس کی خامری کو باطنی قوی کر دوں۔

وَنُفۡخَتُ فِیۡہِ رُوحٌ رَّوۡحِیٌّ اور اس میں اپنی جانب سے روح بھی پھونکا

دوں۔ انسان مادہ اور روح دونوں چیزوں سے مرکب ہے۔ انسانی ڈھانچہ تو

مادی عناصر سے تیار ہوتا ہے مگر اس کی بدن عالم بالا کی ڈھانچہ سے آتی ہے۔

جب انسان تخلیق کے ابتدائی پارہ گنہر جلتے ہیں، تو پھر اللہ تعالیٰ کی جانب

سے اس میں روح ڈال دی جاتی ہے، یہ روح اس قسم کی ڈالی جاتی ہے جو

انسانی جسم کے ساتھ ہی پائیدار بن جاتی ہے اور پھر اس بدن کی وجہ سے انسان

میں صفات کمال پیدا ہوتی ہیں۔



فرشتوں کا  
سجدہ  
ابلیس کو انکار

اللہ نے ارشاد فرمایا جب میں آدم علیہ السلام کا ڈھانچہ تیار کر کے اُس میں اپنی  
جانب سے روت پھونک دوں فَتَقْبَلُوا لَهُ سِجْدًا اُنس کے سامنے  
سجدہ ریز ہو جائیں۔ اس سے آدم علیہ السلام کا شرف و عظمت ظاہر کرنا مراد تھا  
چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے تمام رُتے زمین کی قعر رُتِ قعر و رُتِ مٹی سے کر ڈھانچہ  
مکمل کیا اور پھر اُن میں روح ڈالی فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اٰمِعُوْنَ  
توسجد کے سب فرشتے سجدہ ریز ہو گئے۔ اِلَّا ابْلٰیٰسَ سَوَّاهُ ابلیس کے  
کہ اس نے سجدہ نہ کیا اِسَّا تَدْبِرُ اَسْمٰی نے تکرار کیا وَكَانَ مِنْ  
الْكَافِرِیْنَ اور وہ کفر کرنے والوں میں تھا۔

یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سجدے کا حکم تو فرشتوں کو دیا تھا  
مگر ابلیس کا اشارہ درمیان میں کیسے آگیا۔ تو مفسرین کا یہ فرمنا ہے کہ اعلیٰ درجے کی  
مخلوق کے لیے حکم اولیٰ و روحانی مخلوق پر خود بخود عائد ہوتا ہے۔ چنانچہ جب فرشتوں  
کو سجدے کا حکم ہوا تو ان سے اولیٰ مخلوق جنات پر یہ حکم بطریق اولیٰ عائد ہو گیا۔  
مطلب یہ کہ فرشتوں کے ساتھ جنات کو بھی سجدہ کے حکم دیا گیا تھا۔ اس بات  
کی صراحت سورۃ الاعراف میں آمدہ مضمون سے بھی ہوتی ہے۔ جب ابلیس نے  
سجدہ سے انکار کر دیا تو اللہ نے اُسے مخاطب کر کے فرمایا اِنصِبْ اِلَیَّ  
فَسَجِدْ اِذَا اَمَرْتُكَ (آیت ۱۲) جب میں نے تجھے سجدہ کرنے کا حکم  
دیا تھا تو پھر کس چیز نے تمہیں اس سے روکا؟ معلوم ہوا کہ فرشتوں کے ساتھ ساتھ  
جنوں کو بھی سجدہ کا حکم ہوا اور ابلیس جنات میں سے تھا پس فرمایا اِنصِبْ  
مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهِ (المکھت - ۵۰) یہ جنات میں سے  
تھا پس اس نے اپنے پروردگار کے حکم کی نافرمانی کی۔

آیت زہرِ درس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے حکم سے تمام طبقات  
کے فرشتے سجدہ ریز ہوئے تھے۔ آہم شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے  
ہیں کہ یہ حکم صرف ملائکہ و سفلی کے لیے تھا اور ملائکہ اعلیٰ کے فرشتے اس حکم میں شامل

نہیں تھے۔ اور جن بات طرز شامل میں ہی ملے بے تھے۔ لہذا فرشتوں اور جنات  
سب کو سجدے کا حکم ہوا تھا۔ ممکن ہے کہ صرف طرز شامل کو حکم ہوا ہو یا سارے  
کے سارے فرشتوں کو۔ بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس حکم میں تمام طبقات  
کے فرشتے شامل تھے۔ بہر حال ابیس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ  
وہ متعبر تھا اور کافروں میں سے تھا۔

ابیس سے  
باز پرس

ابیس کے انکار پر اللہ تعالیٰ نے اس سے اس طرح باز پرس کی کہ اَلْاٰی  
قُرْاٰنِ یٰۤاٰدِیْمُسُ مَا هٰذَا اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقَ مِنْ دُوْنِکَ  
اے ابیس! تجھے کس چیز نے سجدہ کرنے سے روکا تھا۔ اس کے سامنے جس کو  
میں نے اپنے دروز پائتروں سے پہنایا تھا اُس کی برکت کیا تو نے  
تجھ پر کیا تھا؟ اَمْ کُنْتَ مِنَ الْعٰلِیْنَ یٰۤاٰدِیْمُسُ اے ابیس! تو نے اپنے آپ کو اپنے  
سجدہ والا سمجھا۔ قَالَ ابیس نے جواب دیا اَنَا خَدِیْرٌ مِّنْ دُوْنِکَ  
اُس سے بستر یوں، پھر بعد میں آدم علیہ السلام کے سامنے کیوں سجدہ کر رہا ہوتا۔ اور  
بشری کی وجہ یہ بیان کی خَلَقْتَنِیْ مِنْ طِیْنٍ مَّا اَنْ تَسْجُدَ لِمِنْ دُوْنِکَ  
پروردگار! میری تخلیق تو تو نے آگ سے کی جب کہ آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا  
کیا۔ آگ لطیف اور بلند چیز ہے جب کہ مٹی ایک کثیف چیز ہے۔ تو پھر بھلا  
میں اعلیٰ ہو کر ادنیٰ کے سامنے کیوں سجدہ کر دوں۔ گویا اُس نے تجھ کی وجہ سے  
آدم علیہ السلام کو متغیر مانا جس کی وجہ سے فرشتوں کے ساتھ انجام پانے والی  
اس کی لاکھوں سال کی تسبیح اور دیگر عبادات ایسے کام چلی گئیں۔

اللہ تعالیٰ  
کے ہاتھ

ان آیات میں بیان کردہ دو چیزیں خاص طور پر قابلِ توجہ ہیں۔ پہلی بات  
یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں اگر بعد ازیں اللہ کے ہاتھ بھی انسانوں کے ہاتھوں جیسے  
تصور رکھ جائیں تو یہ تو خدا تعالیٰ کے لیے جسے شائبہ ہوگا اور یہ کفر ہے۔ کیونکہ  
اللہ تعالیٰ جسے جوہر اور مادیت سے ورہا، الٰہ ہے انسان خدا تعالیٰ کی ذات  
کو عقل سے نہیں سمجھ سکتا کیونکہ اس کی ذات بے مثل اور بے مثال ہے۔ اُس



کلا اپنا ارشاد ہے لَیْسَ کَیْثُ کَیْثِی (الشوریہ ۷۱) اس کی مثال کوئی چیز نہیں ہے، ہر ہر وقت اس کی تسبیح پڑھتے رہتے ہیں اور سبحان اللہ کہتے ہیں تو اس کا یہی ہی مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر عیب، نقص، اور مایوسی سے پاک اور منزہ ہے۔ لہذا ہمیں ہی اعتقاد رکھنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ تو ہر مگر مخلوق کے ہاتھوں کی طرح نہیں بلکہ جس طرح اُس کی شان کے لائق ہیں ہم اُسے خیالی میں لانے سے قاصر ہیں۔ بعض روایات میں آتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے دونوں ہاتھ وائیں میں، وہاں بائیں کا بھی کوئی تصور نہیں ہے کیونکہ بائیں ہاتھ کمزوری اور عیب کی علامت ہے کہ ہم اس سے استغناء پاک کرتے ہیں اور سنبھالتے کہ دور کرتے ہیں۔ لہذا اگر بائیں کی نسبت خدا کی طرف کی جائیگی تو اس سے عیب ثابت ہوگا جو کہ خدا کی شان کے لائق نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں کے علاوہ بعض دیگر اعضاء مثلاً چہرہ، ہنڈلی، پروا، آنکھ اور قدم ذکر بھی آتے ہیں۔ بعض روایات میں تو یہ دو طرف میں ڈالنے اور ہنڈلی اور لمبے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ تو یہ ہند میں ہوتا ہے، ممکن ہے کہ یہ تمام یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی صفات میں، یہودی کہتے تھے کہ اللہ کے ہاتھ ہاتھ ہوتے ہیں، وہ غور ہاتھ بخیل ہوا ہے۔ مگر اللہ نے فرمایا اِنَّ یَدَیَّ مَبْسُوطَتَاۤیْہِ لَا یُعْذَرُ کَیْفَ یُشَکِّرُ (الاحزاب ۷۳) بلکہ اللہ کے دونوں ہاتھ نکلے ہیں، مگر وہ اپنی مرضی سے خرچ کرتا ہے جسے چاہے وہ ثابت اور جسے چاہے روک لیتا ہے۔ یہاں بھی اللہ کے دونوں ہاتھوں کا ذکر ہے۔ اور آیت زیر در میں بھی فرمایا کہ میں نے آدم علیہ السلام کو اپنے دونوں ہاتھوں سے تخلیق کیا تو دیر بعد ان کی خیر اللہ کے ہاتھ بھی اُس کی صفات میں داخل ہیں اور یہ جیسے ہی ہیں جیسے اُس کی شان کے لائق ہے۔

بعض فرماتے ہیں کہ دونوں ہاتھوں کے معانی سر اور ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور آیت کے ہاتھ۔ انسان کی تخلیق میں مادیات اور لطافت دونوں

چیزیں پائی جاتی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، وہی جہان کے تمام مہر  
کا خالق بھی اللہ ہے اور عالم بالا سے آنے والی روح کا خالق بھی اللہ ہے۔ تو  
اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ ہاں میں معنی مزا میں لہرنا دیت اور اسی وقت، دونوں اشیاء اسی  
کی پیدا کردہ ہیں۔

آگ اور مٹی  
کا تقابل

ان آیات میں پیش آمدہ دوسری قابل غور چیز آگ اور مٹی کا تقابل ہے  
ابلیس نے اپنی برتری ہاں وجہ جلدائی کہ آگ چمکدار، تیز اور طیش والی ہے، جب  
کرمی میں مجنوں و انگاری پائی جاتی ہے اور یہ پاؤں کے نیچے پاگل ہوتی ہے بشار  
ابن برد ایک مجوسی شاعر گزرا ہے، کہتے ہیں کہ یہ بعد میں سلطان ہو گیا تھا، مگر حقیقت  
میں وہ آتش پرست ہی تھا۔ ظاہر ہے کہ آگ کی پوجا کرنے والے اور اس کو معبود  
ماننے والے اسی کو اعلیٰ و ارفع بتائیں گے۔ چنانچہ اس نے ابلیس کی ہم نوائی میں مزاحیہ  
اڈائی میں کچھ اشعار کہے تھے۔

إِبْلِيسُ أَفْضَلُ مِنْ أَيْكُمُ آدَمَ  
قَتَبْتُمُو كَا مَعْتَدَ الْأَشْرَارَ  
النَّارُ عَصْرُهُ وَآدَمُ طِينُهُ  
وَالطِّينُ لَا يَسْمُو سُمُو النَّارِ  
الْأَرْضُ مُظْلِمَةٌ وَالنَّارُ مُشْرِقَةٌ  
وَالنَّارُ مَعْبُودَةٌ مَذْكَابَتِ النَّارِ

اے گروہِ اشرار! ابلیس تمہارے جد امجد آدم علیہ السلام سے افضل ہے کیونکہ  
ابلیس مادہ و تخلیق آگ ہے اور آدم علیہ السلام کا مٹی ہے اور مٹی آگ کی بندی کر  
نہیں پہنچ سکتی، آگ چمکدار ہے جبکہ مٹی تاریک ہے اور آگ جب سے پیدا  
ہوئی ہے اس کی پوجا ہو رہی ہے، اس سے بھاری مجوسی آگ کو چرمیں لگنے  
آتش کہہ میں جلائے کہتے ہیں۔

غرضیکہ ابلیس نے اپنے آپ کو ناری ہونے کی بنا، پر برتر ظاہر کیا جبکہ







ابلیس فنا کے بعد والا وقت بھی چاہتا تھا مگر اللہ نے وہ نہیں دیا، کیونکہ اس نے بعد تو ابلیس کو اعلیٰ طور پر منراہنی شروع ہو دیا تھی۔ سورۃ صریم میں ہے **فَوَرَّكَ لَظْهَرُ لَهُمْ وَالشَّيَاطِينُ لَمْ يُغْنِ لَهُمْ حَوْلُ جَهَنَّمَ** جیٹیا آیت ۶۸۔ تیسرے پروردگار کی قسم ہم ان کو اور شیاطین کو الٹھا کریں گے، پھر انہیں جہنم کے گرد حاضر کریں گے اور وہ گھٹنوں کے بل گرتے پڑے ہوں گے۔ اُس وقت شیطان کے بیماری اُس کو علامت کریں گے کہ تیسرے عالم کی وجہ سے میں جہنم کا سزا چکنا پڑا، مگر وہ صاف انکار کر دے گا کہ میں نے تم سے کوئی بات جبراً تو نہیں منرائی تھی، میں نے تو صرف دوسرا انداز ہی کی تھی اور تم نے نیک لوگوں کی بات پر یقین نہ کیا اور میری بات کو سچا تسلیم نہ کیا **فَاذْكُرُوا صَوْلَاتَكُمْ اَلَمْ تَذْكُرُوا** (ایزالہ کیم ۲۲) آٹھ مجھے علامت نہ کرو بلکہ خود اپنے آپ کو علامت کرو کیونکہ تم نے خود ہی غلط راستہ اختیار کیا۔ محدثین اور مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے ابلیس جیسے ملعون کی دعا بھی قبول کر لی اور اسے قیامت تک کے لیے مہلت دے دی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ دعا کی قبولیت نیکی کی علامت نہیں بلکہ اللہ چاہے کہ بہترین شخص کی دعا بھی قبول کرے، منہ احمد شریف کی روایت میں آتا ہے کہ آخر زمانہ کے سخت ناظران اور نابینا لوگوں کی دعا بھی اللہ تعالیٰ قبول کرے گا۔ جب شیطان کو حسب خواہش مہلت مل گئی تو اس نے اپنی بد بختی کا حال کراہی کر دیا۔ **قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَا عَافِيَا لَكَ** نہ اچھوٹیں گے دعا، تیسری عزت کی قسم میں ان سب کو گمراہ کر دوں گا، میں ان کے رافضی ہوں، اُن کے پیچھے سے، دنیا کے راستے سے، دین کے راستے سے، خواہشات کے راستے سے، آخرت کے راستے سے، غرضیکہ ہر شے سے اگر ان کو گمراہ کرنے کی کوشش کروں گا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام کا فرمان مبارک بھی ہے کہ جب کوئی آدمی جہاد کے لیے نکلتا ہے، غنائم کے لیے جاتا ہے یا عہدہ خیرات کا ارادہ کرتا ہے

شیطان کا  
دعوا



تر شیطاں اُس کے دل میں دوسرا انداز کر کے اُسے ہر نیک کام سے روکتے  
کی کوشش کرتا ہے۔ قرابلیس نے خدا تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہا کہ میں ضرور ان کو  
گمراہ کروں گا۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ کے نبی نے فرمایا کہ اللہ نے جیاری  
پیدا کی ہے، اُس کا علاج بھی پیدا فرمایا ہے چنانچہ جب شیطان نے قسم اٹھا  
کر انسانوں کو گمراہ کرنے کا وعدہ کیا تو اللہ نے بھی فرمایا کہ مجھے میری عزت بڑائی  
عظمت اور جبروت کی قسم ہے کہ میرے بندے جب تک مجھ سے معافی  
مانگتے رہیں گے میں انہیں معاف کرتا رہوں گے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے گمراہی  
جیسی ہلک بھاری کا علاج بھی پیدا کر دیا۔ لہذا انسانوں کو چاہیے کہ وہ ہر وقت  
اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہیں۔

مخلصین کا  
ہستی

شیطان نے اغوا کی قسم تو اٹھالی کہ میں اس سب کو گمراہ کروں گا۔ مگر ساتھ  
ساتھ اللہ کے مخلص بندوں کو مستثنیٰ بھی کر دیا۔ إِنَّكَ عَبْدُكَ وَنُصْرَتُكَ  
اللَّهُ لِيَصْنَعَنَّ اُن میں سے تیرے مخلص بندوں پر میرا دَاو نہیں چلے گا۔  
لہذا وہ میرے اغوا سے بچ جائیں گے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ ابلیس کا  
دَاو بچ عام لوگوں پر ہی ملتا ہے جب کہ اُس کے منتخب اور برگزیدہ بندے  
معفون ہوتے ہیں۔ قَالَ خَلَقَ اللَّهُ نَفْسًا كَتَمِيرَةٍ بات تو ٹھیک ہے، کہ  
میرے مخلص بندے تیرے اغوا میں نہیں آئیں گے وَأَلْحَقَ أَقْوَامًا اور میں  
بھی حق بات ہی کہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جو انسان تیری پیروی کریں گے،  
لَا مَكْرَاجَ لَكَ مِنْهُمْ وہ تیرے بعد لگے وَمِنْهُمْ أَجْمَعِينَ  
میں تجھے اند تیرے تمام پیروکاروں کو جہنم میں ڈال کر جہنم کو بھر دوں گا۔  
میری طرف سے بھی یہ اعلان ہے، اب یہ ان لوگوں کا کام ہے کہ وہ ابلیس کے  
اغوا کا شکار نہ ہو کر جہنم کا ایندھن بننے میں یا اللہ کی توجیہ اور ایمان کو تسلیم کر کے  
اُس کے مخلص بندوں میں شامل ہوتے ہیں۔

قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ ﴿۸۶﴾ إِنَّ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ﴿۸۷﴾ وَلِتَعْلَمُنَّ نَبَأَهُ بَعْدَ حِينٍ ﴿۸۸﴾

ترجمہ :- آپ کہ دیجئے (اے پیغمبر!) میں نہیں دیتا تم سے اس پیغام رسائی پر کوئی بدلہ، اور نہیں ہوں میں تکلف کرنے والوں میں ﴿۸۶﴾ نہیں ہے یہ (قرآن حکیم) مگر نصیحت تمام جہان والوں کے لئے ﴿۸۷﴾ اور ابتر تم ضرور جان لو گئے اس کی خبر کو ایک وقت کے

بعد ﴿۸۸﴾

رابطہ ایف

اس سورۃ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے دین کے بنیادی عقائد توحید، رسالت، و قیامت اور قرآن کی حقانیت بیان کیے ہیں۔ رسالت کے سلسلہ میں اللہ نے بعض انبیاء کو بطور نمونہ پیش کر کے ان کے صبر و استقلال کا ذکر کیا ہے۔ علاوہ ان میں مشرکین کا رد، سابقہ اقوام کی ذمہ داریاں اور تکذیبِ رسول کا ذکر ہے اور پھر ان قرآن قاریوں کی سزا کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

اللہ نے اپنے انبیاء علیہم السلام اور دیگر نیک بندوں کے انعامات کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ خاص طور پر انبیاء کی نبوت و رسالت، اقتدار و خلافت اور کتاب و شریعت جیسی عظیم نعمتوں کا ذکر کیا ہے۔ یہ سب چیزیں بطور نمونہ دیر عبرت بیان کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ علاءِ اعلیٰ کا ذکر، دشمنوں کو سجدے کا حکم، ابلیس کا انکار بھی اس سورۃ مبارکہ میں بیان ہوا ہے۔ توحید و رسالت کا



ہر بار ذکر آیا ہے۔ خاص طور پر حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے یہ اعلان کروایا کہ میں تو کھنڈر و زلزلہ کے ڈالاک ہوں عبود برحق تو صرف ذات خداوندی ہے۔ آخر میں اللہ نے شیطان کے اٹھا اور اس کا اور اس کی جماعت کا حشر بھی بیان فرمادے۔

بے لوث  
تبلیغ

سورۃ کی آخری آیات۔ زیر و کس میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کو تذکرہ فرمایا ہے۔ پہلی چیز انبیاء علیہم السلام کی بے لوث تبلیغ سے متعلق ہے۔ ارشاد ہوا ہے  
قُلْ لِّیْ مَغْفِرَةٌ اِذَا اُتِیْتُ بِمَا اَسْتَعِیْذُ بِکُمْ عَلَیْہِ وَاَجْرٌ مِّنْ قِمْ  
سے اس پر کرنی بدلہ طلب نہیں کرتا۔ مطلب یہ کہ میں جو خدا کا کلام تم کو پڑھ کر  
سناتا ہوں اور جو احکام دین و شریعت تم تک پہنچاتا ہوں، اس کے لیے میں تم  
سے کوئی اجرت تو نہیں مانگتا بلکہ یہ خدمت تو میں بغیر کسی ذاتی غرض کے انجام  
دے رہا ہوں۔ اب یہ تمہارا فرض ہے کہ تم اس بات پر غور کرو کہ تمہیں میری بات  
سننے میں کیا مانع ہو سکتا ہے۔ اللہ کے سامنے بیرون نے اپنی اپنی قوم سے یہی  
کہا یَقُوْمُ رَفَعْنَا بِلَفْظِ کُمْ رِسَالَتِ رَبِّیْ وَ نَصَحْتُ لِّکُمْ وَ لَا عِوَاذَ  
لے میری قوم کے لوگو! میں تو اپنے پروردگار کے پیغامات تم تک پہنچاتا ہوں اور  
تم سے غیر خواہی کا برتاؤ کرتا ہوں۔ انہوں نے یہ بھی کہا یَقُوْمُ رَفَعْنَا بِلَفْظِ کُمْ  
عَلَیْہِ وَاَجْرٌ اِنْ اُجِیْرَکَ اِلَّا عَلَیْ اَلَّذِیْ فَطَرَنِیْ رُبُّہُ۔ ۵۱ لے  
میری قوم کے لوگو! میں اس پیغام رسائی پر تم سے کوئی مزدوری طلب نہیں کرتا۔  
میرا بدلہ تو اسی کے ذمے ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے میں تو صرف یہی کہتا ہوں  
کہ میری بات سنو کہ اس میں تمہاری عیادت ہے۔ اگر اپنے ایمان کو درست کر  
لو گے، اعمال و اخلاق کو صحیح بنا لو گے تو تمہیں ہمیشہ کی کامیابی حاصل ہو جائے  
گی اور اگر کفر و شرک میں پھنسے رہو گے، اپنی فکر کو درست نہیں کرو گے، تو  
اس کا انجام نہایت ہی بُرا ہوگا۔ اب یہ تمہارا فرض ہے کہ تم دوست اور دشمن میں  
تمیز کیا کرو، اچھائی اور برائی کو پہچانو اور شیطان کے بہکائے میں نہ آؤ بلکہ صحیح  
راستہ اختیار کرو۔

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی زبان سے یہ بات کہہوائی ہے وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ تکلف کا معنی تصنع اور بناوٹ ہوا ہے۔ اور عدم تکلف بہت بڑا اصول ہے جس کا اظہار نبی کی زبان مبارک نے کر دیا ہے۔ مطلب یہ کہ تکلف کا دین کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ میں جھوٹ بھوٹ یا بناوٹ سے کوئی بات نہیں کرتا بلکہ میری ہر بات سراسر حقیقت ہوتی ہے۔ تکلف نہ تو اللہ کے نبی کی بات میں ہوتا ہے اور نہ اس کے عمل میں۔

یہ اصول تمام بنی نوع انسان کے لیے قابل عمل ہے کہ انسانی زندگی میں کہیں بھی تکلف نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ اچھی چیز نہیں ہے۔ بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول ہے کہ انہوں نے کہا: لوگوں! صِرُّوا عَلَیْہِ شَیْئًا فَلَیْقُذْی وَمَنْ لَّمْ یَعْمَلْهُ فَلَیْقُذْ اللّٰہُ اَعْلَمُ جو شخص کسی چیز کے متعلق جانتا ہے، وہ کہے اور تم کوئی نہیں جانتا اُسے چاہیے کہ یوں کہے کہ اللہ شری بہتر جانتا ہے۔ ایسے موقع پر اپنی طرف سے کوئی فتویٰ جاری نہیں کرنا چاہیے۔ ایک دوسری روایت میں آگے کہ جس چیز کو جانتے ہو اُس کو بتا دو، اور جس کو نہیں جانتے اُس کو جاننے والے کی طرف سونپ دو۔ یہ تو قرآن پاک کا فیصلہ بھی ہے فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّکْرِ إِنْ کُنْتُمْ حَمُّوْا لَکُمْ کُوْنُ (المائدہ - ۴۲) اگر تم خود نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھ لو۔ خود تکلف نہ کرو کہ یہ علم کی بات ہے۔ اور بغیر علم کے محض تکلف سے جواب دے دیا جاوے گی بات ہے۔

ایک شخص سات ماہ کی مسافت طے کر کے امام مالکؒ کے پاس بعض مسائل دریافت کرنے کے لیے حاضر ہوا۔ آپ نے بعض مسائل کا جواب دے دیا اور بعض کے متعلق لاعلمی کا اظہار کیا۔ وہ شخص کہنے لگے حضرت! مجھے لوگوں نے اتنی دور سے مل دریافت کرنے کے لیے بھیجا ہے، میں اُبی لوگوں کو کیا جواب



دوں گے؟ آپ نے فرمایا کہ اگلی سے کہہ دینا کہ مالکٹ نے اپنی عبادت کا اقرار  
کئے ہوئے کہہ دیا کہ میں ان باتوں کو نہیں جانتا گویا آپ نے بلا تکلف ٹھیک ٹھیک  
بات کہہ دی اور یہی بات، اللہ کے اپنے پیغمبر سے کھلائی کہ میں تم سے کوئی  
معارضہ طلب نہیں کرتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔

ترمذی شریف کی روایت میں آتا ہے کہ تکلف، تصنع اور بناوٹ بری  
چیز ہے البتہ البِذَاذَةُ هِيَ الْوَلَبُ حَتَّى يَكُونَ لَهَا حُجْرَةٌ  
گویا سادگی تکلف کے مقابلہ میں آتی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر ابن العاصؓ  
جلیل القدر صحابی ہوئے ہیں۔ باپ اور بیٹا دونوں صحابی رسول ہیں۔ عبداللہؓ  
پہلے مسلمان ہوا اور عمر ابن العاصؓ بعد میں۔ یہ وہی عمر ابن العاصؓ ہیں جنہوں  
نے مصر فتح کیا۔ تو کسی نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں حضرت عبداللہؓ اور عمرؓ  
کا ذکر کیا کہ وہ ساری رات قیام کرتے رہے اور صبح کو روزہ بھی رکھتا ہے۔ آپ  
یہ بات سمجھانے کے لیے حضرت عبداللہؓ کے ہاں تشریف لے گئے کہ عبادت  
میں قدر کر و جتنی برداشت کر سکو، کہیں ایسا نہ ہو کہ زیادہ عبادت کرتے کہتے  
بالکل ہی چھوڑ بیٹھو۔ بہر حال جب آپ عبداللہؓ کے ہاں پہنچے تو انہوں نے آپ  
کے بیٹھنے کے لیے گدا بھیجے کہ کوشش کی مگر آپ گدا کھانے سے قبل ہی زمین  
پر بیٹھ گئے۔ اب ایک طرف حضور علیہ السلام تشریف فرما تھے اور دوسری طرف  
عبداللہؓ بیٹھے اور ان دونوں کے درمیان گدا کھا ہوا تھا۔ یہ بھی حضور علیہ السلام  
کی بے تکلفی کی علامت ہے کہ آپ نے گدے پر بیٹھا بیٹھ نہ کیا اور لوگوں  
کو تعلیم دے دی کہ کسی بھی کام میں تکلف اچھا نہیں ہوتا۔

حضرت انسؓ نے یہ بات مکتوب پہنچانے والوں کو دے کر دیا۔ چاہے وہ کھانا اور فرمایا کہ جو  
پیسے میں ہیں انہیں حضور علیہ السلام کو ہر قسم کے مشروبات و دودھ، پانی، شربت، شہد  
وغیرہ چھٹے ہیں اور آپ نے کبھی تکلف نہیں فرمایا کہ پانی مٹی کے برتن پر پانی پیتے  
اور دودھ پیٹنے کے گلاس میں ڈالنا چاہیے یا شربت کسی اور برتن میں پینے کے لیے

بکہ بڑا تکلف ہر قسم کا مشروب ایک ہی برتن میں نوش فرماتے تھے ہیں۔  
 مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضورؐ کو میں تشریف لے گئے  
 وہیں پر ایک صحابی سہل بن سعدؓ کے پاس مقیم تھے، اتفاق سے اسی دن ان کی شادی  
 ہوئی تھی۔ آپؐ نے یہاں محسوس کی اور پانی طلب کیا تو آپؐ کو شہدے سے پیش کیا ہوا پانی  
 پیش کیا گیا۔ حدیث کے الفاظ ہیں کہ یہ شربت پیش کرنے والی صحابی کی بھی دامن تھی  
 یہ بھی بے تکلفی کی ایک مثال ہے۔ بہر حال تکلف کسی مقام پر بھی اچھا نہیں ہے۔  
 وَلَيْسَ التَّكْلُفُ إِلَّا دُونَ مَا كُنْتَ تَكْفُفُ

یعنی تکلف کے پیچھے تکلیف ہی آتی ہے جب کہ سادگی میں ہمیشہ آسانی ہوتی ہے  
 امام بیہقی نے حدیث بیان کی ہے جس میں تکلف کرنے والوں کی نشانیاں  
 بیان کی گئی ہیں۔ (۱) تکلف کرنے والوں میں ہمیشہ اوپر ملے کو بیٹے لانے کی کوشش  
 کرتا ہے یعنی خوراک سے گورپا آنا چاہتا ہے (۲) تکلف کرنے والوں میں پیسہ  
 کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے جس کو نہیں پاسکتا۔ اور (۳) ایسی بات کہتا  
 ہے جس کو جانتا نہیں۔ ابن عدی کی کتاب سے روایت ہے کہ ایک موقع پر حضورؐ  
 علیہ السلام نے فرمایا کیا میں تم کو زندہ بچاؤں کہ جنت میں کون لوگ ہیں۔ لوگوں نے  
 عرض کیا، حضورؐ ضرور ارشاد فرمائیں۔ فرمایا اَنتُمْ الرَّحِمَاءُ وَبِئْسَ مَا  
 جَوَّابُکُمْ میں میرا بی سے بیس کہتے ہیں۔ اور اللہ نے ہی صفت حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے صحابہؓ کی قرآن میں بیان کی ہے اَنتُمْ تَدْعُوهُنَّ الْكُفَّارِ وَرُحَمَاءُ  
 بَيْدَتْهِنَّ۔ (الافتح ۲۹) کہ وہ کافروں پر بڑے سخت ہیں۔ مگر آپس میں بڑے  
 رحمدل اور شفقت ہیں۔ پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا میں تم کو اہل دوزخ کی علامت  
 نہ بتاؤں عرض کیا، حضورؐ بتاؤں۔ فرمایا دوزخ میں نہا کی رحمت سے بالکل  
 ہوتے ہیں۔ جھوٹے بولتے ہیں اور تکلف سے کام لیتے ہیں۔

تکلف ہر چیز میں پایا جاتا ہے جیسے مکان، لباس، سواری، خوراک،  
 وغیرہ۔ رسوماتِ فاسدہ کو اختیار کرنے میں بڑا تکلف کیا جاتا ہے اور اسی وجہ سے



تعبش کے کام انجام دے جاتے ہیں اور سادگی جیسی جبرائیل کو ترک کر دیا جاتا ہے اس تکلف کی وجہ سے ہی اکثر لوگ پریشان ہوتے ہیں اور پورا معاشرہ خرابی میں مبتلا ہوتا ہے۔ تکلف میں فضول غرق ہوتی ہے۔ جب کہ سادگی کفایت شعاری کی علامت ہے۔ حضرت علیؑ کی روایت میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنے محل سے صبر لیا تھا کہ تم غور ایسی وضع اختیار کرو کہ بڑے آدمی کو اسے اختیار کرنے میں عار نہ ہو اور چھوٹے آدمی کو تکلیف نہ ہو مگر انفسوس کا مقام ہے کہ اب ہمارے ہاں کسی چیز کا کوئی معیار باقی نہیں رہا۔ لوگ خواہ مخواہ تکلف میں پڑ کر تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ہمارے سامنے بے تکلفی کا کوئی نمونہ ہی نہیں جسے اختیار کرنے کے تکلیف سے بچا جاسکے۔ رسومات میں اس بے تکلفی کیا جاتا ہے کیونکہ لوگوں کے سر پر یہ عیبت ہوا ہے کہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو ہماری غصت ہوگی اور ہم ذلیل ہو جائیں گے۔ اب بٹھا کر کہنا نہیں چاہیے کہ لوگ کہیں گے یہ دقت نرسی آدمی سے اسے نئے معاشرہ کے آداب کا بھی لحاظ نہیں۔ لباس میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مکانات کی تعمیر میں ٹروسی سے بندہ ہونے کا ضبط سوار ہوتا ہے اور پھر مکان کی تزئین و آرائش میں اسراف کی نام حدیں پیدا ہو گئی جاتی ہیں۔ سواروں کے لیے ہر نئے ماڈل کی کار کا انتظار ہوتا ہے۔ غرضیکہ سب تکلفات میں جنہیں اس وقت اپنی دولت کے بل بوتے پر انجام دیتے ہیں۔ جب کہ کم تر حیثیت کے لوگ بڑوں کی دیکھا دیکھی اسی روش پر چلنے کی کوشش میں مقرر رہ جاتے ہیں۔ مگر اللہ نے اپنے نبیؐ کی زبان سے کہلایا کہ میں تو تکلف کرنے والا نہیں ہوں۔ تمہیں سیدھی سادھی بات بتانا ہوں۔ یہاں لوگ تو فائدہ میں نہ تو کے ورنہ معیشت کا شکار ہو گے۔

قرآنی بطور  
نصیحت

تیسری بات اللہ نے قرآن حکیم کے باب ۱۷ میں فرمائی ہے کہ یہ کوئی تکلف اور بناوٹ کی بات نہیں ہے بلکہ ان ہود اذ ذکر لکھیں یہ تو تمام جہانوں کے لیے سراسر نصیحت ہے۔ اس سورۃ مبارکہ میں قرآن پاک کو قرآن دفعہ نصیحت



سے تعبیر کیا ہے۔ سورۃ کی پہلی آیت میں وَإِلَّا أَنْ يُدْعَىٰ الذِّكْرُ کے الفاظ آئے تھے۔ پھر انہیں آیت میں آیا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا۔ الذِّكْرُ صرف بتائے گا اور قیصری مرتبیاں آیت ۱۸۷ میں ذکر کا لفظ قرآن پاک کے لیے استعمال ہوا ہے کہ قرآن پاک تمام جہان والوں کیلئے بطور نصیحت ہے۔ اس میں انسانوں کے علاوہ جن بھی آجائے ہیں۔ تاہم عام طور پر جہان والوں سے اقوام عالم مراد لیا جاتا ہے، مولانا عبید اللہ ندوی فرماتے ہیں کہ عالمیوں سے اقوام عالم مراد ہیں کیونکہ قرآن کو اللہ نے ساری بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے نازل فرمایا ہے لیکن قرآن اللہ تعالیٰ ہی ساری مخلوق جن، انسان، چرند، پرند، کثیرے مکڑوں کا مخالف ہے مگر جہاں قانون کی پابندی کی بات ہوتی ہے۔ وہاں اقوام عالم مراد ہوتی ہیں جو کہ اس نازل ابدی قانون کی سکھت ہیں۔ قرآن حکیم نہ صرف اہل ایمان کے لیے باعث نصیحت ہے بلکہ روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کے لیے ہے اس لیے اہل ایمان کی ذمہ داری ہے کہ اسے باقی لوگوں تک بھی پہنچائیں۔

تشریحی نوٹ  
کی جگہ پر

سایاں پر جو حقیقی بات اللہ نے یہ فرمائی ہے وَلَقَدْ كُنَّا نَبَاهُ الْبَعْدِ جس میں تمام قرآنی پروگرام کی خبر یا سچے کو ضرور جان لو گے ایک وقت کے بعد۔ جب تمام اویان عالم کو آزمائے گئے، ہر قسم کے نظام کا تجربہ کر لو گے تو پھر آخر میں قرآنی پروگرام کی حقانیت کو ہی تسلیم کرنا پڑے گا کہ سب اعلیٰ درجہ اور قابل عمل پروگرام ہی ہے۔ دنیا کا کوئی مذہب، کوئی کتاب، کوئی فلسفہ اور کوئی سائنس قرآن عظیم پروگرام پیش نہیں کر سکتی۔ بشر کہیں ختم ہو گئے یہ ہودو نصاریٰ و بگئے اور بالآخر اللہ نے قرآن کے پروگرام کو ہی غالب بنایا اور اہل ایمان نے اس پر عمل کر کے دکھایا۔ یہ پروگرام عمرہ ایک کامیابی کے ساتھ چلا رہا ہے۔ مسلمانوں کی کمزوری کی وجہ سے مغلوب ہوا ہے۔ آج اس کے ہاتھ ملے لگاتے ہیں۔ محنت میں پڑ کر ان میں طرح طرح کی کمزوریاں پیدا ہو چکی ہیں۔ آج اگرچہ بحیثیت مجموعی قرآنی پروگرام مغلوب ہے مگر ہر معاملے میں صحیح پروگرام ہی جیت



اور اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ تو فرمایا تم ایک وقت کے بعد قرآن کی حقانیت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔

اسم ابن عربی فرماتے ہیں کہ جاننے سے مراد اگر حیرانے عمل ہے تو پھر قیامت صغریٰ اور قیامت کبریٰ کے وقت اس پروگرام کی صداقت کا پتہ چلے گا جب کوئی آدمی فوت ہو جاتا ہے تو اس وقت سمجھے گا کہ قرآن پروگرام ہی درست تھا۔ اور پھر جب قیامت کبریٰ برپا ہوگی اور حیرانے عمل کا موقع آئے گا۔ تو اس وقت انسانوں کو اس پروگرام کی اہمیت اور حقانیت کا اندازہ ہوگا۔ مگر اس وقت اس پر عمل پیرا ہونے کا وقت گزر چکا ہوگا۔ اسلام کے پہلے سائرسے چھ سو سال دور میں اس قرآن پر کسی نہ کسی طرح عمل ہوتا رہا۔ اس کے بعد مسلمانوں کی اجتماعیت ختم ہو گئی۔ خلافتوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اور پھر مغربیوں نے مسلمانوں کو ایسے ہی تشریف نہ دیا۔ یہ قرآن کریم دلوں کی کتاب ہی کا نتیجہ ہے۔ ورنہ قرآن کا پروگرام آج بھی اسی طرح سچا اور قابل عمل ہے جس طرح قرونِ اولیٰ میں تھا۔ اللہ نے فرمایا کہ لوگ اس کی حقانیت کو ضرور جان لیں گے مگر ایک وقت کے بعد۔







الزمر ۲۹

آیت ۱ تا ۳

باب ۲۳

درس اول ۱

سورۃ الزمر مکیہ ہے جس میں ۷۵ آیتیں ہیں اور اس کے آخر کو پڑھ کر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 شروع کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نام سے قرآن مجید پڑھنا اور یہ حکم کرنا ہے

تَنْزِيلَ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ①  
 اِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَاعْبُدِ اللَّهَ  
 مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ② اَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ  
 وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا  
 نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُونَا اِلَى اللَّهِ زُلْفَى  
 اِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ  
 يَخْتَلِفُوْنَ هُوَ اِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ  
 كَذِبٌ كَفَّارٌ ③ لَوْ اَرَادَ اللَّهُ اَنْ يَّتَّخِذَ  
 وَلَدًا لَاصْطَفَىٰ مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ  
 سُبْحٰنَهُ هُوَ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ④

ترجمہ :- اللہ کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے  
 جو بہر دست اور حکمتوں والا ہے ① بیشک ہم نے





پر شریع، وسط اور آخر میں توحید و رسالت کا ذکر تھا تو یہاں بھی ایسا ہی ہے۔ لیکن  
 مکی سورۃ مومن کے لٹ اس سورۃ میں بھی چاروں بنیادی عقائد، توحید، رسالت،  
 معاد اور قرآن پاک کی حیثیت کا ہی زیادہ تر ذکر ہے اور کچھ شخصی مسائل بھی ہیں۔  
 اس سورۃ کے بعد سات حاکم سورتیں آ رہی ہیں جن میں سے ہر ایک ضرورت  
 مقطعات حد سے شریع ہوئی ہے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ یہ  
 سات سورتیں پورے قرآن پاک کا لب لباب ہیں اور مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ  
 یہ سورۃ الزمر جو اہم سورتوں کی تمبیہ ہے کہ دین کا خلاصہ اور پختہ اس سورۃ میں بیان  
 کر دیا گیا ہے، اور وہ ہے قَاعْبُدِ اللّٰهَ تَخْلُدُ لَہُ الدِّیْنُ یعنی عبادت  
 صرف اللہ تعالیٰ کی کر۔ اس حالت میں کہ صرف اسی کے لیے اطاعت کو غافل  
 بنائے ملے بن جاؤ۔

اس سورۃ مبارکہ میں توحید کے عقلی اور نقلی دلائل بیان کیے گئے ہیں اور ساتھ  
 ساتھ شرک کا رد ہے۔ اور چاروں بنیادی مسائل میں سے توحید کا پہلو زیادہ نمایاں  
 ہے۔ قرآن کی حیثیت کے ساتھ ساتھ اس سے مستفید ہونے والے لوگوں کے  
 اوصاف بیان کیے گئے ہیں، اور اس سے انحراف کرنے والوں کا انجام بھی بیان  
 ہوا ہے۔ مشرکین کے ساتھ کشتِ مباحثہ کا ذکر ہے اور ان کو اندر بھی کیا گیا ہے  
 اس سورۃ مبارکہ میں جہنم کے عمل کا مشل بھی بیان ہو گیا ہے

ساتھ سورۃ کی طرح اس سورۃ کی ابتدا بھی قرآن کریم کی حیثیت و عظمت  
 سے ہو رہی ہے۔ مشرک لوگ اس کو وحی الہی تسلیم نہیں کرتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ  
 نے اس حقیقت کو بار بار واضح کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے فَذَرِیْضَ الْکِیْفِ  
 مِنَ اللّٰہِ کِتَابَہٗ کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے یہ کسی مخلوق کا کام نہیں  
 اور نہ یہ پیغمبر اسلام کا کھڑا ہوا ہے بلکہ اس کو تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے  
 نازل فرمایا ہے اور یہ ایسی کتاب ہے کہ رَیْبَ فِیْہِہٖ جِسْمٌ وَّ شِبْہِہٖ  
 کی کوئی گنجائش نہیں۔ اگر کوئی شخص اس میں شک کا اندازہ کرے تو یہ اس

قرآن کی  
 حیثیت



اپنے دماغ کی کچی کی علامت ہے جس طرح جھٹکے آدی کو ایک چیز دیکھ کر آتی ہے اور  
یہ جان کے مریض کو ہر چیز پر دیکھ کر آتی ہے، اسی طرح دماغ کے ٹیڑھے آدی کو قرآن مجید  
کے وحی الہی ہونے میں شک نظر آتا ہے۔ یہ اللہ کا کلام اور اس کی صفت ہے۔  
اس کے تمام اصولی صحیح اور واقعہ کے مطابق ہیں۔ یہ خدا کا بے مثل کلام ہے جس  
کو اللہ نے ساری کی راہنمائی کے لیے سب سے آخری کتاب کے طور پر نازل فرمایا  
فرمایا یہ قرآن اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہوا ہے جو الْعَزِيزُ یعنی  
کمالی قوت کا مالک ہے۔ وہ ہر چیز پر غالب ہے لہذا اس قرآن کی تکذیب  
یا مخالفت کرنے والے کو سزا دینے پر بھی قادر ہے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ  
کی ذات الْغَفُورُ بھی ہے۔ وہ تمام حکمتوں کا مالک ہے۔ یہ اُس کی حکمت  
کا تقاضا ہے کہ وہ منکرین اور کفار کی غری گرفت نہیں کرتا، بلکہ مصلحت دینا  
رہتا ہے، اس کا ارشاد ہے قُلْ لَّيْسَ بِاِنَّ كَيْدِيْ مَبْنِيٍّ  
وَالْقَلْبُ فِيْهِمْ اِيْسے لوگوں کو ڈھیل دیتا رہتا ہوں مگر میری تدبیر بڑی سخت  
ہے، جب یہ لوگوں کا پکڑ لوں گا۔ اللہ تعالیٰ کا ہر حکم حکمت اور مصلحت پر مبنی  
ہوتا ہے مگر اس کا اور ایک سبب کم لوگوں کو ہوتا ہے۔

وَالْعَزِيزُ  
الْقَلْبُ فِيْهِمْ

ارشاد ہوتا ہے اِنَّ اَفْزَلًا اِلَيْكَ الْكِتَابُ بِالْحَقِّ بَيِّنٌ  
نے اس کتاب کو آپ کی طرف حق کے ساتھ آتا ہے، اور اس کی غرض و مقاصد  
یہ ہے قُلْ اَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَابِ  
کی اس حال میں کہ آپ خالص اسی کی اطاعت اور بندگی کو اپنے راستہ ہوں، اور  
اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں۔ تمام صحت کا وہ اور تمام شرائع اللہ  
کی ہی تعلیم ہے۔ تمام انبیاء نے اسی بات کی تبلیغ کی اور تمام عقلی اور فطرت سلیم  
دیکھنے والے لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عبادت صرف اللہ و وحدہ لا شریک  
کی ہونی چاہیے، اُس کے علاوہ کوئی بھی مستحق عبادت نہیں ہے۔ پھر تاکید فرمادیا  
لَا يَلْبِسُوا الدِّيْنَ بِالْحَقِّ لِيَصْخَبَ الرَّاسِخُونَ عَلَيْهِمْ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ

اللہ تعالیٰ کا ہی حق ہے، یہ اعلاست کسی دوسری ذات کے لیے نہیں ہو سکتی۔

امام جہیزاؤنی، امام نویشری اور بعض دیگر بڑے بڑے مفسرین کرام

فرماتے ہیں کہ افلاص فی العبادت کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر قسم کے شرک اور  
پلاستے پاں ہو۔ اگر عبادت میں شرک یا دکھائے کی ذرا بھی غلطی ہے تو عبادت

غافل نہیں ہے۔ کی اور یہی چیز عبادت کی ناقصیت کی علامت ہے۔ حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ دکھاؤ گے کی عبادت، کام میں کوئی

آخر نہیں دوں گا، بلکہ ایسا شخص الٹا خود ہر گاہ اللہ تعالیٰ کے شہرہ اس عبادت کا  
میرے پاس کچھ بدلہ نہیں جس کو دکھائے گئے ہیں یہ عبادت کی تھی، اس کا

بدلہ اور اجر بھی اسی سے جا کر لے سگے وہ بھلا کمال سے اجر سے کا اچھری ہو گا  
کہ ایسا عبادت، گنہگار عبادت و ریاضت کرنے کے باوجود اس سے اجر سے

محروم ہے گا، غرضیکہ عبادت کی قبولیت کے لیے ضروری ہے کہ یہ شرک اور  
ریا کی آمیزش سے پاک ہو۔ سورۃ النہج میں فرمایا: **فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ**

**رَبِّهِ فَلْيُفَسِّحْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُنْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّهِ** اور **وَلْيَذَرِ**  
وآیت ۱۱۰ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی امید رکھتا ہے، اسے چاہیے

کہ اچھے اعمال انجام دے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شرک کی غلطی نہ کرے۔  
افلاص فی العبادت بھی یہاں تک کہ جب انسان کا ایمان کامل ہو گا اور ایمان کو

کمالیہ ہے کہ یہ شرک و ریاست پاں ہو۔ حدیث شریف میں آتا ہے **أَحْلِلْ**  
**فَتْ دِينَكَ يَكُفِّرُكَ فَلَئِنْ لَمْ يَكُنِ الْعَمَلُ لَيْسَ دِينَ فِي الْخَلْقِ**

پیدا کرو۔ اگر ایسا ہو گا تو تو فوراً عمل بھی کفایت کر جائے گا اور اگر افلاص نہ ہو  
تو بڑے سے بڑا عمل بھی رائیگاں جانے کا۔ سورۃ ابراہیم میں موجود ہے **مَثَلُ**

**الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ ذُو شِفَاةٍ**  
**الَّتِي تَبْخُ فَوْقَ يَوْمٍ عَصِيفٍ** آیت ۱۸ کا فروع کے اعمال کی

مثال ایسی ہے جیسے تیز آندھی کا کھڑا لٹا جاتا ہے، جب اعمال میں شرک  
لے فیض القادی ملاحظہ ۲۷ بحوالہ مستدرک عن معاذ



ریا کی آمیزش ہوگی تو اُن میں وزن نہیں ہوگا۔ اور وہ گرد و غبار کی طرح اڑ جائیں گے  
 سورۃ القارعہ میں بھی ہے کہ قیامت والے دن جن لوگوں کے اعمال وزنی ہوں  
 گے وہ دل پسند آرام میں ہوں گے وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۝۸  
فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ۝۹ اور جس کے وزن ہلکے ہوں گے، اُس کا سر جھکاویہ  
 دوزخ ہے۔ حدیث شریف میں بھی آتا ہے کہ ایمان سے خالی لوگوں کے  
 پہاڑوں جیسے اعمال بھی گرد و غبار کی طرح اڑ جائیں گے۔

ایک صحابیؓ نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ جب میں صدقہ خیر  
 کرتا ہوں تو میرے ذہن میں دو باتیں آتی ہیں۔ ایک یہ کہ مجھے اس صدقہ خیرات  
 کا آخرت میں بدلہ ملے اور دوسرا یہ کہ لوگ میری تعریف کریں، تو کیا مجھے ایسے  
 صدقہ خیرات کا فائدہ پہنچے گا؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا اُس ذات پاک کی قسم  
 جس کے قبضے میں میری جان ہے، جو عمل ریا کے لیے کیا جائے گا۔ خدا کے ہاں  
 اُس کا کوئی بدلہ نہیں ملے گا، بلکہ خدا ایسے عمل کو باطل کر دیتا ہے۔ جس طرح شرک  
 کرنے سے تمام اعمال برباد ہو جاتے ہیں، اسی طرح ریاکاری سے بھی نفع ضائع  
 ہو جاتی ہے اور احسان جتنا بھی عمل کو برباد کرنے کے مترادف ہے غرضیہ  
 اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طریقہ سے ہونی چاہیے کہ اس میں شرک، ریا اور  
 بدعت کی ملاوٹ نہ ہو، ہر عبادت اللہ، اس کے رسول اور شریعت مطہرہ  
 کے بنائے ہوئے طریقے کے مطابق کی جائیگی تو اس کا فائدہ ہوگا، ورنہ وہ ضائع ہو جائیگی۔

تقرب اللہ  
 کے لیے غلط  
 راستہ

آگے مشرکوں کی تردید میں ارشاد ہوتا ہے وَالَّذِينَ اخَذُوا مِنْ  
دُونِہِٓٓ اُولَیْہِٓٓ اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو حمایتی  
 اور کارساز بنا لیا ہے، وہ کہتے ہیں مَا نَعْبُدُہُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا  
اِلَیْہِٓٓ اللّٰہِ زُلْفٰی ہم تو ان کی عبادت اس لیے کرتے ہیں تاکہ یہ ہمیں اللہ  
 کا قرب دلا دیں۔ زُلْفٰی کا معنی درجہ اور مرتبہ ہوتا ہے، یعنی ہمارا مرتبہ اللہ  
 کے قریب کر دیں۔ عبادت انتہائی درجے کی تعظیم کو کہتے ہیں اور یہ قول و فعل



اور عمل میں طریقے سے ہوتے ہیں، اگر اللہ کے سوا دوسروں کو کم رسا نہ کہتے، اپنی تعظیم کرنا، اندرانے پیش کرنا، ان کی عبادت کرنے کے مترادف ہے اور مقصد یہ ہے کہ یہ لوگ ہماری سفارش کر کے ہیں اللہ کا قریب دلاؤں کے اللہ نے فرمایا کہ ان کا یہ عقیدہ ہی غلط ہے کیونکہ غیر اللہ کی عبادت ہی تو کفر، شرک اور بغاوت ہے، یہ چیز اخلاص کے بھی خلاف ہے اور انہوں نے بھی۔ اور ان کی سفارش بھی جبری قسم کی سفارش ہے کہ ان کے خود ساختہ معبود ان کو برحالت میں خدا کے عذاب سے چھڑا کر اُس کا قریب دلاؤں کے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کا قریب ایمان اور اخلاص کے بغیر بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔

فرمایا اَللّٰهُ يَخْتَارُ بَيْنَهُمْ فَبِمَا رَفَعُوْا يَحْتَفِظُوْا  
 بیشک اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے گا ان چیزوں میں جن میں یہ اختلاف کرتے ہیں۔ اب تو یہ سمجھ سکتے ہیں کہ ان کے خود ساختہ معبود انہیں بھالیں گے۔ مگر اس بات کا حتیٰ فیصلہ تو اللہ تعالیٰ کی عدالت میں ہی ہوگا اور وہاں یہ جتنے گاہر وہ ان کے کس حوج کا مرتبے میں فرمایا اَللّٰهُ لَا يَخْفٰهُ سِدْرٌ مِّنْ هٰذَا ذِيْ قُوَّةٍ سَعِدَ الشَّكُّ اللّٰهُ تَعَالٰی  
 ایسے شخص کی رہنمائی نہیں کرتا جو جھوٹا اور ناشکر گزار ہو۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ غیر کی عبادت کہ عقیدہ رکھنا تو نہایت کذب اور شرارت ہے، ظاہر ہے کہ غلط عقیدہ رکھنے والا آدمی اور پھیراس پر اصرار کرنے والی جھوٹا ہے۔ جب تک وہ اس اصرار کو ترک نہیں کرے گا، ظلم تو نہ کر کے عدل کا طلب نہیں ہوگا اور کفر اور شرک کی بجائے حق کا طالب نہیں ہوگا، جسے ہرگز نصیب نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح جو شخص سچی بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں اور غلط عقیدہ رکھتا ہے وہ گویا خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا کھنڈن کر رہا ہے، لہذا ایسے شخص کو بھی رہا ہستی کی طرف رہنمائی نہیں حاصل ہو سکتی، غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے واضح و مفہوم فرمایا کہ غیر اللہ کو عامی و عام اور گامتاہ جاننے والا عقیدہ باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت،



کے بغیر کوئی کسی کو اس کا قریب نہیں دلا سکتا اور نہ کوئی اللہ کے ہاں سفارش کر سکتا ہے۔ سفارش قرآن کریم کے حکم اور اس کی مرضی سے ہوگی۔ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَ إِلَهِ يَذْنِبُ (البقرہ - ۲۵۵) کرن سے جو اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش کر سکے، کوئی بھی نہیں۔ سفارش صرف اللہ کے شخص کے لیے ہوگی جس کا عقیدہ درست ہوگا وگرنہ ان کے گناہوں کو قرار دیا نصیب نہیں ہوتا۔

ولایت کا  
باطل عقیدہ

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ولایت کے باطل عقیدے کا رد کیا ہے، لوگ مسیح اور عزیر علیہما السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے، ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں مانتے تھے، مخلوق میں سے کسی اور کو خدا کی اولاد تسلیم کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ جو چاہیں خدا سے کروا سکتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُوا أَوْامِرَ اللَّهِ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو اپنی اولاد بنانا چاہتا تو بلاشبہ لاصطفاً مِمَّنْ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وہ اپنی مخلوق میں سے ہی جس کو چاہتا منتخب کرتا، اللہ تعالیٰ خالق ہے اور باقی سب مخلوق ہے، لہذا اگر وہ کسی کو اولاد بنانے کا ارادہ کرے تو وہ اس کی مخلوق میں سے ہی کوئی ہوتا۔ اور دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اولاد اپنے باپ کی ہم جنس ہوتی ہے، اگر اس کا مطلب یہ ہوتا کہ خالق اور مخلوق ہم جنس بن جاتے اور یہی چیز حقیقت کے خلاف ہے کیونکہ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ (الشوری - ۱۱) خدا کا مانند کوئی چیز نہیں ہے لہذا خالق اور مخلوق کا ہم جنس ہونا بھی ناممکن ہے مطلب یہ ہوتا کہ جو خد خالق اور مخلوق کا ہم جنس ہونا محال ہے فَمَا يَسْتَعْجِلُ بِهِ أَتَىٰ تو ہر قسم کے عجیب، نقص، کمزوری اور اولاد سے پاک ہے۔ لوگو! اپنے دل پر اللہ کا عقیدہ غلط طور پر بنا رکھا ہے۔ سورۃ جن میں اللہ نے جنوں کی زبان سے قُلُوا إِنَّا سَعِدُوا کہہ دیا ہے وَأَنَّا نَعْلَمُ جَعَلَنَا رَبَّنَا آلِهَةً مَّا أَتَىٰ ذَٰلِكَ رَبَّكَ بِحِكْمَةٍ وَلَا يُكَلِّدُكَ آيَاتٍ (۲۳) ہمارے رب تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے، اس کی نہ کوئی بیوی ہے اور نہ اولاد۔ وہ ایسی چیزوں سے پاک ہے فَمَا تَعْبُدُونَ إِلَّا الْوَحْدَ

الْقَدَّارُ وہ یگانہ ست اور قہار ہے کہ ہر چیز اس کے دیاؤں میں ہے۔ کوئی  
 چیز اس کے تسلط سے باہر نہیں۔ وہ جب چاہے تم ولایت و بالی عقیدہ  
 رکھنے والوں کو گرفت میں لے ایگاہ اللہ تعالیٰ نے اسماء علیہ السلام کو بتا دیا کہ  
 اخلاص کے ساتھ صرف اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے ترجمے کے حوالہ بیان کیے  
 جاتے ہیں۔

---



التَّمْرِ ۳۹

آیت ۵ تا ۷

وصاف ۲۳

درس دوم ۲

خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ يُكَوِّرُ اللَّيْلَ  
 عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى اللَّيْلِ وَسَخَّرَ  
 الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى  
 ⑤ اَلَا هُوَ الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ⑥ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ  
 وَاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَانزَلَ  
 لَكُمْ مِنْ الْأَنْعَامِ ثَمِينًا زَوْجًا يَخْلُقُكُمْ  
 فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِنْ بَعْدِ خَلْقٍ  
 فِي ظُلُمٍ ثَلَاثُ ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ  
 الْمُلْكُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ قَاتِلُ الْمُشْرِكِينَ ⑦ إِنْ  
 تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضَى  
 لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ  
 وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ  
 مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ  
 إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ⑧

ترجمہ: وہ پیا کیے میں اس نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ

پیٹ دیتا ہے رات کو دن پر اور پھیٹ دیتا ہے دن کو رات

کر لیتا ہے۔ اور اُس نے صغیر کیا ہے سورق اور چاند لور۔  
 ہر ایک پتہ سے ایک مقدرہ دستہ ہے۔ صغیر اوس سے  
 زیادہ مست اور بخشش کرنے والے ⑤ اُس نے پیدا کیا  
 نہیں ایک جاں سے۔ اور بنایا ہے اُس نے اسی رجاں  
 سے اُس کو جزا۔ اور آسمان میں تھامے جیسے عربیوں  
 میں سے آٹھ جھڑکے۔ پیر اور سات تھیں تھامے۔ ان  
 کے پیٹوں میں ایک۔ پیدائش کے بعد وہ بی بی بخشش  
 تین اوروں میں سے ایک ہے۔ اشر تھامے پیر۔ اسی کے  
 لیے ہے اور اسی۔ نہیں کوئی عبارت کے لائن اُس کے  
 سوا تم کدھر پیر سے بنائے ہو ⑥ اگر تم کفر کرتے  
 تو بیشک اشر بے نیاز سے تھامے۔ اور وہ نہیں یہ  
 کرا اپنے بندوں سے کفر۔ اور اگر تم شکر ادا کرو گے  
 تو وہ بیشک مومن تم سے۔ اور نہیں اٹھائے گا کوئی  
 بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ۔ پھر تمہاری پڑاوی  
 ہی کی طریت تھامے اور کر جاتا ہے۔ پس وہ تم کو بانی  
 گا جو کچھ کام تم کیا کرتے تھے۔ بیشک وہ خوب  
 جاننے والا ہے۔ دلوں کے رازوں کو ⑦

رابطہ

قرآن مجید کی صداقت اور وحی الہی کی حقانیت کو بیان کرنے کے بعد  
 اللہ تعالیٰ نے دین کے اصل الاصولیہ اعمالیہ اللہ تعالیٰ کے  
 حقیقت کو آشکار فرمایا کہ عبارت فاعل اللہ کی ذلی پابیت جو ہر قسم کے  
 شرک اور ریاسے پاک ہو۔ جو لوگ اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک بناتے  
 ہیں وہ سخت گمراہ ہیں۔ مثلاً میں اور انہیں جذبے غفل کی منزل میں سخت شکست  
 کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے شرک سے ہر اور منفرہ ہے۔ پھر



اللہ نے ولایت کے عقیدہ کی نفی کی اور فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو اولاد بنا اچاہتا تو ظاہر ہے کہ وہ اپنی مخلوق میں سے ہی کسی کو منتخب کرتا۔ اور اولاد کے ہم جنس ہونے میں کسی قسم کا شک نہیں ہو سکتا۔ تو اس طرح گویا اللہ تعالیٰ اپنی ہی مخلوق کا ہم جنس ٹھہرا اور یہی اس کے لیے عیب والی بات ہے حالانکہ اللہ جل شانہ ہر قسم کے عیب، نقص اور کمزوری سے پاک ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ولایت کا عقیدہ بھی من گھڑت اور باطل ہے۔

دلائل توحید  
(۱) نظام کائنات

عقیدہ توحید بیان کرنے کے بعد اب اللہ نے اُس کے کچھ عقلی دلائل بیان فرمائے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے مخلوق  
الْمَلٰئِكَةُ وَالْاَرْضُ بِالْحَقِّ جس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ یعنی کائنات کی تخلیق اللہ تعالیٰ کی خاص حکمت اور مصلحت کے تحت واقع ہوئی ہے۔ اس سے اُن لوگوں کی تردید ہو جاتی ہے جو پورے نظام کائنات کو عبث خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوئی ان کا خالق نہیں، بس یہ چیزیں شرع سے اسی طرح چلی آرہی ہیں اور اسی طرح چلتی رہیں گی، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ کائنات اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے، اس کی ابتدا بھی ہے اور اس کی انتہا بھی لازماً ہوگی۔ سورۃ آل عمران کے آخر میں اللہ نے اپنے اُن نیک بندوں کا تذکرہ فرمایا جو ارض و سما کی تخلیق میں غور و فکر کرتے ہیں اور وہ اس نتیجے پر پہنچتے ہیں رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا (آیت ۱۹۱) پروردگار! تو نے یہ سب کچھ بیکار محض پیدا نہیں کیا، بلکہ بنی نوع انسان کی مصلحت کے لیے اپنی خاص حکمت کے تحت ان کی تخلیق فرمائی ہے۔

فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے بِكَوْنِ اللَّيْلِ عَلَى النَّهَارِ وَيَكُونُ النَّهَارُ عَلَى اللَّيْلِ جو رات کو دن پر لیٹتا ہے اور دن کو رات پر لیٹتا ہے، اُس نے شب و روز کا یہ نظام اپنی حکمت بالغہ کے ساتھ قائم کر دیا ہے جن کی آمد و رفت میں ذرا فرق نہیں پڑتا بلکہ ہر رات اور ہر دن



ہیٹے ہیٹے مقررہ وقت پر سینے بعد دیکھتے آتے ہیں۔ شاید عید الفطر و عید الفطر کے وقت  
 میں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر دن اور رات ایک ہی طرح ہوتا ہے اور رات کی  
 اور دن کی چیزیں نہیں ہوتی بلکہ یہ مسلسل جاری ہے۔ دن چڑھتا تو رات آگئی  
 اور رات گئی تو دن نمودار ہو گیا اور جب کہ اللہ کا فرمان ہے لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ  
 كَيْفَ أَنْ تَدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا يَسْبِقَ السَّيْفُ السَّبْعَ۔ اور  
 نہ تو سورج چاند کو چھو سکتا ہے اور نہ ہی رات دن سے پہلے آسکتی ہے بلکہ اللہ  
 تعالیٰ نے یہ ایک حکایت ہی مخلوق کو نظام قائم کر دیا ہے جس کے ذریعے ان دن  
 اور رات کا نظام اپنی ضرورت رات زندگی حاصل کر رہے ہوتے ہیں۔ دن کے وقت  
 دن کا کام کھان کمر کے پختے لیے روزی کو ملتا ہے اور رات کے وقت رات کے کام  
 میں عبادت کرتے ہیں اور رات کے وقت رات کے کام میں عبادت کرتے ہیں۔ پھر جب  
 وہ کام کھان سے تھک جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ رات کر کے آتے ہیں وہ  
 آتے کر کے پختے قوی کر کے لکھتے ہیں اور رات کے وقت رات کے کام میں  
 تازہ دم ہو جاتے ہیں۔

فَرَأَى اللَّهُ تَعَالَىٰ كَيْفَ تَدْرِكُ الْقَمَرَ وَلَا يَسْبِقُ السَّيْفُ السَّبْعَ  
 سورج اور چاند کو کمر سے لگایا ہے۔ کہ ان کے درمیان ایک  
 دن میں سے ہر ایک مقررہ وقت تک چل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شمس و قمر کی تخلیق  
 اور ان کی مسلسل روانی میں جن انہوں کی مخلوق کے لیے کیا ہے وہ ان پہاڑی  
 ہیں شمس و قمر کی ایک تو اپنی حرکت سے ہے اور شمس و قمر کی ایک  
 دونوں اپنی اپنی منازل میں اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہیں اور ہر دن اور رات  
 ان کی منزل مختلف ہوتی ہے۔ اس اختلاف کی وجہ سے سال بھر کے موسم  
 تغیر و تبدل واقع ہوتا ہے جن کے دوران مختلف پھل اور مختلف اجناس پیدا  
 ہوتی ہیں۔ جو ان لوگوں اور جانوروں کی خوراک بنتی ہیں۔ یہ نظام اللہ تعالیٰ  
 کے مقرر کردہ وقت تک جاری رہے گا، اور پھر جب وہ چاہے گا۔ اس لیے



نظامِ شمس و قمر کو درہم برہم کمرے کے قیامت برپا کر دے گا اور پھر دوسرا نظام قائم کرے گا۔ اسی لیے فرمایا کہ ان میں سے ہر ایک مقررہ وقت تک چل رہا ہے۔

فرمایا الَا هُوَ الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ آگاہ رہو کہ جس خدا تعالیٰ نے یہ نظام کاٹنا قائم کر رکھا ہے، وہ کمالِ قوت کا مالک ہے اور بہت بخشش کرنے والا ہے۔ یہ اس کی قوت کا ایک ادنیٰ مظاہرہ ہے کہ اُس نے چاند سورج، زمین، اور دیگر لاکھوں گنا بڑے سیارے قائم کر رکھے ہیں۔ جو سب کے سب ایک مربوط نظام کے تحت اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہیں، پھر اس کی شانِ غفاری بھی ہے کہ وہ مجرموں کو فوراً گرفت میں نہیں لیتا بلکہ مہلت بھی دیتا ہے۔ پھر جب کوئی بچے دل سے تائب ہو کہ اس کی طرف رجوع کر لیتا ہے، برائیوں کو چھوڑ کر نیکی کی طرف راغب ہو جاتا ہے اور ایمان کو قبول کر لیتا ہے، تو اس کی عفو و مغفرت بھی جوش میں آ جاتی ہے اور وہ بندوں کے گناہوں کو معاف کر کے انہیں اپنی آغوشِ رحمت میں لے لیتا ہے۔

(۲) تخلیقِ نسل  
انسانی

نظامِ کائنات کو بطورِ دلیلِ توحید پیش کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے نسلِ انسانی کی تخلیق کو بھی اپنی وحدانیت اور قدرتِ کاملہ کی دلیل بنایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ اللّٰهُ تَعَالٰی کی ذات وہ ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا پھر اسی میں سے اُس کا جوڑا بھی بنایا ہے۔ اس سے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کی تخلیق مراد ہے۔ اللہ نے سب سے پہلے نسلِ انسانی کے باپ آدم علیہ السلام کو مٹی سے تخلیق کیا۔ اور پھر آپ ہی کی پسلی سے آپ کی زوجہ حوا کو بھی نکالا۔ پسلی چونکہ ٹیڑھی ہوتی ہے اس لیے ہر عورت میں فطرتاً ہی پائی جاتی ہے حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ عورت سے اسی حالت میں کام لیتے رہو اور اس کی کبھی کو درست کر نیکی کو شش نہ کرو، کہیں یہ ٹوٹ ہی نہ جائے۔ بہر حال نفسِ واحد سے تخلیق کا مضمون اللہ نے سورۃ النساء کے آغاز میں بھی بیان فرمایا ہے اے لوگو!



اللہ سے اور جان جس نے لَقَاتُكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ  
 مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَرَأَيْتُمْ  
 تَحْمِلُ اِحْدَیْہِمَا اِثْمَ الْاُخْرٰی مِنْ سِوَا ذٰلِکَ فَاِنَّ کَیْدَہُمَا لَکَیْدٌ  
 اُن دونوں میں سے کثیر تعداد میں مردوں اور عورتوں کو پھیلایا۔ چنانچہ آج دنیا کی  
 پانچ ارب کی آبادی صرف ایک جان سے ہی پھیلی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت  
 کا علم کی یہ ایک بہت بڑی دلیل ہے۔

اللہ نے اپنی وحدانیت کی تیسری دلیل یہ بیان فرمائی ہے وَأَنْزَلَ لَكُمُ  
 الْكِتَابَ الذِّیْ فِیْہِ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یَعْلَمُونَ اور تمہارے لیے موشیروں میں سے آٹھ  
 جوئے آئے۔ ان جانوروں کی تفصیل سورۃ الانعام میں موجود ہے کہ ان سے سرو  
 اور نٹ لگاتے، بھیڑ اور بکری نر اور مادہ سرو ہیں۔ یہ حلال جانور ہیں اور انہی کی قربانی  
 بھی کی جاتی ہے۔ یہ جانور خاص طور پر انسانی کے خادم ہیں اور لوگ ان سے کئی  
 امر سے مستفید ہوتے ہیں۔ اونٹ، بارہنہ، اور مواری کی کاشت آتا ہے، کھانے  
 پانی کی جستہ میں بڑے مفید ہیں اور ان کے ذریعہ کنوئیں سے پانی بھی کھینچا  
 جاتا ہے۔ بھیڑ اور بکریاں خاص طور پر اونٹ پیدا کرتی ہیں جو اس اور دیگر مزدور  
 زندگی میں کام آتی ہے۔ اس کے علاوہ ان جانوروں کا گوشت اور دودھ کثیر  
 استعمال ہوتا ہے اور ان کی کھال اور ہڈیاں بھی انسانی ضروریات میں کام آتی ہیں  
 یہ جانور ہیں اور انسانی مزارع کے بہت قریب، ہیں لہذا اللہ نے ان کو پیدا  
 کر کے انسانی خدمت پر مامور کر دیا ہے۔

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کے لیے تخلیق کی بجائے مذولی کا  
 لفظ استعمال کیا ہے حالانکہ یہ جانور کہیں اوپر سے تو نہیں نازل ہوتے بلکہ  
 زمین پر ہی پیدا ہوتے ہیں۔ مفسرین کہہ دیتے ہیں کہ قرآن پاک کا یہ بھی ایک  
 اسلوب بیان ہے اور یہ ان جانوروں کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ اللہ نے

دھاریشوں  
 کے اٹھ  
 جوئے



لوہے کے متعلق بھی فرمایا ہے وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ  
وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ (الحديد - ۲۵) اور ہم نے لوہا اتارا جس میں شدید خطرہ  
 بھی ہے اور لوگوں کے لیے فوائد بھی۔ اسی طرح لباس کے لیے بھی نزول کا لفظ  
 استعمال ہوا ہے يَبْنِيْ اٰدَمَ فَقَدْ اَنزَلْنَا عَلٰی كُمُ لِبَاسًا يُّوَارِيْ  
سَوَاتِكُمْ وَرِيشًا (اعراف - ۲۶) اے بنی آدم! ہم نے تم پر  
 لباس اتارا جو کہ تمہاری ستر پوشی اور زینت کے کام آتا ہے۔ ان تمام مقامات پر  
 نزول کا معنی کہیں اُوپر سے اتارنا نہیں بلکہ پیدا کرنا ہی ہے۔

بعض مفسرین نے لفظ نزول کی بعض توجیہات بھی کی ہیں۔ وہ فرماتے  
 ہیں — کہ جانوروں کی زندگی کا مدار پانی اور چارے پر ہے اور پانی کو اللہ تعالیٰ  
 بارش کی صورت میں اُوپر کی طرف سے نازل کرتا ہے، جس سے سبزہ پیدا  
 ہوتا ہے اور جانوروں کی خوراک بنتا ہے، لہذا ان جانوروں کو مجازی طور پر نازل  
 کرنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

بعض فرماتے ہیں کہ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کو جنت  
 سے اتارا گیا تھا، اسی طرح بعض دیگر اشیاء مثلاً حجر اسود اور خوشبو کو بھی جنت  
 سے اتارنے کا ذکر ملتا ہے اسی طرح ان مویشیوں کو بھی جنت سے ہی اتارا گیا اس  
 لیے ان کے لیے اَنزَلَ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ بعض مفسرین یہ بھی فرماتے  
 ہیں کہ اَنزَلَ کا مادہ نزل نہیں بلکہ نزل ہے جس کا معنی مہمان نوازی ہوتا ہے  
 یہ آٹھ قسم کے جانور بھی اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی خدمت اور مہمان نوازی کے  
 لیے پیدا کیے ہیں لہذا ان کے لیے اَنزَلَ کا لفظ استعمال ہوا ہے

(۴) شکم مادر میں  
 پرورش

اللہ نے اپنی قدرت کا چوتھا نمونہ اس طرح ذکر فرمایا ہے يَخْلُقُكُمْ  
فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ وہی اللہ تعالیٰ  
 تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں پیدا کرتا ہے ایک درجے کے بعد دوسرے درجے  
 پر یعنی شکم مادر میں تمہاری نشو و نما بتدریج مرحلہ وار عمل میں آتی ہے۔ اس بات



کہا تو کہ اللہ نے قرآن پاک کے کئی مقامات پر کیا ہے مثلاً سورۃ المؤمنین میں فرمایا کہ ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا، پھر اس کو ایک مضبوط جگر میں لپیٹ کر رکھا، پھر نطق کا لوتھا بنایا، پھر لوتھ کے نی ہوتی بنائی پھر رولی کی بنیاں بنائیں، پھر ہڈیوں پر گوشت پوشت چڑھا دیا، پھر اس کو مٹی سمیت میں تیار کر دیا وقت بنائے **لَقَدْ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ** قرآن آیت ۱۴ بڑا بزرگت ہے خدا تعالیٰ جو سب سے بستر بننے والا ہے، غرضیکہ فرمایا ہم نے اس کے پیٹ میں قہری مہلکار نشوونما کی اور وہ بھی **فَوَقَّحْنَا فُطْرَتَ قَلْبِ تَيْنِ** اندھیروں کے اندر دیکھ لیں جہاں بچہ پرورش پاتا ہے وہاں ایک تو ماں کے پیٹ کا اندھیرا ہوتا ہے، پھر رحمہ دار کا اندھیرا دیکھو اور تیسرا اندھیرا اس جگہ کا ہوتا ہے جس کے اندر بچہ نشوونما پاتا ہے **فَرَّادَ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جو تمہیں تین اندھیروں میں مدد گاہ کی تک پہنچاتا ہے۔** حالانکہ دنیا کی کوئی بھی شے تیری اندھیرے میں کام نہیں کر سکتی بلکہ نور بھی برقی نور میں خرابی واقع ہو جائے تو سارا کام بند ہو جاتا ہے، مگر یہ خدادادہ تعالیٰ کی لگائی ہوئی فیکٹری ہے جس میں روشنی کی بھی ضرورت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ تہ در تہ اندھیروں میں انسان کو **فَوَقَّحْنَا فُطْرَتَ قَلْبِ تَيْنِ** (۱۴) بسترین شکل صورت میں پیدا فرماتا ہے، **وَرَبِّهِمْ أَعْلَمُ** اس کی قدرت کی بہت بڑی دلیل ہے۔

دعوت  
غور و فکر

**فَرَّادَ ذَلِكُمُ اللہ** (۱۴) بچہ پرورش پاتا ہے، دیکھو جس کی صفت یہ ہے ہوئی ہے اور جس سے نہ تو اس کی طاقت کے لیے کائنات کا نظام قائم کرنا تھا نہ **لَهُ الْفُلُکُ** اسی کی بادشاہی سے اور اس کی سلطنت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ **لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ** اس کے سوا کوئی عبادتہ کے لائق نہیں، عبادت کے لائق تو وہی ذات ہو سکتی ہے جو خالق و مالک، ہر اور واجب الوجود ہو جب یہ صفات اس کے وہی ذات میں نہیں پائی جائیں تو پھر معبود بحق بھی اس کے سوا کوئی نہیں، **فَرَّادَ حَقِیْقَتِ** (۱۴) سے **فَوَقَّحْنَا فُطْرَتَ** (۱۴) مگر تم کہہ رہے ہو کہ تم اس کو چھوڑ کر کس کو عبادت روا اور مشکل کن



کہتے ہو، کس کو نذر و نیاز دیتے ہو اور کس کے لئے ہر جہود ہوتے ہو محمود  
بہ حق تبارک ہے۔

کفر اور  
شکر کا  
تقابل

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان اور کفر کی حقیقت بھی کجا دی ہے۔  
وَرشادہوتا ہے اِنَّ مَا كُذِّبَ اِذَا كُفِرَ كَرِهَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفِيْرٌ رَّحِيْمٌ  
ترجمہ شک اللہ تعالیٰ تم سے ہے پر وہ ہے۔ انسان کو کد بار بھی کفر کرے، خدا  
تعالیٰ کو کیا نقصان پہنچا سکتا ہے؟ اور نہ اُس کے ایمان لانے سے وہ تعالیٰ  
کی شان میں کوئی اضافہ ہو جاتا ہے اُس کو کوئی نقصان نہ ملے اُس کی شان پر ہر جہت  
میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بلکہ کفر کرنے کا نقصان خود کفر کرنے والے کی ذات پر  
پڑتا ہے اور وہ کمالی مطلب تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ اس کو نجات حاصل ہو  
سکتی ہے۔ اور اگر کوئی شخص ایمان اور توحید پر کام بند کرنا ہے تو اس کا فائدہ  
خود اُسی کی ذات کو پہنچے گا۔ وہ رحمت کے مقام خیرۃ القدر تک پہنچ جائے گا  
اسے ترقی نصیب ہوگی۔ تجلی اعظم سے تعلق قائم ہو جائے گا۔ اور بالآخر اللہ کی  
رحمت کے مقام میں پہنچ جائے گا۔ اور اگر کفر کا راستہ اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ  
تو بے پروا ہے۔ البتہ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرٰی لَعَبَادِہِ الْخَفِیّۃِ وہ اپنے بندوں  
سے کفر کی بات کر رہا نہیں کرتا اگرچہ وہ ایسا کرنے کی توفیق دے دیتا ہے اور  
کسی کو زیر پرستی روکتا نہیں۔ اُس سے توبہ کی اور ہدی، ایمان اور کفر دونوں کے  
واضح کر دیتے ہیں اور انسانوں کو اختیار دے رہے ہیں۔ فَاصْبِرْ لِّمَا آتٰہُ فَسَوْفَ مِّنْ  
وَعْدٍ لَّہٗ مَا تَدْرٰی فَلَمَّا نَكَحَ الرَّحْمٰتُ (الحکمت ۲۹) جس کا جی چاہے ایمان لے  
لے اور جس کا جی چاہے کفر کا راستہ اختیار کرے۔ مگر ساتھ ہی بتلادیا کہ جو کفر  
کا راستہ چھوڑے گا۔ اس کے لیے آگے جہنم بھی تیار ہے۔

فرمایا، کفر کے مقابل قرآن قسط ہے۔ اگر تم شکر ادا کرنے کو نہ  
کدو تو اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو جائے گا۔ اس مقام پر کفر کے مقابلے میں  
ایمان کی بھلائی شکر لایا گیا ہے۔ امام راضی فرماتے ہیں کہ یہاں پر کفر سے عام کفر

یعنی اللہ کی ذات، صفات، اوصاف، رسل، کتب، مذاہب، علامات اور معجزات۔  
 انکار ہی ملو رہے اور شکر سے ایک خاص چیز مراد ہے۔ آپ شکر کی تعریف میں  
 لکھتے ہیں: لَا تُشْرِكُ بِمَنْ قَوْلُ وَاعْتِقَادُ قَوْمٍ، یعنی شکر تو  
 اعتقاد اور عمل کا مرکب ہے۔ قول یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی وحدانیت،  
 زبان سے اقرار کئے، اعتقاد یہ ہے کہ اس کی وحدانیت کا دل میں یقین ہو۔  
 اللہ کے رسولوں، وحی الہی، اس کی کتابوں اور قیامت پر ایمان ہو اور عمل یہ ہے کہ  
 انسان اپنے اعتقاد و جوارح کے ساتھ اللہ کی عبادت کرے، تو فرمایا جس شخص میں  
 یہ تینوں چیزیں پائی جائیں گی، وہ گویا صحیح معنوں میں شکر کرنے والا ہوگا۔ چنانچہ یہاں  
 پر شکر کے لفظ میں ایمان بھی موجود ہے۔ اس لیے اس کو کفر کے مقابلہ میں لایا گیا  
 ہے کہ شکر کرنے سے تو اللہ تعالیٰ راضی ہوگا۔

برجہ پنا پنا

پھر فرمایا: اَلَا فَرُّوْا زُرَّ اَخْرٰی اور کوئی برجہ اٹھانے  
 والا کسی درخت کا برجہ نہیں اٹھانے کا، بلکہ ہر ایک کو اپنے عقیدے اور عمل کا  
 خود بھگنانا کرنا ہوگا۔ وہاں نہ کوئی رشتہ دار کام آئے گا اور نہ ہی کوئی تاجرانہ  
 یا رکیل کھڑا ہو سکے گا جو کسی کی طرف سے جواب دہی کر سکے، بلکہ کسے شائبہ  
 نہ آوے: اَلَا فَرُّوْا زُرَّ اَخْرٰی، ہر شخص کو خود اپنا بھگنا چھوڑ کرنا  
 ہوگا۔ مگر ہر شخص کو اپنا برجہ خود اٹھانا ہوگا۔

فرمایا: اَلَا فَرُّوْا زُرَّ اَخْرٰی، ہر قسم سب کا تمھارے  
 پیورہ دار کی طرف ہی لڑنا ہوگا۔ سب کو اس کی عدالت میں لڑنا ذاتی طور پر پیش  
 ہونا ہوگا۔ فَيُخَيَّرُكُمْ بَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ، پھر وہ تمہیں بتائے گا  
 جو کچھ کام تم دنیا میں کرتے تھے۔ اس نے تمھارا ایک ایک قول، فعل اور  
 عمل محفوظ کر کے رکھا ہوا ہے اور قیامت، واسے دین تمھارے سامنے پیش کر دے گا  
 وہ عظیم گل ہے کہ تمھارے ہر عمل کا علم ہے اور مختار گل ہے کہ وہ انہیں حشر  
 کرنے پر بھی قادر ہے۔ اور پھر اس کا علم اس قدر وسیع ہے اِنَّهُ عَلِيْمٌ



یہ ذات الصدد اور کردہ سینوں کے مغلّی رازوں کو بھی جانتا ہے۔ وہ اپنے  
 مجیدوں سے بھی واقف ہے جن کو دنیا میں تھلے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔  
 وہ تمام رازوں کو افشا کر دے گا۔ اور پھر ہر عمل کا حساب کتاب ہوگا اور جزا  
 اور سزا کے فیصلے ہوں گے۔

---

وَإِذَا مَنَّ الْإِنْسَانُ ضُرْدَ عَارِبَهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ  
 ثُمَّ إِذَا خَوَلَهُ نِعْمَةٌ مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ  
 يَدْعُوًا إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ أَنْتَادًا  
 لِّضِلٍّ عَنِ سَبِيلِهِ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ  
 قَلِيلًا مَّهْرًا نَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ۝۸ أَمَرْتُ  
 هُوَ قَانِتٌ أَنَّ الْبَيْلَ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ  
 الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةً رَّبِّهِ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي  
 الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا  
 يَتَذَكَّرُ أُولَؤُلَ الْأَلْبَابِ ۝۹ قُلْ لِّعِبَادِ الَّذِينَ  
 آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ  
 الدُّنْيَا حَسَنَةً وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ إِنَّمَا  
 يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۱۰

ترجمہ :- اور جب پہنچے سے انسان کو کوئی نصیب تو  
 پکارا سے وہ اپنے پروردگار کو اس کی طرف جوش  
 کرنے والا ہوتا ہے ، پھر جب وہ اس کو بھولتا ہے  
 نعمت اپنی طرف سے تو وہ بھول جاتا ہے اس کو جس



کی طرف پکارتا تھا اس سے پہلے اور حضرات سے :  
 اللہ کے لیے شریک نہ کرنا گوارہ کرے اللہ کے راستے  
 سے۔ آپ کہہ دیجئے (اے پیغمبر!) فائدہ اٹھا لے تو  
 اپنے کفر کے ساتھ تھوڑے دنوں تک۔ جتنا کہ تو  
 روزِ بخیر والوں میں سے ⑧ بھلا وہ شخص جو اطاعت  
 کرنے والا ہے، رات کی گھڑیوں میں سجدہ کرتے ہوئے  
 اور کھڑے ہوئے، ثبات ہے آخرت سے اور اُمید رکھتا  
 ہے اپنے پروردگار کی رحمت کی۔ آپ کہہ دیجئے، کیا یہ  
 ہیں وہ لوگ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے؟ بیشک  
 نصیحت حاصل کرتے ہیں عقلمند لوگ ⑨ آپ کہہ  
 دیجئے (اللہ کی طرف سے) اے وہ بندہ جو ایمان لائے  
 ہو، ڈرو اپنے پروردگار سے۔ اُن لوگوں کے لیے  
 جنہوں نے نیکی کی اس دنیا میں، بھلائی سے۔ اور  
 اللہ کی زمین کا وہ ہے، بیشک، پورا دیا جائے گا، صبر  
 کرنے والوں کو اُن کا بدلہ بغیر حساب کے ⑩

وہ آیات

سورۃ کی ابتدائی آیات میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا ذکر ہوا کہ صرف اللہ کی  
 عبادت کرو اس حال میں کہ صرف اُنہی کے لیے اطاعت کو خدا کر کے مان لے  
 ہو، اور خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی طرح بھی شریک نہ بناؤ، نہ اُن کی ذات میں، نہ  
 صفات میں اور نہ ہی ولایت کا عقیدہ رکھو۔ اللہ تعالیٰ واحد اور قادر ہے، اور  
 ساری کائنات اُن کی پیدا کردہ ہے اور اُنہی کے تصرف میں ہے۔ پھر فرشتوں  
 انسانوں کی تخلیق اللہ نے ایک ہی جان سے کی ہے، اُنہی سے اُن کا جوڑا بنایا  
 اور تمھارے فائدے کے لیے مومنینوں کے آٹھ جوڑے بنائے۔ تمھاری  
 پیدایش بھی اللہ نے عجیب طریقے سے کی۔ ماؤں کے پیٹوں کے اندھیروں

میں تمھارا ڈھکچہ تیار ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جس تمھارا پیر و رہبر اور مستحق عبادت ہے  
 پھر فرمایا کہ اگر تم اس کی وحدانیت کا انکار کرو گے تو اللہ تعالیٰ تو بے پرواہ  
 ہے۔ تمھارے کھڑکھاس میں کوئی اثر نہیں پڑے گا، نہ اس کو کچھ نقصان پہنچ  
 سکے گا، مگر وہ اپنے بندوں سے کھڑکی بات کر پتہ نہیں کرتا۔ اور اگر تم اس کو  
 شکر ادا کرو گے تو وہ تم سے راضی ہوگا۔ پھر فرمایا کہ تم میں سے کون بھی ایسا دوستدار  
 کا پروردگار نہیں اٹھائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال کو خوب جانتا ہے حتیٰ کہ وہ  
 سینوں کے رازوں سے بھی واقف ہے۔ تمھیں تمھارے اعمال کے مطابق ہی  
 بدلے گا۔

انسانی فطرت  
 کے روش

اب آج کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی ناشکر گزاری کا عالمی اس  
 طرح بیان فرمایا ہے وَإِذَا هَمَّ بِالْعَنَاءِ اور جب انسان کو کوئی  
 تکلیف پہنچتی ہے فَعَارِدًا وہ عیب دار یا کینہ تو پکارتا ہے اپنے پروردگار  
 کو اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے۔ اس انسان کی حالت عجیب سے نامناسب  
 کے وقت یہی کہتا ہے کہ اس کو دور کرنے والا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں بلکہ  
 اسی کے سامنے گر کر آتا ہے۔ ثُمَّ إِذَا خَرَا لَهُ فُتْرًا پھر جب  
 وہ اس کو اپنی طرف سے نعمت بخشتا ہے یعنی جب تکلیف دور ہو جاتی ہے  
 کوئی بیماری مٹتی تو شفا ملی گئی، تنگدستی مٹتی تو خوشحالی آگئی۔ یہی أُولَئِكَ اولاد تھا تو اولاد ملی  
 گئی، غرض کہ جب کوئی نعمت حاصل ہو جاتی ہے فَيَسْتَكْبِرُ استکبار  
يَذْعَرُ إِلَىٰ يَدِ رَبِّهِ من قبیل کہ پھر وہ اپنی اس پہلی حالت کو بالکل ہی  
 بھول جاتا ہے جس کی طرف وہ پکارتا تھا، گویا کہ اس کو کہیں کوئی تکلیف پہنچی ہی  
 نہیں تھی۔ چاہیے تو یہ تھا کہ جب اس کی تکلیف دور ہو چکی تو اپنے پروردگار کا  
 شکریہ ادا کرے اور جس کو وہ تکلیف کے وقت پکارتا تھا اور جس نے اس کو مصیبت  
 کو رفع کر دیا، وہ شکر ادا کرے کہ اپنی اس سابقہ تکلیف  
 کو ہی بھول جاتا ہے اور لہو و لہب میں غلغلہ ہو کر ناشکر گزاری کا مظاہرہ کرتا ہے



فرمایا ایک قرۃ العین کے رُفیع ہوئے یہ اللہ کا شکر ادا نہیں کرتا اور دوسرا  
 ظلم یہ کرتا ہے وَجَعَلَ لَكَ لَدُنْهُ ذَاكُمُ الشُّرَكَاءُ کے لیے شرابِ شرع  
 گناہ ہے مصیبت۔ تو اللہ نے دور کی تھی، مگر وہ نذرِ دنیا و دوسروں کی بیٹھ گھڑا  
 ہے اور سمجھتا ہے کہ اس کی تکلیف فلاں بزرگ کی دوسرے دور ہوئی ہے یا  
 یہ فلاں سنا ہے یا سنا ہے کے اترات، اَلَمْ يَجْعَلْ لَكُمْ فِرْعَانَ اور پھر اس غلط عقیدہ کا  
 پراپیگنڈا بھی کرتا ہے لَبِصْلًا عَنْ مَنِ بَصِيصًا، اگر دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ  
 کی راہ سے گمراہ کر دے، پھر یہ شخص اپنے قول، فعل اور عمل سے دوسروں کی  
 گمراہی کا سبب بھی بنتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کو بالکل فراموش کر دیتا ہے  
الشُّرَكَاءُ فَرَّارًا قُلْ لِّى سَعِيرٌ آپ دن لوگوں کو واضح طور پر کہہ دیں  
ذَٰمًا مِّنْكُمْ كُفْرًا قَلِيلًا اپنے اس کفر کے ساتھ مقور اس امر سے  
 تاکہ فائدہ اٹھا کر۔ اپنے اس بطل عقیدے کے سبب میں اس دنیا کی زندگی  
 میں عیش و آرام کر لے۔ یہ اللہ کی طرف سے ہدایت ہے لیکن بالآخر  
اِنَّكَ مَرْسُومٌ اَصْحَابِ النَّارِ بیشک تم دوزخ والوں میں سے ہو  
 تمہارے اس شرک اور ناشکری کا بدلہ تمہیں دوزخ کی صورت میں ملے گا  
 جہاں سے رہائی کی کوئی صورت نہیں ہوگی۔ اس مضمون کو اللہ نے سورۃ العنکبوت  
 میں اس طرح بیان فرمایا فَاِذَا زَكَّيْتُمْ اَوْفِ الْوَعْدَ الَّذِیْ دَعَا اِلَیْهِ تَخْلِصُوْهُ  
لَهُ الدِّیْنُ وَ قُلْمًا بَعْدَ اَلْبِیِّنِ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ  
 روایت ۱۵۰، جب مشرک لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں اور وہ کشتی گرداب میں  
 پھنس جاتی ہے تو اس مصیبت سے نجات حاصل کرنے کے لیے غاصبات  
 اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں اور اسی کے مدد سے کڑ گڑھٹے ہیں مگر جب اللہ تعالیٰ اس  
 مصیبت سے نجات دے دیتا ہے تو پھر اس کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں  
 اور اس نجات کو دوسروں کے ساتھ منسوب کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ فرمایا یہ  
 کہنے ناشکر گزار لوگ میں جو شکر کے وقت تو اسی کے مدد سے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔

مگر خوشحال کے وقت اس کو فراموش کر دیتے ہیں اور اس آسودگی کا سہرا اور سڑیل کے سر پہ باندھ دیتے ہیں۔

نیک وہ  
کاتقابل

آگے اشارے نیک وہ میں تقابل کے طور پر فرمایا ہے أَمِنْ هُوَ قَانِتٌ بجاوہ شخص جو کہ اطاعت کرنے والا ہے أَنَّى الْيَلِيلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا رات کی گھڑیوں میں سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے يَحْذَرُ الْآخِرَةَ اور وہ آخرت سے ڈرتا بھی ہے وَيُؤْتِي جُثَا رَحْمَةً رَبِّهِ اور اپنے پروردگار کی رحمت کی اُمید رکھتا ہے، فرمایا کیا ایسا خدا پرست انسان تا فرماؤں اور اشارہ فرمائیے گئے بزم پر ہو سکتا ہے؟ یقیناً ایسا نہیں ہو سکتا۔

اس مقام پر لفظ قَانِتٌ استعمال ہوا ہے جس کا معنی ہم نے اطاعت کرنے والا کیا ہے، قنوت کا لفظ نماز کی ایک خاص حالت کے متعلق نہیں آیا ہے وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ (البقرہ - ۲۳۸) یعنی نماز کے پڑھنے ایسی حالت میں کھڑے ہو کہ خدا کے سامنے عاجزی کرنے والے ہو، شہاد کو بالکل نیچے رکھو اور دائیں بائیں التفات نہ کرو، نہ کپڑوں کے ساتھ کھیلو اور نہ کسی اور شغل میں مشغول ہو۔ اس کے علاوہ قنوت کا معنی لمبی قرأت کرنا بھی ہوتا ہے حدیث میں آئے أَفْضَلُ الصَّكْبِ لِمَا طَوَّلَ الْقُنُوتِ افضل نماز ہے جس میں لمبی قرأت کی جائے۔ البتہ فقہائے کرام میں اس بات میں اختلاف ہے کہ لمبی قرأت زیادہ افضل ہے یا زیادہ سجدے کرنا افضل ہے بعض فرماتے ہیں کہ سجدہ بڑی بند عبادت ہے جس سے قرب الہی حاصل ہوتا ہے، لہذا زیادہ سجدے کرنے میں فیضیت ہے لیکن امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں قرأت زیادہ کرنے میں زیادہ فائدہ ہے۔

بہر حال قنوت کا معنی اطاعت ہوا ہے اور نماز میں قنوت کے افعال کا مطلب یہ ہے کہ آدمی پسے سکون کے ساتھ سجدے کی جگہ پر نگاہ رکھتے ہوئے نہایت عجز و انکاری کے ساتھ اللہ کے حضور کھڑا ہو کر فرمایا جو شخص



سکون کے ساتھ قیام و عروج کرنا ہے، آخرت سے ڈرنا ہے اور خدا کی رحمت کا اُمیدوار ہے، وہ انفرادی کے برابر ہرگز نہیں ہو سکتا۔

پھر فرمایا قُلْ اے پیغمبر! آپ کہہ دیں هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَفْلَهُونَ وَالَّذِينَ لَا يَفْلَهُونَ كَمَا جَاءَ فِي الْكِتَابِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ فِتْنَةٌ يَوْمَ الْمَعَادِ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ اَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ فِتْنَةٌ يَوْمَ الْمَعَادِ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ اَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ فِتْنَةٌ يَوْمَ الْمَعَادِ

عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں، بالکل نہیں۔ ایماندار اور فاجر برابر نہیں ہو سکتے۔ اگر ایسا ہو تو پھر ترانہ صیرنگ کی بن جاسے، نیکی اور بدی کا معیار ہی باقی نہ رہے، علم و جہالت خلط ملط ہو جائیں، فرمایا یہ دونوں گروہ صاف ہی نہیں ہو سکتے، علم حاصل کرنے اور فساد میں داخل ہونے کے بغیر انسان نہ خدا کی ذات، اگر پس منظر سے نہ اس کی صفات کو، نہ توحید کو، نہ آخرت کے معاد و موت اور نہ ہی حقوق کی اور نیکی میں تمیز کر سکتا ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ اہل علم اور بے علم کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ فَرَأَى اسْتَعَايَنَهُمْ كُفْرًا وَاُولَئِكَ الْاَلْبَابِ اِيسَى مَثَلًا سے تو صاحب عقل و دانش ہی نصیحت حاصل کر سکتے ہیں۔

تقریباً  
مترجم

اکل آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کی زبان سے خوف خدا کی تعین فرمائی ہے۔ ارشاد ہوا ہے قُلْ يٰعِبَادِ الْاَلْبَابِ اِيسَى مَثَلًا کہ اے پیغمبر! آپ میرے ان بندوں کو کہہ دیں جو ایمان سے گئے ہیں کہ وہ اپنے پروردگار سے ڈرتے رہیں کہ کہیں اس کی کوئی آزمائش نہ ہو جائے، کہیں کفر، شرک اور نفاق میں ملوث نہ ہو جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم میں شقاوت پیدا ہو جائے، اور ہم اللہ کی رحمت سے دور ہو جائیں۔ اسی لیے فرمایا کہ میرے بندو! اپنے قول و فعل عمل اور اخلاق میں شایستگی کا طرز ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو، اے شاہ ولی اللہ! استوی کا معنی <sup>شعور</sup> تماثلت است، برعہ و شرع کہتے ہیں، یعنی شریعت کی حدود کو قائم رکھنے کا نام تقویٰ ہے۔ سب سے پہلے اپنے اعتقاد اور ایمان کی حفاظت کرو، اس میں کفر، شرک اور بدعتیدگی کو داخل نہ ہونے دو۔ اپنے ایمان کو بڑی تہمت، حسد، بغض اور گندے اخلاق سے پاک رکھو، استرہاد اور کفر

لَهُ الطَّاعَةُ الْعَدْوُ مَقْرَبٌ

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ هَدَىٰ لَهُمُ الْأَحْزَابَ ۚ وَلَئِنْ رَأَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطَةً فَلَتَوَلَّوْا كِبْرًا ۚ وَهُوَ يُعْطِيكُم مَّا تَشَاءُونَ ۚ وَلَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ أَخْرَجَهُم مِّنَ مَكَّةَ بِطَوَافٍ ۚ وَلَئِنْ لَّمْ يَأْمُرْنَا بِهِ رَبُّنَا فَلَا لَكُمْ مَلَأَ لُبُكُم مِّنَ اللَّهِ ۚ وَلَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ أَخْرَجَهُم مِّنَ مَكَّةَ بِطَوَافٍ ۚ وَلَئِنْ لَّمْ يَأْمُرْنَا بِهِ رَبُّنَا فَلَا لَكُمْ مَلَأَ لُبُكُم مِّنَ اللَّهِ ۚ وَلَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ أَخْرَجَهُم مِّنَ مَكَّةَ بِطَوَافٍ ۚ وَلَئِنْ لَّمْ يَأْمُرْنَا بِهِ رَبُّنَا فَلَا لَكُمْ مَلَأَ لُبُكُم مِّنَ اللَّهِ ۚ

حجرت  
مکہ

اب آیت کے اچھے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حالات کی گھڑیاں  
ہجرت کر جانے کی ترغیب دی ہے۔ اس حکم کے فہموں کے وقت تک ہجرت  
کے پانچ یا چھ سال گزر چکے تھے۔ اہل ایمان کفار کی ایذا اور سبائیوں کا سختی سے  
برسنے لگے اور صحابہؓ کے دو گروہ جس کی طرف ہجرت کر چکے تھے۔ اہل ایمان  
میں اللہ نے فرمایا وَأَرْضُ اللَّهِ وَأَرْضُ الْمَدِينَةِ اللہ کی زمین اور مدینہ کی زمین  
لہذا اگر حالات بالکل نامساعد ہو جائیں تو مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کر جانے  
کی اجازت ہے۔ مطلب یہ کہ جب کسی مقام پر کفار کا غلبہ ہو اور خدا کے رسولؐ  
کو قائد یا کفیل مشکل ہو جائے تو پھر ایمان اور دین کی حفاظت کے لیے اس جگہ کو  
مچھوڑ کر دوسری جگہ چلے جانا چاہیے۔ سَانَ الْهَجْرَةِ لشدید ہجرت  
میں تکلیف بھی مٹی اٹھانا پڑتی ہے۔ وطن، عزیز و اقارب، زمین و مکان  
اور کاروبار سب چھوڑنا پڑتا ہے۔ لہذا یہ مشکل کام ہے۔ پھر دوران ہجرت مشکلات  
بھی پیش آسکتی ہیں، دشمن کا خطرہ ہوتا ہے، مطلوب جگہ پر پہنچ کر رہائش اور کھانا پانی  
مقابل پیدا ہوتے ہیں اور بعض اوقات آب و ہوا بھی موافق نہیں آتی، اس لیے  
اللہ نے ہجرت کا درجہ بھی بہت بڑا رکھا ہے۔ اہل ایمان مہاجرین اور مجاہدین کے  
معلق اللہ کا فرمان ہے أَعْلَظُ دَرَجَةٍ عَزَّ وَجَلَّ اللہ (التوبہ ۲۰۰)



اللہ کے ہیں ان کا بہت بڑا مرتبہ ہے اور یہ کامیاب لوگ ہیں۔ اسی لیے  
 حضور علیہ السلام نے اپنے صحابہؓ کے لیے ہجرت کی دعا فرمائی ہے **وَاللّٰہُ بِہِمْ  
 مُصِیْبٌ لَا تُصِحُّ اِلٰی ہِجْرَتِہُمْ وَلَا تَرُدُّہُمْ عَلٰی اَعْقَابِہُمْ**  
 اے اللہ میرے صحابہ کی ہجرت کو نافع فرما اور ان کو واپس نہ پھیرنا کیونکہ ہجرت  
 کا اجر بہت بڑا ہے۔

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ہجرت دین اور ایمان کی غنائت  
 کی خاطر کی جاتی ہے۔ تاہم بعض اوقات ہجرت کن یا فرض ہو جاتی ہے۔ مثلاً  
 اگر کسی جگہ انسان گناہ سے نہیں بچ سکتا یا اسے رزقِ حلال نصیب نہیں ہوتا  
 تو اس پر ہجرت فرض ہو جاتی ہے۔ جب تک فتح ہو گیا تو آپ نے فرمایا  
 کہ اب حکمِ دارالاسلام بن گیا ہے لہذا جہاں سے ہجرت کا حکم ختم ہو گیا ہے۔  
 ہیں، اگر بعد میں کسی جگہ ایسے حالات پیدا ہو جائیں تو ہجرت کا حکم نافذ العمل  
 سمجھا جائے گا۔

صبرِ صغیر  
 صبرِ کبیر

فرمایا جنہوں نے دین اور ایمان کی خاطر ہجرت کی اور مشغلات اور غم و رنج  
 اور صبر کا واسطہ بنا لیا تو اللہ سے بڑا اجر ملے گا **یُوَفِّی الْمَصِیْرَ قَدْ اَجَبَ ہُمْ**  
**فَعَبَّیْ حَسَابٍ**۔ تو ایسے صبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ بلا حساب اور بدلہ  
 دے گا۔ اللہ نے ہر نبی کے کام کے لیے اجر کی تدبیر فرمائی ہے لیکن صبر کے متعلق  
 فرمایا کہ اس کا اجر بے حساب ہو گا جس کی کوئی مدد نظر نہیں۔ توجیہ: ذکر الہی، شکر  
 نماز، شعا، اللہ کی تعظیم وغیرہ کی طرح صبر بھی طاعتِ ابراہیمی کا ایک بہت بڑا  
 اصول ہے۔

امام غزالیؒ صبر کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس کے مختلف مقامات  
 ہیں۔ کبھی جسمانی تکلیف پر صبر کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بڑا دست  
 کرنے کی توفیق طلب کی جاتی ہے، کبھی اجتماعی مصائب پر صبر کی ضرورت  
 ہوتی ہے، اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت بھی صبر کے بغیر نہیں ہو

سکتی۔ وضو، نماز، روزہ، حج جہاد وغیرہ کی انجام دہی میں صبر استقامت  
 کی ضرورت ہوتی ہے، معاشرے سے مجاز کے لیے صبر کرنا پڑتا ہے۔ غرضیکہ  
 زندگی کے کسی بھی موڑ پر صبر کا اظہار ہیے اعتماد اجر کا باعث ہوگا۔

---



ومألف ٢٢

الزمر ٣٩

سورة الزمر ٣٩

آيت ١١ الى ٢١

قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ  
 الدِّينَ ① وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ②  
 قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ  
 عَظِيمٍ ③ قُلِ اللَّهُ أَعْبُدْهُ مُخْلِصًا لَهُ دِينِي ④  
 فاعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِنْ دُونِهِ قُلْ إِنَّ الْخَيْرَ  
 الَّذِينَ خَيْرُوا أَنْفُسَهُمْ وَأَهْلِيَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ  
 إِلَّا ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ⑤ لَهُمْ مِنْ  
 فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِنَ النَّارِ وَ مِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ  
 ذَلِكَ يُخَوِّفُ اللَّهَ بِهِ عِبَادَهُ يَعْبادُوا فَاتَّقُوا ⑥  
 وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَنْ يَعْبُدُوهَا وَ  
 أَنَابُوا إِلَى اللَّهِ لَهُمُ الْبُشْرَى فَبَشِّرْ عِبَادِ ⑦  
 الَّذِينَ يَسْمَعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ  
 أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ وَأُولَئِكَ هُمُ  
 أُولُوا الْأَلْبَابِ ⑧ أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ  
 الْعَذَابِ أَفَأَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ⑨ لَكِنَّ  
 الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ عُرفٌ مِنْ فَوْقِهَا

عَرَفَ مَبِیِّنَاتٍ لِّجَعْرِی مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ وَعَدَ  
 اللَّهُ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ الْمِيعَادَ ⑥ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ  
 أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعٌ فِي  
 الْأَرْضِ ۖ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ  
 ثُمَّ يَهَيِّجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ۖ ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا  
 ۖ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرًا لِأُولِي الْأَلْبَابِ ⑦

ترجمہ :- آپ کہہ دیجئے (اے پیغمبر!) بے شک مجھے  
 حکم دیا گیا ہے کہ میں عبادت کروں اللہ تعالیٰ کی خالص  
 اسی کے لیے اطاعت کرنے والا ہوں ⑥ اور مجھے حکم  
 دیا گیا ہے کہ ہر جانوں میں سب سے پہلے فرمانبرداری  
 کرنے والا ⑦ آپ کہہ دیجئے، بیشک میں خوف کھاتا  
 ہوں، اگر میں نے افراتفری کی اپنے رب کی، بڑے دن کے  
 عذاب سے ⑧ آپ کہہ دیجئے کہ میں اللہ تعالیٰ ہی  
 کی عبادت کرتا ہوں، خالص کرنے والا ہوں اس کے  
 لیے اپنی اطاعت ⑨ پس تم عبادت کرو جس کی  
 چاہتے ہو اس کے سوا۔ آپ کہہ دیجئے، بیشک نقصان اٹھانے  
 والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے نقصان میں ڈالا اپنی جانوں  
 کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن، آگاہ رہو یہی  
 ہے کھلا نقصان ⑩ اُن کے لیے اور سے سانبان  
 ہوں گے آگ کے، اور اُن کے نیچے بھی سانبان۔ یہ  
 بات، ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اپنے بندوں



کو (اور فروتا ہے) اے میرے بندو! مجھ سے ڈرو ①۶ اور وہ لوگ جنہوں نے کفارہ کشتی اختیار کی طاعت کی پکٹش سے، اور رجوع کیا انہوں نے اللہ کی طرف اُن کے لیے بشارت ہے، پس بشارت دیں میرے بندوں کو ①۷ جو سنتے ہیں بات، پھر پیروی کرتے ہیں اس کی اچھی بات کی۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے۔ اور یہ لوگ ہیں عقل رکھنے والے ①۸ بعد وہ شخص جس پر ثابت ہو گیا ہے عذاب کا کہ کیا لڑچسٹا تھا اُس کو جو روزِ نش میں لڑچکا ہے ①۹ لیکن وہ لوگ جو ڈرتے ہیں اپنے پروردگار سے، ان کے لیے بالادخانے (چربائے) ہیں۔ ان کے اوپر اور بالاخانے بنائے ہوئے ہیں۔ اور جاری ہیں ان کے سامنے نہریں۔ یہ وعدہ ہے اللہ تعالیٰ کا، اللہ تعالیٰ نہیں غلط کرتا وعدہ سے کما ②۰ کیا نہیں دیکھا آپ نے کہ بشارت اللہ تعالیٰ نے اُمّا آسمان کی طرف سے پانی، پس چلا دیا اُس کو چشموں کی شکل میں زمین میں۔ پھر نکالتا ہے اُس کے ساتھ کھیتی جس کے مختلف رنگ ہوتے ہیں، پھر وہ غنیمت ہو جاتی ہے۔ پھر دیکھتا ہے تو اُس کو زبرد۔ پھر کہہ دیتا ہے اس کو چورا چورا۔ بیشک البتہ اس میں نصیحت ہے عقل مندوں کے لیے ②۱

اس سے پہلے توحید کے اثبات اور شرک کی تردید میں بہت سے دلائل بیان ہوئے، پھر تنبیہ و بد اور عالم و جاہل کا تعادل ہوا کہ دونوں گروہ برابر نہیں

ہو سکتے، اور اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ دلائل سے محکم نہ ہو کہ ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ پھر اللہ نے ہجرت کی طرف اشارہ کیا کہ اللہ تعالیٰ زمین وسیع ہے۔ اگر کسی مقام پر کفار و مشرکین کا غلبہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کامیاب بننے میں اور شعاع نور میں پر عمل درآمد نہیں کرتے ہیں تو پھر وہاں سے ہجرت کے دوسری جگہ چلے جائیں۔ ظاہر ہے کہ ترک وطن میں بہت سی مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑے گا، تو اللہ تعالیٰ فرمایا کہ ان تکالیف کو صبر و استقامت سے برداشت کرنے والوں کو بے حساب اجر عطا کیا جائے گا۔

اعمال میں  
فی عبادت  
کامیابی

اب آج کی ابتدائی آیات میں بھی اللہ تعالیٰ نے توحید کے اثبات اور شرک کی تردید کا ذکر کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے قُلْ اِنَّمَا اَعْبُدُ الرَّحْمٰنَ گو کہ وہی یعنی اُن کے سامنے اس بات کی وضاحت کر دیں اِلَهِتْ اَصْرَتْ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّيْنَ مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اس حال میں کہ اُس کے لیے اطاعت کو خاص کرنے والوں میں دین سے ملوث زندگی اور اطاعت ہے یہی مضمون سورۃ تہٰ اکی ابتداء میں بھی بیان ہوا تھا فَاَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّيْنَ صرف اللہ کی عبادت کرو۔ اسی کے لیے اطاعت کو خاص کرنے والے ہو کر، گویا یہ بات بار بار ذہن نشین کرانی گئی ہے، کہ اللہ کے نزدیک ایسی خاص عبادت ہی معتبر ہے، جس میں شرک اور ریا کی آمیزش نہ ہو۔ نیز فرمایا کہ آپ یہ بھی کہہ دیں وَاَصْرَتْ لَدُنَّ اَكُوْنُ اَقُولُ الصّٰلِحِيْنَ اور مجھے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا اولین فرمانبردار اور اطاعت گزار بن جاؤں۔ چنانچہ امت میں اولین ذات پیغمبر علیہ السلام کی جوتی ہے جو اللہ کا مطیع اور فرمانبردار ہوتا ہے اور پھر ماری امت اس کے تابع ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے ہی فرمانبرداری میں پہلا نمبر نبی کا ہی ہوتا ہے اور اگر ہم ناظر مجموعی تمام کائنات کا شمار کیا جائے تو ازل اور عالم ابدات میں بھی اللہ کی فرمانبرداری اور اطاعت کرنے والی ذات پیغمبر علیہ السلام کی ہی ثابت







کہنے والا ہوں، اور اپنے قول، فعل یا عمل میں کسی طرح بھی عبادت الہی میں شرک  
 یا یا کی آمیزش نہیں کرتا، پھر خود اقرار کرنے کے بعد دوسروں کو فرمایا فَاعْبُدُوا  
مَا شِئْتُمْ مِمَّا دُونَهُ تم اللہ کے سوا جس کی جاہر عبادت کرو تمہیں  
 کوئی دے کے لڑکے والا نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ جو شخص مومنوں کے  
 راستہ کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کرے تو لَهُ مَا تَكُونُ لَهُ وَنُصِيبُ  
جَهَنَّمَ (النساء - ۱۱۵) تو یہ ضرورہ جانا چاہتا ہے ہم اس کو اسی طرف کی توفیق  
 دے دیتے ہیں مگر اس کا ٹھکانا بالانتہا جہنم ہوگا۔ ہم کسی کو ملحد سے بڑھ کر شرک یا کسی  
 دیگر معصیت سے نہیں بچھڑکتے مگر اس پر انجام واضح کر دیتے ہیں، بہر حال فرمایا  
 کہ تم یہ صرف جاہر عبادت کے ہو مگر میں تو خالص اللہ کی عبادت کرتا ہوں۔

نقصان  
 لوگ

اور ساتھ ساتھ اللہ نے تنبیہ کے طور پر اپنے نبی کی زبان سے یہ اعلان  
 بھی کر دیا قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ  
وَآٰلِيَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ آپ ان سے یہ بھی فرادیں کہ دراصل  
 نقصان اٹھانے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی اور اپنے گھر والوں کی جانوں  
 کو قیامت والے دن نقصان میں ڈالا، مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اس دنیا میں  
 خود بھی کفر و شرک اور مباحی میں مبتلا ہے اور اپنے گھر والوں کو بھی ایسی ڈگر پر چلا  
 رہے، صحیح معنوں میں نقصان زدہ لوگ یہ ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم عرسوں میں  
 شریک ہو کر، مزدوروں پر چادریں چڑھا کر، غیر اللہ کی تفریح و تہذیب کے اور بدعت  
 کو فروغ دے کر بڑے نیکی کے کام کرتے ہیں جو قیامت والے دن ان  
 کے کام آئیں گے، مگر اللہ نے فرمایا کہ ان کے یہ اعمال قیامت والے دن  
 ریت کے ذرات کی طرح اڑ جائیں گے اور یہ غالی ہا تقدرہ جائیں گے سو اللہ تعالیٰ  
 میں اللہ نے ایسے ہی نقصان زدہ لوگوں کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے کہ اُسے  
 پیغمبر آپ کہہ دیں کیا ہم نہ بتلاؤں تم کو کہ اعمال کے لحاظ سے خاسرے میں  
 پڑنے والے کن لوگ ہوں گے، فرمایا یہ وہ لوگ ہیں الَّذِيْنَ ضَلُّوْا



سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ  
يُحْسِنُونَ صُنْعًا رایت - ۱۱۰۴ جنوں نے دنیا کی زندگی میں غلط راستے  
پر چل کر اپنی ساری محنت کو ضائع کر دیا مگر سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے نیکی کے کام  
کرتے ہیں۔ فرمایا ایسے لوگ قیامت میں دن خود بھی نقصان اٹھانے والے ہوں  
گے اور اپنے گھروالوں کے لیے بھی نقصان کا باعث بنیں گے۔ اللہ کا حکم تو  
یہ تھا قُلْ أَنفُسُكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا (التحریم - ۷) لوگو! خود کو اور  
اپنے گھروالوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ مگر انہوں نے گھروالوں کو بھی کفر، شرک اور  
بدعات کے کاموں میں لگنے رکھا، لہذا قیامت میں دن ان کے ساتھ ان کے  
گھروالے بھی نقصان اٹھانے والے ہوں گے۔ اللہ نے کفار و مکہ کے متعلق بھی فرمایا  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَوْمُكُمْ هُمْ دَارُ السَّوْءِ (البراہیم - ۲۸) کہ یہ لوگ خود بھی جہنم  
واصل ہوتے اور اپنی قوم کے لوگوں کو بھی وہیں پہنچا دیا۔

فرمایا نقصان زدہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے قیامت میں دن اپنی اور اپنے  
گھروالوں کی جانوں کو نقصان میں ڈالا۔ اللہ نے انسان کو جان جیسی قیمتی پونجی  
دے کر دنیا میں بھیجا تھا تاکہ اس کے ذریعے ایمان اور اطاعت کا بے مگر اس  
نے یہاں آکر اس پونجی سے کفر، شرک اور بدعات کو خرید اور خدشے میں پڑ گیا۔  
مناقصوں کے متعلق بھی فرمایا فَخَارِجَتْ رَحْمَتُكَ أَوْ قَهَرُكَ (البقرہ - ۱۶)  
اُن کی اس تجارت نے انہیں کچھ نفع نہ پہنچایا اور وہ زندگی جیسی قیمتی پونجی گنوا  
بیٹھے۔ فرمایا اَلَا ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ آگاہ ہو کہ کسی کھلا  
نقصان ہے، جس نے خود کو ان گھروالوں کو نذر آتش کر دیا، اس سے بڑا کھانا  
کیا ہوگا؟

فرمایا اس نقصان کا اثر یہ ہوگا لَٰكُم مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ  
مِّنَ السَّمَاءِ اُنْ کے لیے ان کے اوپر بھی آگ کے سائبان ہوں گے۔ وَ  
مِّنْ خِزْيَتِهِمْ ظُلَلٌ اور اُن کے نیچے بھی ایسے ہی سائبان ہوں گے مطلب



یہ کہ اُن پر خدا تعالیٰ کا غضب نازل ہوگا اور دوزخ کی آگ اُن کو ہر طرف سے گھیرے گی۔ پھر اصحابِ زانماز میں فرمایا ذلک یُخَوِّفُ اللّٰهَ بِہِمْ یَعْبَادُہُ اللّٰہُ تعالیٰ اُس چیز کے ڈر سے کہ بنیادوں کو ڈرائے گا اور فرماتا ہے لِحَبَابِہِ فَانْدَرْنَ اُسے میرے بندوں! مجھ سے ڈرتے رہو۔ کہیں تم اس عذاب میں مبتلا نہ ہو جانا، جس سے تمہیں آگاہ کر دیا گیا ہے۔

آیت الیٰ اللہ  
والمیٰ لوگ

اب نقصان زدہ لوگوں کے برخلاف اہل اللہ کے متعلق فرمایا وَالَّذِیْنَ احْبَبْتُ ہُوَ الصّٰلِحُوْنَ اَنْ یَّحْبُدُوْہَا اور وہ لوگ جنہوں نے طاعت کی عبادت کرنے سے اجتناب کیا، اس کے دائرہ میں نہیں آئے وَاَنَا بِوَالِہِکُمُ اللّٰہُ اور طاعت کی بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا کہہ کر الْبَشَرِیٰ ایسے لوگوں کے لیے بشارت ہے فَیُبَشِّرُہُمْ پس میرے بندوں کو بشارت سناریں کہ وہ کامیاب ہو جائیں گے۔ اور وہ بشارت کے مستحق لوگ میں اَلَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ جَوَابًا مُّنتَہِیًّا۔ یعنی ہر ایسی بڑی بات اُن کے کانوں میں پڑے گی فَیَسْتَمِعُوْنَ اَحْسَنَہَا مگر اُن میں سے پیری صرت ایسی بات کی کہتے ہیں۔ فرمایا اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ہٰذِہٖہُمُ اللّٰہُ مِیٰسِیٰ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے وَاُولٰٓئِکَ ہُمْ اُولُوْا الْاَلْبَابِ اور یہی ہیں جو صحیح معنوں میں عقل مند ہیں۔ دنیا کے اعتبار سے خواہ یہ کسی زمرہ میں آئیں۔ نیک کے نزدیک یہی صاحب عقل ہیں جنہوں نے طاعت کی پوجا کو چھوڑ کر فاعل اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کیا۔

اس آیت کریمہ میں طاعت کی عبارت سے کتاہ کشی کا ذکر آیا ہے، تو طاعت سے کیا مراد ہے؟ حضرت حمید اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جبرت کا معنی سحر اور طاعت کا معنی شیطان ہے۔ امام ابن مثنیٰؒ اپنی سیرت میں لکھتے ہیں کُنْمَا اَصْلَ عَنِ الْحَقِّ فَہُوَ طَاعَتٌ یعنی جو بھی حق کے راستے سے گمراہ کرنے والی طاقت ہو، وہ طاعت ہے۔ چنانچہ شیطان کے



علاوہ بعض انسان بھی طاغوت کہہ سکتے ہیں جو لوگوں کو ایمان اور توحید کے راستے سے ہٹا کر غلط راستے پر ڈالتے ہیں۔ اس لحاظ سے بعض سلاطین اور ملوک بھی طاغوت ہیں جو ہمیشہ حق کی مخالفت کرتے ہیں۔ اس فہرست میں امریکہ، کارہین اور روس کا گورباچوف بھی طاغوت ہیں۔ جو دین، مذہب، خدا کے وجود اور شریع الہیہ کی مخالفت کرتے ہیں اور لوگوں کو باطل کی طرف سے جانا چاہتے ہیں۔

حسن اور  
احسن کی  
بحث

اس آیت کریمہ میں آمدہ لفظ احسنہ بھی قابلِ ترجمہ ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ ہدایت یافتہ اور صاحبِ عقل وہ لوگ ہیں جو ہر بات کو سننے ہیں مگر اتباعِ احسن کا کرتے ہیں۔ بعض فرماتے ہیں کہ احسن سے مراد اللہ کا حکم ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مومن علیہ السلام سے فرمایا کہ لوگوں کو حکم دیں کہ وہ تورات کی احسن باتوں کا اتباع کریں۔ اس لحاظ سے اللہ کا دین، شریعت، کتاب میں یہ غیر کا طریق کار سب احسن میں آتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یَسْتَصِفُونَ الْقَوْلَ میں ترجمہ کی کتاب، نبی کی سنت اور شریع الہیہ بھی آتی ہیں تو ان میں احسن اور غیر احسن کی تمیز کیسے ہو کہ بعض کا اتباع کیا جائے اور بعض کو چھوڑ دیا جائے؟ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اللہ کے دین اور شریعت میں بھی بعض چیزیں احسن ہیں اور بعض احسن کا درجہ رکھتی ہیں، یعنی بعض باتیں اچھی ہیں اور بعض بہت اچھی ہیں۔ اس کی مثال یوں ہے کہ کسی شخص نے کسی دوسرے شخص کو نقصان پہنچایا تو نقصان زدہ کے لیے بدل لینا جائز ہے اور جائز کا احسن کہلاتا ہے۔ اگر وہ شخص بدل لینے کی بجائے زیادتی کرنے والے کو معاف کر دے تو وہ احسن کے درجے میں یعنی بہت اچھا فعل ہوگا، اور اس کے بہت زیادہ آخرت میں بہت بڑا اجر حاصل ہوگا۔ احسن اور احسن کی مثال اس طرح بھی دی جاسکتی ہے کہ ایک طرف عزیمت ہے اور دوسری طرف رخصت ہے۔ رخصت کو اختیار کرنا احسن ہے جب کہ عزیمت کو اختیار کرنا احسن ہے۔ مسافر کے لیے سفر کے دوران روزہ افطار کرنے کی رخصت ہے۔ اگر وہ روزہ نہیں رکھتا تو یہ جائز یا احسن ہے۔ اور اگر وہ رخصت کی بجائے عزیمت



کو اختیار کرتا ہے یعنی دورانِ سفر بھی روزہ رکھ لیتا ہے تو یہ احسن یعنی زیادہ بہتر ہے۔ اسی طرح کسی شخص کو نوافل میں کر پڑھنے کی رخصت ہے، مگر وہ کھڑا ہو کر اور اگر تائب قرعہ عزیمت انداز حسن کے درجہ میں آئیگی، تو اللہ نے احسن چیز کو اختیار کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے۔

نیک و بد  
سوا انجام

ارشاد ہوتا ہے أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ صِلَةُ الْعَذَابِ بعد وہ شخص جس پر عذاب کی بات ثابت ہو گئی ہے، یعنی اس نے کفر، شرک اور معاصی کا ایسا راستہ اختیار کیا کہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا عذاب ثابت ہو گیا أَفَأَنْتَ تُنْفِذُهَا فِي النَّارِ تو کیا ایسے شخص کو آپ چھڑا دیں گے جو دوزخ میں پڑ چکا ہے؟ جو آدمی اپنی ضد، عناد اور باعکال کی بدولت دوزخ کا مستحق ہو چکا ہے، اس کو آپ کیسے راہِ راست پر لا سکیں گے؟ مطلب یہ کہ ایسا شخص اب عذاب الہی سے نہیں بچ سکتا۔

ہاں، ایسے شخص کے برخلاف لیکن الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں، انہیں محاسبہ اعمال اور جزائے عمل کی فکر ہے، فَرَأَى لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ قَوْلِهَا عَذَابٌ مُّبِينٌ ایسے لوگوں کے لیے بالآخر عذاب ہوں گے جن کے اوپر اور بالا خانے بنے ہوئے ہوں گے۔ ان رہائش گاہوں میں ضرورت کی ہر چیز مہیا ہوگی اور وہ وہاں نہایت آسائش کی زندگی گزار سکیں گے۔ تَجْرِبُونَ تَجْرِبَةَ الَّذِينَ كَانُوا فِي أَهْلِ النَّارِ کی ایک خوبی یہ بھی ہوگی کہ ان کے سامنے ضرورتی ہوں گی وَعِدَ اللَّهُ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے وعدہ ہو چکا ہے۔ لَا يَخْلِفُ اللَّهُ الْمِيعَاتِ اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا، بلکہ وہ اپنے بندوں کے حق میں اس وعدے کو ضرور پورا کرے گا۔ ان کو اپنی رستہ کے مقام میں ہمیشہ کی زندگی عطا کرے گا۔ جہاں ہر قسم کا عیش و آرام میسر ہوگا۔ اس طرح گویا اللہ تعالیٰ نے دونوں گروہوں کا ذکر فرما دیا ہے اور ان کے انجام سے بھی آگاہ کر دیا ہے



اب یہ شخص کامیاب انتخاب ہے کہ وہ کس گروہ میں شامل ہو کر اپنی عاقبت کو کس طرح نوسا لیا دیتا ہے۔

مگر اللہ تعالیٰ نے آیات مثال کے ذریعے نیکی، بری اور بھڑکے عمل کی بات کھائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے الْحَرُّ قُلُوبُ أَنْ أَلْفَهُ أَنْزَلَ مِنْ السَّمَاءِ مَاءً کی تم نے نہیں دیکھی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف سے پانی نازل فرمایا۔ بارش، آگ، سیلاب، مٹی اور ہر جگہ پھر کو آسمان سے نچیر گیا جاتا ہے اور پھر بارش کے نزول میں عالم بالا سے آئے والا حکیم خداوندی بھی شامل ہوتا ہے تو بارشیں نازل ہوتی ہے۔ تو فرمایا کیا تم نے نہیں دیکھی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف سے بارش کی

صورت میں پانی نازل فرمایا فَلْيَكْفُكَ يَنْبِيعُ فِي الْأَرْضِ پھر اسی کو چشموں کی صورت میں زمین کے اندر چلا دیا۔ پانی زمین پر بارش نازل ہوتا ہے یا برت گھلتی ہے تو اس کا کچھ پانی ترقی نالوں کی صورت میں سطح زمین پر بہتا ہے اور کچھ پانی زمین کے اندر ہی ٹاپوں کی صورت میں حل ہوتا ہے۔ پھر جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے چشموں کی صورت میں ابل پڑتا ہے۔ اور لوگ اسے پینے کے کام میں لاتے ہیں اور اس سے کبھی اثری بھی کرتے ہیں۔ ثُمَّ دَخَلَ بِهِمْ زُرْعًا فَخْتَلِفًا أَلْوَانًا پھر اس پانی کے ذریعے اللہ تعالیٰ مختلف رنگوں کی کیتیاں اگاتا ہے ثُمَّ يَخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاثِبًا پھر وہ کھیتی خشک ہوجاتی ہے فَتَوَلَّىٰ مُصَفًّى اور تو دیکھتا ہے اس کو زرد ثُمَّ يَخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاثِبًا پھر اللہ تعالیٰ اس کو چورا چورا کر دیتا ہے۔ اس مثال سے مراد یہ ہے کہ جس طرح پانی مٹنے پر کھیتی پیدا ہوتی ہے، پھر وہ یک کر اپنے عروج کو پہنچتی ہے اور پھر زرد اور خشک ہو کر چورا چورا ہوجاتی ہے، اسی طرح انسانی زندگی بھی عارضی ہے اس دنیا میں اس کو ایک وقت میں عروج بھی حاصل ہوتا ہے مگر اگر آخر وہ اپنے انجام کو پہنچ کر ختم ہوجاتی ہے اور اگلی دینی زندگی کا پیش رو بنتی ہے لہذا انسانوں کو چاہیے کہ وہ اس عارضی زندگی پر متوجہ نہ ہونے کی بجائے دائمی

دنیا اور آخرت کی مثال

زندگی کی فک کرے اور اس کے لیے زاویہ تیار کرے، نیز اس مثال سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ جس طرح فصل پک جانے پر اناج اور بھوسہ الگ الگ ہو جاتے ہیں، اسی طرح لگے جہان میں نیکی اور بدی الگ الگ ہو کر سامنے آجائیں گی اور انسان اپنے تمام اعمال و کردار کو دیکھ سکے گا۔

فَرَأَىٰ إِنَّهَا لِذِكْرَىٰ لِلْأُولَىٰ ۚ  
 مثال میں عقلمندوں کے لیے نصیحت ہے۔ اہل لوگوں کو اس مثال پر غور و فکر اور اپنے اعمال و کردار کی اصلاح کرنی چاہیے۔ الدُّنْيَا مَرْجِعُكُمُ النَّارُ ۖ  
 دنیا بھی آخرت کی نصیحت ہے، جو کچھ دنیا پر رہنے کا وہی آگے کاٹے گا۔ لہٰذا دنیا کی زندگی میں آخرت کے لیے سامان پیدا کرنا چاہیے۔



وما الح ٢٣

وسننهم ٥

الزمر ٣٩

آيت ٢٢ ٢٦١

أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَى  
 نُورٍ مِّن رَّبِّهِ قَوِيلٌ قَوْلٌ لِّلنَّفْسِیَّةِ قُلُوبُهُمْ  
 مِّن ذِكْرِ اللَّهِ أُولَئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ③  
 اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا  
 مَّثَانِ تَشْجَعُ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ  
 رَبَّهُمْ لَمْ تَكُنْ لَكُنْ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ  
 الْحَبْ ذِكْرُ اللَّهِ ذَلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ  
 مَن يَشَاءُ وَمَن يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِن  
 هَادٍ ④ أَفَمَن يَتَّبِعِ لِبُؤْسِهِمْ سُوءَ الْعَذَابِ  
 يَوْمَ الْقَبْرِ مَن وَقِيلَ لِلظَّالِمِينَ ذُوقُوا مَا  
 كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ⑤ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن  
 قَبْلِهِمْ فَآتَاهُمُ الْعَذَابُ مِن حَيْثُ لَا  
 يَشْعُرُونَ ⑥ فَإِذَا فَهِمُ اللَّهُ الْخِزْيَ فِي  
 الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ  
 لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ⑦

تہ چھوڑ دیا۔ وہ شخص جس کے سینے کو اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے، پس وہ دشمنی پر ہے اپنے پروردگار کی طرف سے، پس خرابی ہے اُن لوگوں کے لیے جن کے دل سخت ہیں اللہ کی بار سے۔ یہی لوگ ہیں صریح گمراہی میں ②۶ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے انہی کی باتیں بکریوں کی باتوں میں مٹی جلتی اور دھڑائی ہوئی۔ روٹنے لگے کھڑے ہو جاتے ہیں اس سے اُن لوگوں کے جو ڈرتے ہیں اپنے پروردگار سے۔ پھر نرم ہو جاتی ہیں اُن کی کہانیاں اور اُن کے دل اللہ کے ذکر کی طرف۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے وہ ہدایت دیتا ہے اس کے ساتھ جس کو چاہے۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے پس نہیں ہے اُس کو کوئی ہدایت دینے والا ②۷ عجل وہ شخص جو بچے کو اپنے چہرے کے ساتھ بڑے عذاب سے قیامت کے دن، اور کہا جائے گا ظلم کرنے والوں کے لیے کہ چکھو جو کچھ تم کھاتے تھے ②۸ جھٹلایا ہے اُن لوگوں نے جو ان سے پہلے گنہگار ہیں۔ پس آئی اُن کے پاس عذاب ایسی جگہ سے جہاں سے ان کو خیال بھی نہیں تھا ②۹ پس پکھال اللہ تعالیٰ نے اُن کو برائی دنیا کی زندگی میں۔ اور البتہ عذاب آخرت کا بہت بڑا ہے، اگر ان کو سمجھ ہوتی ③۰

گزشتہ درس میں اللہ نے نیک و بد کا تعادل اور دونوں کا انجام بیان فرمایا تھا، اور اب اس درس میں بھی اللہ نے شرح صدر اور تنگدلی کا تعادل کس کے ان کا انجام ذکر کیا ہے، ارشاد ہوتا ہے اَفْصَحُ مَشْرَحُ اللہ صَدْرُہٗ

شرح صدر  
تنگدلی



بَلَا سَلَامٌ لِّهٖ بَعْدَ ذٰلِكَ شَخْصٌ جِسْمٌ كَالْجِسْمِ الَّذِي اسْلَمَ كَيْلَ كَهْوَلٍ دِيَسَ . اُس  
 کو اسلام کے اصول ، قوانین اور احکام پر سے طریقے سے سمجھ میں آئے ہیں اور  
 اُسے کسی اصول و ضابطے میں ذرہ بھر بھی شک و شبہ نہیں ، وہ اسلام کی ہر بات کو  
 بخوش قبول کر کے اُس پر عمل پیرا ہوا ہے ، اللہ نے اُس کے دل کو بصیرت سے  
 لبریز کیا ہے اور وہ اپنے ایمان و سخن میں سب سے فہم و تکلف کو پرہیز  
 کرتا ہے پس وہ اپنے رب کی طرف سے روشنی پر ہے ۔ ایمان ، اسلام اور اطاعت  
 روشنی ہے اور اُس کے برخلاف کفر ، شرک ، بدعت اور معاصی تاریکیاں ہیں  
 تو فرمایا ایک طرف تو شرح صدر دالہ آدمی ہے جو پیشہ پروردگار کی طرف سے  
 نور ایمان پر ہے ، اور دوسری طرف سخت دل لوگ ہیں جو اللہ کے ذکر سے  
 منہ موڑنے والے ہیں ۔ یہ دونوں گمراہ پراہنہ ہیں جو سکتے ، فریاد ، فوکیل انقیاب  
 قُلُوْبُهُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ پس ہلاکت اور خرابی ہے ان لوگوں کے یہ

تو نے ل اللہ نے ذکر سے مت دین یہ ایسے لوگ ہیں جن کے دل میں بخوبی کوئی بات ، علمی  
 نہیں ہوتی اور یہ ہی خدا تعالیٰ کی یاد سے سب ہوتی ہے ، یہ لوگ اور بدعت ، خیانت  
 فاسدہ ، قومی ، ملکی اور خانہ دانی رسم و رواج میں ہی پڑنے جاتے ہیں ، حجاب طبع ،  
 حجاب رسم اور حجاب سود و معرفت کا شکار ہو کر شرک ، کفر ، تشہد کے باطل عقیدہ  
 میں مبتلا ہوتے ہیں ۔ اسلام کے اصولوں ، قوانین اور احکام سے متعلق ہمیشہ  
 شک و تردد میں پڑے جاتے ہیں ۔ بعد از یہ دونوں قسم کے لوگ کیسے برابر ہو سکتے  
 ہیں ؟ اس مضمون کو اللہ نے سورۃ الانعام میں اس طرح بیان فرمایا ہے اَوْ مِّنْ  
 كَانَ مِيْتًا فَاحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِى  
 النَّاسِ كَمَنْ مَّشٰ لَهٗ فِى الظُّلُمٰتِ كَيْسَ بَخَارِجٍ فِئْهَا  
 (آیت - ۱۲۲) بعد از وہ شخص جو مردہ تھا یعنی کفر ، شرک اور گمراہی میں مبتلا تھا ،  
 پھر جیسے اس کو زندہ کر دیا یعنی گمراہی سے نکلنے اور ایمان قبول کرنے کی توفیق

بخشی۔ پھر ہم نے اُس کے لیے روشنی کا انتظام کر دیا یعنی ایمان، قرآن اور اسلام کی روشنی عطا فرمائی جس کے ذریعے وہ لوگوں کے درمیان چشت ہے۔ یعنی کفر، شرک اور بدعات واسے ماحول میں رہ کر صراطِ مستقیم پر چلتا ہے، تو کیا ایسا شخص اُس شخص کی طرح ہے، جو کفر، شرک، بدعات اور معاصی کی لہریوں میں دھکے کھاتا رہا ہے اور ان تاریکیوں سے نکلنے کی بھی کوئی راہ نہیں پاتا۔ ہرگز نہیں، یہ لوگ برا نہیں ہو سکتے۔

سنگدل بہت بڑی چیز ہے جو کہ غرور، عجز، تعصب اور فخرانی کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ انٹرنیٹ بنی اسرائیل کی قیادت قلبی کے متعلق فرمایا ہے وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً ذَلِيزَةً (المائدہ - ۱۳) ہم نے ان کے دلوں کو سخت کر دیا کیونکہ وہ احکامِ الہی کی نافرمانی کرتے تھے اللہ کے پیروں کو مٹاتے تھے، اور اللہ کی کتاب میں تحریر کرتے تھے، ان ہوں کے اصرار پر دل کی نرمی سختی میں تبدیل ہو جاتی ہے جس سے انسان کی عقل اور فہم معکوس ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق فرمایا اَوْ يَلْبَسَ الْكُفْرَ صُلْبًا (مہینہ) کہ وہ صریح گمراہی میں مبتلا ہیں۔ ان کے دل خدا کی بات سے سخت ہو چکے ہیں، یہ لوگ فرمایاں سے محروم ہیں، نیکی کی بات کو قبول نہیں کرتے، تو ایسے لوگ اس شخص کی طرح کیسے ہو سکتے ہیں جس کا دل اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے اور وہ اپنے رب کی طرف سے نوریہایت پسے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے بعض خواص بیان فرمائے ہیں ارشاد ہوتا ہے اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا (اللہ تعالیٰ نے کتاب کی صورت میں بہترین بات اتاری ہے)۔ احسن الحدیث سنہ قرآن پاک جیسی عظیم کتاب مرقوم ہے۔ ہم اکثر خطبہ جمہوریہ پڑھتے سنتے رہتے ہیں فَوَيْلٌ لِّلَّذِي اَلْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرُ الْهُدٰى هٰدٰى مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (یعنی بہترین بات اللہ

نزل آن بطور  
نہیں اچھوٹ



کی کتاب ہے اور بہترین فوز حضرت علیہ السلام کی ذات مبارکہ سے۔ عام محاورے میں بھی کہتے ہیں صَلَاةُ الْمُسْلِمِ مَسْكُوتٌ، الْحُكْمُ مَعْنَى بادشاہی کو کلام کلاموں کا بادشاہ ہوتا ہے۔ گویا بادشاہ وقت کے منہ سے نکل ہوئی بات سب باتوں پر فوقیت رکھتی ہے۔ لفظ برہ ہے کہ ملک الملک یعنی شہنشاہ کے شہنشاہ کی بات ترسیت اعلیٰ وارفیع ہوگی۔ تو یہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ بہترین بات کتاب کی صورت میں نازل ہوئی ہے۔

اس کتاب کی ایک صفت یہ ہے مُتَشَابِهَاتُ کہ اس کی آیات آپس میں ملتی جلتی ہیں۔ دراصل متشابہ کے کئی معانی آتے ہیں۔ ذیل معنی تو یہ ہے جو ہم نے بیان کیا ہے یعنی باہم ملتی جلتی، اور دوسرا معنی تکرر کے مقابلے میں متشابہ آیت اس کی مثال سورۃ آل عمران کی ابتداء میں موجود ہے۔ جہاں دونوں الفاظ آتے ہیں الْمُتَشَابِهَاتُ کی ذات وہ ہے جس کے کتاب نازل فرمائی هِنَّ آیت تُحْكِمَتُ هُنَّ أَمْرًا كِتَابٍ وَأُخْرٍ مُتَشَابِهَاتٍ (آیت ۷) اس کتاب کی زیادہ تر آیتیں تکرر معنی منبسط ہیں جن کے الفاظ بعد از اولیٰ سب واضح ہیں، البتہ بعض آیات متشابہ ہیں جن کے الفاظ اور معانی تو معلوم ہیں مگر ان کو ان کی حقیقت تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ جیسے الْمَرْكَازَانِ ہے أَلَمْ تَخُنْ عَلَى الْعَرْشِ السُّتُوٰی (طہ ۷۵) خدا تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔ بظاہر معانی تو سمجھ میں آتے ہیں مگر عرش پر مستوی ہونے کی کیفیت کا اور ان انسانی عقل و فہم کے میں کاروبار نہیں۔ اس طرح خدا تعالیٰ کے ہاتھ، پاؤں، چہرے اور پنڈلی کا ذکر بھی آتا ہے، اور ہم اسی الفاظ کے معانی بھی جانتے ہیں مگر خدا تعالیٰ کے ان اعضاء کو ان کی کسی دیگر مخلوق کے اعضاء پر تصور نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ایسا کہنے سے خدا تعالیٰ کی جسمیت اور عظمت ثابت ہوتی ہے حالانکہ خدا تعالیٰ ان چیزوں سے پاک ہے لہذا ایسی چیزوں پر ایمان لانا ہی کافی ہے کہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ، پاؤں، چہرہ یا پنڈلی ایسے ہی ہیں جیسے اُس کی شان کے لائق ہے۔ اگر کوئی شخص اللہ کے

اعتماد کو مخلوق کے اعتقاد پر قیاس کر کے گا تو وہ اپنا عقیدہ خراب کر بیٹھے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے کہ لَقِيسَ كَجَسَدِهِ شَيْءٌ عَزَّ وَ شَرُّهُ (۱۰) اس جیسی کوئی چیز نہیں ہے کہ جس کے ساتھ اس کی مثال دی جاسکے۔ وہ بے مثل اور بے مثال ہے۔

مثنیٰ کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ قرآن پاک کے مضامین میں کوئی اختلاف نہیں ہے بَلَدَ الْقُرْآنِ لَقِيسَ بَعْضُهُ بَعْضًا قرآن پاک ایک ایسی کتاب ہے کہ جس کے بعض حصے بعض دوسرے حصوں کی تفسیر کرتے ہیں۔ اگر کسی ایک مقام پر اجمال ہے تو دوسرے مقام پر اس کی تفصیل ملتی ہے اگر کسی واقعہ کا ایک جزو ایک جگہ بیان ہوا ہے تو دوسرے جزو دوسری جگہ پر ہے۔ مطلب یہ کہ قرآن پاک کی آیات میں اختلاف یا تعارض نہیں بلکہ وہ ایک دوسری کے ساتھ ملتی جلتی ہیں۔ فرمایا قرآن پاک کی تیسری خصوصیت یہ ہے مَثَابُهَا کہ اس کی آیات بار بار دہرائی جاتی ہیں یعنی اس کی تلاوت بکثرت کی جاتی ہے۔ چنانچہ آج دنیا میں کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جس کی تلاوت اس قدر کثرت سے کی جاتی ہو جس قدر کثرت سے قرآن حکیم پڑھا جاتا ہے۔ اس کے معانی یا مطالب سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں، ہر ایمان دار اس کی تلاوت میں ہمیشہ لذت اور حلاوت محسوس کرتا ہے اس کی کثرت تلاوت کا یہ ایک بڑی ثبوت ہے کہ دنیا میں آج بھی اس کے لاکھوں حفاظ موجود ہیں جنہیں یہ کتاب لفظاً بلفظاً زبانی یاد ہے اور وہ اس کو ہمیشہ دہرائے جاتے ہیں۔

مثالی یعنی دہرائے کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ اس کی آیات میں اگر ایک طرف ترمیم کا مضمون آیا ہے تو ساتھ ہی ترمیم کا مضمون بھی آگیا ہے۔ اگر کسی مقام پر ایمان کے خصال بیان ہوئے ہیں تو ساتھ ہی کفر کی قباحت بھی آگئی ہے۔ ترمیم کا ذکر ہے تو ساتھ شرک کی تردید بھی ہے۔ جہاں احلاس کا تذکرہ ہے وہاں نفاق کا رد بھی آگیا ہے اگر کسی جگہ دنیا کی بات کی گئی ہے تو ساتھ



عقبنی کا ذکر بھی آگیا ہے۔ کہیں اللہ تعالیٰ کی نعمت کا تذکرہ ہے تو ساتھ بڑا ب  
 کی وعید بھی ہے۔ جہاں جنت کا ذکر ہے وہاں دوزخ کی تفصیلات بھی بیان  
 ہوئی ہیں۔ گویا اس سناؤ سے بھی قرآن کریم مثانی ہے کہ اس میں ہر چیز کو درج کیا  
 ارشاد ہوتا ہے تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم  
 اپنے پروردگار سے ڈرنے والے جب غلامتِ قرآن پاک سنتے ہیں تو ان کے  
 رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تَقْشَعِرُّ کا معنی خوف کی حالت میں بال کھڑے  
 ہونا یا پکپکی طاری ہونا ہے۔ یہ غلامتِ قرآن کا اثر ہے۔ سورۃ المؤمنین میں  
 وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ الرَّسُولُ تَرَىٰ أَعْيُنُهُمْ  
 تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ (آیت ۸۴)  
 جب وہ رسول کی طرف نازل شدہ چیز کو سنتے ہیں تو آپ ان کی آنکھوں کی اشکبار  
 دیکھتے ہیں اس وجہ سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ  
 ہر علمِ الفطرت انسان جو تعصب، عناد اور نجاست سے خالی ہو کر اللہ کی کتاب  
 کو پڑھے گا۔ یا سنے گا اُس کے دل پر ضرور اس کا اچھا اثر پڑے گا حتیٰ کہ بعض  
 اوقات آنسو بھی بہ جاتے ہیں۔ ہر آدمی کے لیے ہر ساعت پر نواہا ہونا لازمی نہیں  
 ہے تاہم بعض اوقات خوف کی ایسی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ احادیث میں صحابہؓ  
 کے متعلق بھی ذکر آتا ہے کہ جب وہ کلامِ الہی کو سنتے تو ان کے آنسو بہ نکلتے تھے  
 اس کے برخلاف جس کے دل میں ضد، عناد، تعصب اور لغات ہوگا۔ اُس پر  
 معکوس اثر ہوگا جیسا کہ فرمایا وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا (سورۃ الشرح)  
 یہ چیز ظالموں کے لیے مزید نقصان کا باعث بنتی ہے اور منافقوں کے لیے  
 نجاست کو بڑھاتی ہے۔ اُس جس دل میں طہارت اور پاکیزگی ہوگی اُس پر کتابِ الہی  
 کا ضرور مثبت اثر ہوگا۔

غلامتِ قرآن  
 کے اثرات

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں آتا ہے کہ جس دل میں خشیت  
 ہوگی اور قناعت نہیں ہوگی، تو اس کی غلامت یہ ہے إِلَّا غَابَتْ إِلَيْكَ



لہذا اس کا درمیان اور قریب آخرت کی طرف لگی ہوئی ہوگی اور اس کا  
 زندگی سے کسی زندگی میں اچھا ہوگا۔ ایسا شخص موت کے لیے ضرور  
 تیاری کرے گا۔ بعض اوقات کمزور دل لوگوں پر غشی طاری ہو جاتی ہے۔  
 حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس میں آتا ہے کہ قیامت کا تصور کر کے آپ پر  
 تین دفعہ غشی طاری ہوئی۔ بعض لوگ جب خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال کا تصور کرتے  
 ہیں تو ان پر دہشت طاری ہو جاتی ہے۔

آثار میں آتا ہے کہ ایک موقع پر موسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کا ذکر کر کے کوئی  
 نصیحت فرماتا ہے تھے کہ مجمع میں سے ایک شخص نے جوش میں آکر اپنا گریبان  
 چاک کر ڈالا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر فوراً وحی نازل فرمائی کہ اس شخص کو بتلادیا  
 کہ گرتا پھاڑ دینا کچھ معنی نہیں رکھتا بلکہ یہ تو اسرار میں داخل ہے۔ گریبان کو  
 چاک کرنے کی بجائے اپنے دل کو چاک کر دے تاکہ اس پر خشیت طاری ہو جائے۔  
 اگر جسم پر کوئی اثر نہ بھی ظاہر ہو تو کوئی صریح نہیں اگرچہ بعض پر ظاہری اثر بھی ہو  
 جائے تاہم دل پر اثر کے نتیجے میں آنسو یا گریہ کا طاری ہو جانا بھی کافی ہے۔  
 فرمایا اپنے پروردگار سے ڈرنے والوں کے روئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ثُمَّ تَكُونُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ الْهَفْ ذِكْرُ اللَّهِ  
 پھر ان کی کھالیں یعنی جسم اور دل اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف نرم یعنی مائل ہو  
 جاتے ہیں اور وہ ہمیشہ اللہ کے خوف سے ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں اللہ  
 کی ناراضگی سے اُس کی گرفت میں نہ آجائیں۔ فرمایا ذَلِكْ هُدًى مِّنَ اللَّهِ  
يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ یہ اللہ کی ہدایت ہے، وہ جسے چاہے  
 ہدایت سے نوازتا ہے۔ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَتَعَالَهُ مِنْ هُدًى  
 اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے، اُس کو کوئی راہ دکھانے والا نہیں ہے۔  
 گمراہی میں مبتلا ہونے کے بھی بعض اسباب ہوتے ہیں۔ یہ انسان کی ضد، غنا  
 تعصب اور استعزاز کی غمراہی ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی پیروی



نہیں ہوتی اور انسان گمراہی کے گڑھے میں جا کر رہتا ہے۔ ایسے شخص کو چہرہ ایمان کی ترقی نصیب نہیں ہوتی۔

بیکسٹ  
میں تھوڑی

آگے نیک وہ کاتھالی کرتے ہوئے فرمایا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یَوْمَہِہٖ  
سُوْرَةُ الْعَذَابِ یَوْمَہِہٖ الْقَبْلِ اَمَّا عَذَابُہٗ فَاِنَّہٗ لَشَدِیْدٌ  
بچے کا پینے چہرے کے ساتھ بڑے عذاب ہے کیا وہ ان لوگوں کے برابر ہوگا جو  
خدا تعالیٰ کے انورہ و اکرام میں ہوں گے۔ چہرے کے عذاب کا مطلب ہے  
کہ جب انسان پر کوئی تکلیف آتی ہے تو وہ اپنے چہرے کو بچانے کے لیے  
ہاتھوں کو بڑھائی کے طور پر استعمال کرتا ہے مگر قیامت والے دن ہاتھ تو  
چکرتے ہوئے ہوں گے لہذا بڑا عذاب براہ راست اس کے چہرے پر پڑے گا  
جس سے وہ بچنے کی کوشش کرے گا مطلب یہ کہ جس شخص پر عذاب نازل ہو  
جائے گا وہ اللہ کے پسندیدہ شخص کی طرح تو نہیں ہو سکتا جو ہر طرح سے عیش و  
آرام میں ہوگا اور اللہ کی طرف سے اس کی عزت افزائی ہوگی۔ فَاِنَّہٗ لَیَکْفِیْہِ  
فَلْظُلْمِیْنَ ذُوْقُوْا مَا کُنتُمْ تَکْبِرُوْنَ اس دن ظلم کرنے والوں  
سے کہا جائے گا کہ آج اپنے لیے کاٹرا چکھو۔ دنیا میں کی ہوئی گمانی تمہارے  
سامنے ہے۔ اب منہ پر ڈھونڈنے والے پھیپھڑوں کو برداشت کرو۔

ارشاد ہوتا ہے کَذٰبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہُمْ نَزَّلَ تٰوْرَہٗ اَلَمْ یَکُنْ  
زَمٰنَہٗ لَکُمۡ مِّنۡ قَبْلِہِمْ اَشَدَّ مِّنۡ زَمٰنِہِمْ اَلَمْ یَکُنْ لَّہُمْ کِتٰبٌ  
پچھلے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا فَآتٰہُمُ الْعَذَابُ مِنْ حِیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ  
ان کے پاس ایسی جگہ سے عذاب آیا کہ ان کے دیم و گھاس میں بھی نہیں تھا۔ اُن  
کی طاقت ایسے طریقے اور ایسے ذریعے سے واقع ہوئی جس کے متعلق وہ سوچ  
بھی نہ سکتے تھے، پھر کیا ہوا۔ فَاِذَا فَعٰہُمُ اللّٰہُ الْخِزٰی فِی الْحَیٰوۃِ  
الْاٰخِرَیۡہِ اَلَمْ یَکُنْ لَّہُمْ رَسُوْلٌ کَاٰمِرًا مَّحْضٰیًا کہیں شکست ہوئی ،  
زلزلہ اور طوفان آیا یا شکلیں تبدیل کر دی گئیں وَلَ الْعَذَابُ الْاٰخِرُ اَکْبَرُ

اور آخرت کا عذاب تو بہر حال بہت بڑا ہے جو دامنی ہے۔ دنیا میں تو بعض جرائم کی پوری سزا نہیں مل سکتی، البتہ جب قیامت برپا ہوگی تو دنیا میں کیے گئے فیسے فیسے کا حساب ہو کر پوری پوری سزا ملے گی۔ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ اگر ان کو کچھ کچھ ہوئی تو یقیناً یہ ایسا عمدہ اور عمل اختیار نہ کرتے جو ان کے لیے دنیا میں دھوئی اور آخرت میں گھٹ عذاب کا باعث بنتا۔ کاش یہ اس حقیقت کو جان لیتے تو آخرت میں چہرے پر پیشے والے عذاب سے آج بچنے کی کوشش کرتے۔

---



وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ  
 مَثَلٍ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٢٤﴾ قُرْآنًا عَرَبِيًّا  
 غَيْرَ ذِي عِوَجٍ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٢٥﴾ ضَرَبَ  
 اللَّهُ مَثَلًا رَجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُونَ  
 وَرَجُلًا سَلَمًا لِرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِينَ مَثَلًا  
 الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾  
 إِنَّكَ مَيِّتٌ وَرَأَتْهُم مَيِّتُونَ ﴿٢٧﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ  
 يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ ﴿٢٨﴾

ترجمہ یہ اور البتہ تحقیق ہم نے بیان کی ہیں  
 اس قرآن میں ہر قسم کی مثالیں تاکہ یہ لوگ نصیحت  
 حاصل کریں ﴿٢٤﴾ یہ قرآن عربی زبان میں ہے جس میں  
 کسی قسم کی کمی نہیں ہے ، تاکہ یہ لوگ بچ جائیں ﴿٢٥﴾  
 اللہ نے بیان کی ہے مثال ایک شخص کی جس میں کئی  
 شریک ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ منہ کرتے ہیں ،  
 اور ایک شخص پورے کا پورا دوسرے شخص کے لیے  
 ہے کیا یہ مثال میں برابر ہیں ، سب غریباں اللہ سے  
 لیے ہیں ، مگر ان میں سے اکثر علم نہیں رکھتے ﴿٢٦﴾ بلکہ  
 آپ بھی مرنے والے ہیں ، اور بیشک یہ لوگ بھی

کئے گئے ہیں ③ پھر تم قیامت والے دن اپنے پروردگار کے پاس جھگڑا کرو گے ④

رابط آیات

شُرک کی تردید کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں کے انجام اور ان کو ملنے والے انعام و اکرام کا ذکر فرمایا۔ نیز مختصر طور پر مشرکوں اور کافروں کی سزا کو بیان فرمایا کہ یہ لوگ دنیا میں بھی ذلت و رسوائی کا سامنا کریں گے اور آخرت کا عذاب تو بہت بڑا ہوگا۔ فرمایا یہ لوگ محض غفلت اور بیوقوفی کی بنا پر ایمان اور وحدانیت کا انکار کرتے ہیں، مگر نہ اللہ تعالیٰ نے تو قرآن کریم نازل فرما کر ہر طریقے سے سمجھنے کی کوشش کی ہے اور اس سلسلے میں مختلف قسم کی مثالیں بھی بیان فرمائی ہیں اگر اب بھی یہ لوگ نہیں مانتے تو یہ ان کی اپنی حماقت ہے قرآن نے تو وحید کے اثبات اور شرک کی تردید کو مثالوں کے ذریعے واضح کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی مگر یہ سب ہے کہ لوگ حقیقت کو پا لیں اور غور و فکر کے لئے انجام کو بہتر بنالیں۔

مختصر قرآن

اب آج کے درس میں اللہ نے پہلے قرآن حکیم کی حقانیت اور اس کے اعجاز کا ذکر کیا ہے۔ پھر شرک اور توحید کی بات ایک مثال کے ذریعے سمجھائی ہے اور آخر میں کفار و مشرکین کے ایک طبقہ کا جواب دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے  
وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِن كُلِّ مَثَلٍ اور  
البتہ تحقیق ہم نے لوگوں کے استفادہ کے لیے قرآن پاک میں ہر قسم کی مثالیں بیان کی ہیں۔ جس بات کے مختلف معانی آتے ہیں جن میں ماننا، سہجہ کرنا اور بیان کرنا شامل ہیں۔ تاہم اس مقام پر بیان کرنا ہی موزوں سمجھا ہے۔ بعض اوقات کوئی مشکل بات عام تقریر کے ذریعے سمجھ میں نہیں آتی اور اگر اس کی کوئی مثال بیان کر دی جائے تو بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے۔ قرآن پاک پر ایک عمومی نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت سی مثالیں بیان کی ہیں جن میں منافقین اور کفار کے طرز عمل کی مثالیں ہیں، کفار کے انفاق کی



مثالی ہے۔ شرک کے بڑا پن کی مثال ہے، نور خداوندی کی مثالی بین کی گئی ہے، حق و باطل، دنیاوی زندگی، علمائے بیہود، مومن اور کافر، کلمہ طیبہ اور کلمہ خبیثہ وغیرہ کی مثالیں بھی موجود ہیں۔ آج کے درس میں بھی ایک ماکہ اور متعدد ماکوں کے غلام کی مثالی بیان کی گئی ہے۔ ان مثالوں کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ اپنے اعتقاد و ایمان اور توحید کو درست کریں، شرک اور کفر کی قباحت جان لیں اور پھر صراطِ مستقیم پر گامزن ہو کر اپنی عاقبت کو سنوار لیں۔ مطلب یہ ہے کہ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ کہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ اگر بیان کر دے مثالی ان کی سمجھ میں آگئی تو اپنی حالت کو درست کر کے نیک جانیں گے وگرنہ ابدی جہنم تو ان کے لیے تیار ہے۔

فرمایا جس قرآن میں ہم نے مثالیں بیان کی ہیں وہ قرآنِ عربیہ عربی زبان میں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جس پیغمبرِ آخر الزمان پر یہ قرآن نازل ہوا اور جو قوم اس کی اولیٰ مخاطب تھی وہ سب عرب تھے اور عربی زبان بولتے تھے۔ اس لیے اللہ نے اپنا آخری کلام بھی اس زبان میں نازل فرمایا۔ سورۃ حُجُرۃ میں ہے: وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ (آیت ۲۳)۔ اگر ہم اس قرآن کو بھی (غیر عربی) زبان میں نازل کرتے تو یہ لوگ اعتراض کرتے کہ اسے ہماری زبان میں کھول کر کیوں نہیں بنایا گیا۔ لہذا اللہ نے اس کو عربی زبان میں نازل فرمایا۔

اور پھر اس قرآن کی ایک صفت یہ ہے غَیْرُ مُتَّبِعٍ کہ اس میں کوئی بھی یا ٹیڑھا پن نہیں ہے بلکہ بالکل صاف صاف اور سیدھی سیدھی باتیں ہیں جو ہر فطرتِ سلیمہ اور عقلِ سلیم سمجھنے والوں کو آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہیں۔ اس قرآن میں نہ کوئی اختلاف ہے، نہ ظہری، نہ تعارض اور نہ کوئی خلافت واقعہ ہستوں اگر کسی شخص کا اپنا دماغ ہی مختلف ہو تو پھر اس کو ہر چیز ٹیڑھی ہی نظر آئے گی۔ وگرنہ حقیقت یہ ہے کہ اس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں ہے۔ سورۃ التبت کی ابتدا



میں اللہ نے فرمایا ہے کہ سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے بندے پر یہ کتاب نازل فرمائی اور اس کو ٹیڑھا نہیں بنایا بلکہ قریب تھا یعنی بالکل درست اور صحیح بنایا ہے جس کی ہر بات واقعہ کے مطابق ہے۔ اس میں کوئی غرالی نہیں ہے پھر جس ماحول میں یہ قرآن نازل ہوا ہے، وہ لوگ اہل زبان تھے اور قرآن کی فصاحت و بلاغت سے بخوبی آگاہ تھے۔ مگر قرآن کا اعجاز بعض عبارت کی موزونیت اور اس کی فصاحت و بلاغت کی بناء پر نہیں بلکہ یہ کتاب اپنے علوم و معارف، تعلیم نظام، قانون اور صحیح صحیح نقش کشی کے اعتبار سے بھی معجز ہے۔ قرآن نے دنیا بھر کے عربوں اور غیر عربوں کو حلیج کر رکھا ہے کہ اگر تمہیں اس کی صداقت میں کچھ شک ہے تو اس جیسی ایک سورۃ ہی بنا کر دے اور فَاَتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ رَاقِبُونَ مگر آج تک کوئی بھی اس حلیج کا جواب نہیں دے سکا۔ فرمایا ہم نے اس قرآن کو اپنی تمام خوبیوں کے ساتھ اس لیے نازل فرمایا ہے لَعَلَّكُمْ يَتَّقُونَ تاکہ لوگ پرست انجام سے بچ جائیں، اپنے عقیدہ و عمل کی اصلاح کریں اور اپنی فکر کو صحیح بنالیں

شُرک اور  
توحید کی مثال

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے شرک کی قیامت کو ایک مثال کے ذریعے سمجھایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ ضَرِيبٌ مِّثْلُ مَا تُشْرِكُ اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان کرتا ہے رَجُلًا وَفِيهِ شُرَكَاءُ اَوَّیٰ یعنی غلام ایسا ہے جس کی ملکیت میں کوئی مالک شریک ہیں۔ مَثَلًا کَوْنُکَ وہ آپس میں ضد بازی بھی کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ بعض جھگڑاؤں قسم کے مالکوں کا ایک شریک غلام ہے۔ وَ رَجُلًا مِلْحًا لِّرَجُلٍ اور ایک غلام ایسا ہے جو مکمل طور پر ایک ہی شخص کی ملکیت میں ہے۔ هٰکِذَا یَسْتَوِیٰنِ مَثَلًا کیا یہ دونوں غلام برابر ہو سکتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ یہ دونوں جگہاں نہیں ہو سکتے۔ جس غلام کے کنی مالک ہیں اور وہ ہیں بھی ضدی اور جھگڑاؤں کا ظاہر ہے کہ ہر مالک غلام سے زیادہ سے زیادہ خدمت لینے کی کوشش کرے گا، اور اس طرح وہ مختلف



مالکوں کی کھینچا آئی کا شکار ہو کر سخت مصیبت میں گرفتار ہوگا۔ اور دوسری طرف وہ غلام ہے جو ایک ہی مالک کی خدمت پر مامور ہے اور وہ اسی ایک کی طرف پوری توجہ دے کر اس کی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے۔ ایسا غلام پہلے غلام سے بہت آرام میں ہوگا اور اُسے کوئی پریشانی بھی لاحق نہیں ہوگی۔ اس مقام پر شاہ عبدالغفور دہلوی لکھتے ہیں کہ ایک غلام جو کئی مالکوں کا ہوگا، اُس کو کوئی بھی اپنا نہیں سمجھے گا اور نہ ہی اُس کی پوری طرح خبر گیری کریگا۔ اس لیے وہ ہمیشہ مخفی ہے۔ اور دوسری طرف وہ غلام ہے جو ملے کا سارا ایک ہی مالک کا ہے وہ شخص اُس کو اپنا سمجھتا ہے اور اس کی خبر گیری بھی اُسے طریقے سے کرتا ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بھی مثال ایک مؤمن اور مشرک کی ہے۔ ایک رب تعالیٰ کو پرچنے والوں کو اطمینان اور سکون حاصل ہوگا۔ جب کہ کئی معبودوں کے پجاری ہمیشہ پریشان ہی رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اس مثال کے ذریعے توحید کی سعادت اور شرک کی قہارت بیان فرمادی ہے۔ اسی رضا و صحت کے بعد فرمایا الْحَمْدُ لِلّٰہِ سُبَّحَ غَرِیْبَانِ اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو ہر طرح کی مثالیں بیان کر کے مسئلہ کو سمجھا دیتا ہے۔ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ مگر انہوں کا مقام ہے کہ لوگوں کی اکثریت بے سمجھ ہے جو اس قدر واضح حقائق کو بھی سمجھنے سے قاصر ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے لوگ شقی اور بد بخت ہی ہو سکتے ہیں جو اپنے انجام بد کو پہنچ کر رہیں گے ورنہ اللہ تعالیٰ نے تو بات کو سمجھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شرک کی تردید میں معبودان باطلہ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا تو مشرکین سخت براہم ہوئے۔ کہنے لگے یہ شخص پیادین سے آیا ہے جو ہمارے عقیدے خراب کر رہا ہے اس نے ہمارے درمیان اختلاف پیدا کر دیے ہیں۔ پھر حضور علیہ السلام کو تبلیغ حق اور بتوں کی قباحت بیان کرنے سے منع کرتے، مگر جب آپ اُن کی باتوں میں نہ آتے اور اپنے مشن کو جاری



کہتے تھے تروہ لوگ کہتے اَمَرُ يَقُولُونَ شَاعِرٌ فَذَرْنَهُ يَدِ رَبِّهِ الْمُنَافِقُونَ  
 (انصاف)۔ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ کا نبی شاعر ہے، اور ہم اس کے حق میں  
 زمانے کے حوادث کا انتظار کر رہے ہیں۔ جو پہلی یہ شخص موت سے بگڑ رہا ہو گا اس  
 کا سارا دھنڈا اور تبلیغ خود بخود ختم ہو جائے گی، پھر ہمارے مہموں کو بڑا بھلا کہنے  
 والا کوئی نہ ہو گا۔ لہذا اس کو اپنے حال پر چھوڑ دو اور کچھ عرصہ کے لیے اس کی موت  
 کا انتظار کرو۔ اس کے جواب میں اللہ نے فرمایا اِنَّكَ حَيٌّ وَاِنَّهُمْ  
 مَيِّتُونَ بے شک آپ بھی موت کا پیارا پیچھے لگے ہیں اور یہ لوگ بھی مرنے  
 والے ہیں، مرنے پر سب کو ہے، یہ بے حجت آپ کی موت کا انتظار جب کریں جب  
 ان کو نہ مرنے دے۔ لہذا ان کی یہ بات لاعینی ہے۔ موت عامہ کے متعلق تو اللہ نے  
 بار بار فرمایا ہے كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (الحیٰ صبیحہ ۲۵)  
 موت کا سزا تو ہر ذی رحمہ کو چھینا ہے خواہ وہ کافر ہو یا مومن، مجلس پر پہنچنے  
 تک ہر یا بد، کوئی بھی اس سے بچ نہیں سکتا۔ دوسرے مقام پر اللہ نے اس  
 مسئلہ کی یوں وضاحت فرمائی اَفَاُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ  
 (انبیاء ۳۴) اگر آپ موت کی آخرش میں پلے جائیں گے تو کیا یہ ہمیشہ اس دنیا  
 میں رہیں گے، نہیں، بلکہ ان کو بھی سزا ہے، لہذا آپ کی موت کا انتظار ان  
 کے لیے کچھ مفید نہیں ہو سکتا۔

قیامت کے  
 دن قیامت

فرمایا موت تو ہر ایک پر طاری ہوتی ہے۔ ہر انفرادی موت کو قیامت صغریٰ  
 سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور ایک دن مجموعی موت یعنی قیامت کبریٰ بھی واقع ہوگی۔  
 ثُمَّ اِنَّكُمْ كَوْمٌ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ  
 پھر اس دن تم اپنے پروردگار کے پاس جھگڑا کرو گے۔ اس قیامت کی  
 تفصیل میں حدیث میں بہت سی باتیں وارد ہوئی ہیں، مثلاً حنفیہ علیہ السلام کا  
 فرمان ہے لَتَوَدََّنَّ الْمُحْسِنُونَ اِلَىٰ اَهْلِيهَا لَوْ كَانُوا عِندَ رَبِّهِمْ  
 ، نہ یہ حق قیامت کے دن خدا تعالیٰ کی عدالت میں دلائل جائیں گے۔ فرمایا اگر



دنیا میں کسی سید گاہ والی بکری نے بے سید گاہ بڑی کراہیت پہنچائی ہے تو قیامت  
 میں، دونوں اس مظلوم کا حق بھی دلا یا جائے گا۔ اُس دن ایک پُر دلی دوست کے خلاف  
 اپنے حق کے لیے اللہ کی عدالت میں مقدمہ دائر کرے گا اور کہے گا کہ پروردگار! اس  
 شخص نے مجھے ستایا، گالی گھونق دی اور میرا حق غصب کیا، جو مجھے دلا یا جائے۔  
 یہودی اور عائدہ بھی آپس میں جھگڑیں گے۔ یہودی اپنے عائدہ کے ظلم و زیادتی کی شکایت  
 کریں گی اور عائدہ اپنے حقوق کی عدم ادائیگی کی بات کریگا۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کے درمیان  
 فیصلہ فرمائے گا۔ حضور علیہ السلام کا اشارہ ہے کہ قاتل اور مقتول کا تازہ بھی رب العزت  
 کی بارگاہ میں پیش ہوگا۔ مقتول اپنے قاتل کو بالوں سے پکڑ کر گھسٹے گا۔ دربارِ حق  
 میں لائے گا۔ اُس کے جسم سے خون ٹپک رہا ہوگا اور وہ مقدمہ پیش کرے گا کہ  
 میرا کیمیا ہا اس شخص نے ظلم و زیادتی کے ساتھ مجھے ناحق قتل کیا۔ اللہ تعالیٰ اس جھگڑے  
 کا فیصلہ بھی فرمائیں گے۔ حضور کا یہی فرمان ہے أَوَّلُ مَا يُقْضَىٰ بَيْنَ النَّاسِ  
فِي الْقِيَامَةِ یعنی قیامت کے دن سب سے پہلے قتل و ناحق کے فیصلے ہوں گے۔

ایک موقع پر حضرت زبیرؓ نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا  
 دنیا میں پیش آنے والے جھگڑے قیامت کو پھر ٹپٹ کر آئیں گے؟ آپ نے فرمایا  
 ہاں ہر چیز کے متعلق جھگڑے پیش ہوں گے۔ حضرت زبیرؓ نے کہا إِذَا أَشْرَفَ  
بِخَيْرٍ تو معاملہ بہت ہی دشوار ہوگا۔ آپ کا یہ بھی فرمان ہے کہ کیا تم جانتے ہو مجلس  
 کون ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ مجلس وہ شخص ہے جس کے پاس مال و دولت  
 اور روپیہ پیسہ نہ ہو۔ فرمایا قیامت کے دن مجلس آدمی ہوگا جس کے تمام نیک اعمال  
 ظلم و زیادتی اور ادائیگی حقوق کے سلسلے میں دوسروں کو تقسیم کر دیے جائیں گے۔ ظالم  
 کی تمام نیکیاں، سونے ایمان ظلم کے ہونے میں مظلوم کو دے دی جائیں گی۔ اگر پھر  
 بھی بد نہ ہو نہ ہو تو پھر مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال دیے جائیں گے۔ اور یہ شخص اس  
 پر جج کرے کہ جہنم میں داخل ہوگا۔

حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ ظالم کو کیمیا کو بھی اللہ کی عدالت میں پیش کیا جائے گا

رعایا شکایت کریں گی کہ اس نے مجھے ساتھ فلاں فلاں زیادتی کی، پہلے حقوق اور  
 نہیں کیے یا مجھ سے مال و جان کی حفاظت کی تو میری پوری نہیں کی یا اس نے  
 ظلم کو نہیں روکا۔ اس مقدمہ کے نتیجے میں ظالم ماکہ مغلوب ہو جائے گا، اس سے  
 کوئی جواب بن نہیں پڑے گا، اور بالآخر اسے جہنم میں بھیج دیا جائے گا۔ حضرت  
 عبداللہ بن عباسؓ کی روایت میں آتا ہے کہ انسان کی روح اور جسم بھی آپس میں جھگڑیں  
 گئے، روح کہے گی کہ میں فلاں تو نے اس جسم کے ساتھ فلاں فلاں گناہ کئے لہذا  
 سزا کا مستحق تو ہے، مگر جسم کہے گا کہ فلاں بڑی کا حکم تو تو نے ہی دیا تھا جس پر میں  
 نے عمل کیا، لہذا سزا کا مستحق تو ہے، آپ نے ایک مثال کے ذریعے بات سمجھائی  
 کہ ایک اندھا اور اپانچ ایک باغ کے قریب اکٹھے ہو گئے، وہ پھل چوری کرنا  
 چاہتے تھے مگر اندھے کو نظریں آتے اور لشکر لولا چل کر نہیں جاسکتا۔ بالآخر  
 انہوں نے فیصلہ کیا کہ اندھا آدمی معذور کو سپنہ کندھوں پر بٹھا کر باغ میں لے جائیگا  
 اور اپانچ مگرینا آدمی پھل توڑے گا تو فرمایا جس طرح یہ اندھا اور اپانچ دونوں مجرم  
 ہیں، اسی طرح روح اور جسم دونوں کو مجرم ٹھہرا کر سزا دی جائیگی۔ الغرض اقیامت  
 کے دن ہر شخص اپنا جبر اُخذ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش کرے گا اور پھر سب کے  
 قلعے غصے ہوں گے۔



فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ وَكَذَّبَ  
بِالصِّدْقِ إِذْ جَاءَهُ ۗ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى  
لِّلْكَافِرِينَ ۖ ٣٢ ۝ وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ  
بِهِ ۖ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۖ ٣٣ ۝ لَهُمْ مَا  
يَشَاءُونَ عِندَ رَبِّهِمْ ۗ ذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ۖ ٣٤ ۝  
لِيُكَفِّرَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي عَمِلُوا وَيَجْزِيَهُمْ  
أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ۖ ٣٥ ۝  
أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ ۗ وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ  
مِنْ دُونِهِ ۗ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ  
هَادٍ ۖ ٣٦ ۝ وَمَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُّضِلٍّ  
ۖ أَلَيْسَ اللَّهُ بِعَزِيزٍ ذِي انْتِقَامٍ ۖ ٣٧ ۝ وَلَيْسَ  
سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ  
لِيَقُولَنَّ اللَّهُ ۗ قُلْ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ  
مِنْ دُونِ اللَّهِ ۗ إِنْ أَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ  
كُتُفَاتُ ۖ هَٰؤُلَاءِ أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ  
مُمْسِكَاتُ ۖ رَحْمَتِي ۗ قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ

يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿٣٨﴾ قُلْ يَقَوْمِ اعْمَلُوا عَلَى  
 مَكَانَتِكُمْ إِلَىٰ عَامِلٍ ۖ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٣٩﴾  
 مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ  
 عَذَابٌ مُّقْتَدِرٌ ﴿٤٠﴾ إِنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ  
 بِالْحَقِّ بِالْحَقِّ ۖ فَمَنْ اهْتَدَىٰ فَلِنَفْسِهِ ۖ وَ  
 مَنْ ضَلَّٰ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۖ وَمَا أَنْتَ  
 بِعَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ﴿٤١﴾

ترجمہ:۔ پس اس سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے  
 اللہ پر جھوٹ بولا، اور جھٹلایا سچی بات کہ جب کہ  
 اس کے پاس آگئی یہ کیا نہیں ہے جہنم تمکنا کفر کرنے  
 والوں کا ﴿۳۸﴾ اور وہ شخص جو لایا ہے سچی بات اور  
 تصدیق کی ہے اس کی وہی رگ میں جو ڈرنے والے  
 ہیں ﴿۳۹﴾ ان کے لیے ہو گا جو چاہیں گے ان کے پھر وہ  
 کے پاس یہ بدلہ ہے یہی کرنے والوں کا ﴿۴۰﴾ اگر مانتے  
 کرئے اللہ تعالیٰ ان سے وہ بڑی بات جو انہوں نے  
 کی، اور بدلہ دے ان کو بستر جو وہ کیا کرتے تھے ﴿۴۱﴾  
 کیا نہیں ہے اللہ تعالیٰ کفایت کرنے والا اپنے بندے  
 کے لیے، اور ڈراتے ہیں آپ کو ان سے جو اس کے  
 سوا ہیں، اور جس کو اللہ گمراہ کر دے نہیں ہے اہل  
 کے لیے کوئی راہ دکھانے والا ﴿۴۲﴾ اور جس کو اللہ راہ  
 دکھا دے نہیں ہے اُس کو کوئی گمراہ کرنے والا



کیا نہیں ہے اللہ تعالیٰ زبردست اور انتقام لینے والا ②۹

اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو تو یقیناً کہیں گے کہ اللہ نے۔ آپ کہ دیں، بتلاؤ جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا اگر اللہ تعالیٰ ارادہ کرے میرے بارے میں کوئی تکلیف پہنچانے کا تو کیا یہ بٹا سکتے ہیں اس کی تکلیف کو۔ ۱۰ ارادہ کئے اللہ تعالیٰ مجھے رحمت پہنچانے کا تو کیا یہ روک سکتے ہیں اُس کی رحمت کو۔ آپ کہہ دیجئے کافی ہے میرے لیے

اللہ۔ اُس پر چاہیے کہ بھروسہ رکھیں بھروسہ رکھنے والے ③۰

آپ کہہ دیجئے، اے میری قوم کے لوگ! عمل کرو اپنی عبادت پر، میں بھی عمل کرنے والا ہوں۔ پس مختصر یہ تم جان لو گے ③۱ کہ کس کے پاس آتا ہے عذاب جو اس کو سزا کرے، اور کس پر اتنا ہے ہمیشہ ٹھہرنے والا عذاب ③۲

بے شک ہم نے انہی سے آپ پر کتاب لوگوں کے لیے حق کے ساتھ، پس جس نے بدعت پائی تو اپنے نفس کے لیے اور جو گمراہ ہوا، پس بیشک وہ گمراہ ہوتا ہے اسی پر۔ اور نہیں ہیں آپ ان پر کوئی کارساز ③۳

ربطاً

گزشتہ درس میں اللہ نے توحید اور شرک کی مثال بیان فرمائی کہ ایک علام صرف ایک آقا کی ملکیت اور دوسرے کئی آقاؤں کا غلام ہے جو یہی ضدی اور جھگڑاؤ۔ تو ظاہر ہے کہ ایک آقا والا غلام سکون و اطمینان میں ہوگا جب کہ کئی آقاؤں کا غلام سخت مشکل میں ہوگا کیونکہ اُسے کئی مالکوں کے احکام کی تعمیل کرنا ہوگی۔ اسی طرح موعود آدمی جو صرف ایک وعدہ لاء شرک کو پکارتا ہے وہ اطمینان میں ہوگا اور کئی پیروروں کا پرستار شرک مشکل میں چپس چلے گا

اشارے یہ بھی فرمایا کہ قیامت والے دن تم سب اکٹھے ہوسکے اور آپس میں جھگڑا  
کرو گے، دنیا میں ایک دوسرے کے ساتھ گن گن کر بیسی دلوں و ہزاروں جاسے گی  
اور ہر ایک کو اس کے عقیدے اور عمل کے مطابق بدلہ ملے گا۔

سب سے بڑا  
ظالم

آج کی ابتدائی آیات میں بھی کفار و مشرکین کا رد ہو رہا ہے۔ وہ لوگ حضور  
علیہ السلام کی نبوت و رسالت کو تسلیم نہیں کھتے تھے، بلکہ آپ کو نعوذ باللہ جھوٹا کہتے  
تھے اور ساتھ یہ بھی کہ اشارے نے آپ پر کوئی چیز نازل نہیں کی۔ اس مسئلہ میں اشارے نے  
کا ارشاد ہے قَعْنَ اَظْلَمَ وَهْنٍ كَذِبَ عَلٰی اللّٰهِ اَمْسُ شَخْصٍ سَے بڑا  
ظالم کہہ کر ہے جو اشارے پر جھوٹ باندھے۔ وَكَذَّبَ بِالْحَقِّ اِذَا جَاءَهُ  
اور جس نے سچی بات کو جھٹلادیا جب کہ وہ اُس کے پاس آگئی۔ اشارے پر جھوٹ  
یہ باندھا کہ اُس نے کوئی چیز نازل نہیں کی۔ نیز حضور نبی آخر الزمان علیہ السلام  
اور اشارے کے آخری کلام قرآن کی تکذیب کی جب کہ دونوں چیزیں اُسی کے پاس  
آگئیں۔ یہ دونوں سچی باتیں ہیں مگر ان کو جھٹلادیا کہ سب سے بڑے ظالموں میں شمار ہو گئے  
شاہ عبدالقادر سکتے ہیں کہ بعد از اشارے اگر نبی نے اشارے کا نام جھوٹ مروت لیا ہے  
تو اُس سے بڑا کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور اگر وہ بچا ہے، اور یقیناً بچا ہے مگر کفار و مشرکین  
نے اُس کو جھٹلایا ہے تو پھر ان سے بڑا کوئی نہیں ہو سکتا۔ اشارے کا نبی کہیں غلط بیانی  
نہیں کر سکتا۔ اس کے برخلاف اُس کو جھٹلانے والے خود جھوٹے اور غلط کار ہیں۔  
فرمایا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ یُکْفِرُوْا اَلِیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًۢیٰ لِّلْکٰفِرِیْنَ کیا یہ بات قطعی  
اور اعلیٰ نہیں ہے کہ کفر کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اس کو استغفار میرا اذکار  
میں بیان کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کافر لوگ لازماً جہنم رسید ہوں گے۔ جھوٹا  
اور ظالم آدمی خدا تعالیٰ کی گرفت سے بچ نہیں سکتا۔

سچائی کی  
قدر دانی

جھوٹ کے برخلاف آگے سچائی کا ذکر ہو رہا ہے وَالَّذِیْ جَاءَ  
بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖ اور جو شخص سچی بات لایا اور اُس کی تصدیق کی  
بعض فرماتے ہیں کہ سچی بات لانے اور اُس کی تصدیق والے ایک ہی گروہ ہے



اور وہ انبیاء کرام ہیں۔ اور بعض فرماتے ہیں کچھ بات لاسنے والے اور اُس کی تصدیق کرنے والے مختلف گروہ ہیں اور دونوں کی الشریکے تعریف بیان کی ہے شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ وہ ذات جو کچھ بات سے کرائی ہے، وہ الشریک کا ہی ہے اور جنہوں نے اُس کی بات کی تصدیق کی ہے، وہ مؤمن ہیں۔ گویا دونوں جگہوں کے مصداق ایک ایک ہیں۔ الشریکے بڑے کے اولین مصداق بالغ مردوں میں حضرت ابو بکر صدیقؓ اور عورتوں میں حضرت خدیجہؓ، غلاموں میں حضرت زیدؓ اور بچوں میں حضرت علیؓ ہیں۔ تو فرمایا کہ جو کچھ بات لایا اور جس نے اُس کی تصدیق کی أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ وہ سب متقی ہیں یعنی خدا تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں۔

حضرت عبد الشریک بن عباسؓ شریک کی تفسیر میں فرماتے ہیں إِنَّمَا الشِّرْكَ سَبَبٌ يَبْلُغُ شَرِّكَ سَيِّئًا، پھر کبیر کن ہوں سے اور پھر بدیدہ بدرجہ صفا سے جس شخص کا عقیدہ گمراہ کن ہوگا، وہ متقی نہیں ہو سکتا۔ بہر حال فرمایا کہ جو کچھ کر لائے اور جنہوں نے اُس کی تصدیق کی لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِندَ رَبِّهِمْ ان کے لیے اُن کے پروردگار کے ہاں ہر وہ چیز ہوگی جس کی وہ خواہش کریں گے۔ ذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ یہی کرنے والوں کا یہی بدلہ ہے۔ اور اس کا اثر یہ ہوگا يَكْفُرُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي عَمِلُوا تاکہ اللہ تعالیٰ ان سے سزا دہنے والی بڑی بات کو صاف کر دے وَيَجْزِيَهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ اور تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے اچھے اعمال کا ان کو سزا دے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے متعین کے لیے بشارت بھی دی۔ مشرک لوگ نبی علیہ السلام اور آپ کے پیروکاروں کو کہتے تھے کہ تم ہمارے معبودوں کو بڑا بھلا کہتے ہو، اس سے باز آ جاؤ۔ ورنہ یہ تمہیں نقصان پہنچائیں گے۔ اس طرح گویا وہ اہل ایمان کو اپنے معبودان باطلہ سے خوفزدہ کر رہے تھے۔ مگر اللہ نے فرمایا الَّذِينَ يَصِفُونَ عِبَادَهُ کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں، یعنی وہ اس کی مدد کرنے پر قادر نہیں۔ فرمایا وہ یقیناً اپنے بندے کے

غیر شرک  
خوف



لیے والے ہے۔ وہ ضرور اس کی مدد کرے گا اور ہر شر سے محفوظ رکھے گا۔ حالانکہ  
 وَ يُخَوِّفُكَ بِالذِّيْتِ مِنْ دُونِهِ بِأَنْتَ كَرَأَىٰ سِیِّئَاتِهِ  
 اللہ کے سوا وہ کسی میں اور جن کو کچھ اختیار نہیں کہ وہ کسی کو نفع یا نقصان پہنچا  
 سکیں۔ ایسے لوگ یقیناً گمراہ ہیں اور اللہ کا فیصلہ یہ ہے وَمَنْ يُضِلِّ  
 اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ اس کی تباہی دے اور  
 سورہ استغفر کی بنا پر گمراہ کر دے، اس کو کوئی راہ راست دکھانے والا نہیں  
 ہے۔ اس کے برخلاف وَمَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُضِلٍّ  
 اور جس کو اللہ تعالیٰ صراطِ مستقیم کی ہدایت دے دے، اس کو گمراہ کوئی نہیں کر سکتا  
 فَرَادَىٰ إِلَهِسَ اللَّهُ بِعِزِّهِ ذِي الشِّعَارِ کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا مالک  
 غالب اور انتقام لینے والا نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ضرور ہے۔ وہ  
 مکذبین کو انتقام لینے بغیر نہیں چھوڑے گا۔ بلکہ انہیں ان کی کارکردگی کی ضرور  
 سزا دے گا۔

مسیروان باطلہ سے ڈرانے کا سلسلہ پہلی اقسام میں ہی موجود تھا۔ حضرت  
 ہرود علیہ السلام کی قوم نے بھی آپ سے کہا تھا إِنَّ لِقَوْلِ إِلَّا اضْطَرَامَكَ  
 بَقُصِّ إِلَهَتِكَ بِسُوءٍ (دہرہ ۵۴) میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور قسم بھی  
 اس بات کے گواہ ہو کہ میں تمہاری تمام شرکیہ باتوں سے بیزار ہوں کا اعلان کرتا  
 ہوں۔ تم جو تدبیر کرنا چاہتے ہو کر لو، اور مجھے ہلاکت بھی نہ دو۔ میرا بھروسہ  
 اللہ کی ذات پر ہے جو میرے پروردگار ہے، اور میں تو یہی کہتا ہوں کہ زمین پر  
 چلتے پھرتے ملے تمام جانداروں کی پیشانی میرے پروردگار کے ہاتھ میں ہے  
 مطلب یہ ہے کہ مجھے ڈرانے کی بجائے ڈرنا تو تمہیں چاہیے تھا اس لئے کہ اللہ  
 سے جو اختیار اور قدرت تمہارے ہاتھ میں ہے۔ تم اس کو چھوڑ کر مخلوق کی پر جا  
 کرتے ہو جو بے اختیار ہے، تو یہاں پر حضور علیہ السلام کے متعلق بھی فرمایا کہ  
 یہ لوگ آپ کو یا سوا اللہ سے ڈراتے ہیں۔ فرمایا کیا آپ کے لیے اللہ کافی نہیں



ہے۔ جو ان سب سے بہتر ہے۔

حکایت حقیقیہ  
کے چنانچہ

اٹھ آئیں میں اللہ تعالیٰ نے بعض عقلی دلائل کے ذریعے اپنی توحید کو کھلایا ہے  
ارشاد ہوتا ہے۔ وَلَیْسَ سَاۤءَ مَا تَدْعُو ۚ وَ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ  
اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا، تو یقینی بات  
ہے کہ قَوْلُ اللّٰهِ کہ کہیں گے کہ اللہ ہی نے ان کو پیدا کیا ہے۔ جب ہر  
چیز کا خالق حقیقی اللہ ہے تو پھر فراس کے ساتھ دوسروں کو کیوں شریک بناتے ہو۔ اگر  
اللہ کے سوا خالق کوئی نہیں تو پھر وہ مجبور کیسے ہوتا ہے؟ پھر آئے ایک دوسرے  
طریقے سے یہی بات کہانی سے قائل ہے پھر! آپ ان سے کہیں۔  
اَلْهٰذَا یَسْتَعِیْذُ بِہٖ ذُوۡنَ الْعَرْشِ مِنَ اللّٰهِ ۚ اَمَّا دَکِیْرٌ فَکَیْنٌ ۚ اَلَمْ یَکُنْ  
سوا پکارتے ہو وہ تمہارے کس کا نام آسکتے ہیں اور اللہ کے مقابلے میں ان کی کیا  
حقیقت ہے؟ اِنْ اَرَادَ اللّٰہُ بِشَیْءٍ شَکَّ ۚ اَللّٰہُ یَظُنُّ رَہْطًا ۚ اَلَمْ یَکُنْ کَیْنٌ  
ضمرہ اگر خدا تعالیٰ مجھے کوئی تعلیف پہنچانا چاہے تو کیا ان میں سے ہر ایک سے  
جو میری اس تعلیف کو دور کر سکے؟ اَوْ اَرَادَ فُتْرًا ۚ اَلَمْ یَکُنْ کَیْنٌ ۚ اَلَمْ یَکُنْ  
مُصِیْبًا ۚ وَ شَکَّ ۚ اَلَا اَرٰۤی اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی مجھ پر اپنی کوئی امرانی کرنا چاہے۔  
تو کیا یہ سمجھوان باطلہ اس رحمت کو روکنے پر قادر ہیں؟ ظاہر ہے کہ دونوں  
سوالوں کا جواب نفی میں ہے نہ کوئی اللہ کی بھیجی ہوئی مصیبت کو دور کر سکتا  
ہے اور نہ اس کی رحمت کے راستے میں رکاوٹ بن سکتا ہے۔ اگر یہ بات ہے  
تو پھر ان کی عبادت کیوں؟ ان کی نذر و نیاز کیسی اور تعلیف کے وقت ان کو  
پکارتے گا کیا فائدہ؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے  
وہی کسی کی تعلیف کو رفع کر سکتا ہے، ہر چیز کا مالک ہوتا ہے اور وہی ہے  
ہذا اس کے سوا کسی کو پکارنا محض جہالت اور ارتکابِ شرک ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی روایت میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان  
کو نصیحت کی تھی اِحْفَظْ اللّٰہَ یَحْفَظْکَ اللّٰہُ مُرَدِّلٌ مِّنْ اللّٰہِ کَاخِیْلِ کُرَیْبَہِ اللّٰہِ



تمہاری حفاظت کرے گا۔ تم اللہ کو یاد رکھو بچدہ تجاہل تمہارے ہے  
 سامنے پائے گا۔ فرمایا تَقَرَّبْتُ إِلَى الْمَلِكِ اللَّهِ فِي الرَّحْمَةِ يَكُونُ فَتَكُنْ فِي  
 الشَّيْءِ ذَا يَوْمَ تَمُوتُ اللہ کو خوشحالی کی حالت میں پہچانے۔ وہ تمہیں تختے کے وقت پہچانے  
 گا۔ اگر تم نے آسودگی میں اس کی یاد میں رکھا تو وہ تلکدستی میں تمہاری طرف توجہ  
 نہیں فرمائے گا۔ پھر فرمایا اِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللَّهَ جِبِ مِمَّا سَأَلْتَهُ  
 اللہ سے کرو اور جب بھی مدد طلب کرو تو اللہ سے، اور یقین جان لو کہ اگر ساری  
 مخلوق بھی اکٹھی ہو جائے تو اللہ کی طرف سے تمہارے لیے مقرر کردہ چیز تمہیں  
 نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اور جو چیز اللہ نے تمہارے مقدر میں نہیں کی، یہ سارے  
 دن کر بھی تجھے کوئی نفع پہنچانے پر قادر نہیں۔ فرمایا صیغے خشک ہو چکے، قلمیں  
 اٹھالی گئیں، یقین اور شکر کے ساتھ نیک اعمال انجام دیتے رہو، تکلیفوں میں صبر  
 کرنے پر بڑی نیکیاں ملتی ہیں۔ رنج و غم کے ساتھ ہی خوشی اور فراخی ہے، اور  
 ہر نعمتی اپنے اندر آسانی کو لیے ہوئے ہے۔

ترجمہ علی شہر

ارشاد ہوا ہے قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ آپ کہہ دیں کہ میرے لیے اللہ  
 ہی کافی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ہر مشکل وقت میں وہی میری مدد کرے گا عَلَيَّ  
 يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ بھروسہ رکھنے والے صرف اسی کی ذات پر بھروسہ  
 رکھتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابن عباس سے یہ بھی فرمایا  
 مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَكُونَ أَقْوَى النَّاسِ فَلْيَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ  
 جو شخص لوگوں میں طاقتور بننے کا خواہشمند ہے اسے چاہیے کہ وہ اللہ پر  
 بھروسہ رکھے کیونکہ قوت کا سوا شہرہ اسی کی ذات ہے۔ اور جو شخص شغلی ہونا چاہتا  
 ہے، اُس کا فرض ہے کہ اللہ کی مقبوضہ چیز پر اعتماد رکھے اور اپنی مقبوضہ چیز پر اعتماد  
 نہ رکھے۔ اور جو شخص چاہتا ہے کہ اسے لوگوں میں عزت حاصل ہو تو اس کو چاہیے  
 کہ وہ اللہ سے ڈرتا ہے۔ بہر حال فرمایا کہ آپ کہہ دیں کہ میرے لیے اللہ کافی  
 ہے اور بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔



جہانگیر علی  
کا استخارہ

پھر آگے جہانگیر علی کے متعلق ارشاد ہوتا ہے قُلْ يَقُومُوا عَمَلًا  
عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ اے پیغمبر! آپ ان سے کہہ دیں کہ تم اپنی جگہ پر کام  
کرتے رہو وَلَا تَمِيلُوا میں اپنے مقام پر کام کرتا ہوں۔ پھر اپنے اور  
میرے اعمال کے متعلق فَسَوْفَ نَعْتَمُوهُمْ تم عتریب ہی جان  
لو گے کہ کس کا عمل درست تھا اور کس کا غلط تھا۔ اور پھر اس کے نتیجے میں  
تمہیں اس بات کا بھی علم ہو جائے گا مَنْ يَأْتِ بِهِ عَذَابٌ يُجْزِيهِ  
کہ رسوا کر دینے والا عذاب کس کے پاس آتا ہے وَيُجْزِيهِ  
عَذَابٌ مُّهِينٌ اور ہمیشہ رہنے والا عذاب کس کے حصے میں آتا ہے  
مطلب یہ کہ تمہیں جلدی ہی پتہ چل جائے گا، صرف مرنے کی دیر ہے  
معلوم ہو جائے گا کہ اللہ کی گرفت میں کون آتا ہے۔ تم اس لئے اپنے  
وقت کا استخارہ کرو۔

آگے اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے بنیادی مضامین میں قرآن کریم  
کی حقانیت کا تذکرہ فرمایا ہے إِنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ  
الَّذِي فِيهِ بِالْحَقِّ بَيِّنَاتٌ ہم نے یہ کتاب لوگوں کے لیے آپ  
پر حق کے ساتھ اتاری ہے اس میں لوگوں کے لیے ہدایت اور فائدہ  
ہے۔ اللہ نے یہ کتاب نبی اور اس کی قوم کی زبان میں نازل فرمائی ہے کہ  
وہ لوگ اس کے پروگرام کو بخوبی سمجھ سکیں، نیکی اور بدی میں امتیاز پیدا کریں  
صیح اور غلط کو پہچانیں، اور اس پر عمل پیرا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے دلی سرخرو ہو  
جائیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس کتاب کا فائدہ اسی صورت میں ہوگا۔ جب کہ  
اس کے پروگرام پر عمل کیا جائے گا، محض تلاوت ہی مفید نہیں ہوگی، بلکہ  
اپنی فکر و عمل کو بھی اس کے مطابق بنانا ہوگا۔

ہدایت  
عمومی

اب رہی یہ بات کہ اس پروگرام کو اپنانے کا فائدہ کس کو ہوگا۔ تو فرماتا ہے  
فَمَنْ اهْتَدَىٰ فَلِنَفْسِهِ جس نے اس کتاب کے ارشاد

وامیت پالی اور وہ راجہ درست پر چل نکلا تو یہ اس کے پتے ہی فائدے کے لیے  
 ہے اس کو ترقی نصیب ہوگی، اللہ کا قرب حاصل ہوگا اور وہ آخرت میں سزا  
 سے بچ جائے گا۔ اس کے برعکس، وَصِفْتُ خَدَّیْ بِوُجْهِ مَنْ كَرَاهَ بَوَیْ  
 صحیح راستے سے ہٹ کر گیا، اس نے توحید کی بجائے شرک و کفر اور نیکی کی بجائے  
 بدی کو اختیار کیا فَاِنَّ مَا یَدْعُوْنَ عَلَیْهِمْ تو اس گمراہی کا نقصان بھی خود  
 اُسی کی ذات کو ہوگا، اور بالآخر وہی جہنم کا شمار بنے گا۔ کسی کے بے راہ ہونے  
 سے معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ کا تو کچھ نقصان نہیں ہوگا۔ اُسی کی شان میں تو کوئی  
 کمی واقع نہیں ہوگی، بلکہ اس کا نقصان خود کمرہ شخص کو ہی ہوگا، لہذا اسے اپنی  
 یا بر راستہ اختیار کرتے وقت اس سے انجام کو خیر و برکتیں کر لینا چاہیے۔  
 باقی رہ گئی یہ بات کہ لوگوں کی گمراہی کا حضور عایہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پر  
 کیا اثر پڑ سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمادی وَمَا اَنْتَ عَلَیْهِمْ  
یٰٰحَسِبُکُمْ اَنْ یَّکُوْنُ اَنْ یَّکُوْنُ زَمْرًا مِّنْ دُوْنِ سَبَیْ کہ ان کو ضرور ہی جنت میں پہنچا جائے گا  
 آپ کا وہم تو اللہ کا پیغام پھیلنا ہے مَا کَانَ الرَّسُوْلُ اِلَّا الْبَلٰغُ  
اِلٰی اَمْرٍ (۹۹) کہے مَا نَا یَا مَنَّا ان کا کام ہے اور یہی اپنے عمل کے ذمہ داری  
 اگر یہ لوگ اپنی ضد، عناد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے انکار کر کے دوزخ کا اندھن  
 بنتے ہیں تو لَقَدْ نَسُوْا عَنْ اَمْرِ غَیْبٍ یَّجِیْدٍ (۱۱۹) تو  
 اس کے متعلق آپ سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی، بلکہ خود ان سے سوال ہوگا،  
 کہ تم جہنم میں کیوں آئے۔ یہ خود جواب دیں گے کہ ہم نے توحید کا انکار کیا، غارتہ بڑی  
 حقوق ادا نہ کیے، قیامت کو جھٹلایا، غرضیکہ اپنے جبرائیم کا خود اقرار کریں گے  
 آپ سے اس معاملہ میں کوئی باز پرس نہیں ہوگی بلکہ اگر آپ نے لوگوں تک  
 پیغام نہ پہنچایا تو ان کو لَقَدْ نَسُوْا عَنْ اَمْرِ غَیْبٍ یَّجِیْدٍ رسالت کا اہتمام  
 تو کیا آپ نے تبلیغ کا حق ہی ادا نہ کیا۔ آپ مکمل دین لوگوں تک پہنچا دیں۔  
 اور حضورین کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیں۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے حق رسالت



پہلے پورا اور فدا، کہ جہنم سے قریب اور دوزخ سے بچہ کرنے والی  
 کوئی ایسی چیز نہیں جو میں نے تمہیں نہ بتولی ہو۔ اب نہ ٹٹنے ٹٹنے خود زمرہ دار  
 ہوں گے، آپ اُن گئے دلیل نہیں ہیں۔

---

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَ نَفْسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي  
 لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَمِإِ سِكَ الَّتِي قَضَى  
 عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْآخِرَى إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى  
 إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٤٢﴾ أَمْ  
 اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ شُفَعَاءَ قُلْ أَوَلَوْ كَانُوا  
 لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا وَلَا يَعْقِلُونَ ﴿٤٣﴾ قُلْ لِلَّهِ  
 الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ  
 وَالْأَرْضِ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٤٤﴾ وَإِذَا ذَكَرَ  
 اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا  
 يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ فَوَلَّى الَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ  
 دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبِشِرُونَ ﴿٤٥﴾ قُلِ اللَّهُمَّ  
 فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ  
 أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِي مَا كَانُوا  
 فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٤٦﴾ وَلَوْ أَنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا  
 مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ  
 لَافْتَدَوْا بِهِ مِنْ سُوءِ الْعَذَابِ يَوْمَ



الْقِيَامَةِ وَبَدَّالَهُمْ مِّنَ اللَّهِ مَا كَانُوا  
 يَحْتَسِبُونَ ﴿۳۷﴾ وَبَدَّالَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا  
 وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۳۸﴾  
 فَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ إِذَا خَوَلَهُ  
 نِعْمَةٌ مِّنَّا قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَى  
 عِلْمٍ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَلَكِنَّا أَكْثَرُهُمْ  
 لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۹﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِينَ مِنْ  
 قَبْلِهِمْ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا  
 يَكْسِبُونَ ﴿۴۰﴾ فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا  
 وَمَا لَهُمْ بِمُفْجِرِزٍ ﴿۴۱﴾ أَوَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ  
 اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّ  
 فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۴۲﴾

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ کیسنا ہے جانوں کو ان کی موت  
 کے وقت ۔ اور وہ جان جو نہیں مرنے میں ، پس  
 روک دیتا ہے اُس کو جس پر اُس نے موت کا  
 فیصلہ کیا ہے ۔ اور چھوڑ دیتا ہے دوسری کو  
 ایک مقررہ وقت تک ۔ بیشک اللہ اس میں  
 نشانیاں دے گا ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے  
 ہیں ﴿۴۲﴾ کیا بنا یا ہے انہوں نے اللہ کے سوا

دوسروں کو سفاقت آپ کو دے دے اس کے پیچھے اترے وہ  
 ایک ہوں کسی چیز کے لئے اور نہ وہ عقل رکھتے ہوں (۴۳)  
 آپ کہہ دیجئے اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے ساری  
 مفاہیش اسی کے لئے ہے اور اسی آسمانوں اور زمین کی  
 پھر اسی کا غرض۔ تم لوگ جاؤ گے (۴۴) اور جب وہ وقت آئے  
 گا جاتا ہے اللہ وعدہ و شریک کا تر جگڑا جائے ہیں دل  
 ان لوگوں کے جو ایمان نہیں رکھتے آخرت پر نہ اور جب  
 ذکر کیے جاتے ہیں وہ لوگ جو اس کے سوا ہیں تو یہاں  
 وہ غرض مہر جاتے ہیں (۴۵) آپ کہہ دیجئے اے اللہ  
 جو پیدا کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کو سات دن  
 ہے پوشیدہ اور کھلا باتوں کا، تو ہی فیصلہ کرتے ہ  
 اپنے بندوں کے درمیان اُس چیز میں جس میں وہ اختلاف  
 کرنے لگے (۴۶) اور اگر ہر بیشاب ان لوگوں کے لئے ہے  
 جنہوں نے ظلم کیا جو کچھ سے زمین میں مائے کا سا  
 اور اس جیسا مزہ بھی اس کے ساتھ، پھر وہ فدیہ دیں اس  
 کے ساتھ بڑے عذاب سے قیامت کے دن رتو ہرگز  
 قبول نہ کیا جائے گا اور ظاہر ہو گا ان کے لئے اللہ  
 کی طرف سے جس کا وہ خیال نہیں رکھتے تھے (۴۷) اور ظاہر  
 ہوں گی ان کے لئے وہ برائیاں جو انہوں نے کافروں اور کفر  
 سے کی تھیں اور وہ پھر جس کے ساتھ وہ ٹھٹھا کیا کرتے  
 تھے (۴۸) پس جب پیچھے اٹھان کر بُرائی تو پھر آئے ہیں  
 پھر جب ٹپتے ہیں جہنم اسی کو نعمت اپنی طرف سے ترکہاں  
 کو بیشاب یہ وہ اسی سے مجھے علم کی بنا پر ہے کہ



آزمائش سے . نمونہ شرابیوں سے نہیں جانتے ﴿۴۹﴾ تھیں  
 تھی یہ بات ان لوگوں سے جو ان سے پہلے آیت  
 میں . پس نہ کہہ سکتے تھے کہ وہ چیر جو وہ کہتے تھے ﴿۵۰﴾  
 اور پیچھے ان کے پاس وہ برائیاں جو انہوں نے کہا تھیں  
 اور وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا ان میں سے . خستہ  
 پیچھے گئی ان کو وہ برائیاں جو انہوں نے کہا تھیں . اور  
 نہیں ہیں یہ عاجز کر دے ﴿۵۱﴾ کیا نہیں جانتے یہ  
 لوگ کہ بیشک اللہ تعالیٰ کشادہ کرتا ہے روزی جس کی  
 چاہے اور تنگ کر دیتا ہے . بیشک اس میں نشانیاں  
 ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لیتے ہیں ﴿۵۲﴾

ربط آیت

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی تردید قرآنی ، کچھ دلائل پرست  
 بیان کیے ہیں اور پیچھے علیحدہ پرطعن کرنے والوں کو رد کیا . پھر فرمایا کہ  
 نفع و نقصان کا ، ناک صرفہ . اللہ تعالیٰ ہے اہل اسی کی ذات پر کچھ دوسرے  
 کو دیا جیتے . پھر آگے تعبیر قرآنی کہ تم اپنی جگہ پر قائم رہو ، میں سے تم  
 کی قیام میں سے نہ ہوں تمہیں غفلت رہے . تاہل جائے کہ کہ تمہیں یا سنے ہو لوگ  
 ہے اور گمراہی میں کون بھٹک رہا ہے . نیز یہ بھی کہ دافعی خدا ہے ، کسی پر مسلط  
 ہوا ہے اور کون اس سے بچتا ہے . پھر قرآن پاک کی ہدایت اور راستہ کی  
 ہدایت میں فرمایا کہ تم نے اس کتاب کو نازل فرمایا ہے ، چھ اس سے ہدایت ، پاسے ،  
 اس میں اسی کا فائدہ ہے . اور جو گمراہ ہو وہ قرآن کو نقصان بھی دے گا ، پھر  
 پیچھے علیحدہ فرمایا کہ وہ کہ ان کے مسلسل اس پر آپ انہوں نے . تاہل ہو کہ یہ آپ کی  
 زمرہ داری نہیں ہے کہ یہ وہاں کیوں نہیں لائے جگہ اپنی کہ کہ قرآن کے پیچھے فرمایا  
 ہیں اور قیامت کو جواب دہ ہوں گے

ایمان کی  
 پستی پرست

اب آیت کی بھی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کی موت . وحیاست کر ہی قدرت

کی نشانی کے طور پر پیش کی ہے اور اس ضمن میں اپنے مکمل اختیار کا ذکر کیا ہے  
ارشاد ہوتا ہے اللہ یسوف الا نفس حین موتھا اللہ تعالیٰ  
 کہ ذات وہ ہے جو وفات دینے والوں کو موت کے وقت یعنی اللہ تعالیٰ  
 کے فرشتے اُس کے حکم سے مقررہ وقت پر کسی انسان کی جان کھینچ لیتے ہیں سو وہ تمام  
 میں ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو وقتہ رسلنا  
 (آیت - ۶۱) آجاتا ہے جیسے ہوئے فرشتے اُس کی جان قبض کر لیتے ہیں۔ یہ تمام  
 طبعی موت کا حال ہے کہ انسان بیداری کی حالت میں اپنے عزیز و اقارب کے  
 سامنے جان دے دیتا ہے۔ موت کی ایک دوسری صورت بھی ہے۔ وَالَّتِي لَمْ  
تَمُتْ جس کو بیداری کی حالت میں عام موت نہیں آئی فَمَنَّا مَهْکَا وہ اپنی  
 فتنہ کے دوران موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے۔ چنانچہ فَمِیْسِلُ الَّتِي  
قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتُ جس کے لیے اللہ تعالیٰ موت کا فیصلہ کر گیا  
 اُس کی رمع کو فتنہ کی حالت میں روک لیتا ہے یعنی فتنہ کے دوران ہی اُس کی  
 موت واقع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ درہ فرقا نیہ لکھنؤ کے معلم قاری عبدالمکث جو  
 ظاہر میں عقیم تھے، ان کی موت فتنہ کی حالت میں ہی واقع ہو گئی تھی۔ خود ہمارے  
 شیخ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ دور پیر کے وقت قیلو کہ حالت  
 میں ہی وفات پا گئے تھے، اسی طرح کے کئی واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔  
 اسی لیے حضور علیہ السلام نے دعا سکھائی ہے یَسْمِکَ اللّٰهُمَّ اَمُوْتُ  
وَاُخْرٰی اے اللہ! میں تیرے نام پر ہی مرنا ہوں اور زندہ رہتا ہوں۔ اسی طرح  
 آپ نے بیداری کے وقت ک دعا بھی سکھائی ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ  
اَحْبٰی اِلَیَّ بَعْدَ مَا اَمَّا لَتَنِیْ خدا کا لا کھ لا کھ شکر ہے جس نے موت  
 چھڑی کرنے کے بعد میری زندگی بکھٹی۔

بہر حال فرمایا کہ جس کے متعلق موت کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس  
 کو فتنہ کی حالت میں ہی روک لیتا ہے وَيُرْسِلُ الْاٰخِرٰی اِلَیْ اٰجَلِ مُتَمٰنٰی



اور دوسری جانوں کو ایک مقررہ وقت تک کے لیے واپس بھیج دیتا ہے۔  
پھر جب اُن کا مقررہ وقت آجاتا ہے تو ان کے فرشتے اُن کو وفات دے  
دیتے ہیں۔

روح اور جسم  
کا تعلق

فیند اُخت الموت یعنی موت کی جہن کھلتی ہے۔ جب انسان پر فیند بخاری  
ہوتی ہے تو اُس سے روح کھینچی لی جاتی ہے، البتہ اُس کی سانس اور بعض خلق  
رہتی ہے۔ اس ضمن میں دو قسم کی ترجیحات پائی جاتی ہیں۔ اول بغیر حق تعالیٰ حضرت  
علیؑ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ فیند کے دوران انسان کی جان اُس کے جسم سے کھینچ  
لی جاتی ہے مگر اس کا تعلق جسم کے ساتھ بھی قائم رکھا جاتا ہے۔ اس کی مثال  
سورج کا زمین کے ساتھ تعلق ہے کہ لاکھوں کروڑوں میل دور ہوئے کے  
باوجود سورج کی شعاعیں اس کی روشنی اور حرارت زمین تک پہنچاتی رہتی ہیں۔ اسی  
طرح روح کا تعلق بھی جسم کے ساتھ قائم رہتا ہے اگرچہ فیند کے وقت اُسے  
جسم سے نکال لیا جاتا ہے۔

شاہ عبدالعزیز، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور بعض دوسرے مفسرین اور  
محققین فرماتے ہیں کہ ہر انسان کی دو رو میں ہوتی ہیں۔ ایک روح حیوانی ہے جو  
شکلہً مادر میں انسانی تخلیق کے روزِ اول سے انسانی جسم کے ساتھ ملک رہتی ہے  
اور دوسری روح الہی یا روحِ آسمانی ہے جو محل کے چوتھے ماہ میں انسانی جسم  
میں داخل کی جاتی ہے۔ روح حیوانی زندگی بھر جسم میں موجود رہتی ہے۔ یہ ایک  
طبیعتِ قسم کا دھواں یا بخار ہوتا ہے جو موت کے وقت انسانی جسم سے نکل جاتا  
ہے اور لوگ سمجھتے ہیں کہ فلاں شخص کی روح اُس کے جسم سے پرواز کر گئی ہے۔  
البتہ روح الہی فیند کی حالت میں جسم سے الگ ہو جاتی ہے اور بعض اوقات  
اُس کی ملاقات دوسری زندہ اور مردہ روحوں کے ساتھ بھی ہو جاتی ہے۔ اور  
خواب میں انسان کی ملاقات دور دراز کے بہنے والے یا سر جانے والے عزیز  
اور دوستوں سے بھی ہو جاتی ہے۔ الغرض! اس نظریہ کے تحت روح حیوانی تو

پھر میں مجھ کو اپنے جسم میں موجد و ربی بت جس کی وجہ سے اس کی سانس اور بعض عقلی  
 دستاویز سے اور روح انہی کو سوا دیا جاتا ہے۔ اسی چیز کے متعلق یہوں نے کہا ہے کہ  
 فیصلہ کی حالت میں موت کو کھینچ لیا جاتا ہے، پھر جب اس کی موت کا فیصلہ کر  
 لیا جاتا ہے تو اس کی رویت اس کی پھر ہی روک لیا جاتا ہے یعنی جسم میں واپس  
 نہیں لوٹا جاتا، اور جس کے متعلق فوری موت کا فیصلہ نہیں ہوتا، اس کی رویت  
 کو واپس جسم میں ایک مقررہ وقت تک لوٹا دیا جاتا ہے۔ اور مقررہ وقت  
 وہی ہے جو اس کی موت کے لئے مقرر ہے جب وہ وقت آ جاتا ہے، تو  
 پھر اس میں توڑ میں توڑا جاتا، شاہ عبدالغفور فرماتے ہیں کہ انسان کی روح الہی  
 مبرورہ لکھی جاتی ہے اور لوٹائی جاتی ہے۔ اس طرح موت کا وقت آ جاتا ہے، اور  
 پھر روح الہی اور ذات حیرانی دونوں الگ ہو جاتی ہیں۔

فَرَادَانِ لَیْ لَیْسَتْ لَکُمُ حِرَیَّتُہُمْ لَکُمْ اِنْ اِیْمَانُہُمْ فِی السَّعَاتِ  
 میں ان لوگوں کے لئے ہے جو غرور و فساد کرتے ہیں، جو لوگ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر  
 یقین رکھتے ہوئے اس کی قدرت کو کھینچتے ہیں۔ ان کے لئے مبرورہ  
 حیات کے اس نظام میں دلائل قدرت ہیں، جب وہ غرور کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ  
 کیسے کیسے تغیرات اور تصرفات کرے گا اسے کس طرح روحوں کو داخل کرے گا اور  
 نکالے گا اسے تو انہیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت پر یقین آ جاتا ہے۔

اِرْشَادُہُمْ اَنْہُمْ اِذَا رَکِبُوا حُفْرَ الدُّوْنِ الذِّیْ تَسْقُطُ اَنْہُمْ  
 انہوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو سفارش بنا رکھا ہے، یہ جانتے ہیں کہ  
 خدا تعالیٰ راضی ہو یا نہ اس ہمارے معمولات یا نہ ضروری ہمارے سفارش کر کے  
 ہمیں غضب الہی سے بچائیں گے۔ سفارش کا یہی عقیدہ باطل ہے، عیسائی  
 ہیں یہی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے خود سولی پر لٹک کر ہمیں بچوا دیا ہے  
 وہ سولی کو بچا نہیں، بسندہ پرست، بتوں کے متعلق اور قبر پرست، انہوں  
 کے متعلق ایسا ہی عقیدہ، جانتے ہیں حالانکہ یہ باطل عقیدہ ہے۔ یہی قسم کی کوئی

سفارش  
 کا عقیدہ  
 عقیدہ





نہیں کہتے۔ مگر یادہ اللہ تعالیٰ کا نام بھی سننا گوارا نہیں کرتے۔ وَإِذَا أَذَكَ الذِّمِّ  
مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَتَّبِعُونَ اور جس وقت اللہ کے سوا دوسروں کا  
 ذکر کیا جاتا ہے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں، مشرک کی یہ بہت بڑی عیبت ہے۔ کہ  
 اُسے اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال، اُس کی شان و شوکت اور اس کی ذات و صفات  
 کا بیان تو پسند نہیں آتا۔ مگر جب دیری دیر آؤں گا ذکر ہو، شجر و حجر کی بات ہو،  
 گنبد و مینار کا ذکر کیا جائے، اولیاء اللہ کے ساتھ خود ساختہ کلمات منسوب کی جائیں  
 تو یہ لوگ بڑے خوش ہوتے ہیں اور نعرے مارتے ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا کہ اگر اللہ  
 وحدہ لا شریک کا ذکر کیا جائے تو قریب ہے کہ مشرک لوگ ذکر کرنے والوں پر  
 حملہ کریں۔

مشرکین کا یہ خاصہ آجکل کے نام نہاد مسلمانوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ خدا کی  
 قدرت و عظمت، علم اور لامحدود وسعت کا ذکر ہو تو ان کے چہروں پر انقباض  
 ہوتا ہے اور ان کے دل سکڑنے لگتے ہیں مگر جب کسی پیر فقیر کی محبوبی کلمات  
 بیان کی جائیں تو دلی میں خوشی کے جذبات اور چہرے پر رونق آجاتی ہے۔  
 آج کل شرک نواز لوگ دنیا میں کثرت سے ہیں۔ ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جو شخص  
 اولیاء اللہ کے ساتھ محبوبی کی باتیں منسوب نہیں کرتا اور ان کی تعریف و توصیف  
 میں نثر و آسمان کے قلابے نہیں ملا تا وہ اولیاء اللہ کا مسکر ہے۔ حقیقت  
 یہ ہے کہ خود اولیائے کرام اور پیرگان دین اپنی محاسن میں اللہ کی عظمت اور براعظمت  
 ہی کا ذکر کرتے رہتے ہیں اور لوگوں کو اللہ کی توحید اور اس کی عظمت و جلال کی  
 عظمت دیتے ہیں مگر آج ان کے نام لیا اپنی کی بات کو سننا تک پسند نہیں کرتے  
 اس سے زیادہ بے انصافی کی بات کیا ہو سکتی ہے؟

ارشاد ہوا ہے قُلْ لِّیْ بِغَیْرِہٖ اَکْبَرُ کہ میں اللہ سے فَاعِلِ السَّمٰوٰتِ  
وَالْاَرْضِ لے اللہ پر پیدا کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا ظَلَمَ الْغَیْبِ  
 جو پوشیدہ چیزوں کا جاننے والا ہے۔ پوشیدہ چیزوں سے ملو وہ اشیاء میں جو

اللہ تعالیٰ  
 کا متقی بندہ



مخلوق کے اعتبار سے مٹتی ہیں مگر نہ اللہ تعالیٰ سے ترک کر لی چیز بھی چھپی ہوئی نہیں ہے۔ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ (سورہ اسس - ۲۱) تیسرے پیر و گار سے تو زمین و آسمان میں ایک ذرے کے برابر بھی کوئی چیز مٹتی نہیں ہے، تو فرمایا جو جانتے والا ہے۔  
 چھپی ہوئی اشیا کو وَالشَّهَادَةُ اور ان چیزوں کو بھی جو مخلوق کے سامنے کھلی ہیں، یعنی تو ظاہر اور مٹتی ہر چیز سے واقف ہے۔ أَنْتَ عَظِيمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِي مَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ (ترہی اپنے بندوں کے درمیان ان چیزوں میں فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔  
 مطلب یہ کہ آج تو شرک اپنے شرک پر ٹٹے ہوئے ہیں اور ان اہل توحید کو گستاخ اور نبی ادب کہتے ہیں مگر جب قیامت کا دن آئے گا تو اسے اللہ! تمام مختلف فیہ باتوں میں تیرا فیصلہ ہی مٹھی فیصلہ ہو گا۔ اسی حقیقت کے پیش نظر حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ دعا کیا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ فَاطِمَةُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ عَلِيمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ عَظِيمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِي مَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ هِ اِهْدِنِي لِمَا اخْتَلَفَ فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ إِنَّكَ تَهْدِي مَنْ تَشَاءُ إِلَيْكَ صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ اے اللہ! تو ہی آسمان و زمین کا خالق ہے، تو ہی اپنے بندوں کے درمیان ان امور میں فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔ مختلف فیہ چیزوں میں میری حق کے ساتھ اپنی فرمائیں کہ راہِ راست کی طرف تو ہی راہنمائی کرتا ہے جس کی پیابتا ہے۔

آفرین ہے  
 جان کا ذریعہ

اے اللہ! نے محاسب اعمال کا ذکر اس انداز میں کیا ہے وَلَوْ أَنْتَ لَإِلَهِينَ ظَلَمْتُمْ اَمَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ جِبِ قِيَامَتِ طَلَعِ دُن ظَالِم لَرَك يَكُنْ جَائِسُ كَ، پھر اگر ان کے پاس

زمین کو جلد پڑیں۔ اور اس سے وہ کئی مہینے اور وہ جان بخشی کے لئے  
 سب کچھ دینے کے لئے دینا چاہیں گے۔ لَا تَدْرُؤا بِهِ مِنْ شَيْءٍ الْعَذَابِ  
لِئَلَّا تَعْلَمُوا عَذَابَ قِيَامٍ۔ اے لوگو! تم جانتے ہو کہ عذاب سے بچاؤ کے لئے  
 یہ فدیہ بھی کفایت نہیں کرے گا۔ وَبَدَّ إِلَهُهُ عَزَّ وَجَلَّ مَا كَسَبُوا  
يَكُونُوا يَكْفِيهِمْ اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ  
 چیزیں مقرر ہو جائیں گی جن کا انہیں کما حقہ تھا۔ یعنی اس کی گرفت آگئی۔  
 جس کے متعلق انہوں نے کبھی سوچا ہی نہ تھا۔ وَبَدَّ إِلَهُهُ مَسِيئَاتِ  
مَا كَسَبُوا اور ان کی وہ تمام برائیاں بھی ظاہر ہو جائیں گی جو وہ انجام دیتے تھے  
 انہیں اپنے کرمات نظر آنے لگیں گے اور ان کا نتیجہ بھی ان کی نظروں میں کھوسے  
 گئے۔ وَعَلَىٰ رِجْلِهِ مَاسِكٌ تَقَدَّسًا بِهِ يَسْتَهْزِئُ عَزَّ وَجَلَّ  
 اور جن چیزوں کے ساتھ وہ خدا کیا کرتے تھے، وہ سب ان کو کبیر میں کی  
 دنیا میں رہ کر یہ لوگ اللہ کے فیوں، خدا کے کلام اور وحی، و نور قیامت،  
 اور جبرائیل علیہ السلام کا مذاق اڑایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ سب خود ساخت  
 باتیں ہیں۔ اللہ نے نہ کوئی نئی چیز اس سے اور نہ کتاب، نہ کوئی قیامت ہے نہ  
 عذاب کتاب اور نہ جبرائیل علیہ السلام انہی باتوں کے انکار کی وجہ سے اللہ کا خدا  
 انہیں ہر طرف سے کبیر ہے۔

انسان کی  
 ناشکر فیر

قُلْ مَا عَاسَ لَكُمْ يَوْمَئِذٍ أَنْ تَقُولُوا مَا شَكَرْنَا رَبَّهٗ فَآذَنَّا  
عُصَاةً عَسَا فَا كَرِهَتْ لَنَا كَتِيفَ بَطْمَحِي ہے تو پھر میں پکارا کہ جب  
 کوئی عیب پرست پڑتی ہے تو نہایت عاجزی کے ساتھ گرا گرا کر غلے دھندل  
 شریک، کو پکارتا ہے اور عیب پرست کے ازالے کے لئے اس کے سامنے ہاتھ  
 پھیلاتا ہے۔ جب ہر قسم کے ظاہری اسباب منقطع ہو جاتے ہیں تو انسان فحش  
 یہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے کہ رَبِّ اٰخِرُ لَنْفُوذٍ مِّنْ عَذَابِ  
 ہر جہت ہم اس کو اپنی طرف سے نعمت عطا کر دیتے ہیں، کفایت اور جوابدہ



قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ تُرَاثِيهِ كَرِهْتُمْ خُفْيَةً مِّنْهُ  
 بِلَاغَتِ اور استعداد کی بنا پر حاصل ہوئی ہے۔ میں کو الیغایہ ہوں، میں نے اس  
 طرح منسوب نہ کی، فلاں تجارت میں مالی نفع یا فلاں کارخانہ کھولا تو مجھے یہ  
 سب کچھ حاصل ہو گیا۔ یہی خدا تعالیٰ کی ناسکری کی علامت ہے۔ حقیقت  
 یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اُس کی راہنمائی نہ فرماتا تو نہ وہ مصیبت سے چھوٹ  
 سکتا تھا اور نہ اُسے نعمت حاصل ہو سکتی تھی۔ قارون نے بھی یہی کہا تھا إِنَّمَا  
 أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عَنِّي (القصص - ۷۸) یہ مال و دولت تو  
 مجھے میرے علم و ہنر اور استعداد و قابلیت کی وجہ سے حاصل ہوا ہے جسے  
 بے مشرک بھی اللہ تعالیٰ کے انعامات کو اپنی قابلیت پر محمول کرتے تھے۔  
 مگر اللہ نے فرمایا بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ بَآرِئَةٌ لِّرَآئِنَا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ  
 شگہ ستی کے ذریعے بھی آزماتا ہے اور خوشحالی کے ذریعے بھی۔ جو اس آزمائش  
 پر پورا اترے انعامات الیہ کو اللہ کی طرف منسوب کر کے اُس کا شکر ادا کرے  
 وہ کامیاب ہو جاتا ہے، اور جو اُسے اپنی استعداد کا مرہون منت سمجھے  
 وہ ناکام ہو جاتا ہے۔ اللہ نے فرمایا یہ تو آزمائش ہوتی ہے وَلَٰكِنَّا لَنَرٰہُ  
 لَا يَفْكُمُونَ کَمَثَلِ الْفَرَسِ بَنِي سَعْدِیِّ بْنِ حِمْزٍ جو خدا کی نعمت کی قدر دانی نہیں کرتے۔  
 فرمایا قَدْ قَالُوا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مَّرَقُوا عَنْهُمْ اِنْ سَآءَ مَا یَحْكُمُونَ  
 پہلے لوگوں نے بھی ایسی ہی بات کی، وہ بھی اپنے مال و دولت پر اترنے لگے۔  
 انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرنے کی بجائے اُسے اپنی محنت کا نتیجہ  
 قرار دیا۔ قَعَا اَعْنٰی عَنْہُمْ مَّا كَانُوا یَكْفُرُونَ مگر ان کی کمانی کسی  
 کام نہ آئی۔ اس مال و دولت نے انہیں پہچاننے کی بجائے مزید سزا میں مبتلا کر دیا  
 پھر فرمایا فَاَصَابَہُمْ سَوَابُ مَا كَانُوا یَعْمَلُونَ پھر پینچپیں اُن کو وہ برائی  
 جو انہوں نے دنیا میں رد کر کمانی تھیں۔ بِالْآخِرِ اَنْ كَرِهْتُمْ اُنْ کَرِهْتُمْ  
 یہ سابقہ لوگوں کی بات تھی وَالَّذِیْنَ ظَنُّوْا صِرَافًا هَٰؤُلَاءِ اس



دور کے لوگوں میں سے بھی جنہوں نے ظلم کی یعنی کفر، شرک اور معاصی کا ارتکاب کیا سَيُصِيبُهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا ان کو بھی ان کی اکتساب شدہ برائیاں ضرور پہنچیں گی، انہیں بھی اپنے اعمال کی سزا ملے گی۔ وَمَا لَهُمْ بِهِمْ حِزْبٌ اور وہ خدا تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکیں گے یعنی نہ تو اس کو قہر کر سکیں گے اور نہ اس کی گرفت سے بھاگ کر کہیں جا سکیں گے، جس طرح پہلے لوگوں کو سزا ملی، اسی طرح ان کو بھی ملی کرے گی۔

آخر میں پھر خدا تعالیٰ کے تصرف کا ذکر کیا گیا ہے کہ مال و دولت یا روزی کسی انسان کے اپنے بس میں نہیں ہے بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی تقسیم ہے جو وہ اپنی حکمت کے تحت انسان کی مصلحت کی خاطر کرتا ہے۔ اس میں انسان کی ذاتی کاوش و محنت کو کوئی دخل نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کا رومہ ہوتی ہے۔ فَرَمَا أَوْلَىٰ كَيْفَ تَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ کیا ان لوگوں نے اس بات کو نہیں جانا کہ اللہ تعالیٰ ہی روزی کث وہ کرتا ہے جس کی پابندی ہے اور تنگ کر دیتا ہے جس کی چاہ ہے روزی کا مدار نہ تو علم اور کمر علمی پر ہے اور نہ عقل اور بے عقلی پر۔ اس میں انسان کی ذاتی استعداد و ذہانت کو کچھ دخل نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے کم علم اور بے وقوف لاکھوں میں کھلتے ہیں مگر بڑے بڑے صاحب علم، فلاسفر اور دانشور عسرت کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ رزق کی تقسیم خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور وہی اس کی مصلحت کو جانتا ہے۔ فَرَمَا إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ اس میں البتہ نشانیاں اور دلائل ہیں مگر ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ کی وحدانیت پر ایمان لانے والے ان نشانات قدرت سے مستفید ہوتے ہیں اور انہیں خدا تعالیٰ کا مزید قریب حاصل ہوتا ہے مگر کفار و مشرکین ان دلائل سے کچھ فائدہ نہیں اٹھاتے اور ہمیشہ نقصان میں رہتے ہیں۔



قُلْ يُوبَايَ الَّذِينَ اسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا  
 تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ  
 جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٥٢﴾ وَأَنِيبُوا  
 إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ  
 يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصِرُونَ ﴿٥٣﴾  
 وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ  
 مَنْ قَبِلَ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بِقِسْفَةٍ  
 وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿٥٤﴾ أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ  
 مُحْضَرَّتْنِي عَلَىٰ مَا قَرَّطْتُ فِي جَنْبِ اللَّهِ وَإِنْ  
 كُنْتُ لَمِنَ السَّآخِرِينَ ﴿٥٥﴾ أَوْ تَقُولَ لَوْ أَنَّ  
 اللَّهَ هَدَانِي لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿٥٦﴾ أَوْ  
 تَقُولَ حِينَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ أَنَّ لِي كَرَّةً  
 فَأَكُونَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٧﴾ بَلَىٰ قَدْ جَاءَ نَكَ  
 أَلِيَّ فُكْذَبْتُ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتُ وَكُنْتُ  
 مِنَ الْكَافِرِينَ ﴿٥٨﴾ وَلَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِينَ  
 كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وُجُوهُهُم مُسْوَدَّةٌ أَلَيْسَ

فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٦٠﴾ وَيُنَجِّي اللَّهُ  
الَّذِينَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوءُ  
وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦١﴾ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ  
وَهُوَ عَلِيمٌ بِكُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ﴿٦٢﴾ لَهُ مَقَالِيدُ  
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ  
اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٦٣﴾

ترجمہ: آپ کو دیکھئے! پیغمبر! میری طرف سے کہ  
اے میرے بندو! جنوں نے نیابت کی ہے، اپنی جانوں پر  
نہ مایوس ہوں اللہ کی رحمت سے۔ بیشک اللہ تعالیٰ بخش  
دیتا ہے سب گناہ۔ بیشک وہ بہت بخشش کرنے والا  
اور نہایت مہربان ہے ﴿۵۲﴾ اور رجوع کرو اپنے پروردگار  
کی طرف اور غروں برداری کرو اس کی، قبل اس کے کہ آئے  
نمائے پاس عذاب۔ پھر تمہاری مدد بھی نہیں کی جائیگی ﴿۵۳﴾  
اور پیروی کرو بہتر بات کی جو تمہاری گئی ہے تمہاری  
طرف تمہارے پروردگار کی جانب سے قبل اس کے کہ  
آئے تمہارے پاس عذاب اچانک اور تم کو خبر بھی نہ  
ہو ﴿۵۵﴾ (اور یہ اس لیے) کہ کئے کوئی نقص لے اس کی  
اس چیز پر جو میں نے کوتاہی کی ہے اللہ کے سامنے  
اور بیشک تم میں اہل حق ٹھکانے والوں میں ﴿۵۶﴾  
یا کہے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں یقیناً مستغفروں  
میں سے ہوتا ﴿۵۷﴾ اے کہے جب کہ عذاب کو دیکھے گا



کاش ! میرے لیے دوبارہ پٹ کر جا ہوتا ، میں ہوتا  
 میں نیکی کرنے والوں میں (۵۸) کیوں نہیں ، تحقیق سچکی ہیں  
 تیرے پاس میری نشانیاں ، پس تو نے جھٹلایا ہے اُن  
 کو اور تکبر کیا تو نے ، اور تھا تو کفر کرنے والوں میں  
 سے (۵۹) اور قیامت والے دن دیکھے گا تو اُن لوگوں  
 کو جنہوں نے جھوٹ بانٹا ہے اللہ پر اُن کے چہرے  
 سیاہ ہوں گے ۔ کیا نہیں ہے جہنم ٹھکانا تکبر کرنے  
 والوں کا ! (۶۰) اور بچا لے گا اللہ تعالیٰ اُن لوگوں  
 کو جو ڈرتے ہے اُن کی کامیابی کی جگہ میں ۔ نہ پہنچے گی  
 اُن کو برائی ، اور نہ وہ غمگین ہوں گے (۶۱) اللہ ہی خالق  
 ہے ہر چیز کا ، اور وہ ہر چیز کا ذمہ دار ہے (۶۲) اُنکی  
 کے پاس ہیں جابیاں آسمانوں اور زمین کی ۔ اور وہ لوگ  
 جنہوں نے کفر کیا اللہ کی آیتوں کے ساتھ ، یہی لوگ  
 ہیں نقصان اٹھانے والے (۶۳)

رابطہ آپت

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے کافروں اور مشرکوں کی تردید فرمائی اور پھر عام  
 انسانوں کی ناشکری کا حال اس طرح بیان فرمایا کہ جب انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف  
 سے کوئی نعمت ملتی ہے ، آرام و راحت اور خوشحالی نصیب ہوتی ہے تو اسے  
 اپنی عقل ، سمجھ و ہنر اور تدبیر کا کمال سمجھتے ہیں ۔ اللہ نے فرمایا کہ یہ تو باری کی طرف  
 سے آزمائش ہوتی ہے مگر اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے اور نہ کام موبجانی  
 ہیں ۔ پھر اللہ نے مومنین کی سزا کا ذکر فرمایا اور اپنی قدرت اور تصرف کا تذکرہ  
 فرمایا ۔ اللہ نے واضح فرمایا کہ رزق کی کشادگی اور تنگی خالصتاً اللہ تعالیٰ کی حکمت  
 اور مصلحت کے تحت ہوتی ہے ۔ نیز فرمایا کہ مذکورہ تمام باتوں میں ایمان رکھنے  
 والے لوگوں کے لیے واضح نشانیاں موجود ہیں ۔

اسلام کے ابتدائی دور میں جب لوگ کفر اور شرک کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہوئے تھے، تو بعض لوگوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر ہم ایمان لے کر اللہ کی وحدانیت کو تسلیم کر لیں اور شریک و شریکات بھی شرعاً کر دیں تو ہمارے سابقہ گناہوں کو کیا ہے؟ جو ہم دُور جاہلیت میں انجام دیتے تھے۔ اگر اسلام آئے سے بعد بھی سابقہ گناہوں کی ندامت کا ہے تو اسلام لانے کو کیا فائدہ؟ چنانچہ صحیح حدیث میں آتا ہے کہ کچھ لوگ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہی سوال کیا کہ کیا ہمارے وہ گناہ معاف ہو جائیں گے جن کا ارتکاب ہم نے کفر و شرک کی حالت میں کیا؟ اس سوال کا جواب پہلے سورۃ الفرقان میں ہی گزر چکا ہے، اللہ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے سابقہ گناہوں سے توبہ کر لی، ایمان لے آئے اور اچھے اعمال انجام دیئے گئے فَأُولَٰئِكَ يَبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا (آیت - ۷۰) ایسے لوگوں کے گناہ اللہ تعالیٰ تیسریں میں بدل دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔ اس مقام پر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم نعمت کا ذکر دوسرے آواز میں کیا ہے ارشاد ہوا ہے قُلْ لِّمَنۢ بَغِيۡرٌۢ بِأَنۢ لَّهُۥ سُلۡطٰنٌۢ مِّنۡ عِندِ رَبِّہِۥ یُدۡخِلُ مَنۢ یَّشَآءُ فِیۡ رَحۡمَتِہٖۥ اِنۡ یَّشَآءُ لَّا یُفۡسِدُ فِیۡہَا شَیۡءٌۭ وَہُوَ سَرِیۡسٌۭ عَلٰیٰ فٰسِقِیۡہِۥمۡ (آیت - ۶۴) جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے چاہا وہ اسے اپنے فضل و کرم سے چاہے۔ ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے نسخہ نفاذ فرمایا ہے لَا تَقۡضِیۡۤ اَمۡرًا وَّحۡدَہٗۤ اِلَّا وَّحۡدَہٗۤ اِلَیۡہِۥمۡ اِلَّا بِاِیۡمٰنٍ مِّنۡہِۥمۡ (آیت - ۶۵) اللہ تعالیٰ کی راست سے ہر امید نہ ہر ایک کو نہ کہ ان اِنَّہٗ یَغۡفِرُ الذَّنۡوِبَ جَمِیۡعًا اللہ تعالیٰ سب کے سب گناہ و معاصی کو دیکھتا ہے۔ اِنَّہٗ ہُوَ الْغَفُورُ الرَّحِیۡمُ ہے شک وہ بہت بخشش کرنے والا اور نہ مہربان ہے۔ یہ تمام لوگوں کے لیے تسلی کا مضمون ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بے حد و بیشمار ہے۔ اس کی



معافی اور درگزر کی شان بہت ہے۔ رفیع بہت ہے۔ اللہ نے ہر قسم کے گناہ کو معاف کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔

شرائط معافی

اور اس کے لیے صرف دو شرائط کی پابندی نکالی ہے۔ جو شخص وہ شرط ادا کر دے گی۔ اُس کے لیے اللہ کی بخشش و رحمت موجود ہے۔ فرمایا پہلی شرط یہ ہے وَأَمِنُوا بِالْغَيْبِ کہ اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو۔ مطلب یہ ہے کہ پہلے جن جرائم کا ارتکاب کر رہے تھے اُن کو یکدم ترک کرو اور ان سے توبہ کرو کہ آئندہ ایسی غلطی نہیں کریں گے۔ اور دوسری شرط یہ ہے وَأَسْلَمُوا إِلَى اللَّهِ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اختیار کر لو۔ آئندہ کے لیے اُن کے احکام سے انحراف نہ کرو۔ ان دو شرائط کی تکمیل موت کی حالت میں ہونے سے پہلے ضروری ہے۔ حدیث میں آتا ہے تَوْبَةُ الْعَبْدِ مَا لَمْ يَخْلُصْ مِنْ بَدَنِهِ کی توبہ کی قبولیت کا وقت موت کا غرور و غاری ہونے سے پہلے ہے۔ جب موت کے فرشتے نظر آنے لگیں اور ان کا وقت قریب آجائے تو پھر توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے لہذا اُس وقت سے پہلے توبہ کرنے اور خدا تعالیٰ کی فراموشداری کو اختیار کرنے سے توبہ اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے کہ وہ اپنے بندے کا بڑے سے بڑا گناہ بھی معاف کر دے گا۔

مفسرین اور محدثین کرام فرماتے ہیں کہ اگر حقوق اللہ کا تعلق یہ حقوق سے ہے جن کو قضا ہو سکتی ہے تو انہیں قضا کرنے کی کوشش کرے اور اگر قضا نہیں ہو سکتے تو ایسے ہی استغفار کرے اور پھر آئندہ کے لیے احتیاط گزار بن جائے۔ جہاں تک حقوق العباد کا تعلق ہے تو ان کو اللہ تعالیٰ اُس وقت تک معاف نہیں کرتا جب تک ہندو معاف نہ کرے ایسے حقوق یا تو ادا کیے جائیں یا پھر شعلہ اشتہاس سے معاف کر دیا جائے اور پھر اللہ کی بارگاہ میں معافی کی درخواست پیش کی جائے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے ان دو شرائط کے ساتھ معافی عامہ کے قانون سے مطلع فرمایا ہے۔ اور ساتھ یہ بھی کر دیا ہے

لَا تَزِدُ عَلَيْهِمْ

مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمْ الْعَذَابُ الشَّرْعِيُّ كِي طينت سے عذاب  
کی آمد سے قبل تک ہے۔ اگر ایمان لائے اور توبہ کرنے سے پہلے عذاب آگیا  
تو پھر بھی توبہ و مردانہ بندہ ہو جائے گا اور اس وقت کی توبہ قبول نہیں ہوگی لَا تُغْنِي  
لَا تُغْنِي عَنْكُمْ تَعْمَارُكُمْ کوئی مردہ اس کی جانے کی اور تمہیں اپنی مہر گزاری کی سزا  
بھگتنا ہوگی۔

قرآنی تعلیمات  
کاتبع

فَرَاوَا سَمِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ مِنْ قَبْلِ  
أَنْ يَأْتِيَكُمْ الْعَذَابُ بَغْثَةً اور اس بستر پر آگیا کہ ان کو توبہ گزاری  
طرف نازل کی گئی ہے تمہارے پروردگار کی طرف سے قبل اس کے کہ آپ کا  
تمہارے پاس عذاب آجائے۔ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ اور تمہیں خبر ہی نہ  
ہو۔ اللہ کی جانب سے بہترین نازل ہونے والی چیز قرآن کریم ہے جس سے  
اتباع کا حکم دیا جا رہا ہے۔ آیت ۲۰ میں ہے أَحْسَنُ الْكُتُبِ یہی کتاب الہیہ ہے اور  
یہ ایسا قانون اور تنظیم ہے کہ اس سے بہتر کوئی پروگرام نہیں ہے۔ اور آپ کا  
عذاب آجائے گا مطلب یہ ہے کہ آپ کا توبہ گزاری موت واقع ہو جائے یا  
اجتماعی طور پر توبہ گزاری موت واقع ہو جائے یا اجتماعی در در قیامت پر آپ ہو جائے  
لہذا اللہ کے اس دستور کا اتباع اختیار کر لو۔

یہ باتیں اس لیے سمجھا دی گئی ہیں کہ جس طرح کھانا کھا کر پیہ پیہ نیاز اور بخشش  
کے لیے پُر امید ہونا کفر ہے، اسی طرح اللہ کی رحمت سے باطل نا امید ہونا بھی  
کفر ہے۔ سورۃ البقرہ میں اللہ نے تحریر فرمایا يَعْتُوبُ عَلَى السَّادَةِ کی زبان سے کہلوا  
ہے وَلَا تَأْتُوا مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِنَّهُ لَا يَأْتِيَنَّكُمْ رَوْحُ اللَّهِ  
إِلَّا الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ آیت ۱۷۵، اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو۔  
کیونکہ یہ ایسی ترکاڑیوں کا شہیوہ ہے۔ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ  
کا گرفت سے ڈرتا رہنا ہے اور اس کی رحمت و بخشش کے لیے پُر امید رہنا  
ہے عام فقہاء میں سے الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الْغَوْفَ یعنی ایمان کا



کوشش کرو  
پروردگار

صحیح مقام خوف اور امید کے درمیان سے کسی ایک طرف کو ٹھیک۔ اور مستحق  
فرمایا ان حقائق کو اظہار اس لیے بھی ضروری ہے کہ تَقُولُ لِقَلْبِكَ  
کل کو کرنی نفس یہ نہ کہہ سے يَحْسَبُ لَكَ عِلًى مَّا أَفْرَطْتَ۔  
حذیب۔ اللہ افسوس کہ میں نے اشر کے سامنے کو آس کی سے وَأَنَا ذَنبِي  
لَعَلَّكَ التَّائِبِينَ۔ اور میں تو ٹھٹھا کرنے والوں میں تھا۔ میں دنیا میں  
خواہشات کی پوریا کرتا تھا اور دوسروں کی دیکھا دیکھی عجایب رسم میں مبتلا تھا۔  
افسوس میں نے اشر اس کے رسولوں اور دیان کے حقائق کی طرف توجہ ہی نہ  
کی اور اشر کی وہ مولا ہست سے کہید فَاذْكُرْ لِيَ الْآيَاتِ۔  
تھو بھی نہ۔ يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْكَ كِبَاؤُكَ وَلَا حُلْمُكَ۔  
ہدایت سے رہتا تو میں متقیوں میں سے ہوتا اشر نے ایسے شخص کی حسرت کا۔ ال یہاں  
کیا ہے، مگر نہ اشر نے تو ہدایت کے سائے سامان مہیا کر دیے تھے۔ اپنے ہی بھیجے  
کتاب میں نازل فرمایا۔ ان کے لیے صلیغ بھیجے جنہوں نے ہدایت کے راستے کو واضح  
کیا۔ پھر جگہ جگہ دلائل قدرت بھیجے دیے جنہیں دیکھ کر اور جن پر غور و فکر کر کے انسان  
اشر تعالیٰ کی وحدانیت کو پہچان سکتا ہے۔ اس کے بعد اشر نے نہ مانی بھر اس  
ہدایت کو اختیار کرنے کی ہمت بھی دی۔ اس کے باوجود اگر کوئی شخص ہدایت  
کو قبول نہیں کرتا تو چہ اُس کے لیے وہ خود ذمہ دار ہے اور اُسے قیامت  
میں دن افسوس ہی کرنا پڑے گا۔ مگر اس کا کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔

اشر نے فرمایا کہ میرے یہ تمام چیزیں اس لیے ہیں واضح کر دیں۔ أَوْ  
تَقُولُ جَاهِلُونَ قَوْلِي أَتَعْبَهُ۔ کہ کوئی شخص خدا پر الہی کو آہوا چھو کر یہ  
بھی نہ کہہ نہ کہ أَنْ يَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ فَكَذَّبُوا۔ الْمُحْسِنِينَ  
وہ کہ میرے لیے دنیا میں بیٹ کر جانا ہوتا تو میں نیکی کرنے والوں میں ہوتا۔  
مگر اشر کا قانون یہ ہے کہ جو شخص ایک دفعہ اس دنیا سے چلا جاتا ہے اُسے  
دوبارہ واپس آنے کا موقع نہیں دیا جاتا بلکہ اُسے اپنی اسی زندگی کے اعمال و کردار

کا ہی جگہ ان کرنا ہوتا ہے۔ لہذا ایسے شخص کو بہت وقت انیس کا کچھ وقت ملے  
نہیں ہوگا۔

تکذیب  
کا انجام

آگے اشارے آثارِ نبوت کے طور پر یاد دلانا اب لی کیوں نہیں۔ وَذَٰلِكَ نَتْلُو عَلَيْكَ آيَاتِ الْكِتَابِ لَعَلَّكَ تَتَّقِي  
جہاں تک الیسیٰ وَاٰیٰتِ الْكِتَابِ پہنچا تحقیق میری آیتیں تیرے پاس  
پہنچیں میرے ان کو جھٹلا دیا یعنی قبول نہ کیا۔ آیات سے مراد معجزات  
احکام اور دلائل ہیں۔ اشارے دنیا کی زندگی میں یہ سب کچھ تمہیں مہیا کر دیا۔ اشارے  
کی وعدہ نبوت کے لیے شمار دلائل ظاہر کیے۔ انبیاء علیہم السلام نے معجزات  
اور عدلی و شرعی اور جاننا جاننے کے احکام پر پیش کیے مگر تو نے کسی کو تسلیم نہ کیا۔ اور  
تیرے جھٹلانا اس وجہ سے تھا وَاَسْتَكْبَرْتَ کہ تو نے غرور و تکبر کیا۔ پیروں کی  
بات کو نہ مانا بلکہ اپنی عقل کو بڑا سمجھا رہا اور اپنے مال و دوست پر اتنا رٹا جس  
کے نتیجے میں وَكَذَّبْتَ مِنْ آفِ كُفْرٍ تَنْتَهِیْ تُوکفر کرنے والوں میں شامل ہو گیا اور  
تو نے مذکورہ تمام چیزوں کا انکار کر دیا۔

فَرَأَىٰ الْيَوْمَ الْآخِرَ الَّذِي كَذَّبَ عَنْكَ اللَّهُ  
وَجَزَاءُ كُفْرِهِمْ مَّسْرُودَةٌ قیامت کے دن تو ان پر جھوٹے بانٹنے والوں  
کو دیکھے گا کہ ان کے چہرے سیاہ ہوں گے، ان پر کفر، شرک اور معاصی کی  
تہر کی چھانی ہوگی۔ سورۃ عبس میں ہے وَوَجَزَاءُ يَوْمَئِذٍ عَذَابٌ  
عَذَابُهُ ۝۳۰ فَرَهَقَبًا وَقَرًا ۝۳۱ اس دن بعض چہروں پر گردوغبار  
اور سیاہی چڑھی ہوئی ہوگی۔ دُور سے چھانے جائیں گے۔ کہ پر کفر، شرک اور  
معاصی نے ان کو لگ ہی۔ اشارے فرہق، اب دیکھو اَلَّذِينَ فِي جَهَنَّمَ  
مَشْرُودٌ فَلَمَّا تَخَيَّرُوا كَيْفَ يَخْرُجُونَ دلوں کا ٹھکانا جہنم نہیں ہے بلکہ  
یہ ہے کہ ایسے لوگ یقیناً جہنم رسید ہوں گے۔

متعین کے  
لیے اجر

کہہ میں کے اَمَّا الْمُتَّقِينَ کے متعلق فرمایا وَيُؤْتِي اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا  
بِعَمَلِهِمْ تَقَاتُرًا اور بچائے گا اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جنہوں نے تقویٰ کا راستہ



اختیار کیا ان کی کامیابی کی جگہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کفر، شرک،  
 بدعت، گمراہی اور کپار و صفائے سے بچنے کا نام تقویٰ ہے۔ اللہ کے رسولوں کی شان میں  
 یہ بھی فرمایا ہے وَالْحَقُّ نَظَرًا لِّحُدُودِ اللَّهِ (التوبہ - ۱۱۷) اُنکی ایمان والوں  
 کو کامیابی کی بشارت ہے جو اللہ کی حدود کی حفاظت کرتے ہیں۔ تنہا ولی اللہ  
 محدث دہوی بھی تقویٰ کا معنی حفاظت پر محدود شرعاً ہی کرتے ہیں، یعنی اللہ  
 کی حق پر کردہ حدود کی حفاظت کرنا ہی تقویٰ ہے۔ مخالفت کا معنی کامیابی کی جگہ  
 سے جو یقیناً اللہ کی رحمت کا مقام جنت ہی ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو  
 ظہیرۃ القدس اور جنت نامہ پہنچائے گا۔ اس کے علاوہ لَا يَكْفُرُ الْكُفْرُ  
 اُن کو کسی قسم کی برائی بھی نہیں پہنچے گی۔ اللہ کی رحمت کے مقابلے میں کوئی دیکھ کر حقیقت  
 جہانی یا روحانی نہیں ہوگا وَلَا يَكْفُرُ الْكُفْرُ خَوَاتِمُ اور نہ ہی بدعتیں ہوں گے  
 ظاہر ہے کہ جب کوئی ظاہری باطنی کیفیت نہیں ہوگی تو غم بھی نہیں ہوگا۔ اُن کی  
 کوشش ٹھکانے تک چلی ہوگی اور وہ ہمیشہ کی پراسانس زندگی گزاریں گے جس  
 میں کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں آئے گی۔

نہایت  
 سحر

پھر یا ولایہ، اللہ کے رُوحِ کبلی شئی اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے  
 وہی مدبر اور مقصد ہے وَهُوَ عَلَىٰ شَيْءٍ قَدِيرٌ اور وہی ہر چیز  
 کا کارساز یعنی ذمہ دار ہے۔ جب ہر چیز اسی کے قبضہ قدرت میں ہے تو پھر  
 اُس کی ذات، صفات اور عبادت میں کسی کو شریک بھی نہیں بنانا چاہیے۔  
 لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى النَّاسِ إِذْ أَنزَلَ فِيهِمُ الرِّسَالَاتِ وَالْأَنْبِيَاءَ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ  
 لہذا میں میں معنی تمام کائنات پر اُسی کا کسٹرویل ہے، لہذا اُس کی وصایت  
 کو تسلیم کرنے ہوئے ہیں تمام معاملات اُس کے سپرد کر دینے چاہئیں، اور  
 اُس کے علاوہ کسی دوسری طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھنا چاہیے، کیوں؟  
 وَالَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّائِهِمْ إِنَّ اللَّهَ جَمُّوا لِي آيَاتِ یعنی  
 معجزات، دلائل اور احکام کا انکار کیا۔ اللہ کی نازل کردہ کتاب اور اُس کے

پروگرام کی حیثیت کو تسلیم نہ کیا اور نہ اس پر عمل پیرا ہوئے۔ فرما: أُولَٰئِكَ هُمُ  
الْخَاسِرُونَ یہی لوگ حقیقی خسارے والے ہیں جن کے متعلق اللہ کا فیصلہ ہے  
 کہ وہ نہ صرف خدا تعالیٰ کی رحمت سے دور رہیں گے۔ بلکہ اس کے غیظ و غضب  
 کا شکار بھی ہوں گے اور یہ سب بڑا نقصان ہے۔

---



قُلْ أَفَغَيْرَ اللَّهِ تَأْمُرُونِي أَعْبُدُ أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ ﴿٦٣﴾  
 وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ  
 أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ  
 الْخَاسِرِينَ ﴿٦٤﴾ بَلِ اللَّهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِنَ  
 الشَّاكِرِينَ ﴿٦٥﴾ وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ  
 وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
 وَالسَّمَوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ سُبْحَنَهُ  
 وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٦٦﴾ وَنُفِخَ فِي  
 الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَ  
 مَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ  
 نُفِخَ فِيهِ أُخْرَى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ ﴿٦٧﴾  
 وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَوُضِعَ  
 الْكِتَابُ وَجِئَ النَّبِيُّونَ وَالشُّهَدَاءُ  
 وَفُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٦٨﴾  
 وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ أَعْلَمُ  
 بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿٦٩﴾

و جب کہ آپ کو دیکھنے والے پیغمبران تم مجھے عبادت  
ہو کر میں اللہ کے سوا غیر کی عبادت کروں۔ اے مالک! (۶۴)

اور البتہ تحقیق موت کی گنتی ہے آپ کی طرف اور آپ  
سے پہلے لوگوں کی طرف کہ اگر شرک کیا آپ نے تو  
البتہ ضائع ہو جائے گا آپ کا عمل، اور جو جائیں گے  
آپ نقصان اٹھانے والوں میں سے (۶۵) ایسا نہیں، بلکہ  
اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو، اور شکر گزاروں میں ہو  
جائے (۶۶) اور نہیں قدر کی باتوں نے اللہ کی عبادت  
ہے اُس کی قدر کرنے کا، اور زمین ساری اُس کے  
قبضے میں ہوگی قیامت کے دن۔ اور آسمان پھٹ جائے  
ہوں گے اُس کے داہنے ہاتھ میں، پاک ہے اُس کی ذات  
اور بلند ہے اُن چیزوں سے جن کو یہ شریک بناتے  
ہیں (۶۷) اور پھونکا جانے والا صمد ہیں، پس جھوٹا ہو  
جانے والا جو ہے آسمانوں میں اور زمین میں، مگر وہ  
جس کو اللہ چاہے، پھر پھونکا جائے گا دوسری مرتبہ  
ہیں یہ لوگ کھڑے ہو جائیں گے اور دیکھ جائیں ہوں  
گے (۶۸) اور چمک اٹھیں گی زمین اپنے رب کے  
نور سے، اور رکھی جائے گی کتاب، اور لائے گا بیوں  
کو اور گواہوں کو، اور فیصلہ کیا جائے گا اُن کے درمیان  
حق کے ساتھ، اور ان پر نظر نہیں کیا جائے گا (۶۹)  
اور پورا پورا دیا جائے گا ہر ایک نفس کو جو اُس نے  
عمل کیا، اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اُنکی تمام کاموں  
کو جو ہر لوگ کرتے ہیں (۷۰)



عبارت حضرت  
کی تشریح

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے شرک کی تردید میں بعض دلائل بیان فرمائے  
اور مشرکین کے انکسار کا ذکر کیا، اس کے ساتھ ساتھ اہل ایمان نیز کاروں کو انکسار بھی  
بیان فرمایا۔ اب آج کے درس میں تفسیر قیامت، مصابہ اعمال اور کافروں اور  
مشرکوں کی حسرت اور افسوس کا ذکر ہے، اور ساتھ ساتھ توحید کی بات بھی سمجھانی  
گئی ہے۔ آج کی پہلی آیت کا شان نزول یہ ہے کہ کافر اور شرک لوگ حضور علیہ السلام  
پر طعنہ دہی کرتے تھے، کہ آپ نے اپنے آباؤ اجداد کے دین کو باطل اور خود ان  
کو گمراہ ٹھہرایا ہے جو کہ سراسر غلط بات ہے، پھر آپ کو سابقہ دین پر قائم رہتے  
ہوئے مجددان باطلہ کی پرستش کی ترغیب دیتے، اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی اس  
حرکت کا سختی کے ساتھ جواب دیا ہے ارشاد ہوتا ہے قُلْ اے پیغمبر! آپ  
ان سے دو لوگ انفاق میں کردیں، اَقْبِرِ اللَّهُ تَأْسُروْا وَلَوْ اَعْصَا  
اٰیٰتُہَا الْجِبِلُّ لَوُنَّ لَیْہِ دَانُوْا کیا تم مجھے اس بات کا حکم دیتے ہو کہ میں اللہ کے  
سوا دوسروں کی عبادت کروں؟ بھلا یہ کرنی عقل کی بات ہے بلکہ غیر اللہ کی پوجا  
قرعقل اور عقل دوروں کے خلاف ہے، کرنی بھی سیرم الغطرت اور ہی اللہ وحدہ  
لا شریک، عالم الغیب، قادر مطلق اور تمام تصرفات کے مالک و مختار کو چھوڑ  
کر غیروں کی پرستش نہیں کر سکتا، تمام آسمانی کتابوں میں اس کی تردید آئی ہے  
اور اللہ کے سامنے نہیں آئے اسی ایک وعدہ لا شریک کی عبادت کا حکم دیا  
آگے اللہ نے شرک کی تردید میں فرمایا وَلَقَدْ اَوْحٰی اِلَیْکَ اور  
اِنَّ تَحِیُّتَہِمْ مِنْ کُنْیَہِ اَیْہِمْ آپ کی طرف وَالْاٰیٰتِ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ  
اور ان کی طرف بھی جو آپ سے پہلے گزری ہیں، اور وہ یہ بات ہے کہ اِنَّ  
اَشْرَکَکَ لَیَجْبِطُنَّ عَمَلَکَ اگر آپ نے بھی شرک کا ارتکاب کیا تو آپ کا  
اعمال بھی ضائع ہو جائیں گے، شرک کے ارتکاب سے تمام اچھے اعمال ہر ہر  
ہو جاتے ہیں، یہ ایسی چیز ہے، سورۃ الانعام میں فرمان خداوندی ہے اَلَّذِیْنَ  
اٰمَنُوْا وَلَکُمْ یٰسُوْا اٰیٰمًا فِہُمْ یُظْلَمُوْنَ اُولٰٓئِکَ لَہُمْ اَلْاَصْحٰبُ

اعمال کی  
برداشت

فَہَـٰذَا ۖ فَتُحْتَدِّثُہَا بِآیَاتِ ۙ۳۳ ہر لوگ ایمان لائے اور پھر انہوں نے  
 اپنے ایمان پر شریک کی اور سنا نہیں سنا، امن ان کے ساتھ ہے اور وہ لوگ ہی  
 براہِ حق پر ہیں۔ اگر اعمال میں ذرا بھی شریک کی ایسی چیز ہو تو معاملہ خراب ہو گیا۔ اسی  
 سورۃ الانعام میں جہاں اللہ نے اٹھارہ آیات کا اٹھا ذکر کیا ہے وہاں بھی فرمایا  
 سَبَّحُوا اسْمَکَ کَثْرًا ۚ لَیْسَ لَکَ شَیْءٌ مِّمَّا عَصَوْا ۚ وَکَیْفَ یُحْشَرُ لَکَ  
 ذَٰلِکَ ۙ۳۳ اگر اللہ کے یہ مقدر ہیں بھی شریک کہ انہیں سب کرتے تو ان کے  
 اعمال بھی ضائع ہو جاتے۔ غرض کہ شرک ایسا ایسی چیز ہے جس کے متعلق  
 اللہ تعالیٰ کا واضح فرمان ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنۡ یُّشْرَکَ بِہٖ ۚ وَ  
 یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذَٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ ۚ (الزمر - ۱۱۶) بیشک اللہ تعالیٰ  
 شرک جیسے اکبر الکبائر کو معاف نہیں کرے گا، اس کے علاوہ جس کو چاہے  
 معذور و کمزور سے معاف فرمائے۔ فرمایا اگر بعض صمد آپ نے بھی شرک کا عذاب  
 کیا تو نہ صرف اعمال ضائع ہو جائیں گے وَلَٰکِنۡ کُوْنُوْا مِنَ الْخٰسِرِیْنَ، بلکہ  
 آپ نقصان اٹھانے والوں میں بھی ہو جائیں گے۔ اس سے زیادہ اور کیا نقصان  
 ہو گا کہ ان کے تمام نیک اعمال ہی برباد ہو جائیں اور وہ قیامت کے دن  
 محض ترین آدمی ہو۔

فرمایا غیر اللہ کی عبادت کرنے کی بجائے بِاِلٰہٍ غَیْرِہٖ فَتَعْبُدُ صِرَاطَ  
 الشِّرْکِ وَہُوَ لَا شَرِکَ لَہٗ عِبَادَتُہٗ کَرُوْا کُوْنُوْا مِنَ الشَّکِکِیْنِ اور اس  
 کے شکر گزار بن جاؤ۔ شرک کفر ہے۔ اس سے بچ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت  
 بڑائی کو سمجھو اور اس پر یقین رکھو، شرک کے قریب نہ جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے  
 تمام انعامات کا شکریہ ادا کرو۔

یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین کے شرک کے بارے میں فرمایا وَصَآ  
 قَدَرُ اللّٰہُ حَقَّ قَدْرَہٗ اِنَّ ظٰلِمِیْنَ سَیِّئُوْنَ اللّٰہُ تعالیٰ کی قدر ہی نہیں کی جیسا  
 کہ اُس کی قدر کا حق ہے۔ یہ لوگ اللہ جل شانہ کی بڑائی اور اُس کے

عظمت و  
 عظمت  
 کی پہچان



جہاں کر نہیں سکتے۔ اگرچہ یہ حضرت الہی کے دعویدار ہیں مگر انہوں نے اللہ کی عظمت کو پہچاننا ہی نہیں۔ اللہ کی شان اور مرتبہ بہت بلند ہے۔ اگر یہ لوگ اللہ کی عظمت کو پہچان لیتے تو شرک کے مرتکب نہ ہوتے۔

ایک دفعہ ایک یسودی عالم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور قیامت کے دن کی کیفیت کے متعلق کہنے لگا۔ اے ابوالہاشم! قیامت کے دن جب زمین ایک اٹھلی ہوئی آسمان ایک اٹھلی ہوئی تمام چیزیں ایک اٹھلی ہوئی تو اس وقت کی کیفیت ہوگی۔ یہ سن کر حضور علیہ السلام مسکرائے اور یہی آیت تلاوت فرمائی۔ **وَعَاقِبَةُ الْيَوْمِ كَقَدَرِ الْيَوْمِ**۔ ان لوگوں نے اللہ کی قدر ہی نہیں کی جیسا کہ اس کی قدر کرنے کا حق ہے۔ شرک کی ترویج تو قرآن میں بھی موجود ہے مگر یہ لوگ جانتے بوجھتے ہوتے اس میں مبتلا ہیں اور عزیر علیہ السلام کہ اللہ کا بیٹا ماننے لگے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی عظمت کی کیا پہچان ہے!

فرمایا حقیقت۔ یہ سید و الارض جہیفا قیامت۔ **يَوْمَ الْقِيَامَةِ**۔ قیامت کے دن ساری کی ساری زمین اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہوگی۔ **وَالَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ** اور تمام آسمان اس کے تابع رہے۔ اللہ تعالیٰ میں چلے ہوئے ہوں گے، حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دامن بائیں کو مخلوق کے دائیں بائیں پر پھول کرنے سے خدا تعالیٰ کی توبہ میں ہر پہلو نکلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں مگر اس کی کیفیت ہماری اور اللہ سے باہر ہے لہذا ہمیں یہ ایمان رکھنا چاہیے کہ اللہ کا دامن بائیں ہاتھ ہی ہے جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔ دراصل لفظ ہمیں متنبہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے جس کا معنی تو معلوم ہے۔ مگر اس کی کیفیت معلوم نہیں کیسے زمین قدرت اور طاقت پر ایسی بڑا جاتا ہے۔ تو سن رہا نہیں اس کے قبضہ میں

ہوگی اور آسمان اُس کے دائیں بائیں پر لیٹے ہوئے ہوں گے۔ یہ اُن کی شانِ رفیع  
کی علامت ہے۔ مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا۔ اِس کی رات وَنُفِثَ فِي عَصَاكَ کوئی اور خدا تعالیٰ  
کی قیامت میں دینے والا ہے۔ اِس کی رات میں وَنُفِثَ فِي عَصَاكَ کوئی اور خدا تعالیٰ

معرور فرمائیں

اگر آیت میں اللہ تعالیٰ نے وقوعِ قیامت کے بعد میں عورت کے دو نطفوں  
کا ذکر کیا ہے۔ وَنُفِثَ فِي عَصَاكَ اور سور میں پھونکا جائے گا۔ فَنُفِثَ  
مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ میں یہوش ہوجائیں گے۔ جو ہیں  
آسمانوں میں اور جو زمین میں وَلَا يَشَاءُ اللَّهُ۔ سوائے اُس کے کہ جس کو اللہ تعالیٰ  
پاس ہے۔ اُس پر پیشِ طاعتی اُن کی ہر ایک بعض روایات میں آیت کریمہ میں  
عزت اور مقرب فرمائے ہیں اہل بیت علیہ السلام وغیرہ صحابہ کرام کے۔ اُن کی سب سے  
بڑی شہادت یہ ہے کہ اُس پر سب سے پہلے صور پھونکا جائے گا۔ تو ہر چیز پر یہوشی طاعتی  
جائے گی۔ اور نظامِ کائنات درجہ بدرجہ ہو کر رہ جائے گا۔ فَنُفِثَ فِي عَصَاكَ اور  
سور میں دوسری مرتبہ پھونکا جائے گا وَنُفِثَ فِي عَصَاكَ کوئی اور خدا تعالیٰ  
ہو جائیں گے اور سب کو دیکھ سہے ہوں گے۔

عام مفسرین کہہ فرماتے ہیں کہ اِس آیت کریمہ کے بعد اُن معرفت و درود  
صور پھونکا جائے گا۔ پہلے صور کے بعد ہر چیز فنا ہو جائے گی اور دوسرے  
صور پر سب لوگ پھر سے زندہ ہوجائیں گے۔ سائے کے سائے اللہ تعالیٰ  
کی عدالت میں حاضر ہوں گے۔ حساب کتاب کی منزل آئے گی اور پھر جزا و سزا  
کے فیصلے ہوں گے۔ تاہم بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اِس آیت کریمہ کے بعد  
صور کا معاملہ کے فنا کا پیشِ غیب ہوگا۔ دوسرے صور پر مخلوق پھر سے زندہ ہو  
جائے گی، پھر تیسری مرتبہ جس کے میدان میں صور پھونکا جائے گا اور سب پر یہوشی  
طاعتی ہو جائے گی اور چوتھے صور پر سب لوگ ہوش میں آجائیں گے۔ اور پھر  
ساری کائنات ہر ایک

معرور فرمائیں

بہر حال قیامت کے دن کیسی ہے یہ ہوگی وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ

کے فیصلے



بتو بہ رکھیں اس دن زمین اپنے رب کے ذریعے چمک اٹھے گی۔ یہ ایسی  
 کیفیت ہوگی جو ان دن آج اپنے ذہن میں نہیں لاسکتے کہ وہ کیا نظارہ ہوگا۔ جس  
 خدا کی تمہاریست نہ یہی ہوں گی اور ساری زمین روشن ہو جائیگی، پھر حساب کتاب  
 کی شرعی شروع ہو جائیگی وَقَضَىٰ ذَٰلِكَ اور کتاب ہوئے۔ ۱۔ اعمال نامہ  
 سات رکوع یا سات ۴۰ ہر شخص اس میں اپنے ۴۰ سورۃ الاحقاف، ۲۰ آیت  
فَیَضَعُ اُولَٰئِکَ ذَٰلِکَ فِی الْعِجَبِ میں حشریں عِجَابًا  
 قیہ و آیت ۴۰ ہوں یہ اعمال نامہ پندرہ رکوع یا پندرہ کے ۱۰ ہوں  
 اپنے قصوں میں سے، یہ کسی کتاب سے کہ جس نے ہر چیز کو اپنے  
 اور حساب میں اس اعمال نامہ سے غور و جہاں، بِالْحَقِّ وَالْحَقِّ  
 غیر ان کے کہ جس کو وہ کہتا ہے کہ پھر وہ اپنے اپنے اپنے  
 والوں کے منہ میں رہی ہیں کے تمام معاملات پیش ہوں گے۔ حال و جواب  
 ہوں گے وَقَضَىٰ ذَٰلِكَ فِی الْغَدِ بالحق اور ان کے درمیان حق کے ساتھ  
 فیصلہ کیا جائے گا وَقَضَىٰ ذَٰلِكَ فِی الْغَدِ اور ان میں سے کسی کے ساتھ  
 زیادتی نہیں ہوگی۔ کسی کو حق نہیں مارا جائے گا۔ نہ کسی ایک کا گناہ دوسرے پر  
 ملے ہو جائے گا۔ اور نہ کسی کے اعمال میں کسی کی جانے کی ایک سب سے ساتھ حق و  
 انصاف کا فیصلہ ہوگا وَقَضَىٰ ذَٰلِكَ فِی الْغَدِ جس کے نفس متاع و دولت پھر ہر نفس  
 کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ جو کچھ اس سے آیا ہوگی یا برائی کہ جو بھی کام کیا ہے  
 اس کی جزا یا سزا ملے گی۔ اور کسی کے ساتھ انصاف نہیں ہوگی۔

فَرَمَا یَا قَہْرُ اَعْلَمُ لَہٗ بِمَا یَفْعَلُ اور اللہ تعالیٰ ان تمام  
 باتوں کو خوب جانتا ہے۔ جو کچھ انسان اس دنیا میں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ  
 سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ قیامت کے دن تمام مخفی چیزوں  
 کو بھی نکال کر رکھ دے گا۔ پھر گواہ لائے جائیں گے۔ بلکہ خود انسان کے اعضاء و  
 جوارح کو بھی دیں گے زمین اور شجر و پھر گواہی دیں گے۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب۔

والشواہد سے ہے اور اسے ان کو اہمالی بھی ضرورت نہیں ہے۔ منکر و مخبر  
 کی کو روائی کے لیے متعلقہ گواہی پیش کر کے کہا: "اگر اقرار محبت ہو جائے  
 اور کسی نے بیعت اعتراض کی کوئی گئیائیں باقی نہ رہے۔"

---



وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا  
حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَهِيَ فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ  
لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ  
يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنذِرُونَكُمْ  
لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنْ حَقَّتْ  
كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿٢٩﴾ قِيلَ  
ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَلِدِينَ فِيهَا  
فَإِنَّ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٣٠﴾ وَسِيقَ  
الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْبَابِ الْمُبِينِ  
حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ  
لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ  
فَادْخُلُوهَا خَلِدِينَ ﴿٣١﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ  
الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ  
نَتَّبِعُوا مِنَ الْحَيَاةِ حَيْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ  
أَجْرُ الْعَامِلِينَ ﴿٣٢﴾ وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِينَ  
مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ

وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ  
لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٤١﴾

ترجمہ :- اور چڑھے جائیں گے کہ فر لوگ جہنم کی طرف گورو  
وہ گورو یہاں تک کہ جب وہ آئیں گے اس کے قریب  
تو کہوے جائیں گے اُس کے دروازے ، اور کہیں  
گے اُن کے یہ اُس کے دروازے کیا نہیں گئے تھے  
تھوڑے پاس بھول گئے ہیں سے جو پڑھتے تھے تو ہر  
تھوڑے پھر دروازہ کی آہٹیں ، اور ڈرستے تھے نہیں اس  
دن کی ملاقات سے ، تو کہیں گے وہ لوگ : ایوں نہیں ،  
مگر ثابت ہو گیا عذاب کا کھڑکھڑ کرنے والوں پر ﴿۴۱﴾  
کہا جائے کہ داخل ہو جاؤ جہنم کے دروازوں میں ،  
بیشے بنے ہو گئے اُس میں ، پس بڑے تھوڑا  
تھکر کرنے والوں کا ﴿۴۲﴾ اور چوسنے جائیں گے وہ لوگ  
جو ڈھٹے بنے اپنے پھر دروازہ سے ، جنت کی طرف  
گورو دروازہ ، یہاں تک کہ جب وہ پہنچیں گے اس  
کے قریب اور کہوے جائیں گے اس کے دروازے  
اور کہیں گے اُن کو اُس کے دروازے ، معلوم ہو کہ یہ  
غرض رہو ، داخل ہو جاؤ اس جنت میں ، بیشے بنے  
ہو گئے ﴿۴۳﴾ اور کہیں گے وہ حسب تعریف اللہ تعالیٰ  
کے یہ ہیں جس نے سچا کیا ہے جو اسے سچا کیا  
دعہ ، اور وارث بنایا ہے جو کو اس سرزمین کو ، جو  
ٹھکانا پکڑتے ہیں جنت میں جہاں بھی چاہیں ، پس



کیا اچھا ہے بد عمل کرنے والوں کو (۹۳) اور دیکھو  
 کھاتر فرشتوں کو کہ گھیرنے والے ہوں گے عرش کے  
 گروہ فیض کریں گے اپنے پیروؤں کی تعریف کے  
 ساتھ۔ اور فیصلہ کیا جائیگا ان لوگوں کے درمیان انصاف کے  
 ساتھ۔ اور یہی بات کہی جائے گی کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ  
 کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے (۹۴)

باطل بات

گزشتہ درس میں دو دفعہ صریحاً بتایا گیا کہ اگر برا بیٹے اور برا بیٹی  
 بیہوش ہو جائیں گی اور جب دوسرا صبر چھوڑے گا تو سب لوگ اٹھ جائیں گے  
 اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے چمک اٹھے گی۔ انکال دے دے رکھ دیتے  
 جائیں گے، تہی اور گروہ آئیں گے اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا۔ سب لوگوں  
 کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اور کسی کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہوگی۔  
 جبرائیل علیہ السلام کا ذکر کرنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ نے اس کی کیفیت بھی بیان  
 کی ہے کہ نافرمان لوگ جہنم تک اور اہل ایمان جنت تک کیسے پہنچیں گے۔

نعمان کی جہنم  
 کی بات  
 برائی

ارشاد ہوتا ہے وَسَيُوقَّ الذِّينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ ذُرًوًا  
 کفر کرنے والے جہنم کی طرف گروہ درگروہ چلائے جائیں گے۔ گروہ کا مطلب  
 یہ ہے کہ ہر عہد اور اس کے درجے کے مطابق پھرین غلوہ و علیہ و لوہوں میں منقسم  
 ہوں گے۔ امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ انسانی زندگی کے مختلف  
 ادوار میں انفرادیت بھی آتی ہے اور اجتماعیت بھی۔ انسان شہد بارہ یا انفرادی  
 زندگی گزارتا ہے۔ پھر جب اس دنیا میں آتا ہے تو اپنے والدین اور اولاد کے سبب  
 کے ساتھ محدود اجتماعی زندگی گزارتا ہے۔ جب بچپن کو عبور کر کے جوان ہوتا ہے  
 تو گھر سے باہر عام معاشرے میں قدم رکھتا ہے۔ تعلیم حاصل کرتا ہے۔ بہتر  
 سیکھتا ہے۔ پھر کل محلے یا گاؤں کی اجتماعی زندگی میں عملی طور پر شریک ہو جاتا  
 ہے۔ کسی عہد سے پر غافل ہوتا ہے۔ حلقے کا ممبر بنتا ہے اور معاشرے کی اچھی ظہر

گھل جی جاتا ہے۔ یہ اُس کی اجتماعی زندگی ہوئی ہے۔ پھر دنیا کی زندگی پوری کر کے عالم برزخ میں پہنچا ہے تو وہاں پھر انفرادی زندگی کی طرف لوٹ آتا ہے۔ پھر جب سفر کے میدان میں سب لوگ جمع ہوں گے تو یہ پھر اجتماعی دور ہوگا۔ جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے وہاں لوگ اپنے اپنے عمل کے مطابق مختلف گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ اور پھر میرٹ کے عمل کی عینک لکولی ہوں اور اس طرح تمام گروہ دور کردہ اور قطار در قطار جمع ہوں گے اور پھر پھر میں گروہوں کو جنہر کی طرف بلا کر لے جایا جائے گا۔

اس مقام پر پھر میں اور متقیوں دونوں کے لیے یہی حکم کہ لفظ استعمال ہوگا یعنی سب لوگ جنہر یا جنت کی طرف۔ چنانچہ بائیں کے راقع سورۃ مریہ میں ان دونوں طبقات کے لیے اُن کی جزایا سزا کے لحاظ سے مختلف الفاظ استعمال ہوئے ہیں مثلاً متقیوں کے لیے فرمایا ہے **يَوْمَ نَخْتُمُ الْمَقْتُلِينَ مِنَ الْهٰكِ**

**النَّحْمِ وَهٰذَا رَآيْتُ** ۹۵۔ ہم متقیوں کو رحمان کے پاس وند **DEPUTATION**

کی صورت میں اکٹھا کریں گے۔ ظاہر ہے کہ جس کے پاس جائے والا وند معزز سمجھا جاتا ہے۔ اور سیران اس کے ساتھ نہایت اچھا پرانا ذکر کرتا ہے۔ اسی طرح اشر کے نائب بندے اپنے پروردگار کے پاس وند یعنی معزز مکانوں کے طور پر جائیں گے۔ اور اُن کی عزت افزائی ہوگی۔ بر غلاف اس کے پھر میں کے متعلق فرمایا **وَنَسُوقُ الْمُدْحِجِينَ مِنَ الْغُلَامِ** ۹۶۔ وند **وَمُرْدَاة** ۹۷۔ اور ہم کشتہ روں کو جنہر کی طرف بلا کر لے جائیں گے۔ اُن کے ساتھ کوئی اچھا سلوک نہیں ہوگا۔ بلکہ یہاں سے انہوں کی طرف بلا کر لے جایا جائے گا۔

پھر مال فرمایا کہ کفر کرنے والوں کو جنہر کی طرف گروہ در گروہ سے جایا جائے گا۔ جتنی راز اسکا دھوا حتیٰ کہ جب وہ اس کے قریب نہیں گئے **فِيهِ تَابَ الْبِلَاقِ** ۹۸۔ فرمایا کہ دروازے سے کھڑے جائیں گے مطلب



بہت کچھ کہے گئے آئے سے پہلے دروازے بند تھے اب اُسی کی آمد پر کھولے جانے لگے  
 آکر انہیں اندر دیکھیں کہ دروازے پھر سے بند کر دیئے جائیں، دنیا کی چیزوں کا بھی  
 یہ دستور ہے کہ قید خانے کے دروازے بند ہوتے ہیں، جب کوئی مجرم جیل کے  
 دروازے پر پہنچتا ہے تو پہلا آپ کہیں کہ اس کو اندر داخل کر دیا جاتا ہے، اور  
 دروازہ پھر بند ہو جاتا ہے، یہی سلوک جہنم کے قیدیوں کے ساتھ بھی کیا جائے گا۔  
 آگے جہنم کے دروازے پر موجود فرشتوں کا ذکر آ رہا ہے، سورۃ المؤمنین میں ہے:  
عَلَيْهِمْ تَسْعَةُ مَآئَةِ رَايَاتٍ ۝ ۳۰ اُولَٰئِكَ اَتَدَارُ اَنفُسِهِمْ بِمَا كَانُوا  
فَعَلُوا ۚ يَوْمَئِذٍ اُولَٰئِكَ جَنَّتْ اَبْوَابُهَا ۚ وَكَانَ لَهَا بَابٌ وَّحَدِيدٌ ۚ  
اُولَٰئِكَ فِيهَا مُتَدَاوِلٌ ۚ اُولَٰئِكَ فِيهَا مُتَدَاوِلٌ ۚ اُولَٰئِكَ فِيهَا مُتَدَاوِلٌ ۚ  
 کیا نہیں آتے قے تھکاتے پاس تو یہی ہے رسول، جہنم کے داروغے سرزنش کے  
 انداز میں کہنے میں سے پرچھیں گے کہ تم جہنم کے قیدی بن گئے ہو کیا تمہاری ہدایت  
 کے لیے تمہیں یہاں سے تھکاتے پاس اللہ کے رسول نہیں آئے تھے، جنہوں نے  
 تمہیں کفر اور شرک کو ترک کر کے توحید کی دعوت دی تھی۔ يَسْتَكْفُرُ کا مطلب  
 یہ ہے کہ سب قوموں کے پاس انہی میں سے یعنی اُن کے خاندان اور وطن سے اور انہی کے  
 ہم زبان پیغمبر اللہ نے بھیجے تھے تاکہ انہیں اُن کی بات سمجھنے اور اُن کے امور  
 اختیار کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے، خود سُورَةُ عَلِيٍّ کے متعلق اللہ  
 نے ارشاد فرمایا هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي اُمَمٍ مِّنْ رَّسُوْلٍ مِّنْهُمْ  
رَاجِعًا ۝ ۲۰ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے اُن پر رسولوں میں سے  
 اُن کی طرف ایک عظیم الشان رسول مبعوث فرمایا، عرب کی اکثریت اُسی تھی جو لیکن  
 پھر مٹا نہیں جاتے تھے، صرف ایک در فیصد ہی لوگ کچھ کہنے پڑھنا جانتے تھے  
 اسی لیے فرمایا کہ امیروں کی طرف اُن میں سے ایک رسول بھیجا۔

جہنم کے داروغے بھی کہیں گے، کیا تمہارے پاس تمہیں سبکدوشی رسول نہیں آتی۔  
يَسْتَكْفُرُ عَلَیْہِمْ تَسْعَةُ مَآئَةِ رَايَاتٍ ۝ ۳۰ اُولَٰئِكَ اَتَدَارُ اَنفُسِهِمْ بِمَا كَانُوا

مناسبت تھے، آیات سے مراد احکام، روایات اور مسائل ہیں۔ اگرچہ آیات میں معجزات بھی داخل ہیں مگر اس معجزہ پر معجزات مراد نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکام مراد ہیں۔ جو اللہ کے رسول اپنی اپنی امتوں تک پہنچاتے تھے، فرمایا: اللہ کے رسول تمہیں اللہ کی آیتیں پڑھا کر سناتے تھے وَيُنْفِرُ مِنْكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا اور کیا وہ تمہیں آج کے دن کی ملاقات سے ڈراتے نہیں تھے؟ بعد ازاں لڑکیاں تمہیں ہدایت کے یہ سامان نہیں پہنچے تھے۔ مگر تم انصاف و شریک میں جہنم پہنچے اور بالآخر جہنم کا مزدور بن گئے؟

فانوابی وہ آگے سے جواب دیں گے کیوں نہیں، بیشک اللہ کے رسول ہم سے اس آئے، انہوں نے آیات الہی پڑھا کر سامان اور قیامت سے دن سے ڈرایا، مگر یہ ہماری پہنچتی تھی کہ جہنم کے ان کی آواز یہ بیشک رک، جس کا نعرہ یہ ہوا لَا تَنْفِرُ حَتَّىٰ تَكَلِّمَهُ الْعَذَابُ یا الکفرین کہ کفر کرنے والوں پر عذاب کا کفر ثابت ہو گیا۔ جب وہ اپنے جہنم کا اقرار کر لیں گے۔ هَلْ اَوْخِلْتُمْ اِلَىٰ اَيُّوبَ جَهَنَّمَ تو حکم ہو گا۔ جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ وَالْخَالِدِينَ فِيهَا اب تمہیں ہمیشہ جہنم کے لیے یہیں رہنا ہو گا قَبْلَ مَن مَّشَىٰ الْعَتَا کیسے پس کتا براٹھا کا آیت تفسیر کرنے والوں کا جنہوں نے غزوہ و تحریک بنایا، پر اللہ کی وحدانیت کو تسلیم نہ کیا، ان کا یہی حشر ہو گا۔ اس کے بعد متعین کا حال بیان کیا وَسَيُوقَ الزُّلْفَىٰ اِلَيْهِمْ ایک الجنتی زلفہ اچھلے جائیں گے وہ لوگ جو اپنے پروردگار سے ڈرتے تھے جہنم کی طرف گمراہ و گمراہ۔ یہ وہ ایماندار لوگ ہیں جو اللہ کے لفظ پر ایمان اور مظلوم سے پہنچتے تھے اور جنہوں نے حدود اللہ کی مخالفت کی، حتیٰ کہ اذیاء کا تو قیض، ایمان کہ جب وہ جنت کے قریب پہنچیں گے وَفُتِحَتْ ابواب ہوا اور اس کے دروازے کھولے جائیں گے، یہاں پر یہ امر قابل ذکر ہے کہ بدیہی وہ جہنم ہیں کہ حال بیان کیا ہے۔ یہاں فتح ہونے سے پہلے وہ نہیں

متعین کی جنت میں کھینچا



ہے۔ مگر یہاں جتنوں کے لئے جنت ہے چھ درائیوں سے۔ بعض مغرب  
 کہتے ہیں کہ یہ زیادہ ہے۔ مگر بعض فرماتے ہیں کہ اس کو سے ماں کی طرف اشارہ  
 ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب وہ جنت کے قریب پہنچیں گے تو اس حال  
 میں کہ دروازے سے سے ٹکے ہوں گے اور وہاں انہیں دروازے کھلنے کا  
 اظہار نہیں کرنا پڑے گا۔ اور جنت کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔

بہر حال جب غیبی جنت کے دروازے پر پہنچیں گے وَقَالَ لَهُمْ  
خَزَنَتُهُ تَرَاهُمْ کے دروازے ان سے نہیں گے سَلَامٌ عَلَيْكُمْ نہ پر جنت  
 ہو طے۔ قَدْ تَمَّ خَوْش ہو مطلب یہ کہ دروازے جنتیوں کا استقبال کریں گے  
 اور انہیں خوش آہدیں گے، اور پھر یہ بھی کہیں گے فَاَدْخُلُوا خِلْدِي  
 جنت ہیں جو جنتیوں کے لئے داخل ہو جائے۔ چنانچہ جنتیوں کی رحمت  
 کے مقام میں پہنچ جائیں گے تو اللہ کی حمد و ثناء بیان کریں گے۔ وَقَالُوا الْحَمْدُ  
لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا لِهٰذَا اور کہیں گے اللہ کا شکر ہے جس نے ہمارے  
 ساتھ اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ اللہ نے اپنے پیروں کی معرفت ہمارے جو جنت  
 کا وعدہ کیا تھا، وہ آج پورا ہو گیا۔ سورہ آل عمران کے آخر میں اہل عقل و حسنہ  
 دینیوں کی طرف سے یہ دعا بھی نقل کی گئی ہے رَبِّكَ وَارْتَسِمَا  
عَلٰی رُءُوسِنَا اور يَوْمَ الْقِيٰمَةِ آیت - ۱۹۴ پر دو کلمہ  
 اپنا دوسرے پر پڑا ہے۔ جو قوس ہمارے ساتھ اپنے اہل ایمان کی سعادت کیا۔ اور  
 ہمیں قیامت کے دن سوا نہ کرنا۔ دوسری جگہ پر ہے کہ مومنوں کو کہیں گے  
 کہ اللہ تعالیٰ کا نیکو لاکرنا ہے جس نے ہمیں توفیق سے نوازا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ  
 کریاں اے چھاپا، اور نہ بیان ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اس کی جگہ دیا  
 میں اہل ایمان کو جیسے اللہ تعالیٰ سے توفیق حاصل ہو۔ اور یہ ہے کہ حق و  
حَقُّهُ بِاللّٰهِ کا حق مطلب ہے کہ یہی کرنے اور یہی ست پیش کیے اللہ تعالیٰ  
 کی توفیق کی ضرورت ہے کہ اس کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔

بہر حال جنتی لوگ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے جس نے انہیں دوزخ اور جہنم سے محفوظ رکھا۔

وَرْتَمْنَا فِيهَا كَبَابًا ۚ وَكَانَتْ الْجَنَّةُ خَالِيَةً لِّمَنِ اسْتَوْدَعْنَاهَا ۖ وَفِيهَا ثَلَاثُ بَابٍ ۚ

جنت کی اس سرزمین کو وارث بنایا کہ بھر دیاں پر ٹھکانا چترت میں جہاں چاہیں۔

جنت کی وارثت کا ذکر سورۃ سرمد میں بھی موجود ہے۔ يَذَلُّكَ الْجَنَّةُ الْكَرِيمَةُ

سورۃ بقرہ ۷۵ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَبْرًا ۚ قَدْ كُنَّا فِي غَوَاةٍ ۖ وَنُفِثْنَا بِأَنزَالِ الْوَيْلِ ۚ

جس کا وارث ہم اپنے متعلق بندہ کو بنا دیں گے۔ دوسری جگہ یہ بھی ہے کہ جنت

بندوں کے دنیا میں جوئی کے کام انجام دے۔ جہنم کے بندے ان کے بندوں کو

جنت کا وارث بنا دے۔ اور جنت میں ٹھکانا پکڑنے کا مطلب یہ ہے کہ جہاں

چاہیں گے جلا وطن لوگ جا سکیں گے۔ بعض فرشتے میں کہ ٹھکانا پکڑنے کے لیے جہنم

اور عاقبت مراد ہے۔ متعلق ان کے ایک ہی ہوگا مگر حسب خواہش جہاں چاہیں گے

جا سکیں گے۔ صحیح حدیث میں آجے کہ جہنم کے دن بازار لگیں گے۔ اور دوزخ لوگ

کو دوزخ میں دو تین رفتار سواروں پر سوار ہو کر آپس میں عداوت کریں گے۔ اور

بازاروں سے خوشگامیں بھی جائیں گے۔ ایک حدیث میں یہ

بھی آجے کہ اگر خدا تعالیٰ تمہیں جنت میں پہنچائے تو کھجور کو کہ جنت کے شجر

گھسٹے پر سوار ہو اور جہاں چاہتے ہو وہ بھی اڑے بیٹے جا رہے۔ وہاں پر

کسی رکاوٹ، دقت یا اینٹ نہ لے کا بھی کوئی خطر نہیں ہوگا۔ اسی قسم کے انعامات

کے متعلق اللہ نے فرمایا هُنْدًا ۚ أَجْرُ الْعَامِلِينَ پس کتنا اچھا بدلہ ہے

عمل کرنے والوں کو۔ جنہوں نے دنیا کی زندگی میں نیک اعمال انجام دیے وہ جنت

میں عیش و آرام کی دائمی زندگی گزاریں گے۔ یہ ان کی نیکی کا بہت ہی اچھا بدلہ ہوگا۔

ارشاد مبرا ہے وَتَسْرَى الْمَلَائِكَةُ حَافِينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ

اور تو سمجھے کہ ان فرشتوں کو جو عرش کے ارد گرد گھیرے ہوئے

ہیں، قرآن کی حالت یہ ہے لَيْسَ يَخَافُ أَنْ يُتَغَادَرُوا غَدَرًا ۖ وَهُمْ فِي ثَوْبٍ نَّاعِمٍ

کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ تعریف کے ساتھ۔ ان کا کام ہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ

قرآن کی  
تسبیح

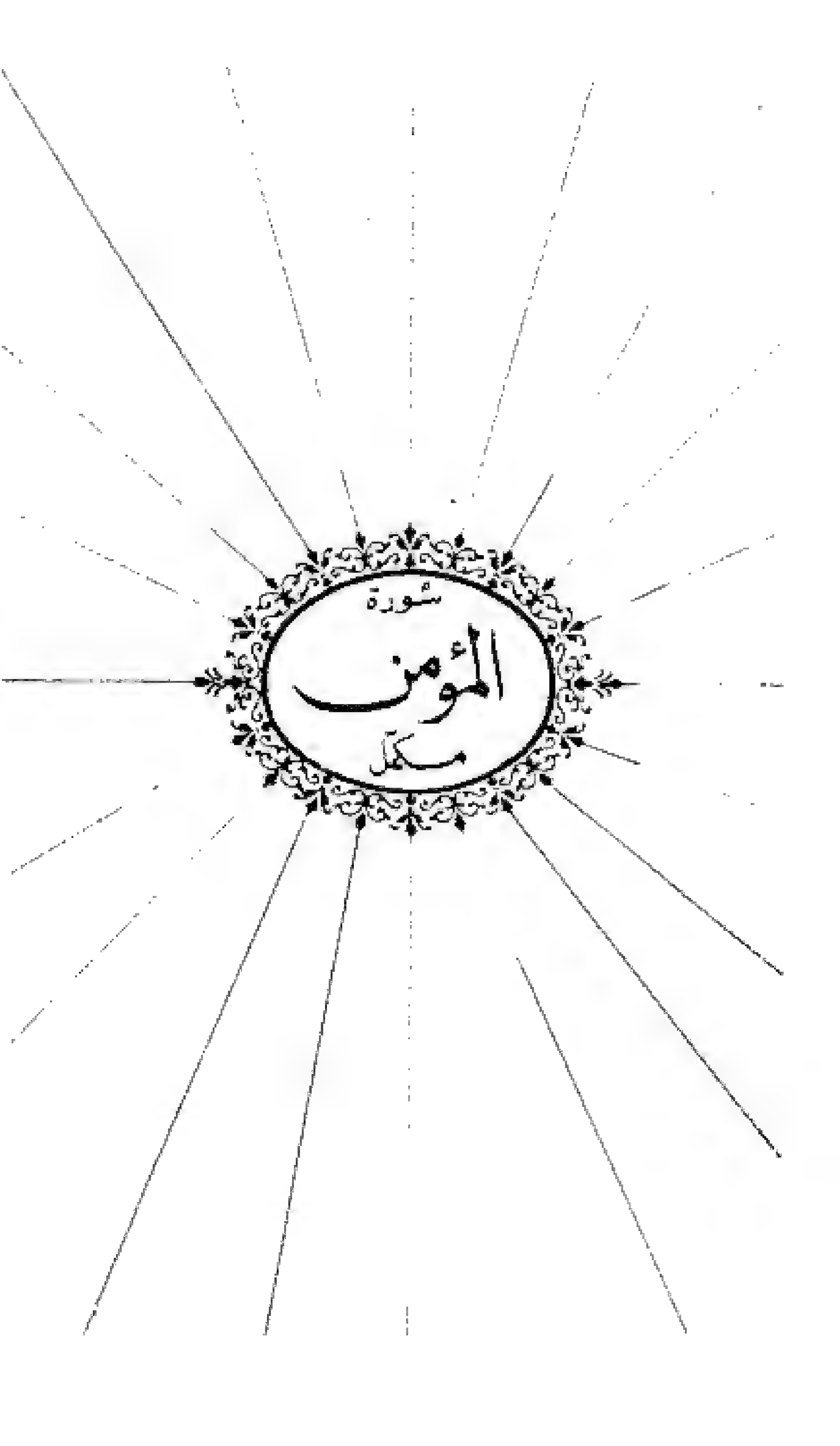


کی حمد و ثناء بیان کرتے سب سے بہتر ہیں۔ فرشتوں کے مختلف طبقات میں محمد علیہ السلام کی  
سوا ذکر اٹھ سو سورۃ مومن میں آ رہا ہے۔ **الَّذِينَ يَخْتَصِمُونَ الْعَرْشَ** آیت ہے،  
وہ جو عرش عظیم کو اٹھاتے ہوئے ہیں اور جو اس کے ارد گرد غلظت باندھے ہیں سب  
اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں۔

**وَقِطْعَىٰ بَيْتٍ لَهُمْ بِالْحَقِّ** اور سب لوگوں کے درمیان حق و انصاف  
کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا۔ نہ صرف بنی قریعہ انسان کے اعمال و کردار کی بنیاد  
ہوں گے، بلکہ اگر جانوروں وغیرہ نے بھی ایک دوسرے پر زیادتی کی ہوگی۔ تراوی غلو  
کر بھی نکالوں سے بدلہ دیا جائے گا، اور پھر آخر میں یہ ہوگا۔ **وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ**  
**رَبِّ الْعَالَمِينَ** اور کہا جائے گا کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام  
جہانوں کا پروردگار ہے۔ سورۃ یونس میں اللہ نے مومنوں کی آخری چار سی بیان  
فرمائی ہے **وَاخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ** (آیت ۴۰)  
کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ پھر چالی  
بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی تعریف و توصیف اور حمد و ثناء بیان کریں گے، جن کے نام  
جنت کے ساتھ مذکور ہیں۔







سورة

المؤمن

مكتبة

المؤمن

آیت ۱۲

صفحہ اظہار ۲۴

درس اول

سُورَةُ الْمُؤْمِنِينَ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسُ فُتُوَحٍ أَيْتُهَا ثَلَاثٌ وَثَلَاثُونَ

سُورَةُ الْمُؤْمِنِينَ مَكِّيَّةٌ هِيَ يَحْتَوِي عَلَى ثَلَاثِينَ آيَاتٍ هِيَ أَوَّلُ سُورَةٍ فِي الْقُرْآنِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حَمْدٌ ① تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ

الْعَلِيمِ ② غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ

شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا

هُوَ إِلَيْهِ الْمَصِيرُ ③ مَا يُجَادِلُ فِي آيَاتِ

اللَّهِ إِلَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَا يَغْرُرُكَ تَقْلِبُهُمْ

فِي الْأَلْبَادِ ④ كَذَبَتْ قُلُوبُهُمْ قَوْمٌ نَوَّجَ وَ

الْأَحْزَابُ مِنْ بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ

أُمَّةٍ بِرِسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوهُ وَجَادُوا بِالْبَاطِلِ

لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ فَأَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ

عِقَابُ ⑤ وَكَذَلِكَ حَقَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ

عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ⑥



توجہ۔ حصہ ۱ آنا کتاب کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو غالب اور سب کچھ جانتے والا ہے ۲ بچنے والا ہے گناہ کو، اور کرب قبول کرنے والا ہے سخت عذاب والا ہے۔ طاقت والا ہے۔ نہیں کوئی اللہ اس کے سوا، اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ۳ نہیں جھگڑا کرتے اللہ کی آیتوں میں مٹے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا۔ پس نہ آپ کو دھوکہ میں ٹٹے ان لوگوں کا چلنا پھرنے شروع میں ۴ جھگڑا ان سے پیسے قیم فوج نے، اور بہت سے فرقوں نے ان کے بعد، اور ارادہ کیا ہر ایک امت نے اپنے رسول کے بارے میں کہ اس کو پکڑ لیں، اور جھگڑا کیا انہوں نے باطل کے ساتھ تاکہ گمراہی اس کے ساتھ حق کو۔ پس میں نے پکڑا ان کو، پس کس طرح برائی میری مٹا ۵ اور اسی طرح ثابت ہوا تیرے رب کا کہ ان لوگوں پر جنہوں نے کفر کیا، بیشک وہ دوزخ واسے ہیں ۶

نام اور کوائف

اس سورۃ مبارکہ کا نام سورۃ المؤمن ہے۔ سورۃ کے آخری حصے میں فرعون کے خاندان کے ایک شخص آدمی کا تذکرہ ہے جس سے اس سورۃ کا یہ نام تجویز کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ سورۃ الفاطر اور سورۃ الطول بھی اس سورۃ کے نام ذکر کیے جاتے ہیں۔ یہ دونوں نام سورۃ بذا کی تیسری آیت میں آئمہ الفاظ سے ماخوذ ہیں یہ سورۃ مکی زندگی کے درمیان عرصہ میں سورۃ الزمر کے بعد نازل ہوئی۔ اس کی پہلی سی آیات اور نو رکوع ہیں۔ یہ سورۃ ۱۱۹ الفاظ اور چار ہزار چھ سو پچاس آیتیں ہیں۔ اس سورۃ مبارکہ سے حرام ہے یعنی حصہ والی سات سورتوں کی ابتدا

مستفید ہوئے

موجود ہی ہے۔ مفسرینِ کرام بیان کرتے ہیں کہ یہ سات سو رقیں پورے قرآنِ کریم کا لبِ لباب اور پھول ہیں اور گزشتہ سورۃ الزمر جو ایک سجدہ کی تمجید ہے۔ بعض روایات میں حکم کر دیا جاتا ہے کہ قرآن میں قرآن کی زینت بھی کہا گیا ہے۔

دیگر مکی سورتوں کی طرح اس سورۃ میں بھی زیادہ تر اسلوب کے بنیادی عقائد توحید رسالت، معاد اور قرآن کی صداقت و حقانیت ہی کا بیان ہے جس سے عقیدے کی اصطلاح مخصوص ہے۔ دین میں عقیدے کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اگر یہ درست ہو گیا تو نیک اعمال بھی قبولی ہوں گے اور اگر عقیدے میں سی بگاڑ رہا تو پھر اعمال کسی کام نہیں آئیں گے، چنانچہ مکی سورتوں میں زیادہ تر اسی طرزِ توجہ دی گئی ہے۔ تاہم کچھ ضمنی مسائل بھی آئے ہیں۔ اس سورۃ مبارکہ میں مذکور منافقین کے علاوہ پیغمبر علیہ السلام کے لیے تسلی کا معنوں میں ہے۔ اور کا قول کا انداز بھی کیا گیا ہے۔

حروف مقطعات  
حرف

سورۃ کا آغاز حروفِ مقطعات سے ہوتا ہے تمام حروفِ مقطعات کے بارے میں یہ امر مسلم ہے کہ ان حروف کا تفسیری معنی نہیں بتایا جا سکتا۔ مفسرینِ کرام کو امام جلال الدین سیوطی کی اس بات سے اتفاق ہے اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا رَاٰہُ بِذٰلِكَ اِنَّ حُرُوفَہٗ سے جو بھی مراد ہے اس کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اور ہمارا اس پر ایمان ہے کہ وہ برحق ہے۔ تاہم صحابہ کرام میں سے حضرت علیؓ اور عبد اللہ بن عباسؓ سے فقہ ربیع فہم کے لیے ان حروف سے متعلق بعض باتیں منقول ہیں۔ اسی طرح بعض بزرگانِ دین نے قاس کی بناء پر اور بعض نے کشت و الحاک بنیاد پر بعض معانی بیان کیے ہیں مگر حق بات وہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان حروف سے کیا مراد ہے۔

شیخ ابن عربیؒ فتوحات مکیہ میں بیان کرتے ہیں کہ حروفِ مقطعات پر مشتمل ہر آیت ہے۔ ان حروف میں خ کا اشارہ حق کی طرف اور ق کا اشارہ کلمہ کی طرف سمجھیں گے، اور مطلب یہ ہو گا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ بھی لوگوں سے جلالین سے



کے سامنے پیش کر رہے ہیں وہ سرسرخ پر مشتمل ہے اور اس میں شگ و شبہ کی کوئی گتائش نہیں ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ شیخ کا اشارہ حکم اور فقر کا اشارہ نکتہ کی طرف ہے، مگر یہ حدود حکم اور نکتہ کا ضعف ہیں اور اس لحاظ سے حُجَّہ کا مطلب یہ ہوگا کہ حکم بھی پروردگارِ عالم کا ہے اور بادشاہی بھی اُسی کی ہے۔ ظاہر ہے کہ پوری کائنات کی بادشاہی ربہ تعالیٰ کی ہے اور اس میں حکم بھی اُسی کا چلتا ہے۔ بخوبی حکم تو خدا تعالیٰ کا کائنات میں ہر وقت جاری ہے اور شرعی حکم بھی اللہ نے اپنے اُبیاد بھیج کر اور کتابیں نازل فرما کر مکمل کر دیا ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ کائنات کے تمام تقابلات اور تصرفات اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادے سے انجام پاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور چوتھی صدی کے عظیم مفسر قرآن امام ابن جریرؒ اور بعض دیگر حضرات کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات حدیث حُجَّہ کو اللہ تعالیٰ کے اسمائے پاک میں شمار کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ اَللّٰہُ، حُجَّہ اور نَ اللّٰہ تعالیٰ کے اسم رحمان کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں حُجَّہ اللہ تعالیٰ کا بہت ہی بابرکت نام ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام جنگ کے موقع پر اپنے مجاہدین کے لئے کوئی شعار یعنی شاخ نشان مقرر کر دیتے تھے۔ ایسے ہی ایک موقع پر جنگی نشان حُجَّہ لَہُ یُنْصَرُ وُنْ مقرر کیا گیا تھا۔ بعض شعراؤ کے کلام سے بھی حُجَّہ کے اسم الہی ہونے کا اشارہ ملتا ہے۔ مثلاً

یَذْکُرُ بِنِ حُجَّہٍ وَالتَّوْحِیْدِ شَاجِدُ

فَقَدْ مَلَکَ حُجَّہً قَبْلَ بَقِیَّةِ

جب جنگ چھڑ چکی ہے اور خیریت چاہئے ہے تو اس وقت حُجَّہ کا واسطہ پیش کرنا ہے۔ بعد جنگ چھڑنے سے پہلے یہ واسطہ نہیں نہ پیش کیا۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ حُجَّہ کے ذریعے سورۃ کا خلاصہ ظاہر کیا

گیا ہے۔ اس سے مراد حرکت یعنی ہلکھن کرنا اور قرآن سے مراد منہیات سے منع کرنا ہے۔ اور یہ دونوں چیزیں ہر سورۃ کا حصہ ہیں کہ اچھے امور پر ہلکھن کیا جاتا ہے ترغیب دلائی جاتی ہے اور ناہانہ کاموں سے روکا جاتا ہے۔

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ ان حروف کے ذریعے سورۃ کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے جس طرح تعلیمی سندت لی گئی۔ ایسے ہی ان کی ثمری وغیرہ بعض الفاظ کے مخففت ہوتے ہیں یا جیسے جمع آتے ہیں یا امیر کے الفاظ سے ان کے معاون کا حکم دہ اور ان کے فرانس محمد میں آتے ہیں۔ اسی طرح حصہ کے حروف سورۃ کا عنوان ہیں جن سے سورۃ کے مضامین پر روشنی پڑتی ہے شاہ صاحب کشفی طور پر ان حروف کی حقیقت اس طرح بیان کرتے ہیں کہ عالم بالہست نازل ہونے والی نورانی چیز اس مادہی جہاں میں آکر جہاں کے اعمال فاسدہ اور کفار کے اقوال و اعتقاد باطلہ کے ساتھ ٹکراتی ہے جس کی وجہ سے حق و باطل کے درمیان امتیاز پیدا ہوتا ہے۔ یہ حروف حصہ اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ ساری سورۃ کفار کے ساتھ ٹکٹ مباحثہ ترغیب ترہیب، اللہ حق اور توحید عقائد باطلہ پر ہی مشتمل ہے۔ لہذا ان مضامین کو حروف حصہ کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔

منزل القرآن

حزب سید کی پہلی سورۃ میں حروف حصہ کے بعد قرآن پاک کی حقانیت و صداقت اور اس کے منزل من الشربوتے کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ ساتویں سورتوں کا خاصہ ہے۔ ارشاد ہوتا ہے فَتَعَزَّيْ بِذِكْرِ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامِ یعنی قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی جانب سے پیغمبر پر اتارا گیا ہے۔ یہ کسی انسان یا خود پیغمبر کا کلام نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اس نے اپنے برگزیدہ بندے پر نازل فرمایا ہے اور اس کو نازل کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ ہے جو العزیز کمال قدرت کا مالک ہے۔ وہ ہر چیز پر غالب ہے اور اس کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی۔ تمام غلبہ اور قوت اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے۔ اور وہ ذات



اُنھیں کیسے بھی ہے۔ کائنات کے ذریعے ذریعے سے باخبر ہونا خاصہ خداوندی ہے۔ مخلوق میں سے کوئی بھی ایسی ہستی نہیں جو غیر کمال ہو۔ بَكَرَ وَاللّٰهُ عَظِيْلٌ مِّثْلُ مَا  
عَلَيْكَ (انجیلات - ۱۶) ہر چیز کو جاننے والا صرف اللہ وحدہ ذو الشریک ہے۔  
 اللہ نے اس بات کو درست رائے میں اس طرح بیان فرمایا ہے: اَيُّهَا الَّذِيْنَ  
مِنْ خَلْقٍ دُوَّ هُوَ الْعَظِيْمُ الْخَبِيْرُ الْمَلِكُ (۱۴) کیا اللہ تعالیٰ ہی  
 کسی چیز کو نہیں جانتا جو کہ خود ہر چیز کا خالق ہے؟ وہ نہایت ہی زیادہ ہے۔  
 اور خبر رکھنے والا ہے۔ مطلب یہی ہے کہ خدا تعالیٰ ہر ذرے ذرے کا علم رکھتا  
 ہے اور یہ صفت کسی اور میں نہیں پائی جاتی۔

نزدک کتاب کے حوالے سے اس مقام پر اللہ تعالیٰ کی آئمہ صفات بیان  
 کی گئی ہیں۔ پہلی دو صفات تو بیان ہو گئیں کہ وہ عزیز اور عظیم ہے۔ اب آگے  
 تیسری صفت یہ بیان ہو رہی ہے غَافِرُ الذَّنْبِ۔ وہ گنہگاروں کو بخشنے والا ہے  
 وہ اپنی مخلوق پر بڑا مہربان ہے۔ جب کوئی بندہ نادم ہو کر اس کے دروازے  
 پر آجاتا ہے تو اس کی رحمت جوش میں آکر اس کی تمام خطائیں معاف کر دیتی ہے  
 اللہ کی جو حق صفت یہ ہے وَقَابِلُ التَّوْبِ وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔  
 کوئی شخص بڑے سے بڑا گناہ کرنے کے بعد بھی اگر پہلے دل سے توبہ کرے  
 تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ اہل اس میں پابندی اس قدر ہے کہ یہ  
 توبہ عذاب کے آگے یا موت کی حالت ظاہری ہونے سے بہت پہلے کر لی جاتی  
 جب عذاب آجائے یا انسان پر غر غرے کی حالت ظاہری ہو جاتی ہے تو پھر توبہ  
 کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

اس مقام پر اللہ کی پانچویں صفت یہ بیان ہوئی ہے مُجِيبُ الدُّعَاءِ  
 وہ سخت خدا پرست ہے۔ جب کوئی مجرم اپنے جرائم پر اصرار کرتا چلا جاتا ہے  
 اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کرتا تو پھر وہ سخت عذاب میں مبتلا کرنے پر  
 قادر ہے۔ وہ کسی بات کو چھوڑا نہیں۔ اللہ کی چھٹی صفت یہ ہے کہ وہ ذی انصاف

یعنی صاحبِ نرست، وطاقت ہے طویل کا سنیٰ فضل میں آفت اور طاقت بھی جیسا کہ  
سورۃ النساء میں ہے وَمَنْ لَّمْ يَسْطِغِمْ مَشْخَرًا طَوِيلًا (آیت - ۵۵) جو تم میں  
سے آزار و عورت کے ساتھ تکلیف کی طاقت نہیں رکھتا وہ زندگی کے ساتھ نفع و فائدہ  
بہر حال تفشیل اور مختصر است و دوزں صفات طول میں داخل ہیں۔

پھر فرمایا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ اللَّهُ تَعَالَى کے سوا کوئی معبود نہیں عبادت کے

لائق صرف وہی ذات ہے۔ یہ اس کی ساتویں صفت ہے اور آٹھویں صفت۔

یہ ہے الْبَدَا الْعَصِيمُ یہ کہ سب کو اس کے پاس نرست کر دیتا ہے۔ انسان کی

یہ زندگی آخری زندگی نہیں کہ جس کے بعد معاوضہ ختم ہو جائے گا۔ بدلتے ہوئے اور

آخرت کی زندگی بھی گزرتا ہے۔ مرنے کے بعد قیامت کو پھر نرست اٹھایا جائے

گا اور ہر انسان کو اپنے پروردگار کی عبادت میں پیش ہو کر اپنے عطاء و اعمال کا

حساب دینا ہے، اس لیے فرمایا کہ سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

پہلے نزولی قرآن کا ذکر کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ ہے جس کی آخر صفات

بھی بیان ہیں۔ آگے اس کتاب الہی کے متعلق شلوک و مضامین کے دائروں اور

اس پر اعتراض کرنے والوں کے متعلق تذکرہ

مَا يَجْعَلُونَ رَفْدًا اِنَّهُمْ اَلَا الَّذِينَ كَفَرُوا اَمِنْ جَهَنَّمَ اَلَمْ يَكُنِ اللّٰهُ تَعَالٰی

کی آیتوں میں مکر و حی جنوں نے کفر کا شیوہ اختیار کر رکھا ہے۔ اس جگہ اسے

سے مطلق جہنم اور نہ میں جگہ ایسا جہنم امراد ہے جس کے ذریعے حق کو مغلوب

کرنے کی کوشش کی جائے۔ ظاہر ہے کہ کافر لوگ ہمیشہ حق کو مٹانے کے

نہیے بہتے ہیں اور اس مقصد کے لیے جہنم کے بہتے بہتے اور منافقت

کے علاوہ ہر قسم کے حربے استعمال کرتے ہیں۔ ان دو بحث مباحثہ کرنے

کی اجازت ہے جو احسن طریقے سے کیا جائے۔ خود اللہ تعالیٰ کا قرآن ہے۔

اپنے پروردگار کے واسطے کی طرف حکمت اور بہتر موعظت کے ذریعے دعوت

دیں وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ رَاسُخًا - ۱۲۵ اور جب کسی غیر

آیت الہی  
میں مجاہدہ



مذہب سے بحث و مباحثہ کی نسبت آئے تو احسن طریقے سے انکجاہ دیں۔ فرمایا  
فَلَا يَغْرُوكَ تَقَابُكُهُمْ فِيهِ۔ البیضاء اور ابن سبے دین اور دشمنی خدا اور لوگوں  
 کا شعروں میں چلنا پھرنا آپ کو دھوکے میں نہ ڈالے۔ کفار کی عیش و عشرت اور  
 آرام و آسائش کی زندگی دیکھ کر آپ دھوکہ میں نہ پڑیں۔ یہ سولہیں اُن کے اچھا  
 ہونے کی دلیل نہیں بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسرت دی جا رہی ہے۔  
 وہ جب چاہے کائناتیں گرفت میں لے لے گا۔

پھر آگے آئے آری کی مثال بیان فرمائی ہے کہ جس طرح آپ کے زمانے  
 کے لوگ خدا تعالیٰ، اُس کے رسول اور اُس کی کتاب کی تخریب کرتے ہیں۔ اسی  
 طرح کہ ذَبَّتْ قَبْلَهُمْ قَوْمٌ تُوجِ انْ سَبَّ نَبِيَّ عَالَمٍ کی قوم  
 نے بھی تخریب کی۔ وَالْاَحْزَابُ مِنْ بَعْدِهِمْ اور بہت سے فرقوں  
 اور گروہوں نے قوم نوح کے بعد بھی تخریب کی۔ نَبِيَّ عَالَمٍ کے بعد  
 بڑی طاقتور قومیں دنیا میں پیدا ہوئیں جنہوں نے اللہ کے نبیوں کو قتل کیا۔ اور  
وَقَرِيعَ قِيَامَتِ كَاثِرًا۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا اٰدَمَ يَدًا يَدًا لِّسُوْلِهِمْ ع  
لِيَاْخُذُوْهُ ایسی برامت نے اپنے رسول کے متعلق ارادہ کیا کہ گتے پر لڑھک  
 کر دیں۔ قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کو ہلاک کرنے کا مشورہ کیا۔ حضرت  
 عیسیٰ علیہ السلام کو رسول پر ہلانے کی سعی کی گئی۔ اللہ کے کئی نبیوں کو قتل کر دیا گیا۔  
 خود حضور علیہ السلام کے متعلق بھی کفار نے قتل کا منصوبہ بنایا۔ مگر ناکام رہے  
وَجَاءَ لَوْا بِالْبَاطِلِ لِيُذِيْحُوْا بِهٖ الْحَقَّ نیز ان لوگوں نے باطل کے  
 ساتھ کھڑے ہو کر حق کو گرا دیں۔ تاکہ اس کے ذریعے حق کو گرا دیں۔ گنہگاروں  
 یا مشاوریں۔ فرمایا یہ تو اپنی سکیم میں کامیاب نہ ہو سکے۔ البتہ فَاْخُذُوْهُ  
 میں نے اُن کو گرفت میں لے لیا۔ وہ لوگ ذلیل و خوار ہوئے فَكَيْفَ كَانَ  
 عفتاب پھر میری سزا کیسی ثابت ہوئی جس نے مکذہبن کی جڑ بنیاد ہی اکھاڑ کر  
 رکھ دی ہے اور وہ غمناک ہستی سے حروفِ عطف کی طرح مٹ گئے۔

آگے پھر نزولِ قرآن کے زمانے کے کافروں کے متعلق فرمایا وَكَذَّبُوا  
 حَقَّ تِلْكَ آيَاتِ رَبِّكَ اسی طرح ثابت ہو گئی تیسرے رب کی بات سچ  
 آئی نہ جب کفار و ان لوگوں پر جنہوں نے کفر کا شیوہ اختیار کیا۔ ساقی  
 مشکریں کی طرح یہ بھی عذاب الہی سے بچ نہ سکے اُنھیں اَصْحَابُ الْمَأْثَرِ  
 بلاشبہ یہ لوگ جہنم کا شکر ہونے والے ہیں یہ بھی اپنی قبیح حرکات سے باز آنے  
 والے نہیں ہیں۔ لہٰذا وہ مالِ خدا کی گرفت میں آکر جہنم رسید ہو گئے۔



الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ  
 بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ  
 لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً  
 وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ  
 وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ⑤ رَبَّنَا وَادْخُلْهُمْ  
 جَنَّاتٍ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ وَمَنْ صَلَحَ  
 مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ  
 إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ⑥ وَقِهِمُ  
 السَّيِّئَاتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ  
 رَحِمْتَهُ ⑦ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ⑧

ترجمہ :- جو اٹھا ہے وہی عرش کو اور جو اس کے  
 ارد گرد ہیں ، وہ تسبیح بیان کرتے ہیں تعریف کے  
 ساتھ اپنے رب کی ، اور ایمان رکھتے ہیں اس پر ، اور  
 بخشش طلب کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان  
 لائے اور کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ! وسیع  
 ہے ہر چیز پر تیری رحمت اور علم ، پس بخش دے  
 ان لوگوں کو جنہوں نے توبہ کی اور تیرے راستے پر چلے

اور بچا اُن کو آگ کے عذاب سے (۷) اُسے بھائے  
 پروردگار! اور داخل کر اُن کو جسے کے باغوں میں جس  
 کا ترے اُن سے وعدہ کیا ہے اور اُن کو بھی جو  
 نیک ہوں اُن کے آداب و اجداد میں سے اور اُن کی بیویوں  
 اور اولادوں میں سے۔ بیشک تو غالب اور حکمت  
 والا ہے (۸) اور بچا اُن کو برائیوں سے اور جس  
 کو تو بچائے برائیوں سے پس بیشک تر نے اُس پر  
 مہربانی فرمائی، اور یہ ہے وہ بڑی کامیابی (۹)

رابطہ آیت

گزشتہ درس میں قرآن کریم کی حقانیت و صداقت اور اس کا وحی الہی  
 کے ذریعے منزل میں اترنا بیان ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی آئمہ صفات کا ذکر ہوا  
 اور انکار کرنے والوں کا شکوہ بیان ہوا۔ یہ کہ لوگ جھگڑا کرتے ہیں جو کہ کوئی نئی  
 بات نہیں کیونکہ اُن سے پہلے لوگوں کو بھی اُس نے اس جہم کی پادش میں جاہک  
 کیا۔ باطل کے ذریعے حق کو مغلوب کرنے والوں کو پہلے سے پہلے لوگوں کا  
 انجام یاد کر لینا چاہیے۔ فرمایا تیسرے رب کی بات ثابت ہو چکی ہے کہ اُس نے  
 لوگ ضرور دوزخ میں جائیں گے۔

عالمین عرش  
 فرشتے

اس کے بعد اللہ نے اہل ایمان کا انجام بیان فرمایا ہے۔ مگر اس سے  
 پہلے اللہ تعالیٰ کی عظمت و حکمت اور جلالت و بزرگی کا ذکر ہے۔ مضمون کی ابتدا  
 عالمین عرش فرشتوں کے ذکر سے ہوئی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے الَّذِينَ  
يُحْمِلُونَ الْعَرْشَ وہ فرشتے جو عرشِ عظیمہ کو اٹھائے ہوئے ہیں وَمَنْ  
حَوْلَهُ اور جو عرش کے ارد گرد طواف کر رہے ہیں۔

..... عرش کے ارد گرد گھومتے والوں کا تذکرہ گزشتہ سورت کے آخر میں  
 میں بھی ہو چکا ہے وَقَرَى الْمَلَأَئِكَةُ حَافِينَ مَنْ حَوْلِ الْعَرْشِ  
 وَالْمُزْمَرِ۔ ۷۵ اور تو دیکھ کہ فرشتوں کو جو عرش کے ارد گرد چکر لگاتے ہیں۔



بہر حال عالمین عرش اور اس کے ارد گرد وٹائے فرشتے عبادِ اعلیٰ میں پہلے درجے کے فرشتے ہیں۔ سورۃ الحاقہ میں ہے کہ آج از عرش الہی کو تھا منے کے چار فرشتے ہیں مگر یٰوَسْبِ ذٰلِکَ رَآیْتُ - ۱۷ قیامت کے دن ان کی تعداد بگڑ جائے گی۔ شاہ عبدالعزیزؒ اپنی تفسیر عمرینی میں بیان کرتے ہیں کہ اس وقت حالات نامول ہیں اس لیے عرش کو تھا منے کے لیے چار فرشتے ہی کافی ہیں مگر قیامت کے دن اللہ کی قہری تمکینات نازل ہوں گی۔ جس کی وجہ سے نقل بہت بڑھ جائے گا، لہذا اُس دن عالمین عرش کی تعداد وگنی کر دی جائیگی حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اِنَّ دُنْیَا کُلَّهَا اُحْدِثَتْ لِحُجَّۃِ اَعَزَّتْ دِی گئی ہے کہ میں عالمین عرش فرشتوں کے متعلق یہ بیان کر دوں کہ ہر فرشتے کی جماعت اس قدر بڑی ہے کہ اُس کی کان کی آہٹ سے کہ کدے تک سات سو سال کی مسافت ہے۔ فرشتوں کی تخلیق کے متعلق امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب حجتہ اللہ البالغہ میں رقمطراز ہیں کہ اللہ نے انسان کی مصلحت کی خاطر فرشتوں کو آدم علیہ السلام کی تخلیق کے ۱۰۰ برس پہلے پیدا فرمایا۔ فرشتوں کے سات طبقات ہیں۔ سب سے بلند ملاو اعلیٰ کی جماعت ہے جن میں عالمین عرش بھی شامل ہیں۔ پھر جہین حول العرش فرشتے ہیں جو عرش الہی کا طواف کرتے ہیں۔ اس کے بعد علیین کے فرشتے ہیں۔ پھر جنّت کے فرشتے، آسمانوں، فضا اور زمین کے فرشتے، یہ تمام ملائکہ اللہ کی لطیف مخلوق ہیں جو ہر وقت احکام الہی کی تعمیل میں مصروف رہتے ہیں۔

شاہ رفیع الدین دہلوی فرماتے ہیں کہ عالمین عرش فرشتوں کے درجے اللہ تعالیٰ کی چار صفات ابداع، خلق، تدبیر اور تدلی کا اظہار ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پہلے یعنی موجود ہے۔ اُس نے آسمان و زمین کو بغیر ثلثے اور ثلثے کے پیدا کیا۔ وہ خالق ہے کہ اُس نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا۔ وہ مدبر بھی ہے کہ ہر چیز میں توازن برقرار رکھا اور ہر چیز کو تدریج نہ کمال تک۔

تَعْلَمُ حَقْدَ اللّٰہِ الْبَالِغَہِ جِبْرِۃُ کَلَامِہِ الْکَثِیْرَ مَسْتَعِیْنِہِ

پہنچانا اشی کا کام ہے۔ اور پھر اُس کی صفاتِ تبارکی کا مضبوط یہ ہے کہ جب تک  
تسکیمِ مادیہ میں انسان کی ساخت مکمل ہو جاتی ہے تو اس کی مدت پر خدا تعالیٰ کو کبھی  
اعظم کا عکس پڑنا شروع ہو جاتا ہے جس کے ذریعے روح کا تعلق عالمِ بالا کے  
ساتھ قائم رہتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ اس وقت تو اس کائنات کی نسبت  
سے اللہ تعالیٰ کی مذکورہ چار صفات کا تصور ہو رہا ہے مگر قیامت کے دن ان  
کے ساتھ چار مزید صفات شامل ہو جائیں گی۔ ان میں سے ایک صفت انگشتوں  
ہے کہ اُس دن ہر چیز کو کھول دیا جائے گا۔ یعنی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے گی۔  
فرماتے ہیں کہ دوسری صفت کمال ہے کہ اس دن ہر چیز اپنی حد کمال تک پہنچی  
ہوگی۔ پھر تیسری صفت تقدیس ہے۔ اُس دن ہر قسم کی نجاست دور ہو کر  
بہ طرف طہارت اور پاکیزگی کا دور دورہ ہوگا۔ اور چوتھی صفت عدل ہے۔ کہ  
اُس دن مکمل عدل و انصاف ہوگا۔ کسی کے ساتھ نا انصافی نہیں ہوگی۔ چونکہ یہ  
صفات آئمہ ہو جائیں گی۔ اس لیے عالمینِ عرش و فرشتوں کی تعداد بھی چار سے  
بڑھ کر آٹھ ہو جائے گی۔

عرشِ عظیم کا ذکر قرآن پاک میں کئی جگہوں پر آیا ہے۔ مثلاً سورۃ توبہ کی آخری  
آیت میں ہے وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ یعنی اللہ تعالیٰ ہی عرشِ عظیم  
کا رب ہے۔ عرش اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی مخلوق ہے۔ مفسرینِ کرام عرش کی نسبت  
کے متعلق فرماتے ہیں کہ عرش کے علاوہ اس کے نیچے کی تمام کائنات کی نسبت  
اس کے ساتھ ایسی ہے جیسے کسی صحرا میں ایک چھوٹا سا کھڑا جھل یا انگوٹھی پڑی  
ہو۔ صاحبِ روح المعانی بیان کرتے ہیں اور بعض آثار میں یہ بھی آیا ہے کہ  
اللہ تعالیٰ نے عرش کو ایک سبز رنگ کے جوہر سے پیدا کیا جس کی کیفیت کو  
مخلوق میں سے کوئی نہیں جان سکا۔ کیونکہ اس کا تعلق عالمِ غیب سے ہے۔ ہر حال  
عرش کی حیثیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی تیز رفتار پرنہ

عرشِ عظیم  
کی نسبت



عرش کے پائے کے ساتھ اسی ہزار سال تک اڑتا ہے تو بھی پائے کی مسافت  
میں نہیں کر سکتا۔

فرشتوں کی  
تسبیح

فرمایا کہ عالمین عرش اور اُس کے ارد گرد مخلوق کو نئے نئے فرشتے جسے مخلوق  
تسبیح و تحمید کہتے ہیں اور دُعا کی تسبیح بیان کرتے ہیں اُس کی تعریف  
کے ساتھ وہ سُبْحَانَكَ قُدُّوسٌ کَافَرٌ دُکْرُکَ خُذْ تَعَالٰی کی تہذیب و تشریح  
بیان کرتے ہیں یعنی خدا تعالیٰ ہر نقص، عیب اور کمزوری سے پاک ہے۔ مگر  
یہ فرشتے ہر وقت تسبیح و تحمید میں مصروف رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ فرشتوں  
پر اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا پورا یقین اور ایمان رکھتے ہیں۔ ایمان بہت بڑی حقیقت  
ہے، اسی لیے ان لوگوں کو بار بار تاکید کی گئی ہے کہ وہ اپنے ایمان کو درست کر لیں اور  
اللہ تعالیٰ کی ذات، اُس کی صفات، توحید، نسب، افعال اور قیامت پر ایمان  
رکھیں اور اللہ تعالیٰ کو وحدہ لا شریک تسلیم کر لیں۔

بخشش کی  
دعائیں

فرمایا، فرشتوں کا ایک فرض منصبی یہ بھی ہے وَیَسْقِطُونَ  
لِلَّذِیْنَ آمَنُوا کہ وہ اہل ایمان کے لیے بخشش کی دعائیں کرتے ہیں۔ اس سے  
ایمان والوں کے درجات کا اظہار مقصود ہے۔ گذشتہ درس میں گزر چکا ہے کہ کافر  
لوگ جہنم رسیدہ ہوں گے۔ مگر مومنوں کے متعلق فرمایا کہ اُن کے لیے اللہ کی پاک  
مخلوق فرشتے بخشش کی دعائیں مانگتے ہیں۔ اُسے پورا دُعا دین کی خدائوں اور  
فرشتوں کو دعائے فرمائے۔ سورۃ التورہ میں ہے کہ فرشتے اپنے پورا دُعا کی  
تسبیح بیان کرتے ہیں اُس کی تعریف کے ساتھ وَکَیْسُخْفِرُونَ اِنَّمَا  
غِیْبُ الْاَرْضِ رَاٰیْتَهُ ۵ اور زمین کے ہر باسی کے لیے یعنی عام انسانوں  
کے لیے بھی حضرت کی دعائیں کہہ رہے ہیں کہ مولا کریم! ان کو فوری سزا نہ دے  
بلکہ بہت سے دے شاید کہ یہ کافر اور مشرک بھی ایمان سے آئیں اور تیرے  
مغضرب سے نئی باتیں۔ البتہ اہل ایمان کے لیے خاص طور پر بخشش کی  
دعائیں کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ فرشتے یہ بھی عرض کرتے ہیں: اَبْنَا وَصِيعَتُكَ كُلَّ شَيْءٍ  
وَحَمْدًا وَحَمْدًا اے ہمارے پروردگار! تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز پر وسیع  
 ہے، تو رحمان و رحیم اور عظیم کل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خود اپنا بیان ہے: وَرَبُّكَ يَخْلُقُ  
وَصِيْعَتُ كُلِّ شَيْءٍ رَّاٰ عَرَاٰ۔ ۵۶: میری رحمت ہر چیز پر وسیع ہے  
 سزا تو میں غاص مکرموں کو ہی دیتا ہوں مگر بے بری کائنات میری رحمت سے ہی  
 مستفید ہو رہی ہے۔ تو فرشتے عرض کرتے ہیں: اَمَّا كَرِيْمٌ! تیری رحمت اور  
 علم ہر چیز پر وسیع ہے فَاعَذِّبْهُ بِالَّذِيْنَ كَانُوْا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَّبِّكَ  
 ان جنہوں نے تو پر گہری جو اپنی نااہلی کو تسلیم کر کے تیری طرف رجوع رکھتے ہیں  
فِيْزُوْا بِسَبْحٍ سَبِيْحٍ۔ ہر تیرے راستہ پر چلتے ہیں، ایمان اور نسی کا  
 جو راستہ تیرے پیروں نے بتایا وہ اس پر کامزن ہیں، لہذا ہماری درخواست  
 ہے وَفِيْهِمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ پیغمبر کو ان کو روزِ آخر کے عذاب پہنچے  
 اللہ کے فرشتے یہ دعا بھی مانگتے ہیں: وَاٰخِرُ نَسْرِهِمْ جَدَّتْ  
عَذَابِيْ اے اللہ! یاد کردہ اہل ایمان کو رہائش کے باغوں میں داخل فرما، جنت  
 عدن کو معنی ایسا باغ ہے جو رہائش کے لیے یہیں استعمال کیا جا سکے۔ عام رہائش  
 میں تو درخت اور پوسے وغیرہ ہی ہوتے ہیں مگر قابلِ رہائش باغات میں رہائش کی تمام  
 سہولتیں ہی میسر ہوتی ہیں۔ تو فرشتوں کی دعا یہ ہوتی ہے کہ مُورَدٌ كَرِيْمٌ اپنے ان بندوں  
 کو رہائش باغات (جنت عدن) میں داخل فرما اَلَيْتِيْ وَعَدَ تَقْصُرُ جن کا تو  
 نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے۔ نہ صرف ان کو جنت عدن میں داخل عطا فرما۔  
بَلَدٌ وَمَكَّةٌ مَّكَّةٌ مِّنْ اَبْنَاءِ۔ اور ان کے آباؤ اجداد میں سے کسی شخص  
 کو کوئی کمی یا نعمت عطا فرما۔ اس کے علاوہ وَاَزْوَاجُهُمْ وَذُرِّيَّتُهُمْ  
 ان کی بیویوں اور اولادوں کو بھی جنت میں داخل فرما۔ یہ سب ایمان کی برکت ہے  
 کہ فرشتے نہ صرف اہل ایمان بلکہ ان کے نیک آباؤ اجداد بیویوں اور اولاد کے  
 لیے بھی ایسی ہی دعائیں کرتے ہیں۔

جنت میں  
 داخل کی جائیں



حضرت انسؓ کی روایت میں آتا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں اللہ کے رسول ﷺ سے  
 خدمت اور جہاد میں تھا اور حضرت عمر فاروقؓ سے محبت رکھتا ہوں اگرچہ میں ان  
 جیسے نیکی کے کام تو نہیں کر سکتا مگر مجھے اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ  
 مجھے ان بزرگوں کی محبت نصیب ہوگی۔ مقصد یہ کہ ایمان اور فرشتوں کی دعا  
 کی بدولت اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے لواحقین کو بھی انہی کے ساتھ ملا دے گا۔  
 شاد عبد القادرؒ یہ تحریر اس طرح بیان کرتے ہیں کہ کوئی آدمی اچھا عمل کرتا  
 ہے مگر اس کے لواحقین اس درجہ کو نہیں پہنچ پاتے مگر اللہ تعالیٰ ایمان اور ان  
 کے نیک جذبہ کی برکت سے انہیں بھی اعلیٰ مقام عطا کرے گا۔ اگرچہ وہ نیک  
 کام کثرت کے ساتھ نہیں کر سکے مگر ان میں جذبہ موجود ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ  
 تو مشیت سے تو ہم بھی نیک کام انجام دیں ۱۰۰ ہزار اہیت میں موجود ہے۔ کہ  
 جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور پھر ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کی  
 پیروی کی تو ہم ان کو بھی اہل ایمان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے اعمال میں  
 کسی قسم کی کمی نہیں کریں گے۔ اہل ایمان اس بات پر خوش ہو جائیں گے کہ اہل  
 کے لواحقین بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں۔ الغرض! فرشتے بھی ایمان اور  
 ان کے لواحقین کے حق میں دعائیں کرنے کے ساتھ ساتھ رب تعالیٰ  
 کی صفات بھی بیان کریں گے اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُورُ الْكَرِيمُ۔ ذکر!  
 بیشک ترغالب بھی ہے اور حکمت والا بھی۔ تو ہر چیز پر قادر ہے لہذا غالب  
 ہے اور اہل ایمان کو ملنے والے انعامات تیری حکمت کے عین مطابق ہیں۔

معاصی سے  
 بچاؤ کرنا

اللہ کے مقرب فرشتے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال بھی کرتے ہیں کہ پھر کیا؟  
فَرَقَهُمُ الْمَلَائِكَةُ۔ یعنی ان نیک بندوں کو پانچوں سے محفوظ رکھ دے گا۔  
وَمَنْ تَبَعَ الْمَلَأِئِكَةَ يُوسِّدُوا فَوْقَ رُءُوسِهِمْ جس کو تو نے آج  
 پانچوں سے بچا لیا۔ بیشک تو نے اس پر صراطی فرمائی۔ اگر کوئی شخص دنیا میں کفر و  
 شرک، بدعات اور معاصی سے بچ گیا تو مجھ کو کہہ کہ اللہ نے اس پر خاص مہربانی

فرمانی ہے۔ اس کی حقیقت ترقیامت کو ہی سمجھنے کی۔ کیونکہ دنیا میں تو مجمع پرہیز  
 نہیں چلتا کہ کوئی شخص گناہوں میں غوطہ کھائے اور کس کو اللہ نے بچا لیا ہے۔ قرآن  
 وَذَلِكُمْ هُوَ الْغَوْرُ الْعَظِيمُ بِهِ نَبِّئُكُمْ كَمَا مِثْلُ هَذَا فِي سَبْعٍ مِثَالٍ  
 نَصِيبٍ مِمَّا بَيْنَ يَدَيْهِ۔ اللہ کے بتلانے ہوئے راستے پر حسب توفیق چلتا ہے اور  
 بڑائیوں سے بچ جاتا ہے۔ جو شخص ایسی حالت میں قیامت کے دن میدانِ حشر میں  
 حاضر ہوگا۔ اس کو بہت بڑی کامیابی حاصل ہوگئی۔ اللہ کی رحمت اس کے شامل  
 حائل ہو جائے گی۔ حضرت نصیب ہوگی اور وہ جنتِ عدن میں پہنچ جائے گا۔  
 ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ کے فرشتے دعا فرماتے ہیں۔

---



إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنَادُونَ لِمَقْتُ اللَّهِ أَكْبَرُ  
 مِنْ مَقْتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى  
 الْإِيمَانِ فَتَكْفُرُونَ ⑩ قَالُوا رَبَّنَا آمَنَّا  
 اثْنَتَيْنِ وَاحِدَتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْتَ  
 بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَى خُرُوجٍ مِنْ سَبِيلٍ ⑪  
 ذَلِكَ بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ  
 وَلَئِنْ تُشْرِكُوا بِهِ تَلْمِزُوهُ فَالْحُكْمُ لِلَّهِ  
 الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ ⑫

ترجمہ :- بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کا راستہ  
 اختیار کیا ، وہ پہلے جانیں گے اور ان سے کہا جائیگا  
 اگر تم کو ناراضگی زیادہ بڑی ہے تمہاری اپنی جانوں پر  
 ناراضگی سے ، جب تمہیں ایمان کی طرف بلایا جائے تھا  
 تو تم کفر کرتے تھے ⑩ وہ کہیں گے ، اے ہمارے  
 پروردگار ! تو نے موت دی ہیں وہ دفعہ اور زندہ کیا  
 وہ دفعہ ۔ پس ہم اقرار کرتے ہیں اپنے گناہوں کا ،  
 پس کیا نکلنے کا کوئی راستہ ہے ؟ ⑪ یہ اس لیے کہ  
 عرب یکساں جاتا تھا اللہ وحدہ لا شریک کو تو تم کفر کرتے  
 تھے اور اگر شرک کیا جاتا تھا اس کے ساتھ تو تم یقین کر لیتے  
 تھے ۔ پس حکم اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو بلند اور بڑا ہے ⑫

گزشتہ آیت میں پہلے قرآن پاک کی حقانیت اور اس کا وحی الہی ہونا ذکر ہوا، پھر اللہ تعالیٰ کی آٹھ صفات بیان ہوئیں اور کافروں کے شریر علی کا شہود کیا گیا۔ اللہ نے پہلی قوموں کا حال بیان کیا اور ان کے انجام سے خبردار کیا۔ پھر اللہ کے قبول کے ساتھ دعا دے گئے تھے کہ تمہاری لوگوں کی مخالفت کو حال بیان ہوا۔ اس کے بعد اللہ نے اہل ایمان کے مرتبہ اور ان کے انجام کا ذکر کیا، فرمایا کہ عاقلین عرش اور اس کے دیگر و طہرات کرنے والے ہوں گے مگر مقررین اہل ایمان کے لیے بخشہ شو کی دعا میں کہتے ہیں جن کے صلے میں اللہ تعالیٰ انہیں جنت عدن میں لے جاتا ہے۔

فرمانے لگا۔

کفار کی  
حسرت

اب آج کے درس میں کفار کی اس پریشانی اور حسرت کا ذکر کیا ہے جو ان کو قیامت کے روز پیش آئے گی۔ ارشاد ہوا ہے ان الذین کفروا یبیک وہ لوگ جنہوں نے اس دنیا میں کفر کا مستیوہ اختیار کیا یعنی اللہ کی ذات، صفات، توحید، ایمان، شریعت، انبیاء، کتب مبارکہ، مانکر اور آخرت کے دن کا انکار کیا یبیک آجی کو یاد کرنا چاہئے گا۔ لَعَلَّکُمُ اللّٰہُ اَکْبَرُ مِنْ مَّقَاتِکُمْ اَنفُسُکُمْ اللہ کی بڑائی کی زیادہ بڑی ہے تمہاری اپنی جانوں پر بڑائی سے۔ قیامت والے دن جب کفار کو اپنا انجام نظر آنے لگے گا تو انہیں اپنی سابقہ کارکردگی پر سخت افسوس ہوگا جس کی بنا پر وہ اپنے آپ پر نصرت اور ناراضگی کا اظہار کریں گے کہ ہم دنیا میں غلط راستے پر کیوں چلتے تھے جس کی وجہ سے یہ انجام ہوا۔ دیکھنا پڑا میرا عمر سے آؤں آئے گی کہ آج اللہ تعالیٰ تمہارے نہیں قدرتا جس سے تمہاری اپنی جانوں پر بڑائی تو اس کے مقابلے میں کچھ حیثیت نہیں رہتی یعنی اللہ کی بڑائی تو اس سے زیادہ شدید ہے۔ فرمایا اللہ کی ناراضگی تو اس وقت بھی بڑی تھی اذ تَدْعُونَ اِلَی الْاِیْمَانِ جب تمہیں ایمان کی دعوت دی جاتی تھی فَتُکْفَرُونَ تو تمہارے قبول کرنے سے انکار کر دیتے تھے۔ تمہارے پاس اللہ کے نبی آئے۔ کتابیں آئیں جن کے ذریعے تمہیں اللہ کے احکام اور شریعت پہنچانے کے



مقرر ہوا اس وقت ضرور وکیل میں ملے گا اور ہر چیز کا انکار کرے گا۔ جب یہ  
 تمہیں دیکھتا ہے کہ تم اس سے ڈرا رہا ہو تو اس وقت اس انکار کو  
 تھے اور کہتے تھے کہ کوئی قیامت نہیں، نہ کوئی محاسبہ اعمال ہے اور نہ کوئی  
 سزا اور جزا۔ اللہ تعالیٰ تو اس وقت بھی تم سے سخت ناراض تھا۔ آخر وہ لوگوں  
 ناراض نہ ہوا۔ جب کہ حق کی سچائی کے بارے میں کوئی شک نہ رہا پتا ہے  
 اور توحید کی سچائی کے بارے میں کوئی شک نہ رہا۔

دنیا میں  
 دوسری  
 دنیا میں

غریب قیامت کے دن کافر لوگ حسرت و یاس کا اظہار کریں گے قَالُوا  
اَوْ رَدُّنَا اِلٰی رَبِّنَا اَمْ لَمَّا اُنْشِئْنَا اَشْشَفٰیْنِمْ وَاَحْيٰیْنَا اَمْثَلٰیْنِمْ  
 اے جاہلے پروردگار! تو نے ہمیں دو دفعہ موت دی اور دو دفعہ زندگی بخشی،  
فَاَعْمَرْنَا بِذُنُوْبِنَا پس ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں کہ ہم سے  
 واقعی غلطیاں ہوئی ہیں اور ہم نے بڑے کام انجام دیے ہیں فَهَلْ اِلٰھٌ  
خَرُوْجٌ مِّنْ سَبِیْلِیْ میں کیا ہے نکلنے کا کوئی راستہ۔ مطلب یہ ہے  
 کہ کس طرح ہم واپس دنیا میں جا کر اپنے سابقہ اعمال کی عافی کریں اور نیک اعمال  
 انجام دینے لگیں۔ اس مرتبہ ہم کفر و شرک سے توبہ کا اعلان کریں گے ایمان اور توحید  
 کو قبول کریں گے، تو کیا یہاں سے نکل کر واپس جانے کی کوئی صورت ہے؟  
 مگر یہ ناممکن ہوگا۔ سورۃ الانعام میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، حَقِیْقَتٌ یَّہُے  
وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهٰوْا عَنْهُ رَاٰیْتُ اَکْثَرَهُمْ لٰدٰیْنِیْ دنیا  
 میں واپس بھیج دیا جائے تو پھر وہی برے کام ہی کریں گے جن سے انہیں  
 منع کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی استعداد کو جانتے ہیں لہذا وہ انہیں دنیا  
 میں دوبارہ واپس نہیں بھیجیں گے۔

دوسری  
 دنیا میں

دوسری موت و حیات کے متعلق مفسرین کہتے ہیں کہ پہلی موت اس  
 دنیا میں آتی ہے اور انسان کو برزخ میں سوال و جواب کے لیے زندہ کیا جاتا ہے  
 اس کے بعد اس پر دوسری مرتبہ موت طاری ہوتی ہے اور حشر کے دن اسے دوبارہ





اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے تمام ارواح انسانی کو نکال کر ان سے  
عید و پیمان لیا تھا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ فَالْتَوَانَسِلُوْا عِزِّي (اعراف - ۵۲) اللہ نے  
پوچھا تھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ تو سب نے جواب دیا تھا، کیوں نہیں،  
تو یہی ہمارا پروردگار ہے۔ اس نکتہ کے بعد اللہ نے سب پر موت طاری کر دی  
اور یہ انسان کی پہلی موت ہے۔ پھر ان کی پیدائش کے وقت دوسری زندگی  
دی اور پھر جب اس کا وقت پورا ہو جاتا ہے تو دوبارہ موت ملے دیتا ہے  
پھر جب حشر قائم ہوگا تو ان کو دوسری دفعہ زندگی نصیب ہوگی۔ اس طرح  
دوامت اور دو زندگیاں ہو گئیں۔

شُرکاء  
اختیار

فرمایا حشر و ان دن کا فر لوگ سخت مشغلی میں ہوں گے اور خود اپنے آپ پر  
نا اطمینان اور نفرت کا اظہار کریں گے۔ اللہ نے فرمایا ذَلِكُمْ بِاَنَّهُمْ اَدْعٰوْا  
اِلٰهًا وَّحِدًا كَفَرُوْا بِهٖ اِسْمُہٗ اس وجہ سے کہ دنیا میں جب تمہیں اللہ وحدہ  
لا شریک کی طرف بلایا جاتا تھا کہ صرف اللہ تعالیٰ کو ہی معبود برحق مانو، اُنکی پر  
ایمان لاؤ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ تو تم اس دعوت کا انکار کر  
دیتے تھے، اور کہتے تھے کہ اللہ کے علاوہ ہمارے سفارشی بھی ہیں جن کو  
اللہ نے اختیار سے رکھا ہے، وہ ہماری جگہ پر بنا دیتے ہیں اور اللہ کے قرب  
دلاتے ہیں۔ اللہ نے ان پر ان کو میت کی چار ڈال رکھی ہے اور یہ ہماری مشکلا  
کو حل کر دیتے ہیں۔ چنانچہ تم نے دنیا میں کسی کو خدا تعالیٰ کا بیٹا تسلیم کیا اور  
کسی کو ممتاز مانا، بعض کے متعلق یہ عقیدہ قائم کر لیا کہ ہم بڑا راست خدا کو  
راضی نہیں کر سکتے، ہم ان سجدوں کو راضی کرتے ہیں تاکہ یہ آگے اٹھ کر راضی  
کر سکے ہیں سچا نہیں۔ غرضیکہ تم نے کفر کے حق میں طرح طرح کے علیحدہ بن  
کئے تھے جس کی بنا پر اللہ وحدہ لا شریک کا انکار کرتے تھے قرآن ہے  
یَسْتَدِیْنُ بِہٖ تَوَحُّدًا اور اگر اس کے ساتھ شرک کیا جاتا تھا۔ اس کے  
ساتھ دوسروں کو بھی حاجت بردار اور مشکل کشا کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا

ان کے سامنے تضرع و تپائش کی باقی اُمی، اور ان کو سچے سے کیے جاتے تھے تو  
 تم اس پر یقین کر لیجئے تھے کہ یہ بالکل ٹھیک ہو رہا ہے۔ مطلب یہ کہ تم ایمان  
 اور توبہ کا اظہار کرتے تھے اور شر کے کاموں پر خوش ہوتے تھے۔ یہ اسی جرم کا  
 نتیجہ ہے جو تمہارے سامنے ہے اور تمہیں اپنی سابقہ زندگی پر افسوس ہو رہا ہے۔  
 اور خود اپنے آپ سے یزوری کا اظہار کر رہے ہو۔ آج تم اس نصیحت سے  
 بچنے کی راہ تلاش کر رہے ہو اور دوبارہ دنیا میں جا کر سابقہ اعمال کی تلافی کرنا  
 چاہتے ہو مگر اب یہ موقع نہیں مل سکتا۔ عمل کی دنیا ختم ہو کر جہنم کے عمل کی منزل  
 آچکی ہے۔ اب تمہیں اپنی گدائی کا سزا چکھنا ہی ہوگا۔

فرمایا حقیقت یہ ہے فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ اے فیصلہ  
 اللہ کے ہاتھ میں ہے جو بلند و بڑا اور بڑائی کا مالک ہے۔ آج کسی دوسٹر کا  
 حکم نہیں مل سکتا۔ ہر چیز اللہ وحدہ لا شریک کے اختیار میں ہے۔ تمہیں طوعاً و  
 کرہاً اُسی کے حکم کے سامنے اپنی گردن کو جھکانا ہوگا۔ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں



هُوَ الَّذِي يُرِيكُمْ آيَاتِهِ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِنَ  
 السَّمَاءِ رِزْقًا وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَنْ يُنِيبُ ⑬  
 فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ  
 الْكَافِرُونَ ⑭ رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ  
 يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ  
 عِبَادِهِ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ⑮ يَوْمَ هُمْ  
 بَارِزُونَ لَا يَخْفَى عَلَى اللَّهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ  
 لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ⑯  
 الْيَوْمَ تُجْزَى كُلُّ نَفْسٍ نَبِمَا كَسَبَتْ لَا  
 ظُلْمَ الْيَوْمَ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ⑰  
 وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْأَزْفَةِ إِذِ الْقُلُوبُ  
 لَدَى الْحَنَاجِرِ كَاشِفِينَ ⑱ مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ  
 حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ ⑲ يَعْلَمُ خَائِضَةَ  
 الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ⑳ وَاللَّهُ يَقْضِي  
 بِالْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَقْضُونَ  
 بِشَيْءٍ إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ㉑

قرچہ سے اللہ تعالیٰ وہی ہے جو دکھاتا ہے تمہیں اپنی  
 نشانیاں، اور امانت ہے آسمان کی طرف سے تمہارے لیے  
 روزی۔ اور میں نصیحت حاصل کرتا ہوں ہر شخص جو  
 جمع رکھتا ہے (۳) پس پکارو اللہ تعالیٰ کو اس حال  
 میں کہ غائب کرنے والے ہو اُسی کی امانت اگرچہ  
 ناپسند کرنے میں اس کو کفر کرنے والے (۴) وہ بلند  
 درجوں والا ہے، عرش کا ملک ہے۔ اذرا ہے روح  
 (۵) اپنے حکم سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں سے  
 تاکہ ڈرائیں وہ مخلوق کے دن سے (۱۵) جس دن  
 وہ ظاہر ہونے والے ہوں گے۔ نہیں مخفی ہو کر  
 اللہ کے سامنے اُن میں سے کوئی چیر۔ کس کے لیے  
 ہے بادشاہی آج کے دن، اللہ تعالیٰ کے لیے جو ایک  
 اور دہانہ والا ہے (۱۶) آج بدل دیا جائے گا ہر شخص  
 کو جو اُس نے کہا۔ نہیں زیادتی ہوگی آج کے دن۔  
 بیشک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے (۱۷) اور  
 ظور دہ آپ، اس کو قریب آئے ہیں دن سے  
 جب کہ دل گھوم رہا ہے، پہنچ رہے ہوں گے، نہیں  
 ہوگا ظالموں کے لیے کوئی دوست اور نہ کوئی سفارشی  
 جس کی بات مافی جہنم (۱۸) وہ جانتا ہے جہنم کی  
 خیانت کو اور جس چیر کر بیٹے چھپاتے ہیں (۱۹) اور  
 اللہ تعالیٰ فیصلہ کرتا ہے حق کے ساتھ۔ اور جن کو  
 یہ پکارتے ہیں اُس کے سوا، وہ نہیں فیصلہ کرتے کسی  
 چیز کا۔ بیشک، اللہ تعالیٰ ہی ہے وہ سننے والا اور دیکھنے والا (۲۰)



بیت

گذشتہ آیت میں فرمایا کہ قیامت نکلے وہی کافر لوگ خود اپنے آپ پر غصے،  
 ناراضگی اور خیر کی خواہش کے ساتھ کہ انہوں نے دنیا میں ایمان قبول  
 کیوں نہ کیا، مگر ان سے کہا جائے گا کہ تمہیں، جی اس ناراضگی سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی  
 اس وقت بھی زیادہ قوی تر ہے تمہیں ایمان کی دعوت دی جاتی تھی اور تم اس پر گریختے  
 تھے۔ پھر وہ اپنے کفر اور کفر کے سبب خیر کی خواہش ظاہر کریں گے کہ انہیں  
 دنیا میں دوبارہ بھیج دیا جائے تاکہ وہ اپنے ساتھ جتنا دنیاوی اعمال کی عاقبت کر سکیں،  
 مگر یہ ممکن نہ ہوگا، اگلی کو سزا دی کر دیے گی۔ کیونکہ دنیا میں جب اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کو پکارا جاتا تھا تو یہ لوگ انکار کرتے تھے، اور جب شریک بائیں ہوتی تھیں تو  
 ان پر یقین کر لیتے تھے۔ اللہ نے فرمایا کہ آج کے دن فیصلہ اللہ کے ہاتھ میں ہے  
 مہجروں کو سزا ضرور ملے گی اور ان کے ہر نفعی کی کوئی صورت نہ ہوگی۔

نشان  
قدت

اب آئی کے دوسری میں اللہ تعالیٰ نے اسی قدر بت کے بعض نشانات پیش  
 کیے ہیں جو دراصل توحید میں ہیں اور ساتھ ساتھ حضرت علیؑ کا ذکر بھی کیا ہے۔ ارشاد  
یَوْمَ لَا يَنْفَعُ الْإِيمَانُ لِمَنْ كَفَرَ بِهِ كَمَا لَا يَنْفَعُ الْإِيمَانُ لِمَنْ كَفَرَ بِهِ  
 تمہیں اپنی قدرت کی نشانیاں دکھاتا ہے۔ ایں نشانوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ  
 کی وحدانیت اور اس کی عظمت سمجھ میں آسکتی ہے۔ فرمایا ایک نشانی یہ ہے  
وَبِالنَّوْلِ كَمَا يَصْرَفُ السَّمَاءُ رِزْقًا لَهُ وَهُوَ يَصْرِفُ السَّمَاءَ  
 طرف سے روزی نازل فرماتا ہے۔ سورۃ آلہ ریت میں وضاحت کے ساتھ  
 فرمایا ہے۔ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ وَالنَّجْمِ إِذَا تَوَلَّىٰ سَافِرًا ۲۲  
 اور آسمانوں پر رات گھومتی ہے اور جو سفر سے واپس آتا ہے۔ مطلب یہ ہے  
 کہ رزق کا آمد اوپر سے آتا ہے اور پھر زمین پر آتا ہے اور جو سفر سے واپس آتا ہے۔  
 کیا آپ سمجھتے ہیں کہ وہ ضرور آئے والی ہے اس کو حکم میں عالم بالا سے ہی آتا ہے۔  
 پھر حال روزی کو آسمان کی طرف سے نازل ایک نور اس وجہ سے ہے کہ اس سے  
 حکم آتا ہے اور وہ زمین پر آتا ہے کہ پھر اس میں گویا کی طرف سے ہوتا ہے

کے ذریعے آتی ہے۔ جس سے زمین میں روئیدگی پیدا ہوتی ہے اور پھر رزق کا سدقہ  
 آج اچل۔ سبزیاں وغیرہ پیدا ہوتی ہیں۔ اللہ نے سورۃ نحل میں اسی بات کو ایک  
 دوسرے رتہ میں بیان کیا ہے وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (آیت ۲۰) تمہیں آسمان و زمین سے روزی کون پہنچا ہے  
 کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود بھی ہے؟ مطلب یہ ہے کہ روزی رسال  
 فقط اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس کے ساتھ کوئی بھی شریک نہیں۔ اللہ  
 کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں ہے کہ وہ بارش برسا کر زمین سے پھل لاج اور  
 سبزیاں پیدا کر سکے۔ اگر انسان صرف ایک اسی دلیل میں غور و فکر کرے تو  
 اُسے اللہ کی وحدانیت سمجھ میں آجائے اور وہ شرک میں کبھی غلط نہ ہو رہے ہو۔  
وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَنْ يُغِيبُ نَفْسَهُ وہی شخص حاصل کرتا ہے جو  
 خدا کی طرف رجوع رکھتا ہے۔ جو شخص اپنی غلطی سے توبہ کرے اللہ تعالیٰ کی طرف  
 رجوع کریتا ہے۔ وہی ان دلائل میں غور و فکر کر کے صحیح نتیجے پر پہنچ سکے گا۔  
 فرمایا جب آسمان کی طرف سے روزی اللہ تعالیٰ ہی نازل فرماتا ہے۔

ترجید  
 استقامت

فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ترجمہ بندگی اور عبادت بھی خاص  
 اُسی کے لیے کرنے والے ہو اور کسی کو اس کا ساجھی اور شریک نہ بناؤ۔ خاص  
 اللہ ہی کو پکارو وَلَوْ كُفِّرُوا كُفْرًا اگرچہ کفر کرنے والے اس چیز کو  
 تائب نہ ہوں۔ آگے اللہ تعالیٰ کی شان بیان ہو رہی ہے کہ وہ ذات رَفِيعُ  
الدَّرَجَاتِ بلند درجات والی ہے۔ یاں پر درجات کا مطلب یہ ہے کہ اس  
 کی تمام صفات کامل مرتبے کی ہیں گریہ وہ ذات تمام خوبیوں کی صفات کے ساتھ  
 مستحق ہے۔ اُس کی صفات میں کوئی نقص یا عیب نہیں۔ وہ بلند صفات  
 کا مالک ہے۔ یہ تو رفیع الدرجات کا لازمی معنی ہو گیا۔ لیکن بعض مفسرین  
 اس کا مستعدی معنی بھی کہتے ہیں۔ رفیع صفت مشبہ کا صیغہ ہے جو فاعل کے  
 معنی میں آتا ہے یعنی وہ درجات کو بلند کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ



بندوں انبیاء و رسل اور حسب المراتب دیگر عاقلین کے درجات کو بلند کرنے والا ہے۔  
 اُس کو یہ شائبہ ہے: لِكُلِّ دَرَجَةٍ مَعًا عَمَلٌ (الاحقاف - ۱۹) ہر  
 شخص کے لیے اُس کے عمل کے مطابق درجات ہوں گے، وہی درجوں کو بلند  
 کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ ذو العرش عظیم عرش عظیم کا ایک بھی ہے۔ یہ عرش الہی  
 بہت بڑی چیز ہے۔ جس کو اللہ کے مقرب فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں اور اس  
 کے ارد گرد اسے فرشتے اس کا طواف اور اللہ کی تسبیح و تحمید بیان کرتے ہیں۔  
 عرش پر ہر وقت خدا تعالیٰ کی تجلیات نازل ہوتی رہتی ہیں جو ساری کائنات کو  
 رنگین بناتی ہیں۔ اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اور پھر وہ چٹ کر واپس  
 جاتے ہیں۔ یہ ہر حال اللہ تعالیٰ عرش عظیم کا ایک ہے۔

وحی الہی  
 کا نزول

آگے اللہ تعالیٰ کی یہ صفت بھی بیان ہوئی ہے يُنَزِّلُ الرُّوحَ مِنْ  
أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا  
 ہے اپنے حبیب سے روح اتارتا ہے۔ روح کا اطلاق وحی الہی پر بھی ہوتا ہے۔  
 اور روح الہی پر بھی۔ وحی کا لفظ معنی پوشیدہ بات ہے اور مطلب یہ ہے  
 کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں پر وحی نازل فرماتا ہے جو اللہ کے احکام اور شریعت  
 و دستور لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ نزول وحی کا سلسلہ اللہ نے حضرت آدم  
 علیہ السلام سے شروع کر کے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا  
 ہے۔ وحی کے ذریعے نازل ہونے والی اللہ کی آخری کتاب قرآن مجید  
 پر گرامر اب قیامت تک آنے والے لوگوں کے لیے نافذ العمل ہے۔ اس  
 کے بعد نہ وحی کا نزول ہوگا۔ نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ کوئی کتاب۔

فرمایا وحی الہی کے نزول کا مقصد یہ ہے لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ  
 تاکہ جس پر وحی الہی نازل ہوئی ہے وہ ملاقات یعنی قیامت کے دن سے  
 ڈرے۔ اس کو یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ اس دن کے فیصلے کو لوگوں کو  
 ڈرائے۔ تَذِقُ كَذِبِي یعنی آپس میں ملنا ہوتا ہے اور قیامت کے دن سب

لوگ ہیں بائیں گے یعنی اکٹھے ہو جائیں گے۔ اس سر کا یہ مطلب بھی ہے کہ ظاہر اور مظلوم اکٹھے ہو جائیں گے اور پھر ایک دوسرے پر کی گئی زیادتی کا بدلہ طلب کریں گے۔ اسی طرح غلام اور مہجور اور غلام اور مہجور بھی اکٹھے ہوں گے اور آپس میں جھگڑا کریں گے۔ غرض قیامت والے دن سب اکٹھے اکٹھے ہوں گے اور اپنے اپنے اعمال کا نتیجہ حاصل کریں گے۔ فرماؤ نزول حق کا مقصد یہ ہے کہ اس دن سے لوگوں کو ڈرا دیا جائے، کہ دنیا میں کوئی ایسا کام نہ کریں جس کی اس دن سزا ملگنی پڑے۔

بادشاہی چکر  
الشرک

اس قیامت والے دن کے متعلق فرمایا لَوْ عَرَّهْتُمْ بَارِئُ زُؤْمِكُمْ جس دن مرد ظاہر ہونے والے ہوں گے۔ بروز کا معنی باہر نکلنا ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ جس دن لوگ قبروں سے باہر نکلیں گے۔ اُس وقت کھٹے میدان میں ہوں گے جہاں کوئی شجر، حجر، پتھر یا آڑ نہیں ہوگی۔ بلکہ ہر شخص دوسرے کو اپنے سامنے پائے گا۔ لَا يَخْفَىٰ تَلَىٰ الْفَلَكِ مِنْهُمْ شَيْءٌ اللہ کے سامنے ان میں کوئی چیز مخفی نہیں ہوگی۔ ہر ظاہر و باطن سامنے آجائے گا۔ دنیا میں تو انسان روپوش بھی ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات حکومت بھی انہیں تلاش کرنے میں ناکام رہتی ہے مگر اُس دن کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہے گی۔ حتیٰ کہ لوگوں کے سینوں کے راز بھی کھل کر سامنے آجائیں گے۔ اُس وقت آواز آئے گی يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آج بادشاہی کس کی ہے؟ اُس وقت کوئی جواب نہیں دے سکے گا۔ دنیا کے بڑے بڑے بادشاہان اور فوجی بھڑیل انگشت بندہ ان ہوں گے اور کسی کو دم نہ ملے گی بہت نہیں ہوگی، سب خاموش ہوں گے، پھر اللہ تعالیٰ خود ہی جواب دے گا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آج بادشاہی سرور خدا کے ہاتھ کی ہے جو دہاؤ والا ہے۔ اُس کے سامنے ہر چیز مغلوب ہے۔ آج اسی کا حکم غالب ہے۔

مفسرین کلام تفسیری روایات بیان کرتے ہیں کہ جب صور پھونکا جائے گا تو ساری مخلوق ہلک جویاں ہوگی۔ سوائے جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے۔



اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اب کون باقی رہ گیا ہے۔ اسرائیلیاں عرض کرے گی، پروردگار! ہمیری ناست ہے اور جبرائیل اور میکائیل میں۔ ان کے علاوہ تیسرا یہ بندہ اسرائیلی ہے، جو غور چھوڑ کے پر عامور ہے۔ اللہ فرمائے گا جبرائیل اور میکائیل کہ جو توں کو دور، پھر ایسا ہی ہوگا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اسرائیلی سے کہے گا، کہ تم بھی سر ہار تو رہو بھی ہلاک ہو جاتے گا۔ اور کوئی بھی باقی نہیں بچے گا، اُس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آج بادشاہی کس کی ہے، بڑے بڑے ظالم، جاہل اور دغوباز کی ہونگے مگر کوئی جواب نہیں آئے گا۔ پھر اللہ خود ہی فرمائے گا کہ آج کے دن بادشاہی اللہ کی ہے جو واحد اور قادر ہے۔

جبرائیل  
کی منزل

ارشاد ہوتا ہے الْيَوْمَ نَخْذِي مِكْلًا نَّفْسٍ لِّبَاكِبَتٍ اُجْرٍ نفس کو اُس کی کھانی کا بدلہ دے گا۔ دنیا میں اُس نے جو بھی اچھا یا برا عمل کیا ہے اُس کی جزا یا سزا ملے گی۔ سورۃ المدثر میں ہے مِكْلًا نَّفْسٍ لِّبَاكِبَتٍ دھیسٹہ کی آیت ۴۸۰ اُس دن ہر شخص اپنی کھانی کا سرزدون ہوگا۔ یعنی اس میں چھٹا ہوا ہوگا۔ اُس نے دنیا میں رو کر اپنے اندر جو بھی اعمال کر دیا یا اطلاق جمع کیے ہیں، وہ سب محفوظ ہوں گے اور کوئی تھوڑے سے چھوٹا عمل بھی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ سب مدد آجائے گا۔ اور ہر شخص کو اُس کا بھگوان کرنا پڑے گا۔ مگر ایک بات ہے لَا ظُلْمَ اَلْيَوْمَ آج کے دن کسی پر زیادتی نہیں ہوگی، دنیا میں تو لوگ ایک دوسرے پر ظلم کرتے رہے اور ایک دوسرے کا حق نامانوس طریقے سے غصب کرتے رہے مگر آج حق و انصاف کا بول بالا ہوگا۔ اسی لیے اس دن کو يَوْمَ الدِّينِ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ پورے پورے ہمارے ہمارے کا دن ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ حساب کتاب شروع کرے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ بے شک وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ وہ ہر ایک کے عقیدہ اور عمل کے مطابق فیصلہ کرے گا اور کسی کے ساتھ زیادتی نہیں ہوگی۔

پھر تاکید فرمائی وَأَذِفْهُمْ يَوْمَ الْاِزْفَةِ آپ ان کو قریب

آئے والے دن سے ڈراویں۔ اس سے مراد قیامت ہے کہ وہ قریب ہی آئے والی ہے، شیخ ابن عربی کی زبان میں اس سے قیامت صغریٰ اور قیامت کبریٰ دونوں مراد ہیں۔ قیامت صغریٰ ترسہ شخص پر بصورت موت وار ہوئی ہے اور صغریٰ کبریٰ کا قرآن ہے مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهُ جو مرگیا اُس کی قیامت تو واقع ہوگئی۔ یحییٰ کی منازک میں پہلی منزل دوزخ ہے، دوسری منزل حشر نشت ہے اور پھر اٹھل منزل دوزخ یا جنت ہے اور قیامت کبریٰ وہ ہے جب ہر چیز فنا ہو جائے گی اور پھر نئی زمین اور نیا آسمان ہوگا۔ سب لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا۔ حساب کتاب ہوگا اور جزا و سزا کے فیصلے ہوں گے۔ تو فرمایا ان لوگوں کو قریب آئو گے دن یعنی قیامت صغریٰ اور قیامت کبریٰ سے ڈراویں۔ اور اُس وقت حالت یہ ہوگی إِذَا الْفُلُوبُ لَدَى الْخَنَازِيرِ طَائِفِينَ کہ خوک و دھشت کے مائے دل اچھل کر گھرنے لگے آجائیں گے اور وہ ان کو دہستے ہوں گے۔ غاروں کا رے ہوگی اور کوئی لب کشائی نہیں کر سکے گا۔ انفرادی موت کے وقت بھی انھوں پر دھشت طاری ہو جاتی ہے اور اجتماعی قیامت کے وقت بھی ایسی ہی حالت ہو گی۔ فرمایا، ان کو اس دن کی سختی سے ڈراویں۔ مَّا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَسِبَةٍ جو اس دن ظالموں یعنی کافروں اور مشرکوں کے لیے کوئی مخلص دوست نہیں ہوگا، جو ان کی رفاقت اور بھڑائی کر سکے۔ دنیا میں تربست سے درست غرض و محبت کا دعویٰ کرتے ہیں مگر وہ ان کوئی مخلص دوست نہیں ہوگا۔ وَلَا شَفِيعٌ يُطَاعُ اور نہ کوئی سفارش ہوگا۔ جس کی بات مانی جائے یعنی سفارش قبول کی جائے۔ اس دنیا میں تو لوگ رشوت اور سفارش سے کام نہ کھال لیتے ہیں، مگر دلوں ایسی باست نہیں ہونگی، تمام فیصلے حق و انصاف کی بنیاد پر ہوں گے۔

حق و انصاف  
کے لیے

يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ اللہ تعالیٰ  
چشموں کی خیانت اور دلوں میں پوشیدہ چیزوں کو بھی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ  
ہر شخص کی نیت اور ارادے سے بھی واقف ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ النور میں فرماتا ہے

لَا مَرْفَاقَ شَرِّ مَكْرٍ إِلَّا بِحُكْمِ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ



اور غور توں دونوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی جگہ پر پست رکھیں۔ حضرت علیہ السلام کا  
 فرمان ہے کہ اگر کسی نامحرم پر ایسا تک نظر پڑ جائے تو وہ معاف ہے اور اگر دوبارہ  
 قصد پڑے گی تو قابلِ مراثت ہوگی۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا کہ دوسرا کوئی جائے یا  
 نہ جائے مگر اللہ قرآن مجید کی حیانت کو جانتا ہے اور لوگوں کے سینوں کے  
 رازوں سے بھی واقف ہے۔ وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ وَدَاللّٰهُ تَعَالٰی قِيَامَتِ  
اَمْرِ دُنِ حَقِّ وَانْصَافِ کے ساتھ فیصلے کرے گا اور کسی کے ساتھ زیادتی نہیں  
 ہوگی بلکہ ہر شخص کو اس کی محنت کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ہر مظلوم کی روری  
 کی جائے گی۔

فرمایا، اللہ تعالیٰ تو حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے وَالْكَذِبُ يَدْعُوْنَ  
مِنْ دُونِهِ اور جن کو یہ کافر اور مشرک اللہ کے سوا پکارتے ہیں، ان سے عبادت اللہ  
 اور مشکل کشائی چاہتے ہیں، فرمایا لَا يَهْتُمُّونَ بِشَيْءٍ وہ کسی چیز کا فیصلہ  
 نہیں کر سکتے اور نہ ان کے پاس طاقت ہے، لہذا ان کو بکارتا خود پکارتے  
 والوں کے لیے ربانی جان بن جائے گا۔ فرمایا، يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا السَّمِيعُ  
الْبَصِيْرُ ہے شک اللہ تعالیٰ وہی ہے سننے والا اور دیکھنے والا، اس سے  
 کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ وہ اپنے علم اور قائم کردہ نظام کے تحت فیصلہ کرے گا  
 جز قطعی اور آخری ہوگا۔

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ  
 عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوا  
 هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَأَخَذَهُمُ  
 اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ  
 وَاقٍ ②١ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانَتْ تَأْتِيهِمْ  
 رُسُلُهُمُ بِالْبَيِّنَاتِ فَكَفَرُوا فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ  
 إِنَّهُ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ ②٢ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا  
 مُوسَى بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُبِينٍ ②٣ إِلَى فِرْعَوْنَ  
 وَهَامَانَ وَقَارُونَ فَقَالُوا سِحْرٌ كَذَابٌ ②٤  
 فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوا  
 أَبْنَاءَ الَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ وَاسْتَحْيُوا نِسَاءَهُمْ  
 وَمَا كَيْدُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ②٥ وَقَالَ  
 فِرْعَوْنُ ذَرُونِي أَقْتُلْ مُوسَى وَلْيَدْعُ رَبَّهُ  
 إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَنْ يُظْهِرَ  
 فِي الْأَرْضِ الْفُسَادَ ②٦ وَقَالَ مُوسَى إِنِّي عُذْتُ  
 بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ②٧



تنہا چھوڑ دیا گیا نہیں چلے پھر سے یہ لوگ زمین میں پس  
 دیکھتے کہ کیا ہوا انجام اُن لوگوں کا جو اُن سے بڑے  
 تھے۔ وہ ان سے زیادہ تھے طاقت میں اور نشانوں  
 میں جو وہ زمین میں چھوڑ گئے ہیں۔ پس پکڑا اُن کو  
 اللہ تعالیٰ نے اُن کے گناہوں کے باعث ہیں۔ اور نہیں  
 تھا اُن کے لیے اللہ کے ساتھ کوئی بچانے والا (۲۱)  
 یہ اس وجہ سے کہ اُن کے پس آئے تھے ان کے گناہوں  
 کئی نشانیاں تھے کہ۔ پس انہوں نے کفر کیا تو پکڑا اللہ  
 اللہ تعالیٰ نے۔ بیشک وہ قوت والا اور سخت سزا  
 دینے والا ہے (۲۲) اور البتہ تحقیق ہم نے جیسا  
 موعیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانوں کے ساتھ دیا کھلی  
 سند کے ساتھ (۲۳) فرعون اور طہان اور قارون کی  
 طرف۔ پس کہا انہوں نے کہ یہ جادوگر ہے اور بڑا  
 جبرٹا ہے (۲۴) جب وہ آئے اُن کے پس حق  
 ہے کہ ہلکی طرف سے تر کیا انہوں نے قتل کر دیا  
 ان کے بیٹوں کو جو ایمان لائے ہیں اس کے ساتھ  
 اور زندہ چھوڑ دیا ان کی عورتوں کو۔ اور نہیں ہے وارث  
 کفر کرنے والوں کا۔ مگر گمراہی میں (۲۵) اور کہ فرعون  
 نے کہ چھوڑ دو مجھے کہ میں قتل کروں موعیٰ علیہ السلام  
 کو۔ اور یہ پکڑے اپنے پیوہ دگا۔ کو۔ میں خوف کھا  
 ہوں کہ کہیں یہ تبدیل نہ کر دے تمہارے دین کو یا  
 پھیلا نہ دے زمین میں قار (۲۶) اور کہا موعیٰ علیہ السلام  
 نے کہ بیشک میں پناہ پکڑتا ہوں اپنے اور تمہارے

پھر دیکھ کر کے ساتھ ہر تاجر کرنے والے سے جو حباب کے

دن یہ ایمان نہیں رکھتا (۲۹)

رابطہ آیت

گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا ذکر تھا اور کچھ دلائل قدرت بھی بیان ہوئے تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو سمجھ سکیں اور اس کی قدرت نامہ اور حکمت بالغہ کا اور ایک بروہ پھر اللہ کے وقرب قیامت اور وہاں پیش آنے والے بعض حالات کا ذکر کیا۔ اور جس نے عمل کے متعلق یاد دہانی کرائی۔ اب آئی کے درس میں بھی زیادہ کھڑ و شرک کرنے والوں کا شکوہ ہی بیان کیا گیا ہے۔ اور ان کی توحید بعض سابقہ نامہ اقرامہ کے حالات کی طرف مہذول کرانی گئی ہے ارشاد ہوتا ہے أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ كَيْفَ تَتَوَسَّعُ فِيهَا زمین میں پے پھرے نہیں؟ یہ نزول قرآن کے زمانے کے کفار و مشرکین کے متعلق کہا جا رہا ہے۔ جو اللہ کی وحدانیت، حضور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت،

سابقہ اقوام  
کا انجام

قرآن کی حقانیت اور سزائے عمل کو انکار کرتے تھے، فرمایا کہ یہ لوگ زمین میں پے پھرے نہیں فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِنْ قَبْلِهِمْ تاکہ وہ دیکھتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیا انجام ہوا؟ فرمایا ان سے پہلے زمیروں کے لوگ كَانُوا هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ وہ ان سے قوت میں بھی زیادہ تھے اور وہ زمین میں نشانیاں بھی زیادہ چھوڑ گئے تھے۔ وہ لوگ بڑے بڑے مضبوط قلعوں میں بستے تھے، بعض پہاڑوں کو تراش کر ان کے اندر مکان بناتے تھے، بڑے بڑے گنبد اور مینار تعمیر کرتے تھے، ان کی عمارت کے نشانات آج بھی کنڈرات کی صورت میں گزشتہ والوں کو درس عبرت دے رہے ہیں۔ تو کیا ان لوگوں نے چل پھر کر ان کا انجام نہیں دیکھا؟ مکے کے لوگ تجارتی سفر پر شاہ و فسطین کی طرف جاتے تھے اور راستے میں آتے ہوئے ہزاروں سال پرانے کنڈرات ہتھے گزرتے تھے یہ اچھڑی ہوئی بستیوں بتا رہی تھیں کہ ان کے بہنے والے کبھی



مٹے طاقتور اور بیاور ہو سکتے تھے، بڑے عالم اور صاحبِ عباد واقعہ اہل حق  
 آج ان کا نام و نشان تک نہیں ملا، اللہ نے ان کی افرابی کی وجہ سے انکو  
 ایسا کس دیا اور آج ان کے خدا کے سوا ان کا کچھ نہیں بچا۔ سورۃ سبا میں اللہ نے  
 مشرکین کے متعلق فرمایا: وَمَا يَكْفُرُوا بِمَا لَكُمْ وَأَعْيُنُهُمْ كَتُنُوفٍ  
 کہ ان کو تو میری اقسام کے عشرت شیر کے برابر ہی نہیں دیا گیا۔ جب ان کو اللہ نے  
 ان کی افرابیوں کی وجہ سے نیست و نابود کر دیا تو یہ لوگ اپنی بے فکری قدم پر  
 چل کر اُس کی گرفت سے کیسے بچ سکتے ہیں؟

فرمایا جب سابقہ اقسام کے لوگ مد سے بڑھ گئے فَآخَذَهُمْ  
 اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ لَوْلَا رَحْمَةُ اللَّهِ لَفُتَّ بِهِمْ لَمَّا نَسُوا اللَّهَ فَنَسُوا  
 پکڑ لیا۔ اور گناہوں میں سرفہرست کفر، شرک اور ظلم و زیادتی ہے۔ وہ لوگ  
 اپنی معافی میں نہ صرف مبتلا تھے بلکہ ان پر امر کرنے تھے۔ لَمَّا نَسُوا اللَّهَ  
 لَمَّا نَسُوا اللَّهَ فَنَسُوا نَسُوا فَنَسُوا فَنَسُوا فَنَسُوا فَنَسُوا فَنَسُوا فَنَسُوا  
 بچانے والا کوئی نہیں تھا۔ چنانچہ کسی قوم پر آگ کا عذاب آیا، کسی پر طوفانِ باران  
 مسلط ہوا، کسی کو پیچ نے آیا، کسی کو پانی میں غرق کر دیا گیا اور کسی کی شکلیں تبدیل  
 کر دی گئیں مگر ان کو اس عذاب سے بچانے والا کوئی نہ تھا۔ لَمَّا نَسُوا اللَّهَ  
 کئے آثار دیکھ کر ان سے نصیحت حاصل کرنی چاہیے محض سیر و تفریح اور  
 فرار کرنی کرنا مناسب نہیں، اللہ نے ان نشانات کو آئندہ آنے والی فتنوں  
 کے لیے عبرت کا سامان بنایا ہے۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غزوہ تبوک  
 کے سفر پر گئے تو راستے میں قومِ ثمود کے گھنڈرات سے گزرے تھے۔ آپ  
 وہاں سے عاجزی کے ساتھ سر کو جھکاتے ہوئے گزر گئے اور فرمایا کہ لوگو!  
 خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو، تو یہ کہو، کہیں تم پر بھی ایسا ہی عذاب نہ آجائے جو  
 اس قوم پر آیا تھا۔ ان آثارِ قدیمہ سے عبرت پکڑو۔ اور عاجزی کرتے ہوئے  
 گزر رہو۔ تاکہ اللہ تعالیٰ راضی ہو اور بھی عذاب سے محفوظ رہو۔

فرمایا این اقوام پر خدا سب آنے کی وجہ یہ تھی ذلک بآئہم سکانت ثانیہم  
ریشاہم بالیدت فکفروا کہ ان کے رسول نے ان کے پاس وضع کیا  
 ہے کہ ان کے معبودوں نے انکار کر دیا۔ الشراک نبی خود ایک نیکو آدمی ہے۔ اس کے  
 علاوہ اللہ نے ہر نبی کے ہاں یہ معجزات کا اظہار فرمایا۔ اس کے علاوہ اللہ کی طرف  
 سے نازل ہونے والی کتاب یا صحیفہ، نبی کی تعلیمات، اس کا عمل، اور اس کا پیغمبر  
 مبارک سب نشانیاں ہیں جو اللہ کے رسول سے کہنے کے معنی رکھتے ہیں کسی چیز کو تسلیم  
 نہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا فأخذهم الله کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پکڑ لیا، اور یہ اب  
 میں مبتلا کر دیا۔ إنما قوتی شدید الحق اب بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کو  
 اور سخت سزا دی ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ منکرین اور کفار کو سخت و بابر مہتاب  
 مگر جب کوئی قوم حد سے بڑھ جائے تو پھر اس کو گرفت جہنم سے لیتا ہے جو  
 کہ بہت سخت ہوتی ہے۔ پرانی اقوام کے یہ حالات اللہ نے نازل قرآن کے زمانے  
 اور بعد میں آنے والوں کے لئے بطور عبرت ذکر فرمائے ہیں۔

فرعون اور  
اس کے ہوا

آگے اللہ نے چند سرکشوں کا حال ذکر کیا ہے وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحِي  
بِأَيِّتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ اور اللہ نے ہم نے بھیجی۔ موسیٰ علیہ السلام کو  
 اپنی نشانوں اور کھلی سند کے ساتھ، ان نشانوں سے وہ معجزات مراد ہیں۔ جو  
 اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائے تھے، ان میں وہ معجزات بھی شامل ہیں  
 خاص طور پر مشہور ہیں۔ اللہ کی عطا کردہ عظیم المرتبت کتاب قرآن بھی نازل  
 ہے۔ ان معجزات کی وجہ سے اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمایا تھا۔ اور  
 کھلی سند سے وہ تائید مراد ہو سکتی ہے جس کی وجہ سے آپ بہت بڑے جانوروں  
 کے سامنے حق کا کلمہ پیش کرنے میں ذرا نہیں ہچکچاتے تھے بلکہ دونوں  
 بات کر دیتے تھے۔

فرمایا ہم نے بھیجا موسیٰ علیہ السلام کو الْحَبْ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ  
وَقَارُونَ فرعون، هامان اور قارون کی طرف۔ ان میں سے فرعون تو سخت



جاہل اور ڈاکٹر تھا۔ جڑا تھا انا و بکم و لا اعلیٰ و المیزان - ۲۴۰ میں قضا  
 سب سے بڑا رب ہوں۔ میں نے یہ بھی کہا تھا انا اُحییٰ و اُحییٰ و البقرہ - ۲۸۰  
 میں زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔ اور دوسرے جس شخص کا اللہ نے یہاں ذکر فرمایا  
 ہے۔ وہ فرعون کا وزیر ہاں تھا۔ یہ شخص آجکل کی یورڈ کرسی یعنی نوکر شاہی کا  
 مکمل نمونہ تھا۔ یہی شخص تھا جو فرعون کو غلط مشرے لے کر لوگوں پر ظلم و ستم  
 کے پائے توڑا تھا۔ نوکر شاہی کا یہ پرانا طریقہ ہے کہ وہ ہر سزا و تحفہ کے  
 سامنے امر و نہی کا الیا نقشہ پیش کرتے ہیں کہ اقتدار پر قابض اُن کا شور و  
 شے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور اس طرح ظلم و جور کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔ اور یہی  
 شخص فاروق تھا جو اگرچہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا فرد تھا مگر اس نے فرعون کا  
 اعتقاد حاصل کر رکھا تھا یہ بڑے بڑے کاموں کے ٹھیکے لینا تھا جس کی وجہ سے  
 اس شخص نے بے پناہ دولت جمع کر رکھی تھی۔ حتیٰ کہ خود قرآن کے بیان کے  
 مطابق اِنَّ مَعًا يَحْكُمُ كَسُنُورًا بِالْعَصْبَةِ الْوَلِيَةِ الْقُوَّةِ وَالْقَصْرِ  
 اُس کے خزانوں کی چابیاں ایک طاقتور جماعت اٹھاتی تھی تو یہ شخص سرکاری  
 کا ایک نمونہ تھا۔ الغرض! یہاں پر مذکورہ تین شخصیات میں سے فرعون ڈاکٹر  
 تھا، ہاں یورڈ کرسی اور فاروق سرکاری رہتا تھا۔

برصغیر کی  
 یورڈ کرسی  
 تاریخ

برصغیر کی دو صد سالہ سابقہ تاریخ بڑی بھیانک تصویر پیش کرتی ہے  
 ہزاروں سیلیں دُور سے آکر انگریزوں نے یورڈ کرسی اور سرکاری نظام کے بل  
 بوتے پر ہی ہندوستان پر قبضہ کیا تھا۔ انگریز سولہویں صدی میں بطور تاج محل  
 میں داخل ہوئے، ستارہ ہویں صدی میں انہیں تہارت پر مکمل ظہر حاصل ہو گیا اور  
 اٹھارہویں صدی میں ٹیری گیری سائنسوں کے ذریعے کا بل سے لے کر ریلوں  
 تک کے علاقے پر سیاسی طور پر بھی قابض ہو گئے۔ یہاں پر انہوں نے اپنے  
 مفاد کی حفاظت کے لیے نوکر شاہی، جاگیر داری اور سرکاری داری کا نظام  
 رائج کیا اور پھر دو سو سال تک اس برصغیر میں سیاد و سفید کے ایک سب سے انوں

نے اس خطہ ارضی میں بالکل فسرطون، ایمان اور قارون کا گردہ مارا کیا۔ لوگوں کو  
خطاب کیے، بڑی بڑی جاگیریں دیں، نوکریاں دیں اور اس طرح انہیں اپنی محنت  
پر آادو کیا۔ چنانچہ انگریز کا یہ پروردگار حضرت اپنی قوم و ملک کے مفاد کے خلاف  
انگریزوں کے مفاد کی حفاظت کرتا رہا۔

اس زمانے میں بھی انگریز کے بعض بندے پیدا ہوئے تھے جنہوں نے اس  
ظالمانہ نظام کی ٹوٹ کر مخالفت کی۔ مسلمانا عبید الشرحہ بھی ان میں سے  
تھے۔ انگریزوں نے تنگ ہر آپ کو ملک بدر کر دیا۔ آپ کو محکوم پٹے لگے  
ایک دن خانہ کبد کا خلاف کر رہے تھے کہ انگریز کا خیمہ پولیس والا آتی تھی۔ پیچھے  
چل رہا تھا۔ آپ نے ٹرک پر بیٹھا تو فرمایا، ظالم! تم خانہ کبد میں بھی میرا بیٹھا نہیں  
چھوڑتے، مطلب یہ کہ انگریز آپ کی ٹھکانے کا بیت استغفار فرودہ تھے کہ دیار غیر میں  
بھی آپ کو جیسا نہیں چھوڑتے تھے۔ پھر بعض حضرات کی کوشش سے آپ  
کو ہندوستان واپس آنے کی اجازت ملی۔ آپ نے واپس آکر کہا کہ میں بعض  
اس لیے یہاں واپس آیا ہوں تاکہ قوم کے نوجوانوں اور عام مسلمانوں کو بتا دوں  
کہ ظلم و ظلم کی روش پر عمل ہے۔ اس ظالمانہ نظام کو بدست کی کوشش کرو۔  
یہ چشمہ تصویریں بڑے بڑے طوفان اٹھتے ہوئے دیکھ رہے ہوں، اس کا بھٹی قوت  
سب سے کہ شعل جلاؤ اور آخر میری غلامی کا حوالہ دانا پسند کرو۔

فسرطون کا  
جہول استغفار

فرمایا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو فسرطون، ایمان اور قارون کی طرف بھیجا تاکہ  
ان کو پیغام حق سنائیں۔ مگر انہوں نے حق کو تو قبول نہ کیا قَالَ لَوْ سِمْكَاتُ آبِ  
الْيَمِّ اِذَا مَرَّتْ عَلَیْهِ السَّلَامُ یہ جادوگر ہے اور سخت جھوٹا آدمی ہے  
ایسا تو بالشر آگے انگریز نے فرکو روئینوں شخصوں کی خیانت کا اس طریق ذکر کیا  
هَلَّا تَجَاوَزَهُ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا جب موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس حق بات سے  
کرتے ہادی طوت فسرطون اور اس کے حواری کہنے لگے قَالُوا اقْتُلُوْا اَبْنَاءَ  
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكُمْ کہ جو لوگ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے ہیں ان



کے بیٹوں کو قتل کر دو وَأَن تَحْبِسُوا نِسَاءَهُمْ اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دو  
 بچوں کو قتل کرنے کا مقصد یہ تھا کہ بنی اسرائیل کی تعداد نہ بڑھنے پائے اور ان میں  
 سے کوئی مخالفت نہ آوے نہ ہو۔ اور عورتوں کو زندہ رہنے دینے سے ان کا مقصد  
 یہ تھا کہ ان کو لوٹیاں بنا کر ان سے نہایت لی جائے، چنانچہ قہرمان نے اس کی  
 پرکھی سال تک عمل کیا اور قیسری روایات کے مطابق نوے ہزار بچے ان کے  
 والدین کی آنکھوں کے سامنے قتل کر دیے۔ وَبَنِي إِسْرَءِیْلَ لے کر اپنے غلوں اور استبداد  
 کے باوجود وَمَا كُنْزُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ کافروں کا دوزخ ٹھکانہ  
 کی نذر مراد ان کی ہر تدبیر ناکام ہوئی۔ انہوں نے اپنی مملکت

کو بچانے کے لیے اتنی کثیر تعداد میں قتل، حق کے منکران کا یہ مخصوص کامیاب  
 تدبیر اللہ نے ایک ایسے ہیچے کے ہاتھوں ان کا تختہ الٹا جس کی انہوں نے  
 خود پرورش کی تھی۔ یہ موسیٰ علیہ السلام تھے جنہوں نے فرعون کے محل میں پرورش  
 پائی مگر آپ ہی ساری قوم کی عرق رانی کو باعث بنے اور اس طرح اللہ تعالیٰ  
 کی تدبیر کافروں کے مقابلے میں کامیاب ہوئی۔

جب تمام تدبیریں اور کام وایموں کے باوجود موسیٰ علیہ السلام تبلیغ حق  
 سے باز نہ آئے وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُونِي أَهْتِلْ مَوْسٰی وَلْيَدْعُ  
 رَبَّهُ تو فرعون نے حواریوں سے کہنے لگا، مجھے جھوٹو رو کر میں خود موسیٰ  
 علیہ السلام کو قتل کر دوں اور یہ اپنے رب کو پکارے جس کو اپنا مہیسی اور کارساز  
 سمجھتا ہے۔ پھر ہم دیکھ لیں گے کہ کون اس کو بچاتا ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی  
 فرماتے ہیں کہ شاید فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو خود قتل کرنے کو فیصلہ اس لیے  
 کیا کہ اس کے درباری حواری آپ کے معجزات و عجیبے چمکے اور ڈر گئے تھے۔  
 کہ کہیں اللہ کی گرفت میں نہ آجائیں۔ کہتے ہیں کہ فرعون خود بھی خوفزدہ ہو چکا  
 تھا مگر لوگوں کے حوصلے بلند کرنے اور موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت پر آمادہ رکھنے  
 کی غرض سے اس قسم کی ٹڈیوں میں مارا تھا کہ وہ لوگوں میں اس کو خود قتل کرتا ہوں۔ پھر اس کے

لہذا اس شخص کو پہنے ٹھٹھے سے بٹنا نہیں پڑے گا کیونکہ اَلْحَقُّ اَخَافُ اَنْ یَّیْدِلَ  
 دین کے گمراہی سے ڈرتے ہیں کہ یہ تمہارا دین ہی تبدیل ٹھٹھے یعنی تمہاری کفریہ اور شرکیہ  
 رسم و رواج کو میں نہ اٹاؤں۔ پڑے۔ اسے لوگ اس کے نقطہ سے اثر قبول کرتے ہیں۔  
 لہذا عاقبت اسی میں ہے کہ اس شخص کا کام تمام کر دیا جائے مگر نہ سبے ہنس  
 اور نہ سبکے ہنسری۔

مکے کے مشرک خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے ساتھیوں کے  
 متعلق کہتے تھے کہ یہ لوگ صابی ربے دین ام ہو گئے ہیں جو آیات اجداد کے طریقے  
 کو چھوڑ چکے ہیں، لہذا ان کے ہاتھوں میں آکر اپنے آباء دین کو ترک کر دینا۔  
 شعیب علیہ السلام کی قوم نے بھی آپ سے کہا اَصْلُوْنَا فَاَهْلُکَ اَنْ  
 تَتْرُکَ مَا یُعْبَدُ اَبَاؤُنَا (مرد۔ ۸۷) کیا تمہاری نذر تمہاری ہی حکم دیتی ہے  
 کہ ہم ان معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی پر جائے آباء اجداد کرتے آئے ہیں یہ نہیں  
 ہو سکتا کہ ہم اپنے دین کو ترک کر دیں۔

الفرع فرعون نے کہا کہ میں موسیٰ (علیہ السلام) کو ایک نواسہ سے  
 قتل کرنا چاہتا ہوں کہ میں یہ شخص تمہارا دین ہی تبدیل نہ کر دے۔ اور دوسری وجہ  
 یہ ہے اَوْ اَنْ یَّظْلِمَ وَ یُفْسِدَ الْاَرْضَ اَلْاَرْضَ اَلْفَسَادُ کہ میں یہ زمین میں فساد  
 برپا نہ کر دے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اگر تم لوگ اس کی بات مان گئے تو یہ حکومت  
 کا تختہ الٹ دینا اور اس طرح فساد فی الارض کا باعث بنے گا۔ سورۃ اعراف  
 میں ہے کہ فرعون کے حواریوں نے کہا کہ یہ شخص جادوگر ہے یُرِیْدُ اَنْ یَّکُونَ  
 یُحْسِنَ بَیِّنَاتٍ اَوْ ضِلَّهٖ اَیُّتٌ ۔ (۱۰) اور تمہیں تمہاری سر زمین سے

نکال دینا چاہتا ہے تاکہ خود اقتدار پر قبضہ کرے۔ مقصد یہ تھا کہ لوگ موسیٰ علیہ السلام  
 سے متغیر ہو جائیں اور ان کی بات نہ مانیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کفر شرک، کفر  
 معزور و تکبر اور قتل ناحق بھانے خود بہت بڑا فساد فی الارض ہے۔ جس کا فرعون  
 اور اس کے حواری اور کذاب کہتے تھے مگر اللہ موسیٰ علیہ السلام پر کھڑے تھے



اہم بیناوی فرماتے ہیں کہ الضلال فی الشرع یعنی الشریکے دین اور شریعت کو بگاڑنے  
کا نام ہی فساد ہے۔ کفر، شرک، معاصی اور بدعات سے زمین بگڑتی ہے اور  
ایمان، توحید، نیکی اور اخلاقت سے اس کی اصلاح ہوتی ہے، مگر فرعون اللہ  
موسیٰ علیہ السلام کو باہمی کا طعنہ دے رہا تھا۔

موسیٰ علیہ السلام  
 کا استغفار

پھر موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے حواریوں کے شر سے اللہ تعالیٰ کی  
 پناہ مانگی وَقَالَ مُوسَىٰ اِنَّكَ عَدُوٌّ لِّیْكَ وَرَبِّکُمْ فَمَنْ مَّحَلِّیْ  
مُتَّحِدِیْ کُفَّیْ یَسْ بِرَبِّکُمْ شَخْصٌ سَیِّئٌ اَوْ تَحَلِّیْ رَبِّ کِیْ پناہ پکارتا  
ہوں وہ شکر لاؤں موت، بیوہ الحساب جو قیامت کے دن پڑھائیں نہیں  
رکھتا۔ ظاہر ہے کہ جس کا وقوع قیامت اور جہنم کے عمل پر یقین نہیں ہے وہ برائی  
اور ظلم و ستم سے کیسے بچ سکتا ہے برائی سے تو وہ شخص بچے گا جو مانتا ہے کہ مجھے  
بر عمل کا حساب دینا ہے اور جو حساب کے دن کو ہی نہیں مانتا وہ شر سے ہمارے  
سے بدھریا ہے چلا جائے اور جو چاہے کرتا پھرے۔

موسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا اللہ نے قبول فرمائی اور آپ کو فرعون اور اس  
 کے حواریوں کی دست برد سے پناہ میں رکھا اور آپ کو قتل نہ کرنے بلکہ خود ساری  
 قوم بانی میں غرق ہو گئی۔ نتائج کرام فرماتے ہیں کہ یہ آیت اِنَّكَ عَدُوٌّ لِّیْ  
اَیْکَ وَرَبِّیْ ہے۔ جو شخص دن میں سو مرتبہ اس کو پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی اسی  
طرح حفاظت کرے گا جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی فرعون سے حفاظت فرمائی۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ  
 أَتَقْتُلُونَنِي رَجُلًا أَن يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ  
 بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ وَإِنْ يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ  
 كَذِبُهُ وَإِنْ يَكُ صَادِقًا يُصِيبْكُمْ بَعْضُ الَّذِي  
 يَعِدُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ  
 كَذَابٌ ②٨ يَقُومُ لَكُمْ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظَاهِرِينَ  
 فِي الْأَرْضِ فَمَنْ يَنْصُرُنَا مِنْ بَأْسِ اللَّهِ إِنْ  
 جَاءَنَا قَالَ فِرْعَوْنُ مَا أُرِيكُمْ إِلَّا مَا أَرَى  
 وَمَا أَهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ ②٩ وَقَالَ  
 الَّذِي آمَنَ يَقُومُ إِلَيَّ أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِثْلَ  
 يَوْمِ الْأَحْزَابِ ③٠ مِثْلَ دَابِ قَوْمِ نُوحٍ وَ  
 عَادٍ وَثَمُودَ وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ وَمَا  
 اللَّهُ بِرَبِّدٍ ظَلَمًا لِلْعِبَادِ ③١ وَيَقُومُ إِلَيَّ  
 أَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ③٢ يَوْمَ تُثْلَوْنَ  
 مَدِيرِينَ مَا لَكُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ وَمَنْ  
 يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ③٣



قتل جیسے۔ اور کہا سرور مومن نے جو آپ فرعون میں سے  
 تھا، اور چھپا تھا اپنے اہلخانہ کو، آپ قتل کرنے سے  
 قتل کرنے کو اس شخص کو جو کہتا ہے کہ میرا پروردگار  
 اللہ ہے۔ اور تحقیق لایا ہے وہ تمہارے پاس لکھی  
 کتابیں تمہارے پروردگار کی جانب سے۔ اور اگر وہ وہ  
 جیسا کہ تو اس پر جو کہ اس کو بھڑکاتا ہے اور اگر وہ سچا  
 تو پتھریں کی تمہیں وہ پتھریں جو وہ تم سے وہ کہتا ہے  
 بیشک اللہ نہیں دیکھتا جو سرت اور بہت غیور  
 ہونے والا ہے۔ (۲۸) اے میری قوم کے لوگ! تم سے  
 میرے یہ ہوشیاری آتے، تم غالب ہو نہیں سکتے۔ پس  
 کون مدد کرے گا؟ ہمارے اللہ کی گرفت سے اگر وہ  
 آگئی۔ کہا فرعون نے میں نہیں جانتا تم کو مگر وہی بہت  
 جو میں دیکھتا ہوں، اور میں نہیں رہنمائی کرتا تمہاری طرف  
 بھڑائی کے راستے کی (۲۹) اور کہا اس شخص نے جو ایمان  
 لایا تھا۔ اے میری قوم کے لوگ! بے شک میں غوث  
 کھاتا ہوں تم پر اعلیٰ ناموں کے دن کی شرح (۳۰) جیسا کہ  
 مارتن علی فرشتہ کی توبہ کی۔ عباد اور قوم کی۔  
 اور ان لوگوں کی جو ان سے بعد آئے۔ اور اللہ تعالیٰ نہیں  
 الودہ کرتا بے انتہائی نہ بندوں کے۔ (۳۱) اور اے  
 میری قوم کے لوگ! بیشک میں غوث ہوں۔ میں تم پر  
 پہنچا ہوں۔ کے دن سے (۳۲) جس دن تم بہت پیسہ کر  
 عباد کے۔ تمہیں جو کہ تمہارے لیے اللہ کے مہرے  
 نفی بھانپنے والا۔ اور جس کو اللہ بھڑکائے، نہیں ہے

اُس کے لیے کرنی راہ دکھانے والا ﴿۳۳﴾

رابطہ آیت

اللہ تعالیٰ نے کفر و شرک کی تردید اور مشرکین کو توبہ کے انداز میں پہلے لوگوں کو حالی ذکر کیا، اور ان سرکشوں کا جی جن کی طرف اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، یہ فرعون، ہامان اور قارون تھے جنہوں نے غلط تدبیریں سوچ کر موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے مشن کو ناکام کرنا چاہا حتیٰ کہ آپ کے قتل کا ارادہ کیا، فرعون دل میں موسیٰ علیہ السلام سے خوف بھی کھاتا تھا کیونکہ وہ آپ کے ہاتھ پر واضح نشانیں دیکھ چکا تھا مگر لوگوں میں اپنا رعب قائم رکھنے کے لیے کہتا کہ مجھے موسیٰ (علیہ السلام) کے قتل سے ہمت نہ ہو۔ یہ شخص تمہارے دین کو تبدیل اور زمین میں فساد برپا کرنا چاہتا ہے، مگر موسیٰ علیہ السلام نے مستحکم اور قیامت پر ایمان نہ رکھنے والے شخص سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی۔

مردمومن کی  
حق گوئی

آج کی ابتدائی آیت میں ایک مرد مومن کا ذکر آ رہا ہے جس نے فرعون اور اُس کی قوم کو منع کیا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے سے باز رہیں جس کا تصور حدیث یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا پروردگار تسلیم کرتا ہے۔ یہ وہی مرد مومن ہے جس کے نام پر اس سورہ کا نام المومن ہے، مختصر یہ کہ فرعون کی قوم میں سے صرف تین آدمی مشرقت پر ایمان ہوئے، ایک تو فرعون کی بیوی ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے، وہ بلاشبہ بلند مرتبہ خاتون تھیں۔ دوسرا ایماذار شخص وہ ہے جس نے شہر کے دو سرے سرے سے آکر موسیٰ علیہ السلام کو اطلاع دی کہ تمہارے ہاتھوں ایک قتل کے بدلے میں اِن الْمَلَا یَاتِبُونَ بدلے لیتے ہو گے وَالْقَصص۔ ۲۰) لوگ تمہارے قتل کا مشورہ کرتے ہیں۔ لہذا جان بچانے کے لیے شہر سے فوراً نکل جاؤ۔ مختصر یہ فرشتے ہیں کہ قیسر ایماذار شخص ہی مرد مومن تھا جس کا تذکرہ آج کے درس میں ہو رہا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّن آلِ فِرْعَوْنَ اِنَّکُمْ کما ایک مرد مومن نے جو فرعون کی قوم سے تھا ایک کفرانِ ممانہ کر رہے





اگر وہ ویل سے خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور اُس کے احکام پر ایمان رکھتا ہے تو وہ ایماندار ہی سمجھا جائے گا اگرچہ وہ کسی فتنہ میں مبتلا ہوئے کے خوف سے ایمان کو چھپا رہا ہو۔ تاہم تنہائی میں اقرار اُس کے لیے ضروری ہوگا۔

تفسیر  
باجل عقیدہ

یاد رہے کہ ایمان کا مذکورہ اٹھ شیعوں کے عقیدہ عقیدے مختلف ہیں اور اس سے وہ عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔ اس عقیدہ کی رو سے شیعوں حضرات اپنے دین کے بعض اجزاء کو ہمیشہ چھپانے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر اُسے بھی بن بھی سمجھتے ہیں اور یہی عقیدہ باطل ہے۔ آج کے پوپس کے زمانہ میں لوگ شیعوں کے اس قسم کے عقائد پر جو کہ حیلان ہوتے ہیں، اب تک تو یہ حضرات اپنے بعض عقائد کو چھپاتے ہیں مگر اب وہ کتاہوں کی اشاعت کی وجہ سے بظاہر ہوئے ہیں اور معلوم ہو رہا ہے کہ یہ عقائد حق سے کس قدر دور ہیں، ہاں، کفار و مشرکین کے شر سے بچنے کے لیے اُن کے ساتھ ظاہری طور پر دوستی کی اجازت دے دی گئی ہے جیسے سورۃ آل عمران میں اللہ کا فرمان ہے کہ مسلمان کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور حرج لیا کر سے گائے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ واسطہ نہ رہے۔ **إِلَّا أَنْ تَتَخَوُّوا مِنْهُمْ نَعْتًا**۔ ہاں، اگر تمہیں ان کی طرف سے جانی و مالی خطرہ ہو تو ظاہری طور پر دوستی کے اظہار کی اجازت ہے۔ مگر اس کو یہ مطالب نہیں کہ دین کو ہر وقت چھپانے رکھو بلکہ جب بھی موقع ملے اپنے دین کا اظہار ضروری ہوگا۔

حضرت علیہ السلام  
کے واقعات  
سے مباحثت

اس مرد مومن نے جس طرح فرعونوں کے سامنے حق بات پیش کی اور کہا کہ کیا تمہارے غمگین کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ اسی طرح کے بعض واقعات نور حضرت علیہ السلام کے ساتھ بھی پیش آئے، ایک موقع پر حضرت علیؑ منبر پر تشریف فرما تھے، آپ نے دورانِ خطاب لوگوں سے دریافت کیا کہ تم کو کس شخص کا نام آتا ہے یعنی لوگوں میں بدوہ کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ ہمیں تو معلوم نہیں۔ اس پر آپؑ نے خود ہی فرمایا کہ ہمارے معاشرے میں تہذیب ابوجہ صدیقؑ نہ بنا رہی ہیں، اس کا ثبوت یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام غارِ کعبہ کے پاس



نازیلم ہے کہ مشرکین نے آپ کو چنا شروع کر دیا سنتے ہیں صدیق اکبرؑ نے  
لوگوں کو دیکھتے دیکھتے ہٹا لیا اور زبان سے یہ الفاظ دھرت اُتھٹھوئے رُحلاً  
نَ تَشُوْلُ رُحْلَ اللّٰہِ کیا تم ایسے شخص کے قتل کے لیے جو تو تمہارے کہ میرا بڑا بڑا  
اللہ ہے ؟ ایسے ہی آپ دوست ہو تو پتہ نہیں کہ عظیم الشان نبیؐ کی یاد دہانی اور بت نے  
حضرت صدیقؑ کی یہ پیلا تو فوراً چمکے اور آپ کو مشرکوں کے ظلم و ستم سے بچانے

کی کوشش کی تو مشرک کہنے لگے یہ کون شخص ہے جو تمہارا بھروسہ بن گیا  
کہ یہ ابن ابی قحافہ ہے مشرکین نے آپ کو بھی چنا شروع کر دیا اور اس قدر دہاکہ  
اچکے سر کے دل ہی اڑ گئے۔ آپ نے اس وقت بھی یہی آیت تلاوت فرمائی لے ظالمو !  
تمہارے شخص کو مٹنے پر تیار ہے کہ میرا رب اللہ ہے یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد  
حضرت حقؑ نے یہ پیرزادے کو خوب دوسے۔

تجوید اور  
سج میں لغات

بہر حال اس مرد میں نے سمجھا یا کر تمہاری موصی علیہ السلام کے درجے آزاد ہو  
قرآن پاک ہذا فَلْيَدْعُ كَذِبُهُ اگر یہ شخص تمہارے زعم کے مطابق ہے تو اسے جبرٹ کا  
والی اسی پر پڑنا تم اس معاملہ میں پریشان ہوتے ہو، قرآن پاک ہذا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آلِهِمْ  
وَبَنَاتِهِمْ یعنی یہ ہے۔ يُحِبُّكُمْ بَعْضُ الَّذِينَ يَدْعُونَ تَرْكُهُمْ چمکے میں گویا وہ تو سے وعدہ کرتا  
ہے کہ وہ آپ کو اگر تمہارے اس کی سچی دعوت کو ٹھکرا دے اور اس کو ازیت و بھائی  
تو میری گرفت تم پر یقیناً آئے گی، تم اس سے بچ نہیں سکتے۔ لہذا ہمیں اپنی  
فکر کرنی چاہیے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے عذاب میں گرفتار نہ ہو جاوے۔ فَلْيَدْعُ  
اللَّهُ لِمَنْ يَهْدِي مَنْ هُوَ مَرِيفٌ كَذَابٌ مُّكْتَبٌ اللہ تعالیٰ ہر دست  
بڑے سے دے اور سخت جھوٹے آدمی کو راہ نہیں دکھاتا، ایسے شخص سے تفریق کر دے  
ہی رہتا ہے۔ لہذا تم کسی کام رائے سے پٹ اپنے انجام کو اچھی طرح سوچ لو۔

مرد و زن  
فرد و گروہ

اس میں آدمی سے یہ بھی کہا۔ يَقُولُ لَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ظاہر ہے  
یہ آلاء صوب لے میری تو مٹے لو کہ ! تمہارے یہ آئے کے دن بدشاہی ہے  
اور زمین میں بھی غالب ہو۔ آج تو تم اس عارضی اقتدار پر اترا ہے ہو مگر یہ تو مٹاؤ  
فَمَنْ يَنْصُرُنَا مِنْ بَنِي آدَمَ إِنَّ جَعْلُنَا جَعَلُنَا كَوْنِ بِنَا دُرُكُنَا



کے عذاب سے اگر وہ ہمارے پاس آگیا، آج تو تم لوگو! شکر اور سائے و سامانی رکھتے ہو، جس کو چاہتے ہو قتل کر دیتے ہو اور جس کو چاہتے ہو زندہ رہنے دیتے ہو، ہر طرف سے اختیار ہو، مگر جب اللہ کی گرفت آگئی تو پھر تمہارے ظاہری اسباب و محرکات کے دھڑکے جائیں گے اور تمہیں اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔

اس کے جواب میں قَالَ فَيَسْتَوُونَ فَرعونَ كُنْ لکھا اور یہ کلمہ اِلَہًا مَّا کلامی میں تو تمہیں وہی بات کہنا ہے کہ جو مجھے سوچ رہی ہے کہ یہ شخص چارے دین کو خراب کرنا چاہتا ہے، لہذا اس کا کہم تمام کر دینا چاہیے اور پھر لوگے و ثلوق سے سے کہنے لگا۔ وَمَا أَهْدِيكُمْ اِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ اور میں تمہاری رہنمائی صرف سیدنی کے راستہ کی طرف کر رہا ہوں۔ میں تمہارا خیر خواہ ہوں اور تمہیں آنے والی مصیبت سے بچانا چاہتا ہوں لہذا میری رائے یہ ہے کہ میری علیہ السلام کو قتل کر کے اپنے دین اور اقتدار کو بچا لو۔ دنیا کے ہر ظالم اور مستبد کا یہی طریقہ کار ہے کہ وہ اپنے نظام و نظام کو ہی صحیح قرار دیتا ہے۔ حالانکہ یہ سراسر گمراہی ہے۔ ظلم و ستم کفر و شرک کا راستہ ہے۔ جلد وہ یکے بستر ہو سکتا ہے؟ آج دنیا کی پھر پھر بھی فرعون کے نقش قدم پر چل رہی ہیں۔ وہ بھی اپنے اپنے مروجہ نظام کو ہی بہتر کہتی ہیں اور بعد ہی دنیا میں ناکہ کھانے کی خواہش مند ہیں اور اسی بنا پر ان دو بڑی طاقتوں میں آپس میں بھی کشمکش چل رہی ہے۔ امریکہ سرائیہ و رائل نظام کا داخلی ہے۔ جب کہ روس اشتراکی نظام معیشت کا حامی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں نظام باطل ہیں۔ صحیح یہ دگرگام وہی ہے جو اسلام پیش کرتا ہے۔

مردموں نے قوم کو ان کے انجام سے ڈرانے کی کوشش میں کی۔ وَ قَالَ الَّذِي اٰمَنَ اور کہ اے ایمان آدمی نے یَقُولُمْ اِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْكُمْ فَرَصَدَ یَقُولُ الْاَحْزَابِ اے میری قوم کے لوگو! میں تم پر اگلی جماعتوں کے دہان کا خوف کھاتا ہوں، یعنی مجھے ڈر ہے کہ تم پر بھی وہی گرفت نہ آجائے جو پہلی قوموں پر آئی اور وہ تباہ و برباد ہوئے۔ انہوں نے بھی اپنے ایمان کو جھٹلایا اور ان کو تکالیف پہنچائیں

مردمیں کی  
طرف سے  
ڈرنا





ہے۔ وہ اس آدمی کو گمراہ کرتا ہے جو اپنی ضد، غنا و اور ہٹ دھرمی کی بنا پر اپنی  
 استعداد کو ہی بگاڑ چکا ہو۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہی نہ کرے اُسے  
 صراطِ مستقیم کیسے نصیب ہو سکتا ہے؟ اللہ انہم بہت دھرمی کو چھوڑ دو اور اللہ کے  
 نبی کریمؐ کو نہ پہچاؤ۔ اُس سرورِ مومن نے اپنی قوم کو یہ نصیحت کیں۔ اُس کا بیان اگلا آیت  
 میں بھی جاری ہے۔



وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا  
 زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِمَّا جَاءَكُمْ بِهِ حَتَّىٰ إِذَا  
 هَلَكَ قُلْتُمْ لَنُيَبِّتَ اللَّهُ مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا  
 كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَن هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ ②۴  
 الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ  
 كِبَرٌ مِّمَّا عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ الَّذِينَ آمَنُوا  
 كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ قَلْبٍ مُّتَكَبِّرٍ  
 جَبَّارٍ ②۵ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَهَابُنِ ابْنِ هَٰ  
 صِرَاطًا لِّعَلِّيٰ أَبْلُغَ الْأَسْبَابَ ②۶ أَسْبَابَ  
 السَّمٰوٰتِ فَاطْلِعْ إِلَىٰ إِلٰهِ مُوسَىٰ وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ  
 كَاذِبًا ۖ وَكَذٰلِكَ زَيْنَ لِّفِرْعَوْنَ سُوًى عَمِلَهُ وَصَدَّ  
 عَنِ السَّبِيلِ ۖ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ إِلَّا فِي تَبَابٍ ②۷

ترجمہ :- اور اگرچہ پہلے سے پہلے یوسف علیہ السلام اس  
 سے بڑے کھانے کے گزشتے کر رہے ہیں بلکہ تو اس سے  
 اس چہرے سے کہ وہ اس کے لئے یہاں تک کہ جب  
 وہ فوت ہو گئے تو تم نے کہا کہ میرے لئے بھیجے کہ

اللہ تعالیٰ انہی کے بعد ایسا رسول۔۔۔ ہی فرماتے سے اللہ تعالیٰ  
 بیکہ آجے صرف اور ثابت کرتے والے کو ﴿۳۴﴾ وہ تعالیٰ  
 کرتے ہیں اللہ کی آیتوں میں غییر کسی سند کے  
 جو ان کے پاس آئی جو یہ بڑی بات ہے اللہ تعالیٰ کے  
 اعتبار سے اللہ کے نزدیک اور ان لوگوں کے نزدیک  
 جو ایمان لائے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ یہ کہ دیتا ہے  
 یہ غور کرنے والے سمجھیں دل پر ﴿۳۵﴾ اور یہ فرعون  
 نے کہ لے لیا ان ! بناؤ میرے لیے ایک محل اونچی  
 شاید کہ میں پہنچ جاؤں راستوں پر ﴿۳۶﴾ یعنی آسمان  
 کے راستوں پر۔ پس میں بھیج کہ دیکھوں موسیٰ علیہ السلام  
 کے الزام کو۔ اور میں تو گمان کرتا ہوں کہ وہ جبراً ہے۔  
 اور اس طرح فرعون کیا گیا فرعون کے لیے ان کا بڑا  
 محل اور روکا گیا وہ سیدھے راستے سے اور نہیں  
 تھی تدبیر فرعون کی مگر تب ہی میں ﴿۳۷﴾

راہِ راست

اللہ تعالیٰ نے مسئلہ نوید اور جبرائے محل کی بات سمجھانے کے لیے  
 حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا۔ جس وقت آپ نے فرعون اور  
 قارون کے سامنے خدا تعالیٰ کو یہ قیام رکھا تو انہوں نے آپ کو سا حلو کر دیا  
 اور فرعون خاص طور پر موسیٰ علیہ السلام کو راستے سے ہٹانے کے لیے بڑی  
 تدبیریں سوچنے لگا۔ اس نے اپنے حواریوں سے کہا کہ مجھے موسیٰ علیہ السلام کو  
 قتل کرنے دو۔ موسیٰ علیہ السلام نے ہر مشیر کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ لی۔  
 اس دوران میں فرعون کی قوم کا ایک مرد من مٹا گیا جو اپنے بھائی کو چھپا  
 رہا تھا اور کہنے لگا کہ میں میری قوم کے لوگوں کو ایک ایسے شخص کو قتل کرنا  
 چاہتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مانتا ہے۔ اور وہ تمہارے پاس خلی نشانیاں



میں سے کہہ رہے تھے، انکو مرنے پر آمادہ کرنا میری سی بات سے ہوتے ہی تو میں نے  
 تھوڑے ہی عرصے میں یہ بات مقرر ہو کر رہ گئی تھی کہ میں نے یہ بات کہہ دی تھی  
 کہ وہ وہاں تم پر نہ آ پڑے۔

اس مرد مومن نے یہ بھی کہا کہ آج تو افتخار ایسی نصیب ہو رہی ہے اور غم و غم  
 جو کہ رہا کرتے تھے اب اس سے بہت شرف کی طرف سے آگئی تو یہ تمہیں کہیں پچھتاوا  
 اور ہمت نہ ہو کہ تمہارا ساتھ دے کر چلے کر رہوں جو مجھے بھی ہے اور وہی ہے کہ میری دعا ہے کہ میرے  
 گھر سے یہ شادی یہ بیعت ورنہ وہ تمہارے گھر سے طریقے اور دین کو بدل دے گا اور تمہارا  
 افتخار یہ بھی قبضہ کرے گا۔ اس پر کوئی حیرت نہ رہی کہ کہہ کر مجھے ڈر نہ رہا یہ بھی  
 خدا کا ہی کام ہی دن نہ آجیے جو تم سے جتنے قوم لوٹ، قوم غم و اور قوم مار پر  
 آیا۔ لوگو! میں ڈرتا ہوں کہ تم پر جتن دیکھو کہ دین سے جو قوم ہشت، پھر کر رہا کرتے  
 مگر خدا تعالیٰ کے سامنے کرنی سچائی والا نہ ہو گا۔

بعد از اقامت  
 انصاف

آج کے درس کی ابتدائی آیات میں مرد مومن کی تعریف جاری ہے اور پھر  
 تسبیح و تحمید کی ایک تدبیر کا نوکر ہے۔ ارشاد کر آیت وَلَقَدْ جَاءَنَا نُوحٌ  
 مُّوْسٰی وَیٰسٰی وَیٰحٰجُّوْنَ اُولٰٓئِکَ نَحْمَدُکَ اَنْتَ اَعْلٰی الْعَرْشِ  
 عَلِیِّہِ السَّلَامِ اس سے پہلے نوح، موسیٰ، ہارون اور یونس علیہم السلام کے نام لے کر  
 یہ مقرر ہے کہ اس سے پہلے نوح، موسیٰ، ہارون اور یونس علیہم السلام کے نام لے کر  
 حق کہ جب آپ فوت ہو گئے تو اُن کے بعد اُن کے بعد رسول  
 تو نہ گئے کہ ان کے بعد رسول نہیں آئے گا۔ اس مرد مومن نے یہ دعویٰ  
 اٹھایا ہے کہ میں اپنی قوم کے لوگوں سے ہمارے یہ دعویٰ اس سے پہلے حضرت یونس علیہ  
 السلام کے نبی بنا کر بھی مگر ان کی زندگی میں نہ گئے ان کو تسلیم نہ کیا مگر جب وہ اس  
 دنیا سے رخصت ہو گئے تو ہم نے ان کی عظمت تسلیم کیا اور اقرار کیا کہ  
 ان جیسے عظمت المرآتیت ہی آپ کہاں آئے گا کہ ان کے جانے کے بعد تمہارا نفس  
 نہ اسی طرح ان کو مومن علیہم السلام یہ موجود ہے مگر ہم نہ کہ ان پر ایمان لانے کی

بچائے قتل کے رہے۔ اور یاد رکھو! جب یہ بھی دنیا سے چلے گئے تو یوسف علیہ السلام کی زبان قید، پھر انیسویں ہوا کہ تم نے ان کو تیسیرہ کیوں رکھا اور ان پر ایوان کیوں لایا۔ حضرت یوسف علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تقریباً چار سو سال پہلے موسیٰ میں مگر وہ موسیٰ ان کا حوالہ اب سے سے ہیں۔ اس تمہی میں بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس وقت کے فرعون نے بڑی ٹیسی عمریائی تھی اور وہ وہی فرعون تھا جو یوسف علیہ السلام کے زمانے سے زندہ چلا آ رہا تھا، اس مرد موسیٰ نے اس کو یاد دہرایا کہ تم یوسف علیہ السلام کا انکار کر کے پکھٹائے تو اب موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کر کے بھی پکھٹاؤ گئے۔ ابتر بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ جس طرح یوسف علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے زمانے مختلف ہیں اسی طرح ہر دو زمانوں کے فرعون بھی مختلف تھے۔ اور جس یوسف علیہ السلام کا حوالہ دیا گیا ہے وہ یوسف علیہ السلام ہیں یعنی حضرت نہیں بلکہ ان کے بعد کے دور کے یوسف بن افراسیم علیہ السلام تھے اور یہ بھی حضرت بدھوہ علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ آپ ہی اللہ کے ہی تھے، انہوں نے مسیحیوں کو تبلیغ دین کی مگر قوم نے تسلیم نہ کیا، اور ان کی وفات کے بعد ان کو سمجھ آئی تو بڑا ملال آیا۔

شاہ عبدالقدوس نے فرماتے ہیں کہ جب حضرت یوسف بن یعقوب علیہ السلام ہی ہیں۔ اہل حضرت آپ کی نبوت کو تسلیم نہ کیا۔ آپ، عمر ستھ۔ مصر کے سیاہ و سفید کے مالک تھے اور اس دور میں انہوں نے نظام سلطنت کو نہایت احسن طریقے سے پیدا کیا۔ خاص طور پر قحط کے عات سالوں میں آپ نے غلہ کی فراہمی کا بندوبست کیا وہ نہایت ہی عمدہ تھا جس کی وجہ سے دیگر ممالک کے پرندہ دار اہل مصر کو کوئی وقت بیسنس نہ آئی۔ پھر جب آپ کی وفات ہو گئی تو قحط و سلطنت میں بگاڑ پیدا ہونے لگا۔ تو اس وقت لوگوں کو آپ کی نبوت اور اس کے عباد کی قدر معلوم ہوئی تو پھر انیسویں ہوا کہ ان کی زندگی میں جب ان کو قید کر دیا گیا



معرض! اس مردِ مومن کی تقدیر یہ ہے کہ اس کا مقصد اپنی قوم کو یہ یاد کرانا تھا کہ نعمت کی قدر اس نے  
 زوال کے بعد ہوتی ہے۔ چنانچہ یوسف علیہ السلام کی قدر ہمیں لوگوں کو ان کے ہونے  
 کے بعد ہوتی۔ اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کرنے پر تمہیں بعد میں انہیں برکات  
 فرمائی۔ **كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ صَرِيحًا وَمُسْرِفًا مُّتَوَاتِبًا** اسی طرح اللہ تعالیٰ  
 مسرف اور شک کرنے والے کو ہکا دیتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگ ہدایت  
 سے محروم رہتے ہیں۔

دلوں پر  
 حیر

آگے مسرف اور مرتد لوگوں کے انجام کے متعلق فرمایا **الَّذِينَ يُؤَادُّونَ  
 فِي الْأَرْضِ اللَّهُ بِذَلِكَ مُنْقِطِنٌ أَشَدُّ** اور مسرف اور شکی لوگ حیرانہ تعالیٰ  
 کی آیات میں بغیر کسی شک کے جھڑاؤتے ہیں کہ **مَقَامًا عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ الَّذِينَ  
 آمَنُوا** ان کا جھڑاؤ اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان کے نزدیک بہت بڑی ناہنجاری کی  
 بات ہے۔ ایسے جھڑاؤ لوگوں کے متعلق فرمایا **كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى  
 كُلِّ قَلْبٍ مُّتَكَبِّرٍ** جبکہ اسی طرح اللہ تعالیٰ مکر کر دیتا ہے۔ ہر  
 مغرور اور سرکش دل پر۔ جو لوگ حق کو تسلیم کرنے کی بجائے کسر دیکھتے ہیں۔ اور  
 اللہ کی آیات میں جھگڑا کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ ٹیپا دیتا  
 ہے اور وہ ہمیشہ کے لیے ہدایت سے محروم ہو جاتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ  
 شک و تردید کی وجہ سے ان کی گمراہی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور جھگڑا کرنے کے  
 نتیجہ میں اس کے دل پر ہر ملک مانی سے اور وہ ہدایت سے ہنس کے لیے محروم  
 ہو جاتا ہے۔

خدا کی بات  
 میں غلطی

قصیدت کی یہ باتیں کہ فرعون کا ردِ علی پر تھا **وَقَالُوا لَا تَنْفِرْ فِرْعَوْنُ  
 كَذَّبُوا بِآيَاتِهِ** ان افسوس ناک صلیبہ انکار **لَا يَبْلُغُ الْأَسْبَابَ  
 شَيْءٌ** انہیں ہمیرت سے ایسا کہو کہ کیا یہ بدلتا ہے کہ میں راستوں پر پہنچا ہوں اور انہیں  
**الْحَمْدُ لِلَّهِ** **فَمَا يَكْفُرُ بِاللَّهِ** **اللَّهُ مُوسِيٌّ** یعنی ہیں کہ انہیں سے راستوں  
 پر پہنچا ہوں اور انہیں سے کہو کہ وہ اس کو دیکھ سکتا ہے۔ یہ ضرور ہدایت ہے کہ اس کا خدا

لوہہ ہے، ذرا میں دیکھوں تو مہی کہ دو ٹیپا سے اور اس کے پاس بھی قوت اور اختیار ہے۔  
 سنہ ۱۸۵۶ء فریجی لاکھنؤ کے آئے اور اس زمانہ میں میر تقی میر علیہ السلام کو  
 جہولہ کہتا ہوں۔ مطلب یہ کہ آسمانوں پر کرنی نہ انیس ہے۔ مہی و علیہ السلام  
 خواہ مخواہ ہیں اور رہنا ہے۔ اور اس کی طرف سے مذاہب کی وحید نہا ہے۔ یہ  
 فرعون کا استہزاء تھا۔ وگرنہ کون ہے جو خدا تعالیٰ کو خدا نہ کہو یہ کہتے ہیں تو فرعون نے  
 جنت باقی تھی۔ مذہب شریعت میں آتا ہے کہ قرب قیامت میں یا موت یا موت۔  
 سے شہداء کے لئے کمر زار میں جیل بانی کے اور خدا چاہے وہ کہہ دے۔  
 وہی کے۔ اس کے بعد وہ کہہ دے کہ تو خدا تعالیٰ کے۔ یہ تیرا حق اور باقی  
 ہے کہ تو تو جب خدا کے پاس گئے کہ جس سے خدا کو بھی قتل کر دیا، اب کوئی سہارا  
 کرنے والا باقی نہیں رہا۔ فرعون نے بھی خدا تعالیٰ کے بارے میں اسی قسم کی گفتار  
 بات کی کہ میں اُسے جہانم کہہ دوں گا۔

روح کے ڈکٹیشن میں نے بھی اس قسم کی مہر و سرفرازی کی تھی۔ یہ شخص مسلمان تھا  
 مگر ایک ازم کہ قائل ہو کر شریعت کی بن گیا۔ اس کے تیس سال تک روس پر مطلق العنان  
 کے ساتھ حکومت کی۔ اس نے پورے روس کو اپنے تخت میں اس قدر غلام کر دیا  
 تو باہرہ کوئی نظر پر روس میں داخل ہو سکتا تھا اور نہ یہاں کے لوگوں کی زبانوں کی بات  
 بہرہ بخشی تھی۔ آج کل میں اس نے اسی تخت پر اس مذہب یا وہ کوئی کی تھی کہ ہم  
 نے ان سے سب سے دوری کو خدا کر دیا ہے اور نعوذ بہ اللہ اس سے خدا کا ماتہ کر دیا  
 ہے۔ کہنا تھا کہ انی فرعونوں سے خدا کو ایک ہے۔ تو انہا کے کہتے ہیں کہ اب انہوں  
 ہے جو سرفرازاں اور ظالموں کو کھنڈ کر دیں گے اور ان کا وہ جنت ہے اور  
 وہ لوگوں کو خون چوسکتے ہیں۔ غرض اس قسم کے لٹن لوگ بہرہ سے ہیں جو بدست  
 بہرہ والی فرعونوں نے اپنے ذریعہ بانی کو خدا کر دیا کہ وہ ایک ہے اور چاہتا ہے کہ وہ  
 اور چاہتا ہے کہ وہی علیہ السلام کے خدا کو دیکھ سکے۔ اس کے متعلق بعض غریب فرشتے  
 ہیں کہ فرعون نے یہ بات متعلق متعلق کے طور پر کسی تھی۔ وگرنہ ایسا کرنی بیجا ہے۔





وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يَوْمَ اتَّبَعُونَ أَهْدَكُم سَبِيلَ  
 الرِّشَادِ ③ يَوْمَ إِنَّمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ  
 وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ④ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً  
 فَلَا يُحْزِي إِلَّا مَتْلَهَامًا وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا  
 مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أَنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَئِكَ يَدْخُلُونَ  
 الْجَنَّةَ يَرْزَقُونَ فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ⑤ وَ  
 يَوْمَ مَالِي أَدْعُوكُمْ إِلَى التَّجْوَةِ وَتَدْعُونَنِي  
 إِلَى النَّارِ ⑥ تَدْعُونَنِي لِأَكْفُرَ بِاللَّهِ وَأُشْرِكَ بِهِ  
 مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ وَأَنَا أَدْعُوكُمْ إِلَى الْعَزِيزِ  
 الْغَفَّارِ ⑦ لَأَجْرَمَ أَنَّمَا تَدْعُونَنِي إِلَيْهِ لَيْسَ  
 لَهُ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ وَإِنَّ مَرَدَّنَا  
 إِلَى اللَّهِ وَإِنَّ الْمُسْرِفِينَ هُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ⑧  
 فَتَذَرُوهَا أَقُولُ لَكُمْ وَأَقِوْضُ أَمْرِي  
 إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ⑨ فَوَقَّعَهُ  
 اللَّهُ سَيِّئَاتٍ مَآكُرًا وَحَقَّ بِالْإِنْفِرَاءِ  
 سُوءُ الْعَذَابِ ⑩



فرج مہربان اور کس شخص نے جو ایمان لایا تھا ،  
 نے میری قوم کے لوگو ! پیروی کرو میری بات کی  
 میں تمہیں رو دکھاتا ہوں عہدوں کا (۴۱) نے میری قوم  
 کے لوگو ! بیشک یہ دنیا کی زندگی ایک برتنے کا  
 سامان ہے اور ایک آخرت ہی بیشک ہے کہ گمراہ ہے (۴۲)  
 جس شخص نے ہڈی کی پس نہیں چل دیا جائے کہ اس  
 کو سزا اس کے برابر ۔ اور جس نے نیک عمل کیا ،  
 ثواب وہ مرد ہو یا عورت ، اس حوالی میں کہ وہ ایمان لایا  
 پس یہی لوگ داخل ہوں گے جنت میں ، اور سزا دی جائے  
 جائیں گے اس میں بے شمار (۴۳) اور نے میری قوم  
 کے لوگو ! کیا ہے مجھ کو کہ میں بلا ہوں تم کو نہایت  
 کی طرف ، اور تم مجھے بلاؤ گے جو آگ کی طرف (۴۴) تم  
 مجھے بلاؤ گے جو اس راستہ کی طرف کہ میں کفر کروں  
 اللہ کے ساتھ اور شریک ٹھہروں اس کے ساتھ وہ  
 چیزیں جن کا مجھے علم بھی نہیں ، اور میں تمہیں دعوت  
 دیتا ہوں عزیز اور کھٹکشی کرنے والی ہستی کی طرف (۴۵)  
 ضروری بات ہے کہ تم مجھے جس کی طرف ، دعوت  
 دینے ہو ، نہیں ہے اس کی دعوت دینا میں نہ  
 آتا ہوں ، اور بیشک جو پھر کہ جانا اللہ ہی کی طرف  
 ہے ۔ اور بیشک زیادتی کرنے والے وہی روزانہ ٹھہرے  
 ہیں (۴۶) پس تم آگے چل کر یاد کرو گے وہ بات

جو میں تمہیں کہتا ہوں۔ اور میں سوچتا ہوں اپنا معاملہ اللہ  
کی طرف۔ بیٹھک اسٹریٹ میں رکھتا ہے جندوب کو (۳۳)  
پس بچا یا اللہ نے اسی مرد مومن کو ان بھائیوں سے  
جو فرعونوں نے مرنے نہیں دیا اور گھیر کر آل فرعون کو  
بڑی طرف کے عذاب سے (۳۴)

بڑا کثرت

جب فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اسی کی قوم کے  
ایک مرد مومن اسٹریٹ کی جان بچانے کے لیے آگے آئے۔ اس شخص کا نام  
فرحان ہے تو ذکر نہیں کیا، تاہم بعض حضرات نے فرحان یا اسمعان نامہ بتایا ہے۔ اس  
شخص نے اپنی قوم کو نصیحت کی اور کہا کہ تم ایک شخص کو قتل نہ کرو جس نے  
نہ کو روکا ہے کہ تیرا رب اسٹریٹ ہے۔ اسی مرد مومن نے قوم کو خدا کے عذاب  
سے ڈرایا اور ان کے گورنار پر سخت تنبیہ کی کہ فرعون سے کہو میری بات مانو اور موسیٰ  
رحیمہ اللہ علیہ کو روکو ورنہ یہ تمہارا دین بھی جھکا کر دے گا۔ اور زمین میں فساد بھی  
برپا کرے گا۔

نیکو دلی

فرعون کی اس بات کے جواب میں مرد مومن نے اپنا رد عمل ظاہر کیا وہ تھا  
الَّذِي أَهْلًا أَوْ كَمَا اسْتَحْسَنَ لَكُمْ يَتَّبِعُكُمْ أَتَمَّكُمْ أَتَمَّكُمْ أَتَمَّكُمْ أَتَمَّكُمْ  
تو میری بات کا اتباع کرو۔ میرے پیچھے آؤ۔ اہل اللہ! اللہ شہاد  
میں کے راستے کی طرف۔ میں تمہاری رہنمائی کرتا ہوں۔ مطلب یہ کہ فرعون نے جس  
راستے کی طرف اشارہ کیا ہے، وہ ظلم و زیادتی اور قتل ناحق کا راستہ ہے۔ اسی کو  
اختیار کرو گے تو سب خدا تعالیٰ کے عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے، اور میں تمہیں ہدایت  
کا راستہ بتاتا ہوں، اور یہ وہی راستہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پیش کیا ہے۔ اور  
جس سے مراد یہ ہے کہ کفر و شرک سے باز آ جاؤ، اللہ کی وحدانیت کو تسلیم کر لو،  
ظلم و زیادتی کو چھوڑ دو اور سرکشی اور بغاوت سے کنارہ کشی اختیار کر لو۔ اس کے چاہنے  
پر انصاف کا راستہ اختیار کرو جو کہ نیکی کا راستہ ہے۔



پھر اس مرد و عورت نے یہ بھی کہا یَقُولُوا لَهَا هَذِهِ الْحَبْلَةُ الَّتِي بَيْنَ  
مَنْتَاجِ لَمْ يَمُرْ قَوْمُكَ لَوْ لَا بِرِ دُنْيَا كِ زَنْدَ كِ قَوْمُ بَرْتَنے كَا سَا دَن سَب . یہ دنیا نالی  
سب سے اور اس کی عیش و بہار چند روزہ ہے . پھر ختم ہو جائیگی وَلَئِنْ الْآخِرَةُ رَهِی  
ذَانِ الْقَدَارِ اور آخرت کا گھر ہی دائمی مشرت کی جگہ ہے . یہ مضمون سورۃ العنکبوت  
میں بھی بیان ہوا ہے وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِیَ الْحَيَوَانُ (آیت ۶۴) اور  
ہمیشہ کی زندگی کا مقام آخرت کا گھر ہی ہے . کچھ یہ زندگی تو محض کھیل تھا بشر و  
عقب اور عیش و عشرت کا گھر ہے . عقلمند آدمی کو اس زندگی پر موقوف نہیں ہونا  
چاہیے بلکہ آخرت کی دائمی زندگی کو فکر کرنی چاہیے .

نیکی اور برائی  
کو بدلہ

اسی حقیقت کے پیش نظر مرد و عورت نے اپنی قوم کو یہ بات سمجھانی چاہی  
عَمَلٌ سَيِّئٌ فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلُهَا اگر جس شخص نے بُرا عمل انجام دیا  
اس کا بدلہ اس برائی کے برابر ہوگا . یعنی جتنی برائی کی ہے اس سے زیادہ سزا نہیں  
ملے گی . وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا قَلِيلًا ذَكَرْ أَوْ أَكْثَرَ ثُمَّ هُوَ يَرَى عَوْرَتَهُ  
مِنْ حَيْثُ لَا يَسْأَلُ عَنْهَا عَمَلٌ كَبِيرٌ وَهُوَ مُؤْمِنٌ بشرطیکہ وہ عورت ہو وَاُولَئِكَ  
يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ قُلُوبًا وہ جنت میں داخل ہوں گے قُلُوبًا قُلُوبًا  
لَعَنَ حَسَابِ اور اس میں انہیں بے شمار روزی نصیب ہوگی .

نیکی کا بدلہ مرد و عورت کے یا عورت ان کو برابر اجر دے گی . کیونکہ ممکنات میں  
ہیں مرد اور عورت برابر میں جس طرح مرد : قَوَانِیْنِ اِلَیْہِہَا کَا پابند ہے . اسی طرح عورت  
بھی ذمہ دار ہے اس لحاظ سے تو برابر ہی سمجھانے کے ذمہ دار ہے کَا مَخْلُوعَتِ  
ہیں . مرد کا کہہ رہا ہے کہ وہ جنت کرے گا میرے کا گھر لائے اور عورت : اَنْفَرِی  
سب سے کم بختوں کی پرورش اور گھرنی دیکھ رہی ہے کہ ہے . بعض کہہ رہے ہیں کہ  
میں جہنم جاسکتے ہیں . مگر بعض ایسے بھی ہیں جو صرف مرد کے دائرہ کار میں یا صرف عورت  
کے دائرہ کار میں آتے ہیں . بہر حال قانون کے دونوں پانچوں اور ہر رتبہ کا صول  
دونوں کے لیے یکساں ہے . اسی طرح انجام کی خدائی مردوں کے لیے بھی ویسی ہی

ہے۔ جیسی عورتوں کے لیے ناپسندیدہ ہے۔ بہر حال فرمایا کہ جس مرد یا عورت نے ایمان کی حالت میں کوئی ٹیکہ کھرا نہ ہاں دیا تو وہ قابلِ قدر ہوگا۔ اگر کسی کا یہاں درست نہیں، اس میں کفر و شرک یا نفاق کی علامت ہے تو اس کی کوئی نیکی بھی قابلِ قبول نہیں ہوگی، بلکہ اس کا بڑا عمل بھی لینگوں جلنے لگا۔

نجات اور  
عزت کی  
طرف دعوت

قرآن فرماتا ہے کہ ایمان آدھنے اپنی ضرورت کو جاری رکھتے ہوئے کہ، وَلَقَوْمٌ  
مَّالِكٌ أَوْ عَلَوْكُمْ إِلَى النَّجْوَى لَمْ يَسِرْ قَوْمٌ كَمَا لَمْ يَكُنْ مَعَهُ كَمَا  
میں تمہیں نجات کی طرف دعوت ہے رہا ہوں۔ میں تمہیں متنبہ کر رہا ہوں۔ کہ  
کفر و شرک اور ظلم و زیادتی کو ترک کر کے ایمان لے لی اور خیر خواہی اختیار کر لو تو نجات  
پا جاؤ گے، وَرَنَ الشَّرَّكَ عَذَابٌ فِي جَهَنَّمَ بِأَشَدِّ حَرًّا اس کے بعد خلافت کی  
تَدْعُوْنِي إِلَى الْإِسْلَامِ قَوْمٌ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ كَمَا لَمْ يَكُنْ مَعَهُ كَمَا  
تَدْعُوْنِي إِلَى الْإِسْلَامِ بِالْقُدْرَةِ وَالشَّرِّ بِمَا تَمَّ مَعَهُ اس بات کی دعوت  
ہے کہ میں اللہ کے ساتھ کفر اور شرک کا ارتکاب کروں۔ اور شرک بھی ایسا  
لَمْ يَكُنْ مَعَهُ كَمَا لَمْ يَكُنْ مَعَهُ كَمَا لَمْ يَكُنْ مَعَهُ كَمَا لَمْ يَكُنْ مَعَهُ كَمَا  
الْقُرْبَى الْقَضَاءُ اور تمہارے لیے میری دعوت غالب اور سچے شکر کرنے والے  
پروردگار کی طرف ہے۔ اس مرد و عورت نے اپنی دعوت اور قوم کی دعوت کا  
موازنہ کر کے کہا کہ عجیب بات ہے کہ میری اور تمہاری دعوت میں بعد اللہ تمہیں  
ہے۔ میں تمہیں ایمان دیتی، توحید اور آخرت کی زندگی کی طرف بلاتا ہوں جبکہ  
تم اپنے ساتھ مجھے بھی دروغ میں دھکیلتا چلتے ہو۔ ذرا غور کر کر دو کہ تم کہہ رہے  
ہو اور میں تمہیں کس طرف بلاتا ہوں۔ سچی اور ایسی راحت کا راستہ کون سا ہے  
اور دایمی عذاب کا شکار ہونے کی راہ کون سی ہے۔ میں تو یہ بتا رہا ہوں کہ تم اب  
بھی سنبھل جاؤ اور کفر و شرک اور اللہ کے نبی کی ایذا رسانی کو ترک کر کے خدا کے  
خوار کی کشتی کے مستحق بن جاؤ۔ دو بڑا سراں ہے۔ انسان جب بھی اس کی طرف  
موجع کرے وہ سربانی فرماتا ہے اور سافذ کو تاہیں دعوت کر کے انسان کو اپنی آغوش





پانے والوں یا تیرائی کی طرف پھیلنے کے گرد خود بخود اس کے منہ سے آواز آئے جیسے عذاب  
 وہ اس شخص تک پہنچا نہیں آتا۔ یہ سب اس کے لئے تھا کہ وہ اپنی ساری قوتیں  
 استعمال نہیں کرے گا۔ خطاب یہ ہے کہ تجھ پر ایمان اور اہل قہر کو یکساں یعنی  
 سب اللہ واحد لا شریک کو پکارنا ہی کارآمد ہو سکتا ہے۔

سورۃ الاحقاف میں اس طرح بھی آیا ہے **وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ سَخِفْنَا**  
**لَهُمْ أَغْدَانَهُمْ وَصَنَّفْنَا فِیْهِمْ کُفْرَهُنَّ** در آیت۔ وہ جب  
 قیامت کے دن تابع اور متبوع الہی کے جائیں گے اور بعض اپنے متبوعین  
 سے مدد کی درخواست کریں گے تو وہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی پریشانی  
 سے انکار کر دیں گے اور عذاب کے دیں گے کہ بھرتے تمہیں آپ کا تھا کہ سجدہ  
 عبادت کرو۔ تم نے تو شیطان کی بات مان کر کفر اور شرک کا راستہ اختیار کیا۔ آج  
 ہم تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ بہر حال اس مرد مومن نے ہر طریقے سے قسم کر  
 بات سمجھانے کی کوشش کی اور انہیں آخرت کی گرفت سے بھی ڈرایا اور پھر  
**مَا تَدْعُوْنِیْ اِلَّا وَاَنْتُمْ عَلٰی الْاَلْحٰی اللّٰہِ** اور ہمارا پھل تو اللہ واحد لا شریک  
 کی طرف سے ہے۔ قیامت کے دن سب انہی کی عبادت میں حاضر ہوں گے۔  
 حساب کتاب ہوگا، جہنم کے تل کی منزل آئے گی **وَإِنَّا لَنُحْشِیْہُمْ**  
**اَلْحَبْلَ النَّارِ** اور پھر مدد یہ زیادتی کرنے والے ہی ہوں گے میں جائیں گے  
 اور یاد رکھو تمہارا یہ فرعون، ایمان قارون اور دیگر بڑے بڑے آدمی اللہ تعالیٰ  
 جہنمیوں کے لیڈر ہوں گے۔

حرف آخر

آخر میں اس شعر کے ایانہ رجب سے نہایت دلنوازی اور جہد و جدی کے  
 انداز میں تو یہ کہ خطاب کیا **فَکُنْ لَّکُمْ مِّنْ اٰیٰتِہٖ اٰیٰتٌ** جو باتیں  
 آج تمہیں بتا رہا ہوں ان کو آگے چل کر یاد کرو گے۔ میری نصیحت اس وقت  
 یاد آئے گی جب گرفتِ بلا ہو کے مگر اس وقت کی پیشانی پر کبوتر نہ آئے گی۔ اور  
 تمہیں عذاب الہی کا مذاکچہ پیش ہے گو میری نصیحت پر عمل کرے گا وقت آج



ہے، اگر سمجھ جاؤ گے تو سچی جاڑ کے دگر نہ تھا راٹھکا نا جہنم ہی ہوگا، نیز فرمایا کہ جہاں  
 ایک میری ذات کا تعلق ہے، میں نے حق نصیحت اور گودیا وا فوض آمنی  
 الحق اللہ اور اہل بیت میں اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں، وہ جو چاہے گا میرے  
 ساتھ سلوک کرے گا، کیونکہ ان اللہ بصیر بما لعباد بے شک اللہ تعالیٰ نے  
 بندوں پر نگاہ رکھنے والا ہے، وہ جانتا ہے کہ کوئی سائبند کس وقت میں جا رہا ہے  
 تو حیرت۔۔۔ سب یہ کوڑا، منہ ک۔ اُس سے کوئی عمل پوشیدہ نہیں، جزایا سزا کا  
 فیصلہ وہ خود کرے گا، لہذا میں تو اپنا معاملہ اسی کے سپرد کرتا ہوں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے اس سارے معاملے کا انجام بھی بیان فرمایا: فَوَقَدَ  
 اللہ سَعْيَانِی صَا مَكُوْنِی اللہ تعالیٰ نے اُسے کفار کی بُری تدبیر سے بچا  
 لیا، اس سے قاتل پر لڑائی کی تفسیر مرد مومن کی طرف لڑائی جانے کی معنی ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے  
 اُسے کفار کی لڑائیوں سے بچا لیا، اور اگر اس تفسیر کو موسیٰ علیہ السلام کی طرف لڑائی  
 جانے کی یہ بھی درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کے  
 حواریوں کے شر سے بچا لیا، اور دشمنان کی تمام تدبیر ناکام ہو گئیں۔

قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ جب فرعون اور اس کے حواری موسیٰ علیہ السلام  
 کے قتل کے لیے تھے، تو وہ اُن مرد مومن کو یکے بعد دیگرے کھاتے تھے، جس نے  
 علی الاعلان موسیٰ علیہ السلام کی حمایت کا اظہار کر دیا تھا، چنانچہ صاحب تفسیر طبرک  
 اور بعض دوسرے مفسرین فرماتے ہیں کہ اللہ کا یہ بندہ مذکورہ تصدیق کلمے کے وہاں سے  
 بھاگ کر کسی پناہی علاقے میں رو پوش ہو گیا، فرعون نے اُس کی گرفتاری کے لیے  
 ایک ہزار فوجی، مور کیے، مگر خدا کی قدرت کہ اُن میں سے پانچ سو آدمی تو دوران  
 تلاش ہی کسی حادثہ کا شکار ہو کر مر گئے اور باقی پانچ سو آدمیوں نے سر توڑ کوشش  
 کی مگر وہ مرد مومن کو تلاش کرنے میں ناکام رہے، پھر جب وہ فرعون کے پاس  
 ناکام واپس لوٹے تو اُس نے اُن سب کو مروا دیا کہ یہ اپنے فرعون کی انجام دہی ہیں  
 ناکام ہوئے ہیں، اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس ایماندار آدمی کو کفار کی بُری تدبیر سے

بکھالیا۔

حضرت قتادہؓ اور صاحبِ تغیر درخشندہ فرماتے ہیں کہ اس مردِ مومن کو بھی اللہ تعالیٰ نے جنت میں موصی علیہ السلام کے ہمراہ بکرِ قلزمیت سے نجات دلائی تھی۔ سرمد بن جندبہؓ موصیؓ اور یہ ایماندار آدمی کہ فرعون اور اس کے حواریوں کی بُری تدبیر سے بچ گئے وحقاً یَا یَا فِرْعَوْنَ سَوْءَ الْمَعْذَابِ مگر یہ سے خدا نے اکل فرعون کو گھیر لیا۔ چنانچہ فرعون اپنے ڈاؤنشلٹ اور حواریوں کیست بکرِ قلزمیت کی مومنوں میں غرق ہو گیا۔ اور جتنے لوگوں نے موصی علیہ السلام اور آپ کی قوم کا تعاقب کیا تھا، اُن میں سے ایک بھی زندہ نہ بچا۔ اہلِ بدعتِ بدولت اپنے گھروں میں سے اور تعاقب میں شریک نہ ہوئے وہ بھی بچ گئے۔



النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ  
تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ ۝  
وَإِذْ يَتَحَاوُونَ فِي النَّارِ فَيَمُوتُ الضُّعْفُ  
لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ أَنْتُمْ  
مُعْتَدُونَ عَنَّا نَصِيبًا مِّنَ النَّارِ ۝ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا  
إِنَّا كُلٌّ فِيهَا إِنَّ اللَّهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ۝  
وَقَالَ الَّذِينَ فِي النَّارِ لِخِزْنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوا  
رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ۝  
قَالُوا أَوَلَمْ تَكُ تَأْتِيكُمُ رُسُلُكُم بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا  
بَلَىٰ قَالُوا فَادْعُوا وَمَا دُعَاؤُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي  
ضَلَالٍ ۝

ترجمہ :- اُنکے پر پیش کیے جاتے ہیں وہ آل فرعون (۳۶)  
سبح اور شام اور جس دن قیامت آئے ہوں اور فرشتوں  
سے کہ جانے لگا، داخل کرد آل فرعون کو سخت عذاب  
ہیں (۳۷) اور جب آپس میں جھگڑیں گے روزت ہیں تو  
کہیں گے کمزور اُن سے جنہوں نے تکبر کیا، بیشک  
تھے ہم تمہارے تابع، پس کیا تم پہونے لگے ہو

ہم سے کچھ حصہ دوزخ کی آگ کا (۴۷) کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے تکبر کیا، بیشک ہم سب اس میں پڑے ہوئے ہیں، بیشک اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا ہے بندوں کے درمیان (۴۸) اور کہیں گے وہ لوگ جو دوزخ کے اندر ہیں جہنم کے درختوں سے کہ دھا کرو اپنے پروردگار سے کہ وہ تخفیف کر دے ہم سے ایک دن ہم عذاب سے (۴۹) کہیں گے وہ درجہ میں کیا نہیں آئے تھے تمہارے پاس تمہارے رسول کھلی نشانیاں لے کر۔ وہ کہیں گے کیوں نہیں دہرائے تھے؟ پس کہیں گے وہ (فرشتے) پھر پکارو اور نہیں ہے پکار کفر کرنے والوں کی مگر ناکامی میں (۵۰)

ربط آیات

اللہ تعالیٰ نے توحید اور عزت کے عمل کی بات سمجھانے کے لئے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ آل فرعون کا ذکر کیا کہ انہوں نے کس طرح سرکشی کی، حق کی مخالفت کرتے رہے، موسیٰ علیہ السلام کو تکالیف پہنچائیں اور آخر میں قتل کے دہائے ہوئے اس دوران میں قوم فرعون میں سے ایک مرد مومن نے آل فرعون کو نصیحت کرتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام کے قتل کی مخالفت کی اور پھر اپنے معاذیہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا، اللہ تعالیٰ نے اس مرد مومن اور موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کے حواریوں کی بُری تدبیر سے بچایا اور خود انہی کو عذاب میں مبتلا کیا۔ دنیا میں تو وہ جو قلمرو میں غرق ہوئے اور اب عالم ہرزخ میں بھی ان کو سخت تکلیف پہنچ رہی ہے۔ جب کہ آخرت کا دائمی عذاب ابھی آنے والا ہے۔

بزرگ ہیں  
عزراؤ سنو  
سہمسند

ارشاد ہوتا ہے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِکَ وَ عَذَابِ النَّارِ  
اُن کو صبح و شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے۔ اس وقت فرعون اور اس کے حواری  
عالم ہرزخ میں ہیں اور اسی دوران کی کیفیت بتلائی جا رہی ہے کہ انہیں ابھی سے



صبح شام آگ پر پیش کی جا رہا ہے تاکہ آخرت میں ابدی جہنم کا ٹھکانہ بن جائے۔  
 سے حکم میں۔ وَلْيَوْمَ نَقُومُ السَّاعَةَ اور پھر شیب قیامت برپا ہوگی، اُنس  
 دین اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیں گے أَفْخِضُوا آلِ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ  
 کہ آل فرعون کو سخت عذاب میں داخل کر دو۔ یہ منزل ان کو اس لیے دی جا رہی ہے  
 کہ دنیا کی زندگی میں یہ لوگ بڑے سرکش، مغرور اور جسے تجاوز کرنے والے تھے۔  
 یہ آیت بخدا ان دس آیات میں سے ہے جن میں بزرگ یا عذاب قبر کا ذکر  
 ملا ہے۔ ان آیات سے متبادر ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد کفار، مشرکین،  
 اور دیگر گنہگاروں کو قبر میں تکلیف پہنچی ہے۔ جب کہ اہل ایمان اور نیک والوں  
 کو راحت نصیب ہوتی ہے۔ تَسَامَى بڑے بڑے مفسرین امام بیضاوی،  
 امام ابو جریج، امام ربیع، صاحب زادہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کو بڑے  
 سے عذاب قبر جتنی ہے، لہذا بزرگ کے ثواب و عذاب کا مسئلہ اہل سنت والجماعت  
 کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ البتہ بعض گمراہ فرقے معتزلہ، راہضی، جکڑ الوہی اور  
 پروتیری وغیرہ عذاب قبر کے منکر ہیں اور وہ عالم تبارخ میں انسان کے جسم و روح  
 کے تعلق اور پھر احوال و راحت و الم کو تسلیم نہیں کرتے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے لیے قبر کے عارضی عذاب اور  
 پھر آخرت کے دائمی عذاب کا ذکر فرمایا ہے۔ البتہ اہل ایمان کے لیے راحت  
 کا ذکر سنت میں مذکور ہے۔ عذاب قبر کا ذکر کم و بیش ستر احادیث صحیحہ میں  
 آتا ہے۔ قبر میں دفن کیے جانے والے شخص کا ذکر تو عام ہے کہ دفن کے فوراً  
 بعد منکر نیکر نامی فرشتے قبر میں آکر مرنے سے سوال و جواب کرتے ہیں جس کے  
 نتیجے میں اُس پر راحت یا تکلیف والی منزل ضرور آتی ہے۔ اور اگر کسی شخص  
 کو دفن ہی نہ کیا گیا ہو۔ اُسے جائز روں نے کھایا ہو، آگ نے جلا دیا ہو یا پانی  
 میں غرق ہو گیا ہو، اُس کے ذراست ہوا میں اڑ گئے ہوں یا مٹی میں مل گئے ہوں  
 ہر صورت میں سوالی و جواب کی منزل ضرور آتی ہے مگر اس کی کیفیت کا علم

ہوں اس وقت نہیں ہوتا۔ اس سائنس میں صحیح اور اکی تو مرنے کے بعد  
 ہی ہو سکتا ہے۔ اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نہ  
 ہو تو قبر اپنے مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ مردوں کی مزار کی  
 جو کیفیت میں دیکھ رہا ہوں وہ تمہیں بھی دکھائی جائے وہ ایسی ہولناک کیفیت ہے کہ  
 اگر کوئی دیکھ لے تو مردوں کو دفن ہی نہ کرے۔ حضور علیہ السلام نے عذاب قبر سے بچاؤ کی یہ دعا  
 بھی فرمائی ہے۔ جو کہ نماز میں روزِ جمعہ کے بعد پڑھی جائے تو ہر شخص کو ہر روز  
 رِقِّ اَعْوَدِیْكَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَاعْوَدِیْكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ وَاللَّعْنَةُ عَلَى وَاعِدِیْكَ  
 مِنْ فِتْنَةِ الْحَيَاةِ وَالْمَمَاتِ۔ اے اللہ! میں تیری نعمت کے ساتھ پیدا ہوتا ہوں  
 تیرے عذاب سے بچ رہا ہوں اور مہل کے فتنہ سے، اور نہ مہل اور موت کے فتنہ سے۔  
 صحیح حدیث میں آپ کا یہ فرمان بھی موجود ہے کہ قبروں میں تمہاری بہت بڑی  
 آزمائش ہوگی اور دجال کے فتنہ کے وقت بھی۔ لہذا جو شخص عذابِ قبر کا کبار  
 ناموں کے ساتھ فرماتا ہے۔ وہ گمراہ اور بدعتی ہے اور جو آدمی سکرے ہی عذاب  
 کو اب قبرِ شریعت اس پر کھڑا رہتا ہے۔ یہ شریعتِ شریعت کے مسئلہ کی مانند ہے  
 کہ جو اس کا تاویل کے ساتھ انکار کرے وہ گمراہ اور بدعتی ہے اور جو مطلقاً  
 انکار کرتا ہے اس پر تکفیر ہر سنتوی لگتا ہے۔

قریبی

عذابِ قبر سے متعلق صحیح حدیث میں آتا ہے کہ بعض گنہگاروں پر قبر اس  
 قدر سخت ہوتی ہے کہ اس کی پیلیں ایک دو سکر میں پیوست ہو جاتی ہیں یہ عذاب  
 کلام ہے۔ قبر میں منور خیر کے سوال و جواب کا ذکر بھی صحیح حدیث میں آتا ہے  
 اور یہ بھی کہ مومن آدمی صحیح جواب دیتا ہے تو فرشتے اس کو تسلی دیتے ہیں اور کہتے  
 ہیں کہ آدمی سے سو جا۔ بدخلات اس کے کافر، مشرک یا بدعتیہ آدمی صحیح جواب  
 نہیں دیتا تو اس کو سزا ملتی ہے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ فرشتے ایسے شخص  
 کو کافروں کے درمیان سمجھوتہ کے ساتھ اتنی شدید ضرب لگاتے ہیں کہ اگر  
 وہ ضرب کسی سخت ترین چٹان پر پڑی جائے تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جائے۔ اس  
 ضرب کی آواز انسانوں اور جنوں کے سامنے جیسے سنتی ہے۔ چھ بعض لوگوں کو دیا جاتا



مذہب کا کرینہ ذکر بھی ملتا ہے جو اسے ڈستے بستے ہیں۔ جہر مال عذاب قبر اور اسے  
 یحییٰ سے ثابت ہے۔ آیات قرآنی بھی اس کی تصدیق کرتی ہیں، لہذا اس پر یقین  
 رکھنا چاہیے۔ بعض معتزلہ قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد ان کی حیثیت  
 پیغمبر کی سی ہوتی ہے اور اس کے لیے سزا یا جزا کو کرنی اثر نہیں ہوتا۔ مگر یہ نظریہ بالکل  
 صحیح احادیث میں عذاب قبر میں تخفیف کا ذکر بھی ملتا ہے۔ مثلاً حضور علیہ السلام  
 کی حیات مبارکہ میں اس قسم کے دو واقعات ملتے ہیں، پہلا واقعہ یہ ہے کہ آپ بعض  
 قبروں پر گزرنے تو آپ نے ان پر دو ہنر خجیاں رکھوا دیں اور فرمایا کہ ان قبر والوں  
 کو عذاب ہو رہا تھا۔ مگر کسی بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں بلکہ ان میں سے ایک کو غفلت  
 تھا اور دوسرا شخص پیشاب سے نہیں پکھتا تھا۔ صحیح حدیث میں حضور علیہ السلام  
 فرماں ہے کہ پیشاب کے پچو کیونکہ عام طور پر عذاب قبر اسی وجہ سے ہوتا ہے۔  
 آپ کو دوسرا واقعہ دوران سفر کا ہے آپ نے حضرت جابر سے فرمایا کہ  
 درخت سے دو شاخیں کاٹ کر ایک اس جگہ پر رکھ دو اور دوسری اُس جگہ پر  
 حضرت جابر نے ایسا ہی کر دیا اور پھر دریافت کیا حضور! اس کا کیا مصعب یا آپ  
 نے فرمایا کہ ان جگہوں میں دو قبروں والوں کو سزا ہو رہی تھی اور میں نے چاہا کہ ان کے  
 عذاب میں تخفیف کی سفارش کروں۔ لہذا یہ دو شاخیاں رکھوا دی ہیں۔

عذاب کا  
 احساس

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کے مرنے کے بعد قبر میں جو عذاب  
 ہوتا ہے یہ صرف روح کو ہوتا ہے یا اس میں جسم بھی شریک ہوتا ہے۔ بعض  
 حضرات تو صرف روح کے احساس عذاب کے قائل ہیں لیکن اہل سنت و الجماعت  
 کا عقیدہ یہ ہے کہ روح کو کھلیت جسم کے شعلوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ البتہ یا شعل  
 باقی رہتا ہے کہ اگر کسی شخص کا جسم معدوم ہو چکا ہے۔ مثلاً کوئی درخت کاٹ لیا گیا یا  
 کوئی لکڑی ہو گیا تو اس صورت میں جہاں روح کا تعلق کیسے قائم ہوتا ہے۔ صحیح جواب  
 میں آتا ہے کہ اگر انسانی جسم کے تمام عناصر بھی گل سڑ جائیں تب بھی اُس کا کپڑہ نہ بکیر  
 حصہ باقی رہتا ہے۔ مثلاً بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، تہکیم میں موجود ہے کہ

کہ انسان کی دینی کی بڑی ضرورتی رہتی ہے اور پھر قیامت کو اسی سے انسان کا  
 اوجھا پنچہ دوبارہ کھڑا کیا جائے گا۔ بہر حال جسم کے کسی ایسے حصے کے ساتھ روح  
 کا تعلق فی الجملہ قائم رہتا ہے جسکی وجہ سے جزایا سنز کا احساس کا تعلق اس  
 مجموعہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے انسان کے جسم کی  
 اگر کسی ایک انگلی کو تکلیف ہو تو سارا جسم اس تکلیف کو محسوس کرتا ہے۔  
 انگریزوں کا عالم بدنہ میں جزایا سنز کا احساس روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے۔ مگر  
 اس کو کوئی دوسرا آدمی دیکھ نہیں سکتا۔

اہم غزالی فرماتے ہیں کہ انسان کو چاہیے کہ وہ اللہ اور اُس کے رسول کے ارشاد  
 کے مطابق غداً قبر کو تسلیم کرے۔ اگر ہم اس کی کیفیت معلوم کرنا چاہیں تو یہ ممکن  
 نہیں کیونکہ ہمارے پاس وہ آنکھیں نہیں جن کے ذریعے ہم غداً و ثواب کا مشاہدہ  
 کر سکیں۔ آپ اس کی مثال اس طرح بیان کرتے ہیں کہ آپ دیکھتے ہیں کہ آپ کے  
 قریب ایک شخص سو رہا ہوا ہے۔ اُس کو خواب میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے۔ جی  
 رہا ہے، ڈوب رہا ہے، سانپ ڈس رہا ہے یا اُس پر کوئی آفت آگئی ہے  
 جس کی وجہ سے وہ خوفزدہ ہو کر کانپ رہا ہے اور بعض اوقات اُس کی جھپٹیں بھی  
 نکل جاتی ہیں مگر پاس والے آدمی کو اس کی تکلیف کا کچھ اور اک نہیں ہوتا۔ اسی طرح  
 غداً قبر کو اور اُنک اسس بنان میں بسے والوں کو نہیں ہوتا۔ بلکہ اسس  
 کو وہی محسوس کرتا ہے جو اس میں مبتلا ہوتا ہے۔

مفسر قرآن قاضی ثناء اللہ دہلویؒ کی تفسیر منطہری میں بیان کرتے ہیں کہ اس دُنیا  
 سے چلے جانے والے لوگوں کی ارواح تو علیین میں چلی جاتی ہیں اور کافروں کی ارواح  
 سہیل میں۔ قرآن پاک میں دونوں کا ذکر موجود ہے اور ان کے اجماع تو قبروں میں  
 ہوتے ہیں پھر ان دونوں کا تعلق اجسام کے ساتھ کیسے قائم رہتا ہے تو قاضی صاحبؒ  
 فرماتے ہیں کہ روح اور جسم کے اس اتصال کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی  
 نہیں جانتا۔ اسی اتصال کی وجہ سے جزایا سنز کا احساس روح اور جسم کے مجھوتے



کو ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی جہان کی قبر پر جا کر سلام کرتا ہے۔ تو اہل قبر  
اس کو سنتا ہے اور اس کا جواب بھی دیتا ہے۔ مگر یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ہر  
عالم کے احکام الگ الگ ہیں۔ کان کے عالم کو آنکھ نہیں جان سکتی۔ اور آنکھ کو عالم  
کان کے عالم سے بے بہرہ ہے۔ اسی طرح عالم برزخ کے احوال کو عالم دنیا والے  
نہیں جان سکتے۔ جب خود وہاں پہنچتے ہیں تو حقیقت حال واضح ہوتی ہے۔

برزخ دنیا  
کا تعلق ہے

میان یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ عالم برزخ کا تعلق عالم دنیا سے ہے یا  
عالم آخرت سے۔ امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ عالم برزخ اسی  
جہان دنیا کا تعلق ہے اس کو اس طرح سمجھیں کہ عالم برزخ کے واقعات اس جہان  
کی نسبت سے ایک باریک جالی یا پردے کے پیچھے پیش آتے ہیں جنہیں  
ہم نہیں دیکھ سکتے۔ جب حشر پھاڑا جائے گا اور یہ پردہ اُتر جائے گا۔ تو تمام چیزیں کھلی  
کر سامنے آجائیں گی۔ اس وقت عالم برزخ کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا۔ لیکن اس کے  
کہ اللہ تعالیٰ کسی کھوئی چیز کو عمومی طریقے سے سمجھائے اس کی مثال نہ لگانے  
کی ضرورت دلی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اپنے پروردگار کو  
اس جہان میں نہیں دیکھ سکتے۔ جب تک کہ سر کر دیو شدہ جہان میں نہ چلے جاؤ۔  
امام غزالی اس بات کو اس طرح سمجھاتے ہیں کہ تم اس کو تو تسلیم کرتے ہو کہ  
جبریل علیہ السلام حضور علیہ السلام پہ نازل ہوتے تھے مگر صحابہ کی آنکھیں ان کا مشاہدہ  
کرنے سے قاصر تھیں۔ جب حضور علیہ السلام خود جاتے تھے کہ جبریل علیہ السلام سے  
پس آئے تھے تو پھر پتہ چیتا تھا۔ ایک موقع پر حضور علیہ السلام ام المؤمنین حضرت  
عائشہ صدیقہ کے پاس تشریف فرما تھے کہ جبریل علیہ السلام آئے اور عرض کیا کہ میری  
طرف سے عائشہ کو بھی سلام کہہ دیجئے آپ نے یہ پیغام دیا تو حضرت عائشہ نے  
عرض کیا کہ حضور! میری طرف سے حضرت جبریل علیہ السلام کو سلام کہہ دیں۔ اور  
ساتھ یہ بھی کہ اتنی سی مسالہ کشی حضور! جو کچھ آپ دیکھتے ہیں وہ ہم تو  
نہیں دیکھ سکتے۔ غرضیکہ ہر دو کی نوبت وہی ہے ایمان رکھنا ہے مگر اسے دیکھ نہیں سکتا  
اسی طرح اگر وہی یہ ایمان ہے تو پھر قبر میں فرشتوں کی آمد۔ سوال و جواب اور جزا و سزا

پر بھی ایمان رکھنا چاہیے۔

بہر حال فرمایا کہ فرعونوں کو عالم برزخ میں بھیج دوں گا۔ ان کی یہ پیش گوئی بات ہے۔  
پھر حیب قیامت پیدا ہوگی، جسے اور سزا کی سزا کی توفیق شہر کو حکم ہوگا کہ ان کو  
سخت عذاب میں داخل کر دو۔ ان کو جہنم میں داخل کر دو۔ اور یہ ان کی سزا  
قسطی اور دائمی سزا ہوگی۔

تابع اور  
متبرع  
کو حکم

اے اللہ تعالیٰ نے روزی میں جانے والے بعض لوگوں کے لئے کا ذکر کیا ہے  
ارشاد ہوتا ہے: وَلَا يَسْتَحْجُونَ فِي النَّارِ اور حیب کو روزی میں پہنچنے  
والے آپس میں جھگڑا کریں گے فَيَقُولُ الضَّالُّونَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا  
کمزور، غرور اور متکبر لوگوں سے کہیں گے إِنَّا كُنَّا نَعْتَبِرُكُمْ  
بعد تو دنیا میں تھیں سے تابع تھے، تمہارا برکت تھی، تمہاری بات میں ہاں دے  
تھے فَقِيلَ أَنْتُمْ مَقْتُولُونَ عَنِ أَصْیَابٍ مِنَ النَّارِ تَكِيدُ  
تم روزی کے کھیت سے ہیں، سچا ہو یا ہم دنیا میں تمہارے پیچھے تھے  
کر اس نکتے کو پہنچے ہیں، اب یہ کچھ تو دیکھ بانو اور سزا کا کچھ صبر اٹھا۔ قَالَ  
الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا ان لوگوں کو جواب دیں گے عَبْدُكُمْ تَعْبُدُونَا  
کیا دیکھ سکتے ہیں إِنَّا كُنَّا نَعْتَبِرُكُمْ اور ہم سب دور میں پہنچتے ہیں  
اور پوچھیں، ہم تمہارا بوجھ کیسے اٹھا سکتے ہیں؟ اور سزا کو یہی کہیں گے إِنَّا كُنَّا  
قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ اب اللہ نے بہروں کے إِنْ يَسْأَلُكُمْ  
ہے۔ اہل ایمان کو راحت کے مقام میں اور مجرموں کو عذاب کا دبا ہے۔ لہذا  
اب ہمارے اور تمہارے عذاب میں نہ تخفیف ہو سکتی ہے اور نہ ہی یہ دور ہو

تو عذاب  
تخفیف  
کی ضرورت

سکتا ہے۔ اب ہمیشہ جہنم کے لیے اسی عذاب میں مبتلا رہنا چاہیے گا۔  
جب تدبیریں اپنے مقاصد میں سے بالوں ہو جائیں گے، تو پھر جہنم کے لوگوں  
کی ٹہریں بوجھ کریں گے۔ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا ان لوگوں کو  
حقیقت سزاوار ہے کہ میں پڑے ہوئے لوگ جہنم کے در و دیوار سے کہیں گے۔





إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ  
 يَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ⑤۱ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظَّالِمِينَ  
 مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّرَجَةِ ⑤۲  
 وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَى وَأَوْثَقْنَا بِهِيَ  
 إِسْرَءِيلَ الْكِتَابَ ⑤۳ هُدًى وَذِكْرَى لِأُولِي  
 الْأَلْبَابِ ⑤۴ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَ  
 اسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ  
 بِالْعِشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ⑤۵ إِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ  
 فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ إِنْ  
 فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيهِ  
 فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ⑤۶  
 خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ  
 النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ⑤۷  
 وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَى وَالْبَصِيرُ وَالَّذِينَ  
 آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَلَا الْمُنَافِقِينَ قَلِيلًا  
 مَّا تَذَكَّرُونَ ⑤۸ إِنَّ السَّاعَةَ لَأْتِيَةٌ لَا رَيْبَ



فِيهَا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٥٩﴾ وَقَالَ  
رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ  
يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ  
دَاخِرِينَ ﴿٦٠﴾

ترجمہ :- بیشک ہم اللہ کو مدد کرتے ہیں اپنے  
رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی  
میں ۔ اور جس دن کھڑے ہوں گے گواہ ﴿٥٩﴾ جس دن ہمیں  
فائدہ دینا عظیم کرنے والوں کو ان کا کوئی عذر ، اور  
ان کے لیے پیشکار ہوگی اور بڑا گھمراہ ﴿٥٩﴾ اور اللہ  
تحقیق ہم نے دی ہوئی (علیہ السلام) کو ہدایت ۔ اور  
وراثت بنایا ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب کا ﴿٥٢﴾ جو  
ہدایت کرنے والی ہے ، اور نجات ہے عقلمندوں  
کے لیے ﴿٥٣﴾ پس آپ صبر کریں ، بیشک اللہ قلم  
کا وعدہ برحق ہے ۔ اور بخشش طلب کریں اپنے گناہ  
کے لیے ، اور تسبیح بجا کر اپنے رب کی تعریف  
کے ساتھ پکھلے پھر اور صبح ﴿٥٥﴾ بیشک وہ لوگ جو  
جھگڑتے ہیں اللہ کی آیتوں میں بغیر کسی مذ کے جو  
دن کے پس آئی ہو ، نہیں ہے ان کے سببوں میں  
مگر تکبر ۔ نہیں ہی وہ اس تک پہنچنے والے ۔ پس  
آپ پناہ مانگیں اللہ کی ذات کے ساتھ ، بے شک  
وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے ﴿٥٦﴾ اللہ پیدا  
کرنے آسمانوں اور زمین کا بڑا ہے لوگوں کی پیدائش

سے ، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (۵۷) اور نہیں ہنجر اٹھا  
 اور بچتا ، اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے  
 اچھے اعمال کیے اور نہ بدکار ، بہت کم رقم نسیحت حاصل  
 کرتے ہو (۵۸) بیشک قیامت بہت ضرور آئے دال ہے  
 کوئی شک نہیں اس میں ، لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں  
 لاتے (۵۹) اور ضرور تمہارے پروردگار نے پکار دیکھے ہیں  
 قبول کروں گا تمہاری پکار کو ۔ بیشک وہ لوگ جو ہجر  
 کرتے ہیں میری عبادت سے غنہ غریب داخل ہوں گے  
 جہنم میں ذیل پر کر (۶۰)

بطایات

مسند ترمذی کی تعلیم : قرآن کریم کی معانیست و صدقہ کی وضاحت  
 اور خیرائے عمل کے تعین کے لیے اللہ تعالیٰ نے مومن علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ  
 بیان کیا اور پھر ان کا انجاسہ جس ذکر کیا فرعون کی غرور و تکبر اور سرکشی اور مومن کی  
 کے قتل کی منسوب بندی کا تذکرہ ہوا ، ایسا علم مومن کی نسیحت اور خیر خواہی کی بات  
 ہوئی ۔ آخر کار فرعون اور اس کے حواریوں کی نازیبا کام ہوئی اور اللہ نے مومن علیہ السلام  
 اور مرد مومن دونوں کو بچا لیا ۔ اللہ نے فرمایا کہ دنیا میں قرآنی فرعون اور فرعون کی سزا  
 ملی اور عالمہ جزا میں وہ مسیح و شاہ آگ پریش کیسے جاتے ہیں ۔ ان کو آخری ٹھکانہ  
 و جزا ہوگا ، جہاں انہیں ہمیشہ جہنم کے لیے رہنا ہوگا ۔ پھر اللہ نے جزا میں  
 تابعین اور متبعین کے بقول کے ذکر کیا کہ تابعین اپنے متبعین سے عذاب  
 میں تخفیف کرائے گئے ہیں گئے مگر وہ اپنی سب سے بڑی کا اظہار کریں گے  
 پھر اہل و جزا جہنم کے دار و خانوں سے تخفیف عذاب کی درخواست کریں گے  
 مگر ان کی یہ پٹری و پکار بھی رد ہو جائے گی ۔ اور وہ دائمی عذاب میں مبتلا رہیں گے  
 اب اگلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم علیہ السلام اور آپ کے پیروکاروں کو تسلی دی  
 ہے ، مشرکوں اور کافروں کی ایذا و مایوسی کے مقابلہ میں صبر و استقامت کی تعلیم دی ہے



اور آخر میں اللہ کی بارگاہ میں دعا کرنے کا مشد بیان فرمایا ہے ۔

نصرت الہی  
کا وعدہ

ایمان کی تسلی کے لیے ارشاد فرمادیا ہے اِنَّا لَنَشْكُرُكُمْ وَرَسُولًا ذَلِكُنَّ

اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلِيَوْمِ يُخْرِجُ الْاَشْهَادَ فَسَتَكُنَّ

یہ تحقیق ہم وعدہ کرتے ہیں اپنے رسولوں اور اہل ایمان کی اس دنیا کی زندگی میں بھی اور

اس دین الہی جس دن گواہ گھڑے ہوں گے یعنی قیامت پر پڑھو کہ کتاب کتاب کی

مشترک آئے گی اور گواہوں کے حق میں یا ان کے خلاف گواہ پیش کیے جائیں گے ۔

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں جہانوں میں اپنے رسولوں اور ایمان والوں کی نصرت

کا وعدہ فرمایا ہے ، اور انہیں تسلی دی کہ جسے کافروں اور مشرکوں کی غارت سے کوئی

بھی تکلیف نہ ہو باقی مصلحت پڑیں یا ان کی طرف سے کوئی بھی تکلیف نہ پہنچیں آپ صبر

سے کام لیں ، دہل پر داشتہ نہ ہوں ، اس کا دستور ہے کہ وہ اپنے رسولوں اور

ایمان والوں کی ضرورت کو دیکھتا ہے ۔

اس موقع پر امام ابن جریر نے یہ اشکال پیش کیا ہے کہ دنیا میں تو بعض انبیاء

اور ایمان والوں کو سخت تکلیف بھی پہنچی ہیں اور سخت بھی آئی ہے حتیٰ کہ بعض انبیاء

کو شہید بھی کر دیا گیا جیسے زکریا علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام اور عیسا کہ اللہ نے فرمایا

وَيَقْتُلُوْنَ الدّٰبِّیْنَ یَعْقِلُ الْخَلْقُ (البقرہ - ۶۱) اللہ تعالیٰ کی طرف

سے بنی اسرائیل پر ذلت و ستمت مسلط ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی وہ انہر کے

نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے ، تو ایسی صورت میں نصرت الہی کا کیا مطلب ہے

اس کا جواب خود امام صاحب اور بعض دوسرے مفسرین یہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ

نے بعض انبیاء کو تو دنیا میں بھی کامیابی عطا فرمائی تھی کہ حضرت داؤد علیہ السلام حضرت

سیدان علیہ السلام اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خلافت الہی سے نوازا ،

اور یہی ان کی اس دنیا میں مدد ہے ، البتہ جن انبیاء نے کرام اور مومنین کو دنیا میں غلبہ

حاصل نہیں ہو سکا اور وہ تکلیف میں برداشت کرتے تھے سب ان کی نصرت الہی

معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مخالفین سے ضرور انتقام لیا ہے ، ان کو

نیست و نابود کیا ہے اور پیغمبروں کے مشن کو دنیا میں جاری رکھا ہے، یہی ان کی نصرت اور چکر مہیا کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ حق پرستوں کی قربانیوں کو ضائع نہیں کرتا خواہ درمیان میں کتنے ہی آقا و پیغمبر کیوں نہ آئیں۔ مگر مشن اپنی کامیابی ہوتا ہے اور آخرت میں تو ان کی کامیابی یقینی ہے۔

بعض اوقات اہل ایمان میں کچھ کمزوریاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں جس کی وجہ سے وقتی طور پر ناکامی بھی ہوتی ہے مگر اللہ کا یہ واضح فرمان موجود ہے: **لَا تَهْزِنَ وَلَا تَكْذِبْ** پریشان نہ ہو و آنتہم الا عتدون ان کنتہم مؤمنین (آل عمران) اللہ آخر تمہاری بلند و برتر جگہ بشرطیکہ تم صحیح ایماندار ہو۔ یہ تو ظاہری فتح و شکست کی بات ہے، البتہ باعتبار دلیل اور محبت کو حق ہمیشہ غالب رہتا ہے۔ اور پھر جب حشر برپا ہوگا تو وہاں بھی اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنے اہل ایمان کو عزت اور عطا فرمائے گا، اور منافقین و کفار بھی ذلیل و خوار ہی ہوں گے۔ اسی لیے فرمایا کہ ہم اپنے بندوں کی دنیا میں بھی مہر کرتے ہیں اور اس دن بھی کریں گے جب قیامت برپا ہوگی اور اولین و آخرین سب جمع ہوں گے۔

فرمایا وہ ایسا دن ہوگا **يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظَّالِمِينَ مَعَذِرَتُهُمْ** کہ اس دن ظالموں کا کوئی عذر یا بہانہ مفید نہیں ہوگا، ان کی کوئی دستگیری نہیں ہوگی **وَكُلُّهُمْ لَاحِقٌ** ان پر لعنت اور پھٹکار ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور و محکم رہے جائیں گے، جس کا نتیجہ یہ ہوگا **وَكُلُّهُمْ شَوْءٌ** اللہ ان کے اُن کے پہنچنے کے لیے بہت بڑا ٹھکانا ہوگا، ظاہر ہے کہ اس سے مراد جہنم کا ٹھکانا ہے، جہاں پر سخت ترین عذاب کا سامنا کرنا ہوگا۔

ارشاد ہوتا ہے **وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدًى** اور البتہ تحقیق ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو ہدایت عطا فرمائی **وَأَوْثَقْنَا بِتَابِعِي رَسْمًا يَسُودُ** اس کی کتاب اور بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا۔ اس کتاب سے مراد کتاب قرأت ہے جو اللہ نے بنی اسرائیل کی رہنمائی کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر

میں  
میں  
میں



نازل فرمائی، اور وارث نے اس کا مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو اس کتاب کے  
 احکام پر عمل درآمد کا حکمت بنایا۔ فرمایا یہ ایسی عظیم المرتبت کتاب ہے جو کہ ہڈی  
 و ذکری لا ولی الا انبیا علیہ السلام کے لیے سرسبز ہدایت اور نصیحت  
 کی بات ہے اللہ نے اپنا ایمان جلیل ہے کہ اُس نے بنی اسرائیل کو فرعون  
 کے مظالم سے نجات دیکر خود اِشان کتاب کا وارث بنایا، اور یہ ایسی کتاب  
 ہے جو قرآن پاک کے بعد شمع ہدایت ہے۔

بصر الشریعہ حضور علیہ السلام اور آپ کے متبعین کو تسلی دی اور فرمایا فَخَبِّرْ  
 اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ اَب سیر کریں، اللہ تعالیٰ کا وعدہ بھٹکتا ہے، وہ اپنے  
 وعدے کے مطابق ہمیں ضرور کامیابی اور ہدایت سے سرفراز فرمائے گا۔ اور  
 ساتھ ساتھ وَاسْتَغْفِرْ لَذَنْبِكَ آپ اپنے گناہ کی بخشش طلب کریں  
 یہاں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کے لیے گناہ کا لفظ استعمال کیا ہے، حالانکہ  
 اللہ کے نام میں صغائر اور کبائر سے پاک ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں مفسرین کہہ رہے ہیں  
 فرماتے ہیں کہ ہر شخص کا گناہ اُس کے مجسمے کے مطابق ہوتا ہے، بعض لوگ صغائر  
 میں غوث ہوتے ہیں اور بعض کبائر میں بھی، بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جو  
 صغائر و کبائر دونوں سے پاک ہوتے ہیں۔ یہ اللہ کے نبی ہیں جن کی معمولی لغزش  
 بھی ان کے لیے تلخیت و برکت ہے۔ اگرچہ وہ گناہ نہیں ہوتا۔ تو یہاں پر گناہ سے  
 مراد عام لوگوں کا گناہ نہیں بلکہ نبی کی معمولی سے معمولی لغزش مراد ہے کہ آپ اُس  
 پر بھی استغفار کریں۔ کیونکہ بعض اوقات معمولی لغزش پر بھی اللہ کی گرفت آ  
 جاتی ہے، جیسا کہ روئے علیہ السلام کا واقعہ سورۃ الصفۃ میں گزر چکا ہے، چنانچہ  
 روایات میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام دن میں سو بار استغفار کیا کرتے تھے۔  
 شاہ عبدالقادر فرماتے ہیں کہ ہر بندے کی تقصیر ایک جیسے مطابق ہوتی ہے،  
 لہذا ہر بندے کو ہمیشہ استغفار کرتے رہنا چاہیے۔ انبیاء علیہم السلام اگرچہ صغائر  
 اور کبائر سے پاک ہوتے ہیں مگر ذرا سی غفلت پر بھی سو بار استغفار کرتے ہیں۔



گناہ نے بخشش طلب کرتے کا یہی مطلب ہے۔

خدا تعالیٰ کی  
تسبیح و تحمید

پھر ارشاد ہوتا ہے وَتَسْبِّحُ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ اور پردہ دگار کی تسبیح بیان کریں اُس کی تعریف کے ساتھ پچھلے پہر بھی اور صبح کے وقت بھی۔ مفسرین کرام بیان کرتے ہیں کہ تسبیح و تحمید میں نماز بھی داخل ہے اور پچھلے پہر سے مراد ظہر سے عشاء تک کی چار نمازیں اور ابکار سے مراد فجر کی نماز ہے۔ اس شرط گویا اس آیت میں پانچوں نمازوں کی ادائیگی کی تلقین کی گئی ہے۔ اس قسم کا اشارہ سورۃ بنی اسرائیل میں بھی موجود ہے وَہُنَّ فَرَمَا آتِیَہُ السَّلَوةَ لَدُلُکَ الشَّمْسِ اِلَیَّ غَسَقَ اللَّیْلِ وَ قُرْآنَ الْفَجْرِ (آیت ۱۱۵) اس آیت کی تفسیر میں بھی مفسرین بیان کرتے ہیں کہ دونوں ڈھلے (دولک الشمس) سے لے کر رات کے اخیر سے غسق الیل میں چار نمازیں ظہر، عشاء، آجانی ہیں اور فجر کی نماز قرآن الفجر میں آجانی ہے۔ بہر حال تسبیح و تحمید سے عام ذکر و اذکار سمجھان اشراف کھڑے وغیرہ بھی مراد لیا جاسکتا ہے۔ اور پانچوں نمازیں بھی اس میں آجانی ہیں کیونکہ نماز بھی تسبیح و تحمید اور دعا کا مرکب ہے تو فرمایا اپنے پسند و گار کی تسبیح و تحمید بیان کیجئے پچھلے پہر اور صبح کے وقت۔

فَرَمَا اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْ اٰیٰتِ اللّٰهِ یَغْفِرُ لَظُنِّیْ  
اِنَّہُمْ یُنٰکِ وہ لگ جبرائیل کی آیتوں میں جھگڑا کرتے ہیں بغیر کسی سزا  
دیکھ کر اُنکے پاس پہنچی ہو، ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا اِنَّ لَیْفَ صُدُوْہُمْ  
اَلَا یَعْبُرُوْنَ مَاہُمْ بِیَاغْفِرُہُ کر ان کے سینوں میں غرور پھرا ہوا ہے  
مگر وہ اُس تک پہنچنے والے نہیں ہیں یعنی کامیاب نہیں ہوں گے۔ مطلب یہ  
ہے کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح دلائل، احکام اور مسائل آ  
چکے ہیں مگر یہ اپنے غرور و تکبر کی بنا پر بلاوجہ ان میں جھگڑا کرتے ہیں اور  
اللہ کی آیات کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کرنا چاہتے تمام بڑے بڑے ڈکیتوں،  
دولت مند اور سرکش لوگوں نے ہمیشہ انبیاء کے اتباع سے گریز کیا ہے کیونکہ



مگر وہ بیروں کی عزت کو تسلیم کر لیں تو پھر ان کی اپنی چودہ راہیں بتائی رہتی ہے۔ تو فرمایا کہ ان نابیناؤں کے سامنے غرور و تکبر سے بھرے بستے ہیں مگر یہ اس کی انتہا تک نہیں پہنچ سکیں گے یعنی کامیاب نہیں ہوں گے۔ پس ہم خداستغذ باللہ آپ ان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کریں تاکہ یہ لوگ آپ کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچا سکیں اِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ خاک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ ایسے موقع پر پناہ طلب کرنے کا طریقہ بھی حضور علیہ السلام نے سکھایا ہے کہ یوں دعا کیا کرو اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ عَدُوِّنَا وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْطِهِمْ اے اللہ ہم تیری ذات کو ان دشمنانِ دین کے مقابلے میں لاتے ہیں اور ان کے شرور سے پناہ چاہتے ہیں۔ لہذا تو ہی ہماری <sup>مخلوق</sup> اِشَادَہٗ بِرَقَابِ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کی پیداوار سے بڑا کام ہے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ مگر اکثر لوگ سمجھ سے کام نہیں لیتے اور انسانوں کی بعثت بعد الموت کو محال خیال کرتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا جو ذات آسمانوں اور زمین جیسی بڑی بڑی اشیاء کو تخلیق کر سکتی ہے اس کے لیے انہیں جیسی جھپٹی سی چیز کو دوبارہ پیدا کرنا کوئی مشکل کام ہے جب کہ پہلے اس کا ثبوت ہی موجود ہے۔ تو ان میں کس غرور و تکبر کا ہمارے وقوع قیامت، بعثت بعد الموت اور جزائے عمل کا انکار کرتے ہیں کیا اتنی سی بات بھی ان کی سمجھ میں نہیں آئی کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے؟

پھر فرمایا زرا غور کرو وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰی وَالْبَصِيْرُ کہ ایک اندھا اور بینا برابر نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَلْمِزُوْنَ اِلٰهًا کے بعد نیک اعمال انجام دینے والے اور بدکار اور گنہگار لوگ بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ جب یہ ہماری نظروں میں بھی برابر نہیں ہو سکتے تو پھر جزائے عمل کے اعتبار سے کیسے برابر ہو سکتے ہیں کہ سب

بعثت بعد  
الموت کی  
دلیل



کر رہی مچوڑ دیا جائے اور ان کے اعمال و کردار کا کوئی فیصلہ نہ کیا جائے گا۔ فرمایا  
قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ بہت ہی کم لوگ ان معائنات سے نصیحت حاصل  
 کرتے ہیں وگرنہ اکثر گمراہ ہی رہتے ہیں۔ فرمایا حقیقت یہ ہے إِنَّ السَّاعَةَ  
لَأَنبَاءٌ لَّا رَيْبَ فِيهَا بلاشبہ قیامت برپا ہونے والی ہے جس میں شک و  
 شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو دوبارہ زندہ کر کے اپنے سامنے کھڑا  
 کرے گا اور ان سے اس زندگی کے اعمال کا حساب لے گا اور پھر جزا یا سزا کا حتمی  
 فیصلہ کرے گا۔ اس واضح حقیقت کے باوجود فرمایا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ  
لَا يُؤْمِنُونَ لوگوں کی اکثریت واقعی قیامت اور جزائے عمل پر یقین نہیں رکھتی  
 اگر قیامت پر ایمان ہوتا تو اس کے لیے تیاری کرتے، خدا تعالیٰ کی عبارت کھستے  
 اور آخرت کے لیے ترشہ تیار کرتے مگر یہ تو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور ان  
 کی اکثریت کے سامنے قیامت کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔ یہ اٹس کے سامنے  
 تیاری کیا کریں گے؟

اے اللہ تعالیٰ نے دُعا کا مسئلہ بھی بیان فرمایا ہے ارشاد ہوتا ہے وَقَالَ  
رَبُّكَ مَوْءِدُكُمْ أَتُحِبُّ لَكُمْ اور تیرے پروردگار کا فرمان ہے کہ  
 مجھے پکارو، میں تمہاری دُعا کو قبول کروں گا۔ نیز فرماید الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ  
عَنْ عِبَادَتِي جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں سَيَذَرُوكُمُ جَهَنَّمَ  
دَٰخِلِينَ وہ عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔ ایت کے پہلے  
 حصے میں أُدْعُوْنِي کا لفظ ہے یعنی مجھے پکارو یا میرے سامنے دُعا کرو اور دوسرے  
 حصے میں عَنْ عِبَادَتِي ہے یعنی جو لوگ میری عبادت سے غور کرتے ہیں  
 وہ جہنم رسید ہوں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دُعا اور عبادت ایک ہی چیز  
 ہے۔ یاد رہے کہ لفظوں میں دُعا بھی عبادت ہی کا حصہ ہے۔ مختصر یہ فرماتے ہیں  
 کہ عبادت کا اطلاق نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر عبادات کے علاوہ دُعا پر  
 بھی ہوتا ہے۔ اس مقام پر عبادت سے مراد خاص طور پر دُعا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ

عالمی اہمیت



کے سامنے دستِ دعا پڑھیں گے تو یہ مشکبہ ہے اور تکبر الشریک نزدیک بہت  
 ہی بری خصلت ہے۔ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے اَلدُّعَاؤُ  
 مَعَ الْعِبَادَةِ یَمُنُّ دُعَا عِبَادَتِ الْغُزْبَةِ اَبَّ کَا یَہِیْ ذِہَا بَ لَیْسَ شَیْءٌ  
 اَکْرَہُ عَلَی اللّٰہِ مِنْ الدُّعَا بِعِیْنِ الشِّرْکِ ہاں دُعا سے زیادہ کوئی چیز عبادت  
 والی نہیں ہے۔ حضرت البرہرہؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے ارشاد فرمایا مَنْ لَمْ یَسْأَلِ اللّٰہَ یَقْضَبْ عَلَیْہِ جَمِیْعُ الشُّرَاحِ  
 سے سؤل نہیں کرنا۔ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے۔ ترمذی شریعت میں یہ روایت  
 بھی آتی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اَلدُّعَاؤُ هُوَ الْعِبَادَةُ کہ دُعا ہی عین  
 عبادت ہے۔ اور پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَقَالَ رَبُّكُمْ اَدْعُونِیْ  
 مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ دُعا کی مختلف قسمیں ہیں مثلاً اِهْدِنَا الصِّرَاطَ  
 الْمُسْتَقِیْمَ والی دعا فرض ہے جس میں درخواست کی جاتی ہے کہ مولد کریم! ہم  
 سیدھا راستہ دکھا اور اُن پر چلو۔ ایک دُعا سنت ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ  
 جب تم تشہد میں بیٹھو تو درود شریف کے بعد بستر کی جو دُعا پڑھو وہ مانگو۔ اسی  
 طرح میدانِ عرفات میں حاجی کے لیے دُعا کرنا سنت کے قریب ہے۔ دُعا کی  
 ایک قسم حرام اور مکروہ ہے، اور وہ یہ کہ افغانِ صرف دنیا کی لذات طلب کرے  
 اور آخرت کو فراموش کر دے، قطع رحمی یا عیبت کی دُعا شے یا کوئی ایسی چیز طلب  
 کرے جو محال ہو، تو ایسی دُعا غلط درست نہیں ہیں بلکہ مکروہ اور حرام ہیں۔ انسان کو  
 چاہیے کہ وہ دنیا میں اپنی جائز ضروریات کی دُعا کرے اور آخرت میں بھی عبادی  
 سؤل کرے۔ اس کے علاوہ ہر قسم کے شر سے پناہ مانگنا مستحب ہے۔

مستحب الدعوات  
 لوگ

حضور علیہ السلام کے فرمان کے مطابق بعض لوگ مستجاب الدعوات کہلاتے  
 ہیں اور اُن کی دُعا کو رد نہیں کیا جاتا مثلاً والدہ کی دُعا اولاد کے حق میں مستجاب  
 ہوتی ہے۔ اور اگر والد اولاد پر ناراض ہے تو اُن کی یہ دُعا فوراً ملے گی۔ اسی طرح  
 سفر کے دوران مسافر کی دُعا قبول ہوتی ہے۔ بطوریکہ دُعا بھی رد نہیں ہوتی۔

اسی طرح روزے دار اور حاکم عادل کی دعا کو شرف قبولیت حاصل ہوتا ہے  
 بیمار کی دعا بھی مقبولیت کے حصے میں ہوتی ہے جب تک وہ تندرست نہ ہو  
 حاجی بیت مکہ حج کر کے واپس اپنے گھر نہ پہنچ جائے اس کی دعا مقبول ہوتی ہے  
 ایک سلطان روس کے سلطان کے لیے لیر پشت دعا کرے تو فرشتہ آئیں کہتا ہے  
 اور ساتھ یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ تجھے بھی ایسا ہی عطا فرمائے بغرض کہ بعض لوگوں کی دعا  
 رخصت کی جاتی۔

ترک دعا  
کا مسئلہ

بعض بزرگوارین دین کا مقولہ ہے کہ عام طور پر دعا کا کرنا صفت اور مستحب  
 ہے کیسی بعض اوقات اس کا ترک بھی افضل ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ جب  
 حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا جانے لگا، تو آپ سے کہا گیا کہ آپ  
 اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تو آپ نے فرمایا **عَلَّمَہُ بِتَعَالٰی حَسْبِیْ صِبْغٌ**  
**سَوَالِفٌ** یعنی میرے متعلق اللہ تعالیٰ کا علم میرے سوال سے بہتر ہے، وہ خود  
 میری حالت سے واقف ہے لہذا سوال کی کیا ضرورت ہے؟ اسی لیے بعض  
 فرماتے ہیں کہ اگر معاملے کو خدا تعالیٰ کی طرف سونپ دیا جائے تو ترک دعا بھی دعا  
 بنی کہ ایک قسم ہے۔ انسان کہے کہ مولانا کریم! میں تیری رضا پر راضی ہوں، تو  
 میرے متعلق جو بھی فیصلہ کئے جائے منظور ہے۔ یہ صغیر کے مولانا حسرت مولانا  
 دین دار آدمی تھے۔ انہوں نے بھی اپنے شعر میں لکھا ہے۔

رضائی یار کے خلافت نہ ہو

اس لیے لوگ میرے لیے دعا کریں

اسی طرح گوجرانوالہ کے مجید لاہوریؒ کہتے ہیں :-

خدا جب دوزخسرت جانتا ہے

کو تو کیا کہوں آخر خدا سے

یہ تفویض کا مقام ہے کہ اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا جائے اور اس قسم کا  
 تصور زیادہ لوگ سمجھتے ہیں۔ عام آدمی کو یہ مقام حاصل نہیں ہوتا، لہذا ہمیں عام



قانون کے مطابق ہر وقت دعا مانگتے رہنا چاہیئے ۔ اللہ نے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ہر لوگ میرے سامنے دعا نہیں کرتے وہ گریا اپنی بڑائی اور تکبر سے اٹھا رکرتے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے ۔ ایسے لوگ زمین و آسمان ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے ۔

---

اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الَّيْلَ لَتَسْكُنُوا فِيهِ  
 وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى  
 النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٦٩﴾  
 ذَلِكَمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ لَّا إِلَهَ إِلَّا  
 هُوَ فَنَاقِئُ تَوْفِكُونَ ﴿٧٠﴾ كَذَلِكَ يُؤْفِكُ الَّذِينَ  
 كَانُوا بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ﴿٧١﴾ اللَّهُ الَّذِي  
 جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ قَرَارًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَصَوَّرَكُمْ  
 فَأَحْسَنَ صُورَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ  
 ذَلِكَمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَتَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿٧٢﴾  
 هُوَ الْحَيُّ لَّا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ  
 الدِّينَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٧٣﴾ قُلْ إِنِّي  
 نُهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ  
 اللَّهِ لَمَّا جَاءَنِي الْبَيِّنَاتُ مِنْ رَبِّي وَأُمِرْتُ أَنْ  
 أُسَلِّمَ لِلرَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٧٤﴾ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ  
 مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ  
 ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ



ثُمَّ لَتَكُونُوا شُيُوعًا وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّى  
 مِنْ قَبْلٍ وَلِتَبْلُغُوا أَجَلًا مُّسَمًّى وَلَعَلَّكُمْ  
 تَعْقِلُونَ ﴿٦٤﴾ هُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ ۚ فَإِذَا  
 قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿٦٥﴾

ترجمہ :- اللہ کی ذات وہ ہے جس نے بنائے  
 تمہارے لیے رات تاکہ تم آرام پکڑو اس میں ۔ اور دن  
 بنایا ہے دیکھنے کے لیے ۔ بیشک اللہ تعالیٰ فضل کرنے  
 والا ہے لوگوں پر ۔ مگر اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے ﴿٦٤﴾

یہ ہے تمہارا پروردگار جو خان ہے ہر چیز کا ۔ نہیں  
 کرتی معبود اس کے سوا ، پس تم کہہ کر پھیرے جاتے  
 ہو ﴿٦٤﴾ اسی طرح پھیرے گئے وہ لوگ جو اللہ کی آیاتوں  
 کے ساتھ انکار کرتے تھے ﴿٦٤﴾ اللہ کی ذات وہ ہے  
 جس نے بنائی ہے تمہارے لیے زمین ٹھکانے کی جگہ ۔  
 اور آسمان کرچھت ۔ اور تم کو صورت بخشی ہے پس  
 بہت اچھی صورت ۔ اور روزی دی ہے تم کو پاکیزہ چیزوں  
 سے ۔ یہ ہے اللہ تمہارا پروردگار ۔ پس بڑی برکت والا ہے  
 اللہ تعالیٰ جو تمام جانوں کا پروردگار ہے ﴿٦٤﴾ وہی زندہ  
 ہے ۔ نہیں کرتی معبود اُس کے سوا ، پس اُسی کو پکارو اس  
 حال میں کہ خالص اُسی کی اطاعت کر کے ملنے ہو ۔ سب  
 تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو سب جانوں کا پروردگار  
 ہے ﴿٦٥﴾ (وئے پیغمبر!) آپ کہہ دیجئے ۔ بیشک مجھے  
 روکا گیا ہے کہ میں عبادت کروں اُن کی جن کو تم

پکارتے ہو اللہ کے سرا جب کہ پہنچ چکی ہیں میرے پاس  
 کئی نشانیاں میرے رب کی طرف سے ۔ اور مجھے علم دیا  
 گیا ہے کہ میں فرما پروردہی کروں تمام جہازوں کے رب کی (۶۶)  
 وہ وہی ذات ہے جس نے پیدا کیا ہے تم کو مٹی سے  
 پھر قطرہ آب سے ، پھر خونی کے تھے ہونے لڑھکے  
 سے ، پھر نکالتا ہے تم کو پیٹے کی شکل میں ، پھر تاکہ تم  
 پہنچو اپنے پرے زور پر ، پھر تاکہ تم ہو جاؤ بوڑھے ، اور  
 بعض تم میں سے وہ ہیں کہ جن کو وفات دی جاتی ہے  
 اُس سے پہلے ، اور تاکہ پورا کرو تم ایک مسترد مدت  
 کو ، اور تاکہ تم عقل سے کام لو (۶۷) وہی ذات ہے  
 جو زندہ کھلتی ہے اور ماتی ہے پس جب فیصلہ کرتا ہے  
 وہ کسی کام کا ، پس بے شک وہ کہتا ہے اُس کیلئے  
 ہو جاؤ ، پس وہ چیز ہو جاتی ہے (۶۸)

رابطہ آیت

گزشتہ آیات میں خدا تعالیٰ کی قدرت کے دلائل کا ذکر تھا اور ساتھ ساتھ  
 ہدایت اور گمراہی کی وضاحت بھی کی گئی تھی ۔ قیامت کے برحق ہونے کی بات  
 تھی اور دُعا کا منہ بھی بیان ہوا تھا ۔ اللہ کا فرمان ہے کہ ہر وقت اُس کے  
 سامنے دست بدعا رہو ۔ جو شخص تکبر کی بناء پر اللہ کے سامنے دستِ سوال  
 دراز کرے اسے گمراہ کر دے گا ۔ اُس کو ذلیل و خوار کر کے جہنم میں داخل کیا جائیگا ۔  
 جیسا کہ سورۃ کی ابتدا میں بیان ہو چکا ہے حواشی ہم کی ساری سرور میں اسلام کے  
 بنیادی عقائد توحید ، رسالت ، قرآن کی معانیت اور معاہدہ پر مشتمل ہیں ۔ چنانچہ اس  
 سورۃ مبارکہ میں بھی یہی مضامین مختلف انداز سے بیان ہو چکے ہیں توحید کا منہ پہلے  
 بھی بیان ہو چکا ہے اور آج کے درس میں بھی توحید کے عقائد دلائل کا ذکر ہے اور  
 ساتھ ساتھ قرآنِ قدیمت اور محاسبہ اعمال کی بات بھی سمجھا دی گئی ہے ۔



پیل وندار  
کی افودیت

ارشاد ہوتا ہے اللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ اللَّیْلَ لِتَسْكُنُوا وَیَوْمَ  
اللّٰہِ تَعَالٰی کی رات وہ ہے جس نے تمہارے لیے رات کو بنایا ہے تاکہ تم اس میں  
سکون پکڑ سکو۔ اللہ تعالیٰ نے رات کی وضع ہی ایسی بنائی ہے کہ اس میں قدرے غنیمت  
ہوتی ہے۔ کبھی دھندلی اور کبھی آری کی ہوتی ہے جو نہ صرف انسانوں بلکہ جانوروں  
ورندوں پر فائدہ دیتی ہے۔ ان کیٹریٹ مکوڑوں کو بھی آرام کرنے میں مدد دیتی ہے۔ انسان ہوں  
یا جانوروں میں گھنٹے تو کام نہیں کر سکتے۔ اپنے اعصاب کی تحلیل شدہ قوی کی بجائی کے  
لیے سب کو آرام کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ رات کو پیدا کر رکھنے کے  
لیے آرام و سکون کا موقع بہم پہنچا دیتا ہے۔ بیشتر جاندار رات کے وقت آرام  
کرتے ہیں اور اگلے دن کے کام کے لیے پھر سے تازہ دم ہو جاتے ہیں بہر حال  
اللہ تعالیٰ نے رات کو اپنی حکمت اور جانداروں کی مصلحت کے لیے بنایا ہے تاکہ  
اس میں آرام پکڑ سکیں۔

فَرَمَا یَا فَاطِمَةُ اَنْ یَّصُیْرَ اللّٰہُ رَاۡتَیْہِمْ وَاَیَّامَہُمْ  
دانا بنایا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دن کو سورج کی روشنی کی وجہ سے انسان ہر چیز  
آسانی سے دیکھ سکتا ہے اور پھر اپنے کلم کلچ میں مصروف ہو جاتا ہے۔ انسان جو کچھ  
پیشہ اختیار کرتا ہے، وہ محنت جو یا نہ راحت، تجارت ہو یا کوئی علمی کام۔  
غلامت ہو یا کوئی محنت مزدوری، اس کے لیے عام طور پر دن کا وقت ہی موزوں  
ہوتا ہے جس طرح اللہ نے رات کو آرام کا ذریعہ بنایا ہے، اسی طرح دن کو کام  
کرنے کا موقع فراہم کیا ہے۔ اگر رات اور دن کی یہ تقسیم نہ ہو تو مخلوق کے لیے  
عمولی طریقے سے زندگی گزارنا مشکل ہو جائے۔ ایک جگہ اللہ نے دن میں سونے  
کا ذکر بھی کیا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جو شخص رات کی ڈیرٹی پر متعین ہے۔ لازم  
ہے کہ وہ دن کے وقت آرام کرے گا۔ چونکہ ہر جاندار کے لیے آرام ضروری  
ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کا یہ نظام قائم کر دیا ہے۔  
رات اور دن دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَاتٍ لِّرَبِّهِمْ اَسْمَاعِيلَ - ۱۲: جہتے رات

اور دن کو دو نشانیاں بنایا ہے، رات کو تاریک اور دن کو روشن کیسے تاکہ قدوس

کے وقت روزی تلاش کرو اور رات کے ذریعے تقویم کا حساب رکھ سکے۔ یہ

لیل و نہار خود بخود کسی حادثے کے نتیجے میں نہیں پیدا ہونے بلکہ یُقَدِّبُ اللّٰهُ

الْاَيُّمَ وَاللَّيَالِیَ (النور - ۴۴) اللہ تعالیٰ ان کو پختیاں دے کر ان میں امتیاز

پیدا کرتا ہے، اللہ نے نظام شمسی کو ایک ایسا سلسلہ قائم کر دیا ہے کہ جس کے

ذریعے رات اور دن آگے پیچھے آتے رہتے ہیں کبھی رات بڑی ہو جاتی ہے اور

دن چھوٹا اور کبھی دن بڑا ہوتا ہے اور رات چھوٹی ہو سکتی ہے اور دن بڑا ہو سکتا ہے

نظام قدرت کے ساتھ وابستہ ہے۔ ان مختلف موسموں کی وجہ سے دنیا کے

مختلف خطوں میں ہر موسم کی ایک ایک چیز ہوتی ہے جس سے انسان اور جانور

پرندہ، پتہ اور کیڑے مکوڑے اپنی اپنی خوراک اور گرمی سردی کی ضروریات پوری کرتے

ہیں۔ بہر حال فرمایا کہ ہم نے رات کو آرام کے لیے اور دن کو کام کا جگہ کے لیے وضع کیا

اللہ تعالیٰ نے ترانہ ان کی مصلحت کے لیے دن رات جیسا یہ مفید نظام

قائم کیا ہے کہ لَا يَخْلُقُ اللّٰهُ لَدُوْهُ فَضْلًا عَلٰی النَّاسِ وہ لوگوں پر بڑا ہی نفع

اور مہربانی کرنے والا ہے وَلٰیكُمُ الْاَكْثَرُ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ۔ مگر

اکثر لوگ خدا تعالیٰ کی نعمتوں کی قدری کرتے ہیں یعنی اس کا شکر ادا نہیں کرتے۔

اور سب سے بڑی ناشکری یہ ہے کہ اس منعم حقیقی کی ذات، صفات یا عبارت میں

کسی کو شریک ٹھہرایا جائے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو لاکھوں، کروڑوں نعمتیں عطا

کی ہیں جن میں سے رات اور دن کی تخلیق کا ذکر اسی آیت میں ہوا ہے، چاہے کہ یہ

تھا کہ انسان اپنی زبان، عمل اور اعضا، جو روح سے ہر نعمت کا شکر ادا کرتے

مگر فرمایا کہ لوگوں کی اکثریت ناشکر گزار ہی ہے۔

فَرِیْذَیْکُمْ اللّٰهُ رَبُّکُمْ یہی ہے اللہ تعالیٰ تمہارا پروردگار

خالق کُل شئی و جو چیز کا خالق ہے۔ اس کے علاوہ ہر چیز مخلوق ہے

انسان کی  
ناشکرگزار ہی



خواہ وہ عالم بالا میں ہو یا عالم زیریں میں۔ جنت، دوزخ، عذاب، جہنم و آسمان  
 اسی کے پیدا کردہ ہیں۔ ہر قسم کے جانور اور کیشے سگڑے خواہ وہ ارٹھی ہوں یا بکری۔  
 جنگلی ہوں یا صحرائی، سب اللہ کی مخلوق ہیں اور وہی سب کا خالق ہے۔ جب ہر چیز  
 کا وہ خالق ہے تو لاکھ لاکھوں اسم کے سوا جس پر بھی کوئی نہیں۔ عبادت  
 صرف اسی کے کہ جاسکتی ہے فانّ تَوْفِیْکَ کَوْنِیْ مَکْرَمٌ نَّحْنُ وَعِدَہٗ لَکَ لَکَیْکَ  
 کر چھوڑ کر کہ صبر پھیرے ملتے ہو۔ جب خالق وہ ہے، نعمتیں اس نے عطا کی  
 ہیں، ادھر اور متصرف وہ ہے تو پھر تم کس کی نذر و نیاز دیتے ہو، کس کے کئے  
 سجدہ ریز ہوتے ہو اور کس کی مدد سے زیادہ تعظیم کرتے ہو۔ کیا یہ بے عقلی اور شرابی  
 کی بات نہیں ہے؟

فَرَاکَ ذٰلِکَ تَوْفِیْکَ الَّذِیْنَ کَانُوْا بِآیٰتِ اللّٰہِ یُحٰدِثُوْنَ  
 اس طرح وہ لوگ بھی پھیرے جاتے تھے جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے مطلب  
 یہ کہ تم سے پہلے منکرین بھی اسی طرح اندھیرے میں ٹکریں مارتے رہے، اللہ کو  
 چھوڑ کر مخلوق کے پیچھے بھاگتے رہے، ان سے عقل کشائی اور حاجت روائی  
 چاہتے تھے۔

جس طرح وہ کفر و شرک میں مبتلا ہو کر ناکام ہوئے۔ اسی طرح تم بھی انہی کے  
 نقش قدم پر چل کر دائمی ناکامی کا منہ دیکھو گے۔ انسان اگر صرف تخلیق کی نشانی میں  
 غور و فکر کرے تو اللہ کی وحدانیت سمجھ میں آسکتی ہے مگر یہ تو اپنے ارد گرد  
 پھیلے ہوئے لاکھوں دلائل میں سے کسی میں غم نہی نہیں کرتے، پھر یہ راہ راست  
 پر کیسے آسکتے ہیں؟

زمین و آسمان  
 کے فرائد

ارشاد ہوا ہے اللّٰہُ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِیْهَا تَسٰوٰی  
 کی ذات تبارک ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو قرار گاہ یعنی بھڑنے کی جگہ بنا دیا  
 زمین کے علاوہ دوسرے کئے۔ چاند، سورج، ستارے، مریخ وغیرہ اللہ  
 کے لیے قیام گاہ نہیں بن سکتے کیونکہ زمین پر اللہ تعالیٰ نے انسانی ضروریات کی

اشیاء پیدا ہی نہیں کیں۔ اگر کوئی مائل انسان زمین کے علاوہ فضا یا کسی دوسرے سیارے میں چلنے کا تر یا نکل جائے تو یہ جیسے کہ انسان کی مستقل اور طبعی قیام گاہ زمین ہی ہے جہاں اُسے ضرورت کی ہر چیز میسر ہے۔ فرمایا ایک تو زمین کو قرار دیا کہ بنایا و السَّمَاوَاتُ سُبْحًا اور آسمان کو تمنا ہے کہ یہ ہنزل چھت کے بنا دیا۔ یہ ایسے ہی نظر آتا ہے۔ جیسے کوئی قبہ یا غیرہ جو جزیرین کے اُپر بننا چاہے۔ اور اس کی وجہ سے زمین کا وہ عیانت سے محفوظ ہے۔ سورۃ الزیاد میں ہے وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَفْهًُا مَّحْفُوظًا (آیت ۱۲۲) ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنا دیا ہے۔ ہر حال اللہ نے زمین اور آسمان کی تخلیق اور اس کی افادیت کا ذکر کیا ہے۔

مصور حقیقی  
کی تصویر کشی

پھر فرمایا، اللہ کا احسان بھی یاد کرو وَصَوِّرْكُمْ فَالْحَسَنُ صَوْرَكُمْ اَمْسُ نے تمہیں شکل و صورت بخشی اور بہت اچھی صورت عطا کی۔ اللہ تعالیٰ مصور حقیقی ہے اَمْسُ نے انسان کو فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (التین ۴) بہترین صورت میں پیدا کیا۔ سورۃ آل عمران میں ارشاد ہے هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرْکُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَاءُ (آیت ۶۰) خدا تعالیٰ کی ذات وہ ہے جو رحم اور میں تمہاری تصویر کشی کرتا ہے جیسے چاہتا ہے۔ اگرچہ بعض لوگوں کی شکل و صورت راجحی ہوتی ہے اور بعض بہ شکل بھی ہوتے ہیں لیکن بحیثیت مجموعی اللہ تعالیٰ نے انسان کو سب سے بہتر شکل و صورت میں پیدا فرمایا ہے اور اُسے تمام مخلوق پر شرف عطا کیا ہے۔ تصویر سازی مصور حقیقی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اس لیے کسی شخص کو کسی جائدار کی تصویر بنانا جائز نہیں بلکہ حرام ہے، قیامت والے دن اللہ تعالیٰ تصویر بنانے والے سے کہے گا کہ میں نے تو تصویر بنا کر اس میں جان بھی ڈالی تھی۔ اب قسم صی اس میں جان ڈالو۔ جب وہ ایسا نہیں کر سکے گا تو اللہ تعالیٰ سخت کڑا قہر کرے گا، نزدیک و زینت کے لیے بے جان اشیاء، عمارت، پیار، دریا، سورج، چاند وغیرہ کی تصویر بنائی جاسکتی ہے مگر کسی جائدار کی تصویر بنانا اور پھر اُسے دیوار کی زینت بنانا قطعاً حرام ہے، حضور علیہ السلام کا فرعون سے۔



جس گھر میں گناہ یا تصدیق ہوتی ہے وہاں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے، بہر حال  
اللہ نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا فرمایا ہے۔

فرمایا وَرَزَقْنَاكَ مِنْكَ الْغَلِيظَ الْكَرِيمَ انسان! اللہ نے تجھے پاکیزہ  
چیزوں میں سے روزی عطا کی ہے، روزی تو تمام جانداروں، درختوں، پتھروں اور  
کیڑوں مکوڑوں کو بھی مل رہی ہے مگر ان کی روزی کے ساتھ پاکیزگی کی شرط نہیں ہے  
پاکیزہ رزق اللہ نے صرف انسان کو عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عین، وہی  
رزق انسان کے لیے حلال اور طیب کیا ہے جو اس کی جسمانی اور روحانی صحت  
اور پاکیزہ اخلاق کے لیے ضروری ہے۔ اور جن چیزوں سے جسم، روت اور  
اخلاق میں نجاست پیدا ہوتی ہے، وہ حرام قرار دی گئی ہیں۔ چنانچہ مردار، خون،  
خنزیر کا گوشت اور غیر اللہ سبحانی اور روحانی نجاست پیدا کرتے ہیں۔ اس لیے  
اللہ نے انہیں انسان کے لیے حرام کر دیا ہے۔ روحانی نجاست میں خیر اللہ کی نذر  
کے علاوہ غصب، تشدد اور چوری کا مال، رشوت اور دھوکہ دہی سے حاصل ہونے  
والی چیزیں بھی مایل حرام میں شمار کی گئی ہیں۔ ان کے استعمال سے ذہن میں فساد  
پیدا ہوتا ہے۔ اللہ نے صرف حلال اور پاک چیزیں ہی بطور رزق استعمال کرنے  
کی اجازت دی ہے۔

فرمایا ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ یہ ہے اللہ تمہارا پروردگار جس نے  
تمہارے لیے زمین کو قرار کاہ اور آسمان کو چھت بنایا، تمہیں بہترین صورت میں  
خلق کیا اور پھر طیبات میں سے روزی بہم پہنچائی۔ فَقَبُولُكَ لِلَّهِ رَبِّكَ  
الْعَلَمِينَ پس بڑی برکت والا ہے اللہ تعالیٰ جو تمام جانداروں کا پروردگار ہے۔ رزق  
حقیقت میں ہوا وَالْحَيُّ وہی زندہ ہے اور دوسروں کو زندگی بخشنے والا ہے  
وہی زندگی کا سرچشمہ ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ اُس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے  
جو جس کا پرستش کی جائے۔ لِيَذَرَكَ اللَّهُ اپنی مشکلات اور حاجات پر اُسی  
کو چکا رو، اس حال میں کہ مُخْلِصِينَ لَكَ الْيَدَيْنِ خاص اُسی کے لیے امانت



کرتے ہوئے ہو۔ اس کی عبادت و ریاضت میں شرک اور ریا کی علامت نہ کرو۔ گذشتہ سورۃ الزمر میں بھی گزر چکا ہے۔ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ (آیت ۱۷)۔ سب اللہ کی عبادت کریں اس حال میں کہ خالص اُسی کی اطاعت کرتے ہوئے ہوں۔ ریا کی وجہ سے نیک اعمال ناقص ہوجاتے ہیں۔ جب کہ شرک سے تو اعتدال سے اعمال پر پاؤں ہوجاتے ہیں، لَهُدَا الشِّرْكَاءُ کی اطاعت و عبادت یہ کسی قسم کی عبادت نہیں ہونی چاہیے۔ أَلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جانوں کا پروردگار ہے۔ وہی تمام کمالات اور خوبیوں کا مالک ہے اور وہی ہر قسم کی عبادت کا حق دار ہے۔

شرک کی  
طاقت

ارشاد ہوتا ہے لَمْ يَغْنَبْ أَهْلُ الْإِسْلَامِ أَنْ يَعْبُدَ الَّذِينَ  
تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ آپ کہہ دیجئے کہ مجھے تو منع کر دیا گیا ہے کہ میں اُن  
کی عبادت کروں جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو۔ نہ اس طرح کہ لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ  
وَالْقَمَرِ جب کہ میرے پروردگار کی طرف سے میرے پاس واضح  
نشانیوں اور دلائل قدرت بھی آچکے ہیں۔ لہذا میں تو اللہ کی ذات اُس کی صفات اور  
اُس کو پکارتے میں کسی کو شریک نہیں بنا سکتا۔ فرمایا آپ یہ بھی اعلان کر دیں وَأُصِرَّتْ  
أَنْ أَسْئَلَهُ رَبِّ الْعَالَمِينَ کہ مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں تمام جہانوں کے  
پروردگار کا ہی تابع فرمان بن جاؤں۔ اسلام کا معنی انقیاد اور اطاعت ہوتا ہے یعنی  
قلبِ غالب، دل و جان اور پوری عقیدت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور  
فرمانبرداری اختیار کرنا۔ فرمایا میں تو اسی طرح سے اللہ تعالیٰ کا مکمل اطاعت گزار ہوں  
جس کے تخلیق انسانی کے حوالے سے قیامت کی بات بھی کھائی گئی ہے۔ ارشاد  
ہوتا ہے هَكَوَالَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ خدا کی ذات وہ ہے جس نے تمہیں  
مٹی جیسی حقیر اور بے جان چیز سے پیدا کیا، توگ اس مٹی کو پاؤں تلے روندتے ہیں  
اس پر گتہ کی پھینکتے ہیں اور اس کو بڑی بے قدری سے استعمال کرتے ہیں۔ شروع  
انسانی کے بعد امجد حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے تخلیق فرمایا اور پھر نسل انسانی کو

تخلیق انسانی  
کے انداز



ثُمَّ مِنْ نَظْفِهِ قَهْرًا نَبِيًّا مِنْ يَدِ اللَّهِ إِلَيْهَا مَا يَأْتِي قَهْرًا وَنَابِتًا  
 جسم پاکیزہ کے کوہک جانے کو و صورت بغیر جو یہ نہیں ہوتا دروں کے تقاضے  
 کی نکلنے دیکھتے ہیں۔ یہ جہاں بہ ظن و شکر اور میں ایک جگہ بھی جیسا کہ ان کے  
 حالت میں رہتا ہے اور پھر اس میں بغیر ہر دوسے گناہ ہے۔ دوسرے رشتہ میں یہ ظن و  
 بخیرہ خیر میں تبدیلی ہو جاتی ہے اور قیاس ہے جس میں کہ ثُمَّ مِنْ نَظْفِهِ قَهْرًا گشت میں  
 تبدیلی ہو کر ایک اور طور سے رہا ہے۔ اور تمام غیروں پہ ہوتی ہیں ان پر گشت  
 پڑھا جاتا ہے اور نیک کے اندر انی ثُمَّ مِنْ نَظْفِهِ قَهْرًا ہوتا ہے۔ جسم کے پورے لئے  
 جسے یہ کہاں ہی جاتی ہے اور ہر چیز جسے چاہے اس مجموعہ میں روٹ اپنی داخل  
 کر دی جاتی ہے۔ نوراہ کے خلاف میں کچھ نہیں ہو جاتا ہے تو فریاد ثُمَّ مِنْ نَظْفِهِ قَهْرًا  
ثُمَّ مِنْ نَظْفِهِ قَهْرًا کی شکل میں شمار سے ہر ایک ناسب ثُمَّ مِنْ نَظْفِهِ قَهْرًا  
ثُمَّ مِنْ نَظْفِهِ قَهْرًا کہہ کر ہر قدر بڑھتا ہے اپنی قوت اور جوانی اس پہنچ جانے  
 ہو۔ ثُمَّ مِنْ نَظْفِهِ قَهْرًا کیونکہ ہر صوبہ زندگی کو زیادہ جلد گزرا رہے  
 ہو تو بڑھاپے کو پہنچ جاتے ہو اور تمام کے قوی نہیں ہوتے گئے ہیں جس طرح  
 تم کہہ رہی ہے قوت کی طرف گئے۔ اسی طرح اس قوت سے کہہ رہی کی طرف  
 سفر شروع ہو جاتا ہے۔

فَرِيقًا تَعَالَى كِي قَدَرَتِ يَدُ اللَّهِ وَفِيكَ مَنْ يَتَوَكَّلُ مِنْ  
 قَبْلِ كِي قَدَرَتِ يَدُ اللَّهِ كِي قَدَرَتِ يَدُ اللَّهِ كِي قَدَرَتِ يَدُ اللَّهِ  
 میں طلب یہ ہے کہ بعض نیک لوگوں میں شریعت میں ہر گز نہیں۔ بعض ایک  
 دوسرے کے کو اور بعض ایک اور میں خود موجد ہے۔ بعض کی عمر اللہ تعالیٰ  
 معینوں اور سالوات تک وہ کہہ رہے اور بعض کو بعض سبب میں جیتے پاس جو  
 جیتے ہیں۔ ہر صوبہ کی عمر یہ تعالیٰ کی ہے۔ ہر صوبہ کی عمر یہ تعالیٰ کی ہے  
 کہہ رہے وہ اس دنیا سے چھوٹ جاتا ہے۔ بعض وہ کہہ رہے ہیں اور انہی  
 تم پر کہہ رہے ہیں کہ بعض بعض سے قوی ہوتے ہیں اور بعض ہیں اور

اللہ کے مقرر کردہ وقت تک زندہ رہتے ہیں، اللہ نے ہر ایک کی عمر یکساں نہیں بنائی اور ہر ایک کے لیے جو مدت مقرر کی ہے وہ پورا کرتا ہے اور پھر مقررہ وقت پر اپنی حکم عدم ہر جاتا ہے۔

سورہ یٰسین

فرایا انسانی زندگی کے تمام احوال اور ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ تاکہ تم عقل سے کام لو اور سوچو سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سارا نظم حیات کیسی حکمت اور مسنوت کے تحت قائم کر رکھا ہے۔ اور اسی بات میں ہی غور کرو کہ جس اللہ تعالیٰ نے تمہیں نیست سے ہست میں لاکر زندگی میں اتنے تغیر و تبدل پیدا کیے ہیں، وہ تمہیں مرنے کے بعد آخرت کے دار میں بھی ضرور پہنچائے گا، جس طرح ہر انسان کی زندگی اور موت کا ایک وقت مقرر ہے، اسی طرح کائنات کا یکیشیت مجموعی بھی ایک وقت مقرر ہے۔ جب وہ وقت آئے گا تو ہر چیز پر موت وار ہو جائیگی۔ پھر اللہ تعالیٰ نئی زمین اور نیا آسمان پیدا کرے گا۔ تمام انسانوں اور جنوں کو دوبارہ پیدا کرے گا، حشر کا میدان قائم ہوگا ہر ایک کامی و سبب اعمال ہوگا اور پھر جزائے عمل کے فیصلے ہوں گے اگر انسان ذرا بھی غور کرے تو وہ سمجھ سکتا ہے کہ جس قدر انسان کو پہلی دفعہ پیدا کیا تھا۔ اسی طرح وہ دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے اور اس طرح معد کا مژدہ آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے۔

فرایا هُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ خدا کی ذات وہی ہے جو تمہیں زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے۔ فَإِذَا قُضِيَ أَمْرُ أَلْفٍ مِّنْهُمْ ہر ایک کی چیز کے متعلق فیصلہ کر دیتا ہے۔ فَانْصَبْ كَأَنَّ لَكَ كَوْكَبٌ مِّنْ سِجِّينَ دیتا ہے کہ ہو جاؤ تو وہ چیز فوراً ہر جاتی ہے اللہ انسان کی ابتدائی تخلیق بھی اپنے حکم سے کرتا ہے، پھر وہی ہر ایک کو موت سے بچاتا رہتا ہے اور پھر آخر میں وہی دوبارہ بھی زندہ کر کے اپنے سامنے کھڑا کرے گا اور محاسب اعمال اور جزائے عمل کی منزل لگے گی۔



اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْ آيَاتِ اللّٰهِ اَلَمْ  
 يُصْرَفُوْنَ ۝٦٩ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَا  
 اَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝٧٠  
 اِذَا الْاَغْلٰلُ فِيْ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰبِلُ يُجْبَوْنَ ۝٧١  
 فِي الْحَمِيْمَةِ ثُمَّ فِي السَّارِ يُجْرَوْنَ ۝٧٢  
 ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝٧٣  
 مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَمْ نَكُنْ  
 نَدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ  
 الْكَافِرِيْنَ ۝٧٤ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ  
 فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ  
 تَمْرَحُوْنَ ۝٧٥ اُدْخِلُوْا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ  
 فِيْهَا فَبِئْسَ مَثْوٰى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝٧٦ فَاصْبِرْ  
 اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۖ وَاَمَّا نُرِيْنٰكَ بَعْضَ الَّذِي  
 نَعِدُهُمْ اَوْ تَوَفِّيْكَ وَآلِيْنَا يَرْجِعُوْنَ ۝٧٧  
 وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَنْ  
 قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ





کر وفات سے دیں گے پس ہمدی طرف ہی ۔ سب  
 نوٹسے جانیں گے (۷۷) اور اہل تحقیق بھی سب علم لے  
 بیروں کو سمجھ سے پہنچے ۔ بعض اُن میں سے وہ ہیں کہ  
 جن کے حالات ہم نے آپ پر بیان کر دیے ہیں ۔  
 اور بعض وہ ہیں کہ ہم نے اُن کے حالات آپ  
 پر بیان نہیں کیے ۔ اور نہیں ہے کسی رحوں کے لیے  
 کہ وہ اسے کوئی نشانی مگر اللہ کے حکم سے ۔ پس جب  
 مگی اللہ تعالیٰ کا حکم تو فیصلہ کر دیا جائے گا حق کے ساتھ

اور نقصان اٹھائیں گے اُس موقع پر باطل پرست لوگ (۷۸)

درجہ آیت

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے مشرک توحید کے سامنے اپنی قدرت  
 کی کچھ نشانیوں کا ذکر کیا ۔ ان نشانیوں میں انسانی تخلیق کے مختلف احوال کا بیان ہوا  
 زمین کو قرار گاہ اور آسمان کو چھت بنانے کا تذکرہ ہوا ۔ پھر فرمایا کہ میں نے انہیں  
 کو بہترین شکل و صورت اور پاکیزہ روزی عطا کی ۔ اور ساتھ یہ بھی کہ موت و حیات  
 کا سرور اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے ۔ پھر اللہ نے انسان کو عقلمندانہ  
 کہ ان در فی قدرت میں غور و فکر کر کے توحید الہی کو سمجھنے کی کوشش کرے ۔

آیت  
 میں مجھڑا

اب آج کے درس کی ابتدائی آیات میں اللہ تعالیٰ نے کافروں اور مشرکوں  
 کا مشکوہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذکر و واضح نشانوں کے باوجود یہ لوگ ان میں  
 جھگڑا کرتے ہیں اور ان کو تسلیم نہیں کرتے ۔ ارشاد ہوتا ہے الَّذِينَ كَفَرُوا  
الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ کیا آپ نے اُن لوگوں کی طرف  
 نہیں دیکھی جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑا کرتے ہیں ؟ آیات سے مراد عبادت  
 و کافلوں اور احکام ہیں ۔ بعض لوگ ان پر خوار و مخلوق اعتراض کرتے ہیں کہ جب  
 بعض ان کا غور و فکر اور بہت دھرمی ہے ، اگر نہ یہ ایسی طرح جھگڑتے ہیں کہ اللہ  
 کی آیت بدعت میں ۔ گذشتہ سورۃ میں گزر چکا ہے کہ آیت الہی میں جھگڑتے

سے مقصود حق کو گنہگار اور باطل کو غائب کرنا ہے۔ فرمایا اس قسم کی باتیں گمراہ کے آئی  
يُضِلُّ قَوْمًا يَهِتُونَ لَهُ کہ ہر چیز سے جانتے ہیں، مطلب یہ کہ ایسے لوگ ضابطہ مستقیم کو چھوڑ  
 کر گمراہی کے رستے پر چل رہے ہیں۔

فرمایا جھگڑا کرنے والے لوگ وہ ہیں الَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْكِتَابِ  
 جنہوں نے اللہ کی کتاب یعنی قرآن کو گمراہی کو جھگڑا دیا اور اُسے وحی الہی ہونا تسلیم نہ  
 کیا۔ وَيَكْفُرُوا بِهِ دُکھتے اور اُس چیز کو بھی جھگڑا دیا جو ہم سے  
 رسولوں کو شے کر بھیجا ہے۔ اللہ کے پیروں کو وحی جاننے والی چیز میں دین، شریعت  
 احکام اور معجزات شامل ہیں۔ کفار و مشرکین نے ان سب چیزوں کی تکذیب کی  
 فرمایا اس کا نتیجہ یہ ہوا فَسَوْفَ يَكْفُرُونَ کہ ان کو غمگین رہنے میں جائے  
 گا کہ یہ کس قدر غلط ہیں إِذِ الْأَعْلَىٰ هُمْ أَعْتَدُوا لَهُمْ جب کہ  
 مخلوق ان کی گردنوں میں ہوں گے وَالسَّكِينِ اور پاؤں میں بیڑیاں ہوں گی فَإِذَا نَادَىٰ  
 نوح کی جمعیت جس کا معنی لگے کا مخلوق ہے اور یہ وقت کی علامت ہے۔ سوا سہل  
 یعنی پاؤں کی بیڑیوں کے متعلق سورۃ النازعات میں آتا ہے سَلِيلَةٍ ذُرُّهُمَا  
كَأَقْمُونَ ذرا غار آیت ۴۱) کہ یہ ستر ستر گز لمبی ہوں گی جن میں مجرموں کو  
 جکڑا جائے گا يَكْفُرُونَ پھر ان کو گھسیٹا جائے گا فِي الْحَمِيمِ  
 کھولتے ہوئے پانی کی ٹاف۔ لفظ حمیم سے اشتداد میں سے ہے اس کا معنی  
 مغلغصہ دوست بھی ہوتا ہے اور یہ لفظ گرم اور محض سے پانی پر بھی بولا جاتا ہے  
 اس مقام پر سخت گرم کھدینا ہوا پانی سرد ہے۔ جب خبروں کو پیاس تلک گمراہی  
 اور وہ پانی مانگیں گے تو انہیں گھسیٹ کر کھولتے ہوئے پانی کے قریب دیا جائے گا  
 جسے وہ پی نہیں سکیں گے۔ اور ایک اور حدیث میں مذکور ہے کہ فَلَمَّا أَصْبَحُوا  
 زمرہ ۵۱) تو وہ ان کی آنتیں کاٹ کر نیچے پھینک دیں گے۔ اس کے بعد کیا ہو گا؟  
تَمَرُّفَ الشَّارِبِ يَجْعَلُونَ ان کو آگ میں جھونک دیا جائے گا یعنی جہنم میں  
 پھینک دیا جائے گا۔ فرمایا اس وقت ان پر پتھروں کو پڑا جائے گا کہ وہ آیت الہی



اور دنیا کی طرف سے لائے جانے والے معجزات، شریع اور احکام کو کس طرف منسوب فرمایا؟

فرمایا: قِيلَ لَهُمْ اِنْ مَّا كُنْتُمْ تُشْرِكُونَ پھر ان سے کہا جانے گا کہ آج کہاں ہیں وہ جن کو تم اللہ کا شریک بناتے تھے۔ میں دُور اللہ اللہ کے علاوہ، دنیا میں جن سے غلط توقعات وابستہ کر رکھی تھیں، جن کو حاجت بھرا اور مشکل کن سمجھتے تھے اور ان کو نذر دنیا پریش کرتے تھے، بتلاؤ آج وہ کہاں ہیں اور تمہاری مدد کے لیے کیوں نہیں آتے؟ قَالُوا ضَلُّوا عَنْ سَبِيلِ رَبِّهِمْ گئے وہاں سے وہ سبیل جو تو آج ہم سے گم ہو گئے ہیں، انہیں نظر نہیں آتے، صاحب تعبیر کثافات علامہ زعزعی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اتنی ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ سوال ہو گا کہ وہ سامنے نہیں آئیں گے، پھر ہم کہیں گے کہ وہ تو آج بھانٹ گئے بَلْ لَكُمْ اَنْتُمْ كُنْتُمْ تَدْعُوهُمْ قَبْلُ شَيْئًا بَلْ حَقِيقَتُ يَوْمَئِذٍ کہ اس سے قبل ہم کسی چیز کو نہیں پکارتے تھے۔ مطلب یہ کہ جن معجزات ان باطل پر تکیہ کرنے پڑتے تھے آج پتہ چل کر ان کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں ہے، دراصل ہم کسی چیز کو نہیں پکارتے تھے۔ بہر حال ان کو بلاوت پر سفارش یا حق رکھ رکھا تھا اور امید رکھتے تھے کہ یہ ہمیں مشکل وقت میں چھڑائیں گے مگر آج تو وہ ہم سے گم ہو گئے ہیں اور ہمارے کسی دام نہیں آسکتے، دنیا میں یہ ہماری سخت بھول تھی اس وقت یہ لوگ اپنی غلطی کا اعتراف کریں گے، فرمایا جس طرح یہ وقت کا اعتراف مفید نہیں گا، كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ اسی طرح دنیا میں اللہ تعالیٰ کافروں کو گمراہ کر دیتا ہے، ان کی نیت اور ارادے اچھے نہیں ہوتے، غلط رہتے ہیں، گناہ کا مظاہرہ کرتے ہیں، تکبر اور غرور میں مبتلا ہوتے ہیں جس کی وجہ سے انہیں دنیا میں راہِ راست نصیب نہیں ہوتا اور وہ زندگی بھر جھٹکتے رہتے ہیں۔

جہنم اور سزا

فرمایا آج ان کی گردنوں میں طوق، پاؤں میں پٹیاں اور جہنم رسیدگی اس وجہ سے ہے ذَلِكَ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ کہ تم دنیا کی زندگی کے دوران ناحق خوشی مناتے تھے وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُونَ

اور اس وجہ سے کسی کو نہ عزت سے یعنی ماوریکرت سے نہ ذلالت سے نہ طلاق ہونے پر ہرگز نہیں  
سے جملہ ہتھکڑے کا وہ نہ توڑی گا اور بھی اس سے بعض اوقات حسبِ کربت

انی سے تو ایسا نہ ہونے والا ہے کہ اگر یہ عین کی لسانی سے مکرریاں اس کو  
کا ذکر ہو رہا ہے جو احق ہو اور جس کے پس پر وہ اکثر غرور اور شہابی ہو۔ یہی خود کی درست  
نہیں ہے۔ فرمایا چونکہ وہ دنیا میں احق غرضوں میں مبتلا تھے أَدْخَلُوا الْيَوْمَ  
الْجَنَّةَ آج اس کے لئے میں تمہارے دروازوں میں داخل ہو جاؤ خَالِدِينَ  
فِيهَا جہاں تم ہمیشہ رہو گے۔ دروازوں کا مطلب یہ ہے کہ جرم کی فراموشی  
کے اعتبار سے پھر میں اپنے اپنے مخصوص دروازوں سے جہنم میں داخل ہوں گے  
فرمایا فِيئْسَ عَشِيرَةٌ نہ تمہاری ہی پس گناہ پڑا تم کا ہے۔ تَجِبَرُ کہیں والوں  
کا۔ اس تجبر کی وجہ سے کہ در شرک کا ارتکاب کیا اللہ کو کتاب، احکام اور  
آیات کو بڑھایا اور ان کی تکذیب کی۔ لہذا اب اس غرور کی سزا بھی بھرتی۔

نقد الی  
الغیر

اب آگے نبی علیہ السلام اور آپ کے پیروکاروں کے لئے نئی کامیابی  
دہائی کنارہ جہنم کی اور کفر میں کی شہادت بڑی تکلیف دہ باتیں سننا پڑتی ہیں اور  
جہانی اذیتیں بڑھتی کوڑا پڑتی ہیں، اللہ نے فرمایا کہ ان منہا پر فَأَصْحَابُ  
الْإِبْرَةِ اللہ تعالیٰ کہ جس کی کوڑا لڑنے کا وعدہ کیا ہے جو پورا ہو کر ہے  
گھبراہٹ اور خوف کو خود جواب دے گی۔ اللہ نے سورۃ النور میں فرمایا ہے وَكَا  
نَافِلًا عَلَيْكُمْ أَقْرَبُ مِنْكُمْ رَأَيْتُمْ بَعْدَ الْإِبْرَةِ الَّتِي كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ  
ہے آپ دن پر دشمن ہوں، اب کا کہ جاری رکھیں، عید و اسقامت کا وہ تھا  
رکھیں، اللہ تعالیٰ ضرور آپ کی ہر دیکھ جائے اور بالآخر آپ ہی کا۔ یا سب ہوں گے  
یہ کی دور کے آخری حصے کی سورۃ میں ہیں، جب مسلمان سخت تنہا ہیں پر زشت  
کر رہے تھے، پھر علی ہی ہی آپ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے، اسلامی پست  
کی بنیاد پڑی اور پھر آپ کو یہ درجے کا عید بیاں حاصل ہوئے ہیں، جتنی دوسروں  
کو ملتا ہے آپ انہوں نے راست ہجرت کے لئے چلے گئے، اسی نہ میں آپ کا



یہاں سے دست اور اس طرف سے نظر نہ رہی وہ بیانی کا وعدہ بھی پورا نہ دیا۔  
 ان کے منہ پر کھار کے ستر بڑے بڑے پتھر لٹا دیے گئے اور اللہ تعالیٰ  
 نے ان میں کوہِ سب زخمی کی بیانی کا قریب لایا۔ کفار کی لاشیں ایک لڑائی میں  
 پھینک دی گئیں۔ تصویر علیہ السلام اس گلوں کی منڈی پر کھڑے ہوئے اور بڑے  
 بڑے پتھر لٹکائے گئے۔ وہاں سے لڑنے لگا۔ اسے اللہ تعالیٰ نے عقیقہ دے کر شہید  
 اللہ نے جو اسے ساتھ جو وعدہ کیا تھا، وہ تو اس نے کبھی پورا کر دیا۔ بتلاؤ اللہ نے  
 تمہارے ساتھ وعدہ کیا تھا، تمہارے بھی گئے سہا یا ایسے یا نہیں؟ آج تمہیں تمہاری  
 ہونے والی کی سزا ملے یا نہیں؟

یہاں سے  
 کلا رقت

قرآن مجید میں ہے: اللہ کا وعدہ: ہر حق ہے فَاَمَّا فُرُيقٌ فَقَدْ  
الَّذِي نَفَعَهُ خُسْرًا۔ تو ہر آپ کو دکھادیں گے وہ چیز جو ان سے ہم وعدہ  
 کرتے ہیں، اور آپ کے لیے اللہ سے وعدہ یہ ہے سَيُفْنِنُ الْجَمْعَ وَلَيُؤْتِيَنَّ  
الْقَائِمِينَ الْقِيَامَ۔ (۱) کہ عنقریب یہ جماعت نصرت کیا جائے گی اور وہ  
 پیٹھ پھیر کر رہ جائیں گے۔ مطلب یہ کہ یہ وعدہ یا تو ہر آپ کی زندگی میں ہی پورا کر  
 دیں گے، اور آپ اسے پورا ہونے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔  
اَوْ تَوَفِّيَنَّكُمْ یا ہم آپ کو وفات دے دیں گے اور اس کے بعد وعدہ  
 پورا ہوگا۔

آج شاہ ہے کہ عرب کا خطہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات طیبہ  
 میں اسلام کے زوے تھے۔ کھنڈ بڑے بڑے سردار تھے اور یہ واقعات  
 میں جنگ کے موقع پر اللہ نے آپ کو دکھا دیا۔ پھر آہستہ آہستہ ماہِ حرمِ کفار  
 متحرک ہیں سے ایک ہو گیا۔ البتہ وہ سب کچھ آپ کی وفات کے بعد غنائے  
 لڑنے کے زمانے میں جانشین اسلام ہوئے۔ شام، روم، فلسطین اور افریقہ  
 وغیرہ آپ کے بعد فتح ہوئے۔ ہر حال اللہ نے جو وعدہ کیا تھا، اس کا کچھ  
 حصہ آپ کی زندگی میں پورا ہو گیا اور کچھ حصہ بعد میں پورا ہوا، قرآن مجید

وہ جو سچے ہیں یا ان کو یہ سب ہماری طرف ہی لوٹانے چاہئیں گے۔ سب کو قیامت والے دن ہمارے روبرو حاضر ہونا ہے اور اپنے اپنے عقائد و اعمال کا حساب دینا ہے۔ پھر جو چیزائے عمل کے فیصلے کریں گے۔ آپ تسلی رکھیں، ان کا فیصلہ ہو کر رہے گا۔

سابقہ اہل  
کلام

اچھی آیت میں اللہ تعالیٰ نے تسلی کے سلسلے میں ہی پہلے نبیوں کا حال بھی بیان کیا ہے۔ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ اور البتہ تحقیق ہم نے آپ سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کو بھیجا مِنْهُمْ مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ ان میں سے بعض کے حالات ہم نے آپ کے سلسلے میں بیان کر رہے ہیں۔ وَمِنْهُمْ مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ اور بعض کے حالات ہم نے آپ کے سامنے بیان نہیں کئے۔ اللہ نے قرآنی پاک میں ایسے انبیاء و علیہم السلام کے نام ذکر کر دیے ہیں اور بعض کے حالات تفصیل کے ساتھ اور بعض کے اجمالاً بیان کیے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ نے تمام انبیاء اور رسول کر پنے احکام اور دین کی سرزندگی کے لیے دنیا میں بھیجا اور انہوں نے اپنے اپنے دور میں ہر قسم کی تکالیف برداشت کر کے حق کا پیغام دینا شروع کیا۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کی روایت میں آتا ہے کہ انہوں نے حضور علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اللہ نے کتنے نبیوں کو دنیا میں مبعوث فرمایا ہے، فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار یا ایک لاکھ چوبیس ہزار جن میں سے صاحب کتاب و شریعت رسول تین سو پندرہ اور باقی سات سو صاحب دین انبیاء علیہم السلام تھے۔ غرضیکہ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے بعض کے حالات آپ کے سلسلے میں بیان کیے ہیں اور بعض کے نہیں۔

سورۃ الانعام میں اللہ نے ایک ہی مقام پر اٹھارہ انبیاء علیہم السلام کا ذکر کر کے فرمایا ہے أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهِدَايَتِهِمْ خُشِعُوا و آیت ۹۱ میں فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر امت دی۔ لہذا آپ بھی انہی کے نقش قدم پر چلتے رہیں۔ سورۃ الانعام میں ہے وَمَا تَرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ



وَلَا تُبَشِّرُنِيَنَّ وَتُسَبِّحُونَنِيَّ زَايِدٌ ۱۴۰ ہجرت ہر رسول کو ثبوت سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجتا ہے۔ تمام انبیاء ایمان اور نبی کے کاموں پر جہالت کی بشارت دیتے ہیں اور کفر و شرک اور بد اعمالی پر ڈر مانتے ہیں۔ مطلب یہ کہ انہی رسولوں پر ایمان اور کفر کے فرائض منجھتی ہیں شامل ہے۔ ہر حال اللہ نے بعض انبیاء و رسول کے تفصیلی حالات بیان کیے ہیں اور بعض کے بالکل نہیں کیے۔ تاکہ ہر اہل ایمان کے لیے تمام نبیوں اور رسولوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ یہ نقلی امور مضمون بھی آیا۔

موجودہ غیر  
مختار کا پیر  
ہے

اچھے محمد آیت میں اللہ نے اصول طور پر یہ بات بیان کر دی ہے وَصَا  
كَانَ لِرَسُولِيَّ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ نَسِيَّ رَسُولِيَّ أَنْ يَأْتِيَ  
میں نہیں ہے کہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی نشانی یا معجزہ پیش کرے۔ یہی زندگی  
میں کفار و مشرک طرح طرح کی نشانیاں طلب کرتے تھے کبھی کہتے زمین میں  
پھٹنے جا۔ یا کروں۔ کبھی کہتے تیرے پاس کھجوروں اور انجوروں کے باغات ہونے  
چاہئیں۔ کبھی کہتے ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا ہے۔ تمھارے لیے سونے کا ٹھہر  
برسا جا۔ یا آسمان پر چڑھ جا۔ اور ہمارے سامنے کتاب گرا جائے ہم پڑھ سکیں۔  
اسی ذکر سورۃ بنی اسرائیل میں موجود ہے۔ مگر اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ آپ  
کوہوں میں سراپہ درگاہ پاک ہے۔ هَلْ كُنْتُ إِلَّا كَبَشًا أَرْسُلَ آيَاتِي ۱۴۱  
میں تو ایک انسان رسول ہوں۔ مطلب یہ کہ معجزات پیش کرنا میرے اختیار  
میں نہیں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہ اپنی نشانیاں ظاہر کر دیتا ہے۔ اسی اصول  
کو بیان بھی کیا گیا ہے کہ کسی رسول کے ملحق نہیں ہے کہ وہ اللہ کے حکم کے  
بغیر کوئی نشانی یا معجزہ پیش کر سکے۔ اللہ نے اپنے انبیاء کے ہاتھوں پر بے شمار  
معجزات لکھائے اور خود مشورۃ خاتم النبیین علیہ السلام کو اللہ نے سب سے زیادہ معجزات  
عطا کیے مگر یہ سب اللہ کے حکم سے ہوا کسی نبی کے اختیار میں نہ تھا۔ انفرق عن اللہ  
نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ میرے کام میں۔ سابقہ انبیاء علیہم السلام کا

سورۃ پریشانی نظر رکھیں اور اپنا من گھڑور نہ بولتے ہیں۔

جہنم کے عمل  
کو مٹانے

فرمادے آپ تسلی رکھیں قَدْ أَحْيَا قُلُوبَ الْمُؤْمِنِينَ یا سچو حبیب اللہ تعالیٰ  
سہو محو آجائے گا۔ تو اس کے معنی فیصلہ کر دیا جائے گا۔ یہ کافر، مشرک اور بدعتیہ  
کو بھی سب سے پہلے دال ہے۔ یہ سب ایسے مقررہ پیش ہو گا کہ ان کا حَبِيبٌ مُّحِبٌّ  
فیصلہ کر دیا جائے گا جس کا معنی محبوب یہ ہو گا۔ وَحَبِيبٌ هُنَّ الْمُحِبُّونَ کہ ان  
پرستوں کو کفایت نقصان اٹھانا پڑے گا۔ أَفَرَأَيْتُمْ شُرَكَاءَ الَّذِينَ كَفَرُوا اور غور و فکر کرنے والوں اور  
غلط عقائد رکھنے والوں کا فیصلہ ہو جائے گا، ان کو کلامی کام نہ دینا پڑے گا اور جہنم  
کے نیچے جہنم کی آگ میں جانا ہو گا۔ اس سے پہلے عمل کا مسئلہ بھی بیان فرمادیا۔



اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَنْعَامَ لِتَرْكَبُوا مِنْهَا  
 وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿٨١﴾ وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ  
 وَلِتَبْلُغُوا عَلَيْهَا حَاجَةً فِي صُدُورِكُمْ وَعَلَيْهَا  
 وَعَلَى أَنْفُلِكُمْ تُحْمَلُونَ ﴿٨٢﴾ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ  
 فَأَيَّ آيَاتِ اللَّهِ تُنْكِرُونَ ﴿٨٣﴾ أَفَلَمْ يَسِيرُوا  
 فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ  
 مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوا أَكْثَرُ مِنْهُمْ وَأَشَدَّ  
 قُوَّةً وَأَثَارًا فِي الْأَرْضِ فَمَا أَعْنَى عَنْهُمْ  
 مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨٤﴾ فَلَمَّا جَاءَهُمْ  
 رَسُولُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ  
 الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٨٥﴾  
 فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحْدَهُ وَكُفَرْنَا  
 بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ ﴿٨٦﴾ فَلَمْ يَكُ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيْمَانُهُمْ  
 لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا سُنَّتَ اللَّهُ الَّتِي قَدْ خَلَتْ  
 فِي عِبَادِهِ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ ﴿٨٧﴾

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کہ ذات ہی ہے جس نے

میں تھا سے لیے بہرپائے تاکہ تم سواروں کو ان میں سے بعض  
 پر اور ان میں سے بعض سے تم کھاتے ہو (۷۹) اور تمہارے لیے ان میں  
 بہت سے فائدے ہیں۔ اور تاکہ پہنچو ان پر سوار ہو کر  
 اس کار تک جو تمہارے دلوں میں ہے۔ اور تمہیں  
 ان رجسٹروں پر اور کشتیوں پر سوار کیا جاتا ہے (۸۰)  
 اور دکھا ہے وہ تم کو اپنی نشانیاں۔ پس اللہ تعالیٰ  
 کی کرنی نشانی سے تم نکار کر دے گا (۸۱) کیا یہ لوگ نہیں  
 پہچنے پھرے زمین میں تاکہ دیکھنے کو کیا ہوا انجام ان  
 لوگوں کا جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔ تھے وہ زیادہ  
 ان سے تعداد میں اور قوت میں بھی زیادہ تھے اور  
 نشانوں میں بھی جو وہ زمین میں پھوٹ گئے تھے۔ پس نہ  
 بچا ان کو اس چیز نے جو وہ کھاتے تھے (۸۲) پس جب  
 آئے ان کے پاس ان کے رسول کھل نشانیاں سے کر  
 تر اترانے لگے اس کے ساتھ جو ان کے پاس علم تھا۔  
 اور گھیر یا انی کر اس چیز نے جس کے ساتھ وہ ٹھٹھا  
 کرتے تھے (۸۳) پس جب دیکھا انہوں نے ہمارے  
 خطاب کو تر کہنے لگے ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر  
 جو اکیلا ہے۔ اور ہم انکار کرتے ہیں اس چیز کا  
 جس کو ہم اس کے ساتھ شریک مٹھاتے تھے (۸۴)  
 پس نہ فائدہ دیا ان کو ان کے ایمان نے جب دیکھا  
 انہوں نے ہمارے خطاب کو۔ یہ اللہ کا دستور ہے انی  
 لوگوں میں جو گزرے ہیں اس کے بعد میں، اور نقصان  
 اٹھایا اس جگہ کفر کرنے والوں نے (۸۵)



ربط آیت

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کی ترویج فرمائی اور ساتھ ساتھ پیغمبر علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں کو نسل میں دی کہ پہلی قوموں نے بھی اپنے انبیاء کی تکذیب کی، اُنی کو طرح طرح کی تکالیف پہنچائی مگر بالآخر کامیابی اللہ کے پیروں کو پہنچی اور کذب میں دنیا و آخرت دونوں جگہ اکام اور دائمی عذاب کے ستمی صحرے اب آج کی آیات میں پہلے کچھ دلائل توحید بیان ہوئے ہیں اور پھر کفار و مشرکوں کی توجہ سابقہ اقوام کی طرف دلائی گئی ہے جو ان سے زیادہ آعداؤں میں اور زیادہ طاقتور تھے مگر وہ اپنے غرور و تجبر کی وجہ سے جہنم میں عذاب ہوئے۔ اُنس وقت انہوں نے توبہ کی مگر اُنس بے وقت ایمان لانے کا کچھ فائدہ حاصل نہ کر سکے

موشی بطور  
نفاذ است  
تدبر است

ارشاد مہربان ہے اللہ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَنْعَامَ مِمَّا تَعَالٰی کِ  
قوات وہ سے جس نے تمہارے لیے موشی پیدا کیے ہیں۔ ان جانوروں کی مخلوق اور  
ہن سے حاصل ہونے والے فوائد میں غور کیا جائے تو یہ بقا و تدبر است اور اُنس کی  
ومدنیست کچھ میں آتی ہے۔ یہ جانور انسان کی نسبت جسامت اور قوت میں بہت  
بڑے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال قدرت و حکمت سے انہیں انسان کے تابع  
کر دیا ہے اور وہ ان سے بڑے بڑے کام ملتے ہیں۔

انعام کا لفظ موشیوں میں سے خاص طور پر اونٹ کے لیے بولا جاتا ہے۔  
اور سورۃ الانعام میں مذکور ہے مِمَّا تَعَالٰی سے انسان نے خدا متعارف آئندہ قسم کے نزدیک  
موشی مراد ہیں جن میں اونٹ، گائے، جھینس، بھینس اور بکری شامل ہیں۔ یہ وہ جانور  
ہیں جن کو انسان گھروں میں پالتے ہیں کہ وہ ان سے زیادہ مانوس ہوتے ہیں۔ اللہ  
نے ان کو سنبھالنے انسان کی خدمت پر مامور کر دیا ہے اور لوگ ان سے سواری  
اور بار برداری کا کام لینے کے علاوہ ان کا گوشت بھی کھاتے ہیں اور ان کی کھالیں  
بال چمکی اور بڑیاں بھی استعمال میں لاتے ہیں۔ ان جانوروں کے علاوہ بعض  
دیگر جانور بھی انسان کی مختلف طریقوں سے خدمت کرتے ہیں جن کے متعلق  
سورۃ النحل میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَالْحِیْلُ وَالْیَعْقَالُ وَالْجِبَالُ

بَلَّتْ كَبُوهَا وَرَبَّيْنَاهُ رَأْسًا ۝ اید گھوڑے، پنج ارنگ سے اللہ نے  
 نصیری سوری اور بارہ سوری، نیز زمین کے بے پیر فرشتے ہیں۔ جانور جنت ناموں  
 کے علاوہ ہیں۔ صرف سوری اور بارہ سوری کے کمرے آتے ہیں۔ بخیر ان کو گوشت جس  
 نہیں ہے۔

جانوریں کے  
 ذرائع

بہر حال اللہ نے انعامی موبیشیوں کو ذکر کر کے ان سے خاص ہوتے  
 ہیں ذرائع متعلق فرمایا اَلَّذِي يَكْبُوْهُ اَصْنَعُ ۝ اگر خدا ان میں سے بعض پر سوری کو  
 ذکر آٹھ قسم کے حلال جانوروں میں سے سوری کے لیے ان کے لیے ہے۔ بارہ  
 سوری آٹھ قسم کے حلال جانوروں میں سے سوری کے لیے ہے۔ بارہ سوری کے لیے ہے۔  
 بکری اور بڑی جانور میں موجود ہیں۔ اگرچہ ان کے لیے ان کے لیے ہے۔  
 جانور جو سوری اور بارہ سوری کے لیے زیادہ تر استعمال ہوتا ہے۔ حیوانی جانور  
 میں سے صحرا کا جانور کہلاتا ہے اور یہ پستی پر کئی کئی دن اسے چھوڑ دیا جاتا  
 کر سکتا ہے۔ آج بھی جن صحرائوں میں یہ ذرائع نقل و حرکت کرتے ہیں، ان کے  
 میں کمرہ رہتا ہے۔ ان کے علاوہ بل بھی کسی حد تک سوری اور بارہ سوری کو  
 دیتا تھا، مگر اس کا طرز سے اس کی افادیت تقریباً معدوم ہو چکی ہے۔ بعض جانور  
 یا کڑے میں جاتا ہے۔ باقی وہ حلال جانور بھیڑ اور بکری ہیں جب کہ سورق اور  
 میں غنہ شا کے لحاظ سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی یہ پست غذا جانور ہیں اور سوری  
 کے قابل نہیں ہے۔ بلکہ ان کو گوشت کہا جاتا ہے اور بال لڑکھان میں استعمال  
 ہوتی ہیں۔ ان کی سوری کے علاوہ فرمایا اَصْنَعُ ۝ ان کے لیے ہے۔  
 ان کے لیے ہے۔ یہ حلال جانور ہیں جن کو گوشت کہا جاتا ہے۔ اور ان کے لیے  
 بھی یہ آٹھ قسم کے جانور مخصوص ہیں۔

بہر حال انعام کے علاوہ باقی جانور ان میں سے گھوڑے، سوری کے لیے ہے۔  
 کھانا جانور ہے۔ پانچ ذائقے ہیں جنہوں میں خاص طور پر کھانا موزہ تھا۔  
 حضور علیہ السلام نے گھوڑے کی بڑی تعریف فرمائی ہے کہ قیامت تک کیلئے



یہ ایک مفید جانور ہے جس کی چٹائی پر اللہ نے خیر کو بانٹ دیا ہے۔ اس زمانے میں جدید آکاسٹ حرب و حرب کی وجہ سے اگرچہ گھوڑے کی حیثیت بہت حد تک کم ہو چکی ہے۔ مگر پھر بھی یہ صدہم نہیں ہوئی اور آج بھی دنیا کی کئی کئی لاکھ سواریاں کے ایک حصہ سے خالی نہیں۔ پٹاری علاقوں میں جہاں مشین ذرائع سے ملان اور خراک پہنچا نہیں جاتا، وہاں آج بھی گھوڑے اچھلے کودتے ہیں۔

سورۃ النحل میں اللہ کا ارشاد ہے کہ اس وقت تو تھری سواری کے لیے اونٹ، بکرا اور گدھے موجود ہیں مگر آئندہ زمانے میں وَيَخْلُقُ مَا لَا تَحْتَسِبُونَ (آیت ۸۰) وہ ایسی چیزیں بھی پیدا کرے گا جنہیں آج تم نہیں جانتے۔ چنانچہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ نے سواری اور بار برداری کے لیے بہت سے جدید ترین ذرائع بھی پیدا کر دیے ہیں۔ آج کے سائنسی دور میں نقل و حمل کے لیے مشین ذرائع ایجاد ہو چکے ہیں جن میں موٹر گاڑیوں سے لے کر ہوائی اور بحری سائیکل شامل ہیں جہازوں کی روز افزوں آبادی کے استعمال میں آ رہے ہیں۔

فَرَاوَلَا كُمْ هَٰذَا كَيْفَ تُنْكِرُ (آیت ۱۷) اے فرعون! کیا تم انکار کرتے ہو کہ میں نے تمہارے لیے موشیوں میں سوزی کئی فراموشی ہے۔ سواری کرنے اور گوشت کھانے کے علاوہ لوگ ان کا دودھ بھی استعمال کرتے ہیں جو کہ انسان کی بہترین اور مضر نہ ہے۔ بھیڑ بکری اور اونٹوں کے ہاں سے طرح طرح کے کام لیے جاتے ہیں۔ ان سے گرم پٹے اور قالین بنائے جاتے ہیں۔ ان کی کھالیں جو تھے بنانے کے کام آتی ہیں اور بٹیاں مضر علی کہ وہیں استعمال ہوتی ہیں۔ غرضیکہ ان جانوروں کے جسم کا کوئی حصہ بھی فائدہ سے خالی نہیں، اسی لیے فرمایا کہ اس میں تمہارے لیے بہت سے فوائد ہیں اور یہی وَلْيَسْبِقُوا إِلَيْهَا كَيْفَ يَصْدُرُ مِنْكُمْ كَيْفَ (آیت ۱۸) لوگوں میں جو کام میں ان تک تم ان جانوروں پر سوار ہو کر پہنچ سکو معاشی کے میں ہر شخص کو دوسرے سے کام پڑتا ہے اور اس کے لیے جانا پڑتا ہے تجارت اور حصول علم کے لیے دور دراز کا سفر بھی اختیار کرنا پڑتا ہے۔ غرضیکہ

تھا رستے دل میں جو بھی ماحولیت ہے اس کے حصول میں یہ بانو بھاری بھنگے ہیں۔

فَرَدَا وَ عَلِيَّهَا وَ عَلَى الْعُلَلِ تَحْمِلُونَ مَحْضِينَ اِنْ جَرَا مَحْضِينَ كِي سَوَارِي مَحْضِينَ  
کی جاتی ہے اور کشتیوں پر بھی سوار کیا جاتا ہے۔ غٹکی میں جو نوروں کے علاوہ مشین  
گھوڑیوں میں اور گھوڑی سفر کے لیے معمولی جھینڈ کشتیوں سے لے کر تڑپے بڑے جہاز  
دیا گئے ہیں۔ چنانچہ آج کے اس جدید دور میں بھاری سہان کی نقل و حرکت  
بھاری راستوں سے ہوتی ہے جو کہ غٹکی اور ہوائی راستوں کی نسبت سستی پڑتی ہے  
غٹکی پر سفر کے لیے بسیں، دیکھیں، انٹر کنٹینر ٹرک، ٹریلر، ٹریلر جو درمیان میں آجکل میں بڑے  
بڑے ٹرک اور ٹریلر باؤں پر ڈرائی گئے بڑے مصروف عمل میں۔ اب ہوائی جہاز جیسی تیز ترین  
سوار میں دستیاب ہے۔ سب سے تیز کے ذریعے دنیا کے ایک کونے سے دوسرے  
کونے تک نہایت قلیل وقت میں بڑا آرام و سفر کیا جاسکتا ہے۔ طر سہان کی ترسیل  
ہو سکتی ہے۔ ہوائی جہاز کی ایجاد کے لیے گزشتہ آٹھ صدیوں سے ٹھک و دو سو  
سفر، بڑے بڑے شخصیات اور ماسٹران چاہتے تھے کہ کوئی ایسی ساری ہوائی چاہیے  
جس کے ذریعے پرندوں کی طرح جوا میں اڑ سکیں۔ مگر آٹھ سو سال تک تجربات  
کرتے رہے۔ حتیٰ کہ ۱۹۰۳ء میں ہوائی جہاز کی پہلی طیاران معرضہ ہوئی۔ آئی۔ اے۔ اے۔  
یہ صنعت اتنی ترقی کر چکی ہے کہ لوگ فضائی سیاروں پر گھنٹوں گزارتے ہیں۔ اب  
ٹھک جو کچھ سواریاں ایجاد ہو چکی ہیں وہ ہمارے سامنے ہیں۔ اب آگے آگے  
پتہ نہیں کیا کچھ ایجاد ہونے والا ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے ان سواروں کی  
بنیاد جو ذکر کرتے ہیں کہ انارہیت کو احسان عطا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے  
کس قدر آسانیاں پیدا کر دی ہیں۔

فَرَدَا وَ عَلِيَّهَا وَ عَلَى الْعُلَلِ تَحْمِلُونَ مَحْضِينَ اِنْ جَرَا مَحْضِينَ كِي سَوَارِي مَحْضِينَ  
اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا شکر ہو اور اس  
کی وحدانیت کو تسلیم کرو۔ فَ اَنَّىٰ اٰلِیْتُ اللّٰہَ تَجْزُوْنَ مَحْضِیْنَ اِنْ جَرَا مَحْضِينَ  
نشانیاں دکھا کر دے گئے۔ اللہ نے قرین قریح انسان کی مصلحت کے لیے ایسی





کی زندگی گزارنے کا علم تو تھا، مگر اُن سے پاس علم معاویہ نہیں تھا۔ جس پر ہمیشہ کا رہنما  
وہ نہ صرف دنیا میں کامیاب ہو سکتے تھے، بلکہ آخرت کی دائمی زندگی کو بھی بہتر بنا  
سکتے تھے۔ اُن کے پاس دین کا علم نہیں تھا جس کے ذریعے وہ عقیدہ، اعمال اور  
اعتقاد کو درست کر سکتے

محض معاش کا علم تو آج بھی دنیا میں بہت زیادہ ہے۔ آج سائنس اور ٹیکنالوجی  
کا تناسب علم طب و جراحات اپنے عروج پر ہے، صنعت و تجارت کی بدولت  
نئی نئی چیزیں سامنے آرہی ہیں، مگر وہ علم نہیں ہے جو اللہ کے نبیوں پر بذریعہ وحی نازل  
ہوا، موجود زمانے میں امریکہ، روس، بھارت، فرانس اور بھارتی وغیرہ اپنے آپ کو بڑا  
ترقی یافتہ سمجھتے ہیں مگر اُن کا سارا علم دہیز معیشت کے گرد گھومتا ہے اور وہ اپنی  
کو علم سمجھتے ہیں اور اصل علم کی طرف نہیں آتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے  
میں کسی نے ایک بہت بڑے فلسفی سے کہا کہ آپ اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن سے  
اکت سب فیض کریں اور اُن کی دعوت کو قبول کریں، تو وہ شخص کہنے لگا کہ ہم تو خود  
عالم فاضل اور مہذب آدمی ہیں۔ ہمیں تو نبی علیہ السلام کی اتباع کی کوئی ضرورت نہیں  
نبیوں کی تعلیم و تربیت تو عالمی لوگوں کے لیے ہوا کرتی ہے، وہ اُن کی رہنمائی کرنے  
ہیں، ہمیں تو ضرورت نہیں۔

ابن تیمیہؒ نے اپنے تعلق اسی قسم کا غرور اور تعصب پایا جاتا تھا، وہ کہتے  
تھے کہ ہمارے پاس دانشور لوگ موجود ہیں، مجھے تعلیم یافتہ ہیں، ہماری سلطنت  
قدیم زمانہ سے چلی آ رہی ہے، ان کو دکھانے کے لیے عرب شہر دکن کو گھر چھو کا علم  
ہے۔ یہ ان بڑے لوگ ہیں، ہمارے لیے سب کچھ سمجھیں گے، ہاں گویا عربوں کو تجارت کی  
لگاؤ سے بہتے تھے، شاید وہ فردوسی میں بھی اسی قسم کا تاثر دیتے ہیں کہ یہ عرب نے  
صوفی لوگ ہیں، انہیں کسی چیز کا علم ہے! مغربیوں کو علم بیان کرتے ہیں کہ کسی نے  
انہی لوگوں کا کسی دور سے بڑے فلاسفے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق دریافت  
کیا تو اس فلسفی نے عیسیٰ علیہ السلام کا امتحان لینا چاہا کہتے ہیں کہ اُن نے آپ سے



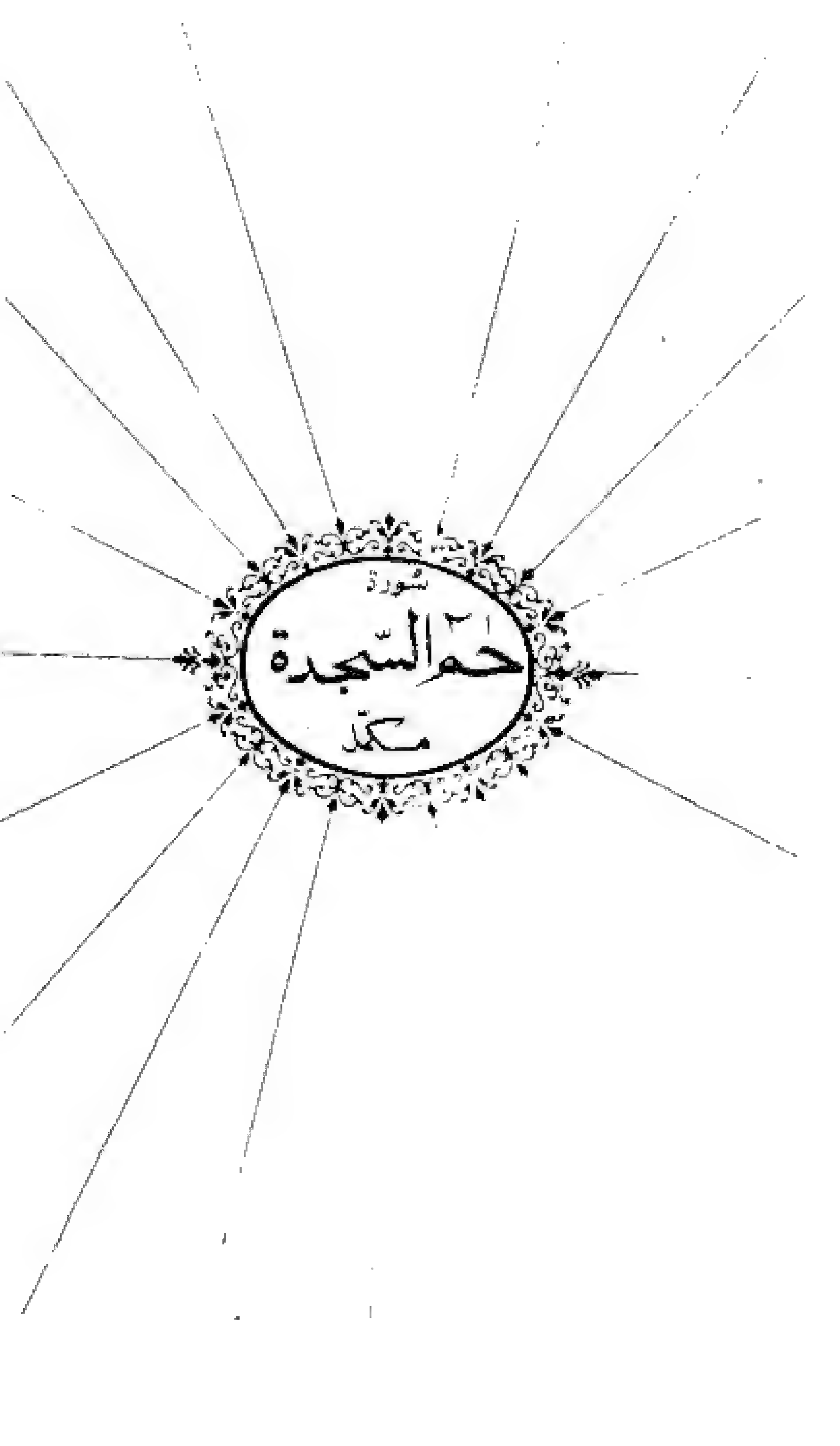
سوال کیا کہ اگر زمین و آسمان ایک کال کی شکل اختیار کریں اور دنیا میں ظاہر ہونے والے تمام حقائق کو تیسرے تصور کریں یا نہ اور اس تیسرے کال کو چلانے والا خود خدا ہو تو پھر اس تیسرے کال کے تحت سے جاؤ کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا وہی ڈک ایک ہی صورت ہے کہ دوڑ کر خدا تعالیٰ کے دامن میں پناہ حاصل کر لی جائے۔ قرآن پاں میں موجود ہے فَقَضَوْا أَرْثِيَ إِلَهِهِمْ إِنَّهُمْ بِخُرُوجِهِمْ لَشَاكِرُونَ۔ پناہ حاصل ہو جائے گی، تو اہل شخص نے یہ جواب بھی کیا کہ اگر یہی مشکل سوال کا جواب نہیں ہے بغیر کوئی نہیں دے سکتا۔ یہ واقعی اللہ کے نبی ہیں مگر ہمیں ان کی عزت نہیں، ہم خود مذہب لوگ ہیں۔ نبی کریموں کی تہذیب کے لیے آئے ہیں۔ اس طرح وہ انبیاء کی تعلیمات کو ٹھنڈا دیتے تھے اور اپنے نفس کو ہی بہتر سمجھتے تھے۔ اس کا ترجمہ یہ ہوا وَحَاقَ بِهِمْ هَمَّكُمُ اللَّوَاهُ بِمَا كُنتُمْ تَعْبُدُونَ کہ انہیں اسی پیر کے گمراہی میں گروہ انبیاء سے استغیر کا اور پوچھتے تھے ان کے خود ساختہ فلسفے اور ان کا علم و ہنر میں ان کی طاقت کا باعث بن گیا۔

جس وقت  
ایمان غیر مضمحل  
ہو

پھر کیا ہوا؟ فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا جَبَّ أَعْيُنُهمْ لَنَا۔ ہم ایمان سے آگے یعنی ایک مذاہب و مذہبیت کر رہے تھے۔ اللہ کے انبیاء، معجزات اور کتابوں پر ایمان لائے وَلَقَدْ فَتَنَّا بَعْضَ الْكُتُبِ مَنَ شَرِّهِمْ كَافِرِينَ اور جن چیزوں کو ہم خدا کے ساتھ شریک مقرر کرتے تھے، اب ان کا انکار کرتے ہیں۔ فَلَمَّا كَذَبَتْ بَيْنَهُمْ أَيْمَانُهُمْ لَعْنًا رَّوَّابًا، مگر ہمارا عذاب دیکھنے کے بعد ان کا ایمان لڑواؤں کے لیے کچھ مفید نہ ہوا۔ حضرت علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے کہ انسان کو ایمان اس وقت غیر مفید ہو جاتا ہے جب اس پر مغرورے کی حالت طاری ہو جائے یعنی وہ قریب لڑکے ہو جائے، غیب کے پرے اٹھ جائیں اور موت کے فرشتے نظر آنے لگیں۔ دوسری غیر مفید صورت وہ ہے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے خدا کے آگے نظر آنے لگیں۔ پوری تاریخ انسانی میں صرف یونس علیہ السلام کی قوم ایسی ہے کہ خدا کا

آثار شروع ہوئے تو انہوں نے تو بہ کی، گو گوشت تو اللہ کے ان کی تو بہت بول گئے  
 عذاب کو ال دیا، بعض معسرین کہنے میں کہ تو بہ برائے یہ بھی عذاب آیا نہیں تھا، حضرت  
 بعض ثنایاں ہی ظاہر ہوئی تھیں جب کہ اللہ نے ان سے عذاب کو ال دیا، ان  
 جب عذاب پر سے طریقے سے نظر نہ تھے تو اس وقت کہ وہ دیکھ رہے تھے  
 ہو جاتا ہے، فرعون نے بھی غرقابی کے وقت کہا تھا۔ قَالَ اَمْسِكْ اِنَّا لَکَ الْبَدِ  
 اِلَّا الَّذِیْ اَمْسٰکَ بِہِ بَنُوْا اِسْرَآءِیْلَ دِیُوْنُ ۙ (۹۰) میں تو اسٹریٹس کے  
 عذاب پر ایمان لایا جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ مگر اللہ نے اس وقت کو ایمان لانا  
 قبول نہ کیا اور فرمایا اَلَا اَنَّکُمْ عَصٰیْتٌ فَعَبِلْ دِیُوْنُ ۙ اب ایمان لاتے  
 ہو جب جان خلق تک پہنچی چکی ہے حالانکہ اس سے پہلے غلام گیدی کر رہے تھے۔  
 بہ حال فرمایا کہ سابقہ نافرمان قوموں نے بھی عذاب کو دیکھ کر توحید کا اقرار اور شرک  
 کا انکار کیا مگر اللہ نے فرمایا مَسَّکَ اللّٰہُ اَسْحٰی فَاَصْحٰتْ فِیْ عِبَادِہٖ  
 یہ اللہ کا اس کے بندوں میں دستور ہے جو پہلے گنہگار تھے کہ جب وہ عذاب  
 کو دیکھ کر غلطی کا اقرار کرتے ہیں تو پھر ان کو ایمان اور اعتراپ معیہ نہیں ہوتا۔ وَ  
 حَسِرُوْا اِنَّکُمْ کُنْتُمْ فِیْ سَآءٍ مَّکْرٍ ۚ اِنِّیْۤ اَنْزَلْتُہٗ فِیْہِ سَآءَ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ  
 میں اٹھایا۔ ان کی تو بہ قبول نہ ہوئی اور وہ ہمیشہ کے لیے خسارے میں پڑ گئے اللہ تعالیٰ  
 اہل ایمان کو اس خسارے سے محفوظ رکھے۔





سُورَةُ حُجْرَةِ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ وَفِيهَا رُبْعٌ وَخَمْسُونَ آيَةً وَصِيَّتْ كُتُبًا

سورة حجة سجدہ مکی ہے۔ یہ چار آیتیں اور چھ کتب میں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو رحیم مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

حَمْدٌ ① تَنْزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ② كِتَابٌ

فُصِّلَتْ آيَاتُهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ③

يَشِيرُ وَأَنْذِيرُ ④ فَأَعْرَضَ أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ

لَا يَسْمَعُونَ ⑤ وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ مِّمَّا

تَدْعُونَا إِلَيْهِ وَفِي آذَانِنَا وَقْرٌ وَمِنْ بَيْنِنَا

وَبَيْنِكَ حِجَابٌ ⑥ فَأَعْمَلْنَا عَمَلُوتَ ⑦

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا

الْهُدَىٰ إِلَهُ وَابْعَثْ فَأَسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوا ⑧

وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ ⑨ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ

وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ⑩ إِنَّ الَّذِينَ

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ

مَمْنُونٍ ⑪

ترجمہ: حمد ① یہ کلام اللہ پر ہے رحمان



اور عجم کی طرف سے ② ایک کتاب ہے جس کی آیتوں کی تفصیل کی گئی ہے، یہ قرآن عربی زبان میں ہے۔ ان لوگوں نے یہ جو علم رکھتے ہیں ③ یہ خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا ہے، پس اعراض کیا ہے ان میں سے اکثر نے، پس وہ نہیں سنتے ④ اور کہ انہوں نے کہ ہمارے وہی پندوں میں ہیں اس چیز سے کہ جس کی طرف آپ بلائے ہیں، اور ہمارے کافروں میں بوجہ ہیں اور ہمارے درمیان اور آپ کے درمیان پروردگار سے۔ پس آپ اپنا کام کرنے جائیں، بیشک ہم اپنا کام کرتے ہیں ⑤ آپ کہہ دیجئے کہ اے پیغمبر! بیشک جس توہان میں ہوں تمہارے جیسا، وہی کی جاتی ہے میری طرف کر بیشک تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ پس سیدے برائے کی طرف، اور بخشش طلب کرو اس سے، اور جوکت ہے شکر کرنے والوں کے لیے ⑥ وہ جو نہیں لیتے نکرۃ اور آخرت کا وہ انکار کرنے والے ہیں ⑦ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے اعمال کیے ان کے لیے غیر منقطع اجر ہے ⑧

نام اور  
کرافٹ

اس سورۃ کا نام سورۃ ضحٰ السجدة ہے، اس کے علاوہ اس نے اہم فصلت اور اقواس بھی ذکر کیے جاتے ہیں، تاہم زیادہ مشہور نام ضحٰ السجدة ہی ہے، یہ سورۃ عجم سورۃ کی دوسری سورۃ ہے یہ ساتویں سورۃ میں مذکور ہے آخری دو میں یکے بعد دیگرے اس ترتیب کے ساتھ آتا ہے جو ان کی ترتیب قدرت ہے، جیسا کہ پہلی سورۃ المؤمن کی تشریح میں بیان کیا تھا، یہ تمام سورۃیں باب القرآن یعنی پانچویں باب کا خلاصہ اور نچوڑ ہیں۔

اس سورۃ مبارکہ کی چون آیتیں اور چھپ کر رکعت ہیں اور یہ آیت سورۃ الفاظ اور  
اور ۱۲۰، ۶ احروف پر مشتمل ہے۔

مفسرین کا قول

دیگر مفسرین سورۃ کی طرح جو اسیم سجد میں بھی زیادہ تہ اسیم کے بنیادی اصولی  
عقائد یعنی توحید، رسالت، قرآن کی حقانیت اور عبادت ہی کا ذکر ہے۔ گذشتہ  
سورۃ الفکر میں توحید کے اثبات اور شرک کی تردید کا مضمون نہایت خوب تھا اور اس  
سورۃ میں بھی توحید کا ذکر ہے۔ رسالت کا ذکر بھی ہے کہ یہ بھی دین کا بنیادی اصول  
ہے جب کہ نزول قرآن کے زمانے کے کفار و مشرکین اس کا انکار کرتے تھے۔  
قرآن کریم کی طرف مخصوص دعوت دی گئی ہے اور اس کی حقانیت اور صداقت  
کو بیان کیا ہے۔ دعوت قیامت اور جہنم کے سفلے کے مندرجہ بھی اس سورۃ میں  
خاصی اہمیت دی گئی ہے۔ ہر حال دعوت الی التوحید، دعوت الی الہدیان اور  
دعوت الی الفکران اس سورۃ مبارکہ کے خاص موضوعات ہیں۔

اس سورۃ میں مافوقین اور کشفی لوگوں کا حال اندازے سے ملتا ہے اللہ تعالیٰ نے جو لوگ  
کیا اشیاء کر رہے ہیں بیان کیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ مافوقین کی تاریخ کا ایک حصہ ہے۔  
استقامت علی الدین بھی اس سورۃ کا ایک موضوع ہے جس کا ذکر پہلے ہی درس میں  
آ رہا ہے اور پھر آگے بھی آئے گا۔ ہر انسان خطا کار ہے۔ اندازہ شخص کو اپنے گناہوں  
اور خطائوں سے معافی طلب کرنے کی تمیز کی گئی ہے۔ اور شاہدوں اور شہداء و شہداء  
کی اصطلاح کے مطابق دین کے چار بنیادی اصولوں طہارت، اعتبات، عبادت  
اور عہد کی بھی اس سورۃ میں بیان ہوئے ہیں۔ آپ ہی کی اصطلاح میں تہیات  
یعنی محاب طہار، محاب رسم اور محاب سورۃ و حرمت کا ذکر بھی آ رہا ہے۔ چنانچہ ایک  
محاب کہ ذکر پہلے ہی میں ہی آ گیا ہے۔ ہر حال ان تمام خواہشیں جو دین کے  
بنیادی عقائد و اصول بنیادی ہوتے ہیں اس لیے ان کو باب القرآن یعنی سارے  
قرآن کا خلاصہ اور سچوڑ کا جانا ہے۔

قرآن کا خلاصہ

پہلی سورۃ کی طرح اس سورۃ کا آغاز بھی احروف مقصودت سے



سے ہوا ہے۔ بعض علماء نے یہ قریب فہم کے لیے ان حروف میں سے ح کا اشارہ  
 کیا اور قرآن کا اشارہ رحمان اور رحیم کی طرف کرتے ہیں۔ اس طرح "صلیٰ علیہ وسلم" کے  
 ہر قسم کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو رحمان اور رحیم ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ کائنات  
 حاوی ہونے کی طرف سے یعنی یہ سورۃ قیامی علوم پر حاوی ہے۔ اور قرآن سے مراد  
 مکی ہی یعنی مکہ کے واقعے ہیں۔ سورۃ کے بڑے حصے اور اس پر بیان کرنے کے آثار  
 کے علم اور پریشانی دور ہوتی ہیں اور انسان سمجھ سکتے ہیں کہ کائنات کا مقصود  
 ایک ہی جگہ ہے۔ غرضیکہ یہ سورۃ علوم حق پر حاوی ہے۔ بعض یوں بھی فرماتے ہیں  
 کہ ح کا اشارہ علمت اور قرآن کا اشارہ رحمان و رحیم کی طرف ہے اور مصعب نے فرماتے  
 کہ یہ سورۃ خدا کے رحمان و رحیم کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔

اس میں سب سے اہم بات وہی ہے جو انہی جہوں میں سے پہلی ہے بیان  
 کی ہے کہ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِخُرُوجِ ذٰلِكَ اِنْ حُرِيفَ اِلَّا بِاَمْرِ اللّٰهِ تعالیٰ میں پھر  
 جاتا ہے۔ اس کی جو بھی ضرورت ہے ہمارا اس پر ایمان ہے۔ میں اس کے معانی میں  
 کرم نہیں کرنا چاہتا۔ کیونکہ اس کو خود اللہ کے رسول نے وضاحت کے ساتھ بیان  
 نہیں فرمایا۔ لیکن میں ہر شخص کے لیے یہ چیز جو جاننا ضروری نہیں ہے کیونکہ ان لوگوں  
 کا علم بہت ہی محدود ہے۔ سورۃ قیامی میں جو باتوں کے متعلق سوال کا ذکر  
 آتا ہے۔ وہیں اللہ تعالیٰ کو رشاد ہے وَمَا اَوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا  
 قَلِيْلًا اَرٰیْتُمْ۔ ۱۵ انھیں جسے علمات میں پریشان ہونے کی ضرورت  
 نہیں کیونکہ انھیں بہت ہی قلیل علم عطا کیا گیا ہے۔ اور پھر یہ بھی ہے کہ ہر شخص  
 کو علم میں سے ایک ایک حصہ دیا گیا ہے۔ سورۃ قیامی میں ہے۔ وَفَوْقَ  
 كُلِّ ذٰی عِلْمٍ عَلِيمٌ اَرٰیْتُمْ۔ ۱۶ ہر علم والا دوسرے علم سے بڑھ  
 کر ہوتا ہے۔ یہ تدریج قائم رہتی ہے اور ان سب پر اللہ تعالیٰ کی ذات حاوی ہے  
 آغاز سورۃ قیامی میں کہ یہ حق تعالیٰ وحدانیت کا بیان ہے اَلَّذِيْ يَلِيْ عِیْنَ  
 اَلْغُلُوْصِ اَلْوَحْدٰنِ یہ مورد ہر ایک کے علم میں ہے اور نہایت رحم کرنے والے فعل

عز و جل کی طرف سے نازل کر دیا ہے۔ یہ ایسا کلام ہے جس میں انسانی زندگی کے تمام  
 مسائل کے حل کے لئے اصولی مسائل دیے گئے ہیں کثرتِ فصاحت و بلیغ  
 کتاب سے یہی آیات کی تفصیل بیان کر دی گئی ہے۔ اس کتاب میں تفسیر اور  
 ترمیم ہے، وعدہ اور وعید ہے اجمال اور تفصیل ہے، دیکر دنیا و دوزخ کا حقیقی ہے  
 ارض و سما کی مختلف اشیاء کی تفصیل ہے۔ دراصل عباد اور ان کی تشریح و تفصیل ہے۔  
 قرآن فصاحت و بلیغ ہے یہ قرآن عربی زبان میں نازل ہوا ہے اللہ تعالیٰ چاہتا تو  
 اس کو کسی دوسری زبان میں بھی نازل کر سکتا تھا اس نے قرأت اور تجوید کو عربی  
 اور سہ پائی زبان میں نازل فرمایا، مگر چونکہ حضرت علیہ السلام خود عربی تھے اور اس کتاب  
 کے اولین مخاطبین بھی عربی زبان جانتے تھے، لہذا اللہ نے اس کو عربی زبان میں  
 نازل فرمایا۔ قرآن پڑھنے کا حکم ہر اسے فَاخْرُوجْ وَاَمَّا تِلْكَ اَنْفُسُ الْفَرِیْقِ  
 وَالْمَنْزِلِ ۲۰ جنت و برکت سے قرآن پڑھیں۔ قرآن جو عربی زبان میں ہے، لہذا خدا  
 اس کے اصل الفاظ کی ضرورت ضروری ہے۔ اگر عربی الفاظ کی بجائے اس کا ترجمہ  
 کسی دوسری زبان میں پڑھا جائے گا تو نماز نہیں ہوگی۔ کیونکہ اس میں قرآن پڑھنے کا  
 حکم ہے اور اس کا ترجمہ قرآن نہیں ہوگا، بلکہ صرف ترجمہ ہوگا۔

فرمایا یہ قرآن عربی زبان میں ہے لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ان لوگوں کے لئے  
 جو سمجھ اور علم رکھتے ہیں۔ جو لوگ اس سے اعراض کرتے ہیں اور اس کو جانتے اور  
 سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے ان کے لئے یہ قرآن کیسے مفید ہو سکتا ہے؟  
 جس طرح پیغمبر اسلام کو اللہ نے بشر اور نذیر کا لقب عطا فرمایا ہے اسی  
 طرح اس قرآن کے متعلق بھی ارشاد ہے بَشِيرًا وَنَذِيرًا کہ یہ بھی خوشخبری  
 دینے والا اور ڈر سنانے والا ہے مگر کس قدر افسوس کا مقام ہے فَاَعْرَضْ  
 اَنْ تَرْفَعَهُمْ کہ اکثر لوگوں نے اس سے اعراض کیا ہے یعنی اس کی طرف  
 توجہ ہی نہیں دی۔ فرمایا فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ وہ لوگوں اس قرآن پاک کو سننے  
 کے لئے بھی تیار نہیں۔ یہ کتاب لاتعداد نصیحتوں پر مشتمل ہے۔ اس میں پوری زندگی

قرآن سے  
 اعراض



ہو تو وہاں موجود ہے۔ مگر لوگوں کی اکثریت اس کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتی۔ جب بعض  
 مہجوروں کا حال قریب سے دیکھا گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ کتاب کتنا قیمتی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ آپ جس چیز کی طرف ہیں جاتے ہیں۔ ہمارے دل اس چیز کی طرف سے  
 پڑے ہیں پڑے ہوئے ہیں۔ مطلب یہ کہ آپ کی دعوت ہمارے دلوں میں گہری ہو چکی ہے  
 نہیں۔ سورۃ البقرہ میں ہے وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ آیت ۸۹۔ وہ کہتے ہیں  
 کہ ہمارے دلوں پر غلاف پڑے ہوئے ہیں، ہم تمہاری کتاب کو دل میں جذب نہیں کر  
 سکتے بلکہ ہم اپنی کتاب کو ہی لٹاتے ہیں۔ مشرک لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ ہم کسی کتاب  
 کو نہیں جانتے۔ ہم قرآن کو اباؤ اجداد کے عمامہ اور ان کی روایات کو ہی جانتے ہیں۔  
 اور اپنی پر عمل پیرا رہ گئے۔

فرمایا قرآن پاک کی طرف سے ایک ترائی سے دلوں پر پڑے ہوئے غولے  
 ہیں اور یہ غولے کہتے تھے وَفِیْہِ اٰیٰتٌ وَّذُرُورٌ ہمارے کانوں میں بڑھ چکے  
 یعنی ہمارے کان قرآن پاک یا وحی الہی کی طرف لٹے ہوئے ہیں اور ان میں تمہاری کوئی  
 بات داخل نہیں ہوتی۔ سورۃ النحلہ کی اور مشرکین عرب سب قرآن مجید سے  
 اعراض کرتے تھے اور مختلف چیزوں بنا کر اس سے دور رہتے تھے۔ اس  
 کے علاوہ مشرک لوگ یہ بھی کہتے تھے وَہِیْ لَیْسَ لَکُمْ جِبَابٌ ہرے  
 اور تمہارے درمیان پردہ حائل ہے۔ ہم ایک دوسرے کے شر پہ کھستہ ہو چکے ہیں  
 کہہ سکتے۔ لہذا ہم سے ترفع نہ کرو کہ ہم قرآن کی باتوں کو سمجھ کر نہیں سکتے،  
 لہذا فلا تَعْلَمُوْا اٰیٰتِہٖ اَنْتُمْ اَعْمٰیۃٌ آپ جاکر مگر کہتے ہیں، جو اپنی طرف پر ہنستے  
 رہیں گے یہ مطلب یہ کہ انہوں نے مشرکین سے لے کر ان کی بات سننے سے محکم نظر  
 پر نہ رہ کر رہا۔

نہج اکرام  
 کی بشارت

کفار و مشرکین کی اس پٹ دھرمی کے جواب میں اللہ نے فرمایا۔ هٰذَا  
 لَیْسَ بِمَعْمَرٍ اٰیٰتِہٖ اَنْتُمْ اَعْمٰیۃٌ فرمادیں وَتَعْلَمُوْا اٰیٰتِہٖ اَنْتُمْ اَعْمٰیۃٌ  
 میں تو قلم نہ جھینا انہی کی باتوں میں نے کب دھرمی ہی سے کہ میں کوئی فرشتہ

ہوں یا غور و دانش مجھ میں کرنی الوہیت والی ہست ہے۔ میں تو کسی کو حاجت روا اور  
اور مشکل کشا نہیں بلکہ میں نے خاندان اور قبیلے کا تھاں ہے جیسا کہ ان ہوں البتہ مجھ  
میں اور تم میں ذوق یہ ہے کیونکہ الحق کہ میری طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی  
کی جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے میں اور ہر نبی و درویش لوگوں سے ممتاز ہو جاتا ہے۔  
غزول وحی امتحانی درجے کا شرف ہے جو اللہ کے پیروں کو حاصل ہوتا ہے۔ وہی اور  
روحانی دنیا ہی ہوتے ہیں مثلاً وہ اس وحی الہی کو درویشوں کو پہنچانے پر مہر لگاتے  
میں جو ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتی ہے۔

بہر حال فرقہ یا کہ میری طرف وحی کی گئی ہے اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اَعْلَمُ بِحَقِّكَ وَ اَنْتَ اَعْلَمُ  
کہ بے شک تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ اُس کا کوئی سانچہ نہیں اور اللہ ایک نہیں  
وہ خداوند قدوس اپنی ذات و صفات و عبادت و اختیار اور غور و قدرت میں پہنچنے  
اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ ہر چیز کا خالق، مالک، مربی اور مصلحت سے۔ وہ عظیم  
مختار کل، بدیع اور قادر ہے، لہذا مستحق عبادت بھی صرف وہی ہے، انسان کا ذوق  
ہے کہ وہ اُس کے سامنے عاجزی اور نیاز مندی کا اظہار کرے، اسی کے سامنے  
تغذو و نیاز پیش کرے، اسی کی رضا کی خاطر مالی قربانی پیش کرے اور اپنے  
قلب و قلوب کو اُسی کی طرف لگا کر کیونکہ معبود بہ حق قدرت اور مہر و وحی ہے  
اُس کے علاوہ کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔

استقامت  
ال الش

فرمایا جب الرَّحْمٰنُ وہی ہے فَاَسْتَقِيْمُوا الیہ تو اُسی کی طرف  
سیدھے ہو اپنے عقیدے اور اعمال میں استقامت اختیار کرو اور دل میں غیر بخشنی  
کیفیت نہ پیدائو نہ وہ اُسی کو اپنا خالق، مالک اور معبود سمجھو اور اُسی سے سچے  
سر نیاز تم کرو۔ امام شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ انسان کو استقامت اس وقت  
نقصیب ہوتی ہے جب اس میں یہ چاروں صفات یعنی عبادت، اخلاص،  
ساحر اور عدالت پائی جائیں۔ امام رازیؒ اس کو آسان فرماتے ہیں کہ اس سے  
بتا تے ہیں کہ استقامت دو چیزوں کے ذریعے حاصل ہو سکتی ہے اور وہ ہیں



لَتَعْظِيْمُ لَا هُوَ الْغَوْمِيْنَ اَللّٰهُ تَعَالٰی كے جِزْم کی تعظیم و تعمال کی جائے و اسْتَفْتٰی  
 عَلٰی خَلْقِ الدُّنْيَا اَشْرَکِ الْغُلُوْقِ كے ساتھ شفقت و مہربانی کا سحر کیا جائے۔  
 ان دو صفات کو مل کر شمس و ستارے کی عمارت بن جائیگا۔ ظاہر ہے کہ اللہ کے احکام  
 کی تعمیل و تعمیل کرنے کا جس کو دل چاہے وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر  
 یقین رکھتا ہوگا۔ اور صرف اس کی عبادت کرتا ہوگا۔ فرمایا ایک تشریح کی طرف  
 سیدھے ہو جاؤ، ان کی طرف رجوع کرو اور وہ سبک و استغفار و توبہ اپنے  
 گناہوں، خطاؤں اور غلطیوں کی اس سے بخشش طلب کرتے رہو۔ ہر انسان غلام  
 ہے مگر بہتر خطا کار۔ وہ سب جو توبہ کر رہے ہیں۔ لہذا اللہ نے یہ اعمال بھی قبول  
 کیا کہ ہر وقت اپنے پروردگار سے استغفار کرتے رہو۔ خود حضور علیہ السلام  
 ایک ایک مجلس میں سو سو دفعہ استغفار کرتے تھے حالانکہ اللہ نے سب کی  
 ان کی گنجلی تمام غلطیوں سے معاف کرنے کا وعدہ فرمایا تھا۔

مشترکین کے  
 جواب

فرمایا ان تمام واضح حقائق کے وجود اگر مشرک لوگ ایمان نہیں لائے تو وہ  
 اللہ تعالیٰ کے لئے ہلاکت آجی اور مہربانی سے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت  
 سے بے ایمان تھے۔ فرمایا یہ وہ مشرک ہیں الذین لَا یُؤْتُونَ الزَّكَاةَ  
 جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔ وَھُمْ بِالْاٰخِرَةِ کُفَّارٌ بَیِّنٌ وَّھُمْ اٰخِرُونَ  
 کلام کرتے ہیں جن دو قرآن قیامت اور جزائے عمل کو تسلیم نہیں کرتے۔ بخار ہے  
 کہ جو کسی سبب اعمال پر ہی یقین نہیں رکھتا۔ جو بعثت بعد الموت کو بھی نہیں مانتا وہ  
 آخرت کے لئے تیار کیا گیا ہوگا۔ وہ تو مادی عمر غفلت میں نہ رہا کہ وہ اپنے  
 فرمایا کہ ایسے لوگوں کے لئے ہلاکت اور تباہی کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔

میان پر یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت تو مادی زندگی میں جاری ہوتی  
 تھی مگر اس کی سورۃ میں زکوٰۃ کی ادائیگی کا یہ مطلب ہے منسبین اس کے متعلق دو  
 باتیں بیان کرتے ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت نہیں بلکہ اس کا نصاب  
 مادی زندگی کے دو سو سال میں چلتا ہے۔ بعد زکوٰۃ کی باقاعدہ ادائیگی شروع ہو گئی



اور ان سب سے پہلے مال و سببوں یا غلہ وغیرہ سے زکوٰۃ کا مقصد سرنگھنے کے لئے ہے۔ تاہم حال تک زکوٰۃ کی فرضیت کا تعلق ہے کریم کی دود میں ہی لازم ہو چکی تھی۔ جس کی بنا پر ہر مسلمان کو اپنے مال کا پچھونچھ سہرا دیکھنے کے لئے عیدہ کرنا پڑا تھا۔ چنانچہ ہر دیکھتے ہیں کہ زکوٰۃ لایا چکی کا حکم نیرت کے پہلے ہی سال میں ازل ہونے والی سورۃ الفحل میں بھی موجود ہے **وَأَقِمْوُا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ** (آیت - ۲۰)۔ معنی نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو۔

مفسرین کثیر و دوسری بات یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ خطاب چونکہ مشرکین سے ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے اس سے مراد مال کی زکوٰۃ نہیں بلکہ دل کی زکوٰۃ مراد ہے۔ زکوٰۃ کا لغوی معنی پاکیزگی ہے لہذا مشرکین سے زکوٰۃ کے مطالبے سے مراد ان کی غارت گری ہے کہ وہ اپنے دلوں کو کفر و شرک اور معاصی سے پاک کر کے اللہ و مدد لا شریک پر ایمان لے آئیں۔ ظاہر ہے کہ ایمان کے بغیر انسان پاک نہیں ہو سکتا۔ اور مشرکوں کے متعلق تو اللہ کا واضح ارشاد موجود ہے **إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ** (التوبہ - ۲۸) جو شبہ مشرک لوگ ناپاک ہیں، لہذا انہیں مسجد حرام کے قریب آنے سے منع کر دیا گیا۔ بہر حال حکمت و برابری کی وجہ ان لوگوں کو سسٹائی گئی ہے جو اپنے دلوں کو زراعت ایمان سے غریب نہیں کرتے اور آخرت پر یقین نہیں رکھتے۔

مشرکین کو سخت وعید سنانے کے بعد فرمایا **إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَبِطَنَتِ** وہ لوگ جو اللہ کی وحدانیت، اس کے رسولوں، کلمہ، اس کی کتابوں اور وقوع قیامت پر ایمان لے آئے۔ اور پھر نیک اعمال بھی انجام دیے۔ انہوں نے نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ جیسے اچھے کام کیے۔ مدد و غیرت کیا، جہاد کیا، اللہ کے راستے میں شہرانی کی اور لوگوں سے ساتھ جہاد و شہر کیا۔ فرمایا **لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ** اللہ سے ملانے والی چیز کے لئے وقفہ ہی اجرت ہے۔ مومنوں کے دو معانی آتے ہیں۔ ایک معنی تو قطع کرنا کہ ہے یعنی ایسا اجر جو کبھی منقطع نہیں ہوگا بلکہ اعلیٰ ایمان کو اکثر میں عیدہ بہشت کے لئے مقرر ہے گا۔ اس دنیا میں کسی درخت سے ایک دفعہ چل آنا

ایمان والوں کے لئے  
وفاقی اجر



لیا جائے تو بھی وہ اگلے موسم میں ہی دوبارہ اُٹھے مگر جنت کے درخت ایسے ہوں گے  
 کہ جو تہی کوئی میل لگا، اُس کی جگہ فرار و سر پھلے لینگے اور اس طرح یہ غیر ختمی انعام  
 سے مستعد ہوا ہی رہے گا۔

غیر مومن کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ کے انعام پر احسان نہیں تجا یا جائیگا۔  
 مومن کا معنی احسان بھی ہوتا ہے۔ بھیجے سورۃ بقرہ میں ﴿فَرَأَىٰ الْأَشْيَاطَ كُلَّ صَدَقَةٍ تُكَذَّرُ  
 بِالنَّصِ وَالْأَذَىٰ ذَرِيَّتٍ ۚ ۲۶۴﴾ اپنے صدقہ کو احسان تھا کہ اور نہایت ہے کہ  
 اعلیٰ ذکر ہو۔ تو غسریٰ نے یہ دونوں معانی بیان کیے ہیں۔

قُلْ اٰیٰتِکُمْ لَکُمْ فَرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ  
یَوْمَیْنٍ وَ جَعَلُوْنَ لَہٗ اٰنَادًا ذٰلِکَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ⑨  
وَجَعَلَ فِیْہَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِہَا وَ بَرَکَ فِیْہَا  
وَقَدَرَفِیْہَا اَقْوَاتَہَا فِیْ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ دَسَوَّءً  
لِّلْغَٰیِلِیْنَ ⑩ ثُمَّ اَسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ وَہِیْ دُخَانٌ  
فَقَالَ لَہَا وَ لِلْاَرْضِ اٰتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْہًا قَالَتَا  
اٰتِیَا طَآئِعِیْنَ ⑪ فَقَضٰہُنَّ سَبْعَ سَمُوٰتٍ فِیْ  
یَوْمَیْنٍ وَّ اَوْحٰی فِیْ کُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَہَا وَ زَیِّنَا  
السَّمَآءَ الذَّنْبٰکَ بِمَصَابِیْحٍ ⑫ وَحِفْظًا ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ  
الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ⑬

ترجمہ: آپ کہ دیجئے کہ جس نے زمین کو پیدا کیا تم لوگ کہہ  
کرہے ہو اس ذات کے ساتھ جس نے پیدا کیا ہے  
زمین کو دو دن میں۔ اور عورتوں کو تم اس کے لیے  
شریک رہے۔ چودہ گنا سب جہانوں کو ⑨ اور کہے  
ہیں اس نے اس زمین میں بوجھل پہاڑ اس کے اوپر  
اور برکت رکھی ہے اس میں، اور مقدر کی ہیں اس میں اہل  
غواہیں چار دن میں یہ برابر ہے پانچ دن کے لیے ⑩





چتر پور کرتی ہے اور سالی جہریں سورج کے گرد چکر کاٹتی ہے۔ اتنے بڑے انداز  
 کو قاف کہنا اللہ وحدہ لا شریک کا ہی کام ہے، مگر کس قدر انوس کا مقام ہے۔  
 وَتَجْعَلُونَ لَهُ مَا أَنْدَأْتُمْ لَهُ قُرْآنُکُمْ کے لیے شریک ٹھہراتے ہو۔ ہر چیز کا خالق تو اللہ  
 ہے۔ اِن ہر چیز اُس کی مانتہ مخلوق ہے مگر ہم دوسروں کو اُس کا ساتھی اور شریک  
 بناتے ہو مالا نکذ لیلک رَبِّ الْعَالَمِیْنَ تمام جہازوں کا پروردگار تو وہ ہے۔ یہ  
 اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا شکوہ بیان کیا ہے۔

وَالْاَرْضُ مِنْ کَوْنِہِیْ لَیْسَ بِمَعْقِلٍ فِہِیْہَا اَرْضٌ اِیْہِیْ مِنْ فَوْقِہَا اور اسی میں  
 سے اُس کے اُنوپہ جو مصلیٰ یا تارکشیہ کہ زمین کا توازن بقدرہ سے ہے اور اس میں خشک  
 ترچیا ہو۔ پھر اللہ نے زمین کی ذمہ داریت بیان فرمائی وَبَرَزَہَا کہ اللہ  
 نے اس میں حرکت رکھ دی۔ برزت متحدہ زیادتی کو کہا جاتا ہے۔ گویا اللہ نے زمین  
 کو یونیورسٹ عطا فرمائی ہے کہ اس پر سب کے ہر جاندار کی ضروریات زندگی  
 کر ہی گئے ساتھ وابستہ کر دیا۔ لہذا، حیوان، چرند، پرند، کبوتر، مکرر اور تمام  
 آبی جانور اپنی غذائی اور دوسری ضروریات اسی زمین سے حاصل کرتے ہیں۔ پھر زمین پر  
 پرفراہ وَفَعَلَہَا اَنْحُوْرَہَا اللہ نے جانداروں کے لیے خوراک کا سامان اُن  
 زمین میں رکھ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین میں ایسی صلاحیت رکھ دی ہے کہ  
 دُنَا اِنْسَانِ کے لیے غلہ از قلم اندام، چاول، مکی وغیرہ پیدا کر رہی ہے اور اپنی چیزوں  
 کا بھروسہ جانوروں اور پرشیروں کی خوراک بناتا ہے۔ پھر اللہ نے زمین کے مختلف  
 حصوں میں مختلف آب و ہوا اور درجہ حرارت رکھا ہے اور اسی کے مطابق وہاں  
 اُن، پھل اور چارہ پیدا ہوتا ہے۔ بعض چیزیں مختلف علاقوں میں مشترکہ طور پر پائی  
 جاتی ہیں اور بعض چیزیں خاص خاص خطوں کی خصوصیت ہوتی ہیں۔ بعض علاقوں میں  
 غلہ کی فراوانی ہوتی ہے اور بعض میں پھلوں کی جس خطے میں جس چیز کی کمی یا زیادتی ہوتی  
 ہے وہ دوسرے خطے سے مصل کی جاتی ہے اور اس طرح دنیا کے مختلف  
 حصوں میں سب نے ملنے لگ کر ہر خطے کی پیداوار پہنچتی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے



زمین کی تخلیق اپنی حکمت اور اس پر بننے والے انسانوں اور جانوروں کی مخلوق کے  
 صلاح کی ہے، زمین کی سطح نہ تو اتنی نرم ہے کہ اس میں رکھی جانے والی ضروریات  
 جائیں اور نہ گرسبے اور پھل کی طرح اتنی سمکت ہے کہ اس میں کاشتکاری میں نہ ہونے والی  
 زمین کو نرم کرے اس میں کاشتکاری ہوتی ہے اور خوراک کو بندوبست کیا جاتا ہے  
 اور پھر یہ ہے کہ سردیوں کو سمیٹنے والی بھی یہی زمین ہے۔ فرت ہونے والے انسان  
 کو اسی کے سپرد کیا گیا ہے۔ اگر زمین میں یہ صلاحیت نہ ہوتی تو سردیوں کے نقصان  
 سے جانوروں کا رہنا بھی مشکل ہو جاتا۔ اس کے علاوہ کتنی ہی چیزیں ہیں جو انسان کے  
 فائدے کے لیے اس کے اندر سے معدنیات کے طور پر نکالی جاتی ہیں تاکہ وہ جائیں  
 جو ضروریات زندگی کا اہم حصہ ہیں اسی زمین سے نکلتی ہیں۔ لڑا، تانبا، کوئلہ، تیل  
 سونا اور چاندی بھی زمین کی پیداوار ہے جو کہ انسانی زندگی کے اہم عناصر ہیں۔ تعمیرات  
 زمین کی تہ میں پانی کے بڑے بڑے ذخائر جمع کر لیے ہیں جن سے کنوئیں اور ٹریکٹ  
 کے ذریعے زمین میں گھسنے والی لکھا رہتا ہے مگر یہ ذخائر ختم نہیں ہوتے۔ پانی  
 ایک ایسی نعمت ہے کہ ہوا کے بعد مہربانہ اس کی زندگی کا انحصار اسی پر ہے۔ آج  
 کے مشرقی دور میں پٹرول کی حیثیت سب سے زیادہ ہے۔ اگر یہ نہ ہے تو تمام متحرک عکسوں کی زندگی  
 ٹھپ ہو کر رہ جاتے۔ بہت سی شےیں اور موٹر گاڑیاں بند ہو جائیں اور دنیا سب  
 بات سے جسے روشنی سے محروم ہو جائیں۔ یہ پٹرول، تیل اور گیس وغیرہ سب  
 زمین کی پیداوار ہیں بغیر ان کے تمام ضروریات زندگی زمین کی مہربانہ ہیں۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین کی تخلیق دو دن میں کی، پھر اس میں بڑے بڑے پتھر  
 پھاڑ رکھے، اس میں ہر گت رکھی اور تمہاری غذاؤں کو سامان اسی میں پیدا کیا اور یہ  
 سب پھر فی اربعۃ ایام چار دنوں میں پانی کی شکل کو پہنچا۔ سو اگر تمہارا پسینہ  
 یہ بڑا ہو گیا تو چھ دنوں کے لیے یعنی اللہ کے سوال کا جواب منی ہو گیا۔ جب کسی  
 سوال کرنے والے نے سوال کیا کہ اللہ نے بتو دیا کہ اس سے دو دن میں زمین کو پیدا کیا  
 اور دو دن میں زمین کی باقی اسٹھیاں کر لیں کیا اور اس طرح زمین اور دنیا کا سب کچھ



میں مکمل ہو گیا۔

سائنس سے ملوث محقق لوگ بھی ہو سکتے ہیں، اگر یہ معنی لیا جائے تو طلبہ بھی گواہ تھے تعالیٰ نے محتاج مخلوق کے لیے زمین میں یہ سب کچھ رکھ دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ مخلوق کو ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے۔ انسان ہوں یا جانور، چرند ہوں یا پرند، کبوترے، مگھوڑے ہوں یا آبی مخلوق سب اُنکی کے درجے محتاج ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ انسان اپنی حاجات زبانِ قلم سے معنی لہلہ کر طلب کرتا ہے جب کہ دیگر مخلوق زبانِ قلم سے مانگ رہی ہے، ہر جاندار حتیٰ کہ درخت بھی اپنی بے زبانی اور عاجزی کے ساتھ اپنی ضروریات کا اظہار کر رہے ہیں درخت کا ایک ایک پتہ زبانِ حال سے کر رہا ہے کہ مجھے پانی، روشنی، گرمی اور آکسیجن کی ضرورت ہے اور اللہ تعالیٰ برابر اسے یہ چیزیں بہم پہنچا رہا ہے۔ غرضیکہ سائنس سے محتاج مخلوق بھی ملوث ہو سکتی ہے۔

آسمانوں کی  
خلق

زمین کی چار دین میں خلق کا ذکر کرنے کے بعد اللہ نے آسمانوں کی پیدائش کا ذکر فرمایا ہے ثُمَّ أَمْسَوَىٰ آلَ الْإِسْمَاءِ بِحَمْدِ اللَّهِ تَعَالَىٰ نے آسمان کی طرف ارادہ کیا وہی دُخان تھا۔ یہ ایک دھواں سا تھا۔ دوسرے مقام سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین اور آسمان کا مادہ ایک ہی تھا۔ اسی کے ایک حصے سے آسمان اور اس کے ستارے اور سیارے بنائے۔ وَالْأَرْضُ مَرَدُّهَا إِلَىٰ ذَٰلِكِ فَتُصْبَغُ ذَٰلِكُ بِمَنِّ رَبِّهَا اس کے بعد زمین کو کھپا دیا۔ زمین بھی ایک گول کرۂ ہے مگر بہت بڑا ہونے کی وجہ سے اس کی سطح کبھی مٹی معلوم ہوتی ہے۔ بہر حال فرمایا کہ اللہ نے آسمان کا ارادہ کیا۔ فَقَضَّاهُمْ سَبْعَ سَاعَاتٍ فِي يَوْمَئِذٍ پھر اُن کو سات آسمان بنا دیا دو دین میں۔ چار دین میں زمین اور اُس کی اشیاء تیار کی تھیں اور پھر دو دین میں ساتوں آسمان مکمل کیے۔ گویا چھ دن میں اللہ نے زمین و آسمان کا سارا اسطر قائم کر دیا۔ اس بات کا ذکر قرآن کے مختلف مقامات پر آیا ہے مثلاً سورۃ الاعراف میں سَبَّحَ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ (آیت ۵۴) اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ



دن میں تخلیق کیا۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس نظام پر اللہ نے جس دن کا ذکر کیا ہے، اس کی مقدار کیا ہے۔ جاری زمین تو نظام شمسی کا ایک حصہ ہے اور اس کا ایک دن چوبیس گھنٹوں کا شمار ہوتا ہے مگر جب ابھی یہ نظام ہی قائم نہیں ہوا تھا، اس وقت دن کی مقدار کیا تھی۔ اس ضمن میں سورۃ النجمہ میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی آسمان سے لے کر زمین تک کے ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔ پھر وہ ایک دن اس کی طرف مقرر کرے گا۔ **كَانَ مِثْقَدًا اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ** (آیت - ۵) جس کی مقدار تمہارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ اگر اس سے یہ دن مراد ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین، آسمان اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کو چھ ہزار سال کے وقفہ میں پیدا کیا۔ اور قیامت والے دن کے تذکرہ میں ایک دن کی مقدار پچاس ہزار سال بتلائی گئی ہے۔ جیسے **فَرَّادًا تَقْشُجُّ الْعُلُكُكَةُ وَالْوُجُوحُ اِلَيْهِمْ فِي يَوْمٍ مِّثْقَدًا اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ** (الحصاحج - ۴) جس کی طرف جبرائیل علیہ السلام اور فرشتے چڑھتے ہیں ایک دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔ بہر حال زمین، آسمان کی چھ دنوں میں تخلیق سے اس دنیا کے دن مراد نہیں بلکہ ایک خاص وقفہ مراد ہے۔ یہاں پر ایک یہ اشکال بھی پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ چاہتا تو زمین و آسمان کے نظام کو ایک لمحے میں بھی پیدا کر سکتا تھا مگر اس نے چھ دن کا وقفہ کیوں مقرر کیا؟ مفسرین کو اہم فرشتے ہیں کہ اس میں بھی اللہ نے انسانوں کے لیے ایک مصلحت اور ایک تعلیم رکھی ہے کہ کوئی کام جلد بازی میں نہیں کرنا چاہیے بلکہ ہر کام آہستہ آہستہ بتدریج اور ایمان کے ساتھ انجام دینا چاہیے کیونکہ ”تعبیل کاوش شیطانیہ“ یعنی جلد بازی شیطان کا کام ہے جو ضرر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک بھی ہے کہ آہستگی سکون اور ایمان رحمان کی طرف سے ہے جبکہ جلد بازی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔

زمین و آسمان  
کی تخلیق  
کے بارے میں

زمین و آسمان کی تخلیق کا ذکر کئی جگہ درمیان میں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی خلقت  
کے بارے میں فرمایا ہے۔ فَقَالَتْ اَرْضُكَ وَتِلْكَ اَرْضُ السَّمَاءِ اور زمین و آسمان  
سے فرمایا اَنْتَ طَوْنًا اَوْ كَرِهًا تم دونوں آؤ اور تمہیں کچھ گروہ خوشی سے یا خوشی  
سے۔ اس کے جواب میں زمین اور آسمان نے کہا قَالَتَا اَنْتَ طَوْنًا ہم دونوں خوشی سے اظہار  
مکمل کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ سوالیہ جواب یہ عمل  
مکمل کے لئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی  
کو بھی کوئی حکم دے سکتا ہے اور وہ پھر جواب دہی کی مکمل ہے اللہ تعالیٰ پہاڑوں  
کے متعلق فرمایا اَنْزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لِّرَاٰیَتِكَ خَاشِعًا  
مُتَصِّدِعًا خاشعہ اللہ والحق (۲۱) اگر ہم یہ قرآن پہاڑوں  
پر نازل کرتے تو وہ خستہ، الٹی سے ریڑھ پیڑھ ہوجاتا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے  
پہاڑوں میں بھی اتنی صلاحیت اور اتنا شعور رکھا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے حکم کو سننے  
ہیں۔ سمجھتے ہیں اور تعمیل حکم کرتے ہیں۔ تو فرمایا کہ ہم نے زمین اور آسمان کو اظہار  
گزار دی کے لئے کہا تو انہوں نے بسر و چشم اسے قبول کیا۔

اس قسم کی مثال حضور خلیل السلام کے فرمان میں بھی ملتی ہے۔ آپ نے فرمایا  
اَحَدٌ جَبَلٍ یُّجِیْتُ وَیُخْبِتُ اے ایک پہاڑ ہے جو مجھ سے محبت کرتا ہے اور مجھ  
اس سے محبت رکھتے ہیں۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ  
شعور اور تعمیل حکم کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔

قرآن مجید نے سات آسمانوں و دونوں میں تخلیق کیے ہوئے القاب میں سے کہ  
اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ طِبَاقًا (۲۱) اس  
لئے سات آسمانوں کو تہہ بہہ بنا دیا و اسی نے مَنْحَلٍ مَّسَامٍ اور ہر آسمان میں  
اس نے کلام کے مطابق حکم بھیجا۔ یقینی بات ہے کہ جس طرح زمین پر اللہ تعالیٰ کی مخلوق  
آباد ہے، اسی طرح آسمانوں پر ہر کی و لہذا اللہ تعالیٰ اس مخلوق کے مناسب حال ہی  
پیدا کر دیا۔ ہر آسمان و دنیا کے متعلق فرمایا وَرِیَّتُ السَّمَاءِ اِنَّہَا بَحْبُوحٌ



بھرنے آسمان دنیا کو پانچوں کے ساتھ مزیں کر دیا۔ پھر تے پھر تے تھارے اور بڑے  
بڑے سے بڑے کو پانچوں کی تہ رہیں نظر آتے ہیں۔ سب سے بڑا چارٹ سورج ہے  
جب وہ طلوع ہوتا ہے تو باقی سارے چارٹ ماند پڑ جاتے ہیں اور نہ ہی آتے۔

البتہ اندھیری راتوں میں ان کی ستر بج پڑی۔ زرد اور نیلی روشنی خوب رونق بخشتی ہے۔  
اس کے علاوہ قرآن کہ ابن مائیں اور سیاروں کو بھرنے و جھٹکنا حفاظت  
کو فراموش نہ کیا۔ نذول قرآن سے پہلے شیطان کا اوپر آسمانوں پر جانا ہوتا تھا۔ وہ فرشتوں  
سے کچھ باتیں سن لیتے اور پھر ان کے اپنے کاموں کو بتاتے جو اس میں سو بھڑکے ہو کر  
اپنے سامعین کو بتاتے۔ نذول قرآن کے بعد اللہ نے شیطان کو اوپر جانے سے روک  
دیا۔ اس کا ذکر سورۃ جن میں موجود ہے۔ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ جب ہم نے  
آسمانوں کو چھو تو ان کو سپر ہیروں اور شاہوں (انگلوں) سے بھرا ہوا پایا۔ چنانچہ اب  
جو میں یہ مشایخیں اوپر جانے کی کوشش کرتے ہیں، انہیں آگے سے شتاب پونے  
ہیں اور اس طرح اللہ نے حفاظت کا انتظام بھی کر دیا۔

فَرَأَى ذَٰلِكَ قَهْدٌ مِّنَ الْعَٰلَمِیْنَ الْعَٰلَمِیْنَ بِمَا نَزَّلُوا بِهِ۔

اللہ تعالیٰ کا جو حال قدرت کو ملک، غالب اور زور سے ذمہ کا علم رکھنے والا  
ہے وہ ہر ایک کے اعمال، احوال اور ضروریات سے واقف ہے۔ اَلَا یَعْلَمُ  
مَنْ خَلَقَ وَهُوَ الْغَفِیْتُ الْغَفِیْتُ مَنْ مَلِكٌ۔ یہ کیا وہ نہیں جانتے  
گا جس نے پیدا کیا ہے حالانکہ وہ ہر ایک میں اور ہر شے کی تہ رکھنے والا ہے۔  
مغلوب یہ ہے کہ وہ جو چیز کو جانتا ہے اور پھر اپنے علم اور حکمت کے مطابق  
فیصلہ کرتا ہے۔ اللہ نے تو یہ کہ حلال و حرام بیان کیا ہے تاکہ لوگ ان میں غور و فکر  
کریں اور شکر کے ساتھ ان کو مانیں۔

فمن اظلم

در سر رم ۳

حصہ الحیدۃ ۳۱

آیت ۱۸۲۳

فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنْذَرْتُكُمْ صِيعَةً مِثْلَ صِيعَةِ  
 عَادٍ وَنُحُودٍ ⑫ إِذْ جَاءَتْهُمْ الرُّسُلُ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ  
 وَمِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ قَالُوا لَوْ شَاءَ  
 رَبُّنَا لَأَنْزَلَ مِنْ سَمَاءٍ مَائِدَةً فَإِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ  
 كَافِرُونَ ⑬ فَأَمَّا عَادُ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ  
 الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنْ قُوَّةِ أَوَّلَمْ يَرَوْا أَنَّ  
 اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَ  
 كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ⑭ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ  
 رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ نَحْسَاتٍ لِنَذِيقَهُمْ عَذَابَ  
 الْآخِرِي فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَخْزَى  
 وَهُمْ لَا يُنصَرُونَ ⑮ وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ  
 فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَى عَلَى الْهُدَى فَأَخَذَتْهُمْ  
 صِيعَةُ الْعَذَابِ الْهُونِ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ⑯  
 وَنَحْنُ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ⑰

ترجمہ: اگر یہ لوگ اعراض کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ  
 میں نے تمہیں ڈر سنایا ہے جتنی عذاب کا جیسا



کہ سخت عذاب آیا قوم عاد اور ثمود پہ ⑬ جب آئے  
 اُن کے پاس اشر کے رسول اُن کے آگے سے اور  
 پیچھے سے (قرآنوں نے کہا کہ اشر کے سراکس کی عبارت  
 نہ کرو۔ تروہ لوگ کہنے لگے کہ اگر چاہتا ہمارا پندروکار تو  
 نازل کرتا فرشتوں کو۔ بیشک ہم تو اُس چیز سے جو تم  
 سے کہ آئے ہو، انکار کرنے لگے ہیں ⑭ بہر حال  
 قوم عاد نے تہیز کیا زمین میں ناحق اور کہا انوں نے  
 کہ کون ہے ہم سے زیادہ طاقت والا۔ کیا انوں  
 نے نہیں دیکھا کہ بیشک اشر تعالیٰ جس نے اُن کو پیدا  
 کیا ہے وہ زیادہ طاقت والا ہے۔ پس وہ لوگ ہماری  
 نشانیوں کا انکار کرتے تھے ⑮ پس بھیج ہم نے اُن پر  
 بڑے زور کی تند بڑا کئی دن جو مصیبت کے تھے، تاکہ  
 ہم چکھائیں اُن کو رسولی کا عذاب دنیا کی زندگی میں۔  
 اور آخرت کا عذاب تو بہت رسوا کن ہوگا، اور اُن  
 کا مدد نہیں کی جائیگی ⑯ اور بہر حال قوم ثمود، میں ہم  
 نے اُن کو ہدایت کا راستہ دکھایا۔ پس انوں نے پند کیا  
 اُن سے کہ ہم زنگری (اکر ہدایت کے مقابلے میں، پس  
 پھر اُن کو سخت ذلت ناک کرکے کے عذاب نے اس  
 وجہ سے جو کچھ وہ کہتے تھے ⑰ اور بچا لیا ہم نے  
 اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور وہ بچتے تھے ⑱

ربط آیات

گذشتہ آیات میں اشر تعالیٰ نے فرید کے بعض عقلی دلائل پیش کیے اور  
 اپنی نعمتوں اور قدرت کی نشانیوں کا ذکر کیا۔ اشر نے زمین کو پیدا کیا اور اُس پر  
 برجیل بھاڑ رکھ دیے تاکہ اُس کا توازن برقرار رہے۔ زمین میں انسانوں اور جانوروں





تو اپنے آباؤ اجداد کو اچھا سمجھتا ہے تو پھر وہ تو انہی معبودوں کی پوجا کرتے تھے جن کی ہم کو بت ہے۔ اور اگر تو اپنے آپ کو بہتر سمجھتا ہے تو بات کر کہ ہم خیری بات بھی نہیں۔ پھر کہنے لگا خدا کی قسم اپنی قوم کے لیے تجھ سے زیادہ ضرر رساں کوئی نہیں ہوا جس نے ہماری شیرازہ بندی کو توڑ کر ہمارے اتفاق کو نفاق میں بدلی دیات سن! اگر تجھے مال کی طلب ہے تو ہم تمہیں عرب کا امیر ترین آدمی بنا سکتے ہیں۔ اگر تجھے اچھے نشان کی خواہش ہے تو ہم میں سے جس کی بیٹی چاہتے اُنھی کے ساتھ نکاح کروا دیتے ہیں۔ جب یہ کہ کر عقبہ قدسے خاموش ہوا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: میں جو کچھ کہنا تھا کہ لیا؟ کہنے لگا: ہاں آپ نے فرمایا، اب میری بات سنو! چنانچہ آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھا کر اس سورۃ فتح المکہ کی تلاوت شروع کر دی اور اس کی تیرہویں آیت میں صَلَوةٌ عَابِدٌ وَنَحْوُ ذَٰلِكَ پڑھ دیا۔ عقبہ سے نہ رگڑا گیا احساس نہ آیا تو حضور علیہ السلام کے منہ پر کھدوایا۔ اوسکے لگا: خدا کے لیے خاموش ہو جاؤ۔ پھر وہ شخص اکابرین قریش کے ہاں واپس جانے کی بجائے اپنے گھر میں آکر بیٹھا گیا اور کسی سے بات تک نہ کی۔ اس پر سرداران قریش کو تشویش ہوئی کہ شاید عقبہ ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے دین ہو گیا ہے۔ پھر حبیب انہوں نے خود عقبہ سے گفتگو کر کے تفصیلات معلوم کرنا چاہیں تو وہ غصے میں آکر نہ جانے لگا کہ میں نے کہا ہوں اور شاعروں کا کلام سننا ہے۔ شاعروں کی باتوں سے بھی واقف ہوں مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کچھ اور ہی ہے۔ تم جاننے ہو کہ محمد نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اب مجھے ظہر لافن ہو گیا ہے کہ وہ جس قوم کا اور نمود کے خدایک ڈرتا ہے۔ وہ خدایک کہیں تم پر بھی نازل ہوا ہے۔ اہم زنجشیری فرشتے ہیں کہ اسی واقعہ کے پس منظر میں اللہ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ آپ کی دعوت سے رجوع نہ کریں تو آپ اعلان کر دیں کہ میں تمہیں اُس سخت خدایک خیر دہ کر رہا ہوں جو قوم عاد اور قوم ثمود پر آیا تھا۔

مردوں کی  
پے واپس آؤ

آگے اللہ نے نہ کر رہا تو ہمیں مردوں کی آمد اور ان کی دعوت کا کچھ حال یہاں







أَيُّدِيهِمْ وَبِئْسَ خَلِيفَتُهُمْ وَعَسَىٰ أَن يَكْفُرُوا بِهِمْ وَيَعْرِفْهُمْ  
 رَاةُ الْعَرَفِ ۖ ۝۱۱۱ اور پھر آگے، پیچھے دائیں اور بائیں سے آکر تیرے بندوں کو گمراہ کروں گا  
 یہاں بھی دائیں بائیں آگے، پیچھے ملاردینا، محض خواہشات اور دین ہیں کہ ان  
 راستوں سے آکر تیرے بندوں کو تجھ سے ڈر کر نہ لے کر کشش کریں گا۔ الغرض !  
 یہاں بھی آگے اور پیچھے سے ہی ملادے کہ اللہ کے رسولوں نے لوگوں کو ہر طرح  
 سے سمجھانے کی کوشش کی۔ اُن کی دعوت یہ تھی لَا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ۔ اللہ  
 کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو کیونکہ تمہارا خالق، مالک، مدبّر، معترف، مابیت  
 اور شکل کث صرف وہی ہے۔ لہذا عبادت میں صرف اُسکی کی کرو اور اس کے ساتھ  
 کسی کو شریک نہ بناؤ۔

دعوتِ توحید  
 کا انداز

اس دعوت کا رد عمل یہ تھا قَالُوا كُونُوا رَبَّكُمْ فَلَا تَزِلَّ قَدَمُكُمْ  
 كُفْتُمْ، اگر ہمارے پروردگار چاہتا تو نصیحت کرنے کے لیے کسی فرشتے کو بھیج  
 دیتا اور اس طرح ہم اُس کی دعوت کو قبول بھی کر لیتے۔ قَالُوا بَعَثْنَا لَكُمْ  
 فِيهِ كَذِبًا وَلَكِنْ حُجَّتْ لَكُمْ قُلُوبُكُمْ ۖ وَمَنْ يُضِلِّ اللَّهُ فَمَا لَهُ هَادٍ  
 کا صریح انکار کرتے ہیں، ان کا مطلب یہ تھا کہ ہم کسی فرشتے کو تو اللہ کا فرستادہ  
 تسلیم کر سکتے ہیں مگر اُس کو اللہ کا نبی کیسے مانیں جو ہماری طرف کا انسان اور ہمارے  
 غلام ان اور برادر ہی کا آدمی ہے۔ اس طرح گمراہی کے لئے نہ صرف اپنے پیغمبروں کا انکار  
 کیا بلکہ ان کی ٹالی ہوئی کتابوں، دین اور شریعت کا بھی انکار کر دیا۔ اور اس طرح وہ توحید  
 اور رسالت دونوں چیزوں کے منکر نظر آئے۔

توحید  
 کا مفہوم

اُن کے اللہ نے قومِ عاد کی عبادت اور اُس سزا کا ذکر کیا ہے۔ فَمَا عَادَ  
فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ۔ جو حال قومِ عاد، پس انہوں نے  
 زمین میں ناحق تکبر کیا۔ وَقَالُوا لَا هَاجِرُ وَلَا شَاقِقُ اور کہنے لگے ہم  
 سے زیادہ طاقتور کون ہے؟ انہیں اپنی جہالی طاقت پر بڑا کھنڈ تھا۔ بڑے کڑی  
 جوان تھے۔ بڑے صنم اور کاریگر تھے۔ بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کرتے تھے اور پتھر



کو تلاش تلاش کر کے بصورت مکان بناتے تھے۔ کہتے تھے کہ ہم سے زیادہ طاقتور کوئی  
 ہے جس کی منزل سے ہمیں ڈرانے ہو۔ شاہ عبدالغفور فرماتے ہیں کہ اس قوم کو اپنی جہانی  
 قوت پر بڑا غرور تھا اور یہی چیز ان کی تباہی کا باعث بنی۔

اللہ نے ان کے اس پیکر کے جواب میں فرمایا أُولَٰئِكَ سِوَانِ الْمَلَائِكَةِ  
خَلْقُهُمْ هُوَ اسْتَدْرَجَهُمْ قُوَّةُ كَيْدِهِمْ انہوں نے نہیں دیکھا کہ شک  
 وہی اللہ تعالیٰ ان سے زیادہ طاقتور ہے جس نے انہیں پیدا کیا ہے یہ لوگ  
 اپنی قوت کی طرف توجہ دیتے ہیں مگر اس خدا تعالیٰ کی طاقت کی طرف دھیان نہیں  
 کرتے جو ان کا خالق ہے اور جس نے ان کو بھی قوت عطا کر رکھی ہے جس پر وہ  
 اترا ہے۔ فرمایا وَكَا نُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ اور اس طرح وہ ہماری  
 نشانوں کا انکار کرتے تھے۔ انہوں نے دلائل ترجید رسالت اور نبیاء کی تائید  
 فصاحت کی باتوں پر یقین نہ کیا بلکہ صاف انکار کر دیا۔

تندہ ہوا کا  
 غلاب

اس کو تندہ ہوا کا غلاب کہتے ہیں۔ اس قوم کا غلاب اور تندہ ہوا کا  
 ان پر تندہ ہوا بھیج دی۔ اللہ نے قوم عاد کا غلاب اور تندہ ہوا کے لیے اپنی ایک کمزوری  
 مقرر ہو کر ان پر مسلط کر دیا جو تواتر صاف استانت اور آفتوں کی طرح چلتی رہی اور  
 پوری قوم کو تنہا تنہا کر کے رکھ دیا۔ یہ اس قدر تیز ہوا تھی کہ نہ کوئی انسان زندہ بچا۔  
 نہ جانور، نہ درخت، نہ مکان اور نہ کوئی تنصیبات بھی تباہ و برباد ہو گئیں۔ سورۃ الاحقاف  
 میں اللہ کا فرمان ہے کہ اس قوم کے کڑیل جواروں کی لاشیں اس طرح پڑی  
 تھیں كَأَنَّهُمْ أُخِجُوا مِنْهَا فَنُفِثَتْ بَنَاتُهُمْ گویا کہ وہ کھجور کے  
 تنے ہوں۔ فَهَلْ تَرَىٰ لَهُمْ مَمْنًا بَاقِيَةً آیت ۱۰۔ ایسے کی  
 تم نے دیکھا کہ ان میں کوئی بھی باقی بچا۔ نہیں بلکہ سارے کے سارے ہلاک ہوئے  
 فرمایا یہ تندہ ہوا چلی فَتَأْتِي الْبُحَارَ عَلَاتٍ غبار کے دونوں میں۔ دن  
 بذات خود گرد گردانی بھی غبارست والا نہیں ہوتا۔ سب اللہ کے پیدا کردہ ہیں بھگتیاں  
 غبار سے مراد ہے کہ ان لوگوں کے لیے یہ دن گزریں ثابت ہوئے جن پر اچانک



عذاب آگیا اور وہ غیا مہیٹ ہو گئے۔ ہمارے ہاں بعض دُور کو جو خوش خیال کیا جاتا ہے  
یہ مشرکوں کی بات ہے۔ فرمایا ہم نے یہ تہذیب برپا کی ہے اس کے چلنے لگنے کے  
عذاب الخیر فی الحیوة الدنیا تاکہ ہم ان کو دنیا کی زندگی میں سواکن  
عذاب کا مزہ چکھائیں۔ چنانچہ اسی ہوا سے وہ تباہ ہونے، حضور علیہ السلام کو ارشاد  
ہے کہ اُمّی نے قوم پر دو مضرے طے کرنے والی گرم لو کے ذریعے تباہ کیا۔ فرمایا یہ مضر  
تو ان کو اس دنیا میں ملے گا وَلَکَ عَذَابُ الْآخِرَةِ اَعْلٰی اور آخرت میں سنے  
والعذاب لمرید سواکن ہے۔ اخیری اسم تفصیل کا صیغہ ہے یعنی بہت زیادہ  
سوا کرنے والا۔ وَهُمْ لَا یُنصَرُونَ اور پھر ان کی کسی جانب سے کفّہ  
نہیں کی جائیگی جس سے ان کی مصیبت مل سکے۔

قوم خود  
کی حرکت

پھر اُمّی نے دوسری قوم کا حال ذکر کیا وَاعْلَا شُعُودُ اور ہر حال قوم خود  
فَہٰذِیْنِہُمْ ہم نے ان کو بھی ہدایت کا راستہ بتلایا فَاصْبِرُوا الْعَنِ عَلٰی  
الْہٰدٰی مگر انہوں نے ہدایت کی بجائے اندھا پن یعنی گمراہی کو پسند کیا انہوں نے  
نجات کے راستے سے آنکھیں بند کر لیں اور ہلاکت کے راستے کو اختیار کر لیا۔  
وہ مہرست کے راستے کو چھوڑ کر گمراہی کے راستے پر چل پڑے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا  
فَاَخَذَتْہُمْ صَیْقَةُ الْعَذَابِ الْہَوٰی پس ان کو ذلت، عذاب  
کی کڑک نے پکڑ لی۔ اس قوم پر دو قسم کی سزائیں آئیں۔ ایک تو اوپر سے سخت قسم کی  
کڑک یا چیخ اُٹھنے والی اور نیچے سے اُمّی نے زلزلہ بھی بھیج دیا۔ اُمّی نے فرمایا فَاصْبِرُوا  
فِیْ دِیَارِہِمَا جَبِیْنِ (مہودہ ۹۴) وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل  
گہر پڑے تھے۔ ظاہر ہے کہ جب زلزلہ کی صورت میں زمین حرکت کرتی ہے  
تو آدمی کھڑا نہیں رہ سکتا بلکہ گر پڑتا ہے۔ قوم خود کا بھی یہی حال ہوا اور وہ دونوں قسم کی  
سزائیں سے ہلاک ہوئے۔ اُمّی تعالیٰ نے پوری اُمّی قوم میں سے کسی فرد واحد  
کو بھی شہرہ نہیں چھوڑا۔ فرمایا یہ اس وجہ سے بِمَا کَانُوْا یُکِیْبُوْنَ  
کہ جو کچھ وہ کہتے تھے۔ انہوں نے جس قسم کے احوال بکا اور تکاب کیا اس کی

پدا ہوا ہے یہ بڑا کھڑا ہو گئے۔

انہوں نے فرمایا: وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ يَعْبُدُونَ اور ہم نے انہوں نے انہوں کو  
 جڑا لیا ہے۔ جو لوگ صلیبی علیہ السلام پر ایمان لے آئے، ان کے لئے وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ  
بِشَفْعَتِهِمْ اور وہ انہوں نے انہوں سے پکڑے تھے۔ انہوں نے ان کو اس میں  
 کے خلاف سے ہی پکڑ لیا اور انہوں نے انہوں سے پکڑ لیا ہے۔



وَلْيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ①  
حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ  
وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ②  
وَقَالُوا جُلُودُنَا لَمْ يَسْهَدْ أَعْيُنًا وَقَالُوا  
أَنطَقَ اللَّهُ الَّذِي أَنطَقَ كُلُّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ  
أَوَّلَ مَرَّةٍ وَالْيَدُ تَرْجِعُونَ ③ وَمَا كُنْتُمْ تُسْتَعْرَضُونَ  
أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا  
جُلُودُكُمْ وَلَكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللَّهَ لَا يَعْلَمُ  
كَثِيرًا مِمَّا تَعْمَلُونَ ④ وَذَلِكُمْ ظَنُّكُمُ  
الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ أَرَدَكُمْ فَاصْبِحْتُمْ  
مِنَ الْخَاسِرِينَ ⑤ فَإِنْ يَصْبِرُوا فَالنَّارُ مَثْوًى  
لَهُمْ وَإِنْ يَسْتَعْجِلُوا فَمَا هُمْ مِنَ  
الْمُعْجَلِينَ ⑥ وَفِضْنَا لَهُمْ قُرُونًا فَزَيَّلُوا  
لَهُمْ مَكَايِدٌ أُبْدِيَةٌ لَّهُمْ وَمَا خَلَقْنَاهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ  
الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ  
الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ ⑦

توجہ :- جس دن انیسٹے کے جائیں گے اللہ کے دشمن روزِ  
 کی طرف ہیں وہ روس کے جائیں گے (۱۹) یہاں تک کہ جب  
 وہ اُس کے قریب پہنچیں گے تو گواہی دیں گے اُن پر  
 اُن کے کان ، اُن کی آنکھیں اور اُن کی کہانیاں اس چیز کی  
 جو کچھ وہ کرتے تھے (۲۰) اور وہ کہیں گے اپنی کہانوں  
 سے کہ تم کیوں گواہی دیتی ہو ہمارے خلاف ، وہ کہیں گی  
 کہ ہم کو بھڑایا ہے اُس اللہ نے جس نے ہر چیز کو بھڑایا  
 ہے ، اور اُسی نے تمہیں پیدا کیا پہلی مرتبہ ، اور اس کی طرف  
 تم لوٹنے جاؤ گے (۲۱) اور نہیں تجھے تم پر وہ کرتے  
 اس بات سے کہ گواہی دیں گے تم پر تمہارے کان  
 اور نہ تمہاری آنکھیں اور نہ تمہاری کہانیاں ، لیکن تم نے  
 جھگڑا کیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نہیں جانتا بہت سی وہ  
 باتیں جو تم کرتے ہو (۲۲) اور یہ وہی سے شمار نہی  
 جو تم نے اپنے پروردگار کے بارے میں کیا ، اسی نے  
 تمہیں بھوک کیا ، پس جو گئے تم نقصان اٹھانے والوں  
 میں (۲۳) پس اگر وہ خبر کریں تو روزِ حق ہی اُن کا  
 ٹھکانا ہے ، اور اگر وہ منہ چاہیں گے ، پس نہیں ہوں  
 گے وہ کہ انہیں منانے کا موقع دیا جائے (۲۴) اور ہم  
 دیے ہم نے ان کے ساتھ ساتھی ، پس انہوں نے مزید  
 کیا اُن کے لیے جو کچھ اُن کے سامنے اور جو کچھ اُن  
 کے پیچھے ہے ، اور ثابت ہو گئی ہے اُن پر بات  
 اُن استوں میں جو پہلے گزر چکی ہیں ان سے جزی اور انڈیا  
 میں سے بیشک یہ لوگ نقصان اٹھانے والے تھے (۲۵)



گذشتہ آیات میں نبوت و رسالت کا ذکر ہوا اللہ نے قوم ہاد اور ثمود کی سرکشی اور انکارِ نبوت اور پھر ان کے ساتھ دنیا میں ہونے والے رسولوں کا ذکر کیا، وہ کہتے تھے کہ اگر اللہ نے کسی کو نبی بنانا تھا تو کسی فرشتے کو اپنا پیغام لے کر بھیج دیتا تو ہر ایمان نے آتے۔ ہر کسی انسان کو نبی تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں، اللہ کے رسولوں نے اپنی اپنی قوم کو ہر ممکن طریقے سے اللہ کا پیغام پہنچایا اور لوگوں کو کھج یا کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ مگر ان قوموں نے توحید و رسالت دونوں کا انکار کیا۔ اس کے نتیجے میں اللہ نے ان پر تہ ہوا بھیج دی جو رسالت راقین اور آسمانی دین تک پہنچتی رہی اور جس سے وہ عداوت برکے حتیٰ کہ جن نافرمان اقامت کا فرد واحد بھی زندہ نہ رہا البتہ اللہ نے ان لوگوں کو کھجایا جو اللہ کے پیروں پر ایمان لاکر توحید کو اختیار کر چکے تھے۔

وہم ان  
سکا جہان

اب آج کے درس میں اللہ تعالیٰ نے جنابے عمل کا سلسلہ ذکر فرمایا ہے فقروا قیامت اور جنابے عمل اسلام کے دیگر عقائد توحید، رسالت اور قرآن کی حقانیت کی طرف ایک اہم عقیدہ ہے۔ اللہ نے قیامت والے دن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے وَيَوْمَ نَحْشُرُ أَحَدًا أَلَمَ اللَّهِ إِلَى النَّارِ جس دن اللہ کے دشمن یعنی کافر، مشرک، مسترین، توحید، مسترین رسالت، اور منکرین معاد و دنش پر اکٹھے کیے جائیں گے۔ فَقُلْ يَوْمَ تَكُونُ الْقُورُ تو وہ دن ہے کہ روک ٹوک ٹیپے جائیں گے۔ وَرَبِّكَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرَ روکنا یا ہلکانا ہوتا ہے۔ یہاں پر روکنا زیادہ کمزوروں کے لیے ان مجرموں کو تنہا ہی رہنے کے لیے روکنا یا جانچنا کہ سب اگلے پچھلے جمع ہوجائیں اور ہا کہ ہر ایک کے جسم کی نوعیت کے اعتبار سے سب کی ایک ایک تعداد بندی کر دی جائے۔ حَتَّىٰ إِذَا هَاجَلُوا وَهَأْيَاهَا کہ جب وہ دونوں کے قریب پہنچ جائیں گے تو پھر محاسبہ اعمال کی منزل آجائے گی اور ان کے بڑے عطاء و اعمال کا کھچا چٹھا ان کے سامنے کھول دیا جائے گا۔

وہم ان  
کی تراپی

پھر جب وہ اپنے گناہوں کا انکار کریں گے شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ





اُس دن ہجرت کرنے والوں پر اصرار نہ ہوئے گئے، اور ان کے ہاتھ اور پاؤں بڑھ کر  
 ہیں اُن کے کہ تو قتل سے آنکھ کر رہی گئی۔ اب ان لوگوں کے پاس کوئی خبر باقی  
 نہیں ہے کہ ان خبروں کو کس قسم سے سید کر دیا جاتا ہے کہ

میں نے یہ سنا ہے کہ

امام ابن کثیر نے تصنیف میں بیان کیا ہے کہ حضرت روایت نقل کی ہے کہ حضرت  
 کی طرف ہجرت کر کے جانے والے صحابہ رسول جب وہاں سے واپس آئے  
 تو حضور علیہ السلام نے ان سے دریافت کیا کہ کیا تم نے ہجرت حبشہ کے دوران کوئی  
 عجیب و غریب واقعہ بھی دیکھا ہے؟ اس پر چند نوجوانوں نے عرض کیا کہ ایک دفعہ  
 ہم کسی مقام پر بیٹھے تھے کہ ہم نے دیکھا کہ ایک بڑھیا رات بھر اپنے سر پر پانی ڈھکے  
 اٹھاتے جا رہی ہے۔ سنتے میں ایک ہفتا میں قسم کا نوجوان آیا جس نے بڑھیا کی گڑبگڑ  
 پر ہنسنے لگا کہ اُس کو اس زور سے دھککا دیا کہ وہ پیچھے رہی گھٹنوں کے بل ٹھہر گئی  
 اور اس کا منہ بھی ٹوٹ گیا۔ اس بڑھیا رات بھر نے کہا اے خدا! اے شہرِ حبشہ وہ وقت  
 آئے گا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی عبادت کی کرسی پر نہ توں اور نہ رہا ہو۔ اس وقت  
 تمام ہجرتوں کو جاننے کیا جائیگا۔ اُن کی زبان بند ہوگی اور ان کے اعضا و جوارح اُن  
 کے غلوں گرامی شے سے بھر جائیں گے۔ اے خدا! تمہیں اس وقت پہنچے گا کہ  
 میرے اور تمہارے درمیان کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ آئی تو میں اپنی کمزوری کی وجہ سے تجھ  
 سے اس زیادتی کا بدلہ نہیں لے سکتی مگر وہ منزل غنیمت ہے کہ اُن دنوں سے ہر نقصان  
 کو اُس کو حق دیا جائے گا۔

حضور علیہ السلام نے اُس نوجوان سے یہ بات سن کر فرمایا اَصَدَقْتَ اس بڑھیا  
 نے سچ کہا۔ آپ نے یہ الفاظ بار بار دہرائے۔ چونکہ اُس رات کو پہلی گھنٹوں میں حضور  
 اس لیے اُس نے انہی کی تعلیم کے مطابق نوجوان کہا کہ اُس نے بڑے انجیل سے فیصلہ  
 کیا۔ پھر حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کَیْفَ یُحَدِّثُ اللّٰہُ قَوْلًا لَا یُؤْخِذُ  
 رِضْیَہُ فِیْہِمْ اِنَّہٗ تَعَالٰی اِیْیَہِ تَوَدُّ کَوْنًا فِیْہِ اَکْرَمًا جَوَابًا لِّمَنْ یُّدْرِیْ کَوْنًا فِیْہِ  
 وہ کہے۔ اسی تو وہ حضور و نجاتی اور کائنات میں ہمارے سب سے بہتر کہ برباد ہونے کی خبر

آئے گی تو اللہ تعالیٰ خود اپنی مٹھری سے انتقام لے لیگا۔

اعضا و  
جواسم کا  
جواب

بہر حال اعضا و جوارح کی گواہی پیش ہونے پر مجرم لوگ اس پر حیرت کا اظہار کریں گے تو ان کے ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضا و جوارح انسان کے خلاف گواہی دیں گے اور کہیں گے کہ ہم کو اس رب العزت نے قوت گویائی بخشی ہے جس نے تمام چیزوں کو یہ تیز عطا کی ہے وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ اور وہی ذات ہے جس نے تمہیں پہلے دفعہ پیدا کیا۔ وَالثَّيْلُ تَرَجَّعُونَ اور اپنی طبعی عمر پوری کرنے کے بعد پھر اسی کی طرف لوٹنے جاؤ گے۔ انسان کے اعضا یہ بھی کہیں گے وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَعِينُونَ تم بھی بات سے پردہ نہیں کرتے تھے یعنی یہ چیز تمہارے تصور میں بھی نہیں تھی أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ کہ تمہارے خلاف تمہارے کان، نہ تمہاری آنکھیں اور نہ تمہاری کھالیں گواہی دیں گی۔ تم تو کوند کے کاموں سے چھپنے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔ اگر تمہیں علم ہوتا کہ خود تمہارے اعضا و جوارح تمہارے خلاف بطور گواہ کھڑے ہو جائیں گے تو پھر کفر، شرک اور معاصی کا ارتکاب نہ کرتے۔

اللہ کے  
متعلق  
ہر گواہ

فَمَا بِحَقِيقَتِهِ ہے وَلَكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللَّهَ لَا يَعْلَمُ كَيْدًا مِمَّا تَكْمُلُونَ کہ تم نے گمان کر لیا کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے بات سے کاموں کا علم نہیں ہے۔ تم کہہ رہے ہو لوگوں کی نظروں سے تو پوشیدہ طور پر کر سکتے مگر خدا تعالیٰ سے ذرا شرم نہیں کھاتے تھے بالآخر اس سے تو کوئی چیز مخفی نہیں مگر تم مجھ سے کہہ کر یہ برائیاں خدا تعالیٰ سے بھی پوشیدہ رکھ رہے ہو اور ان کو کوئی نہیں دیکھتا اور نہ کوئی جانتا ہے۔ وَذَلِكُمْ ظَنُّكُمُ الْكَذِبِ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ میں وہ تمہارا گمان ہے جو تم نے رب تعالیٰ کے متعلق کر رکھا تھا۔ أَنْ ذَلِكُمْ اس گمان نے تمہیں تاہی میں ڈالا اور پھر بتجربہ مُؤَافٍ صَبَّحْتُمْ مِنَ الْخُسْرَىٰ کہ تم نقصان اٹھانے والوں میں ہو گئے اللہ تعالیٰ کے متعلق تمہاری اس ہنگامی نے تمہیں ہمیشہ کیلئے ناکام بنا دیا۔ جزا علیکم



کارشاد مبارک بھی ہے کہ لوگو! تم میں سے کوئی آدمی نہ مرنے تک ایسی حالت میں کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق حسن ظن یعنی اچھا گمان رکھنے والا ہو۔ **وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ** اور اللہ تعالیٰ کے متعلق وہ ذرے ذرے کا علم رکھنے والا اور اُس سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ **إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّخِيطٌ** اور اللہ تعالیٰ کے متعلق وہ ہر چیز پر حاظر ہے۔

**وَيَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ فَاصْبِرْ لَهُمْ رُشْدًا** یعنی ایسے رب کے متعلق جو کمالی پر قائل ہیں اُن کے اور یہی سمجھتے رہیں گے کہ ان کے حالات سے کوئی واقف نہیں ہے تو پھر ان کا ٹھکانا بنو کہ تم ہی ہو سکتا ہے۔ سورۃ الطور میں ہے **فَاصْبِرْ وَأَوَّلًا نَّصِيبُ وَأَوَّلًا سَوَاءٌ عَلَيْنَا مَّا كُنَّا نَعْمَدُ** اور اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ بات ہے کہ اب صبر کرو اور نہ کرو تمہارے لیے برابر سب اور تمہیں اپنے جبرائیل کی پاداش میں لازماً جہنم میں جانا ہوگا۔

وہابیوں  
اور اسی کی  
تواضع

**وَيَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ فَاصْبِرْ لَهُمْ رُشْدًا** اور اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ بات ہے کہ اب صبر کرو اور نہ کرو تمہارے لیے برابر سب اور تمہیں اپنے جبرائیل کی پاداش میں لازماً جہنم میں جانا ہوگا۔

**فَمَا هُمْ بِمُعْتَابِينَ** اور انہیں یہ کہنے کا موقع بھی نہیں دیا جائے گا۔ اُن کے لیے تو یہ کارروائیاں بند ہو چکا ہوگا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کو ابھی نہیں کھلیں گے۔ انہوں نے عمل کی زندگی کو دنیا میں ہی ضائع کر دیا جب کہ وہ توبہ کرنے کی پوزیشن میں تھے مگر اب دنیا کی زندگی ختم ہو کر جزائے عمل کی منزل آچکی ہے۔ لہذا اب سابقہ اعمال کی حوائج نہیں رہیں۔

**فَرَأَاهُ** اُن کا دنیا میں توبہ مال تھا۔ **وَقَبَضْنَا لَهُمْ** اور ہم نے اُن کے ساتھ لیے ساتھی لکھ دیے تھے **فَنَزَّلْنَا لَهُم مَّا بَدَأُوا بِهِمْ** اور ہم نے اُن کے لکھے اور پچھلے اعمال میں سے کچھ رکھ دیے۔ اس کی وضاحت سورۃ الانعام میں موجود ہے **وَنَزَّلْنَا لَهُمُ الشَّيْطَانَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ** آیت ۱۲۰ شیطان نے اُن کے لیے

کاموں کو مٹانے اور خوشحال کر کے رکھنا سب سے اہم اور پہلے اس کا فلسفہ ہی سمجھنا ہے کہ یہ  
 کام کرنے سے بڑا فائدہ ہوگا۔ عزت پٹ کی اور نعم آخرت ہیں کا یہ سب ہو یا دنیا  
 کے، شرک، کفر، بدعت اور لہو و لہب کے تمام امور شیطان خوشحال کر کے رکھنا ہے  
 اور انسان غم و بے بسی و نیاز و محتاج سے مکرر جب آخرت کی منزل آئے گی تو اسے اعمال  
 و اہل جان بن جائیں گے۔ اس وقت پہلے لگاؤ جن کاموں کو ہم پہلی کا کام سمجھتے  
 تھے وہ شرک اور بدعت کے کام تھے۔ اور شیطان نے ہمیں خواہ مخواہ مروت و دیہ تو  
 یہاں بھی فرمایا کہ جہنم دنیا میں اُن کے لیے ساتھی بنا لیے تھے جو ان کو ان کے بدستار تھا پہلے  
 کہتے رکھتے تھے اور وہ ماری و زوال و تباہی دیتے تھے اور اس میں نفع کو پہچان  
 نقصان میں پڑ گئے۔ اور شیاطین یہ انسان اور جن دونوں قسم کی مخلوق ہوتی ہے بعض  
 انسانوں میں سے شیاطین کے لیکنٹ ہوتے ہیں جو لوگوں کو ان کے بُرے اعمال  
 خوشحال کر کے دکھاتے ہیں اور اس طرح انہیں غلط راستے پر چلائے رکھتے ہیں۔

فَرِیَاسٌ وَتَوْبَتٌ یَّحْذَرُ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ فَمَنْ قَدْ  
خَلَّتْ مِنْ قَوْلِهِمْ مِنَ الْجَنِّ وَالْإِنْسِ پس ثابت ہوگئی ہے پرست  
 ان انسانوں میں جو ان سے پہلے کرتے ہیں جنوں میں سے اور انسانوں میں سے جنوں  
 اور انسانوں کی سابقہ اقوام نے یہی سبق اور توحید کے خدایت راستہ اختیار کیا اور اسی  
 کو اپنی سہولت سمجھا۔ تو جس طرح سابقہ اقوام پر یہ بات ثابت ہوئی اسی طرح انہوں  
 قرآن کے زمانے کے لوگوں پر بھی ثابت ہوگئی۔ جس کا ترجمہ غلطاً انہیں  
كَانُوا أَحْسَنَ مِنْكُمْ لَیْسَ لَکُمْ فُتُورٌ اُنہوں نے دیکھے تھے وہ نہیں تباہی اور  
 بربادی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ انہوں نے قرآن رسالت اور وقوع قیامت  
 کا انہیں یہ پیغمبروں کی بات کہہ دیا کہ کتاب الہی کو وحی الہی تسلیم نہ کیا اور پیغمبر  
 کے لیے خدا کے میں پڑ گئے یعنی جہنم رسید ہو گئے۔



وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا  
 فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ ﴿۲۹﴾ فَلَنذِيقَنَّ الَّذِينَ  
 كَفَرُوا عَذَابًا شَدِيدًا وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَثَرًا الَّذِي  
 كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۳۰﴾ ذَلِكَ جَزَاءُ الْعَدَاوَةِ النَّارِ  
 لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ جَزَاءُ لِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا  
 يَجْحَدُونَ ﴿۳۱﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّنَا أَرِنَا  
 الَّذِينَ آمَنَّا مِنْ الْجِنِّ وَالْإِنسِ نُجْعَلُهُمَا خُتَمًا  
 قَدَامَنَا لِنَكْفُرَنَّ مِنَ الْإِسْقَاتِينَ ﴿۳۲﴾ إِنَّ الَّذِينَ  
 قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اتَّبَعُوا مَوْلَى تَكَرَّرَ عَلَيْهِمْ  
 الْمَالِكَةُ لَا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ  
 الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴿۳۳﴾ نَحْنُ أَوْلَىٰ بِكُمْ فِي  
 الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهُنَ  
 أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُونَ ﴿۳۴﴾ نَزَّلْنَا مِنَ  
 غَفُورٍ رَحِيمٍ ﴿۳۵﴾

ترجمہ: اور ان لوگوں نے جہنم کے لئے مایوس ہو گئے

یہ کہ انہیں اس قرآن کو اور انہیں اور انہیں

نہ کہ تم غالب ہو جاؤ (۲۶) پس ہم ضرور چکھیں گے اہی  
 لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا نعمت عذاب اور ہم بدلہ  
 دیں گے ان کو اُس بہتے کام کا جو وہ کرتے تھے (۲۷)  
 بہتہ سزا اللہ کے دشمنوں کی دوزخ کی آگ۔ اُسی کے  
 لیے اُس میں ہمیشہ سبھنے کا گھر ہو گا۔ اور یہ بدلہ ہو گا  
 اُس کا جو ہماری آیتوں کے ساتھ وہ انکار کرتے تھے (۲۸)  
 اور کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ اے ہمارے  
 پروردگار! دکھا ہیں وہ لوگ جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا  
 جنوں اور انسانوں میں سے تاکہ ہم ان کو پاؤں کریں اپنے  
 پاؤں کے نیچے تاکہ وہ ہو جائیں پست لوگوں میں (۲۹)  
 بیشک وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار الشریعہ  
 پھر وہ اُس پر مستقیم ہے۔ اترتے ہیں اُسی پر فرشتے  
 اور کہتے ہیں اے کہ مت غوث کھاؤ اور نہ غلیں ہو۔ اور  
 خوشخبری سنو اُس جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا  
 تھا (۳۰) ہم تمہارے ساتھی ہیں دنیا کی زندگی میں اور  
 آخرت میں بھی۔ اور تمہارے لیے اُس میں ہو گا۔ جو  
 تمہارے جی چاہیں گے۔ اور تمہارے لیے وہ بھی ہو گا  
 جو تم طلب کرو گے (۳۱) یہ دعائی ہو گی پروردگار کی  
 طرف سے جو بہت بخشش کرنے والا اور نہایت  
 مہربان ہے (۳۲)

بعد آیت گذشتہ آیت میں اللہ نے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے فرمایا کہ اللہ کے دشمنوں  
 کافروں اور مشرکوں کا دوزخ کے قریب جہنم ہو گا۔ پھر ان کو اللہ کے ہر نام کے عذاب  
 سے محفوظ کر دیں گے۔ یہ تقسیم کیا جائے گا۔ جب حساب الہی تعالیٰ کی منزل آئیگی تو خود انہی کے



اعضا و جراح کو ان پر بطور گواہ پیش کیا جائے گا۔ وہ حیرت زدہ ہو کر پوچھیں گے کہ تم  
ہمارے خلاف کیوں کر ایسی شے ہے جو تو وہ جواب دیں گے کہ میں اس مالک  
الملک نے قریب گرائی عطا کی ہے جس نے ہر چیز کو برپا ہے۔ اب آج کی آیت  
میں بھی اپنی ٹوکوں کا سائل بیان ہو رہا ہے۔ اس دور میں قرآن کریم کی عداوت پر کفار  
کے رد عمل کا ذکر ہے اور ساتھ ساتھ جرنیلے عمل کو منکر بھی بیان ہو رہا ہے۔

عداوت قرآن  
پر شور و غل

ارشاد ہوتا ہے وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ كَافِرُونَ  
کہنے لگے کہ اس قرآن پر کان نہ دھرو یعنی اس کو سننے کی کرشن نہ کرو بلکہ وَالْفَوَاقِیُونَ  
اس کی عداوت کے دوران شور و غل مچا کر لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ تاکہ تم غالب آ جاؤ  
گزشتہ دور میں بیان ہو چکا ہے کہ کافر لوگ قرآن پاک کو وحی الہی تسلیم کرنے کے  
لیے تیار نہ تھے اور نہ وہ نبی آخر الزمان علیہ السلام کو امیر کافر ستارہ بناتے تھے۔ ان کا  
خیال تھا کہ لَوْ شَاءَ رَبُّنَا لَأَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ (احقاف: ۱۲) اگر اللہ چاہتا تو کسی  
فرشتے کو رسول بنا کر بھیج دیتا تو جہاں کی بات مان بھی لیتے۔ مگر نہ ہم اپنی ہی بلندی  
کے ایک ٹھکانہ کر کے رسول بنیں جس میں ہم سے بڑی دالی کوئی خصوصیت  
بھی نہیں ہے۔ اسی بنا پر وہ کہتے تھے کہ جس چیز کو یہ قرآن بنا کر پیش کر رہا ہے  
یہ اس کا من گھڑت ہے۔ لہذا نہ تو خود اس کو سنا اور اگر کوئی دوسرا آدمی سنا چاہے  
تو درمیان میں شور و غل مچا کر دو آکر نہ کسی کے پیچھے پڑے اور نہ وہ اس سے متاثر ہو  
کہنے لگے یہی ایک صورت ہے کہ تم اسلام کے راستے میں بندہ مذکور کو گور نہ  
ہم سب کو باکرے بنائے گا۔ دوسری جگہ موجود ہے کہ قرآن سننے والوں پر یہ لوگ  
حدا اور بھی ہو جاتے تھے تاکہ وہ اس قرآن کو نہ سن سکیں۔ یہ بھی کفار کی تمہیر جس کے  
پیچھے وہ قرآن کے مشن کو ناکام بنانا چاہتے تھے۔ حالانکہ یہ نہایت ہی طاقت  
کی بات تھی کیونکہ کلام الہی کو اس بیہودہ طریقے سے روکا نہ کہ نہ تھا قرآن کا مقابلہ  
تو دلیل کے ساتھ ہی کیا جاسکتا تھا جو اسی کے پاس نہیں تھی۔ قرآن سے مشن کا مقابلہ  
اس سے بہتر یہ ذکر اہم اور بہتر تعلیم پیش کر کے کیا جاسکتا تھا۔ مگر کافروں کے پاس





کھٹے کھانوں نے نہ تو خود اس کو نہ اور نہ دوسروں کو سنبھلنے دیا۔ لہذا ان کی باخوابی  
 کو، کہ میں بڑا ہی بوسلتا ہوں۔ فَمَا ذَٰلِكَ جَعَلَ عِندَهُ الْقُدْرَةُ الْعِزُّ  
 کے دشمنوں سے بیٹے دونوں کی آگ ہی دار ہے۔ جو ان کو ملی کر سب کا سہارا  
فِيهِكَ ذَا الْقُدْرَةِ ان کے لئے دشمن میں ہمیشہ کا گھر ہوگا۔ یعنی وہ ہمیشہ ہمیں  
 اپنے اسی میں چلتے رہیں اور ہاں سے نکلنے کی کوئی صورت نہ ہوگی جب آگ لگے  
كَالْمَاءِ بِالنَّارِ يَجْعَلُ دُفُونًا یہ عالم ہے اس جہنم کا کہ وہ ہماری قبروں  
 کا انبار کرتے تھے۔ وہ خدا تعالیٰ کی قریب نبی کی قربت۔ اس کے معنی یہ ہے کہ  
 اور خدا کی قدرت کے واسطے، جنت و دوزخ، شہر تشر اور دوزخ قیامت کے لئے  
 کرنے کے لئے تیار نہ تھے لہذا اللہ تعالیٰ ان کو دائمی عذاب میں مبتلا کر دیا۔  
 پھر جب یہ لوگ عذاب الہی کے مستوجب بن جائیں گے تو رب العزت  
 کی ہمدردی میں درخواست پیش کریں گے وَقَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا اور کہیں  
 گے وہ لوگ جنہوں نے لظہر کا شیوہ اختیار کیا یعنی قریب و صالحت، معیار اور  
 قرآن پاک کی معانیت و مہارقت کا اہتمام کیا۔ وَقَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا  
مِنَ الْحَقِّ وَأَنَّا كُفَرُوا ہم سے پہلے وہ لوگ دکھائے جنہوں نے  
 ہمیں گمراہ کیا اور جو جنوں اور نادانوں و فلوں انواع میں سے ہیں۔ دنیا میں یہ فریبین  
 ہزارا دکھاتے تھے اور ہمیں سفارش کے ذریعے آخرت کی کامیابی کی توجہ دیتے  
 تھے۔ آج یہ ہمیں نظر نہیں آتے ہیں۔ ذَٰلِكَ اور ان کو ہمیں دکھا کر کہ ہم اس سے  
 کچھ سوال جو اب ہی کر لیں۔ لَسَ الْاِسْمُ الْاَكْبَرُ آج یہ لوگ ہمارے سامنے آج  
يَجْعَلُهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا تو تم انہیں اپنے پاؤں کے نیچے رو نہ ڈالیں  
 گے لَيْسَ كُوْنَا مِنَّا الْمُسْلِمِينَ تاکہ یہ بہت اور ذلیل لوگوں میں سے  
 ہو جائیں۔ اُس وقت آمین اپنے مقبوعین سے سخت پیزار ہوں گے، اور  
 چاہیں گے کہ انہیں ان کی غلطی پر کر دگی کی توفیق سزا دے۔ سورۃ صافات میں بھی  
 گزر چکا ہے اِنَّ ذَٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَافُكُمْ اَهْلُ السَّابِ اُن میں سے

مقبوعین کے  
 عذاب الہی  
 و آخرت

یہ بالکل سچی بات ہے کہ اہل دوزخ ضرور آپس میں جھگڑا کریں گے اور ایک دوسرے کو مورد الزام ٹھہرائیں گے مگر اللہ فرمے گا کہ تم تابع اور متبع دوزخ جہنم میں جاؤ گیو کہ تم خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا، لہذا تم کو دگنی سزا دی جائے گی۔ بہر حال فرمایا کہ معتبرین کے خلاف خود ان کے تابعین استغاثہ پیش کریں گے۔

عبداللہ بن مسعود

فرمایا کفار و مشرکین کے برخلاف ان الذین قالوا ربنا اللہ بیشک وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے تم استقامت پھر اس پر مستقیم سے یعنی پختہ ہے۔ استقامت کی تشریح میں امام بخاری اور دیگر مفسرین اس طرح بیان کرتے ہیں کہ حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کا قول کہ استقامت قول اور فعل دونوں سے ہمکنار ہے اور وہ اس طرح کہ اللہ کی توحید پر مستقیم الحال ہے اور کسی دوسرے اللہ کی طرف توجہ بھی نہ کرے۔ اللہ کی توحید میں شک نہ ہو یا شرک کا شائبہ نہ ہو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں کہ آدمی سیدھے راستے یعنی ایمان و توحید اور سنت کے راستے پر قائم ہے اور لوٹنے کی طرح اور پھر پھرتے کی کرشمہ نہ کرے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ماننا اور عمل میں اختلاص پیدا کرنا کہ اس میں شرک یا ریاکاری کی ملامت نہ ہو اور بعض اللہ کی خوشنودی مد نظر ہو یہی استقامت ہے۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی توحید کرنا۔ ایمان کو صحیح طریقے سے اختیار کرنا اور فرائض کو ادا کرنا، استقامت میں داخل ہے۔ حضرت سفیان بن عبد اللہ ثقفی نے حضرت علیہ السلام سے دریافت کیا کہ مجھے کرنی یا منع نصیحت فرمائیے آپ نے فرمایا۔ **هَلْ أَتَيْتَ بِاللَّهِ ثُمَّ اسْتَقَمْتَ** اقرار کرو کہ میں اللہ کی وحدانیت کرنا مانا ہوں، اور پھر اس پر مستقیم ہو یعنی ڈٹ جاؤ اور تمام فرائض حسب استطاعت ادا کرو۔

اہم ازنی فرماتے ہیں کہ ان کو حاصل ہونے والے کمالات و وقیم کے



ہوتے ہیں پہلی قسم یہ ہے کہ انسان کو یقینی علم حاصل ہو، اور یہ صورت وحی الہی سے حاصل ہوتا ہے۔ دینی تمام علوم یا تو خبراتی ہوں گے یا ظنی۔ ظنی لکھنا درست کامل انسان وہی ہوگا جس کو یقینی علم حاصل ہوگا۔ انسانی کمالات کا درمیان درجہ اولیٰ حاصل ہے۔ جو شخص ایسے اعمال انجام دے گا وہ کامل آدمی سمجھا جائے گا۔ الغرض اہل آدمی وہ ہے جو علم یقینی کے ساتھ ساتھ عمل صالح بھی انجام دیتا ہو۔

علوم و معارف میں سب سے اعلیٰ درجے کا علم معرفت الہی ہے انبیاء علیہم السلام لوگوں کو دلائل کے ذریعے اللہ کی پہچان کراتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کی صفات اور نیکی کو پہچاننا اور پھر اس پر عمل کرنا ہی معرفت الہی ہے۔ جس شخص کو اللہ کی پہچان نصیب ہوگئی، وہ بلاشبہ مستقیم ہے۔ اسی سے شیخ عبدالحق درجہ اولیٰ فرماتے ہیں اَطْلُبُوا الْإِسْقَامَةَ یعنی استقامت کو تلاش کرو۔ کسی کو پرکھنا ہو تو اس کی کمر بستہ نذر صوفیہ پھر دیکھو کہ اس کے ایمان اور نیکی کا کیا مرتبہ ہے کیا شخص مستقیم کے درجے میں ہے یا انڈرل پیر و ڈسٹ۔ یاد رکھو استقامت کرامت سے بلند تر چیز ہے۔

فرشتوں کی  
طرف سے  
بشارت

فرمایا جنہوں نے اقرار کیا کہ ہمارے رب اللہ ہے اور پھر وہ اس پر مستقیم ہے  
مَنْ تَزَلَّ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ اَنْ يُّفَرِّقَتْهُ اُتْرَتَيْهِ مِنْ جُحَدٍ لَّكَ بِهِ -  
اَلَا تَخَافُوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَكَا فَاَوْفَعَيْنِمْ نَارُ الْاَشْجَارِ اَوْ اَنْ يَّجْعَلُوْا  
الْبَحْرَ كُفًّا اَلَمْ تَوْعَدُوْنَ اَنْ اَنْزِلَ عَلَيْكُمْ صُورًا مِّنْ سَمُوْمٍ اَوْ اَنْ يَّجْعَلُوْا  
الْبَحْرَ كُفًّا اَلَمْ تَوْعَدُوْنَ اَنْ اَنْزِلَ عَلَيْكُمْ صُورًا مِّنْ سَمُوْمٍ اَوْ اَنْ يَّجْعَلُوْا

اللہ کے مستقیم بندوں پر فرشتوں کے نزول سے متعلق مفسرین کی تفسیر۔  
آرا ہیں۔ امام بغوی اور بعض دیگر مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ جب کسی مستقیم  
کی موت کا وقت قریب آجاتا ہے تو اللہ کی رحمت کے فرشتے اترتے ہیں ایسے  
شخص سے پرہیز کیا جاتا ہے اور فرشتے اس کو جنت کی بشارت دیتے ہیں  
بعض دیگر مفسرین فرماتے ہیں کہ اس بشارت کا تعلق قبر سے ہے یعنی ایسے شخص



کو اللہ کے فرشتے قبر میں نسل دیتے ہیں اور اسے اپنے انجام کی بشارت ملتے ہیں۔  
 اور پھر جب مستقیم آدمی حشر کے دن قبروں سے باہر نکلیں گے تو اس وقت بھی فرشتے  
 ان کو خوشخبری دیں گے اور کہیں گے کہ گھبراؤ نہیں تمہیں اُسی جنت کی بشارت ہو جس  
 کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ حدیث کی کتاب مجمع الزوائد کے حوالے سے معلوم ہوتا  
 ہے کہ جہاں کوئی کے لیے ملک الموت کے ساتھ مزید اٹھاؤ فرشتے ہوتے ہیں جو  
 مستقیم آدمی کو جنت کی بشارت ملتے ہیں جب کہ غیب کا پردہ اٹھ جاتا ہے۔  
 مفسرین کلام یہ بھی فرماتے ہیں کہ نبی، ایمان، توحید، تقویٰ اور طہارت کے  
 لوگوں کو دنیا میں بھی فرشتے القلم خیر کرتے ہیں حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ  
 فرشتے ایسے لوگوں کی طبیعتوں میں چکا چڑاتے رہتے ہیں اور یہ بھی ایک قسم کی بشارت  
 ہی ہوتی ہے۔ اسی لیے آپ نے فرمایا کہ جب تمہارے دل میں نیکی کا خیال آئے  
 تو اچھڑ کر کوئی اللہ کی تعریف بیان کر دو اور کچھ لو کہ اللہ کے فرشتوں نے تمہیں نیکی  
 کی تلقین کی ہے۔ اور اگر دل میں کوئی باغیالی پیدا ہو تو کچھ لو کہ یہ شیطان کا اثر ہے  
 چنانچہ ایسے موقع پر لا حول ولا قوۃ الا باللہ یا اعوذ باللہ منک  
 الشیطان الرجیم پڑھا یا بے تاکہ اللہ تعالیٰ شیطان کے شر سے اپنی پادشاهی  
 فرمائیہ اللہ کے فرشتے مستقیم لوگوں کو جنت کی بشارت ملتے ہیں۔ اور  
 ساتھ یہ بھی کہتے ہیں عَنْ أُولَیِّنَا کَرَفِ الْحَیْوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْآخِرَةِ  
 ہم دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی تمہارے ساتھ ہیں۔ دنیا میں موت کے  
 وقت جنت کی خوشخبری دیتے اور آخرت میں قبروں سے اٹھتے وقت میں نسل دیتے ہیں  
 اور پھر یہ بھی کہے ہیں کہ ذکر کرو وَلَکُمْ فِیْہَا مَا تَشَہَوْنَ اَنْفُسَکُمْ  
 جس جنت کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے اُس میں ہر وہ شے ہوگی جو تمہارے دل چاہے  
 گے۔ یعنی تمہاری ہر بھی خواہش پوری کی جائے گی۔ ظاہر ہے کہ جنت میں ہر  
 خواہش کو پورا نہیں ہوگی، لہذا ہر خواہش جیسی خواہش ہوگی جس کو پورا کیا جائے گا۔  
 وَلَکُمْ فِیْہَا مَا تَدَّعَوْنَ اَہْلَ ہر روز چہیز میسر ہوگی جس کو تم

اللہ کے فرشتے  
 سے پھر ان کی



طلب کر گئے۔ اللہ کے غمراہوں میں کسی چیز کی کمی نہیں، وہ تمہارا ہر مطالبہ پورا کرے گا اور تمہیں من و نال مراد ملے گی۔ فرمایا یہ تمام نعمتیں **لَنْ يُلَاقِيَ عَذَابًا** پر ترجیح دینا بہت بخشش کرنے والے اور نہایت مہربان اللہ کی طرف سے مہمان نوازی ہوگی اللہ کی مینرانی بہت، رومی عزت کا مقام ہے جسے نصیب ہو جائے، انسان ذرا ساعز کرے تو جان لے گا کہ اللہ کا کتنا بڑا احسان ہوگا کہ ایک کمزیر انسان عظیم پروردگار کا مہمان بنے گا۔ دنیا میں بھی مہمان کی عزت و تکریم کی جاتی ہے۔ جیسے حضور علیہ السلام کا قرآن **اَنْزِلَ فِي هٰذَا الْقُرْآنِ** کہ اپنے مہمان کی عزت کر رہا ہے۔ تو جو آدمی اللہ کے مہمان ہوں گے اللہ ان کی جتنی عزت کرے گا اور یہ کس قدر شرف کی بات ہوگی۔

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ  
صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝۳۳ وَلَا تَسْتَوِ  
الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ  
فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ  
مَحْمِيْمٌ ۝۳۴ وَمَا يُلْقُهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا ۝۳۵  
وَمَا يُلْقُهَا إِلَّا ذُو حِظٍّ عَظِيمٍ ۝۳۶ وَإِنَّمَا يَذُرُّكَ  
مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ  
السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝۳۷

ترجمہ :- اور اُس سے بہتر بات کس کی ہو گی جو  
ہوتا ہے اللہ کی طرف اور نیک عمل کرتا ہے اور  
کہتا ہے کہ بیشک میں فرمانبرداروں میں سے ہوں ۝۳۳  
اور نہیں برابر نیکی اور برائی، آپ بٹائیں اُس فصاحت  
کے ساتھ جو بہتر ہے۔ پس آپ دیکھیں گے کہ آپ  
کے اور جس کے درمیان عداوت ہے، وہ گویا کہ دوست  
اور قریبند بن جائے گا ۝۳۴ اور نہیں دی جاتی یہ  
فصاحت مگر اُن لوگوں کو جنہوں نے صبر کیا اور نہیں  
دی جاتی یہ فصاحت مگر اُس کو جو بڑا خوش قسمت ۝۳۵  
اور اگرچہ چھوٹا چھاڑ ہو آپ کے لیے شیطان کی طرف



سے تو آپ بناد لائیں اللہ کے ساتھ وہی ہے

کھنے وال اور جاننے والا (۳۶)

گزشتہ رابع کے آغاز میں اللہ نے کھد کا شروع بیان کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ اس قرآن مجید  
مکرم سے منور ہے جب اس کی تلاوت ہو رہی ہو۔ تو شروع غل مچاؤ تاکہ وہ سب سے بھی اس کو نہ  
سچ چکیں۔ قرآن پاک کے پیرو گرام کو اسی ثبوت ہی ناکام بنایا جاسکتا ہے کہ اس کے پیغام  
کو لوگوں تک پہنچنے سے روک دیا جائے۔ مگر اللہ نے فرمایا کہ ہم ایسے لوگوں کو بھت  
سزا دیں گے۔ پھر اللہ نے ہزاروں میں تابعین اور مشرکین کا ذکر کیا کہ تابعین اللہ کی  
بارگاہ میں عرض کر رہے تھے کہ ہمیں ہمارے مشرکین دلی نے جانیں تاکہ ہم انہیں اپنے پاؤں  
کے نیچے مدھ ڈالیں کیونکہ انہوں نے ہی ہیں دنیا میں گمراہ کیا۔ پھر اللہ نے سخت  
والی بات بیان کی کہ جنہوں نے اللہ کو اپنا رب تسلیم کر لیا اور پھر اس پر مستحکم رہا  
انہیں اللہ نے فرشتے جنت کی خوشخبری سناتے ہیں جہاں انہیں من۔ فی نعمتیں میسر ہوں گی۔  
اب آج کے دور میں اللہ تعالیٰ نے دعوت الی اللہ کی اہمیت بیان فرمائی  
ہے۔ ارشاد ہوتا ہے وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَارِ  
سے بہتر بات کس شخص کی ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے۔ وَعَلَى  
صَالِحًا اور خود نیک عمل کرتا ہے۔ وَقَالَ إِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ اور زبان  
سے اقرار کرتا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ اس مقام پر اللہ نے اس شخص  
کی بات کو بہترین بات قرار دیا ہے جس میں یہ تین فصلتیں پائی جائیں۔ یعنی وہ دعوت  
الی اللہ دیتا ہو، خود اپنے اعمال انجام دیتا ہو اور اللہ کا طبع اور فرمانبردار ہونے  
کا اقرار کرتا ہو۔

بشریہ  
دعوت  
الی اللہ

دعوت الی اللہ کا سب سے بڑا ذریعہ قرآن کریم ہے۔ جو شخص قرآن کریم کی تلاوت  
کرتا ہے، اس کے پیغام کو دوسروں تک پہنچاتا ہے، وہ یقیناً اللہ کی طرف بلا ہے  
اور جو اس قرآن کریم کی بجائے شروع غل پیدا کرتا ہے تاکہ اس کی آواز دوسروں تک  
نہ پہنچ سکے اس سے بہ بھت انسان بھی کہی نہیں جیسے تو یہ تھا کہ قرآن مجید سے بہتر



کئی کلام پیش کیا جائے اور اس سے بستر پر گرہم اور بہتر تعلیم پیش کی جاتی۔ مگر اس کی بجائے اس کی آواز کو ہی دہانے کی کوشش کی جائے تو یہ کس قدر غلط بات ہے۔

مفسر قرآن ابو سعید ذرہ لیتے ہیں کہ دعوت الی اللہ سے مراد دعوت الی التوحید والطااعت ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی اطاعت کی طرف دیا جائے اللہ کا قرآن اور اس کا عامل پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہی دعوت پیش کرتے ہیں، لہذا ان سے اچھی بات کس کی ہو سکتی ہے؟ مطلب یہ کہ جس طرح دعوت الی اللہ بہترین بات ہے، اسی طرح داعی الی اللہ یعنی خدا کی طرف جانے والا بھی بہترین آدمی ہے۔

امام ابو بکر جصاص اس مقام پر یہ نکتہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ اس شخص سے کس کی بات بہتر ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف جاتا ہے، نیک عمل کرتا ہے اور اپنے آپ کو فرمانبردار بناتا ہے، اس بات کی دلیل ہے کہ دعوت الی اللہ بہترین ہے۔ جب کسی علاقے میں اللہ کی توحید ایمان اور اطاعت کی طرف دعوت دینے والا کوئی نہ ہو تو وہاں پر یہ دعوت دینا فرض میں ہو جاتا ہے۔ اور جہاں دو ستر لوگ اس کام کے لیے موجود ہوں وہاں یہ دعوت فرض کفایہ کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ ایک عام کلیہ ہے کہ فرض نفل کی نسبت افضل ہوتا ہے۔ اگر دعوت الی اللہ فرض نہ سمجھا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نفل فرض سے افضل ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی وعدہ نیت ان کی اطاعت کی طرف دعوت دینا فرض ہے۔

مؤذن کا مرتبہ

حضرت سعد اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اذان میں حییٰ علی الصلوٰۃ کا کلمہ بہترین بات ہے اور یہی دعوت الی اللہ ہے۔ وہ لوگوں کو خدا کی عبادت، اطاعت اور وعدہ نیت کی طرف بلاتا ہے۔ اور پھر جب اذان کہہ کر نماز ادا کر لے تو گریہاں صبح انجام دیتا ہے حدیث میں آتا ہے۔

کرمیت، داسے دن مؤذن کا عصر نماز کے صبح کی طرح ہوگا۔ گویا اذان کہنا اپنی جان و مال پر خدا میں پیش کر کے برابر ہے۔ حضور علیہ السلام کا یہ بھی ارشاد ہے کہ



مؤذن کا اذان کے بعد غار کے لیے اٹھنا کرنا مجاہد کے خون میں لت پت ہونے کے برابر ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ اگر میں مؤذن ہوتا تو اعلیٰ حج اور عباد کی پروا نہ کرتا۔ اسی طرح حضرت عمر کا قول ہے کہ اگر میں مؤذن ہوتا تو قیام الیل اور صوم النہار یعنی نفل نماز ہنرے کی پروا نہ کرتا، کیونکہ اذان کن بہت بڑا عمل ہے۔ خود حضور علیہ السلام نے اذان دینے والوں کے لیے تین دفعہ دعا فرمائی **اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِّلْمُؤَذِّنِ** اے اللہ! اذان دینے والوں کو معاف فرم۔ آپ نے یہ دعا بھی کی **اَللّٰهُمَّ ارْشِدِ الْاَوَّامَةَ** اے اللہ! غار کی امامت کرنے والوں کے لیے رہنمائی مقرر فرم۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ایک ایسا دور بھی آئے گا۔ جب لوگ اذان کو کمزور دل پر چھوڑ دیں گے یعنی بٹے آدمی اذان دینا گوارا نہیں کریں گے۔ حالانکہ مؤذنین کے گوشت، کراشرے و درخ کی آگ پر حرام قرار دیا ہے بشرطیکہ اذان کہنے میں خلوص نیت ہو۔ بعض محدثین نے مقصود نہ ہو۔ اس روایت کو امام ابن کثیر نے مقرب ابن ابی حاتم کے توسط سے نقل کیا ہے۔

برائی کا علاج  
یہ ہے

آگے اشر نے نقل ہی دی ہے۔ **وَلَا تَقْتَوِي الْحَسَنَةَ وَلَا الشَّيْئَةَ** یاد رکھو! اجل اور برائی برابر نہیں ہو سکتی لہذا اذق بالحق ہی احسن بُری چیز کو اچھائی کے ساتھ دور کرو۔ برائی کا دفاع نیکی سے کرنا سہل سے بھی ثابت ہے کسی شخص نے حضرت ابو جہلؓ کو بُرا بھلا کہا تو آپ نے اس کے جواب میں کہا کہ اگر تو سچا ہے تو پھر میں گنہگار ہوں اور اشر مجھے معاف فرمائے اور اگر تو اس معاملہ میں مجھوتا ہے اور قسم نے غلط کام کیا ہے تو پھر اشر مجھے معاف فرمائے۔ ایک بزرگ کے متعلق منقول ہے کہ جب کوئی شخص ان کو خیر دیکھا کہ فلاں شخص آپ کی غیبت کرتا ہے یا آپ کو گالیاں دیتا ہے تو آپ اس کے حق میں دُعا ئے خیر کرتے اور اس کی تعریف کرتے۔ اس کا نتیجہ ہوتا کہ اُس شخص سے برائی کی بجائے نیکی کی خبر آتی۔ یہاں بات اشر نے



فشرائی ہے کہ برائی کا دفاع نیکی کے ساتھ کرو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا فَاِذَا الْاِيْمَانُ  
بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ کہ اگر تمہارے اور اس شخص کے درمیان کوئی عدوت ہو  
 کی جائے تو وَلَيْتَ حَبِيبٌ تو وہ دوست اور قریب ہمارے جیسا بن جائے گا اور آنسو برائی  
 سے سوکھ نہیں کرے گا۔ الغرض! برائی کا دفاع ہمیشہ نیکی، شائستگی اور اخلاق کے ساتھ  
 کرنا چاہیے۔ تمہارے اسی سوکھ کی وجہ سے تمہارے دشمن دوستوں میں بدل جائیں  
 گے۔ اور اگر اینٹ کا جواب پتھر سے دوئے تو آئندہ کے لیے نتیجہ اچھا نہیں نکلے گا۔  
 بلکہ اس سے برائی اور عدوت میں مزید اضافہ ہوگا۔

برائی کا جواب بھلائی سے دینا بہت بڑی خصلت ہے جو ہر شخص میں پیدا  
 نہیں ہو سکتی اور اکثر اوقات انسان کو غصہ آجاتا ہے فَرَاوَمَا يُلْقِيهَا كَرَاهٍ  
الَّذِيْنَ هُوَ اِيْرَ اِيْحِيْ خَلْقٍ تو انہی لوگوں میں پیدا ہوتی ہے جو صبر سے کام  
 لیتے ہیں۔ کسی کی برائی کے جواب میں غور و طبع میں نہیں آجاتے بلکہ ٹھٹھ اور بردباری کا  
 مظاہرہ کرتے ہیں وَمَا يُلْقِيهَا اِلَّا ذُوْ حِظٍّ عَظِيْمٍ اور یہ خصلت نہیں  
 ہی جاتی مگر ایسے شخص کو جو بڑا ہی خوش قسمت ہو، برائی کا جواب نیکی کے ساتھ دینا  
 بڑی اقبال مندی کی علامت ہے اور یہ عالی ظرف صابر و شاکر اور خوش بخت لوگوں  
 ہی کے حصے میں آتی ہے۔

استعاذہ کی  
ضرورت

جب کسی شخص کے ساتھ کوئی برائی کی جائے تو فطری امر ہے کہ اس کو غصہ آئے  
 یا پھر شیطان کی طرف سے دوسرے پیدا ہوگا۔ غصے کی حالت میں انسان برائی کا جواب  
 برائی سے دیتا ہے اور شیطان کی وسوسہ اندازی سے برائی کی طرف راغب ہوتا ہے  
اِنَّ صُوْرَتِيْكَ اَعْلَنَ اَيُّهَا الشَّيْطَانُ تجھ پر فرمایا ہے، ارشاد ہوتا ہے وَاِمَّا يَلُوْذُكَ  
مِنْ الشَّيْطَانِ نَوْخٌ جب شیطان کی طرف سے چھیڑ چھاڑ ہو اور انسان برائی  
 اور زیادتی کی طرف مائل ہونے لگے تو ایسی حالت میں فرمایا فَاَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ  
 اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرو۔ صحیح مسلم اور ترمذی کا حکم ہے یہ روایت موجود ہے  
 کہ دو شخص حضور علیہ السلام کی مجلس کے دوران آپس میں الجھ پڑے۔ ایک شخص کو شہر



غصہ آیا۔ آپ نے لوگوں سے مخافہ ہو کر فرمایا کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں  
 کہ اگر یہ شخص اس کلمے کو اپنی زبان سے ادا کرے تو اس کا غصہ ختم ہو جائے  
 اور وہ کلمہ ہے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ اور وہ شخص  
 کہنے لگا۔ یا قسم لوگ مجھے جنون خیالی کرتے ہو؟

بہر حال شیطان کی وجہ سے غصہ آئے تو اس کا علاج حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 اور خود قرآن نے یہ بیان کیا ہے کہ ایسے وقت میں اللہ کی پناہ طلب کی جائے۔  
 کیونکہ شیطان کا دوسرا اللہ کے ذکر سے ہی دور ہو سکتا ہے۔ اِذَا ذَكَرَ اللّٰهُ حُشِنَتْ  
 الشَّيْطٰنُ رُجْبُ اللّٰہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کا اثر ان کے قلب پر ہوتا ہے  
 اور شیطان بھاگ جاتا ہے جب کفار و مشرکین قرآن کی آواز کرنا شروع کرتے ہیں، ترجمہ  
 کی آواز کروانے کی کوشش میں ہوں تو ایک ہون کو غصہ آجائے، ایک فطری امر ہے  
 تو اس کا علاج یہ بتایا ہے کہ ایسے موقع پر اللہ کی پناہ مانگو اِنَّہٗ هُوَ السَّمِیْعُ  
 الْعَلِیْمُ ۔ عربیہ شکر وہ سب کچھ سننے والا اور ہر چیز کو جاننے والا ہے  
 وہ شیطان کی چھیڑ تپاڑ کا علاج کرے گا، جو شخص اپنے آپ کو کمزور سمجھ کر خدا تعالیٰ  
 کی پناہ میں آجائے، اللہ تعالیٰ ضرور اس کو اپنی پناہ میں لے لیتا ہے اور وہ شیطان  
 کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

وَمَنْ أَيْتَدِ الْبَيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا  
تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي  
خَلَقَهُنَّ إِنْ كُنْتُمْ آيَاهُ تَعْبُدُونَ ﴿٣٧﴾ فَإِنْ اسْتَكْبَرُوا  
فَالَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُونَ لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ  
وَهُمْ لَا يَسْأَمُونَ ﴿٣٨﴾ وَمَنْ أَيْتَمَّ أَنْتَ تَوَى  
الْأَرْضَ خَاشِعَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ  
اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ إِنَّ الَّذِي أَحْيَاهَا لَمُحْيِي  
الْمَوْتِ إِنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٣٩﴾ إِنَّ  
الَّذِينَ يُكْفَرُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْهَا  
أَفَمَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ خَيْرٌ أَمْ مَنْ يَأْتِي  
أَمِنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ إِنَّهُ  
بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٤٠﴾

ترجمہ :- اور اُس کی قدرت کی نشانیوں میں سے رات

اور دن سورج اور چاند میں نہ سمجھ کر دیکھ

کے لئے اور نہ ہمارے دیکھ

کر دیکھ کے سامنے جس نے ان کو پیدا کیا ہے اگر تم

فاحش ہی کی عبادت کرتے ہو ﴿۳۹﴾ پس اگر یہ لوگ

متبرکین تو وہ جو تیرے پروردگار کے پاس ہیں وہ



تبصیح بیان کرتے ہیں اُس کی ذات اور وزن اور وہ شامل نہیں ہوتے (۳۸) اور اُس کی قدرت کی نشانیوں میں یہ بھی ہے کہ تم دیکھتے ہو زمین کو دلی جوتی ہیں جب ہم اترتے ہیں اُس پر پانی تو وہ تازہ ہو جاتی ہے اور ابھرتی ہے۔ بیشک وہ ذات جس نے اس کو زندہ کیا ہے۔ وہی البتہ زندہ کرنے والا ہے مردوں کو، بیشک وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے (۳۹) بے شک وہ رک جو ٹیڑھا چلتے ہیں ہماری آیتوں میں وہ ہم پر بخشنے نہیں۔ بھلا وہ شخص جس کو بھلا جائیگا ورنہ میں وہ بہتر سے یا وہ جو آئینا اس نے ساتھ قیامت کے دن عمل کرو جو کچھ تم چاہتے ہو بیشک جو کام تم کرنے ہو، وہ اُس کو دیکھنے والا ہے (۴۰)

گزشتہ درس میں دعوت الی اللہ کا ذکر تھا۔ قرآن پاک کے انکار کے جواب میں اللہ نے فرمایا کہ اُس شخص سے بستر کروں تو بکتابت ہو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا ہے، خود نیک کام کرتا ہے اور زبان سے خدا تعالیٰ کی فرائض و احکامات کا اقرار بھی کرتا ہے۔ پھر اللہ نے نیکی اور بدی کا تقابل دکھایا، اور نیکی کرنے کے ساتھ ذکر کرنے کا اصول بیان کیا۔ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو خوش بخت انسانوں کو ہی حاصل کر سکتی ہے۔ پھر اللہ نے شیطان کی بھیڑ بھڑ اور پھر اُس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے غصے یا سو سے کا علاج یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ پٹھو، وہی تمہیں ان شرور سے محفوظ رکھے گا۔ اب آیہ مزہدہ درس میں اسرار کے بنیادی عقائد توحید، رسالت، قرآن کی حقانیت اور معاد میں سے توحید کے بعض دلائل بیان کیے جاتے ہیں اور ساتھ وقرآن قیامت اور جزائے عمل کا بیان بھی ہے۔ اس سے اگلے آیت میں پھر قرآن کی حقانیت اور اس کے وہی الہی ہونے کا ذکر آ رہا ہے۔

اب اللہ نے اپنی قدرت نامہ اور حکمت بالذات کے کچھ عقلی دلائل بیان فرمائے۔

ہیں ان پر غور کرنے سے اس کی وضاحت سمجھائی آسکتی ہے۔ اس قسم کے دلائل اللہ نے قرآن پاک میں جگہ جگہ بیان فرمائے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے: وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ اور اس کی نشانیوں میں سے ہیں مَنَاجِدُ الْعِلَمِ وَالْبُشَى وَالْقَمَرُ سورج اور چاند ہیں۔ اللہ نے ان چار چیزوں کو اپنی قدرت کی نشانیوں کے طور پر تعارف کرایا ہے۔ سورج کا تعلق دن کی شکل پر مبنی اور چاند کو قمری رات کی پہلی نشانی سے ہے۔ دراصل سورج اور چاند ہی رات اور دن کے تغیر و تبدل کا ذریعہ ہیں۔ وَسَخَّرَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ فِي الْوُجُوهِ۔ اس نے سورج اور چاند کو سخر کر دیا ہے یعنی انہوں اور دیگر چاندیوں کی خدمت پر مامور کر دیا ہے یہ دونوں سیارے اللہ کے حکم کے مطابق اپنی اپنی ڈیڑھ گھنٹے کے ہیں اور یہ ان کے واسطے پیدا ہوئے والی رات اور دن، گرمی اور سردی رکھتی اور تاریکی سے ماری مخلوق یا خصوصاً انسان متغیہ ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال حکمت کے سورج اور چاند کو چاندیوں کی مصلحت کے لیے کام پر لگا دیا ہے۔ دن کے وقت انسان اور دیگر جاندار اپنے کام کاج میں مصروف رہتے ہیں۔ پھر جب وہ تھک کر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ رات کر کے آتا ہے جس میں سکون حاصل کر کے اچھے دن کے مشاغل کے بدلے پھر رات گزار دہم ہو جاتے ہیں۔ پھر حال یہ چاند کو دن اور رات اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

اللہ نے قرآن چاندیوں کو اپنی قدرت کی نشانیوں کے طور پر پیدا فرمایا ہے مگر بعض پانچویں دنیا میں بسے بھی ہیں جو ان چیزوں کے خالق خدا تعالیٰ کی سبحانہ انہی چیزوں کی پر جا کرنے لگتے ہیں۔ اللہ نے اس بات سے سختی سے منع فرمایا لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو بعض تارک پرست لوگ سورج اور چاند کے سامنے سجدہ دینے مومنے ہیں اور اس گروہ میں آج کے دو قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ بعض لوگ تارک ہیں جو یاد راستہ ہیں چیزوں میں اختیار مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ چار ہی مزارع پروردگار کے ہیں۔ یہ

غیر شرک  
سی و کی  
مذہب



لوگ چاند اور سورج میں اسی طرح راج کر رہتے ہیں جس طرح انسانوں اور دیگر جانوروں میں  
 پائی جاتی ہے۔ اور دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو ان سورج اور چاند کو پروردگار است تو  
 مشغول نہیں ہوتے بلکہ ان کو واسطہ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کو سجدہ کرنا کرہ است  
 کے سامنے سجدہ کرنا ہے۔ بہر حال دونوں اعتقاد است شرکیہ اور باطل ہیں۔ اللہ تعالیٰ  
 نے ان اعتقادات کی تردید یعنی سورج اور چاند کے سامنے سجدہ کی ممانعت کر کے  
 فرمائی کہ وَأَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ۔ اُس سجدہ اُس ذات کے سامنے کرو جس نے  
 سورج اور چاند کو پیدا کیا ہے۔ سجدہ کے لائق خالق ہو سکتا ہے نہ کہ مخلوق۔ سجدہ صرف  
 التواضع و التواضع کے لیے روا ہے۔ حضور علیہ السلام کا فرمان مبارک بھی  
 ہے کہ اگر مخلوق کو سجدہ و مخلوق کے لیے روا ہوتا تو میں رومی کو ٹھہروں گا کہ وہ خدا کے  
 سامنے سجدہ کرے۔ مگر یہ بھی جائز نہیں۔ فرمایا سجدہ صرف ذاتِ واحد کے سامنے  
 کرتے ہیں إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِكٌ۔ اگر تم اُس کی توحید کو مان کر خاص اسی ایک اللہ  
 کی عبادت کرنے والے ہو۔

سجدہ دو قسم سے ہے یعنی سجدہ عبادت اور سجدہ تعظیم۔ سجدہ عبادت اہل سنت  
 تخلیق سے لے کر قیامت تک کے لیے صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے  
 اور یہ کسی مخلوق کے سامنے کسی بھی حالت یا کسی بھی زمان و مکان میں جائز  
 نہیں۔ البتہ سجدہ تعظیم پہلی قسموں میں روا تھا۔ مگر ہماری امت میں یہ بھی برا قرار دیا گیا ہے  
 اس قبہ کا سجدہ دشمنوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے کیا تھا اور یونس علیہ السلام  
 کے مہابیوں نے آپ کے سامنے کیا تھا۔ اس سجدہ میں سجدہ عبادت ذاتی تعظیم  
 مراد نہیں ہوتی بلکہ محض ادب بجالانا مقصود ہوتا ہے۔ بہر حال ہماری امت میں یہ بھی  
 حرام ہے خواہ کسی بادشاہ کے سامنے کیا جائے۔ کسی نبی ذاتی، پیر، مرشد، زندقہ، مردہ  
 صاحب قبر، سورج، چاند، غرض کہ تعظیم کے لیے ہو، سب حرام ہے۔ البتہ اس امر  
 میں سب کا اتفاق ہے کہ ایسا سجدہ شرک کی حد میں نہیں آتا چنانچہ اگر کوئی شخص کسی قبر  
 پر سجدہ کرتا ہے تو اُس سے دریافت کرنا چاہئے کہ اگر اُس سے اس کی کیا مراد ہے

اگر وہ امتثالِ تعظیم یعنی عبادت والا سجدہ کر رہا ہے۔ تو وہ شخص یقیناً کفر کا مرتکب ہو اسے اور مشرک بن جائے گا۔ اور اگر اُس نے تعظیمی ملاقات کا سجدہ کیا ہے۔ اور وہ حرام کا مرتکب نہ ہو جائے گا۔ اُس پر کفر اور مشرک کا فتویٰ نہیں ملے گا۔ بہر حال یہ اس شخص کی نیت اور ارادے پر منحصر ہے کہ وہ کس قسم کا سجدہ کرتا ہے۔

الغرض! سجدہ تعظیم بعض صورتوں میں کفر اور بعض صورتوں میں حرام ہوتا ہے بعض ایسی صورتیں ہیں جہاں سے یہ کہ وہاں تعظیم مراد نہیں لی جاسکتی۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی بہت بڑے سامنے سجدہ کرتا ہے۔ مگر کافر اور مشرک کہتے ہیں تو ایسی صورت میں کسی کا یہ عندِ قابلِ استہدال نہیں ہوگا کہ اُس نے تعظیمی سجدہ کیا ہے۔

کیونکہ پھر ایسی یا مگر ہی کی کیا تعظیم ہو سکتی ہے۔۔۔۔۔ ایسے شخص پر کفر کا فتویٰ ملے گا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص قرآنِ کریم کی تہذیب کا مرتکب ہو جائے تو اس پر کفر کا نفسِ حکم ملے گا۔ جو شخص نبی کا قاتل ہے، اس کی بھی کوئی مہربانی قابلِ قبول نہیں اور وہ بھی کافر ہو جاتا ہے۔ البتہ بعض مواقع پر مہربانی ہو سکتی ہے۔ مثلاً کوئی شخص والدین، پیر و مرشد یا بادشاہ وقت کی تعظیم کرتا ہے جو کہ عبادت کے درجہ میں نہیں آتی۔ تو اس قسم کا تعظیمی سجدہ کفر نہیں ہوگا مگر فعلِ حرام مندرجہ تصور ہوگا۔ اور ایسا کرنے والا شخص سنت شکن ہوگا۔

جس طرح تعظیمی سجدہ کی ممانعت ہے۔ اسی طرح تعظیمی رکوع کرنا بھی منع ہے۔ حضرت عبداللہ نے ملاقات کے وقت اسکا یعنی جھکنے سے بھی منع فرمایا ہے بلکہ فرمایا کہ سجدے سے روک لو نہ کسی کے سامنے انکا بھی منکر ہے۔

وَإِنْ اسْتَكْبَرُوا فَيَكُونُوا أَنْفُسُهُمْ فَخُذْ يُثَبِّتُ لَهُمْ صُدُوقَهُمْ فِي كُمِّ النَّارِ وَالْأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ  
اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور تسبیح و تحمید سے گریز کریں تو اس سے اللہ تعالیٰ کے جلال و عظمت میں مزید فرق نہیں پڑے گا کیونکہ مَا أَذْفَىٰ ذُنُوبِكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ يُثَبِّتُ لَهُمْ صُدُوقَهُمْ فِي كُمِّ النَّارِ وَالْأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ

مشرکوں کی تسبیح







طرح بیان فرمایا ہے کہ مَا بَدَأْنَا أَثَرًا خَلْقٍ فَعِيدُهُ جس طرح ہم نے مخلوق کو پہلی دفعہ پیدا کیا، اسی طرح اس کو دوبارہ بھی لوٹا دیں گے، اس میں تشابہ و قدرت و ترجیح اور توسع قیامت کی دلیل بھی آگئی۔

آگے احکام اور اس کا انجام بیان کیا گیا ہے إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا ہے شک، وہ لوگ ہماری آیتوں میں ٹیڑھا پن اختیار کرتے ہیں، لاکھوں علیحدہ نام وہ ہم سے پرشیدہ نہیں ہیں یعنی ایسے بد فتنوں کو ہم ایسی طرح جانتے ہیں اور ان کے ساتھ ان کے عقیدہ اور عمل کے مطابق ہی سلوک کریں گے۔

لکھ لاکھ ٹیڑھا پن ہو گا ہے، سچی کرکھ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ یہ قبر کے ایک کنارے پر ترچھی ہوئی ہے، احکام کو اختیار کرنے والا محمد اس لیے کھانا ہے، کہ وہ انعام گیر ہیں جبکہ قائم رکھتے ہوئے اس کے صفاتی برعکس کر ٹیڑھا کر کے یکسر بدل دیتا ہے۔ اس فعل بد کی بہت سی مثالیں ہمارے اس زمانے میں بھی ملتی ہے مثلاً لفظ اَللّٰهُ خداوند تعالیٰ کا ذاتی نام ہے اور اس کے بہت سے صفاتی نام بھی ہیں مستور، رحمن، رحیم، قدوس، عزیز، جبار، قہار، ولہب، رزاق وغیرہ۔ اللہ نے سورۃ النمل میں فرمایا قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوْ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۚ اَيُّمَا مَآ تَدْعُوا فَلَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی (آیت ۱۸) تم اے اللہ کا ذاتی نام لے کر پکارو یا صفاتی نام رحمان وغیرہ کے ذریعے پکارو، اس کے تمام نام چلے ہیں حضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے اِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ اَسْمَاءًا لَا اِلٰهَ اِلَّا وَاحِدٌ مِّنْ اَحْصَاہَا دَخَلَ الْجَنَّةَ دَعَاہِیْ مسلم اللہ تعالیٰ کے نالوں سے یعنی ایک نام نام میں جس نے ان کو محفوظ کیا اور ان کی عبادت کی وہ جنت میں داخل ہو گا۔ مگر مَنْ قرآن پر دین لفظ اللہ کو خدا کا ذاتی نام تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہو گا کہتا ہے کہ اللہ سے مراد قانون ہے، گویا لفظ کو تو اپنی جگہ پر تسلیم کیا مگر اس کا معنی بدل دیا ہے اور جی احکام ہے۔ مگر انہوں نے بھی کئی معاملات میں احکام کا ارتکاب کیا ہے مثلاً سورۃ الصّٰحّٰح میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (آیت ۶۹) اس کا صاف معنی یہ



ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں مگر مرزا قادیانی اس کا معنی یہ بیان کرتا ہے کہ اللہ نے قرآن میں میرا نام محمد بھی لکھا ہے اور رسول بھی۔ مسرت کے نزدیک جنت کسی خاص مقام کا نام نہیں بلکہ اس کا معنی مسرت و شادابی ہے۔ جو شخص چھے اعمال انجام دیتا ہے۔ اس کو خوشی حاصل ہوگی، اسی طرح وہ دوزخ سے مسرت اور افسوس مراد لیتا ہے یعنی بُرے اعمال انجام دینے والے آدمی کو مسرت اور مسرت افسوس ہوگا۔ اسی طرح علوم و مشرقی نے لکھا ہے کہ شیطان سے مراد کوئی خاص شخصیت نہیں بلکہ اس کا معنی غصہ ہے، اور جبرائیل کوئی فرشتہ نہیں بلکہ ایک پاکیزہ قوت کا نام ہے۔

فریضہ پنج اکون اسوہ میں سے ایک رکن ہے مگر محمد لوگ نے مخصوص ایام میں مخصوص اعمال انجام دینے کی بجائے اس کا ترجمہ عالمی کا افسوس کرتے ہیں۔ یہ بھی پڑھیں ہی کا اٹھا دے کہ اُطِيعُوا اللَّهَ سے مراد اللہ کی اطاعت نہیں بلکہ سنٹرل گورنمنٹ کی اطاعت مراد ہے۔ اس نے جو عین کا معنی بالینہ لکھا ہے حالانکہ اس سے مراد وہ خوب صورت عورتیں ہیں جو اہل جنت کو مسترزوں کی۔ اسی طرح اصلاحی صاحب نے یہم کا انکار کیا ہے کہ یہ کوئی شر نہیں ہے۔ واقعہ معلوم اور وہ خواب کا واقعہ بتاتا ہے کیونکہ اقیار کے خواب چنے ہوتے ہیں۔ وہ یہ بھی لکھا ہے کہ جس ابیس نے حضرت آدم علیہ السلام پر اپنی فوقیت کا دعویٰ کیا تھا، وہ تو ختم ہو چکا ہے اب شیطان کی زندگی کا مطالبہ یہ ہے کہ اس کی جنس باقی ہے۔ یہ اکھا دی چنہ مثالیں ہیں اور یہ بھی افسر کی ایک بدترین قسم ہے۔

وہ اصل قرآن و سنت کی بھلائی و اصلاحات ایمان، کفر، شرک، نفاق، ارتداد وغیرہ کی طرح اکھا دی بھی ایک اصلاح ہے جس نے نجات دہکے مغرور پیدا کیا ہے۔ مثلاً ایمان سے مراد اللہ کی ذات، صفات، اقیار، نسب، طوکر، تقدیر اور بعثت بعد موت کو صدق دل سے تسلیم کرنے کا نام ہے، اسی طرح کفر مذکورہ چیزوں کے انکار کو کہنا جانا ہے۔ شرک یہ ہے کہ ایمان اللہ تعالیٰ کی ذات کو تو تسلیم کرتا ہے، مگر اُن کی

ذات، صفات، تصرف اور تدبیر میں دو سوہوں کو بھی شریک مانتا ہے۔ یہی طرح  
 تعاقب کا سبب منافع اسی شخص کو کہتے ہیں کہ جس کے ظاہر اور باطن میں تضاد ہو۔ وہ  
 ظاہر تو اسلام کا ذکر کرتا ہے اور کسی حد تک اس کے ارکان پر عمل بھی کرتا ہے مگر  
 دل سے اللہ کی توحید اور اس کے نبی و رسول کو سچا نہیں سمجھتا۔ اسی طرح مرتد وہ شخص ہوتا  
 ہے جو دین اسلام پر ایمانی لا کر پھر اسی کو چھوڑ کر کسی دوسرے دین کو اختیار کرے۔ یعنی  
 یہودی، عیسائی، ہندو، سکھ، مجوسی یا ہر دین جائے۔ اسی طرح انکو بھی قرآن و سنت  
 کی ایک اصطلاح ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص قرآن و سنت کے الفاظ  
 کو تو تسلیم کرے مگر اس کا مطلب اور مفہوم ایسا بیان کرتا ہے جو نہ اللہ تعالیٰ کی مراد  
 ہے نہ اس کے رسول کی اور نہ صفت عاکمین کی۔ ایسے ہی تمہوں کے متعلق اللہ  
 نے اس مقام پر فرمایا کہ جو لوگ ہماری آیتوں میں احکام کے مرتکب ہوتے ہیں، وہ ہم سے  
 مخفی نہیں ہیں۔ آگے آگے ان کے انجام سے متعلق فرمایا أَفَمَنْ يَسْلُفُ يَنْتَظِرُ  
خَيْرًا يَجْزِيهِ وہ شخص بہتر ہے جو دوزخ میں ڈالا جائے گا أَمْ مَنْ يُتَابِعُ  
يَوْمَ الْقِيَامَةِ اور بہتر ہے جو قیامت کے دن امن کی حالت میں آئے گا ظَاهِرًا  
 ہے کہ موزر اللہ کری بہتر ہے اب یہ لوگوں کا کام ہے کہ وہ خود فیصلہ کریں کہ آیا ایمان  
 قبول کر کے انہوں کی حالت میں اللہ کی رحمت کے مقام جنت و سر پہنچنا چاہتے  
 ہیں یا انکا ذکر اختیار کر کے جہنم کی ذلت اور سزا کے سخت ہونا چاہتے ہیں۔ پھر اللہ  
 نے وہی کے انداز میں فرمایا وَأَعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ تم جو تمہارا حق چاہتے کرتے ہو  
يَوْمَ يَكْفُرُ لَكُمْ بِمَا تَعْمَلُونَ فِيْكُمْ ہے شک اللہ تعالیٰ تمہارے ہر عمل کو دیکھ  
 رہا ہے۔ اس سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ وہ تمہارے غلو، ایقان، کفر، شرک، الحاد  
 ہر چیز سے واقف ہے تم حسب نشانہ کام کرتے ہو وہ تمہارے راستے میں اس وقت  
 رکاوٹ نہیں ڈالے گا، البتہ قیامت کے دن تمہارے تمام اعمال کے مطابق ہی  
 بدلہ دے گا۔



إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ وَأَنَّهُ لَكِبٌ  
 عَزِيزٌ ④ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ  
 خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ⑤ مَا يَقَالُكَ  
 إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ إِنَّ رَبَّكَ  
 لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ ⑥ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ  
 قُرْآنًا عَجَبًا لَقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ عَاجِبِي  
 وَعَدِي قُلْ هُوَ الَّذِي أَمَّنَا هُدًى وَشَفَاءً  
 وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ  
 عَمًى أُولَٰئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ ⑦  
 وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتَلَفَ فِيهِ  
 وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ  
 بَيْنَهُمْ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ ⑧  
 مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا  
 وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ ⑨

ترجمہ: تمہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا نصیب کے  
 ساتھ جب کہ ان کے پاس آگئی، اور بیشک وہ

ابتر ایک کتاب ہے محفوظ (۴۱) نہیں آسکتا اس نے  
 پس باطل نہ آئے سے اور نہ اس کے نتیجے سے ۔ یہ  
 آدھی ہوئی ہے کھنڈوں اور تعریضوں والے پروردگار کی طرف  
 سے (۴۲) نہیں کہا جاتا آپ کے لیے مگر وہی کچھ  
 جو کہ گیا یوں کے لیے آپ سے پہلے ۔ بیشک آپ  
 کا پروردگار ابتر بخشش کرنے والا ۔ اور پروردگار غائب ہے  
 والا ہے (۴۳) اور اگر ہم بناتے اس قرآن کو بھی زبان میں  
 تو یہ لوگ کہتے کہ کیوں نہیں تفصیل سے بیان کی گئیں اس  
 کی آیتیں کیا عجیب زبان اور عربی لوگ ؛ آپ کہہ دیجئے ، یہ ان  
 لوگوں کے لیے ، جو ایمان لائے ہیں ، ہدایت اور خطا ہے  
 اور وہ لوگ جو ایمان نہیں لائے ، ان کے کانوں میں بوجھ ہیں  
 اور یہ تمہارے ان کے لیے اندھا پن ہے یہی لوگ ہیں کہ ان  
 کو پکارا جاتا ہے دور جگہ سے (۴۴) اور ابتر تختہ ہم  
 نے دی مومن علیہ السلام کو کتاب ، پس اعتقاد کیا گیا  
 اس میں ، اور اگر پہلے سے ایک طے شدہ بات نہ ہوتی  
 تیسرے پروردگار کی طرف سے تو ابتر فیصلہ کر دیا جاتا  
 ان کے درمیان ۔ اور بے شک وہ ابتر کتاب میں ہیں  
 اس کی طرف سے جو تردد میں ڈالنے والا ہے (۴۵) جس  
 نے عمل کیا اچھا پس اپنے نفس کے لیے ۔ اور جس  
 نے بُرائی کی پس اسی کے نفس پر پڑے گا اس کا وبال  
 اور نہیں ہے تیسرا پروردگار نہ وہ بھی ظلم کرنے والا  
 بندگان پر (۴۶)

گذشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے توحید کے بعض حقل درمل پیش کیے اور واضح

درجہ آیات



کیا کہ سوچ اور جان کر سجدہ نہ کرو بعد اُس پروردگار عالم کے سامنے سجدہ و ریزہ ریزہ ہو کر  
نے بن چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ فرمایا اگر مشرک لوگ اپنے غلوں و فحشوں کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی  
طرف رجوع نہیں کرتے تو اُس کی مقرب مخلوق مانگے موجود ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح  
تحمید بیان کرتے ہیں۔ پھر اللہ نے بعثت بعد الموت کا مسئلہ آپ مثال کے ذریعے  
سمجھایا کہ جس طرح خشک زمین پر اللہ تعالیٰ بارش برسا کر اس کو ہر اہل کر دیتا ہے۔  
یعنی سرور زمین کو زندگی بخشتا ہے۔ اسی طرح قیامت کے دن وہ مردوں کو بھی زندہ  
کر کے اپنے سامنے کھڑا کرے گا، پھر کتاب کتاب اور جزائے عمل کی منزل آئے  
گی اور ہر ایک کو اپنے کیے کا پھل ملے گا۔ پھر اللہ نے زمین میں اٹھارہ اختیار کئے  
وہ لوگ کہ پیغمبر فرمائی اور انہیں اُن کے بڑے انجام سے ڈرایا۔

کتاب اللہ  
کی حفاظت

اسلام کے بنیادی عقائد و توحید، رسالت، معاد اور قرآن کی حقانیت میں سے آج  
کے دور میں کتاب الہی اور رسالت کا ذکر ہونا چاہیے۔ ارشاد ہوتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ  
كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَکَانَ جَذًا مَّجْذُومًا وہ لوگ جنہوں نے نصیحت کا انکار  
کیا جب کہ وہ اُن کے پاس آگئی۔ آخر کہ لغوی معنی کسی چیز کو چھپا دینا اور اصطلاحی معنی قرآن  
کی ذات، اُس کی صفات، اُس کی کتب، اُس کے رسولوں اور قیامت کا بیان ہے۔  
اسی طرح ذکر کہ لغوی معنی نصیحت ہے۔ قرآن پاک بھی چونکہ ایک نصیحت ہے لہذا  
میاں پر ذکر سے مراد کتاب الہی ہے۔ فرمایا ہر لوگ کتاب الہی کا انکار کرتے ہیں جبکہ  
وہ ان کے پاس آگئی وَابْتِغَا لَکُمْ کِتَابَ عَزِیْزٍ مَا لَکُمْ بِاَیْکُمْ مَحْضُوْرٌ کِتَابٌ ہُوَ  
عَزِیْزٌ کا معنی معنی غلبے والا ہوتا ہے جبکہ اس مقام پر محضوْر مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ  
کا ارشاد ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَکَ لَحَافِظُوْنَ (الحجرہ ۱) اس  
ذکر یعنی قرآن کو جبرائیل نے نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرتے رہے ہیں۔  
بہر حال اللہ نے فرمایا کہ ہر ایک محفوظ کتاب ہے۔ اور میں وجہ ہے کہ لَا یَاْتِیْہِ  
الْبَاطِلُ کہ اس میں باطل و فساد اندوز نہیں کر سکتا یعنی اس میں کوئی تغیر و تبدل یا کمی  
بیشی نہیں ہو سکتی۔ جب اس کتاب کو جبرائیل نے نازل ہوتے تھے۔ تو اسے میں



پہرے بٹائیے جاتے تھے تاکہ جنات اور شیاطین کوئی دخل اندازی نہ کر سکیں۔ ان  
 میں سے جو بھی لگے بڑھنے کی کوشش کرتا اس پر شابہ پھینکے جاتے۔ پھر یہ قرآن مجید  
 رب العالمین نے روح الامیں کے ذریعے علی قلبک والشعرا (۱۹۴) ص ۲۰  
 علیہ السلام کے قلب مبارک پر نازل فرمایا اور فرمایا سَتُعْرِضُكَ فَلَا تَنْفِي  
 (الاعطی ۶) کہ ہم آپ کو بڑھائیں گے اور آپ بھول نہیں سکیں گے۔ نیز فرمایا  
 اِنْ عَلَيْنَا جُنُودٌ وَقَوْلُهُ (العتیقہ ۱۰) اس کو جمع کرنا اور بڑھا دینا ہمارے  
 ذمے ہے۔ ہاں اگر ہم خود کسی آیت کو منسوخ کر دیں یا بھلا دیں تو یہ الگ بات  
 ہے فَاَنْتَ بِحَقِّیْ مُنْتَهَا اَوْ مِثْلُهَا (البقرہ ۱۰۶) ایسی صورت میں ہم  
 اس سے بہتر یا کم از کم اس جیسی دوسری آیت سے انیں گے۔ پھر نزول کے  
 بعد اس کی تفسیر اور آگے تبلیغ کی ذمہ داری بھی اللہ نے اٹھا رکھی ہے۔ غرضیکہ یہ  
 ایک مکمل طور پر محفوظ کتاب ہے جس میں باطل و غیل نہیں ہو سکتا اِنْ یَّکُنْ مِنْ  
 قَوْمٍ خَلِیفٌ ۚ ذٰلِکَ اَمْرٌ کَیْ لَیْطَرُفَ سَے اور نہ نیچے کی طرف سے۔

مفسرین کو اہم فرماتے ہیں آگے نیچے سے عدم ممانعت کا مطلب یہ  
 ہے کہ اس میں مطلقاً کسی قسم کی ممانعت نہیں ہو سکتی۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے  
 کہا جائے کہ راست اور دن میں فلاں کام ممکن نہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مذکورہ  
 کو کبھی بھی وقت نہیں کیا جاسکتا۔ یا مثلاً سورۃ الملک میں سات آسمانوں کی تخلیق کا  
 ذکر کر کے فرمایا کہ آپ خدا نے رحمن کی تخلیق میں کوئی تفاوت نہیں پائیں گے ثُمَّ  
 اَرْجِعِ الْبَصَرَ کَیْ تَکْفُرَ (آیت ۴) اگرچہ آپ اپنی نگاہ کو دو دفعہ اٹھا کر دو جگہ  
 میں۔ تو یہاں بھی کوئی کفر نہیں کا مطلب صرف دو دفعہ نہیں بلکہ بار بار مراد ہے۔  
 ہزار دفعہ بھی آسمان کی طرف دیکھیں گے تو اس میں کوئی نقص نہیں پائیں گے ہر حال  
 آگے اور نیچے سے حفاظت کا مطلب مکمل حفاظت ہے۔

بعض فرماتے ہیں کہ اس سے آگے سے مراد یہ ہے کہ قرآن حکیم کے نزول  
 سے پہلے جتنی کتابیں اور صحیفے نازل ہوئے ہیں ان کے حوالے سے اس کتاب میں



کرنی غلط ثابت نہیں کی جا سکتی بلکہ یہ تو خود سابقہ کتب کی تصدیق کرتی ہے اور اس کے قیاس سے یہ مراد ہے کہ اب اس کے بعد نہ کوئی کتاب آئیگی ، نہ کوئی شریعت اور نہ انتظام چلا اس کتاب کے کسی حکم یا آیت کو منسوخ کر سکے ۔ یہ اللہ کا آخری پیغام ہے ، اس کے بعد کوئی نیا حکم اور نئی کتاب نہیں آئے گی ، اور نہ اس میں کسی قسم کی ترمیم و ترمیم ہو سکے گی ۔ اسی لیے تو اللہ نے فرمایا ہے کہ اگر اس کتاب پر ایمان نہیں لاؤ گے ، قَبَائِحِ حَدِیثٍ کَعِدَّةِ یُؤْمِنُونَ (المومنہ) تو پھر اس کے بعد کس چیز پر ایمان لاؤ گے ، اس کے بعد نہ کوئی کتاب نہیں آئیگی ۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ آگے سے عدم ملامت کا مطلب یہ ہے کہ قرآن حکیم میں مبالغہ اقراس کے جو حالات بیان کیے گئے ہیں ، کوئی شخص ان کو باطل ثابت نہیں کر سکتا ۔ اور پچھلے سے یہ مراد ہے کہ اس کتاب میں جو آیتیں دیکھے گئے ہیں ان میں بھی کوئی باطل یا غلط واقعہ ثابت نہیں ہو سکے گی ۔

فَرَاہِیْتَ فَرِیْدَ صِفَتِ حَرِکِمِ تَحْمِیْدِہِ بِکِتَابِ نَحْمُوتِہِ وَلَیْ اَوْر  
تقریظوں والے پروردگار کی طرف سے انکاری ہوئی ہے ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص حکمت اور اس کتاب کی حفاظت کا انتظام ہے کہ جب بھی کسی نے اس کتاب میں ملامت کی کوشش کی ، اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلے میں دوسرے لوگوں کو کھڑا کر دیا جنہوں نے متعلقہ خطرات کی نشاندہی کر کے اس ناپاک جہارت کو ناکام بنا دیا چنانچہ اب نہ تو اس کے الفاظ کو بدلایا جاسکتا ہے ، اور نہ ان معانی اور مطالب کو تبدیل کیا جاسکتا ہے جو حضور علیہ السلام ، صحابہ کرام اور اصحاب خیر القرون سے ثابت ہیں اس سلسلہ میں جس نے بھی کوئی مذہم کوشش کی اس نے نہ تو کوئی کھائی ، اللہ نے حفاظت کتاب کا یہ ذمہ قیامت تک کے لیے اٹھا رکھا ہے ، وہ مالک الملک جلالتہ تقریظوں اور ستائشوں کے لائق ہے جس نے اپنی کمال عظمت سے یہ سارا انتظام فرمایا ہے ۔





اور میری نظر اقامت کے طور پر فرمایا وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا مَّعْجَمًا اور اگر اس قرآن کو ہم محض معجم یعنی عربی زبان میں نازل فرماتے لَقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ تَوْرٰیہ لوگ اعتراض کرتے کہ اس کی آیات کی تفصیل کیوں نہیں بیان کی گئی یہ مطلب یہ کہ اگر قرآن ہماری اپنی عربی زبان میں ہوتا تو ہم اس کی تفصیلات کو آسانی سے جان سکتے۔  
 ان کا یہ اعتراض بجا ہوتا ہے لَا تَجْعَلُوهٗ قُرْآنًا عَرَبِيًّا کہ قرآن عربی زبان میں ہے جب کہ ہم عربی لوگ میں تو فرمایا کہ ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں نازل کر کے منصوص اعتراض کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ اب ان پر بہت تمام جو بھی ہے اور یہ لوگ اس کتاب کی عدم تفہیم کا اعتراض پیش نہیں کر سکتے۔

قرآن کی  
آزاد نگاہ

ارشاد ہوتا ہے قُلْ هُوَ عِلْمٌ اِلٰہِیٌّ اُنْزِلَ اِلٰی قُرْآنٍ عَرَبِیٍّ مَّا یَشَیْءُ آپ! ان سے کہہ دیں کہ یہ قرآن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سرسبز بیت اور شفا ہے جو لوگ اس کلام کو سمجھتے ہیں اور اس کی حقانیت پر یقین رکھتے ہیں ان کے لیے یہ راہِ راستہ کو واضح کرتا ہے اور ان کی تمام روحانی اور اخلاقی بیماریوں کے لیے شفا بخشا ہے قرآن پاک شرک، کفر، اسحاق، بغاوت، بد اخلاقی، حسد، کینہ اور بغض جیسی اخلاقی اور روحانی بیماریوں کو دور کرتا ہے۔ وَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ اس کے برعکس جو لوگ اس پر یقین نہیں رکھتے فِیْ اٰذَا اَنۡهَضُوْهُمۡ وَهَرَمُوْهُمۡ ان کے کانوں میں ہی قرآن بوجہ میں جاتا ہے جسکی وجہ سے اس کی باتیں ان کے کانوں میں داخل ہی نہیں ہوتیں۔ ظاہر ہے کہ ہر شخص کسی حقیت کو نہ سمجھتا ہے۔ وہ سمجھے گا۔ کیسے اور اس پر عمل کیسے کرے گا؟ ایسے لوگوں کے کانوں کو اللہ نے قرآنی تعلیمات کے لیے بند کر دیا ہے وَهُوَ عَلَیۡہِمۡ سَمٌ مَّا حِیَّ اور یہی قرآن ایسے لوگوں کے لیے اندھا پن ہے۔ انہیں اس کی کوئی آہی بات نظر نہیں آتی لہذا وہ اس کو تسمیہ کہنے لگے اور اس پر حملہ آور اور سے قاصر رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی مثال اللہ نے یہ بیان قرآنی سے اَلَا لَیۡسَ لَہٗ یَتَذَقُّوْنَ مِنْ شَکَاہِ الْبَعِیۡہِ گریہ کہ وہ کسی دور کے مقام سے پائے جاتے ہیں۔ ان کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کوئی شخص انہیں آواز تو دے رہا ہے مگر اسکی

بات سمجھ میں نہیں آ رہی کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ اس مضمون کو سورۃ البقرہ میں بھی بیان کیا گیا ہے کہ کافروں کی مثال اُس شخص کی ہے كَعَمَلِ الذِّیْ یَنْعِقُ بِسَعَالَا یَسْتَعِیْزُ اِلٰی رُءُوْاْءِهٖ قَرِیْبًا (۱۱۸) جو کسی ایسی چیز کو آواز دے جو پکار اور آواز کے سوا کچھ نہ سن سکے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص کسی جانور کو آواز دے رہا ہے وہ قرآن کی زبان ہی نہیں سمجھتا۔ اُسے کیا پتہ کہ کوئی کیا کہہ رہا ہے اسی طرح قرآن کو تسلیم نہ کرنے والوں کو معاذ اللہ ایسا ہی ہے کہ کوئی انہیں دُور سے پکار رہا ہے مگر ان کے پیٹ کچھ نہیں پڑتا۔

کتاب النبی ص ۱۰۰  
اختلاف فیصلہ

اُس نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ قرآن پاک کے ساتھ عَدُوٌّ لِّرُءُوْاْءِهِمْ اور تعصب کا مظاہرہ کرتے ہیں تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں کیونکہ اس قسم کے غداوی ہمیشہ سے ایسا ہی کرتے ہیں وَلَقَدْ اٰتٰیْنَا هٰؤُلَآءِی الْكِتٰبَ قُرْآنًا سے پہلے ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو تورات جس میں عظیم الشان کتاب عطا فرمائی فَاخْتَلَفَ فِیْہِ مگر اس میں اختلاف نہ کیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جن لوگوں نے اُس کتاب کو تسلیم نہ کیا۔ وہ تباہ و برباد ہوئے۔ بالکل اسی طرح اگر لوگ اَشْرَکِی کتاب قرآن پر ایمان نہیں لاتے۔ وہ بھی کامیاب نہیں رہیں گے۔ فَرٰہِیْا وَکَلٰہِیْا کَلٰہِمَا سَبَقَتْ مِیْرَیْہِیْ رَبِّکَ لِقَاضِیْ بَیْنَہُمَا اگر ایک بات میرے پروردگار کی طرف سے پہلے سے طے شدہ نہ ہوئی تو ان کا فوراً فیصلہ کر دیا جاتا۔ اور اشرک کے نزدیک طے شدہ بات یہ ہے اِنَّ رَبَّکَ هُوَ یَفْصِلُ بَیْنَہُمَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ (المائدہ - ۲۵) جن چیزوں میں یہ لوگ اختلاف کرتے ہیں ان کا فیصلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کرے گا۔ یعنی اس دنیا میں کسی معاملے کا فیصلہ قطعی نہیں ہوتا بلکہ یہ آخرت میں ہوتا۔ فَرٰہِیْا وَکَلٰہِیْا کَلٰہِمَا سَبَقَتْ مِیْرَیْہِیْ رَبِّکَ اور بیشک یہ لوگ قرآن پاک کی طرف سے تردد میں ڈالنے کے شک میں مبتلا ہیں۔ یہ اس کو کھو رہی تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ لہذا اس پر عمل پیرا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اشرک نے فرمایا کہ اگر میرے پاس طے شدہ اصول نہ ہوتا کہ سب کا حق فیصلہ



قیامت کے دن ہوگا۔ قرآن بہترین کا فیصلہ اسی دُنیا میں کر کے ان کو سزا میں مبتلا  
کر دیا جاتا۔

قَرَأَ مِنْ عَمَلٍ صَالِحٍ فَلَنُقَبِّلَهُ جس نے کوئی اچھا عمل کیا تو اُس نے  
اپنی جان کے لیے کیا یعنی اس کا فائدہ خود اُسی کو ہوگا۔ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلِيلٌ  
اور جس نے کسی بُرائی کا ارتکاب کیا تو اس کا وبال اُسی پر پڑے گا۔ مطلب یہ کہ نہ  
کسی ایک کی نیکی دوسرے کو فائدہ پہنچا سکتی ہے اور نہ کسی کی بُرائی دوسرے کے سر پہ  
تصریف جائے گی۔ ہر شخص کو اس کے اعتقاد و عمل کے مطابق ہی بدلہ دیا جائے گا۔  
وَمَنْ أَسَاءَ يَكُنْ بِعَمَلِهِ كَاسِيًا اور تیسرا یہ درجہ کہ ہر گز بندوں پر ظلم کرنے والے نہیں  
ہے۔ وہ ہر معاملے کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرے گا۔ اور کسی کے ساتھ زیادتی نہیں  
ہوگی۔

إِلَيْهِ يَرْدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرَاتٍ  
 مِنْ أَكْثَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثَى وَلَا تَضَعُ  
 إِلَّا بِعِلْمِهِ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ أَيْنَ شُرَكَاءِي  
 قَالُوا أَدْذَكَ مَا مَتَّأَمْنَا مِنْ شَيْءٍ ③ وَضَلَّ عَنْهُمْ  
 مَا كَانُوا يَدْعُونَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوا مَا لَهُمُ مِنَ  
 مَخِصٍّ ④ لَا يَسْتَكْبِرُ الْإِنْسَانُ مِنْ دُعَاءِ الْخَيْرِ  
 وَإِنَّ مَسَّهُ الشَّرَفُ فَيُرْسِ قَنُوطٌ ⑤ وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ  
 رَحْمَةً مِنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرْاءٍ مَسَتْ لَيَكْفُرَنَّ هَذَا إِلَى  
 وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِنْ رُجِعْتِ  
 إِلَى رَبِّي إِنْ لَمْ يَأْتِ عِنْدَهُ الْحَسَنُ فَعَذَابُ الَّذِينَ  
 كَفَرُوا يُعَذِّبُهُمْ وَلَيَذِيقْنَهُمْ مِنْ عَذَابٍ  
 غَلِيظٍ ⑥ وَإِذَا أُنْعِمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ ائْتَرَضَ وَنَا  
 بِجَانِبِهِ ⑦ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرَفُ فَيُذَوِّدُ دُعَاءِ عَرِيضٍ ⑧  
 قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ  
 بِهِ مَنْ أَضَلَّ بِهِ مَنْ هُوَ فِي شِقَاقٍ بُعِيدٍ ⑨  
 سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ



عَنْ يَتَّبِعِينَ لَهُمْ اَنْهَ الْحَقُّ اُولَٰئِكَ يَرْجُونَ  
 اَنْهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝۵۲ اَلَا اِنَّهُمْ فِي  
 مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاءِ رَبِّهِمْ اَلَا اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ  
 مُّحِيطٌ ۝۵۳

ترجمہ :- اُسی کی طرف لوٹا جاتا ہے قیامت کو پھر اور  
 میں کوئی چل نکلتا اپنے غلاف سے ۔ اور نہیں کوئی عورت  
 اٹھاتی اپنے پیٹ میں اور نہیں وہ بھتی مگر اس نے علم  
 سے ۔ اور جس دن وہ بکاستے کہا اُن کو وار رہے گے  
 کہاں میں میرے شریک ، تو یہ لوگ کہیں گے کہ ہم نے  
 آپ کو بتا دیا ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی اس کا اقرب  
 نہیں کرتا ۝۵۲ اور گم ہو جائیں گے اُن سے وہ جن کو  
 وہ بلا تے تھے اس سے پہلے ، اور وہ یقین کریں گے  
 کہ نہیں ہے اُن کے بے خلائی کی کوئی جگہ ۝۵۳ نہیں  
 نکلتا انسان بھلائی کی دُعا مانگنے سے ۔ اور اگر پیچھے اُس کو  
 کر لے بڑی تو وہ دیریں اور نا امید ہو جاتا ہے ۝۵۴ اور اگر  
 ہم چکھائیں اس کو مصرائی اپنی طرف سے تکلیف کے بعد  
 جو اُس کو پہنچی تھی ، تو کہتا ہے کہ یہ میرے لیے ہے ۔  
 اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت برپا ہونے والی ہے ۔ اور  
 اگر میں لوٹ دیا گیا اپنے رب کے پاس تو یہ شک میرے  
 لیے اس کے پاس مبدل ہوگی ۔ پس ہم بتا دیں گے اُن  
 لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا ، جو کچھ وہ عمل کرتے تھے ، اور  
 ہم چکھائیں گے اُن کو سخت عذاب ۝۵۵ اور جب ہم

انسان پر اللہ عام کرتے ہیں تو وہ اعراض کرتا ہے اور پہلوتی کرتا ہے اور جب پہنچتی ہے اُس کو کوئی تکلیف تو یہی چوڑی دُعا کرنے والا ہوتا ہے ﴿۵۱﴾ آپ کہہ دیجئے ، بطل بطلو اگر یہ اللہ کی جانب سے ہو ، پھر تم نے کفر کیا اس کے ساتھ ، کرن گوارہ ہے اُس سے زیادہ جو مخالفت میں دُور جا پڑا ہے ﴿۵۲﴾ عنقریب ہم دکھائیں گے ان کو اپنی نشانیاں اطراف میں اور اُن کی جائز میں بھی یہاں تک کہ واضح ہو جائے گی ان کے لیے بات کہ وہی حق ہے ۔ کیا کافی نہیں ہے یہ بات کہ تیرا رب ہر چیز پر گوارہ ہے ﴿۵۳﴾ آگاہ رہو ، بیشک یہ لوگ شک میں ہیں اپنے رب کی عظمت سے آگاہ رہو بیشک وہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا ہے ﴿۵۴﴾

رابطہ آیات

پہلے شرک کا ذکر کیا ، کتاب اللہ کی حقانیت اور صداقت بیان کی کہ یہ ایک محفوظ کتاب ہے جو کہ منزل من اللہ ہے ، اس میں ایمان والوں کے لیے ہدایت اور شغل ہے اور ایمان نہ لانے والوں کے لیے نادمہاں ، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی دور سے کسی کو آواز دے اور وہ اُس کی بات کچھ نہ سمجھ سکے ، فرمایا آپؐ پہلے ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو قرأت عطا فرمائی مگر لوگوں نے اُس میں بھی اختلاف کیا ، اسی طرح یہ لوگ قرآن کریم کے بارے میں بھی اختلاف کرتے ہیں ، اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بات سچ نہ ہوتی ، اگر ہر شخص کے عقیدے و عمل کا قطعی فیصلہ قیامت کے دن ہوتا ہے تو پھر ان ماہیچاروں کو ایسی فیصلہ کر دیا جاتا اور ان کو اپنی غلط کمالی کا یہیں بدلہ مل جاتا ، اللہ تعالیٰ کسی شخص کے ساتھ زیادتی نہیں کرتا ۔

اکثر لوگ حضور علیہ السلام سے وقوع قیامت کے متعلق دریافت کرتے تھے جس کے جواب میں فرمایا اللہ یُرَدِّعُ عِلْمُ السَّاعَةِ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ

علیہ السلام کا  
بکرم



ہی کی طرف لڑا یا جاتا ہے، اللہ نے دفع قیامت کی تاریخ اور وقت کا علم کسی نبی  
 دی، فرشتے جن کو نہیں دیا، البتہ قیامت سے پہلے ظہور پذیر ہونے والی قیامت  
 اس دنیا میں کو ذکر اللہ نے اپنے انبیاء کے ساتھ ضرور کیا ہے۔

آگے والے نوحیہ اور قدرت الہی بیان کرتے ہوئے فرمایا وَمَا تَشَاءُ  
مِنْ شَيْءٍ فَلْيَتَقَدَّرْ اور کوئی بھی اپنے غلطوں یا ذلوں سے نہیں  
 بچتا، وَمَا تَعْمَلُ مِنْ شَيْءٍ فَلْيَافْتِنْهُ اور نہ کوئی عورت پیٹ میں اٹھاتی ہے۔  
وَلَا تَضَعُ اور نہ وہ بھتی مہر وَلَا يَفْعَلُ مگر اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ بحساب یہ

کو رزق میں پہلوں کا آنا اور عورت کو حمل اور وضع کی سبب اللہ کے عہد میں توانا  
 ورجح ہونے سے کہ پہلوں کی ہر داشت نام کو رطل قرار پائے سے بچنے کی پیدائش  
 نام کے تمام مراحل کو عورت ہی جانتا ہے کیونکہ علم عیض کا مالک وہی ہے جو رحم  
 بچنے کی پیدائش سے پہلے بعض مائیں تجربات کی بناء پر بعض پیشین گویاں بھی کر سکتی  
 ہیں مگر ٹھیک ٹھیک اور پُر پُر علم عورت اللہ کے پاس ہے مثلاً مہر مائیں قیامت  
 کے ہر چیز کوئی نہیں بتا سکتا کہ بچے کی پیدائش کا عین وقت کیا ہوگا، کچھ نیاک ہوگا یا  
 بد خوش بخت ہوگا یا بد بخت، کتنی عمر پائے گا اور کیا اعمال انجام دے گا، رنج و غم وغیرہ  
 پر سب علوم اللہ کے پاس ہیں، علم محیط اُمم کے ہر کسی کے پاس نہیں۔

موجودات  
 کی نشانی

دنیا میں نر و نرگ مختلف چیزوں کو محمود و مان جتے ہیں، کوئی شجر کو نر و نرگ مانتا  
 ہے تو کوئی چاند سورج میں کرشمہ تسلیم کرتا ہے، کوئی زندوں سے حاجت بڑی  
 کرتا ہے تو کوئی مردوں کی قبروں کا طواف کرتا ہے۔ مگر اللہ نے فرمایا وَلَا تَعْبَرُوا  
بِأَنْبِيَائِهِمْ ان مشرکوں کی قیامت کے دن وہ لوگوں کو بچا کر رکھے گا  
 کہ کہاں میں میرے شریک جن کی تم دنیا میں پرستش کرتے تھے اور انہیں عذاب  
 اور عذراں کا پہنچتے تھے، اُن کو بلاؤ گا کہ آج وہ تمہاری مدد کریں، مگر لوگ مجبور ہو کر  
 جابجہ کہتے قَالُوا أَذُنُكَ کہیں گے پھر وہ کہیں گے آپ کو چہرہ پر ہے  
 کہ مَا مَنَّا مِنْ شَيْءٍ ہم میں سے کوئی بھی غریب نہیں تھا، نہ تو



سوا ہیں کرنی یا سکتا ہے یا بہاری ہو کر سکتا ہے، تو دنیا میں تو یہ مصلحت کا عمل اپنی  
 معبودان باغداد کے ساتھ واپس کرتے تھے مگر قیامت کو صاف کہہ دیں گے کہ آج  
 باورشا ہی صورت اللہ کی ہے، کسی دوسرے کو وہ مانتے کی مجال نہیں، وَضَلَّ  
عَنْهُمْ مَنَاصِكُنَا لَوَآيِدُ عُنُوتٍ مِّنْ قَبْلُ اور وہ سب معبودان باغداد  
 ہو جائیں گے جن کو یہ اپنی مشکلات میں پکارا کرتے تھے، اس وقت کوئی بھی ان  
 کی مدد کرنے میں نہیں پہنچے گا، اور یہ لوگ اپنی یہ اعمالیوں کی وجہ سے گرفتار ہو جائیں گے۔  
وَضُنُوفُ أَهْلِ كَهْمُ مِّنْ تَحِيصٍ اور ان کو تعین آجائے گا کہ آج عذاب الہی  
 سے خلاصی کی کرنی ضرورت نہیں بلکہ سستی۔

افسان کی ہے یہ  
 اور استری

فرمایا دنیا میں ان کو یہ حال ہے لَا يَسْتَعْرِضُونَ نَارًا مِّنْ دُعَاءِ الْخَيْرِ  
 کہ وہ اپنے لیے جلائی کی دعا کرتے ہوئے تھکتے ہیں اور ہر وقت اپنے لیے بہتری  
 مانگ رہتا ہے۔ وَلَا يَسْتَعْرِضُونَ نَارًا مِّنْ دُعَاءِ الْخَيْرِ لیکن اس کو کرنی تکلیف پہنچ جاتی ہے۔  
فَيَسُودُ مِّنْ قَنُوطٍ تو ایسے ہو کر ناکام ہو جاتا ہے۔ کتاب ہے کہ اللہ نے میرے ہاتھ  
 میں مصائب ہی لکھ رکھے ہیں اور وہ اپنے ہاتھ جتنی کا کہ شکوہ کرنے لگتا ہے فرمایا  
 اس کے برخلاف وَلَكِنْ أَذْنُهُ رَاحَةٌ مِّنَ مِّنَ مِّنْ بَعْدِ ضَرْبٍ مِّنْهُ  
 اگر نہ اس کو اپنی مصائب کا شرا چکھا میں اس تکلیف کے بعد جو اس کو پہنچتی تھی کیوں کہ  
هَذَا إِلَىٰ تَرْكِ كِتَابِ كَرِيمٍ یہ ہے یہاں مناسب حال ہے یعنی یہ ہے یہ نعمت سیرت  
 عظیم پسند اور استغفار کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے، وہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ اچھالی جاتی ہے  
 وہ اسی دنیا تک محدود ہے وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً اور میں نہیں سمجھتا  
 کہ قیامت جیسا ہونے والی ہے، کرنی قیامت نہیں، نہ کرنی حساب کتاب ہے  
 اور نہ ہونے والی واقع ہوگی، اور اس طرح وہ گمراہ قیامت کا ہی انکار کر دیتا ہے  
 اور کہتا ہے کہ اگر بغیر حق تعالیٰ قیامت واقع بھی ہوگی وَلَكِنْ رَّجَعْتُ إِلَىٰ  
رَبِّ اور میں اپنے پروردگار کی طرف لوٹا رہا ہوں إِنِّي لَفِي شَكٍّ مِّنْ لِّلْحُسْنَىٰ  
 تو وہاں بھی میرے لیے بہتری ہی ہوگی، جس طرح اس دنیا میں عیش و آرام کی زندگی



بسر کر رہی ہیں۔ اسی طرح آخرت میں بھی مجھے ہر طرح کی ساریت حاصل ہوگی۔ انسان کی  
 آخرت میں اور بے سببی کا حال بیان کیا گیا ہے۔ فَرَأَى فَلْيَسَّيْتُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا وَبَدَّ  
عَصَابُهُمْ پس ہم کافروں کو ان کے گمراہ اعمال کے متعلق آگاہ کر دیں گے اور بتلا دیں  
 گے کہ وہ دنیا میں کیا کچھ کرتے تھے۔ وَأَنذَرْتَهُمْ مِّنْ عَذَابٍ ثَلِيظٍ  
 اور ہم انہیں سخت عذاب کا اندازہ رکھیں گے۔ حضرت حسنؑ سے منقول ہے  
 کہ انسان عجیب قسم کی مخلوق ہے۔ جب یہ دنیا میں خوشحال کی زندگی بسر کر رہا ہو تب  
 تو بڑی ڈنکیں دیتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے آخرت میں بھی اسی طرح کی آسودگی اور  
 عیش و عشرت حاصل ہوگی۔ مگر صبح سویرے نکالی اس وقت سامنے آئے گی۔ جب  
 قیامت برپا ہوگی اور نیکو آدمی بعد افسوس کہے گا يَلَيْسَ لِي كُنْتُ تُرَابًا  
وَالنَّبَا۔ ہم کہیں کہ میں انسان کی بھلے سنی ہوتا تھا کہ احساسِ اعمال سے بچ جاتا۔

انسان کی  
 دورخی

فرمایا انسان کی عمر تو فطرت سے ہے وَإِذَا أَلْفَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ  
 کہ جب ہم اس پر انعام کرتے ہیں أَخْرَجْنَا مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ قُرْآنًا اور پہلوتی  
 کرتا ہے یعنی نعمت ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی بجائے اس نعمت  
 کی ناقدری کرتا ہے۔ اس کے پرندوں وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ جب اُسے  
 کوئی تکلیف پہنچتی ہے فَذُودًا عَصَا تو پھر لمبی لمبی دعائیں مانگنے لگتا  
 ہے۔ انسانی فطرت کے یہ دو رخ اللہ نے بیان کئے ہیں کہ جب وہ خوشحال اور آسودہ  
 حالی ہوتا ہے تو اپنے مالک کی طرف سے نہ پھرتا ہے اور اس کو بھروسے سے  
 بھی کبھی یاد نہیں کرتا اور جب کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے تو مشکل کشائی  
 کے لیے مجھے ہاتھ کر کے دعائیں مانگتا ہے۔ اس بات کو اللہ نے سورۃ نبیؑ میں  
 میں اس طرح ذکر کیا ہے وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ  
تَدْعُونَ إِلَّا آيَاهُ فَلَمَّا خَشَّكُمْ هَلَّا الْبَرِّ انْقَضَتْ  
وَصَكَّانَ إِلَهُكُنَّ كَقَوْمٍ آیت ۶۷۔ جب تمہیں سمندر میں کوئی مشکل پیش  
 آتی ہے تو اللہ کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ گم ہو جاتے ہیں۔ اور جب وہ مشکل



کہ طرف نجات مجھے دیتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو۔ جبکہ انسان بڑی ہمت و شجاعت سے  
اس آیت کو میری تکلیف کے وقت۔ پس دیکھ کر خدمت کے انداز میں بیان کیا  
گیا ہے حالانکہ دعا و عبادت کا مغرب ہے اور یہ انسان سے مطلوب ہے۔ انسان تکلیف  
کے وقت جتنی بھی عجز و انحراف کے ساتھ دعا میں کرتے گا۔ اللہ تعالیٰ راضی ہوگا۔ مگر  
اس مقام پر دعا کی اس لیے حوصلہ شکنی کی گئی ہے کہ اس کے ساتھ اعتدال اور سہولتوں  
کی آمیزش ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمایا کہ خوشحال آئی۔ ہے تو انسان اپنے خالق و مالک کی  
طرف توجہ ہی نہیں دیتا اور جب تکلیف آتی ہے تو گڑبگڑا کر دعا میں کرنے لگتا ہے  
اگر اسودگی کے وقت بھی انسان اپنے رب تعالیٰ کے ساتھ تعلق کرنا نہ سکے تو پھر  
وہ جب ہی دعا کرے گا، اللہ تعالیٰ راضی ہوگا۔ دعا بہر حال ایک اچھی چیز ہے۔

آگے پھر اللہ تعالیٰ قرآن کی حیثیت کو دوسرے طریقے سے بیان کیا ہے۔  
قُلْ أَنَدُّ يٰۤأَيُّهَا الَّذِينَ كَانُوا مِن دُونِ اللَّهِ تَعْلَمُونَ كَذِبًا یہ  
اے پیغمبر! آپ ان کفار سے کہہ دیں کہ اگر قرآن واقعی اللہ تعالیٰ کی طرف سے  
ہو اور تم اس کا انکار کرو تو میں اصل جہنم میں ہوں جو شقاق پسند  
تو اس شخص سے زیادہ گمراہ کروں ہوگا جو مخالفت میں دور جا پڑا۔ مطلب یہ ہے کہ  
اے منکرین توحید و قرآن ذرا اس بات پر غور کرو کہ اگر اللہ کے پاس جا کر یہ بات ثابت  
ہوگئی کہ یہ قرآن واقعی بجانب اللہ ہے تو پھر تمہاری گمراہی کا کیا بے گوارا ہوگا۔ اس موقع پر  
تمہاری اس گمراہی کا کوئی ازالہ نہیں ہو سکے گا۔ تو تم عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ لہذا  
اس بات میں اچھی طرح غور و فکر کرو۔

ارشاد ہوا ہے سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي  
الْأَنفُسِ ہم غنیمتیں ان کو اپنی نشانیاں دکھائیں گے آفاق میں بھی یعنی بیرونی  
دنیا میں اور اندرونی طور پر ان کی اپنی باتوں میں بھی۔ حَتَّىٰ يَسْتَسْئِلَ لَهَا  
وَهُنَّ الحق بیان تک کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نازل فرماتا ہے وہی  
برحق ہے۔ بیرونی دنیا میں اللہ کی قدرت کی یہ نشانیاں ہیں جنہیں لوگ ہر روز

آفاق اور  
اندرونی  
نشانیاں



مشابہہ کرتے ہیں سورج، چاند ستارے، زمین، جراثیم، پتار، اشجار، نباتات  
حیوانات وغیرہ سب نشانات قدرت ہیں۔ کسی خوشحالی آجاتی ہے۔ کسی قحط سال کی  
کبھی طوفان، زلزلہ یا سیلاب آجاتا ہے۔ یہ سب خدا تعالیٰ کی قدرت نامہ کے ذریعے  
ہیں۔ اگر انسان ذرا بھی غور کرے تو سمجھ سکتا ہے کہ آخر اس کا رخاد کائنات کو ایک  
مقررہ نظام کے تحت کون چلا رہا ہے۔ اسی سے اللہ کی وحدانیت سمجھ میں آ  
سکتی ہے۔ اور وقیع قیامت سے متعلق شبہ بھی دور ہو سکتا ہے۔

جہاں تک انسان کی اندرونی نشانیوں کا تعلق ہے تو سب سے پہلے اسے  
اپنی تخلیق پر غور کرنا چاہیے کہ کس طرح اللہ نے ایک عظیمہ قطرہ آب سے اسی کو پیدا  
فرمایا۔ اُس میں رُخ و نفس واطفہ جیسا کہ اچھریں رکھیں، عقل و حواس ظاہرہ اور باطنہ  
سے انسانی جسم کو مزین کیا۔ اس کے بازو ہر عضو کو نہایت چھگی اور خوبصورتی کے  
ساتھ تیار ہوئے۔ دنیا کی کوئی مصنوعی شے اتنی پائیدار نہیں ہو سکتی جتنی یا اللہ تعالیٰ نے  
اللہ نے انسانی جسم کی بنائی ہے۔ دنیا کی ہر شے گرتی اور گریں دنیا بڑھتی ہے۔ بعض پرندے  
کندہ و زوال کے میں گھس جاتے ہیں تو ان کو بدن پڑتا ہے مگر اللہ کی تیار کردہ انسانی  
صنعت جا کر رہتی دنیا پیہ تا ہے اور نہ اس کے پرزہ جراثیم تبدیل کرنے کی ضرورت۔ یعنی  
اُسی ہے۔ جو اسے وقتی بیماری کے اٹھانے پر انسانی شے کی جتنی عمر مقرر کر دی ہے  
وہ اتنا عمر کا کام کرتی رہتی ہے اور پھر زیب و تہ و وقت پر پڑا ہوا نہایت تریہ سلسلہ ختم  
ہو جاتا ہے۔

نشانات قدرت میں یہ پیر بھی شامل ہے کہ نزولِ قرآن کے زمانے میں اہل  
کی حالت بہت کمزور تھی۔ پھر فرشتے ہی معجزہ میں اللہ نے ان کو غلبہ عطا فرمایا اور پھر  
عرب پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہوئی۔ پھر غنیمت و شہادت کے زمانے میں جہنم  
پچاس سال کے قبل عرب میں اللہ نے نصیب دنیا کو مسلمانوں کے زیرِ نگیں کر دیا۔ یہاں  
تک کہ بیرونی دنیا میں کسی قوم کو مسلمانوں کے ساتھ شریعت کی بہت باقی نہ رہی تھی۔ یہ  
سب اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں جن کے متعلق فرمایا کہ یہ نشانیاں ہمہ غنیمت ہیں ان

دشمن اسلام کو دکھا دیں گے جس سے ان پر حق واضح ہو جائے گا۔ فَرَادَا أَوَّلُ كُتُبِكُمْ  
بِرَبِّكَ أَتَى عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَشَهِدَ كَمَا يَبَاسُ كَافِي نَبِيٍّ ہے کہ تیرا پروردگار  
 ہر چیز پر شگواں ہے۔ یعنی وہ ہر شے پر حاضر ناظر اور گواہ ہے۔ کوئی چیز اس کی نگاہوں  
 سے اوجھل نہیں، لہذا مشرک اور کافر لوگ اس کے عتاب سے یکے بچ سکتے ہیں؟

پھر ارشاد فرماتا ہے إِلَّا أَنَّهُمْ فِي مِرْيَةٍ مِّنْ لَّمَّا بَدَّاهُمْ أَكْثَرُ  
 کہ یہ لوگ اپنے پروردگار کی علامات سے متعلق شک میں پڑے ہوئے ہیں ان کو اب تک  
 یہ شبہ ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندگی ملے گی یا نہیں اور پھر حساب کتاب اور  
 جزائے عمل کی منزل بھی آنے والی ہے یا نہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ مولوی ہمیں بلا وجہ قیامت  
 کی ہولناکیوں اور آخرت کے دائمی عذاب سے ڈرا رہے ہیں مگر نہ حقیقت میں ایسی کوئی  
 چیز پیش آنے والی نہیں ہے۔ جب ان میں کرمی میں منتشر ہو جائے گا تو پھر اس  
 کے ذلت کو کون جمع کرے گا اور پھر کون اس کو زندہ کرے گا، یہ سب کھانڈیاں ہیں۔  
 ایک موقع پر حضرت عمر بن عبد العزیزؓ منبر پر بولنا فرماتے تھے۔ آپ نے یہی  
 آیت قذوت فرمائی إِلَّا أَنَّهُمْ..... فَرَادَا اور فرمایا کہ اس آیت کے مصداق دو قسم کے  
 لوگ ہیں۔ جو شخص سکر سے آیت پر یقین ہی نہیں رکھتا وہ لَمَّا بَدَّاهُمْ ہے اور جو اس  
 پر ایمان رکھتے ہوئے قیامت کے لیے تیار ہی نہیں کرتا، وہ فَرَادَا ہے۔ لہذا  
 جان لینا چاہیے کہ قیامت بلاشبہ ضرور آنے والی ہے اور پھر حساب کتاب اور جزائے عمل  
 کی منزل بھی إِلَّا أَنَّهُمْ کی اور مجرم اس کی گرفت سے بچ کر نہیں جا سکیں گے۔ کیونکہ  
الْأَنفُ بِمَا كَسَبَتْ شَرٌّ مِّنْ حَيْثُ أَمَرَ تَعَالَىٰ بِرَحْمَةٍ مِّنْ رَّحْمَتِهِ ہے۔ ہر چیز  
 اس کے علم اور قبضہ قدرت میں ہے لہذا وہ جب چاہے گا، فرانوں کو پیرائے گا۔

جزائے عمل  
 میں تردد



سورة  
الشورى  
مكذ

سورۃ الشوریٰ مکیہ تھی نزلت فی خمسین آیت و خمس کلمات  
سورۃ الشوریٰ مکیہ ہے اور یہ تیسری آیت اور اس کے پانچ رکعات ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تشریح کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

حُمَ ① عَسَقَ ② كَذَلِكَ يُوحِي إِلَيْكَ وَإِلَى  
الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ③  
لَهُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَلِيُّ  
الْعَظِيمُ ④ تَكَادُ السَّمُوتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ  
فَوْقِهِنَّ وَالْمَلَائِكَةُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ  
وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ هُوَ  
الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ⑤ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ  
أَوْلِيَاءَ اللَّهُ حَفِيفٌ عَلَيْهِمْ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ  
بِوَكِيلٍ ⑥

ترجمہ: حُمَ ① عَسَقَ ② ای طرح دی کرتا ہے  
آپ کی طرف اور راس نے دی نازل کی ہے ، اسی  
لوگوں کی طرف جو آپ سے پہلے گزرتے ہیں ۔ وہ



شجرِ جالب اور حکمتِ داک سے ③ اسی کے لیے  
 ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں  
 اور وہ ہندی اور عظمتِ داک سے ④ قریب ہے  
 سرِ آسمان پھٹ پڑیں اُپر سے ، اور فرشتے قبیح بیان  
 کرتے ہیں اپنے رب کی تعریف کے ساتھ ، اور بخشش  
 طلب فرماتے ہیں ان بیٹے جو زمین میں ہیں آگاہ رہو بیشک اللہ تعالیٰ بخشش  
 کرنے والا اور نہایت صبران ہے ⑤ وہ لوگ جنہوں  
 نے بنائے ہیں اُس کے سوا کایمان ، اللہ ہی نگہبان ہے  
 اُن پر ، اور آپ نہیں ہیں اُن کے ذمہ دار ⑥

نام و کلام

اس سورۃ مبارکہ کا نام سورۃ الشوریٰ ہے۔ اس کی آیت ۳۸ میں  
 اہل ایمان کی باہمی مشاورت کا ذکر ہے اور اس سے اس سورۃ کا نام اخذ  
 کیا گیا ہے۔ یہ سورۃ مکی زندگی میں ہجرت سے پہلے قریبی دور میں کیلی سورۃ خُطۃ السجدۃ  
 کے بعد نازل ہوئی۔ اس سورۃ کی تہہٗ آیات ہیں اور یہ پانچ رکعات پر مشتمل ہے۔ اس میں  
 ۸۸۶ الفاظ اور ۲۵۹۹ حروف ہیں۔

مضامین سورۃ

یہ سورۃ مبارکہ بھی حواسیمِ سبعہ میں شامل ہے۔ ان سورتوں کو قرآنِ کریم کا لبِ لباب  
 کہا گیا ہے کیونکہ ان میں عام طور پر اسلام کے بنیادی عقائد و احادیث ، رسالت ، قرآن کی  
 صداقت اور معاد ہی کا ذکر ہے ، تاہم بعض ضمنی مسائل بھی آگئے ہیں ، اگرچہ حواسیم  
 میں مذکورہ چارویں بنیادی اصولوں کا ذکر ہے تاہم مختلف سورتوں میں مختلف مضامین  
 خصوصی پر روشنی ڈالی گئی ہے ، مثلاً گذشتہ سورۃ خُطۃ السجدۃ میں توبہ کے عقلمندی  
 و لالچ پر زیادہ زور دیا گیا تھا۔ اور اس سورۃ مبارکہ میں قرآنِ کریم کی حقانیت و صداقت  
 اور اس کے وحی الہی ہونے کا زیادہ ذکر ہے ، اس کے علاوہ دعوتِ الی القرآن  
 بھی اس سورۃ کا موضوع ہے۔ پھر توحیدِ الہی تعالیٰ ، شرک کا رد ، اللہ کی صفات پر  
 ایمان اور اس کی نعمتوں اور حکمتوں کا تذکرہ ہے۔ کفار و مشرکین اور اہل کتاب کی طرف  
 سے اہل ایمان کو سخت مخالفت کا سامنا تھا ، لہذا اس سورۃ میں حضور علیہ السلام





فرماتے ہیں کہ دراصل اللہ تعالیٰ نے اپنے علم، مجد، علم، ہند و اور قدرت کی قسم ٹھاکر اعلیٰ بات کی ہے۔

بعض فرماتے ہیں کہ آج سے وحی الہی سزا ہے اور ہر سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا تمام محمد جس پر آپ قیامت کے دن غائب ہوں گے، بعض نے آج سے حوض کوثر اور ہر سے ملک مقرر کیا ہے، اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمْرُ مِنْ رَبِّهِ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ وَالنَّاشِرِينَ ۝ ۹۳-۹۴ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کا علم حضور علیہ السلام کے قلب مبارک پر بذریعہ وحی نازل فرمایا تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ایک روایت کو امام شافعیؒ نے حضرت علیؓ کے حوالے سے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ ان حروف سے قرب قیامت میں پیش آنے والے نعرے کی طرف اشارہ ملتا ہے، آج سے حرق یعنی جلنا، قر سے مہلکہ یعنی ہلاکت، ع سے غلاب، س سے سنج اور ق سے قنوت کے اشارت ملتے ہیں۔ مگر یہ قرب قیامت میں آتش زدگی، ہلاکت، غلاب کا نزول زمین میں وحنس جانا جیسے اکثر واقعات پیش آئیں گے۔

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ان حروف کے قطعی معانی تر کر لی نہیں بیان کر سکتا کیونکہ نہ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی وضاحت کی ہے اور نہ حضور علیہ السلام سے تشریح منقول ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے جو بات کچھ کشفی یا زوقی طور پر کھائی ہے وہ یہ ہے کہ یہ حروف مفصل مضامین کے تخففات ہوتے ہیں۔ جس طرح کوئی شخص بی۔ اے، ایم اے یا پی ایچ ڈی سے جان لیتا ہے کہ یہ حروف کسی شخص کے علم و فن کی طرف دلالت کرتے ہیں یا جس طرح کوئی شخص قاضی، مفتی یا سلطان و غیرہ الفاظ سے وسیع حقیقت اخذ کر لیتا ہے، اسی طرح حروف مقطعات کے نیچے بھی سورۃ کا مکمل موضوع پایا جاتا ہے جو ان حروف سے ظہور ہوتا ہے۔ گویا یہ حروف سورۃ کے تفصیلی مضامین کا پتلا ہوتے ہیں، شاہ صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ

عالم بائیس سے بعض حقائق اس حد تک جان میں لوگوں کے باطل عقائد و اعمال سے کہتے  
میں۔ باطل پرست لوگوں سے بحث مباحثہ ہوتا ہے جس کے نتیجے میں باطل عقائد و  
اعمال کا رد ہوتا ہے۔ اور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ان حروف سے اسی بات کی طرف  
اشارہ ہوتا ہے۔

اسم جامع حضرت نبی اور خصوصاً اہل بیت علیہم السلام سے فرماتے ہیں کہ زیادہ سادگی والی  
بات یہ ہے کہ ان حروف سے متعلق جو عقیدہ رکھا جائے اللہ اعلم بقدرہ  
یہ ذلک اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان سے کیا مراد ہے۔ اور ان حروف  
سے جو بھی اللہ کی طرف سے ہمارے ایمان ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کو ہر چیز کا  
علم حاصل ہوا تو ممکن نہیں لہذا بعض چیزیں پر ایمان بالغیب ہی لانا پڑتا ہے۔  
تو ان حروف سے متعلق بھی ایمان بالغیب ہی ہونا چاہیے کہ ان سے جو بھی اللہ کے  
نزدیک مطلب ہے ہمارے ایمان لاتے ہیں۔

یہ پانچ حروف مقطعات دو آیتوں میں سورۃ کے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود  
کی روایت میں آتا ہے کہ قرآن کریم کے ہر ہر حرف کی تلاوت پڑوس دس نیکیاں  
موصول ہوتی ہیں۔ لہذا جو شخص ان پانچ حروف کی تلاوت کرتا ہے، اگرچہ وہ ان کا  
معنی نہ سمجھتا مگر حضور کے فرمودے کے مطابق وہ کم از کم دس نیکیوں کا مستحق تو  
ضرور بن جاتا ہے۔ ان حروف کا ہر حال یہ فائدہ تو ضرور ہے

اس سورۃ کا آغاز بھی اللہ نے وحی الہی کے بیان سے کیا ہے۔ اور پھر سورۃ  
کے آخری حصے میں بھی نیا دو تہائی مضمون ہے۔ وحی کا لغوی معنی وہ مضمون اشارہ ہے  
جو تیزی کے ساتھ واقع ہو۔ چونکہ اللہ کا فرشتہ وحی کا اللہ ثابت تیزی کے ساتھ مضمون  
پڑی کے تقابلاً پڑتا ہے، اس سے اس کو وحی کہا جاتا ہے۔ نازلہ وحی کی کیفیت  
کو صاحب وحی کے علاوہ کوئی دوسرا شخص نہیں جان سکتا۔ وحی الہی پڑی مضمون اور جہاں  
چیز کوئی ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ نازلہ وحی کے وقت ایک قسم کا انقلاب  
ہوتا ہے یعنی صاحب وحی کی ذات اوریت و بشریت سے نکل کر ملکیت کی حالت

وحی الہی  
کا نزول



جلی جاتی ہے۔ اور اس کو رابطہ اس طرف ہوتا ہے۔ چہرہ فرشتہ عالم بالا سے کلام الہی  
و کلام کے قصبہ میں ڈال دیتا ہے اور اس طرح وحی کو نازل عمل میں آتا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے كَذَلِكَ يُوحِي إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ اللَّهُ  
اسی طرح آپ کی طرف وحی بھیجتا ہے جس طرح آپ کے پہلے لوگوں کی طرف بھیجتا رہا ہے  
حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک آٹھ ٹپے تمام انبیاء  
کی طرف اشارے میں نازل فرمائی کسی بہ کلمہ اور کسی پر زیادہ۔ بعض روایات سے معلوم  
ہوتا ہے کہ بعض انبیاء علیہم السلام پر اشارے میں ان کی پوری زندگی میں صرف چار دفعوں  
نازل فرمائی بعض پر پچاس مرتبہ اور بعض پر چار سو مرتبہ۔ اشارے میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ  
علیہ وسلم پر چالیس ہزار دفعہ وحی نازل فرمائی۔

عظمت  
خداوندی

ارشاد ہوتا ہے کہ وحی کو نازل کرنے والی وہ ذات خداوندی ہے اللَّهُ الْعَلِيمُ  
الْحَكِيمُ جو کمال قدرت کا مالک اور محض والہ ہے وہ ہر ہر شے سے کہ  
تمام قوتیں اس کے سامنے سچی ہیں اور وہ سب پر غالب ہے۔ اور حکیم وہی کہ اس کو  
کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ فَرَأَاهُ مَآ رِفَ السَّمَوَاتِ وَمَآ رِفَ الْأَرْضِ  
اسی کے سامنے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں۔ ہر چیز خدا خالق  
ہو رہا ہے اور مالک بھی وہی ہے۔ تمام بندے بھی اسی کے ہیں اور سب پر  
عظم بھی اسی کو چلتا ہے۔ اس کو کوئی شریک نہیں وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ  
وہ باعتبار ذات دراز اور زمین بست بلند ہے حتیٰ کہ اس کی ذات تک کسی مخلوق  
کی رسائی نہیں اور اپنی صفات کے اعتبار سے وہ بڑا عظیم تر والہ ہے

تَكَادُ السَّمَوَاتُ يَنْقَطِعُنَّ مِنْ فَوْقِهِنَّ قَرِيبٌ ہے  
کہ اشارے کے جلال و عظمت کی وجہ سے اوپر سے آسمان ٹپٹہ ٹپٹہ ہو رہا ہے قرآن پاک  
میں اس قسم کے الفاظ اس موقع پر اسے متعالیٰ کیے ہیں۔ جہاں اس کی باریکی جویش  
میں ہوتی ہے۔ مثلاً سورۃ مریم میں فرما کہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا نے رحمان سے بیٹا بنا  
لیا ہے یہ تو نہایت بُری بات ہے تَكَادُ السَّمَوَاتُ يَنْقَطِعُنَّ مِنْهُ





کو قبول کر کے اپنے بندوں کی خط میں معاف کرتا رہتا ہے اور کافروں اور منافقوں کو  
ایک مقررہ مدت تک قیدیت دیتا رہتا ہے۔

غیر  
شعائر  
کا پناہ  
کی آفت

ارشاد ہوتا ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْ دُونِهِمْ أُولَٰئِكَ اور وہ لوگ  
جنہوں نے اللہ کے سوا اور سرور کو کافر بنا لیا ہے اللَّهُ حَفِظَ عَلَيْهِمْ  
اللہ تعالیٰ ہی ان پر نگران ہے، وہی ان کے رازوں کو جانتا ہے اور وہی ان سے  
انتقام لینے والا ہے۔ فَرَأَوْهُمُ كَكُفْرِهِمْ يَوْمَ ذِئْبِ  
آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ آپ کا کام تو یہ قیام الہی کو پھیلانا ہے۔ بات کیا  
دینا اور اس کے ساتھ غیر خواہی کا سلوک کرنا ہے۔ ان کے اعمال کی حفاظت کرنا اور  
پھر نیسے اعمال پر گرفت کرنا آپ کا کام نہیں ہے۔ اس دنیا میں اللہ ان کے کمال  
سے واقف ہے وہ قیامت والے دن ہی ان کو سامنے لا کھڑا کرے گا۔ پھر حساب  
کتاب اور عزرائیل علیہ السلام کی منزل آئیگی اور ٹھیک ٹھیک فیصلے ہونگے۔ آپ اپنا کام کرتے  
جائیں اور اللہ کا معاملہ اللہ کو سونپ دیں۔ وقت آنے پر وہ خود ہی ان سے باز پرس  
کرے گا۔ انہوں نے غیر اللہ کو کافر بنا کر اللہ کی غیرت کو چیلنج کیا ہے اللہ تعالیٰ  
خود اسی سے نیٹ لے گا۔

الشورى ٣٢

آية ١٢

البرص ٢٥

درسن دوم ٢

وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِّنُنْذِرَ أُمَّ  
الْقُرَى وَمَنْ حَوْلَهَا وَنُنْذِرَ يَوْمَ الْجُمُعِ الَّذِينَ  
فِيهِ فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ ⑧ وَلَوْ  
شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلْنَاهُ أُمَّةً وَأَحَدَةً وَلَكِنْ يُدْخِلُ  
مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ وَالْظَّالِمُونَ مَا لَهُمْ مِنْ  
وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ⑨ أَمْ آخِذُوا مِنْ دُونِ أَوْلِيَاءِ  
فَاللَّهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِي الْمَوْتَى وَهُوَ عَلَى كُلِّ  
شَيْءٍ قَدِيرٌ ⑩ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ  
فَكُنْزٌ إِلَى اللَّهِ ذَلِكَ كُمُ اللَّهُ رُبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ  
وَالَيْهِ أُنِيبُ ⑪ فَاطِرُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَمِنَ الْأَنْعَامِ  
أَزْوَاجًا يَذُرُوكُمْ فِيهِ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ  
وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ⑫ لَهُ مَقَالِدُ السَّمَوَاتِ  
وَالْأَرْضِ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ  
إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ⑬



تو جیسے۔ اور اسی طریقے سے ہم نے وحی الہی آپ کی  
 طرف قرآن عربی زبان میں تاکہ آپ ڈرنا نہیں اور اللہ تعالیٰ اور  
 اس کے اور کلمہ والوں کو۔ اور آپ ڈرنا ہیں جمع ہونے  
 لئے دن سے جس میں کوئی شک نہیں ایک ذوقِ جنت  
 میں اور دوسرا ذوقِ ہلاکتی ہونی آگ میں ہو گا ⑤ اور اگر  
 چاہتا اللہ تعالیٰ تو کہہ دیتا کہ ایک ہی امت۔ لیکن وہ  
 داخل کرتا ہے جس کو چاہے اپنی رحمت میں، اور ظہر رکھنے  
 والوں کے لیے نہیں ہو گا کوئی ساتھی اور نہ کوئی مددگار ⑥  
 کیا بنا لیے ہیں ان لوگوں نے جس کے سوا کارہ۔ ؟  
 پس اللہ ہی کارہار ہے، اور وحی زندہ کرتا ہے مومن کو  
 اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ⑦ اور جب بات  
 میں تم اختلاف کرو، پس اس کا حکم اللہ کی طرف ہے  
 یہ ہے اللہ میرا پروردگار، اسی پر میں بسر و سر رکھتا ہوں، اور  
 اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں ⑧ بنانے والا ہے  
 آسمانوں اور زمین کا، اس نے بنائے ہیں تمہارے لیے  
 تمہاری جانوں میں سے جوڑے اور مویشیوں میں سے بھی  
 جوڑے، پس اللہ ہے تمہیں اس میں۔ نہیں ہے اس کی  
 مثل کوئی چیز، وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے ⑨  
 اسی کے پاس ہیں جابیاں آسمانوں کی اور زمین کی۔ کشتہ وہ  
 کرتا ہے روزی جس کے لیے چاہے اور تنگ کر دیتا  
 ہے۔ بیشک وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے ⑩

وحی الہی کی  
 حقانیت

وحی الہی پر ایمان لانا دین کے بنیادی اصولوں میں سے ہے۔ سورۃ  
 بقرہ کی ابتدا بھی وحی الہی کی حقانیت سے ہونی جیسا کہ گذشتہ درس میں مسترہیا

كَذَلِكَ يُبَيِّنُ آيَاتِكَ وَرَأَى الْآيَاتِ مِنْ قَبْلِكَ اسی طرح ہم نے  
 دیکھی آپ کی طرف جیسا کہ وہی بھی آپ کے پہلے لوگوں کی طرف۔ اور اب اس میں  
 سکا آغاز بھی وہی الہی کی حقانیت سے ہوتا ہے، البتہ سابقہ و اس کی نسبت میں الہی  
 کا ذکر اس مقام پر قلم سے تفصیل سے ہے۔ ارشاد ہوتا ہے وَكَذَلِكَ أُوحِيَ  
 إِلَيْكَ فَتَنَالُوا عَصَايَ اُور اسی طرح ہم نے وہی نازل کی ہے آپ کی طرف ایک  
 قرآن جو عربی زبان میں ہے، قرآن پاک میں وہی الہی اور وہی سکھ بنیادی عطا کا تذکرہ  
 بار بار آ رہا ہے تاکہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے گذشتہ دوں میں وہی الہی کا ذکر  
 سابقہ انبیاء کے تسلسل میں کیا گیا تھا۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت  
 عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء پر کم و بیش وہی کا نزول ہوتا رہا ہے اور اب یہ بات  
 واضح کی جا رہی ہے کہ ہر وہی کا نزول بھی کی قرنی زبان میں ہوتا ہے، چنانچہ سورۃ ابراہیم  
 میں موجود ہے وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمِهِ يُبَيِّنُ  
 لَكُمْ آيَاتِہِمْ ہر رسول کو اس کی قرنی زبان میں بھیجا تاکہ وہ اپنی قوم  
 کو بات اچھی طرح واضح کر سکے جب نبی اور قوم کی زبان ایک ہو گئی تو یہ محالہ وہی  
 الہی بھی اسی زبان میں نازل ہوگی، اسی لئے فرمایا کہ ہم نے آپ کی طرف وہی کی قرآن  
 پاک جو کہ آپ کی قرنی زبان عربی میں ہے۔

جڑائے عمل  
 کیوں ضروری  
 ہے؟

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ انسان کے لیے جڑائے عمل کا  
 واقع ہونا پیار و جوہات کی بنا پر ضروری ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ انسان کی طبیعت فطرت  
 اور اس کے توانے ظاہر و باطن چاہتے ہیں کہ اس کو عمل کا بدلہ ضرور ملنا چاہیے۔  
 اللہ تعالیٰ نے انسان میں ملکیت اور جہمیت دونوں قسم کی قوتیں و رجعت کی ہیں۔  
 اور انسان ذاتی طور پر چاہتا ہے کہ اس کی ملکیت اس کی جہمیت پر غالب رہے  
 تاکہ اس کے حالات فطرت کے مطابق درست رہیں۔ اس کے برخلاف اگر جہمیت ملکیت  
 پر غالب آگئی تو اس کا نتیجہ الٹ نکلتا ہے اب ملکیت کو غالب رکھنے کے لیے ضروری  
 ہے کہ انسان میں ایسے امور کی انجام دہی کے لیے طہارت یعنی پاکیزگی پائی جائے۔ اگر



نباست وَلَا يَكْمُرُ كُرْسِيَّكَ، شَاہِ وہ ظاہری نباست بَدِیَا رُوحَانِی، اَوْرَاسِ سے اس کا  
 مزاج بگڑ جائے گا۔ عَلَاوہ اُنہی ملکیت کے یہی ضروری ہے کہ انسان نباست  
یعنی عاجزی کو اختیار کرے، اگر غزور و تکبر میں میں گیا تو نہ کام ہو جائے گا۔ انسان کے  
یہی تیسری خصلت سہمت ہی ہونی چاہئے یعنی وہ ہمارے اور غم و دل ہو۔ اور خود غرضی  
 اور نباست سے پہ پیڑ کرتا ہو۔ اور چوتھی صفت یہ ہے کہ انسان میں عدل پایا جائے  
یعنی وہ غم و غم و غم و غم سے پاک ہو۔ شَاہِ صاحب فرشتے ہیں کہ انسان میں ملکیت  
کے غلبہ کے یہی دہیں مذکورہ چار صفات یعنی طہارت، اخلاص، سہمت اور عدل  
کا ہونا ضروری ہے وہ اس کا مزاج بگڑا کر پھیر دیتے کی طرف چل جائے گا۔ شَاہِ  
مثال کے طور پر سمجھئے ہیں کہ گھاس خورد جائے میشتر بگڑی گھاس، اور ٹٹ وغیرہ  
جب تک گھاس اور چارہ کھاتے ہیں گھاس ان کا مزاج درست رہے گا۔ اور جب یہ  
گوشت کھائے گھاس ان کا مزاج بگڑ جائے گا۔ اسی طرح انسانی فطرت کا تعلق  
بھی یہی ہے کہ وہ میں کام انجام دے جس سے اس میں ملکیت کا عنصر پھیر دیتے  
کے عنصر پر غالب ہے۔ غرضیکہ جہزے عمل کی پہلی وجہ تو خود فطرت انسانی کا تعلق  
ہے کہ یہ ضرورہ واقع ہونا چاہئے۔ کیونکہ اس کے بعد انسان کے اچھے اور برے اعمال  
میں تیسری معنی ہو جاتی ہے۔

جہزے عمل کے واقع ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ کی مقررہ مخلوق  
یعنی علاء اعلیٰ کے فرشتے ہر انسان کے یہی دعا یا بدو کا کرتے ہیں۔ جو انسان اچھے عمل  
انجام دیتے ہیں تو فرشتے اُن کے حق میں بخشش کی دعائیں کرتے ہیں۔ میرزا المؤمن  
کے پہلے مذکورہ میں مذکورہ کا ارشاد ہے کہ عالمین عرش اور اس کے اور مذکورہ مصلحت  
یہی ہے فرشتے پہلے دعا کی سبب و تحید بیان کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ  
ایمان کہتے ہیں وَيَسْتَفِضُّونَ لِلَّذِينَ اصْبَحُوا اور اہل ایمان کیلئے بخشش کی دعائیں  
کرتے ہیں۔ جب اللہ کے بعد ایمان لانے کے بعد نیک اعمال انجام دیتے ہیں  
تو فرشتوں سے خوشی کی شعائیں نطق ہیں۔ جو ایک طرف تو اس نیک آدمی پر پڑتی

ہیں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی جاتی ہیں۔ اور اگر کوئی آدمی بڑے کام کرتا ہے تو فرشتوں سے غضب کی شعاعیں اٹھتی ہیں اور ان کے منہوں سے یہ الفاظ نکلنے لگتے ہیں۔ تو اس دعا یا دعا کا نتیجہ ہمیں تجزائے عمل کی صورت میں حلاً ضروری ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور انبیاء علیہم السلام پر شریعتیں نازل فرمائے ہیں اور انسانوں کو ان کی پابندی کو لازم فرمایا ہے۔ ان شرائع کا تقاضا بھی ہے کہ جہزائے عمل ضرور واقع ہوں کہ شریعت کی پابندی کرنے والوں کو ایسا ملے اور ان کی مخالفت کرنے والوں کو سزا ملے۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ اللہ کا فرمان ہے وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ (النساء: ۶۴) ہم نے ہر رسول کو اس لیے بھیجا کہ لوگ اس کی پیروی کریں۔ اب اگر کوئی شخص ایسے شخص کی پیروی کرتا ہے اور کوئی نہیں کرتا، تو وہ باغی نہیں ہو سکتے لہذا بعثت انبیاء علیہم السلام کا تقاضا بھی ہے کہ اطاعت کنندہ کو جزا اور معصی کو سزا دی جائے اور یہی جہزائے عمل ہے۔

تبلیغ قرآنی  
کے ذرائع

جہزائے عمل کے دن سزا سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ احکام الہی پر عمل کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے احکام اور شریعت اپنے انبیاء کے واسطے لوگوں تک پہنچاتا ہے۔ ہر نبی پر سے طریقے سے حق تبلیغ آتا ہے اور اگر کسی کے بعد بھی اگر کوئی شخص ایمان کو قبول نہیں کرتا تو وہ سزا کا مستحق بن جاتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ تَبْعَثَ رَسُولًا رَّبَّنَا عَلِيمٌ

ہم کسی قوم کو سزا نہیں دیتے جب تک کہ اس کے پاس اپنا رسول نہ بھیج لیں۔ اور نبی اپنا قومی زبان میں کلام کرتا ہے۔ اگر نبی کی زبان قوم کی زبان سے مختلف ہو تو عیسٰی اعتراف کرتے گا کہ ہم اللہ کے احکام کو اچھی طرح سمجھ نہیں پاتے۔ یہ اعتراف من گزشتہ سورۃ حسہ المسجدہ میں بھی ذکر ہو چکا ہے کہ اگر ہم اس قرآن کو غیر عربی زبان میں نازل کرتے تو یہ لوگ کہتے کہ اس کی آیتیں ہماری زبان میں کیوں نہیں بیان کی گئیں۔

کیا خوب ہے مَا أَتَاكَ خَبْرٌ وَهِيَ كَذِبٌ (آیت: ۴۴) کہ قرآن بھی زبان میں ہے



جب کہ ہم عربی بولنے والے ہیں۔ اعراس بتلیخ قرآن کا ایک ذریعہ قرعہ عربی زبان ہے۔  
جو اس کے اولین مقلدین کی زبان ہے۔ انہوں نے پہلے خود اس کو کجا اور پھلے آگے  
دوسروں تک پہنچایا۔

اللہ تعالیٰ کو ارشاد ہے کہ جس نے یہ قرآن عربی زبان میں نازل فرمایا ہے لَقَدْ  
أَمَرَ الْقُرْآنَ وَمَنْ حَوْلَهَا نَاكَ آبِ ثَارِیْ بَیْتِیْوْنِ کِی بَیْتِیْوْنِ کِی مَکْرَمَہ اور اس کے  
ارد گرد والوں کو۔ چونکہ آپ عربوں کی طرف اُس زبان میں بعثت ہوئے۔ اس لحاظ  
سے آپ قومی بھی ہیں فَذَلِیْ نَا یٰہَا النَّاسُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ الَّذِیْ کُم  
جَمِیْعًا (الاعراف - ۱۵۸) اے پیغمبر! آپ کہہ دیں کہ اے دنیا جہان کے  
لوگو! میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ گویا اس لحاظ سے آپ میں قرآن کا  
بھی بھی ہے۔ مگر آپ کی یہ حیثیت آپ کی اپنی قوم یعنی عربوں کے واسطے ہوئی سب  
سے پہلے آپ نے اپنی قوم کو دین کا علم سکھایا اور پھر انہوں نے اُسے دنیا میں اس  
کو پہنچایا۔ اللہ نے فرمایا کہ اے لوگو! ہم نے تمہیں امت مقرر کیا ہے لَتَكُوْنُوْا  
شَہِدًاۗ عَلَی النَّاسِ وَتَکُوْنُ الرُّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَہِیْدًا (البقرہ - ۱۴۳)  
تاکہ تم تمام دنیا کے حکم بن جاؤ اور اللہ کا رسول تمہارا معلم ہو جائے۔ بہر حال تبلیغ قرآن  
اور تبلیغ دین کا کام حضور علیہ السلام کی قوم کے واسطے سے لہذا بعد فقہی حلقہ آ رہا ہے  
جو اقباع قیامت اسی طرح جاری ہے گا۔ چنانچہ اللہ نے حضور علیہ السلام کی زبان سے  
کھرایا کہ یہ قرآن میری طرف اس لیے وحی کیا گیا ہے کہ میں تمہیں اس کے ذریعے ڈراؤں  
وَمَنْ یَّبْلَغْ رَاۤءَہُمْ (۱۹) اور اس کو بھی میں تک پہنچے۔

نزل قرآن  
کتابت

بہر حال اللہ نے نزول قرآن کا ایک مقصد قریب بیان فرمایا ہے آپ مکرہوں  
اور دگر دہانوں کو ڈراؤں۔ اس مقام پر شرمک کے لیے ہم القرع کا لفظ استعمال کیا  
گیا ہے جس کا معنی بستیوں کی جڑ یا بنیاد ہے۔ ابتدا میں کہہ ارض مکمل طور پر پانی میں  
ڈوبا ہوا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے خاند کعبہ والی جگہ پر خشکی کا اجماع کیا اور  
پھر اسی کو پھیلا کر مادی زمین بنا دی گئی۔ اسی لیے شرمک کو زمین کی نافرمانی بھی کہتے ہیں کہ



زمین کا پھیلنا اور اسی مقام سے شروع ہوا۔ مگر مکرر کہ اسم القہری اس حادثے سے بھی کہتے ہیں کہ اس کو دنیا بھر کی بستیوں میں نفیست حاصل ہے۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہجرت کے موقع پر مکہ مکرمہ کو چھوڑے تھے تو آپ نے چٹ کر اس پستی کی طرف نگاہ ڈالی اور فرمایا اے مکہ کی سرزمین! تم اللہ کے نزدیک تمام مخلوق سے بہتر خطہ ہو۔ اگر میری قوم کے لوگ مجھے یہاں سے نکلنے پر مجبور نہ کرتے تو میں تیرا بیٹا اور چھوڑ کر کبھی نہ جاتا۔

اللہ نے فرمایا کہ یہ قرآن ہم نے اسی لیے اتارا ہے تاکہ آپ اہل مکہ اور اہل داروں کو ڈرا دیں وَتُذَكِّرَ الْيَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ اور جمع ہونے کے دن یعنی قیامت کے روز سے بھی ڈرائیں جس کے واقع ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ اُس دن عزرائیل علی کی سزائی آئے گی جس کے نتیجے میں قَدْرُوقِ الْجَنَّةِ وَقَدْرُوقِ فِي السَّعِيرِ ایک گروہ جنت میں جائے گا اور ایک گروہ جہنم میں ہوئی آگ کا شکار ہوگا۔ ایمان لا کر توحید کے راستے پر چلنے والا اللہ کی رستہ جنت میں داخل ہوگا، اور کفر، شرک اور سحابی کا مرتکب جہنم پرسیہ ہوگا۔ فرمایا آپ اُس دن کی ہولناکیوں سے بھی ڈراؤں کہ خبردار کروں، ہر حال میں ذمہ داری سب کے پلے عرواں پرمانہ ہوتی ہے اور پھر ان کے واسطے اُگلے نسلوں کو ذمہ دار ہیں کہ وہ خدا کا دین آئندہ نسلوں تک پہنچائیں۔ آج ہم بھی ذمہ دار ہیں کہ دین حق کو صحیح طریقے سے آنے والی نسلوں تک پہنچائیں اور اسی طرح ہر دور کے لوگوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

دو فریقوں کا ذکر کرنے کے بعد اللہ نے فرمایا وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً اَلَا اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی فرقہ بنا دیتا یعنی سب کو جبراً اطاعت پر مجبور کر دیتا، مگر یہ اُمم کی حکمت کے منافی ہے۔ اُس کا عام اعلان ہے کہ یہ قرآن تمہارے پروردگار کی طرف سے حق ہے فَخَسِّنْ سَمَاءَ فَلْيُؤْمِنُوا وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ (النکھت ۲۹۰) اب جس کامی چاہے اس پر ایمان لائے اور جس کامی چاہے انکار کرے۔ اگر کفر کرے گا تو آگے اُمم کے لیے جہنم ہی تیار ہے

اسلام میں  
جبر نہیں



”اللہ نے خبردار کر دیا ہے مگر جبر نہیں کیا۔ اُس کا قانون یہ ہے لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّينِ  
 قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (ذائقہ ۲۵۶) دین میں جبر نہیں ہے  
 ہدایت گمراہی سے الگ ہو چکی ہے۔ اب یہ انسان کے اپنے اختیار میں ہے کہ وہ  
 ہدایت کا راستہ اختیار کرے یا گمراہی کا۔

بعض لوگوں نے اس میں مسلمانوں کو بذاہم کرنے کی کوشش کی ہے کہ بعض  
 مسلمان جتہ اذی نے لوگوں کو زبردستی اسلام میں داخل کیا ہے۔ اس قسم کا پرابلیم  
 اورنگ زیب عالمگیر کے خلاف خاص طور پر کیا جاتا ہے مگر یہ درست نہیں  
 ہے۔ خلافت راشدہ اور اس کے بعد کسی مسلمان حکومت نے غیر مسلموں کو دین میں  
 زبردستی داخل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ البتہ دیگر اقوام نے مسلمانوں کے ساتھ  
 ایسا سلوک مندر کیا ہے۔ سپین میں دو کروڑ مسلمان آباد تھے مگر عیسائیوں نے یا  
 ترانیں قتل کر دی یا جبراً عیسائی بنایا۔ یہی لوگوں کو زبردستی شہر آک بنا تے ہیں اور  
 اور اسی خرت پسند، بدعہ اور سکھ بھی اپنا اپنا مذہب قبول کرنے پر مجبور کرتے تھے۔  
فَرَادَا اللّٰهُ كَيْسِيْ بِمَجْرَمِيْ كَرًا وَتَكِيْنٌ يُّدْرِيْخُوْنَ مِنْ كَيْسَانِدٍ هٰبٍ  
رَحْمَتٍ بِمَكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی تَحِيَّ جَابِتًا ہے اپنی رحمت میں داخل کرے تیسے والظلم  
 مَا لَهُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَصِيْرٍ اور جو لوگ ظالم ہیں یعنی کفر و شرک کو  
 ترک کرنے کے لیے تیار نہیں، ان کا نہ کوئی کارساز ہوگا اور نہ مددگار۔ ایسے لوگ قیامت  
 کے دن پھٹے جائیں گے اور پھر سنت مزار کے سختی ہوں گے۔

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس لیے ضروری ہے کہ وہ مطلق اور مطلق  
 ہے اور کسی کی اطاعت اس لیے فرض ہے کہ وہ اللہ کا پیغام پہنچانے پر مامور ہوتا  
 ہے۔ اس کے بعد مسلمان حکم علّیٰ حق، مبلغ دین، قاضی اور مفسی کی اطاعت بھی  
 ضروری ہے مگر اُس وقت جب تک وہ خود اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول  
 کی اطاعت میں ہے۔ اگر ان میں سے کوئی شخص خلافت قرآن و سنت بات کرے  
 تو وہ قابل قبول نہیں ہوگی۔ سورۃ النساء میں اللہ کا فرمان ہے اِطِيعُوا اللّٰهَ وَاطِيعُوا

اس کے رسول کی خبر دینا ضروری کرو، اور تم میں سے جو صاحب امر ہیں ان کی بھی ۔ اور اگر کسی معاملہ میں اختلاف پیدا ہو جائے ، فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (آیت - ۵۹) تو ایسے معاملہ کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لو، وہ کسی حاکم عالم قاضی، مفتی وغیرہ کی خلاف قرآن و سنت کوئی بات قابل قبول نہیں ہوگی ۔

فَرَأَىٰ أُمَمًا اخْتَلَفُوا فِي دِينِهِمْ أُولَٰئِكَ كَانُوا لَمِنَ الْأَشْكَرِ (سورہ مدثر) اور رسول کو کارساز بنا لیتے ، عَلَّامٌ لِّمَا فِي السَّمَوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ (سورہ فرقان) اور وہی سرور کو زندہ کر آئے وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ۔ اسی کو کارساز کہنا چاہیے اور اس کی توحید پر ایمان لانا چاہیے ۔ اور تمام معاملات میں اسی کو پکارنا چاہیے ۔

اختلافی مسائل  
میں قرآن فیصلہ

ارشاد ہوتا ہے وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ اگر کسی چیز میں تم اختلاف ہو جائے فَكُفُّوا عَنِ اللَّهِ تو اس کا حکم یعنی فیصلہ اللہ کی طرف سونپ دینا چاہیے ۔ یہ ایک اہم اصول ہے مگر لوگ اسے نہ کہ کسی کے اکثر صاحب میں مبتلا ہو جاتے ہیں ۔ اگر تمام ہمیں تنازعات اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق حل کر لیے جائیں تو دنیا میں بیکوں کا گیارہواں حصہ بن جائے ۔ مگر انہوں نے جو فرقہ و جہالت گرد و یا حکومت میں مانی کرتے ہیں اور پھر اس کے لیے جواز تلاش کرنا شروع کر دیتے ہیں ۔ حالانکہ چاہیے تو یہ تھا کہ اپنے تمام معاملات اللہ کے دین اور شریعت کے سامنے پیش کر دیتے ۔

دیکھ لیجئے ، ایران اور عراق کے درمیان ایک چھوٹے سے خطہ شط العرب کا جھگڑا ہے جس پر سات سال سے جنگ ہو رہی ہے دونوں ممالک میں عسکر کسی فیصلے پر پہنچنے سے قاصر ہیں ، اختیار نے مسلمانوں کی بڑی بڑی سلطنتیں ہتھیار لی ہیں وہ تو واپس نہیں لے سکتے مگر یہاں ایک تھوڑی سی جگہ کے لیے کشت و خون ہو رہا ہے جس میں اب تک سات لاکھ ایرانی اور پانچ لاکھ عراقی ہلاک ہو چکے ہیں



اور حوالہ دہانی ہو رہا ہے، اسی کا اندازہ ہی نہیں رکھا جاسکتا۔ سورۃ الحجرات میں اللہ کا فرمان ہے کہ اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو آپس میں قاتل ہوں یا بے گناہ ہوں (آیت ۹۰)۔  
 کراچی میں صلح کرادو، منگریاں صلح پر کوئی بھی ذریعہ آمادہ نہیں حالانکہ دنیا بھر کی اسلامی  
 حکامتیں اس کے لیے کوششیں کر چکی ہیں۔ آخر یہ اللہ کے فیصلے سے روگردانی نہیں  
 تو اور کیا ہے؟ (اب یہ جنگ ختم ہو چکی ہے)

عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگ اپنی مرضی سے بیوی کو طلاق دے دیتے ہیں۔  
 پھر جب مذمت ہوتی ہے تو اس کا ازالہ تلاش کرنے لگتے ہیں، علماء کے پاس  
 رقت آتے ہیں جب طلاق واقع ہو چکی ہوتی ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ میں نے مجھے  
 اگر طلاق دے دی ہے، اب اس کو کوئی حل نکالو تاکہ بیوی سے علیحدگی کی نوبت نہ آئے  
 ورنہ یہ ہے کہ لوگ طلاق دینے سے چلے نہیں پر پچھتے کہ طلاق دینے کا صحیح طریقہ کیا  
 ہے تاکہ بعد میں مشکلات پیش نہ آئیں۔ بات وہی ہے کہ لوگ اپنے معاملات  
 کو اللہ کی طرف لوٹانے کی بجائے من مرضی کرتے ہیں اور پھر محبت میں جنس  
 دیتے ہیں۔ اسی لیے اللہ نے اصول بتا دیا ہے کہ جس بات میں اختلاف پیدا  
 ہو جانے لگے اس میں اللہ کا فیصلہ حاصل کرو۔

توکل علی اللہ

وَلَا يَذِلُّكُمْ اللَّهُ زُلْفًا عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا  
 میں تو اسی پر عبور دے کر رہا ہوں۔ وَالْيَوْمِ الْآخِرُ اور اسی کی طرف رجوع کرتا  
 ہوں۔ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَنْ مَدَّ يَدَهُ فَاَلَا يَبْسُطُهَا فَاَلَا يَمْدُدُهَا  
 جَعَلَ لَكُم مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا اَسْ لَمْ يَسْخَرْ مِنْكُمْ بَلْ اَنْتُمْ سٰخِرُوْنَ  
 لیے تمہاری جانوں میں سے جوڑے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے تشریف جنس کر کے کسی کو  
 سرور دیا اور کسی کو عورت۔ وَمِنْ اَلَا يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ اور جانوروں کے  
 بھی جوڑے جوڑے یعنی مرد اور مادہ بنائے ہیں تاکہ سلسلہ تولید و تاسیل اسی طرح قائم  
 رہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اَلَا تَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَخْتَارُ مِمَّنْ يَّهْدِيْهِ فَاَلَا يَذِلُّهُمُ  
 تہمیر و تہذیب اور پھر زیادہ بہتر بات زمین ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو زمین میں بکھیر دیتا





شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا  
 وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ  
 وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا  
 فِيهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ اللَّهُ  
 يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ  
 يُنِيبُ ① وَمَا تَفَرَّقُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ  
 الْبَلَاءُ بِمَا بَيْنَهُمْ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ  
 مِنْ رَبِّكَ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى لَفُضِيَ بَيْنَهُمْ وَ  
 إِنَّ الَّذِينَ أُورِثُوا الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَفِي شَكٍّ  
 مِنْهُ مُرِيبٍ ②

ترجمہ :- مقرر کیا اللہ تعالیٰ نے انھما سے لیے جو دین  
 جس کی تاکید کی (اشارے) نوح علیہ السلام کو ۔ اور جو  
 جس کی دہی کی ہے ہم نے آپ کی طرف ۔ اور جو تاکید  
 کی ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو ۔ اور کہا :  
 کہ قائم رکھو دین کو اور نہ تفرقہ ڈالو اس میں ۔ بھاری ہے  
 مشرکوں پر وہ چیز جس کی طرف آپ ان کو دعوت  
 دیتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ میں منتخب کرتا ہے اپنی طرف جس

کہ چاہتا ہے۔ اور دیکھتا ہے اپنی طرف اس کو جو  
 جمع لاء ہے (۱۳) اور نہیں تفرق ڈال رہا لوگوں نے  
 مگر بعد اس کے کہ آجہا ان کے پاس علم سرکشی کرتے  
 بیٹے اپنے درمیان۔ اور اگر نہ ہوتی ایک بات جو پہلے  
 ملے ہو چکی ہے تیسرے پورے دھوکہ کی طرف سے ایک  
 مقررہ مدت تک ترالٹہ فیصلہ کر دیا جاتا ان کے درمیان  
 اور بیشک وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی ہے ان کے بعد  
 اپنے دور اس میں تردد و تکلیف میں ہیں (۱۴)

رابطہ آیات

پہلے وہی الہی کی حقانیت کا ذکر ہوا بعد ازاں قرآن میں نزولِ قرآن  
 اور اس کی غرض و غایت بیان فرمائی رسالت کا مندر بیان کیا اور شان و آواہن  
 متنازعہ مسائل کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا کہ وہ پھر اللہ کی ذات پر چرچا کرنے و بحث کرنے  
 اور اس کی یہ صفت بیان کی کہ وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے۔ اللہ نے انسانوں اور  
 جانوروں کو چیزوں کی شکل میں خد کر و نمونہ پیدا کیا ہے۔ وہ ان سب کو اپنی قدرتِ ماحرہ  
 سے زمین میں بکھیرا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بے مثال اور بے مثال ہے۔ تمام چیزوں  
 کی چابیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں اور اُسے ہر شے پر تصرف حاصل ہے۔ رزق میں  
 وسعت اور تنوع بھی وہی فرماتا ہے۔ وہی الہی کوئی نہ رکھیں چیز نہیں بلکہ یہ تو ہر نبی  
 پر نازل ہوئی رہی ہے۔ اللہ نے تمام انبیاء کو ہی حکم دیا کہ وہ دین کو قائل رکھیں اور  
 تمام لوگوں کو بھی دین اختیار کرنے کی تلقین کی۔ اس طرح اللہ نے منجانبِ دین کا ہر  
 بھی منسوخ کیا۔

مشرع دین

اب اللہ نے دین حق کا اہتمام کرنے والوں کا مشورہ کیا ہے کہ دین قرآن  
 حقیقت ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے شرع لکھو منک  
 الدین اللہ نے تمہارے لیے ایک دین مقرر کیا ہے۔ شریعت درجہ مل گئی  
 کہ کہتے ہیں جس پر اللہ نے لوگ پانی حاصل کرتے ہیں۔ اسی مناجاست سے شریعت



کہ بھی دین گناہا ہے کہ لوگ اس کے ذریعے اپنی روحانی نیکی کو دور کرتے ہیں ۔  
 شریعت کے احکام معلوم کر کے ان پر عمل پیرا ہوتے ہیں ۔ اس طرح انہوں سے  
 نیک جاتے ہیں اور اپنی زندگی کو درست کر لیتے ہیں ۔ تو فرمایا کہ اللہ نے تمہارے  
 لیے دین مقرر فرمایا ہے مَا وَصَّيْ بِہِ نُوْحًا جس کی تاکید اللہ نے نوح  
 علیہ السلام کو کی تھی وَ اٰلَہٗ ذِیْ اَوْحٰی اِلَیْکَ اور یہ دین ہے جس کی وحی ہم  
 نے آپ کی طرف بھی کی ہے ۔ نیز فرمایا کہ یہ وہ دین ہے وَمَا وَصَّیْنَا بِہِ  
اِبْرٰہِیْمَ وَ مُوْسٰی وَ عِیْسٰی جس کی تاکید ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام  
 حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی کی ۔ اس مقام پر اللہ نے  
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سمیت پانچ اولوالعزم انبیاء کا تذکرہ کر کے فرمایا کہ ان سب  
 کو یہی تاکید کی اَنْ اَقِیْمُوْا الدِّیْنَ کہ وہ دین کو قائم کریں ۔

قرآن و سنت میں دین ، ملت اور شریعت اصطلاحات کے طور پر استعمال  
 ہوتے ہیں ۔ دین کا معنی جزا بھی ہوتا ہے جیسے سورۃ الفاتحہ میں ہے مِلَّةَ یَوْمِ  
الدِّیْنِ اللہ تعالیٰ جزایا انصاف کے دن کا نامک ہے ۔ دین کا معنی اطاعت  
 جس ہوتا ہے جیسے فرمایا فَاَعْبُدِ اللّٰہَ تَخْلِصًا لِّہٖ الدِّیْنَ (الذکر - ۲)  
 آپ اللہ کی عبادت کریں ۔ تَخْلِصًا کسی کی اطاعت کہتے ہوئے ، غرضیکہ دین  
 اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ وہ ضابطہ حیات ہے جس پر عمل کرے انسان اللہ تعالیٰ کو قربت  
 کو پا سکے ہیں اور اس کی امریات سے بچ سکے ہیں ۔ اس ضابطہ کے اصول مستقل  
 ہوتے ہیں جن میں کوئی تغیر و تبدل واقع نہیں ہوتا ، مثلاً توحید باری تعالیٰ ، رسالت  
 انبیاء ، کتب سماویہ ، و رقع قیامت ، جنہاں عمل و غیرہ ایسے اصول ہیں جن میں کسی  
 بھی تبدیلی کے زمانہ میں کوئی اختلاف نہیں رہا بلکہ یہ تمام احوال میں مستقل ہیں نہ تو اصل  
 سہے ہیں اور ان پر ایمان لانا ہر نبی کی امت کے لیے ضروری شے ہے ۔ یہی دین ہے  
 جو اللہ نے ہر امت کے لیے مقرر فرمایا ہے ۔

ملت سے مراد کلیات یعنی مومن مومنہ اصول ہیں ۔ اور یہ بھی تمام انبیاء کے

جیسے کیاں تھے ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی کہتے ہیں کہ وقت بڑا بھیستے ہیں صحابی مورخین اور پھر طاعت خدایت میں یہ چار اصول یعنی توحید، طہارت، نماز اور صومہ نمایاں طور پر نافذ تھے ہیں۔ مگر صحابیوں نے بعد میں ان اصولوں کو بگاڑ دیا اور تار و پود کی اختیارات کے شرک میں مبتلا ہو سکے۔ امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ چار اصول طہارت، اخلاص، رعایت، سہولت و خیریتوں سے بچنا اور عدل کسی بھی کی شریعت میں بھی غسوت نہیں ہوسکتے اور آج ہماری شریعت میں بھی ان کو مستقل حیثیت حاصل ہے سورۃ الزابیا میں اللہ نے بہت سے انبیاء علیہم السلام کا ذکر کر کے فرمایا ہے۔ اِنْ هٰذِهِ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَاحِدَةً (آیت ۹۲) تمہاری یہ امت یعنی امت ایک ہی امت ہے جو سارے انبیاء میں قدر مشترک ہے۔ غرضیکہ دین اور امت ہر دو میں ایک ہی ہے ہیں۔ دین بنیادی عقائد ہیں اور امت ہونے والے اصول۔

ابن عربی رحمہ اللہ اور اصولوں کی جزئیات، تشریحات اور تفصیلات کو شریعت کہا جاتا ہے۔ سورۃ النامہ میں فرمان باری تعالیٰ ہے لِيُكَلِّمَ جَعَلْنَا مِثْقَلَهُ اثْنَيْ عَشَرَ مِثْقَالًا (آیت ۲۸) تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے عبادت شریعت اور راستہ حق کر دیا ہے۔ دین اور امت کے یہ خدائت ہر امت کی شریعت مختلف رہی ہے۔ مثلاً پہلی امتوں میں جن بھائی کائنات جائز تھا لیکن اب میں اس کو حرام قرار دے دیا۔ بعض شریعتوں میں اونٹ کا دودھ اور گوشت جائز نہیں تھا، مگر آخری امت میں یہ بالکل جائز ہے۔ جبر حال مختلف امتوں کی شرائع یعنی فروع اور فروع میں مسائل مختلف ہے ہیں۔ اس بات کی وضاحت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس آیت فرمائی ہے اِنَّمَا شَرَّكَ الْاَلِهِيَاءُ بَنُو عَدَانَ دِينًا وَاحِدًا ہم انبیاء کا گروہ، عداقی بھائی ہیں ہمارا دین ایک ہے مگر شریعتیں جدا جدا ہیں۔ عداقی بھائی وہ ہوتے ہیں جن کا باپ ایک اور ماں مختلف ہوں مطلب یہ کہ دین اور امت کو تمام امتوں کی نیکیاں میں مگر ان کی شرائع الگ الگ ہیں۔

اللہ نے اپنے اولوالعزم انبیاء کو تاکید فرمائی کہ دین کو قائم رکھو اور

فرقہ بندی  
کی ممانعت



غیب اور اس میں تفرقہ ڈالو۔ تفریق کا معنی یہ ہے کہ دین کے کسی اصول کو ماننے اور کسی کو نہ ماننے یا کسی نبی کی نبوت پر ایمان نہ لے لو۔ کسی کو انکار کر دیتے۔ جگہ سے انبیاء پر ایمان لانا ضروری ہے اگر کسی شخص نے دین کا انہر تو نہیں کیا مگر اس کے بعد وہ سادہ غلط کر دی ہے۔ تو یہ بھی تفرقہ ہی سمجھا جائے گا۔ مطلب یہ کہ میں اپنے بات کر رہا ہوں یا اور نہ اپنے کر چھوڑ دیا۔ یہ دین پر عمل نہیں ہوگا بلکہ تفرقہ ہوگا۔ ایسے ہی تفرقوں سے کھراو فرقتے پیدا ہوتے ہیں جو ہندو کا اندھ من بنتے ہیں۔ اسی سے التفرقہ فرمایا کہ دین میں تفرقہ نہ پیدا کرو بلکہ اُدْخُلُوا فِي السَّلامِ خَافَةَ وَتَتَّبِعُوا خُصُوصَ الشَّيْطَانِ (سبقہ ۲۰۸) دین اسلام میں پرسے سے پرسے داخل ہونا اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلنا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص بعض اصول کو ماننا ہے اور بعض کا انکار کرتا ہے وہ شیطان کے نقش قدم پر چل کر تفرقہ ماری کا شائبہ ہوتا ہے اور اسی چیز سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

الجبۃ ایک قسم کا اختلاف اچھا بھی ہے۔ ایسا اختلاف اصولی اور فروعی نہیں بلکہ فروعیات میں ہوتا ہے۔ اس اختلاف کا تعلق مجتہد اور اجتہاد کے مابین ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بعض چیزوں کی تشریح خود نہیں کی بلکہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ سید کیا ہے اور بعض معاملات کی تشریح مجتہدین کے سپرد کی گئی ہے جیسے اللہ تعالیٰ ۱۰ ارشاد ہے۔ جلد یہ لوگ قرآن پر غور کیوں نہیں کرتے۔ اگر یہ غیر اللہ کا کلام نہ ہوتا تو اس میں بہت سا اختلاف پاتے اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو اسے مشورہ کرتے ہیں۔ اور اگر اس کو مخیر اور اپنے صاحب امر لوگوں کی طرف سے اَعْلٰہُ الْاٰذِیۡتِ یَسْتَبِطُوْنَ فَرَمٰہُمْ وَاَلۡسَآءُ ۱۴۳۔ تو وہ جمع مل مکانی کر پیش کر دیتے۔ صاحب امر سے ماؤ مسلمان حکام بھی ہیں اور امت کے علماء اور فقہاء بھی۔ لہذا اگر کسی مسئلہ میں شرعی فتویٰ کی ضرورت ہو یا کسی شخص کی وضاحت سے مطلوب ہو تو ایسا مسئلہ علماء اور فقہاء کے سامنے پیش کرنا چاہیے تاکہ وہ اپنی علمی تحقیق و تبحر کی روشنی میں اس کا حل پیش کر سکیں۔ یہ قرآن کی تعلیم ہے۔ ظاہر

اختلاف  
مجتہدین







الشوریٰ ۴۲

آیت ۱۵

الیہ یرد ۲۵

درست پیغم ۴

فَلِذَلِكَ فَادِّعْ، وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ، وَلَا تَتَّبِعْ  
 أَهْوَاءَهُمْ، وَقُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ  
 وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ اللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمُ الْبَيْنُ  
 أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ لَا جُحَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ  
 اللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنا وَآلِیْهِ الْمَصِیرُ ①۵

ترجمہ یہ ہے اسی لیے آپ دعوت دیں، اور مستقیم رہیں  
 بیا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے، اور نہ پیروی کریں ان لوگوں  
 کی خواہشات کی، اور آپ کہہ دیں کہ میں ایمان لایا ہوں  
 اُس چیز پر جو اللہ نے نازل کی ہے کتاب ہے، اور  
 مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں عدل کروں تمہارے درمیان،  
 اللہ ہی ہے ہمارا پروردگار اور تمہارا بھی، ہمارے لیے ہمارے  
 اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے، کوئی جھگڑا نہیں ہے ہمارے  
 اور تمہارے درمیان، اللہ تعالیٰ اکٹھا کرے گا ہم سب کو

اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ①۵

گزشتہ دس میں اللہ تعالیٰ نے اجمال طور پر بیان کیا کہ فرم علیہ السلام سے لے  
 کر عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء کا دین یکساں رہا ہے، جو دین اللہ نے نازل کیا علیہ السلام  
 کو ملے کو بھیجا تھا، وہی دین ثابت رہا جیمہ موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو بھی علی قرآن  
 اور تمام انبیاء کو حکم دیا کہ دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو، ایسا نہ ہوئے پائے  
 کہ کوئی شخص دین کو مان سے ادا کر لے نہ لے، یا دین کے بعض حصے کو مان لیا جائے

درجہ آیات



اور بعض کلموں کی جانے۔ فرمایا جو دعوت آپ کے کر آئے ہیں یہ مشرکوں و کافروں کی گزرتی ہے۔ پھر اللہ نے ان فرقہ پر ایمان لکھنے والوں کی بدعت میں فرمایا کہ انہوں نے بت کے آگے اپنے کے بعد بعض سرکشی، خود غرضی اور عناد کی بناء پر تخریق ڈال دی، اگر نہ حق و صداقت کے راسخ و لاعلم آجائے تب بعد اختلاف کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ فرمایا اگر اللہ کے ہاں یہ اصرار شدہ نہ ہو تا کہ وہ سرکشوں کو دنیا میں صاف دینا نہ دے اور قیامت کے دن ہی قطعی فیصلہ کرے گا، تو وہ ان سرکشوں کی فوری گرفت کر کے دنیا میں ہی ان کو سزا دیتا۔

وہی خبر  
اور دعوت  
کی کہ

اب آج کل میں مختلف آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے دین کے اس نور میں اصول بیان کر دیے ہیں۔ اسی طرح آیت انور میں بھی نہایت جامع آیت سب سے ہیں کیا یہ وہی ہے جو کہیں کہیں ہے۔ چونکہ اہل کتاب نے خدا اور عباد کی وجہ سے دین میں اختلاف پیدا کر رکھا تھا۔ اس لیے فرمایا فَإِنَّكَ قَدْ أَخَذَ مِنْ رَبِّكَ آپ دعوت دیں۔ وَمَا يَكُنْ کا اشارہ اہل کتاب کے خدا اور عباد کی طرف بھی ہو سکتا ہے کہ ان کو دین اور توحید کی دعوت پر جھیل معلوم ہوتی ہے، لہذا آپ ان کو پوری استقامت کے ساتھ دھرتی الی الدین دین تاوانہیں کوئی شبہ باقی نہ رہے۔ اس ذیل کے کلمات یہ خود دین اور توحید کی طرف بھی ہو سکتا ہے کہ آپ بھی اس دین کی طرف دعوت دیں جس کی طرف چلے انبیاء کریم دعوت دیتے آئے ہیں، اور جس دین کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ہے چنانچہ اس آیت میں بیان کر دیا پہلا اصول دعوت الی الدین ہے۔

پہلا  
اسلام  
دین

پہلی بات تو یہ تھی کہ آپ دین کی طرف دعوت دیں، اور دوسری یہ کہ وَأَسْتَقِيمُوا سچے اور مستقیم رہیں جیسا کہ آپ کے حکم دیا گیا ہے۔ استقامت سے مراد یہ ہے کہ انسان صحیح دین، عقیدہ توحید اور ایمان پر قائم رہے اور کسی خود غرضی، فحش یا بدعتیہ کی وجہ سے اس کے پاسے استقامت میں غمراہ نہ گئے۔ استقامت علی الدین بہت بڑی حقیقت توحید کی کوئی ہے۔ گذشتہ سورۃ حسد المسجدہ میں بھی یہ غمراہ گزشتہ ہے۔ فَالْوَارِثُ لِلَّهِ

اسْتَقَامُوا نَزَلَ عَلَيْهِمُ الْمَلِيكَةُ (آیت ۴۰) یہ ایک وہ نازل ہوا جس نے کہا کہ ہاں رب اللہ سب اور ہمیں آپ پر متقی ہو جائے ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور جنت کی خوشخبری سناتے ہیں۔ استقامت علی الدین کا حکم اللہ نے سورۃ ہود میں ایسے پیغمبر اور آپ کے ساتھیوں کو دیا ہے فَاسْتَقِمْ صُحُفًا وَمِنْ ثَابٍ مَعَدٍّ وَلَا تُطَعُوا (آیت ۱۱۲) آپ اور جنہوں نے آپ کے ساتھ توبہ کی، دین پر متقی رہیں جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے، اور حد سے بچ کر نہ کریں۔ اسی واسطے تو حضور علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے کہ مجھے سورۃ ہود نے بڑھا کر دیا ہے۔ وہ جیسی ہے کہ اس میں استقامت پر قافہ ہے کہ حکم دیا گیا اور یہ بڑا خوشوارہ ہے۔ استقامت کا مطلب یہ ہے کہ ایمان اور توحید کے عقیدے پر سختی سے کاربند رہیں، اور اس میں کسی قسم کی ہل نہ ہو۔ یا کمزوری نہ آئے دین لوگوں کی طعن و تشنیع کو برداشت کریں، لوگوں کی مخالفت اور تکالیف پر صبر کریں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ بھی فرائض ہے کہ قرب قیامت میں ایک ایسا دور بھی آئے گا کہ دین پر ثابت قدم رہنا اس قدر مشکل ہو جائے گا جیسے جلتے ہوئے کوٹلوں کو ہاتھ میں پکڑ لینا۔ لوگ کفر و شرک، بدعات اور معاصی میں مبتلا ہو چکے ہوں گے، اس قسم کے ماحول میں ایمان اور توحید پر قائم رہنا بڑا مشکل کام ہو گا۔

اللہ تعالیٰ نے دین کا قیاس اصول پر بتایا ہے وَلَا تَتَّبِعِ أَهْوَاءَ هُمْ

آپ ان (مخالفتیں) کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔ خدا ہر جے کہ مخالفتیں ہر قسم کی تدابیر اختیار کر کے آپ کو آپ کے دین سے بدلتا نہ کرے اور اپنے ساتھ عدالت کی کوٹیشن کریں گے، مگر اللہ نے خبر دے کر دیا کہ آپ اپنے دین اور ایمان کے تقاضوں کو پورا کرتے رہیں اور ان کی خواہش کی پیروی سے پرہیز کریں۔ خواہش کی پیروی کرنا دراصل شیطان کے نقش قدم پر چلنا ہو گا ہے۔ سورۃ بقرہ میں جہاں اہل کتاب کا انکوائی قبل کے متعلق ذکر ہے، وہاں اللہ نے اپنے نبی کو مخاطب کر کے فرمایا ہے

۴۸۱ خراجی  
کے جواب  
سے اجتناب



وَلَقَدْ أَتَيْنَا آلَ فِرْعَوْنَ فَوَجَدُوهُمْ يَفْتَرُونَ (آیت - ۱۴۵) اگر آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم آچکا ہے تو آپ ان انصافوں سے سے ہو جائیں گے۔ چنانچہ مشرکین مکہ نے حضور علیہ السلام کو استغاثت علی الدین سے باز رکھنے کے لیے طرح طرح کے لالچ بھی دیے تاکہ آپ ان کے عقائد کے خلاف کوئی بات نہ کریں۔ ولید بن ابی مرہبہ آدمی تھا، دس بیٹے تھے جن میں سے صرف چار کو اللہ نے اسلام قبول کرنے کی توفیق بخشی۔ بشمار پچیس بکریاں اور اڑھت تھے۔ بہت سے غلام تھے کہ ان کا ایک لاکھ دینار تجارت میں گردش کر رہے تھے۔ وہ کہنے لگا کہ اگر آپ میری بات مان جائیں تو میں اپنی آدمی جائیداد آپ کے بیٹے کے لیے تیار ہوں۔ شعیبہ نے جہنم کش کی کر میں اپنی حسین و جمیل بیٹی سے نکاح کیے دیتا ہوں، آپ ہمارے عقیدے کے خلاف اتنی سختی کا مظاہرہ نہ کریں غرضیکہ مشرکین مکہ نے لالچ اور رعب ہر طرح کے صرف آزمائے تاکہ کسی طرح آپ ان کی بات مان لیں مگر اللہ نے فرمایا کہ آپ ان کی خواہشات کا اتباع نہ کریں۔

(۴) کتب پر ایمان

ارشاد ہوا وَفَلْيُؤْمِنُوا بِنِعْمَةِ اللَّهِ مِنْ كِتَابٍ يُسْمِعُكُمْ آيَاتِهِ أَنْتُمْ كَرِهْتُمْ لَهَا أَنْتُمْ كَرِهْتُمْ لَهَا (آیت - ۱۴۶) آپ کہہ دیں کہ میں ایمان لایا ہوں اس چیز پر جو اللہ نے کتاب کی صورت میں نازل فرمائی ہے تمام کتب کا وہ پر ایمان لانا بھی ایمان کا لازمی جزو ہے۔ اللہ نے مشرکین کو حکم دیا کہ آپ اعلان کر دیں کہ میں حق الہی پر ایمان رکھتا ہوں اور اس کے خلاف تصدی باتوں کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے چار مسئلے گاہیں زبور، قرآن، انجیل اور قرآن نازل فرمائیں اور ان کے علاوہ مختلف انبیاء پر ایک سو چوبیس چھوٹے صحائف بھی نازل فرمائے۔ ان میں سے ۲۹ صحائف موجودہ باقی میں ہیں پانچ جلتے ہیں، تاہم قرآن کے علاوہ تمام کتب و صحائف میں تحریف ہو چکی ہے۔ اللہ کی آخری کتاب قرآن حکیم ہے جو کہ نہ کتب کا جامع اور نہ کتب سے پاک ہے۔ اللہ نے اہل کتاب کو اپنی کتب کا تحران بنایا مگر وہ قرآن کی عظمت



مذکور کئے۔ اس کے بعد اللہ نے اپنے آنحضرت کی کتاب قرآن کی حفاظت کا ذمہ خود اٹھایا۔  
 اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَآنَا لَهُ الْخَافِضُونَ (الحجر - ۹) اس ذکر یعنی قرآن پر  
 کریم نے نازل فرمایا اور ہم ہی اس کی ذمہ داری سننے حفاظت کریں گے۔ ہر حال چوتھا اصول  
 دین تمام کتب کا ورثہ پر ایمان لانا ہے۔

۵۰: قیام عدل

اللہ نے فرمایا کہ اے نبی (علیہ السلام) ! آپ یہ بھی کہہ دیں وَأَمْرٌ ذُو صُلْبٍ  
بَيْتٌ كَرِيمٌ مجھے یہ بھی ذکر دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں، عدل انصاف  
 بہت بڑی حقیقت ہے اور قرآن پاکی میں جابجا اس کو ذکر کرنے کی تلقین کی گئی  
 ہے مثلاً سورۃ المائد میں ہے إِذْ لَكُمْ لُغْوٌ آخِرٌ كَبَّ السُّفُوفُ (آیت ۷۰)  
وَالْأَصْوَاتُ كَرِيهُنَ یہ تصور اور یہ جزئی باری کے نزدیک قریب ہے۔ سورۃ الاحقاف  
 میں ارشاد ہوا ہے وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ (آیت ۴۴)  
 جب بات کرو تو عدل و انصاف کے ساتھ اگرچہ کوئی قریبی تمہارا قریب وار  
 ہی کیوں نہ ہو۔ سورۃ النہل میں اللہ کا فرمان ہے وَلَا تَحْكُمُوا بِغَيْرِ  
الْحَاسِبِ إِنَّ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ (آیت - ۵۸) جب تم لوگوں کے درمیان  
 بطور حاکم بن جاؤ تو فیصلہ کرو تو عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ سورۃ النحل  
 میں ہے إِنَّ أَوْلَىٰ لِلَّهِ فِی الْقَضَاءِ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ (آیت - ۹۰) اللہ تعالیٰ  
 فیصلہ عدل اور احسان کا تمہارا دین ہے، اس کا دامن کسی وقت نہ چھوڑو۔ سورۃ الحجرات  
 میں جہاں اللہ نے دو زمینیں کر دی ہیں کے درمیان تنازعہ پیدا ہو جانے کا ذکر کیا ہے  
 وہاں فرمایا فَاَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ  
الْقَاسِطِينَ (آیت - ۹۰) ان دو گروہوں کے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔  
 اور انصاف کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عدل اُن چار بنیادی اصولوں میں سے  
 ایک ہے جو تمام انبیاء علیہم السلام کی شرائط میں قائم ہے ہیں اور یہ اصول کسی  
 امت سے بھی ساقط نہیں ہوئے۔ یہ ہیں (۱) اظہار حق (۲) اخلاص یعنی عاجزی



۱۰۔ سباحت یعنی برہ کی چیزوں سے پرہیز اور دم عدل جب کسی انسان میں عدل ہو مگر پیدا ہو جاتا ہے تو پھر نظر و خواست کو چلانا آسان ہو جاتا ہے۔ عدل سے ان کی اور ظلم سے باز رہنے کی پیدائش ہوتی ہے۔ شاید صاحب فرماتے ہیں کہ جس عزم کے دل میں عدل کی صفت پختہ ہو جاتی ہے تو پھر اُس کے اور عدا و اعلیٰ کے دشمنوں کے درمیان مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ غرضیکہ ظلم کو مٹانا اور عدل کو قائم کرنا عبادی صفت عامہ میں سے ہے۔

حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قرآن سننا اور کُلُّ ذی حَقِّ حَقًّا بہر حقہ کر اُس کو حق و اگر دکر انصاف کے ہیں تعاضل ہے مگر ان دنیا میں سب سے پہلے حقیقت ہی ہے جو کہیں نہیں ہوتا۔ پھر ان عدالتوں سے لے کر ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ تک کی عدالتیں موجود ہیں مگر عدل نہیں ملتا۔ پولیس اور ججوری کا وسیع اتنی موجود ہے مگر لوگوں کا قہر نہیں ہوتا۔ جیسے بڑے بڑے افسان ہیں۔ وسیع علم ہے مگر ان کو اپنی کمزوری اور مصلحت سے غافل ہے۔ فساد کی بجائے اوری کام اس میں ختم ہو چکا ہے۔ ان کثرت تعداد میں تہذیبیں موجود ہیں مگر جو ان کی تعداد میں کمی کی بجائے اضافہ ہو رہا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ عدل و اعتدال ہے اور تہذیب اس سے لے کر نہیں ہوتا دنیا میں اس کا نام نہیں ہو سکتا۔

حدیث میں آتا ہے کہ انسانی کے پنے میں چیزیں نجات دہندہ اور تہذیبیں چیزیں ہلاکت خیز ہیں۔ نجات دہندہ تہذیبیں یہ ہیں (۱) العدل فی الوضو والغضب خیر اور غصے کی حالت میں عدل کہ دامن غصے رکھنا۔  
(۲) القصد فی الغنی والفقیر اسودگی اور تنگ دستی میں سبوتاہی نہ کرنا  
(۳) خشية الله في السر والعلانية ظاہر و باطن میں خوف خدا کو ہمیشہ نظر رکھنا۔

بزرگت خیر چیزیں یہ ہیں۔

(۱) مشیخ مطالع بکھل کے اطاعت کرتا یعنی مال کی موجودگی میں اپنی ذات ہلکے

اور محاذِ جہد پر خرچ نہ کرنا۔

۲۱۔ ہوتی متبعاً شریعت کی بجائے خواہش کے پیچھے چلتا جس پر شیطان راضی ہوتا ہے

۳۱۔ الحجاب العریہ بنفسہ آدمی کا اپنی سنے کو ہی اعلیٰ کہنا چاہتہ و دھت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

بہر حال اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبان سے کھلوا کر مجھے حکم دیا گیا ہے

کہ میں تمہارے درمیان عدل و انصاف کو قائم کروں۔

فرما دین کا چھ اصول یہ ہے اللہ ربکم اور ربکم کے معنی آپ

اعلان فرما دیں کہ ہمارا اور تمہارا پروردگار اللہ ہی ہے۔ تمام تصرفات اسی کے

قبضہ میں ہیں۔ خالق بھی وہ، مالک بھی وہ ہے۔ وہی ہر چیز کا موجد ہے، لہذا

عبادت بھی اسی کی کرنی چاہیے۔ وَاللّٰهُمَّ اِلٰهًا وَّاحِدًا (البقرہ - ۱۶۳) تمہارا

معبود صرف ایک ہی معبود ہے، وہی عقل کش اور حاجت روا ہے، اس کے سوا کوئی کسی

کی بگڑی نہیں بنا سکتا، غرضیکہ ہمارا اور تمہارا پروردگار تو وہی ہے۔ پھر تم کہو اور شرک

والی باتیں کیوں کہتے ہو؟ جب اس کو رب تسلیم کر لیا ہے تو پھر اسی پر جھوٹا رکھو!

اور اپنے تمام معاملات اور حاجات اسی کے سامنے پیش کرو۔

فرمایا ساقی ہات سے لے کر اَعْمَالُکُمْ اور اَعْمَالُکُمْ ہمارے

اعمال ہمارے لیے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لیے ہیں۔ ہر شخص جو بھی نیکی

اعمالی انجام دیکھا، ان کا ذمہ دار وہ خود ہے اور اسے ان اعمال کی جزا ملے گی یا ان کی

سزا جگہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ رٰہِیْنَہٗ

(المائدہ - ۳۸) ہر نفس اپنی کمائی کا گروہی شدہ ہے۔ اس نے اس دنیا میں جو کچھ بھی

اچھا یا بُرا کیا اس کا بدلہ اس کو مل کر ہے گا۔ کوئی شخص ایک دوست کے ساتھ نہیں

اٹھنے کا۔ اور نہ ہی ایک کے اعمال دوست کے کام آئیں گے۔ کسی کی نیکی

دوست کے کام نہیں آئے گی اور نہ ہی ایک کی برائی دوست کے سر پر ڈالی جائے

گی۔ اس لیے فرمایا کہ یاد رکھو! ہمارے اعمال ہمارے لیے ہیں اور تمہارے

۱۸۱۔ اللہ تعالیٰ  
کی ریسیت

(۱۷) اعمال  
لئے ہیں



اعمال قصائے لیے۔

(۱۹) عدم  
تکلیف

فرمایا اٹھری بات یہ ہے کہ لَا تَجْعَلُ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ جَاہَہ اور  
تھہرے درمیان کوئی منہ زور بات نہیں ہے۔ ہم اللہ کو وحدہ و شریک تسلیم کرتے  
ہیں۔ اب ہمارا بھی وہی ہے جو تمہارا ہے، میرا ایک کے لیے اُس کے بے اہمال  
ہی کام آئیں گے، تم میرے قصائے اور ہمارے درمیان جھگڑے والی کرن کی بات  
رو جان ہے؟ ہمارا کوئی جھگڑا نہیں ہے۔

(۲۰) تو بہت  
اجتماع عام

فرمایا اللہ يَجْمَعُ بَيْنَنَا قِيَمَتِ اُس دن اللہ تعالیٰ ہم سب کو اکٹھا  
کرے گا۔ اُس دن کسی کے ساتھ رو رعایت نہیں ہوگی۔ اَيْنَ صَاكُوْا يَأْتِ  
بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيعًا البقرہ - ۱۵۸، تم جہاں کہیں بھی ہو گے اللہ تعالیٰ تم  
سب کو لے آئے گا۔ لوگ خزاں قبروں میں ہوں گے یا رندوں اور مچھلیوں کے پیٹ  
میں اُن کے ذرات ہوا میں منتشر ہو چکے ہوں گے یا پانی میں بہا دیے گئے ہوں گے  
اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر کے اپنے سامنے زندہ دکھائے گا۔ پھر محاسبہ کی منزل  
آئیگی اور جزا و سزا کے فیصلے ہوں گے۔

(۲۱) اجتماع  
اللی اللہ

رسول رسول ہے وَاللّٰهُ الْعَمِيْقُ سب کراہی کی طرف پلٹ کر جانا ہے  
کوئی شخص کتنی بھی مذکر پلٹے مگر وہ آخر اُسے موت کا پیالہ پینا ہے اور پھر اللہ کی ہمت  
میں ہاتھ نہ کرے اپنے اعمال کی جواب دہی کرتا ہے۔ اس میں فرق نہیں کہ اور زمانہ ان یا موجود  
اور مشرک وہ فکر کی کوئی تخصیص نہیں۔ سب کو اُس کی طرف جانا ہے۔ اللہ نے یہ  
اُس اصول بتا دیے ہیں جن کا انکار کوئی بہت دھرم شخص ہی کر سکتا ہے۔

وَالَّذِينَ يَحْتَجُونَ فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتَجِيبَ  
لَهُمْ بِحُجَّتِهِمْ دَاحِضَةً عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ  
وَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ①۶ ۷ اللَّهُ الَّذِي أَنْزَلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ  
وَالْمِيزَانَ وَمَا يُدْرِيكُ كَعْلَ السَّاعَةِ قَرِيبٌ ①۷ ۸  
يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا وَالَّذِينَ  
آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا الْحَقُّ إِلَّا  
إِنَّ الَّذِينَ يُسَارُونَ فِي السَّاعَةِ لَفِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ①۸ ۹  
اللَّهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْقَوِيُّ  
الْعَزِيزُ ①۹ ۱۰

ترجمہ :- اور وہ لوگ جو جبراً کرتے ہیں اللہ کے پاس میں  
بعد اس کے کہ اس کی بات کو قبول کیا گیا۔ اُن کی دلیل  
کمزور ہے اُن کے رب کے نزدیک اور اُن پر غضب ہے۔  
اور ان کے لیے شدید عذاب ہے ①۶ ۷ اللہ تعالیٰ وہی ہے  
جس نے قرآن ہے کتاب حق کے ساتھ اور تہذیب بھی۔  
اور آپ کر کی خبر شاید کہ قیامت قریب ہو ①۷ ۸ جس قدر  
کرتے ہیں اس کے بارے میں وہ لوگ جو ایمان نہیں لائے  
اُس پر ۔ اور وہ جو ایمان لاتے ہیں اور نے ملے ہیں، اُس  
سے ، اور جانتے ہیں کہ بیشک وہ برحق ہے۔ آگاہ ہو !



ہنگامہ جو لوگ جھگڑا کرتے ہیں قیامت کے دن ان کے لئے  
 وہ گمراہی ہے اور جو پڑھے ہیں ﴿۱۸﴾ اللہ تعالیٰ فراموش کرنے  
 والا ہے اپنے بندوں کے ساتھ اور روزی دیتا ہے جس  
 کو چاہے اور وہ قوت والا اور غالب ہے ﴿۱۹﴾

ملاحظہ فرمائیے

گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے وقوع قیامت اور جزائے عمل اور  
 عاصیوں پر کتاب کا ذکر فرمایا اور اپنے پیغمبر کی زبان سے کھلوا کر یہ بیان  
 فرمایا۔ اور جمل گزشتہ آیت میں اللہ نے دین کے دس اصول بیان فرمائے ہیں یعنی دعوت  
 النبی، استقامت علی الدین، غلامیہات کا عدم اتباع، کتب مہدیہ پر ایمان قیام  
 عدلی، اللہ تعالیٰ کی برتری، اعمال کا بدلہ، قیامت کا اجتماع اور رجوع الی اللہ  
 عدم تفرقت، اب ان آیات میں بھی کتاب النبی اور قیامت کا ذکر ہے۔ اور  
 اللہ تعالیٰ کی بعض صفات بیان کی گئی ہیں۔

دین کے

مخالف

گمراہی

ارشاد ہے وَالَّذِينَ يُحَادِّثُونَ الْفُقَهَاءَ مِنْ قَبْلِ مَا يَخِيبُ  
 گف اور وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کے دین، ترمیم یا کتاب کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں،  
 بعد اس کے کہ اللہ کی بات کو قبول کر لیں گے یعنی بعض صحابہ لوگوں پر جو عمل  
 واضح ہو چکے ہیں اور وہ اللہ کی توحید اور اس کی کتاب پر ایمان لے چکے ہیں اس کے باوجود  
 بعض لوگ مسلسل انکار کرتے ہیں اور محبت ہادی سے کلام سے بے ہوش ہیں۔ اللہ نے فرمایا  
 فَتَحْتَمِلُهُمْ دَاخِرَةً لَّيْسَ لَكَ فِيهِمْ وَلَاءٌ لَّنْ كِي دَلِيلُ اُنْ كِي پر درگاہ کے نزدیک  
 کمزور ہے۔ دَاخِرَةً کا لغوی معنی پسندنا ہوتا ہے جسے کوئی شخص ہارسے یا دلائل  
 میں پھیل جاتا ہے مطلب یہ کہ اُن کا یہ جھگڑا اور دلیل پہنکنے والی یعنی باطل کمزور  
 ہے۔ اُن کے پاس کوئی حق دلیل نہیں ہے جو ان کے باطل اعتقاد کے حق میں  
 پیش کی جاسکے۔ نہ دَاخِرَةً یہ لوگ جھوٹے ثابت ہو چکے ہیں وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ  
 اور اُن پر اللہ کا غضب اور ناراضگی ہے کیونکہ یہ حق کو انکار کرتے ہیں۔ اور محض محبت  
 کی بنا پر حق کو تسلیم نہیں کرتے۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ اور ان کیلئے

سنتِ خدا ہے۔ اس کتاب کے سمجھنے میں مشرک اور اہل کتاب دونوں شامل ہیں کیونکہ دونوں اپنی کٹ جھٹی سے دینِ حق کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔  
 اللہ نے کتاب کے متعلق فرمایا اللَّهُ الَّذِي أَنْزَلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ  
الْمُتَرَكِّ ذَاتِ دَرَجَاتٍ جس نے کتاب کو حق کے ساتھ نازل فرمایا۔ اس کتاب کا  
 مدار پروردگارِ حق و صداقت پر مبنی ہے اور اس میں کسی قسم کے باطل کی کوئی گنجائش نہیں  
 جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ  
خَلْفِهِمْ (حدیث السجدة: ۴۲) نہ اس کے گھٹنے اور اس کے واقعات کے بیان میں  
 کوئی غلط بات ہے اور نہ آئندہ پیش آنے والے حالات و واقعات غلط ثابت  
 ہو سکتے ہیں۔ اللہ نے اس کتاب کو مکمل حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے۔ اور اس  
 کے ساتھ دوسری چیز وَالْمِيزَانَ یعنی میزان کو بھی نازل کیا ہے۔ مختصر میں کہ ہم  
 بیان کرتے ہیں کہ میزان سے مراد عام تر ازون بھی ہو سکتا ہے کہ جس کے ذریعہ آپ کے  
 میں انصاف قائم کیا جاتا ہے تاکہ کسی کی حق تعالیٰ نہ ہو۔ سورۃ الرحمن میں ارشاد باری تعالیٰ  
يَوْمَ تَنْقَضُ السُّيُوفُ فِي الْبُحْرِ (۸) وَأَنْشَأَ رِجْفَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ (۹) أَلَّا تَصْخَبُوا فِي الْمِيزَانِ (۱۰)  
وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ (۱۱) اللہ نے آسمان کو  
 بنایا اور تر ازون قائم کیا۔ یہ کہ تر ازون جس سے تجاویز نہ کرو۔ اور وزن کو انصاف  
 کے ساتھ درست کر لو اور تول میں کمی نہ کرو۔ اسی طرح سورۃ المطففين میں مآپ  
 اور تول میں کمی کی مذمت بیان کی گئی ہے وَلَا ذَاكَ الْوَهْمُ (۱) أَوْ وَرِثْتُمْ  
يُخْسِرُونَ (۲) اگر ایک میزان تری ہے جس کے ذریعے تول کیا جاتا ہے اور  
 جس کے متعلق فرمایا کہ مآپ اور تول میں کمی نہ کرو۔

نیزول کتاب  
اور میزان

ایک موقع پر حضور علیہ السلام بازارِ شریعت سے گئے۔ آپ نے تاجروں  
 کو خطاب فرمایا اے تمہارے گروہ! قَدْ وَرِثْتُمْ أَهْرَاسَ عَظَلَتْ فِيهِ  
الْأُمَمُ الْكَافَّةُ قَبْلَكُمْ (ترمذی شریف) تمہیں دو چیزوں کا وارث بنایا گیا  
 ہے جن کی وجہ سے تمہیں پہلے کوئی امتیں تباہ ہوئیں، فرمایا وہ دو چیزیں الْأُمَمُ الْكَافَّةُ



وَالْعِزَّةُ الْاُكْبَرُ آپ ہے اور دوسری ٹیٹی جب ان قوموں نے آپؐ کو تولی  
 میں کمی کی تو اللہ نے ان کو ہلاک کر دیا۔ اگر تم بھی انہیں کے نقش قدم پر چلو گے، تو  
 تمہارا حشر بھی سابقہ اقوام سے مختلف نہیں ہوگا۔ بہر حال ترازو سے یہ مادی اشیاء  
 گزن، پیٹر، کھوکھرا، من، سیر، پیٹر وغیرہ بھی مڑا ہو سکتی ہیں اور اس سے عمل یہ علم  
 بھی مڑا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعے لوگ اچھی اور بُری چیز میں امتیاز کر سکتے  
 ہیں۔ بعض فرماتے ہیں کہ میزان سے مراد اخلاق ہے کہ اچھا اخلاق بھی ترازو کی  
 مانند ہوتا ہے۔ جو ہر چیز کو پرکھ سکتا ہے۔ اسی طرح بعض اصحاب میزان سے  
 مراد عدل سمجھتے ہیں۔ اللہ نے انصاف کو بھی ایک میزان قرار دیا ہے اللہ اسے  
 گزشتہ آیت میں مذکور دین کے دس اصولوں میں شمار کیا ہے وَأَمْرٌ بِالْعَدْلِ  
 عَدْلٌ بَيْنَكُمُ الرِّبَا (۱۵) اور مجھے حکم دیا گیا کہ میں تمہارے درمیان عدل کو قائم  
 کروں۔ غرضیکہ بعثتِ انبیاء، نزولِ کتب، ظاہری اور باطنی حواس کی درستگی،  
 عقلِ سلیم اور عدل و انصاف سب انسانی رہنمائی کے لیے وسائل ہیں۔ یہ تمام  
 ذرائع حیا ہونے کے باوجود اگر لوگ ترمید، کتاب اور رسالت کا انکار کرتے  
 ہیں تو تعجب انگیز بات ہے

دفعہ قیامت  
 کا حکم

مذکورین قیامت تسخیر کے طور پر قیامت کے بارہ میں پہچنتے تھے مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ  
 اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ (المکاب۔ ۲۵) اگر تم سب سچے ہیں ہے کہ قیامت ضرور آئے گی  
 ہوگی تو بلاؤ کہ وہ کب واقع ہوگی۔ اس کے جواب میں اللہ نے فرمایا وَمَا يُدْرِيكَ  
 لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ تَعْمِيْنٌ کیا خبر شاید کہ قیامت قریب ہی ہو۔ جو چیز گنے  
 والی ہے وہ بہر حال قریب ہے کیونکہ اُس نے بالآخر آگاہت اور جو چیز گزر جاتی ہے  
 وہ بعید ہو جاتی ہے کیونکہ اس کے واپس آنے کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ اہم اس میں مولیٰ  
 فرماتے ہیں کہ قیامت کی دو قسمیں ہیں یعنی قیامتِ صغریٰ اور قیامتِ کبریٰ۔ بڑی  
 قیامت ترپنے وقت پر اجماعی طور پر سب کے لیے آئیگی اور اس کے وقوع  
 کے وقت کا علم اللہ نے کسی کو نہیں دیا۔ البتہ قیامتِ صغریٰ انسان کے ہر وقت



قریب ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے: مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهُ  
جو مر گیا اُس کی قیامت واقع ہو گئی کیونکہ قبر عقیقی کی منزلوں میں سے پہلی منزل  
ہے جس میں انسان موت کے فوراً بعد پہنچ جاتا ہے۔ چونکہ انسان کو اپنی موت کے  
وقت کا علم نہیں، اس لیے یہ قیامت صغریٰ تو ہر حال میں ہی قریب ہے۔

فَمَا يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا قِيَامَتُكَ کے لیے  
وہی لوگ جلدی کرتے ہیں جو اس پر ایمان ہی نہیں رکھتے۔ ایسے لوگ قیامت کی ہولناکیوں  
سے جس بے فکر ہیں اکیکل تلبثے اور معاصی میں اٹھا کر رکھتے ہیں، اس لیے انہیں  
تسخیر کرتے ہیں کہ قیامت اگر آئی ہے تو پھر آگے نہیں جاتی، اگر ٹھہرے وغیرہ  
میں بچے ہو تو ابھی قیامت کو سہ آؤ اور ہمیں تباہ کر کے دکھا دو۔ اسی لیے فرمایا کہ  
جو لوگ اس پر ایمان نہیں لاتے وہی اس کی طلب آہ کو طلب کرتے ہیں۔

اس کے برخلاف وَالَّذِينَ آمَنُوا وَتَشْفَعُونَ عَنْهَا جو لوگ قیامت  
پر یقین رکھتے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہی ہیں، انہیں ہر وقت غمزدگی ہے کہ  
یہ نہیں کہے کیا صورت حال پیش آئے گی۔ ظاہر ہے کہ جس شخص کو قیامت  
کے وقوع کا خوف ہوگا وہ اُس کے لیے تیار ہی ہو کر رہے گا۔ اور اُس کے لیے  
اپنی کا پچھ سا بیان بہرہ کیا کرے گا، نیز خدا و شرک اور معاصی سے پرہیز کرے گا کیونکہ  
اُسے مَسْأَلَةُ اعمال کی منزل نظر آتی ہوگی۔ ایسے ہی ایمان داروں کے متعلق فرمایا  
وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا الْحَقُّ وہ جانتے ہیں کہ قیامت برحق ہے، اس میں کوئی  
شک و شبہ نہیں اور یہ ضرور واقع ہو کر رہے گی اہل ایمان کو قیامت کا اتنا ہی  
یقین ہوتا ہے جتنا خود اپنے وجود کا۔ جس طرح کوئی شخص اپنی پیدائش اور اپنی ذات  
کا انکار نہیں کر سکتا، اسی طرح وہ قیامت کی صداقت کا بھی انکار نہیں کر سکتا۔

اللہ کا فرمان ہے إِنَّمَا نُوعِدُكُمْ وَنُؤَقِّدُكُمْ بِالْمُسْلِمِينَ، جس قیامت  
کا قہر وعدہ کیا جا رہا ہے وہ ضرور واقع ہونے والی ہے۔ اُس دن یہ انسان کو



ہے اس حال کا چکنا چور کرنا میرا مقصد ہے کہ ان الذین یُعَارِضُونَ فی السَّاعَةِ

لِہِیْ صَلَیْ بِحَبِیْدِ اَکَادِ ہرگز جو لوگ قیامت کے بارے میں سمجھنا اٹھتے ہیں

یعنی اس کے وقوع میں شک و شبہ کا اظہار کرتے ہیں وہ حتیٰ سے و غیرہ کسی میں

پرستہ ہوتے ہیں۔ اب ان کے زور راست پر آنے کی کوئی امید باقی نہیں رہی۔

اُنکے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ آسمان اور قدرتِ کائنات کو فرمایا ہے اور خدا

ہو نام ہے اَللّٰہُ لَطِیْفٌ بِعِبَادِہٖ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حقائقِ نرمی کرنے

و نہایت۔ یہ اس کی نرمی کا نتیجہ ہے کہ وہ ہر کچھ سے مکر و فریب میں پختہ و عاقل ہے۔

و یہاں ہے۔ ابن ماجہ اور ترمذی نے شریفین کی روایت میں آنا ہے کہ اَللّٰہُ لَطِیْفٌ

و اللہ اس نے فرمایا اَللّٰہُ لَطِیْفٌ اَلَّذِیْ یَقْدِرُ عَلٰی عِندَ اللّٰہِ حَسْبُ

بَعْوَضِہٖ شَاسَفٰی صَافِیٰ اَصْنٰہَا شَرِیْہَہٗ مَا یَرِیْہُ اَللّٰہُ تَعَالٰی کے

نزدیک کیا قدرتِ حقیقت پھر کے ایسا کہ ہر چھ ہی ہوتی تو جو کسی کو ایک نعمت یا عذاب

کرنے یا نہ کرنے کا وہ اس کا کریموں پر بھی نرمی کرتا اور ان میں سے بہتر ہے۔

لطیف کا معنی نرمی کرنے والا بھی آتا ہے اور باریک بین ہی یعنی اللہ تعالیٰ

اپنے بندوں کے ذرہ ذرہ حالت سے واقف ہے۔ وہ خالق اور مالک ہے

اَلَّذِیْ یَقْدِرُ عَلٰی خَلْقِہٖ وَ هُوَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ (الملک ۱۴) کیا

وہ نہیں جانتے گا جس نے پیدا کیا؟ وہ تو بڑا ہی باریک بین اور خبر رکھنے والا ہے

فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا ہی مہربان ہے یَسْرُدُکَ مِنْ فِشَاحٍ

وہ روزی دیتا ہے جس کو چاہے اور جس قدر چاہے بعض اوقات نافرمانوں

کو بہت زیادہ عطا کرتا ہے۔ جب کہ ایمان اور نیکی والوں کو تنگی میں رکھتا ہے

بعض اوقات نیکو کاروں کو بھی رزق سے وافر عطا کرتا ہے۔ رزق کی

تقسیم اس کی حکمت اور مصلحت کے مطابق ہوتی ہے جس کو اس کے سوا

کوئی نہیں جانتا۔ اَلَّذِیْ یَقْدِرُ عَلٰی الْغَیْبِیْنَ وَ ہُوَ سَمِیْعٌ عَمَّا یَعْمَلُونَ

زیادہ دلالت ہے۔ وہ ان اور غائب اور نہایت ہی سب اس کے حکم کو نرمی یا سختی

سکتا، نہ کوئی اس کی کسی حکیم کو ناکام بنا سکتا ہے۔ اس کی تدبیر تمام تدبیر پر غالب ہے۔ صاحب معارف القرآن مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے حضرت مولانا حامی الدارؒ راجپوتؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ جو شخص اس آیت کا اخلاص کے ساتھ روزانہ ستر بار ورد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے روزی کا سامان بھی پہنچاتا ہے گا۔

---



مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ  
 وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا  
 وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ ۝ (۲۰) أَمْ لَهُمْ  
 شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ  
 بِهِ اللَّهُ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَفُضِيَ بَيْنَهُمْ  
 وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ (۲۱) نَزَعَ  
 الظَّالِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا كَسَبُوا وَهُوَ وَاقِعٌ  
 بِهِمْ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي  
 رَوْضَاتِ الْجَنَّةِ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِنْدَ  
 رَبِّهِمْ ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ۝ (۲۲) ذَلِكَ الَّذِي  
 يُبَشِّرُ اللَّهُ عِبَادَهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ  
 قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي  
 الْقُرْبَىٰ وَمَنْ يَقْرِفْ حَسَنَةً نَزِدْ لَهُ فِيهَا  
 حُسْنًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ شَكُورٌ ۝ (۲۳)

ترجمہ: جو شخص چاہے کہ آخرت کی کھیتی ہم نیاں کریں  
 گے اس کے لیے اس کی کھیتی میں ۔ اور جو شخص دنیا کی کھیتی

چاہتا ہے۔ ہم دیں گے اُس کو اُس میں سے، اور نہیں ہو گا اُس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ۔ (۲۰) کیا ان کے لیے کوئی شریک ہیں جنہوں نے مقبرہ کی ہے ان کے لیے دیں میں وہ پھیر جس کی اجازت اللہ نے نہیں دی۔ اور اگر نہ ہوتی فیصلے کی ایک بات تو البتہ ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا، اور بیشک غلہ کرنے والے لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے (۲۱) دیکھو اُن کے قہر مٹالوں کو ذرے ذرے ہونے لگے اُس سے جو ناپا انہوں نے، اور وہ اُن پر واقع ہونے والا ہو گا، اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کیے، وہ جنت کے باغوں میں ہوں گے۔ ان کے لیے جو چاہیں گے ہو گا ان کے رب کے پاس۔ یہ ہے فضیلت بڑی (۲۲) یہ ہے وہ چیز جس کا خوشخبری دیتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کیے۔ آپ کہہ دیجئے دسے بغیر، دسے لوٹا، میں نہیں مانگتا تم سے اس بے کچھ بدلہ مگر دوستی قربت میں۔ اور جو شخص کھائے کھا پے ابدائی ہم زیادہ کریں گے اُس کے اور اُس کی نعمتیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت بخشش کرنے والا اور قادر مطلق ہے (۲۳)

ربط آیت

پہلے قرآن پاک پر ایمان لانے کا ذکر ہوا اور اس کتاب کی عظمتوں کو بیان ہوا پھر گذشتہ درس میں قیامت اور محاسب کا ذکر تھا اللہ نے منعمین قیامت کا رد فرمایا نیز فرمایا کہ تمام نعمتوں اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں۔ اس کی تدبیر بہت باریک ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے روزی پہنچاتا ہے۔ وہ تمام قوموں کا سرخشا اور غلام ہے۔



آخرت  
دنیا کی کیفیت

آج کی یہی آیت میں قرآنِ مجید اور حضرت علیؓ کی بیان ہے، قرآنِ مجید  
 ہے مَن كَانَ يُؤْمِنُ بِالْحَرِثَةِ الْأَخْرَجَةِ وَشَخْصٍ بَخْرَتِ كَيْفِي جَابِتَا  
 جے نَزْدَكَ فِي حَرِثَةٍ تَوَاسِ كے لیے ہم اُس کی کیفیت میں اضافہ کر دیں  
 گے، کیسے سے مراد کاشتکاری ہے اور یہ ایک ایسا کام ہے جس میں انسان محنت  
 محنت کرتا ہے تو پھر کچھ عرصہ کے بعد جائز اس کو جس کی محنت کا پھل آج، بیکری  
 یا پھلوں کی صورت میں ملتا ہے۔ دنیا کی اس عارضی زندگی کو بھی کیسے سے تشبیہ دی  
 گئی ہے کہ جو شخص اس دنیا میں ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کی دولتِ نیت اور تسلیم  
 کرنے کے بعد عبادت و ریاضت کے ذریعے محنت کرتا ہے، وہ گویا ایسی  
 کیفیت پر کام کر رہا ہے جس کا پھل اُسے رہنے کے بعد آخرت میں جا کر ملے گا۔  
 جو بھی اس دنیا میں آتا ہے وہ اپنا وقت تو ہر حال پر گزارتا ہے اور وہ دن زندگی  
 محنت بھی کرتا ہے مگر آگے ان میں دو گروہ پیدا ہو جاتے ہیں، ایک گروہ وہ  
 ہے جو آخرت کے لیے محنت کرتا ہے کہ اس محنت کا بدلہ اُسے دوسری  
 دنیا میں جا کر ملے۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق فرمایا کہ جو شخص آخرت کی کیفیت چاہتا  
 ہے، ہم اُس کے لیے اس کی کیفیت میں یعنی اُس کیسے کے پھل میں اضافہ کر دیتے  
 ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ عام قانون ہے کہ کسی گروہ کے لیے جو شخص کو برائی کا بدلہ کرنا  
 دس گنا ملتا ہے مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ مَثَلٍ هَا (الأنعام: ۱۶)  
 مگر زیادہ سے زیادہ اجر کی کوئی تحدید نہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو لاکھوں گروہوں  
 کو بدلہ عطا فرمائے۔

آگے دوسرا گروہ کے متعلق فرمایا وَمَن كَانَ يُؤْمِنُ بِالْحَرِثَةِ الدُّنْيَا  
 جو شخص دنیا کی کیفیت کو طلب کر رہا ہے اور آخرت کے لیے اُس کے دل میں تڑپ  
 ہی نہیں ہے۔ فَرِيضَتُهُ مِثْلُهَا ہم اُس کو اس دنیا میں ہی ملے بیٹھے ہیں  
 وَمَا لَهُ فِي الْأَخْرَةِ مِن نَّصِيبٍ مگر آخرت میں اُس کے لیے  
 کچھ حصہ نہیں ہوگا۔ اللہ نے سورۃ النجم میں ایسے لوگوں کی ذمہ داری کا قریب

طرح کیسے ذلک مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ (آیت ۱۲) اُن کے علم کی انتہا  
 دنیا کے مفاد تک ہی ہے۔ وہ اسی دنیا میں سے زیادہ سے زیادہ ساندھنا اور  
 اُڑام و رامت کے طلبگار ہیں اور آخرت کی فکر ہی نہیں ہے۔ لہذا انہیں اسی دنیا  
 میں جھڑپ جانیے گا۔

اس مقام پر یہ امر وضاحت طلب ہے کہ اللہ نے آخرت کے خواہشمند  
 کے لیے فرمایا ہے کہ ہم اُن کی محنت کی کمالی میں مزید اضافہ کریں گے اور اُن سے  
 بڑھا چڑھا کر پیش کریں گے مگر دنیا کے طالب کے متعلق فرمایا ہے کہ ہم اُس  
 میں سے کچھ دے دیں گے یعنی ضروری نہیں کہ اُن کی خواہش مکمل طور پر پوری ہو بلکہ  
 ہم اپنی حکمت اور مصلحت کے مطابق کچھ نہ کچھ دے دیا کریں گے۔ مگر ساتھ ہی قرآن  
 دِائِمًا جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ رِزْقًا لِّهِ اِنَّهُ سَرِيعٌ (پھر ہم نے اُس کے لیے  
 جہنم بھی تیار کر رکھی ہے کہ چونکہ اُن نے نیت اور ارادے سے آخرت کی طلب  
 ہی نہیں کی اور ہمیشہ اسی دنیا کو پیش نظر رکھا اور اُس کے لیے کتب و روکڑا رہا۔  
 آیت ۱۳ میں اللہ کا یہ فرمان گزر چکا ہے تَسْمَعُ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ  
 کہ تم اسے دین ہی دین مقرر کیا کیسے جو سابقہ دنیا کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔  
 نیز اللہ نے حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے یہ بھی کلام استِ اَللّٰهُ بِحَقِّ  
 اَمْرٍ اَللّٰهُ عَمَّ يَتَّبِعُ (آیت ۱۵) میں اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتب پر  
 ایمان لا چکا ہوں۔ اس حقیقت کے پیش نظر کہ اللہ نے تمام امتوں کے لیے  
 ایک ہی دین مقرر کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس دین کے منکرین سے متعلق یہ سوال اُٹھا  
 ہے اَمْ لَكُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنَ  
 بِهِ اللّٰهُ كَذٰلِكَ اِنَّ لَكُم مِّنْ شُرَكَاءٍ هُمْ جُنُودٌ لِّبَنِي اٰدَمَ مِمَّنْ  
 سَبَّحَ بِحَمْدِ اللّٰهِ نَاسٌ مِّنْهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ شَيْئًا كَذٰلِكَ اِنَّ لَكُمْ مِّنْ شُرَكَاءٍ  
 هُمْ يَكْفُرُوْنَ (آیت ۱۶) اور اگر کوئی ہے کہ وہ کہتا ہے ہا تو اُن ہا کُفْرُ  
 اِنَّ كُفْرًا صِدْقٌ هِیْ (آیت ۱۷) اگر تم اپنے دھمے میں پکے ہو تو کوئی

شکارت  
 علیحدہ دین



دین پیش کرو۔ نیز جانوروں کے حقوق و حرام کا کون سا ضابطہ مقرر کیا ہے۔ کر لیں  
عبادات ضروری قرار دی گئی ہیں اور معاشرتی، معاشی، سیاسی اور اخلاقی حدود و قیود  
کی مقرر کی ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ شرکاء نے نہ تو کوئی بخیرہ دیں بنایا ہے اور  
نہ اس کے لیے کوئی ضابطہ مقرر کیا ہے۔ البتہ مشرکین کی خود ساختہ شرکیہ رسوم و ر  
حق اور شریعت کے منہ خلاف ہیں۔ مَا لَكُمْ بِتِلْكَ آيَةٍ سُلْطٰنًا  
بِالْعَوٰفِ ۝۳۴ جس کی التشریف کوئی سند نازل نہیں فرمائی۔

حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں کہ اس جہل میں جہاں شرک  
کا ابطال ہے وہاں بدعات کا رد بھی پایا جاتا ہے۔ نہ بدعات تو گرنے کی ضرورت  
ہیں اور انہیں التشریف ہرگز مقرر نہیں فرمایا۔ بدعات کا ثبوت نہ تو قرآن میں ہے  
نہ سنت رسول میں، نہ عقل صیحا کہہ گا کہ میں احمد زبختین و انھما کے قیاس میں موت  
کی تمام رسومات از قبضہ عقل، چالیسویں سالہ نہ ہوں۔ قبروں کی کھجلی، ان پر چڑھاؤں  
اور چادر پریشی سب خود ساختہ بدعات ہیں اور یہ بھی شرک کی طرف دین کے خلاف  
ایک بغاوت کا درجہ رکھتی ہیں۔

ان کے لئے

مشرکین کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا وَلَوْ لَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَنَقَضْنٰ  
بَيْنَهُمْ اَگڑ پیٹے سے ایک فیصلہ شدہ بات نہ ہوتی تو ان کے درمیان  
نوری طور پر فیصلہ کر دیا جاتا یعنی التشریف کے باغیوں کو ایسی دنیا میں مبتلائے عذاب  
کر دیا جاتا۔ اور وہ طے شدہ امر یہ ہے کہ وَنَّكَتَ هُوَ الْفَصْلُ بَيْنَهُمْ  
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَمَنْ كَفَرَ اٰتٰوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِلٰلَهِۦ ۝۲۵  
کہ جن امور میں یہ اختلاف کرتے ہیں ان کے درمیان التشریف تعالیٰ قیامت کے  
دن فیصلہ کرے گا۔ اس معاملہ میں التشریف تعالیٰ کا قانون اہمال و تذکرہ کا فرط ہے  
وہ مکرشوں کو قیامت دیتا ہے۔ شاید کہ وہ توبہ قبول کر لیں اور پھر اس نے قطعی فیصلہ  
کے لیے قیامت کا دن مقرر کر رکھا ہے اُنکی دن سارے عمتی فیصلے ہوں گے  
اس لیے فرمایا کہ اگر ایک طے شدہ بات نہ ہوتی تو ان لوگوں کا فوراً فیصلہ کر دیا

وَالَّذِينَ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ اور نیک عمل کرنے والوں کے لئے دردناک عذاب ہے ۔

فرمایا توحی الظالمین مشفقین مسما کسبو دور آپ ان نیکوں کو دیکھیں گے کہ وہ اپنی کھائی سے ڈرنے لگے ہوں گے ، ظاہر ہے کہ جب یہ لوگ میدانِ حشر میں نہیں گئے تو دنیا میں کردہ اعمال ان کے سامنے ہوں گے ، ان کا کفر ، شرک ، سرکشی ، معاصی وغیرہ سب نظر آئیں گے اور پھر وہ جانیں گے کہ آج اپنے بُرے غناء و اعمال کی بدولت چھٹیں گے ، اس وقت وہ بڑے خوفزدہ ہوں گے ، اور حقیقت یہ ہے وَهُوَ وَاقِعٌ بِهِمْ کہ ان کی ہڈیوں کی کوبال ان پر پڑنے والا ہوگا ، وہ اس دن کی نہیں سمجھیں گے ۔

اہل ایمان  
کے لئے  
انعامات

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اور وہ لوگ جو ایمان لائے نیک اعمال انجام دیے ، ایمان سے مراد شرک کی ذات ، اس کی صفات ، اس کے رسولوں ، اس کی کتابوں ، طاعت ، بعثت بعد الموت اور تقدر پر ایمان لانا ہے اور ہر قسم کے کفر و شرک سے بیزاری کا اظہار بھی بہت ایمان کی مثال میں نے ابھی عرض کی ہے کہ اَشَدُّ لِي بِخَيْرٍ كَرَّ عَمْرِي قُلْتُ اَمَنْتُ بِمَا اَتَىكَ اللَّهُ مِنْ رَكْتَبٍ آپ کہ دیں کہ میں شرک نازل کردہ کتاب پر ایمان لایا کہ یہ برحق ہے اسی طرح باقی تمام چیزوں پر یقین رکھنا بھی چیزِ ایمان ہے ، اسی طرح کفر و شرک سے بیزاری کی مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پیش کی وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّهِمْ رَبِّهِمْ وَ قَوْمِهِ اِنِّي بَرَأٌ مِمَّا تُعْبَدُونَ وَالْاَوْخَرُف ۝ ۲۰۰ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا کہ میں ان تمام چیزوں سے بیزار ہوں گا اظہار کراہوں جن کی تم پر جا کرتے ہو ۔

تو فرمایا جو ایمان لائے اور بتوں نے نیک اعمال انجام دیے حضرت معبد الصفاؑ فرماتے ہیں کہ نبیوں کی عبادت اور جو حق نماز ، روزہ ، زکوٰۃ اور حج نیک اعمال ہیں حضور علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے کہ جو شخص ان عبادات





بجائے جنت میں داخل کر دیا گیا، وہ کامیاب ہو گیا، اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے ذٰلِكَ  
الَّذِي يُبَشِّرُ اللَّهُ عِبَادَهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ یہ وہی پیغمبر  
سہجے ہیں کی خوشخبری اللہ تعالیٰ اہل ایمان اور نیک اعمال پنجہ بیت والوں کو دیتا ہے  
کہ جنت میں نہیں ہر قسم کا آرام و راحت غیب ہوگا۔ اور ان کی ہر خواہش پوری  
ہوگی۔

بے لوث  
تبلیغ

آگے اللہ تعالیٰ نے رسالت کا ذکر فرمایا ہے اور شیخ پیغمبر کی زبان سے  
بے لوث تبلیغ دین کا اعلان کروا دیا ہے۔ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا  
سے پیغمبر آپ کہہ دیں کہ میں تبلیغ حق کے سلسلے میں تم سے کوئی معاوضہ طلب  
نہیں کرتا بلکہ میرا یہ فرض منصبی ہے لوث نہ مت بت۔ سورۃ الشعراء میں اللہ نے  
مختلف پیغمبروں کی زبان سے یہی کھلوا دیا ہے وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ  
إِنِّي أَنُصِرْتُ إِلَّا كَعَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ (آیت ۱۸۵) میں تم سے اس کام پر  
کوئی اجرت طلب نہیں کرتا بلکہ میرا یہ لہ تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جو تمام جہانوں  
کا پروردگار ہے۔ ہاں میرا مطالبہ صرف اس قدر ہے إِلَّا السُّعُودَةَ فِي الْغُرَفِ  
میں قرابت داری میں دوستی چاہتا ہوں، حضرت خبہ الشہدین عباسؓ اس کی تفسیر میں  
فرماتے ہیں کہ میں تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا، ہاں اتنی بات ہے کہ  
تم قرابت داری کا تو کچھ بخاؤ رکھو۔ تم میرے خاندان کے لوگ ہو اور خاندانی لوگ  
ایک دوسرے کا کھانا کھاتے کرتے ہیں۔ تم اگر پیسے پر دو گزیر کو بھون نہیں کرتے تو  
قرابت داری کا کھانا کر کے بھی ایذا تو نہ پہنچاؤ، ہمیں اپنا کام کرنا دو تم مانو یا نہ  
مانو، یہ تمھاری مرضی ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ اس جیسے کا مطلب یہ ہے کہ میں تم  
سے کوئی معاوضہ تو طلب نہیں کرتا، مگر تم صلہ رحمی کرتے ہوئے آپس میں قرابت داری  
اور رشتہ داری کا کھانا تو رکھو۔ مطلب یہ کہ صرف میری بات نہیں بلکہ میرے  
ہمسفر دوسرے دوسرے لوگ بھی تمھاری برادری اور خاندان کے لوگ ہیں ان سب کا  
کھانا رکھو۔





محبت رکھنا اور ان کا ادب و احترام اپنی عجز و کمزوری سے۔ اگرچہ اس آیت کا یہ معنی  
 مذکور ہے اور پھر آپ سنت کو یہ بھی مسلک ہے کہ جس طرح حضور علیہ السلام کے قریبیوں  
 کے ساتھ بیعت ضروری ہے۔ اسی طرح آپ کے صحابہ کرام اور ان کے قریبیوں کی  
 محبت اور ادب و احترام بھی ضروری ہے۔ صرف حضرت علیؓ، اہم ترین، اہم ترین  
 اور حضرت زین العابدینؓ کو مٹا کر صحابہ کے ساتھ بعض رکھنا بیعت اور ان کے قریبیوں سے  
 نفرت کی بیعت۔ یہ ہم گنہگار نہیں۔ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ سے  
 محبت کرو وگرنہ تم کو وہ عاقبت اور ناکست ہے۔ اور تمہاری تمام ضروریات پوری کرتا  
 ہے۔ پھر فرمایا کہ مجھ سے بھی محبت رکھو کیونکہ میں تمہیں خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچاتا ہوں  
 اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت اور میرے صحابہ کے ساتھ بھی محبت  
 رکھو۔ **قُرَّيَا مِنْ أَحِبَّتِهِمْ فَحَبَّبُوهُمْ** اَحِبَّتِهِمْ وَمِنْ ابْغَضَتِهِمْ فَابْغَضُوهُمْ  
**ابْغَضَتِهِمْ** جو میرے سے بھی ہے کے ساتھ نفرت رکھنا ہے وہ میری محبت کو تو  
 سے رکھنا ہے اور جو ان کے ساتھ بغض رکھتا ہے وہ کو مجھ سے بغض رکھنا ہے  
 آپ کا ارشاد ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے ساتھ محبت  
 ایمان کی نشانی ہے اور ان کے ساتھ بغض منافقت کی علامت ہے اسی طرح  
 حضرت علیؓ کے ساتھ محبت ایمان کا جزو ہے اور ان کے ساتھ نفرت منافقت  
 کا کام ہے۔ آپ کے انصار سے محبت کر بھی ایمان کی علامت بتاؤ۔

حرف آخر

اس آیت کریمہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تفسیر راجح ہے کہ لوگو!  
 میں تم سے کوئی ذاتی معاملہ نہیں مانگتا، بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ تم قرابت داری  
 کا لحاظ کرتے ہوئے تمہارے قریبیوں کو قرابت داری کا خیالی اور غیر موجب  
 دے بھی سکتے ہیں۔ تم میری بات مانو یا نہ مانو تمہاری مرضی، مگر صبر رحمی کا دامن  
 ترو چھوڑو۔

فرمایا **وَمَنْ يَفْرَفْ حَسَنَةً قَوْلًا فَيَفْهَمُ حَسَنًا** اور جو شخص بھلائی کا کلام



ہم اس کی خرابی زیادہ کر دیں گے یعنی اس کا بدلہ بڑھا کر دیں گے۔ **إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ شَكُورٌ**  
 یہ شک اللہ تعالیٰ بہت بخشش کرنے والا اور نہایت ہی قدر دین ہے۔ وہ معمولی کام  
 پر بھی بہت زیادہ اجر عطا کر دیتا ہے۔ اور بندوں کی لغزشوں اور کوتاہیوں سے درگزر  
 فرماتا ہے۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا فَإِنْ يَشَأِ اللَّهُ  
 يَخْتُمْ عَلَىٰ قَلْبِكَ وَيَمْحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ  
 الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٢٤﴾  
 وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو  
 عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿٢٥﴾ وَيَسْتَجِيبُ  
 الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُمْ  
 مِنْ فَضْلِهِ وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ﴿٢٦﴾  
 وَلَوْ بَظَرَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ  
 وَلَكِنْ نُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ يَعْبَادُهُ  
 خَيْرٌ بَصِيرٌ ﴿٢٧﴾ وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ  
 مِنْ بَعْدِ مَا قُنِطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ وَهُوَ الْوَلِيُّ  
 الْحَمِيدُ ﴿٢٨﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ  
 وَمَا بَيْنَهُمَا مِنْ دَائِرَةٍ وَهُوَ عَلَىٰ جَمْعِهِمْ  
 إِذَا يَشَاءُ قَدِيرٌ ﴿٢٩﴾

ترجمہ: کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اللہ پر  
 جھوٹ بانٹ دیا ہے ؟ پس اگر چاہے اللہ تعالیٰ توہم کو



میں آپ کے دل پر۔ اور اللہ تعالیٰ مٹاتا ہے باطل کو۔  
 اور ثابت کرتا ہے حق کو اپنے کلمات کے ساتھ۔ بیشک  
 وہ جاننے والا ہے سینوں کے رازوں کو ﴿۲۳﴾ اور وہ وہی  
 ہے جو مستہول کرتا ہے توہم اپنے بندوں سے۔ اور مٹاتا  
 کرتا ہے بدایاں۔ اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو ﴿۲۴﴾ وہ  
 وہ سنتا ہے دُعا اُن لوگوں کی جو ایمان لائے اور جنہوں نے  
 نیک اعمال انجام دیے، اور نہایت دیتا ہے اُن کو اپنے  
 فضل سے۔ اور کفر کرنے والے لوگ، اُن کے لیے نذر  
 شہید ہے ﴿۲۵﴾ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا ہے روزی اپنے  
 بندوں کے لیے، تو البتہ سرکشی کریں وہ زمین میں، لیکن  
 اذرا ہے وہ ایک اذازے کے ساتھ جو چاہے۔ بیشک  
 وہ اپنے بندوں کے ساتھ خیر رکھنے والا۔ اور اُن کے حال  
 کو دیکھنے والا ہے ﴿۲۶﴾ اور وہ وہی ہے جو اذرا ہے  
 بارش کو بعد اُس کے کہ لوگ یاقوس جو جاتے ہیں، اور  
 پھیلنا ہے اپنی رحمت، اور وہ کارساز اور تعریفیوں والا  
 ہے ﴿۲۷﴾ اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے پیدا کرنا آسمانوں  
 اور زمین کا اور جو پھیلا ہے اُن دونوں کے درمیان جائیداد  
 میں سے۔ اور وہ اُن کے اکٹھا کرنے پر بھی، جب چاہے،  
 قدرت رکھتا ہے ﴿۲۸﴾

پہلے ترجمہ، معاد اور جبرائیل علیہ السلام کا ذکر ہوا، اور نیک و بد  
 آدمیوں کا انجام بیان کیا گیا۔ پھر گزشتہ آیت میں رسالت کا ذکر تھا۔ اللہ نے  
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے کلامِ لا اِلهَ اِلاَّ اَنتَ اَلْحَمْدُ لَکَ اَجْمَعًا  
 میں اس تبلیغِ حق پر تم سے کوئی معاوضہ نہ طلب نہیں کرتا، میں تو صرف قرابت داری کو

لکھا ہوا ہے۔ بتا ہوں کہ کون کون سے جگہ ایذا رٹو نہ پہنچاؤ۔ اب آج کی یہی آیت بھی رسالت  
ہی کے تسلسل میں ہے۔ پھر آگے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیں اور عجائباتِ عمل  
کا تذکرہ ہے۔

افترا  
اللہ تعالیٰ  
کی نفی

ارشادِ بڑا ہے اَمْ يَقُولُونَ افَنُوحِي عَلَى اللَّهِ كَذِبًا كَمَا يَكْفُرُ  
مُشْرِكِينَ اور مکتوبین کہتے ہیں کہ اللہ کے نبی نے خدا تعالیٰ پر افترا، باندھا ہے، یعنی  
قرآن پاک اللہ کا کلام نہیں، بلکہ یہ نبوت کا ذخیرہ، خود ساختہ کلام کہ اللہ کی طرف  
منسوب کر دیا ہے۔ اللہ نے ایسے لوگوں کا رد فرمایا ہے اور وحی الہی کی حقیقت  
کو اس افتراء سے پیش کیا ہے کہ تم کہتے ہو کہ یہ خدا کا کلام نہیں، یاد رکھو :

فَإِنْ يَسْأَلُكَ اللَّهُ بِحُكْمٍ ظَلَيْتَ عَلَيْهِ أَفْ تَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ يَرْفَعُ الْحَدِيثَ الْكَلِيمَ  
اور دوسری صحیح بات داخل ہی نہ ہو سکتی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایسا کرنے پر مکمل قدرت  
رکھتا ہے مگر وہ ایسا نہیں کرتا۔ لہذا اللہ کا پیغمبر ہمیشہ یہی بات کرتا ہے جس  
کی بنیاد وحی الہی ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ ایسے پیغمبر پر افتراء کا الزام لگایا اور  
اس کی طرف غلط باتیں منسوب کرنا درست نہیں۔ وہ جس کے بغیر کچھ نہیں کہتا  
مفسرینِ کرام فرماتے ہیں کہ آیتِ مزید درجی کہ سورۃ بنی اسرائیل کی اس آیت  
کے الفاظ میں صحیفہ چھپنے وَلَئِنْ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّسَتْ لَهُ جُنُودٌ يَأْتِيهِ الْوَحْيُ  
لَئِنْ رَبِّي اسْرَائِيلُ (۸۶) اگرچہ ہم چاہیں تو آپ کی طرف نازل کی گئی وحی کو  
آپ سے ہٹا دیں۔ اس مقام پر بھی ایسی ہی بات کی گئی ہے کہ جس نے کمال  
مہربانی سے آپ پر اپنی کتاب بصورتِ وحی نازل کی ہے اور جس طرف یہ آپ کے  
قلبِ بابرک پہ نازل کی ہے، اسی طرف ہم آپ کے وحی کو سرسری کر سکتے  
ہیں کہ اس میں کوئی چیز داخل ہی نہ ہونے پائے، بھلا یہ لوگ آپ پر افتراء کا الزام  
کیسے لگاتے ہیں !

فَرَأَى حَقِيقَتَ رَبِّهِ فَكَبَّحَ اللَّهُ أَلْبَابَهُ لِيَسْمَعَ تِلْكَ الْكَلِمَاتِ الَّتِي لَا يَمُرُّ بِهَا الْكَافِرُ



کے ذریعے باطل کو مٹاتا ہے وَيُحَقِّقُ الْحَقَّ يَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ اور اپنے عبادت کے ذریعے صحیح بات کو ثابت کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر اور وحی کے خلاف غلط پروپیگنڈا اور شیطانی وسوسوں کو مٹاتا ہے اور اپنے عبادت کو براہِ راست ہی اپنے انبیاء پر نازل فرما کر حقیقت کو واضح کر دیتا ہے اور اس طرح گمراہی دور ہو گا۔ وَيُؤَيِّدُ بِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ اور پانی کھل کر سسٹے آجاتا ہے۔ فَرَاهِدَ لَئِنْ يَنْزِلَ عَلَيْهِ آيَاتُ الْقُرْآنِ لَيَقُولَنَّ يَدْعُو بِهِ كَذِبٌ أُولَئِكَ يُجْعَلُونَ لِلْإِنْسَانِ أَعْيُنًا لَّا يَفْقَهُونَ وہ ہر شخص کے لئے دیتا ہے۔ وہ ہر شخص کے لئے دیتا ہے اور اُدھر سے بھی واقف ہے اور اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔

شاہ عبدالغادر اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے اُپر کرپا جمہور کو اپنے دست کا وہ چلبے توڑ کر بند کر دے کہ انہوں ہی نہ اسے جس کو باندھ سکے، اور چاہے تو کفر کو مٹائے، پھر پیغام بھیجے۔ خدا تعالیٰ کسی غلط بات کو بغیر نبی کے واسطے کے بھی مٹانے پر قادر ہے۔ مگر وہ اپنی باتوں سے دین کی باتوں کو ثابت کرتا ہے۔ اس واسطے نبی پر اپنا کام بھیجتا ہے۔ چاہے تو اللہ ہر کام کر سکتا ہے، دل کو بند کر دے، اس پر کوئی چیز نازل نہ ہو، لیکن اللہ تعالیٰ حق کو ثابت کرتا ہے، باطل کو مٹاتا ہے اور اس طرح اپنے عبادت یعنی نبی پر کلام نازل فرما کر حق کو ثابت کرتا ہے اور باطل کو طایفہ کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کے مخفی رازوں، نیت، ارادے اور ہر ایک قرین باتوں کو جاننا چاہتا ہے۔ جن کو کوئی دوسرا نہیں جان سکتا۔ یہ رسالت کا بیان ہو گیا۔

توبہ اور اس کی  
قبولیت

ارشاد ہوتا ہے۔ وَهُوَ الَّذِي يَصْفِي الشُّبُهَاتِ اور جو کچھ تمہارے ہونے پر شک ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی صفات سے ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول کرتا ہے۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اور جو ایمان لائے اور نیک اعمال کی صفات سے ہے کہ جب اس کے بندے اس کی طرف رجوع کریں تو وہ ان کی نافرمانی سے روک کر ان کی توبہ کو قبول فرمائے۔ حدیث شریف میں آتا ہے التَّوْبَةُ الْمُسَدَّةُ

یعنی پیشانی کا نام ہی توبہ ہے۔ جو شخص گناہ کرنے کے بعد توبہ نہ کرے اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ نہ کرے یا توبہ ہی توبہ ہے جس کی قبولیت کا اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تفسیر کشاف، تفسیر منطویٰ اور اہم بیضاوی نے بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ کی خدمت کے زمانے میں ایک دیہاتی آدمی مسجد نبویؐ میں آیا اور عبدی عبدی استغفر اللہ استغفر اللہ کہنے لگا۔ حضرت علیؓ نے اس شخص کو بلا کر کہا کہ استغفار کا یہ طریقہ صحیح نہیں ہے بلکہ یہ تو منافقوں کا طریقہ ہے۔ اس شخص نے عرض کیا کہ حضرت مجھے توبہ کا صحیح طریقہ بتا دیجئے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ سچی توبہ کے لیے چہرہ شام کا پورا کرنا ضروری ہے جو یہ ہیں۔

(۱) سادہ گناہوں پر توبہ ہو۔

(۲) دوران گناہ جو فرائض ترک کیے ہیں ان کو پورا کر لینے۔

(۳) کسی درستی کے ساتھ عظیم زیارت کی ہے تو اس کی توفی کرے۔

(۴) جس طرح گناہ کے زمانے میں اپنے نفس کو گناہ پر آمادہ کرتا ہے۔ اب توبہ کے بعد نفس کو اسی طریقہ سے اللہ کی اطاعت کے لیے ہموار کرے۔

(۵) جس طرح گناہ کے ارتکاب سے گناہ کی لذت اٹھا لیتا تھا۔ اب اطاعت کر کے اس کی لذت بھی حاصل کرے۔

(۶) گناہ کے زمانے میں ہنستا تھا اب اٹھی قدرے کی کوشش کرے۔

غرضیکہ زبان سے توبہ نہ کرنا اور گناہ پر اصرار کرنا کچھ مفید نہیں ہوگا بلکہ توبہ کی قبولیت کے لیے اس کے لوازمات کی تکمیل بھی ضروری ہے۔

فرمایا اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرتا، گناہوں سے دور گذارتا ہے وَیَسْتَجِیْبُ

الدَّعِیَّتِ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ اور ان لوگوں کی دعا میں سنتا ہے اور

انہیں قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال انجام دیے۔ دعا بہترین

عبادت ہے۔ اللہ کا فرمان ہے۔ اٰجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّٰعِیْ اِذَا دَعَا رَبَّ

وَابْقُرْ - ۱۶۶ جب کوئی دعا کرنے والا دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا کو قبول



کہ وہ ہوں بشرطیکہ نہ لکھو گے والا ایسا مذہب ہے، اللہ کے نبی سے دُعا کی قبولیت کی جس صورت پر بیان فرمائی ہے۔ جب کوئی بندہ اللہ سے کوئی سوال کرتا ہے تو یا تو اس کا سوال پورا کر دیا جاتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو اس کی دُعا کی وجہ سے دُعا کرنے والے کی کوئی مصیبت نہیں آتی ہے اور یا پھر اس دُعا کو آخرت کے لیے ذخیرہ بنا کر رکھ دیا جاتا ہے۔ لہذا ہر انسان کو ہر وقت دُعا کرتے رہنا چاہیے۔

فرمایا وہ سنتا ہے دُعا اُن لوگوں کی جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال انجام دیے وَتَزِيدُهُمْ هُمْ يَتَّقُونَ فَضْلِهِ اور انہیں اپنے فضل سے زیادہ بھی عطا کرتا ہے۔ وہ اپنے بندے میں جس قدر خواص پاتا ہے اُسی قدر اپنی رحمت میں غافل کر دیتا ہے۔ وہ اپنی معافیت اور رحمت کے سوا کچھ دیتا ہے عطا کر دیتا ہے۔ اس کی کوئی تحدید نہیں ہے وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ اس کے برعکس کافروں کے لیے اللہ کے ہاں سخت عذاب بھی تیار ہے جو شخص اس کی تحدید کو قبول نہیں کرتا، اس کے بتائے ہوئے پروگرام پر عمل نہیں کرتا، وہ اس کے شدید عذاب کا مستحق بن جاتا ہے۔

ترجمہ  
مکمل  
اور  
مفہوم

تو صحیح عالم شاہ ہے کہ انبیاء کی نبوت کو تسلیم کرنے کے راستے میں ایک رکاوٹ اُن کی کمزور مالی حیثیت بھی رہی ہے۔ دنیا کے اکثر و بیشتر مہتمموں اور آسودہ حالی لوگوں نے ہی رسالت کا انکار کیا، اسی کا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ نبی کو ایک اسپرکیر آدمی ہونا چاہیے جس کے پاس مہلات ہوں، باغات ہوں، نوکر چاکر اور آرام و راحت کے تمام اسباب مہیا ہوں، بھلا ایک نادار آدمی کیسے نبی تسلیم کر لیا جائے۔ خود حضور علیہ السلام کی رسالت پر بھی یہی اعتراض تھا لَوْلَا مَلِكٌ هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى رَجُلٍ مِّنَ الْقُرْيَةِ كَيْفَ تَعْظِيْمُ (النزہد - ۳۲) یہ قرآن کون اور طائف کی دو بڑی بیٹریوں میں سے کسی بیٹری آدمی پر کیوں نازل ہو گیا، کیا اس کے لیے ابوطالب کا خیمہ جتنی سی روگیا تھا، اگلی آیت میں اللہ نے اسی اعتراض کا جواب دیا ہے کہ منصب نبوت کے لیے اہل بیت و خورجیت موعود نہیں ہے۔ دنیا میں

رزق کی کٹاؤ کی یا تنگی تو اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مساویت تعلق رکھتی ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے زیادہ دیتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے کم دیتا ہے۔ اور پھر آموروں حال ہونا اللہ کے ہاں پسندیدگی کا کوئی معیار تو نہیں۔ وہ بعض اوقات مافوقوں کو بے حساب نعمتیں عطا کر رہا ہے۔ دولت کی قرار دانی ہوتی ہے، دنیا کی زندگی کے لیے ابواب راحت موجود ہوتے ہیں مگر بالآخر وہ جہنم کے گندہ ہاتھوں میں ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بعض خاصین کو دنیا کی زندگی میں تنگی میں ڈال دیتا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ اللہ کے ہاں مغفول ہوتے ہیں۔ اللہ کا قانون یہ ہے **وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضُكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ خَفِيٌّ**۔ انہما کہ اُس نے روزی کے معاملہ میں بعض کو بعض پر برتری عطا فرمائی ہے۔ تو یہاں پر ارشاد ہوتا ہے **وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَٰكِن لَّا يَسِفُ**۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے روزی کٹاؤ کر دے تو وہ زمین میں سرکشی کرنے لگیں۔ خدا تعالیٰ کو سچا نہیں اور نہ اُس کی اطاعت کریں۔

عالم ارواح والی حدیث شریف میں آیت ہے کہ جب آدم علیہ السلام کے سامنے ان کی اولاد کی تقسیم ہو جائے پیش کی گئیں تو انہوں نے ان کے درمیان اور نیچے دیکھ کر بارگاہ رب العزت میں عرض کیا رَبِّ لَوْلَا سَوَّيْتَنَا بَيْنَ عِبَادِكَ بِمَوَدَّتِكَ لَوْ كُنَّا نَعْلَمُ مَا كُنَّا لَكَ بِشَاكِرِينَ۔ اگر ہم نہ جانتے تو ہم نے اپنے بندوں کے درمیان مساوات کیوں نہیں قائم کی تو اللہ نے فرمایا کہ اگر میں سب کو برابر کروں تو مجھے کوئی شکر نہیں پہنچے گا۔ اللہ نے بندوں کے درمیان اپنی حکمت کے مطابق رزق میں کمی بیشی کی ہے۔ وہ اس دنیا میں کسی کو زیادہ دیتا ہے اور کسی کو کم۔ اگر سب کو یکساں کر دے تو لوگ سرکشی کرنے لگتے ہیں۔ وہ خوب جانتا ہے کہ کس کو کس عاف میں رکھنا ہے۔ کس کے ساتھ کون سی چیز زیادہ مناسب ہے۔ اور کس صورت میں اُس کا امتحان لینا ہے۔

اس زمانے میں اشتراکیت کے دعویدار معاشی مساوات کا ہڑا پر اٹھنے لگے ہیں حالانکہ یہ ایک غیر فطری چیز ہے۔ اشتراکیت کی قانون سازی گہری سچائی

معاذ اللہ  
غیر



مزدگار نے کی تھی۔ وہ لوگوں نے۔۔۔ ہر چیز کی مساوات کا اس نے سوا کیا۔  
 اسے نظریہ کے مطابق عورت بھی ایک سہارہ، چیز برقی چاہیے۔ جو کسی ایک نہایت  
 ۔۔۔ دوس کے مروجہ اشتراکیوں نے تو بعض چیزیں مثلاً برقی مکان، سوزی وغیرہ  
 کو زور دیا۔ اس میں شمار کیا ہے تاہم معیشت کے تمام وسائل کے مشترک ہونے  
 کے یہ بھی۔۔۔ ہیں کہ تمام وسائل پر حکومت کا کنٹرول ہونا چاہیے۔ چنانچہ یہ لوگ  
 اس اشتراکیوں کے گزشتہ ساٹھ ستر سال سے تجربات کر رہے ہیں مگر اوٹ کسی  
 کوٹ میں نظر آتا ہے۔ آج یہاں پر تشدد کے سوا کچھ نہیں۔ لوگوں کو اشتراکی نظریہ  
 پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ راجب کرلی اس کی مخالفت کرتا ہے تو اسے موت کے  
 گھاٹ اتار دیا جا رہا ہے۔ ہمارے بزرگوں نے تو اشتراکی نظریہ کی ابتداء میں ہی کہ  
 دیا تھا کہ اس نظام کا بھروسہ کر کے بھی دیکھ لو۔ تمہیں پتہ چل جائے گا کہ یہ خلاف  
 فطرت ہے اور ناکام ہے۔ آج ستر سال کے بعد اشتراکی نظام ناکام ہو چکا ہے  
 مٹی کو اس کا پرورش کرنے والا ملک روس خود ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ختم ہو گیا ہے۔  
 اس طرح ہمارے بزرگوں کی پیشین گوئی صرف کھرب پر رہی ہو گئی ہے۔  
 اشتراکِ تعالیٰ نے ہر شخص کے ذہنی اور جسمانی قوتی بھی یکساں نہیں کھے ایک نیا  
 نزدیک اور عقل مند آدمی ہے تو دوسرے سرسری ذہن کا ایک ہے کوئی جسمانی لحاظ سے  
 بڑا مضبوط ہے جب کہ دوسرے کمزور جسم والا ہے۔ پھر اپنی ظاہری اور باطنی قوتی  
 کی نسبت سے ان کے اشغال کا مختلف ہونا بھی لازمی امر ہے۔ کوئی ایک کام  
 کو بخوبی انجام دے سکتا ہے تو دوسرے کو سیکر کام کا زیادہ اہل ہے۔ لہذا ہر اہل اور  
 نااہل، کمزور اور صحت مند، ہنرمند اور غیر ہنرمند، جاہل اور عالم میں مساوات کیسے  
 قائم ہو سکتی ہے؟ اشتراکِ تعالیٰ نے عدم مساوات خود قائم کی ہے اور اس کی دلیل  
 یہ دی ہے کہ اگر وہ سب کے لیے روزی کے دروازے یکساں کٹاؤ کر دیتا تو  
 لوگ دنیا میں سرکشی نہ رہتے گتے اور سارے نظام درہم برہم ہو کر رہ جاتا۔  
 اشتراکی نظام معیشت کے برخلاف مغربی ممالک، امریکہ، برطانیہ، آئرلینڈ اور

جہ منی وغیرہ میں سرمایہ دارانہ نظام رائج ہے۔ اس نظام میں دولت کے کھلنے اور  
 غریب کرنے پر کوئی پابندی نہیں۔ ہر شخص پر پابندی یا جائزہ اخراج سے جتنی چاہے دولت  
 اکٹھی کر سکتا ہے۔ یہ ملکیت اور شغلاہیت کا نظام ہے اور قرآن کی رو سے  
 یہ بھی باطل ہے۔ اس نظام کا حاصل یہ ہے کہ دولت کا ارتکاز چند ہاتھوں میں ہو  
 کر باقی لوگ بنیادی حقوق سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔ امیر آدمی امیر تر اور غریب  
 بے چارہ غریب تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ بعض لوگ بڑی بڑی کمپنیوں میں بستے ہیں جہاں  
 انہیں آرام و آسائش کی ہر سہولت میسر آتی ہے جب کہ بعض لوگوں کو سر چھبانے  
 کے لیے جھونپڑا بھی نصیب نہیں ہوتا۔ یہی اس نظام کی سب سے بڑی خرابی ہے۔

برخلاف اس کے اسلام نے ایک صاف ستھرے نظام معیشت بنایا ہے۔ ہر  
 مذکورہ دونوں نظاموں سے مختلف ہے۔ اسلام پر مبنی اور ناجائز ذرائع سے اکٹھا  
 کردہ دولت نہیں دینا بلکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: *مَنْ كَسَبَ رِزْقًا فَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي*  
*حَلَّلَ طَبَقَاتِ الْبَرِّ* ۱۶۸۔ لوگو! زمین کی حوائی اور غلیب۔ چیزیں کھاؤ یعنی حرام  
 کے قریب نہ جاؤ، مگر آج دنیا میں اس پابندی کو کون قبول کرتا ہے؟ دولت  
 حاصل ہونی چاہیے خواہ شراب فروشی، منگھٹ، چرہ بازی، ہوا یا علم اور مٹری کے  
 ذریعے حاصل ہو۔ یہی طرح سرمایہ دارانہ نظام میں دولت کے حصول پر بھی کوئی  
 پابندی نہیں، کوئی پس لاکھ کی کوئی ہلکے اور پائیس لاکھ کا سا، ان تعیشی جمع کرنے  
 کھینچنے، تماشے اور عیاشی اور فحاشی پر دولت خرچ کرے، کوئی نہیں پوچھتا، ہر اس  
 اس افراد و تفریق کی اجازت نہیں دیتا، اسلام کے نظام معیشت کی رو سے ہر ایک  
 پر اللہ کی اس کے کہ ان کے بنیادی حقوق کو ضرور ملنے چاہئیں۔ اسے کہا، چار دس،  
 پانچ اور عید کی فیادنی سموتیں بہر حال حاصل ہونی چاہئیں، خواہ کہ تیرہ سو کی ہی ہوں  
 مگر ہر معاش میں سب برابر ہوں۔ یہ اسلام کی تعلیمات کے خلاف ایک خبیث فحش  
 و سب کوئی دال لٹانے، کوشش کھانے یا مٹری کھانے، بیہوشی کے کھانے  
 کو چاہیے۔ یہی ظلم و غور کی چھوٹی چھوٹی دولت منی چاہیے۔ ہمارے ہی کی

اسلامی نظام  
 معیشت





فَرَاغًا وَقَدْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَالْزُّمُرُورَ وَالْجِبَالِ وَالْأَنْهَارَ وَالْشَّجَرِ وَالْأَنْهَارَ وَالْشَّجَرِ وَالْأَنْهَارَ وَالْشَّجَرِ  
 کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کا یہ عظیم نظام قائم کر رکھا  
 ہے جس کے سلسلے ہر مخلوق عاجز ہے۔ وَهَآءِذْ قَدْ فَتَنَّا مِنْ تَحْتِ الْاَرْضِ  
 اور آسمانوں اور زمین کے درمیان جانوروں کو کھجیر دیا بھی اُس کی قدرت کی نشانی ہے  
 بھلا اُس کے بغیر کون ہے جو اُس کی مخلوق کی اقسام کا ہی احاطہ کر سکے۔ آسمانوں پر  
 دیگر جاندار تو نہیں ہیں، البتہ اللہ کی لطیف مخلوق ملاحہ ہیں۔ اس کے علاوہ کوئی دوسری  
 مخلوق بھی ہو سکتی ہے۔ جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ زمین کی مخلوق سے تو ہر  
 کسی قدر واقف ہیں جن میں بلند ترین مہستی خود انسان ہیں، باقی پھرندہ، پرندہ، اور مذکے،  
 کیڑے، مکوڑے اور اس سے کئی گنا زیادہ آبی مخلوق ہے۔ یہ غرضیکہ ہری، بھری اور  
 فضائی دس لاکھ سے بھی زیادہ قسم کی مخلوق اللہ نے پیدا کر رکھی ہے۔ یہ سب اس  
 کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ اگر انسان صرف اسی چیز میں خود کرے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کی  
 وحدانیت کو پہچان سکتا ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدا کیا ہے اور پھر بھینسا دیا ہے۔  
 وَهُوَ عَلَىٰ جَمِيعِهِمْ شَرِيفٌ قَدِيرٌ اسی طرح وہ جب چاہے گا، ان سب  
 کو اکٹھا کرنے پر بھی قادر ہے۔ اُس کا فیصلہ ہے کہ قیامت پر یا تو کچھ چیز فنا ہو  
 جائیگی اور بچ رہے گا سب بے محال اور جزا و سزا کے لیے سب کو دوبارہ زندہ کر کے اپنے  
 سامنے لا کھڑا کرے گا۔ سورۃ بقرہ میں بھی ارشاد خداوندی ہے اِنَّ مَّا كُنْتُمْ لَكُمْ  
 يَوْمَئِذٍ بِكَمٍّ اللّٰهُ جَمِيعًا رَاٰتِ ۱۴۸ تم جہاں کہیں بھی ہو گے، وہ تمہیں  
 جمع کرے گا۔ کوئی شخص قبر میں دفن ہو یا اس کے جسم کے ذرات ہوا اور پانی میں  
 منتشر ہو چکے ہوں۔ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ وہ سب کو جمع کر کے پھر اس کو اصلی  
 شکل میں پیدا کرے۔ اُس نے اس کام کے لیے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے جب  
 وہ وقت آجائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ سب کو اکٹھا کرے گا۔ یہ وقت قیامت  
 وہ جزائے عمل کی دلیل بھی ہوگی۔



التَّوْبَةُ ۲۲

آیت ۳۰ تا ۳۶

البقرہ ۲۵

درم ششم

وَمَا أَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فِيمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ  
وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ ۝ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي  
الْأَرْضِ ۖ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِن قَلْبٍ وَلَا  
نَصِيرٍ ۝ وَمِنَ آيَاتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ  
كَالْأَعْلَامِ ۝ إِنْ يَشَاءِ يُسَكِّنِ الرِّيحَ فَيَظْلَنَ رُوكَ  
عَلَى ظُهُورِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ  
شَكُورٍ ۝ أَوْ يُوقِفُهُنَّ بِمَا كَسَبُوا وَيَعْفُ  
عَنْ كَثِيرٍ ۝ وَيَعْلَمَ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي  
آيَاتِنَا مَا لَهُمْ مِّنْ حَافِظٍ ۝ فَمَا أُوتِيتُمْ  
مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَّعِ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَمَا عِنْدَ اللَّهِ  
خَيْرٌ وَأَبْقَى لِلَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رُبِّهِمْ  
يَتَوَكَّلُونَ ۝

ترجمہ: اور جو پہنچے ہے تم کو کوئی مصیبت ہیں

اس وجہ سے جو کایا ہے تمہارے ہاتھوں نے اور

درگزر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ بہت سے خطاؤں سے ۝

اور نہیں جو تم عاجز کرنے لگے زمین میں ، اور نہیں

ہے تمہارے لیے اللہ کے سوا کوئی کارساز اور نہ کوئی

ہوگا۔ ۳۱ اور اس کی نشانوں میں سے میں چھنے والی  
 کشتیاں سمندر میں سفلی چٹانوں کے ۳۲ اگر وہ جاسے تو  
 روک لے ہوا کو پس ہو جائیں وہ ٹھہرتے ہوئے اس کی  
 پشت پر۔ پس اس میں الہیہ نشانیاں ہیں ہر اس شخص کے  
 لیے جو صبر کرنے والا اور شکر کرنے والا ہے ۳۳ یا  
 ہلک کر لے اُن کو اس وجہ سے جو انہوں نے کیا ،  
 اور وہ بہتوں سے درگزر فرماتا ہے ۳۴ اور تاکہ جانیں  
 وہ لوگ جو جھگڑا کرتے ہیں ہماری آیتوں میں کہ نہیں ہے  
 اُن کے لیے یہ کئے کی کوئی جگہ ۳۵ پس تمہیں جو کوئی  
 چیز دی گئی ہے ، پس یہ سداں ہے دنیا کی زندگی کا ،  
 اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر ہے اور باقی سبے والی  
 چیز اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے اور اپنے پروردگار  
 پر وہ بدروسہ دیکھتے ہیں ۳۶

گزشتہ آیات میں نبوت و رسالت کا ذکر کیا اس کے ساتھ دلائل قویہ  
 اور اللہ کی قدرت کی نشانوں کا ذکر کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں و زمین کو  
 تخلیق کیا اور پھر زمین پر تمام جانداروں کو پیدا کیا۔ جس طرح بنی نوع انسان کو زمین  
 کے مختلف خطوں میں بھیج دیا۔ اسی طرح وہ قیامت کے دن سب کو اکٹھا بھی  
 کرے گا ، پھر ہر سیر کی نازل آئیگی اور حق اور باطل کے فیصلے ہوں گے۔ اور اترنے والے  
 درودیا کہ تمام اختیارات اور تصرفات اُنہی کے قبضہ میں ہیں اور وہ سب ہمارے کرنے  
 پر قدرت رکھتا ہے ۔

دنیا میں انسانوں پر ہر قسم کے فوارے ہیں کبھی راحت کبھی تکلیف کبھی  
 خوشحالی کبھی تنگدستی کبھی نعمت کبھی بیماری۔ پھر جب انسان پر کوئی مصیبت آتی  
 ہے تو پھر وہ شکوہ بھی کرتے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی مسئلہ میں سنہ ۱۰۰۰

ربط آیات

کتاب  
 یحییٰ علیہ السلام



صَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ تَعْلُونَ جو بھی کوئی تکلیف پہنچتی ہے وہ نکلے لیتے ہاتھوں کی گامی کا نتیجہ ہوتا ہے طلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی پر بار پڑتی نہیں کرنا کہ وہ بلا و وجہ کسی کو مصیبت میں مبتلا کر دے بلکہ ہر آدمی کو خلیف انسان کے کسی اپنے ہی سرور و اعمال کے بدلے کے سر پر بار پڑا ہوا ہوتا ہے سرور و درد میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَحْرِ وَالْبَحَرُ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا ذَاتَ الْحُسْبَانِ۔۔۔ حشر اور تدری میں قرار دیا ہو گیا ہے لوگوں کے ہاتھوں کی گامی کی وجہ سے تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے بعض اعمال کا مزا چکھائے۔ ہر حال اللہ کا فرمان ہے کہ کوئی شخص نہیں ہو یا وہ اس کو پہنچنے والی تکلیف بلا وجہ نہیں آتی بلکہ اس کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اہل اللہ کا یہ اصول بھی اپنی جگہ قائم ہے کہ درد و سر پر بار سے عمل پر گرفت نہیں کر لیتا بلکہ وَيَعْشُوا عَنْ كَيْدٍ شَرٍّ اُنْزِلَتْ مِنْ سَمَاءٍ مِّنْ سَمَوَاتٍ مَّعْلُومَةٍ۔۔۔ اور ان کے لیے انسان کو کوئی تکلیف نہیں پہنچاتا۔ تاکہ تکلیف پہنچانے کا حق اس کے پاس محفوظ رہتا ہے۔ ہر حال یہ ایک اصول ہے کہ بیشتر مصائب و پریشانیاں لوگوں کے اعمال ہی کی وجہ سے آتی ہیں۔

حضرت شاد علیہ السلام اور بعض دیگر مفسرین کے مفسر ملتے ہیں کہ مذکورہ اصول عاقل اور بالغ لوگوں کے لیے ہے خواہ وہ نیاس ہوں یا بد۔ البتہ انبیاء مرسلین کا اثر ان سے مستثنیٰ ہے کیوں کہ وہ معصوم ہوتے ہیں۔ اور ان سے اعمال بہت زیادہ نہیں ہوتے۔ اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ پریشانیاں اور مصائب انبیاء کو کم کو بھی بہت زیادہ لاحق ہوئی اسی علت کا باعث ہے کہ ان کو بھی تکلیف نہیں پہنچتی۔ لیکن تکلیفیں ان کو بھی آتی ہیں۔ تو شاد صاحب نے فرماتے ہیں کہ انبیاء اور غیر مطلقین کے مصائب کی وجہ ان کے اعمال نہیں ہوتے بلکہ ان کی حقیقت اور حکمت پروردگار اور ہی ہوتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ ہر گز یہ ہے کہ ان کو پریشانی

آنے والی تکالیف اُن کے درجات کی بنیادی کا اثر پیدا جاتی ہوں۔ حدیث شریف میں آیت کہ کسی اہل ایمان کو سچے والی چھٹی سے چھٹی تکلیف بھی اُس کے گناہوں اور نفع شریک کا کفارہ بن جاتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی شخص کو کاٹ دیا گیا ہے۔ مگر گناہ گئی ہے یا کوئی غرض اُن کا ہے کسی ذہنی پریشانی میں مبتلا ہو گیا ہے تو یہ اُس کے اعمال سوا کا کفارہ ہوتا ہے۔ تاہم عام قانون یہ ہے کہ آدمی اچھا ہو یا بُرا اُس کے حساب میں اس کے اعمال کا دخل ہوتا ہے۔ البتہ بیشتر اوقات اللہ تعالیٰ گرفت نہیں کرتا بلکہ معاف کر دیتا ہے۔ جس طرح وہ دنیا میں درگزر فرماتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ بزرخ اور آخرت میں بھی معاف فرمائے یا وہاں پر گرفت کرے۔ یہ اس کی مشا پر موقوف ہے۔ بہر حال اُس کے درگزر کا قانون دنیا، بزرخ اور آخرت سب پر جاری ہے۔

راہ فرار  
ممکن نہیں

فرمایا وَمَا أَنشُرْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ اور نہیں ہر قوم عاجز کرنے والے اللہ تعالیٰ کو زمین میں۔ مگر کوئی شخص چاہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرتی کر کے، کوئی غلطی کرے ہی اور گناہ کر کے اللہ تعالیٰ کے تسلط سے بھاگ جائے یعنی اُس کی گرفت سے باہر نہ جائے تو ایسا ممکن نہیں۔ کوئی شخص کسی قلعے میں پناہ لے کر جنگوں اور سواروں میں چھپ جائے کسی پاد کی غار میں پناہ گزین ہو جائے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی مہلت سے راہ فرار اختیار نہیں کر سکتا اور نہ اُس کی گرفت سے بچ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو عاجز کرنے کا یہی مطلب ہے۔ فرمایا اَمَّا اَمْسَ بَہَاکَ لَرَّکَاں مَا زَکَ وَمَا لَکُم مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ قُوٰی وَلَا نَصْرِ تَعَارَی لَہِ اللّٰہِ کے سوا نہ کوئی کارمد ہے اور نہ کوئی مددگار مصیبت کے وقت کوئی بھی کام نہیں آئے گا۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ کی وحدانیت، قدرتِ کاملہ اور جزائے عمل کا ذکر ہو گیا۔

وہابی قدرت  
اور وحدانیت

اللہ نے اپنی قدرت اور وحدانیت کے دلائل کے سلسلے میں فرمایا وَمِنْ اٰیٰتِہِ الْجَوَارِیْ فِی الْبَحْرِ کَالْاَعْلَامِ اس کی قدرت کے دلائل



میں سے پیادوں کی مانند سمندر میں چلنے والی کشتیاں بھی ہیں۔ جہاز، جاریہ کی طرح  
 ہے جس کو متقی پانی میں چلنے والی — کشتی ہو آہستہ، جیسے طوفان کے موقع پر  
 فرمایا اِنَّ السَّاطِفَاتِ السَّاعَاتِ لَمُحَمَّدٌ كَمُ فِي الْحَيَاةِ (المکاتہ - ۱۱)  
 جب نرت علیہ السلام کے زمانے میں عظیم سیلاب آیا تو پہلے تھیں پانی میں چلنے  
 والی کشتی پر سوار کر دیا۔ اس زمانے میں تو جہاز سے سزاوار پانی کشتی ہیں یا جہاز تھا مگر  
 بعد میں بحری ذرائع نقل و حمل نے بڑی ترقی کی ہے۔ پہلے سیمر چلے، پھر کوئلے یا  
 تیل سے چلنے والے لاکھوں ٹن وزنی، جہاز اور ٹینکر معرض وجود میں آئے۔ بہت سے  
 بڑے بڑے جہاز میں جنہیں پیادوں سے تشبیہ دی جا سکتی ہے، عاجروں کے لیے  
 مخصوص سینئر کمانڈر گیارہ مشنر تھا۔ اس کی چار مشنر پانی میں اور سات کپڑ تھیں  
 اور دیکھنے میں پیادوں نظر آتا تھا، اب ختم ہو چکا ہے۔

فرمایا اللہ نے ان کو اپنی قدرت کا طرے سے پانی کی سطح پر دواں کیا ہے  
 یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ ایک سونی جیسی چھوٹی چیز تو پانی میں ڈوب جاتی ہے،  
 مگر بڑا ہوں اور لاکھوں ٹن وزنی جہاز لاکھوں ٹن سامان لیے بڑا ہوں میل کا سفر کرتے ہیں  
 فرمایا اِنَّ تَشَاءُ يَسْكُنُ الرِّيحُ اِذَا شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی جہت تو ہوا کو روک لے۔  
 فَيُظِلُّنَّ رَوَاكِدَ عَلٰی ظَهْرِهِ ہیں وہ پانی کی پشت پر اٹھے ہوئے ہو جاتے  
 پڑنے زمانے میں بارہائی کشتیوں کے ذریعے سفر کا انحصار ہوا یہ ہوتا تھا۔ اگر ہوا  
 سفر کے موافق چلتی تھی تو کشتی بھی چل پڑتی تھی۔ اگر نہ فرمایا کہ اگر وہ چاہے  
 ہوا کو ہی روک دے تو ایسی صورت میں کشتی بھی پانی کی سطح پر رک جائے گی۔ یہ تو اس  
 زمانے کی بات تھی، آج بھی جب اللہ تعالیٰ کی مشاء ہوتی ہے تو بڑے بڑے جہاز سطح  
 آب پر چرک جاتے ہیں۔ انجن میں کوئی نقص پڑ جائے یا سخت طوفان برپا ہو جائے  
 تو جہاز کو روکنا پڑتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات کسی حادثے کی صورت میں بڑے سے  
 جہاز بھی تباہ ہو سکتا ہے۔ بعض اوقات جہاز کو سمندری بڑے سے ٹکرا کر پاش  
 پاش ہو جاتا ہے، کبھی کبھی پرچہ ہوتا ہے، آگ لگ جاتی ہے اور اس طرح ہوتا





ہو جائیں گی کیونکہ تمام مذاہب تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت اس کی توجہ اور جہت کے عمل کی دلیل ہو گئی۔

محتاج دنیا  
اور آخرت

اکمل آیت میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کے سائر مذاہب کا مقابلہ آخرت کی اپنی زندگی اور اُس کے انعامات کے ساتھ کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: **فَمَا أُوتِيتُمْ** **هٰذَا شَيْءٌ مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا** میں یہ جو چیز بھی دی جاتی ہے یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے کہ انسان ملے اپنی چند روزہ حیات میں استعمال کرے حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا کی ہر چیز عارضی ہے حتیٰ کہ انسان کا اپنا وجود ہلکا صحت اور تمام لوازمات زندگی ناپائیدار ہیں۔ اس سے خدا تعالیٰ کا مقصد انسان کو یہ سمجھانا ہے کہ وہ اس عارضی دنیا اور اس کے عارضی سائر مذاہب کو ہی سب کچھ سمجھ کر اسی پر ہی مضمون نہ جو جائے، بلکہ اس کی نگاہ اس کی اپنی زندگی اور اس کے سائر مذاہب پر ہوئی چاہیے کیونکہ **وَمَا عِندَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّمَّا تَكْتُمُونَ** اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ اس دنیا کے سائر مذاہب سے بہتر بھی ہے، اور وہ یہ پابھی۔ اللہ کے ہاں ہونے والے انعام و اکرام کی کیفیت اور مقدار کی نسبت اس دنیا کی زندگی اور سائر مذاہب کے ساتھ کچھ بھی نہیں اس دنیا کی یہ چیز فانی ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے، اُس میں بھی کمی نہیں آنے کی، مگر یہ ان لوگوں کے لیے ہے **الَّذِينَ آمَنُوا وَجَاهِلُوا** انہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اس کے رسولوں، کتب سماویہ، و قریح قیامت اور جہت کے عمل پر یقین کیا۔ اس مقصد کے لیے اُن کی درجہ توبہ ہے انسان مذکور چیزوں پر صدق دل سے ایمان سے لے کر کمالی درجہ یہ ہے کہ انسان ایمان رکھے اس پر عائد شدہ فرائض بھی ادا کرے۔ ایسے لوگوں کی کیفیت اللہ نے گذشتہ سورۃ میں بیان کر دی ہے کہ جنت کی خوشخبری ان لوگوں کو حاصل ہوئی ہے **إِنَّا الْيَقِيْنَ قَالُوا رَبَّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْمَعُوا** جنہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور پھر اللہ نے مستقیم بنے ہوئے نہروں

فرائض و واجبات کو ادا کیا جگہ سنن اور مستحبات کی پابندی بھی کی۔ فرمایا آخرت ان کے لیے ہے جو ایمان لائے وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ اور جو اپنے بددور و گارچہ کل بھروسہ بھی رکھتے ہیں۔ اللہ نے کامیاب لوگوں کی عبادت بھی بیان کر دی ہے۔ اس بارہ ان لوگوں کا فرض ہے کہ وہ دنیا کی عارضی رونق پر مضمون ہونے کی بجائے آخرت کی دائمی زندگی اور اس کے دائمی انعامات کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اس مقصد کے لیے اللہ نے یہ نسخہ بھی بتلایا کہ انسان کے پاس ایمان کی دولت ہونی چاہیے۔ ایمان جس قدر مضبوط ہوگا۔ اور اس کا درجہ جس قدر اعلیٰ ہوگا اسی قدر انسان کے انعامات میں بھی اضافہ ہوگا۔ اور پھر ایمان کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات پر مکمل اعتقاد اور بھروسہ بھی ضروری ہے۔

---



وَالَّذِينَ يَحْتَسِبُونَ كِبِيرَ الْأَسْرِ وَالْفَوَاحِشَ وَإِذَا  
 مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ ③۵ وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا  
 لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَى  
 بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ③۶ وَالَّذِينَ  
 إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ ③۷ وَ  
 جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا فَمَنْ عَفَا  
 وَأَصْلَحَ فَالْجَزَاءُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا يَحْسِبُ  
 الظَّالِمِينَ ③۸ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ  
 فَأُولَٰئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ ③۹ إِنَّمَا  
 السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَ  
 يَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ أُولَٰئِكَ لَهُمْ  
 عَذَابٌ أَلِيمٌ ④۰ وَلَمَنِ صَبَرَ وَعَفَا  
 فَلِئِنَّكَ لَمِنَ الْعَظِيمِينَ ④۱

ترجمہ: اور وہ لوگ جو بچتے ہیں بڑے گناہوں اور بھائی  
 کی باتوں سے، اور جب وہ غصے میں آتے ہیں تو معاف  
 کر دیتے ہیں ④۰ اور وہ لوگ جنہوں نے حکم دیا اپنے





گناہ قرآنِ مسنونہ کی اصلاح سے کہ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد سُبْحَانَكَ يَٰمُحَمَّدُ  
 كَيْتُومَا تَنْهَوْنِ عَنْهُ فَكَبُرَتْ عَنْكَ سَبِيحَاتُكَ يَٰعَلِيٍّ يَٰعَلِيٍّ  
 اگر تیرے کبیرہ گناہوں سے بچتے ہو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے چھوٹے گناہوں کے گم  
 انہما سہیٹے کی دھڑکے پر خود بخود ہی معاف کر دے گا۔ عموماً غفرتیں اور صفائے  
 انسان سے اکثر متروک ہوتے ہیں۔ بہن کو اللہ تعالیٰ نیکی کے کاموں کی وجہ سے  
 بلا توبہ ہی معاف کر دیتا ہے۔ مگر کبیرہ گناہوں کی معافی توبہ کے بغیر ممکن نہیں ہوتی  
 اور جو شخص کہہ کر سے نہیں بچتا۔ تو کیا کر اور صفائے سب پر مواخذہ ہوگا۔ کیا تیرے  
 جیسے زیادہ فانی و نواسہ تیرے دوست انسان کا دین و اخلاق اور سب کی سب  
 خراب ہو جاتے ہیں۔ کبیرہ گناہوں میں پینے و رہنے پر کفر، شرک، پھر قتل، زانی  
 زانیہ، چوری، سحر، پالہ، تلوار، پیر، تخت، ہاتھ، سود، ثوری، شہید کو مارنا، جھوٹی گواہی  
 دینا اور غلو و زیادتی وغیرہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے جہنم کی وعید سنائی ہے۔ جن  
 پر لعنت بھیجی ہے یا اپنی نافرمانی کا انکار کیا ہے۔

جہاں تک فواحش کا تعلق ہے یہ بھی کہا نہیں داخل ہیں لیکن فواحش ہیں  
 عریانی کا عنصر زیادہ ہوتا ہے۔ فواحش میں زنا اور اس کے لوازمات عریانی، ہونچ  
 اور نیمہ پر مینہ، تصاویر، ناچ گانا اور خاص طور پر قریب شہوانیہ سے تعلق بائیں  
 سے بائیں ہونا شامل ہے۔۔۔ دوسری اور عمر بھر کی اخلاقیات، سنہرگی، عدم پابندی اور  
 زانیہ گنہگار کی سب بیانی کے کاموں میں داخل ہے۔ ان تمام فواحش سے اللہ  
 نے اجتناب کرنے کا حکم دیا ہے۔

انحراف کی دینی بیماری کے متحقق کی انتہی نے ایک صفت یہ بھی بیان فرمائی  
 ہے وَكَذَٰلِكَ عَصَىٰ آبَاؤُكُمْ لِقَوْلِ اللَّهِ كُفْرًا بِرَبِّهِمْ فَكَفَرُوا كُفْرًا  
 ہوتے ہیں تو دور گزر کر گئے ہیں، غصے کو پی جاتے ہیں اور معاف کر دیتے ہیں، بچہ  
 کی طاعت رکھنے کے بارے میں غصے پر قابو پالینا اور دور گزر کر گریہ بہت بڑی بات  
 ہے اور انسان کی فوری فلاح کی ضمانت ہے۔

دور گزر کر  
 غصے کو پی جانا

پھر فرمایا الشرك کے ویر یا الاعمال کے مستحق وہ لوگ بھی ہیں وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ جنہوں نے اپنے پروردگار کے حکم پر لبیک کہا وَقَامُوا الصَّلَاةَ اور نماز کو قائم کیا، الشرك کے ہر حکم اور اس کے نبی کے سب قرآن کی بجا آوری بالعموم اور نماز کی اور ایسی بالخصوص ہر شخص سے مطلوب ہے، اور قرآن صفحات پر پورا آتا ہے، وہ یقیناً الشرك کے مقبول بندے ہوتے ہیں۔

ایسی مشورت

الشرك نے انھیں صفت یہ بیان فرمائی ہے۔ وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ اُن کے معاملات ایسی مشورہ سے طے پاتے ہیں۔ جن امور میں الشرك کا صریح حکم یا الشرك کے نبی کی سنت اور شریعت میں کوئی واضح صراحت موجود نہیں ہے۔ اُن امور کو ایسی مشاورت کے ذریعے انجام دینے کا حکم ہے اس قسم کے معاملات غیر مخصوص کہلاتے ہیں۔ البتہ مخصوص امر مثلاً نماز، روزہ، دار کا بن اسلام یا منیعت دین میں مشاورت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کیونکہ شریعت کا صریح حکم موجود ہوتا ہے اور اس پر عمل کرنا ہی لازم ہوتا ہے۔

مشاورت کی اہمیت اگرچہ ہر معاملہ میں مستحق ہے مگر اجتماعی امور میں اس کی اہمیت کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ امر سلطنت کی بطریق احسن انجام دہی کے لیے بہت سے انتظامی قوانین نافذ کرنا پڑتے ہیں مثلاً امن و امان کے قیام کے لیے پولیس کی ضرورت ہوتی ہے، ملکی سرحدوں کی حفاظت کے لیے فوج ضروری ہے، شریعت کی باقاعدگی کے بعض ضمنی قوانین اور

BY LAWS

دینے پڑتے ہیں۔ بعض تجارتی ضوابط کی ضرورت ہوتی ہے، چور بازاری، ذخیرہ اندوزی، عداوت اور سنگھٹک کی روک تھام کے لیے ضروری اقدامات کرنا ہوتے ہیں۔ بین الاقوامی صلح و خیریت ممالک کے درمیان سفارتی تعلقات، تجارت اور صلح و جنگ کے قوانین کی ضرورت پیش آتی ہے۔ یہ تمام امور ایسے ہیں جن کے متعلق قرآن و سنت میں واضح ہدایت نہیں ملتی بلکہ محض اجمالی ہدایت ملتی ہے جب کہ مفصل قوانین ایسی مشاورت

GUIDELINES

۲



سے ہی طلب کیے جاسکتے ہیں۔ اور ایسے ہی معاملات میں اللہ تعالیٰ نے مشورے کا حکم دیا ہے۔

مسلمانوں میں ہمیں مشاورت کا حکم سورۃ آل عمران اور بعض دیگر سورتوں میں بھی موجود ہے۔ مثلاً خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ نے حکم دیا: وَمَا أَوْفَوْهُ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا مَشَرْتُمْ فَمَشُوا كُلٌّ عَلَىٰ آلِ عِمْرَانَ۔ ۱۵۹ آپ اپنے رفقاء سے مشورہ کر لیا کریں۔ اور پھر جب کسی کام کا چننا ضروری ہو تو اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے اسے پانچ تکمیل تک پہنچا دیں۔ اس موقع پر تفسیرین کو لازم ہو کر پڑھنا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام پر مشورہ کرنا واجب تھا یا مستحب۔ امام ابو بکر صحنہ نے اپنی تفسیر احکام القرآن میں لکھے ہیں کہ یہ واجب تھا یعنی جس معاملہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف ضروری نہیں تھی اس معاملہ میں آپ کا اپنے صحابہ سے مشورہ کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ غزوہ امد کے موقع پر حضور علیہ السلام کی ذاتی رائے یہ تھی کہ شمر کے اندر وہ کوہنوں کا مقابلہ کیا جائے۔ مگر صحابہ کی اکثریت شمر سے باہر کھٹے میدان میں جنگ کرنے کے حق میں تھی۔ چنانچہ یہ جنگ دینے سے باہر کرہ امد کے زمین میں لڑی گئی۔ مقصد یہ کہ جب خود پیغمبر علیہ السلام کے لیے بھی مشورہ کرنا ضروری تھا تو ان لوگوں کے لیے تو بطریق اولیٰ ضروری ہوگا۔

مولانا عبید اللہ سندھی فرماتے ہیں کہ مشورے کے اس زیر اصول کو مسلمان حضرات نے ضائع کر دیا ہے جس کی وجہ سے نظام خلافت تباہ ہو گیا ہے حقیقت یہ ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مشاورت سے مستثنیٰ نہیں تو باقی لوگ اس اصول سے کیسے اعراض کر سکتے ہیں۔ غرض غرضی کی وجہ سے ہر طرف من مانی ہو رہی ہے جس کا نتیجہ مسلمانوں کی بحیثیت مجموعی بگاڑت چلا ہے۔ بطریق شریف میں حضور علیہ السلام کا فرمان موجود ہے کہ جب کوئی پیغمبر یا سربراہ ہو جائے تو اپنے لوگوں سے مشورہ کر لیا کرو۔ پھر مشورہ کرنے کا بھی کوئی اصول ہے کہ اس معاملہ میں ان لوگوں سے رابطہ قائم کیا جائے جو دین اور دنیا دونوں کے معاملات کو سمجھتے ہوں۔ چنانچہ اگر

عبادت گزار ہوں، نہ کہ فاسق، فاجر اور ناجار لوگوں سے مشورہ کیا جائے تو یہی سمجھنا  
یعنی اصحابِ عمل و تقویٰ کے ساتھ مشورہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

جب اچھے اثرات اور صلاحیت والے لوگ آپس میں مشورہ کرتے ہیں تو بہتر  
بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے، چنانچہ جس کام میں مشورہ کر لیا گیا ہو، اُس میں نقصان کا  
خطرہ نہیں ہوتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے کہ جس معاملہ میں حضرت  
ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی رائے متفق ہو جائے، میں اُس کی مخالفت  
نہیں کروں گا۔ حضور علیہ السلام کا یہ بھی فرمان ہے کہ سوائے مجھ کے سفر نہ کرو،  
اور اگر سفر ہو جائے، پہلے تو ایسے نہ جاؤ جکہ جماعت بنا کر جاؤ اور پھر جماعت میں اپنا  
ایک امیر منتخب کر لو جس کی ہدایات کے متعلق سفر اختیار کرو۔ اس طرح دورانِ سفر  
خطبہ و نظر یہ یاد ہو کہ کون کونسا شرک و بدعتی ہو گیا ہے۔ ویسے بھی مَیْدُ اللّٰهِ عَلَیْکَ  
الْجَمَاعَةُ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے یعنی اس کی مہربانی اور تائید شامل حال ہوتی  
ہے۔ روایت میں یہ بھی آتا ہے مَنْ شَکَّ شَذَّ فِي النَّارِ جو جماعت سے  
انگٹ ہو گیا وہ جہنم کی آگ میں چھینک دیا گیا۔ جب تک کوئی گمراہ شخص بھی جماعت  
کے ساتھ سبک نہ گوا، اُس پر شیطان اپنا ہاتھ نہیں ڈال سکے گا، البتہ جب وہ جماعت  
سے علیحدہ ہو جائے گا یا اپنا عقیدہ انگٹ کرے گا تو پھر اس پر شیطان سوار ہو جائے  
گا۔ تمام نکتے یہیں سے لیتے ہیں۔ ان غرض دین کا کام ہو یا دنیا کا ہو، مشورہ کر لینا  
بہت ضروری ہے۔ حضور علیہ السلام ہر اُس قسم میں صحابہؓ سے مشورہ کر لیا کرتے تھے  
جس کے متعلق وحی نازل نہیں ہوتی تھی، اسی طرح خلفائے راشدینؓ تمام اجتماعی معاملہ  
مشورے سے طے کرتے تھے لہٰذا اُن کے کاموں میں غیر و برکت کا نزول ہوتا تھا  
مشورہ کے لیے دین دار اور اہل لوگوں کا ہونا ضروری ہے، وگرنہ بے دین لوگوں سے  
لوگ تو ہمیشہ غلط مشورہ ہی دیں گے۔

اُس کے ارشاد کے مطابق لوگوں کی ایک صفت یہ بھی بیان فرمائی وہی  
رَزَقْنَاهُمْ مِنْ قَبْلِ هَٰذَا وَلَٰكِنْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ وہ ہماری رضا کردہ روزی ہیں سے خرچ کرتے رہتے ہیں۔

الحاقی  
جیل ارشد



انرجات میں سے ایک پہلے فرائض آتے ہیں مگر ان کا پورا کرنا ضروری ہے۔۔۔۔۔  
 فرائض کے سارے کعبے سے استقامت پر غرضی

کچھ فیصلہ نہیں ہوگا جس طرح جائز مدت میں غرض کرنا ضروری ہے، اسی طرح ناجائز  
 امور میں غرض کرنے کی ممانعت بھی آتی ہے۔ غرضوں غرضی، امرات و تہذیب، مروت  
 فاسدہ، امر تہش وغیرہ پر غرض کرنا بلاشبہ حرام اور ناجائز ہے اور ایسا کرنے والے  
 لوگ عذاب اللہ کا خور ہوں گے۔

لہجہ  
 قادیان

ارشاد ہوتا ہے وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَكْتُمُونَ  
 اور وہ لوگ کہ جب ان پر غمزداری یا دلتی یا سرکشی ہو تو وہ بدلے سے جیتے ہیں اور ہر ایمان  
 فراتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دوسرے پر زیادتی کرتا ہے اور غمزداری یا استقامت ہے۔  
 تو ظالم سے بدلہ لینا چاہیے کیونکہ اگر ایسے شخص سے نرمی اختیار کی گئی تو اس کا ظلم بڑھتا  
 جائے گا اور پوری سوسائٹی کو خواب کر دے گا، ایسے حالات میں بدلہ لینا ضروری ہو جاتا  
 ہے۔ لَا يَرْجُوْهُ رَبُّهُ سے فَمَنْ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاصْدُوا عَلَيْهِ  
بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ (البقرة ۱۹۴) کہ زیادتی کرنے والے پر اتنی ہی  
 زیادتی کرو جتنی اس نے کی ہے۔ اگر زیادہ تکلیف پہنچانے کے تو ظلم میں شمار ہوگا۔  
 اللہ نے یہاں یہ قانون مقرر کر دیا ہے وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا  
 برائی کا بدلہ برائی کے مثل ہی ہے یعنی اس سے زیادہ نہیں، یہ بعض عدل و انصاف  
 کے تقاضا کی تکمیل ہے مگر نہ اصولی طور پر برائی کا بدلہ برائی سے نہیں بلکہ بھلائی سے  
 دینا چاہیے۔ الْبِرُّ فُؤَادًا عَافًا وَاصْلَحْ جس نے سعادت کر دیا اور صلح  
 کر لی فَاجْزِ عَنكَ اللہ تو اس کا اجر اللہ کے دے سے ہے اللہ تعالیٰ اس  
 کی صلح جوئی کا اس کو بہتر بدلہ عطا فرمائے گا۔ یہی زیادہ بہتر ہے، لیکن جہاں فساد کے  
 پھیلنے کا خطرہ ہو اور بدلہ لینے کی طاقت بھی ہو تو پھر بدلہ لینا زیادہ بہتر بلکہ ضروری  
 ہو جاتا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ یہ بات ابھی عین یاد رکھو إِنَّهَا لَآتِيْكُمْ  
الْعَظِيمُ کہ وہ ظلم و زیادتی کرنے والوں کو ہرگز نپہ نہیں کرتا، جتنا کسی کا قصور۔

سب اُمس کے مطابق ہی سرزد ہو۔ قصص کا سلسلہ سورۃ المؤمنین بیان ہو چکا ہے۔  
 اِنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ... الخ یعنی جان کے بدے  
 جان، آنکھ کے بدے آنکھ، ناک کے بدے ناک، کان کے بدے کان اور دانت  
 کے بدے دانت اور زخموں میں بھی قصاص ہے۔ البتہ جو کوئی معاف کرے  
 تو وہ اُمس کے لیے کفار دین جائے گا۔

فَرَأَىٰ وَلَدَيْنِ اِتَّخَذَ غُلَامًا طَمِعًا حَمِيًّا فَحَسَبَ يَافَاكَ نَفْسًا  
 پر غلام کیے جانے کے بعد قافو پلٹ کر مائیکم ہو۔ مومن سبیل فرماتے  
 لوگوں پر کرنی الزام نہیں ہے، دو قصاص سے سکتا یا عاکم کے ذریعے منفر  
 دلوں سے۔ یہ بالکل درست ہے۔ اِنَّهَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ  
 قِطْلُ مَوْتٍ اِنَّ اَسَ الزَّامِ تَوَانِ لَوِ كُنْ بِرِ جَرَامًا ظَلَمَ كَرْتِے ہوں یا  
 انتقام لیتے وقت عد سے بڑھ جاتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی کا ایک کون کاٹتے  
 تو وہ بد سے میں دوزخ کا ناکاٹنے یا اگر کسی نے ایک انگلی کاٹی ہے۔ تو  
 دو قصاص میں دو انجیاں کاٹنے سے، یہ زیادتی ہے اور ایسا کرنے والا سرور  
 ہوگا۔

فَرَأَىٰ الزَّامِ اِنَّ لَوِ كُنْ بِرِ جَرَامًا ظَلَمَ كَرْتِے ہوں یا  
 بَعَثَ اِلَى الْخَطِ جَزَمِے میں ناحق بغاوت کرتے ہیں کسی کے دل و جان کو  
 نقصان پہنچاتے ہیں یا کسی کی عزت و آبرو میں خلل ڈالتے ہیں، کسی کی حق تلفی  
 کرتے ہیں۔ شراب کو توڑتے ہیں یا معاشرے میں بد نظمی پیدا کرتے ہیں، تو  
 فَرَأَىٰ اَوَّلًا لَمْ يَكُنْ عَذَابُ اِلَيْهِمْ لَوْ كُنْ رَدَّكَ عَذَابُكَ  
 مستحق ہوتے ہیں۔ اُمس کے لیے کوئی رعایت نہیں ہے۔

فَرَأَىٰ وَلَدَيْنِ اِتَّخَذَ غُلَامًا طَمِعًا حَمِيًّا فَحَسَبَ يَافَاكَ نَفْسًا  
 تمام نیا انجیت کو بد شست کر کے خادم کو معاف کر دیا تو اب اوقات اس  
 کے اچھے نتائج نکلے سے ہیں اور ظالم لوگ تائب ہو رہے ہیں۔ اگرچہ بدلہ

صبر و سہا



این باطل جائز ہے مگر معاف کر دینا افضل ہے۔ گریبا صبر کرنا، درگزر کرنا اور عفو کرنا  
 کو دینا بہتر ہے اِنْ ذَا لِكُنْ لِحَسْبِ عَزِّمُ الْاَمُوْرُ بِمَا شِئِرَ بِرُؤْسِ عَزَامِ وَجْهَتِ  
 کے کاموں میں سے ہے۔ حضرت علیہ السلام کا فرمان ہے جو اللہ کے پیے تو اصفح کرنا  
 اللہ اس کو قبول کرے گا، گریبا جس نے انتقام نہ لیا، اللہ تعالیٰ اس کو بہتر اجر عطا  
 فرمائے گا۔

---

وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ قُوَىٰ مِنْ بَعْدِهِ وَتَرَى  
الظَّالِمِينَ كَمَا رَأَوْا الْعَذَابَ يَقُولُونَ هَذَا إِلَى  
مَرَدٍّ مِنْ سَبِيلٍ ④٣ وَتَرَاهُمْ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا  
خَشِعِينَ مِنَ الدَّلِيلِ يَنْظُرُونَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ  
وَقَالَ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ الْخَاسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا  
أَنفُسَهُمْ وَأَهْلِيَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ أَلَا تَرَ  
الظَّالِمِينَ فِي عَذَابٍ مُّقِيمٍ ④٤ وَمَا كَانَ لَهُمْ  
مِنْ أَوْلِيَاءَ يَنْصُرُونَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَمَنْ  
يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ سَبِيلٍ ④٥ اسْتَجِيبُوا  
لِرَبِّكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ  
اللَّهِ مَا لَكُمْ مِنْ مَلْجَأٍ يَوْمَئِذٍ وَمَا لَكُمْ مِنْ  
نَاصِرٍ ④٦ فَإِنْ أَعْرَضُوا فَمَا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ  
حَفِظًا ۖ إِنَّ عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلَاءَ ۚ وَإِنَّا إِذَا أَذَقْنَا  
الْإِنْسَانَ مِمَّا رَحْمَةً فَرَحَّ بِهَا وَكَانَ مُصْبِحًا  
سَيِّئًا ۖ لَبِثًا قَدْ مَتَّ أَيْدِيَهُمْ فَإِنَّ الْإِنْسَانَ  
كَفُورٌ ④٧ لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يَخْلُقُ



مَا يَشَاءُ يُهَيِّبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَّا ثَائِرٌ وَبُهِبٌ لِّمَنْ  
 يَشَاءُ الذِّكُورَ ۝ (۴۹) أَوْ يَزُوجَهُمْ ذَكَرًا أَوْ اُنْثٰى  
 يَفْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَفِيًّا إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ۝ (۵۰)

ترجمہ :- اور جس کو اللہ تعالیٰ بہکا دے ، پس نہیں ہے  
 اُس کے لیے کوئی کام بنانے والا اُس کے سوا ۔ اور دیکھے  
 گا تو ظلم کرنے والوں کو جب وہ عذاب کو دیکھیں گے  
 اپنے سامنے اور کہیں گے ، کیا ہے کوئی پھر جانے  
 کی طرف راستہ ؟ (۴۹) اور دیکھے گا تو ان کو کہ پیش کیے  
 جانیں گے اُس راگ ، پردہ اور ٹھیک ہوتی ہوں گی اُن کی نگاہیں  
 ذلت سے ، اور دیکھیں گے وہ ذلیل لگاہوں سے ، اور  
 کہیں گے وہ لوگ جو ایمان لائے ، بیشک نقصان اٹھائے  
 ورنہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے نقصان میں ڈال دیا اپنی جانوں  
 کو اور پتہ گھر والوں کو قیامت کے دن ، سزا ؛ بیشک  
 ظلم کرنے والے داسی عذاب میں مبتلا ہوں گے (۵۰) اور  
 نہیں ہوگا اُن کے لیے کوئی کارساز کہ اُن کی مدد کئے  
 اللہ کے سوا ۔ اور جس کو اللہ بہکا دے پس نہیں ہے  
 اُس کے لیے کوئی راستہ (۴۹) قبول کرو اپنے پروردگار کی  
 بات کو قبل اس کے کہ آجائے وہ دن کہ جس کے  
 لیے پھیرنا نہیں ہے اللہ کی جانب سے ۔ نہیں ہوگی  
 تمہارے لیے کوئی جانے پناہ اُس دن ۔ اور نہیں ہوگا  
 تمہارے لیے انکسار کرنے کا کوئی موقع (۵۰) پس اگر  
 اعتراض کیا ان لوگوں نے تو نہیں بھیجے ہم نے آپ کو

ان پر نگہبان بنا کر۔ نہیں ہے آپ کے ذمے مگر پہنچا دینا۔ اور بیشک جب ہم چکھاتے ہیں ان کو اپنی طرف سے ہرانی ترترانے لگتا ہے اس کے ساتھ۔ اور اگر پہنچتی ہے ان کو کوئی بڑی ان کے ہاتھوں کی کھاؤ کی وجہ سے تو بیشک انہیں ہانک گزرا ہوتا ہے ﴿۳۸﴾ اللہ کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی۔ پیدا کرتا ہے جو چاہے۔ بختا ہے جس کو چاہے بیٹیاں اور بختا ہے جس کو چاہے بیٹے ﴿۳۹﴾ یا جوڑا جوڑا دیتا ہے ان کو بیٹے اور بیٹیاں اور بناتا ہے جس کو چاہے ہاتھ۔ بیشک وہ سب کچھ جانتا والا اور قدرت رکھنے والا ہے ﴿۴۰﴾

ربانیات

گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے دین کے بہت سے اہم اصول بیان فرمائے تھے جن پر انسانیت کی فزاد فزاد کا دروازہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان اور بھروسہ، کبائز اور بے حیائی سے اجتناب، غصے کی حالت میں درگزر، حکم الہی کی تعمیل، نماز کا قیام، انفرادی اور اجتماعی معاملات میں باہمی مشاورت، خدا کی عطا کردہ دولتوں میں سے مستحقین پر انفاق، سرکشی کرنے والے سے انتقام مگر گنہگار کی پسندیدگی وغیرہ سونے سونے اصول ہیں جو اللہ نے گزشتہ درس میں بیان کیے۔ اب آج کے درس میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور گمراہی کی بات سمجھائی ہے۔ پھر رسالت اور توحید کا مسئلہ بھی بیان فرمادیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تخلیق انسانی کی دو اصناف کو اپنی قدرت اور حکمت بالحد کے شاہکار کے طور پر بیان فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی ہدایت اور گمراہی کے ضمن میں ارشاد فرمایا ہے۔  
وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ وَبِيلٍ مَّنْ يَهْدِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ خَبْرٍ  
گمراہ کر دے اس کے لیے اُس کے سوا کوئی کارساز نہیں۔ اللہ تعالیٰ ریمہ کر دے،

ہر انسان  
گمراہی



ماول اور ہادی بن وہ کسی کو روئے شہداء میں نہ ملے اس شخص کو کراہت سے جو اس کا محتاج  
ہوتا ہے اور جس شخص کے دل میں ہدایت کے حصول کا شوق اور تہجد اور اعتقاد اور  
بیت و صحن سے غافل ہو، اللہ تعالیٰ اس کے لئے یقیناً ہدایت کے راستے واضح کر دیتا ہے  
مطلب یہ کہ تندی، غفوری اور بیت النعاس آدمی ہیں ہدایت سے محروم رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سب انسان کو حواس ظاہرہ اور باطنیہ سے نوازتا ہے۔ تین قسم اور نظم  
وایا ہے۔ اس کی رائیوں کے لئے پیر سر بھیجے ہیں۔ کتابیں نازل فرمائی ہیں اور پھر انسان  
کو اختیار دے دیتا ہے کہ وہ ہدایت اور گمراہی میں سے جو کھاراستہ چاہے اختیار کر  
ے۔ اللہ تعالیٰ کو زبردستی صراط مستقیم سے نہیں ہٹاتا۔ البتہ اگر کوئی آدمی اپنے اختیار  
اور وہ سے غلط راستے پر چل نکلتا ہے تو پھر وہ اس کو زبردستی روک بھی نہیں۔ بکسر لولہ  
مَا تَقُولُ وَلَا تَقْبَلُ بِحَقِّكَ مِنَ الْعَالَمِ ۝۱۵۰ وہی مصرعہ، چاہتا ہے ہم اور  
ہم کی تفریق نہ کیجئے ہیں اور بالآخر وہ جہنم رسید ہو جاتا ہے۔

یہود و نصاریٰ کی گمراہی کی وجہ اللہ نے یہ بیان فرمائی ہے حَسَدًا رَحْمَتٍ  
عِنْدَ انْفُسِهِمْ مِّنْ قَبْلِ مَا سَبَّحْنَاهُمْ بِالْحَقِّ وَالْبَيِّنَاتِ ۝۱۵۱ کہ حق  
کے برائے ہو جانے کے باوجود انہوں نے اس بات سے حسد کیا کہ اللہ کا خلق نبی  
بنی اسرائیل کی بجائے بنی اسماعیل میں سے آئی ہے۔ ان کا خیال تھا کہ جو شرف بنی اسرائیل  
کو پہلے وقت میں حاصل رہا ہے وہ کسی دوسری قوم کو نہیں ملنا چاہیے۔ حالانکہ وہ  
نہوالی مہلت تھے کہ بنو اسماعیل اور بنو اسماعیل ایک ہی باپ و جد ہیں۔ یہاں اس کی اور  
ہم۔ لہذا اگر اللہ نے بنو اسماعیل کے بعد بنو اسماعیل کو عظمت عطا فرمائی ہے تو اس میں  
حسد کی کیا وجہ ہے۔ سب کا جہاد تو وہی اللہ کا خلیل ہے۔

اس واضح حیدر اور عذو کے باوجود اہل کتاب میں سے بھی بعض انصاف  
پسند لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ وہ سے تعصب کی عینک نہ رکھ کر دیکھا  
تو حقیقت ان کی نگاہ میں انہی اور انہوں نے اسلام کو قبول کر لیا۔ خود حضرت علیہ الصلوٰۃ  
والسلام کے زہد مبارک میں حضرت عبداللہ بن مسعود نے اسلام قبول کیا جو یوں یوں کے

بہت بڑے عالم تھے، اللہ نے اُن پر ہدایت کے دروازے کھول دیے اور وہ ہمیشہ کے لیے گویا رہ گئے۔ ابھی دو سال قبل ہندوستان کا ایک بہت بڑا ہندو اچار یہ مشہور ہو گیا تھا۔ اُس نے دو مضامین میں ڈاکٹر شریہ ر. P.H.D. لکھا ہوا تھا، بارہ زبانیں جانتا تھا، مختلف مذاہب کا مطالعہ کرنے کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ اسلام ہی سب سے سچا مذہب ہے کسی نے کہا کہ اسلام میں تو عدل و عزائم کی بہت سی باتیں ہیں، پھر تم نے اسے کیسے قبول کر لیا؟ تو کہنے لگا کہ انسان اپنی باتوں کو قبول کرنے کے لیے آمادہ ہوتا ہے اور اُس کو کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ اُس کو خواب میں حضور علیہ السلام کی زیارت بھی نصیب ہوئی اور اپنی بیوی اور بچی سمیت دائرہ اسلام میں داخل ہو گئی، آج کل وہ مجسراں میں رہتا ہے۔ کچھ عرصہ پہلے فرانس کے ایک شخص نے بھی انصاف سے کام لیا تو اللہ نے اُس کو بھی ہدایت دی اور وہ بھی حلقہ مجسراں میں رہ گیا۔ نیک نیت اور انصاف پسند آدمی تو کبھی نہ کبھی ہدایت کر دیتا ہے اور جو ایسے لوگ فتنوں میں مبتلا ہوتا ہے، وہ ہدایت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس لیے دیا کہ تمہیں شخص کو خدا تعالیٰ بہکائے اس کا خدا کے سوا کوئی کارساز نہیں جو اُس کو رہائے مستحق نہ ہو سکے۔



مکے مشرے ظالموں کی حالتِ تاریکیاں فرمائی ہے۔ اور مطالبہ ہے کہ سب سے بڑا ظلم ترک کر اور شرک سے اس کے بعد درجہ بدرجہ قتلِ ناحق، حق تلفی اور دین کا ذخیرہ ظلم کی قبرست میں گتے ہیں۔ مشرے اپنی کاموں کے مزاجین کے متعلق فرمایا:

وَنَزَّهَبُ الظَّالِمِينَ كَمَا زُيِّنَ الْعَذَابُ لِرَبِّهِمْ كَمَا كَرِهَ جِبِ

وہ اس عذاب پر نگاہ ڈالیں گے جس میں وہ مبتلا ہوئے تھے ہوں گے یَقُولُونَ

هَٰذَا الَّذِي فُتِنَّا بِهِ مِن قَبْلُ قُلْ أَفَرَأَيْتُمْ إِيَّاهُ يَقُولُونَ هَٰذَا الَّذِي فُتِنَّا بِهِ مِن قَبْلُ قُلْ أَفَرَأَيْتُمْ إِيَّاهُ يَقُولُونَ

مبے کے گردی صورت ہے؟ اس مقام پر پھر میں کی واپس جانے کی خواہش کا ذکر

انگرفت کے تراشے کے کیا گیا ہے۔ تاہم سب کسی شخص کی انفرادی موت وقت

فرستے گا۔ یہ۔ یہ وہ غیب اللہ جاتا ہے۔ اہمیت کے فتنے نکلنے گئے ہیں۔



قرآن وقت بھی ان اشہد رب العزت کی بارگاہ میں عرض کرتا ہے رَبِّ لَوْلَاكَ  
 اَخَّرْتُكَ الْاَلْحَبَّ اَجَلٌ قَرِيبٌ لَّا فَاصَّةٌ بَيْنِي وَبَيْنَ الْمَشْرِيقَيْنِ وَالْمَغْرِبَيْنِ  
 پروردگار! اگر تو مجھے تھوڑی سی عجلت سے دیتا تو میں صدقہ و خیرات کر کے  
 تیرے نیک بندوں میں شامل ہو جاتا، مگر اللہ نے فرمایا ہے کہ جب کسی کی موت  
 کا مقررہ وقت آتا ہے تو پھر ہرگز دیرت نہیں دی جاتی۔ سورۃ البرہان میں یہ  
 مضمون اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ظالم لوگ عذاب ملے دن کیوں گے۔  
 رَبَّنَا اَخِّرْنَا اِلَى اَجَلٍ قَرِيبٍ لَا تُخِيبْ دَعْوَتَكَ وَتَتَّبِعِ الْاَوَّلِ  
 و آیت ۴۴ پروردگار! ہمیں تھوڑی سی عجلت عطا کر تاکہ ہم تیری دعوت  
 ترجیح کر قبول کر سکیں اور تیرے پیغمبروں کا اہتمام کر سکیں۔ اللہ فرماتے گا، کیا تم  
 اس سے پہلے قسمیں کھا کر نہیں کہا کرتے تھے کہ تم پر کوئی نازل نہیں آئے گا؟  
 اب جب کہ دوسرا سماں آنے والا ہے تمہیں اتباعِ رسل کی خواہش پیدا ہوئی  
 ہے، یہ قبول نہیں کی جانے گی۔

خوشیکہ ظالم لوگ عذاب کر رکھ کر واپسی کی خواہش کریں گے۔ اللہ  
 نے فرمایا وَتَرْجِعُهُمْ يَوْمَ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الدَّلَالِ اِلٰیكَ  
 دیکھیں گے کہ وہ ذلت کی وجہ سے بھیجی ہوئی آنکھوں سے اونٹ کے عذاب  
 پر پیش کیے جائیں گے۔ يَنْظُرُونَ مِنْ طَرَفٍ خَفِيٍّ اور وہ ذلیل نکاہوں سے  
 دیکھیں گے، غمی کا مٹی پر شبہ بھی برتا ہے اور ذلیل بھی مضطرب رہے گا اس  
 دن ذلت کی وجہ سے نظریں اوپر نہیں اٹھا سکیں گے اس لیے ذلت چھوڑ غمی  
 تمہیں سے دیکھیں گے۔ وَقَالِ الذِّئْبُ اَمْسُوْا اِنَّ الْخَيْبَ مِنْ الدِّیَارِ  
 خَیْرٌ وَّاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ وَاَصْلُهُمْ يَوْمَ الْاٰیَاتِ اَمْ اَنْتُمْ اِلٰی اٰیَاتِ  
 لوگ کہیں گے کہ بیشک نقد ان اونٹنے والے لوگ وہ ہیں جنہوں نے اپنے  
 آپ کو اپنے گھروالوں کو قیامت ملے دن خباثت میں ڈال دیا ان لوگوں  
 اپنے تمام غم، غریب اور غمی گریا کہ زندگی کے قیمتی سرمایہ کو ضائع کر دیا، انہوں





تعم ترخیر خواہی اور تبلیغ کے وجود کیا؟ أَعْرِضُوا اگر یہ لوگ اعلان کریں۔ آپ کی بات پر توبہ نہ دیں فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيفًا تو ہر بات آپ کو ان پر کرنی انگبان بنا کر تو نہیں بھیجا کہ آپ ان کو حق کی بات سنا کر ہی چھوڑیں۔ قرآن ایسی بات نہیں بتا کہ آپ ان کے عمل، نیکوئی و جہ سے دل برداشتہ نہ ہوں بلکہ اپنا کام کرتے جائیں اور ان کا معاملہ چھوڑ دیں۔ سُورَةُ الْغَاثِ میں ہے لَسْتُ عَلَيْهِمْ بِمُعْصِطٍ زبیرؓ ۲۴۰ آپ ان پر کوئی وارد نہ تو نہیں ہیں کہ ان پر چڑھ کر زبردستی حق کی طرف سے آئیں گے۔ إِنْ عَلِمْتُ إِلَّا الْبَلَاءَ آپ کے ذمے تو خدا کا یہ معاملہ نیچا دینا ہے سُورَةُ الرَّحْمٰنِ اللہ نے مزید وضاحت فرمادی ہے فَأَنصَحْكَ عَلَيْهِمْ وَكَيْفَ أَتِيكَ بِالْبَأْسِ۔ یہ ہے شک آپ کے ذمے یہ بھی تھا کہ اپنا ہے اور پھر ان سے حساب لینا ہمارا ذمہ ہے۔ دوسری جگہ فرمایا أَفَأَنْتَ مُكْرِهُ لَتَأْسٍ مَنْ يَكْفُرْ تَوَلَّوْا مُؤْمِنِينَ (رویس ۵۹) کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے کہ وہ ضرور ہی ایمان لائیں جائیں؟ نہیں يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَتَأْسٍ مَنْ يَكْفُرْ تَوَلَّوْا مُؤْمِنِينَ (رویس ۵۹) کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے کہ وہ ضرور ہی ایمان لائیں جائیں؟ نہیں۔ اب جو شخص اپنے اختیار اور ارادے سے گمراہی کے راستے پر چلے گا تو پھر وہ اس کو تیار نہ بچھٹنے کے لیے بھی تیار ہے۔

اللَّهُ تَعَالَى نے عام انسانوں کی دشواری کا حال اس طرح بیان فرمایا ہے۔ وَإِذَا أَذَقْنَا الْإِنْسَانَ مَسَا دَحْشَةً فَرَجَّ يَهْتَبِ شُكَّ جِبِّ بِإِنْيَانٍ کو اپنی رحمت مٹا دیکھتا ہے تو وہ خوش ہو جاتا ہے۔ یعنی جب اُسے توہمیں زندہ رحمت نصیب ہوتا ہے، دل و دولت، عزت و جاو حاصل ہوتا ہے۔ تو پھر پھلے نہیں سہاتا اور کہتا ہے کہ یہ میرے علم و ہنر کا ثمرہ ہے۔ میں اس قابل تھا کہ مجھے یہ چیزیں حاصل ہوں۔ وَرَوَّعَ الْخَطْلَى میں وہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی کو غافل میں نہیں لے، اور نہ اس کا شکر یہ ادا کرتا ہے وَإِنْ لَّيُصْبِحَنَّ مُسِيئًا بِمَا قَدْ مَسَّ أَيْدِيَهُمْ اور اگر اُن کو اُن کے اپنے ہاتھوں کی گواہی کی وجہ سے تکلیف پہنچی ہے، اپنی غلطی کو ان کی گواہی سے کسی عیب سے نہ گرفتار



ہو جاتے ہیں فَإِنِ الْإِنْسَانَ كَفُورٌ ترجمہ ایک انسان ناشکر گزار بن جاتا ہے تکلیف کے وقت وہ خدا تعالیٰ کا شکر کہنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ کیا یہ ذلت و رسوائی میری ہی تھی میں تم نے والی تھی؟ غرضیکہ اللہ نے عالم انسان کی یہ حالت بیان فرمائی ہے کہ آسودگی میں غرور و تکبر کرتا ہے اور محسبیت میں ناشکر گزار بن جاتا ہے۔ اس کے برخلاف ایک مومن آدمی ہر حالت میں راضی برضا رہتا ہے، راحت آتی ہے تو شکر ادا کرتا ہے اور تکلیف آتی ہے تو سنجیدہ شکر سمجھ کر اُسے برداشت کرتا ہے اگلی آیت میں اللہ نے اپنی قدرتِ امار اور حکمت بالغہ کا اظہار اس طرح فرمایا ہے

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى النَّاسِ إِذْ أَكْرَمَهُمْ بِنُحْوَثِ الْأَنْبِيَاءِ اور ان میں کی پیغمبروں میں اللہ نے ان کی بادشاہی ہے۔ وہی ہر چیز کو ایک اور صورت ہے۔ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ ہر تخلیق اُس کی مشا اور حکمت پر منحصر ہوتی ہے۔ خاص طور پر انسان کی تخلیق کے متعلق فرمایا يَهْبِطُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَّا ثَائِفُونَ یعنی يَسَاءُ اللہ کو جس کو چاہے پٹیاں عطا کرتا ہے اور جس کو چاہے بیٹے دیتا ہے۔ یعنی تقدیر میں جس کا معاملہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے، وہ اپنی حکمت اور مصلحت کے مطابق لوگوں کے اور لوگوں کی تقسیم کرتا ہے۔ سورۃ القیامت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اُس نے نقطہ آب کے اور پھر غریب کے مجھے ہوئے تو پھر سے انسان کی تخلیق فرمائی فَجَعَلَ مِنْهُ الْتَوَجَّيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ (آیت ۴۹) پھر ان میں نر اور مادہ کے جوڑے جوڑے بنائے۔

اولاد و مصلحت  
فصل نمبر ۱۰

فرمایا جس کو چاہتا ہے پٹیاں دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے أَوِیْنِ وَیَحْضُرُ الذَّكَرَ إِنَّا ثَائِفُونَ اور مجھے اور پٹیاں جوڑوں کی شکل میں دیتا ہے ہر شخص کے حالات کے مطابق بعض کریمے اور پٹیاں دونوں صنفیں عطا کر دیتا ہے وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِیْمًا اور جس کو چاہتا ہے بالحد بنا دیتا ہے یعنی نہ لڑکا دیتا ہے اور نہ لڑکا بلکہ بعض لوگ عمر بھر اولاد سے محروم رہتے ہیں یہ اُس کی قدرت کاملہ کا دوسرا ہے۔ اولاد کے سلسلے میں انسان چار قسم کے گروہوں میں تقسیم ہو سکتے ہیں جن



کی اور وہ میں اور حضرت لڑکیوں بچوں - یا لڑکھوٹے لڑکے بچوں - یا لڑکھوٹے لڑکے بچوں  
 دونوں صنفیں ہوں - اور یا لڑکھوٹے لڑکے بچوں - یا لڑکھوٹے لڑکے بچوں - یا لڑکھوٹے لڑکے بچوں  
 گروہوں میں منتقل کر دے، مشہور ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
 اور لوط علیہ السلام کی صورت بھیاں تھیں، اور زینب علیہا السلام کو اللہ نے بھیاں ہی دیں  
 اور جیسے بھی جب کو بھئی علیہا السلام اور لوط سے باہل ہوئے سب تحقیق انسانی میں اللہ تعالیٰ  
 کی عجیب حکمت کا راز ہے، وہ چاہتے تھے کہ وہ عید مسرور کا بغیر ہوا چاہتے تھے کہ یہ لڑکے  
 سے اور حضرت خواتین کے بغیر صرف باپ سے پیدا کرے۔ ہر جیسی علیہ السلام  
 ہیں کہ وہ بچہ نہ بنے نہ لڑکے نہ لڑکیاں نہ لڑکے نہ لڑکیاں نہ لڑکے نہ لڑکیاں نہ لڑکے نہ لڑکیاں  
 دونوں کے اختلاط سے پیدا فرمائیے۔ یہ سب اُس کی تعالیٰ قدرت کی نشان دہی ہیں۔  
 اس آیت کو میرے آمد و لفظ میں لکھنا چاہتا ہوں بعض غلطی سے لکھ کر تے  
 ہیں کہ چاہتے تھے کہ ایک ہی محل میں لڑکا اور لڑکی دونوں پیدا فرمائے، ہمارے پاس قرآنی  
 مضمون سے یہاں کہ اُن کے بیٹے کے ہاں میں جنہاں بچے تولد ہوئے جن میں دو بچیاں  
 اور ایک بچہ تھا۔ سنہ میں ایک گناہ کے گھر میں ایک وقت آٹھ بچوں کی پیدائش  
 کی خبر آئی تھی، اور اس قسم کے واقعات اکثر پیش آتے رہتے ہیں کہ ایک ہی محل میں دو  
 یا زیادہ بچے پیدا ہوئے، اور دوسری طرف یہ بھی ہے کہ میاں بیوی بالکل تندرست  
 میں علاج کر رہے ہیں، تعویذ گنہ گری وغیرہ بھی کرتے ہیں مگر بچہ نہیں پڑتا کہ بوجہ  
 کچھ نہیں ہوتا، وایت واضح ہے کہ تخلیق اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔  
اِنَّهٗ يَخْتَارُ مَا يَسِّرُ وَيَصْلَحُ وہ سب کچھ جانتا ہی ہے اور ہر چیز پر قدرت  
 بھی رکھتا ہے، نہ کہ اُس کی ذات میں شریک سے نہ صفات میں نہ تاہم ہر ایک  
 نہ تصرف میں، وہ جو چاہتے کرے، اُس کی حکمت ذات اللہ میں کوئی دخل غرضی نہیں  
 کر سکتا۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ  
 مِنْ وَرَائِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ  
 مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلَىٰ حَكِيمٍ ۝۵۴ وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا  
 إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا  
 الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي  
 بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي  
 إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝۵۵ صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي لَهُ  
 مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ الْإِلَهَ الْأَحَدُ ۚ  
 الْأُمُورُ ۝۵۶

ترجمہ برادر نہیں ہے کسی انسان کے ذہن کو اللہ تعالیٰ  
 اُس سے کلام کرے مگر وحی کی صورت میں یا پردے کے  
 پیچھے سے یا وہ کسی پیغام لائے واسطے کو بھیجے، پس وحی  
 پہنچائے وہ اُس کے حکم سے جو چاہے، بیشک وہ بلند  
 غفلتوں والا ہے (۵۴) اور اسی طرح ہم نے وحی کی  
 ہے آپ کی طرف روح اپنے حکم سے۔ آپ نہیں جانتے  
 تھے کہ کیا ہے کتاب اور نہ ایمان، لیکن ہم نے آپ  
 اُس کو نور، ہدایت دیتے ہیں ہم اس کے ساتھ جس کو  
 چاہیں اپنے بندوں میں سے۔ اور بیشک اللہ آپ کو





آب نہیں لاسکتے چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ سے بددوست ہر کلام ہوں۔ یہ ممکن نہیں ہے۔  
 مشرکین کا یہی اعتراض سورۃ الاحقاف میں بھی مذکور ہے وَقَالُوا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا  
 مَائِدٌ مِّنَ السَّمَاءِ فَاَ تَرَوُنَّ السَّحَابَ رَاٰی اَنَّا نَزَّلْنَاهُ سَآءِلًا مِّنَ الْمَآءِ وَلَوْلَا اُنْزِلَتْ  
 عَلَیْکُمْ الْغُلَامُ لَکُنْتُمْ اَشْکَکُمْ لَعَلَّکُمْ تَعْلَمُوْنَ (۱۸) اگر ہم فرشتے کو اُس کی اصل شکل میں بھیجا دیں  
 تو معاملہ کافیصلہ ہو جاتا یعنی یہ لوگ اُس کو دیکھنے کی آب نہ لے کر ہلکا ہر جانیں جب  
 ایک عام انسان فرشتے کو نہیں دیکھ سکتا تو وہ اللہ تعالیٰ کے جلوے کو کیسے برداشت  
 کر سکتا ہے! البتہ اللہ کے پیروں کی تربیت خاص طریقے پر ہوتی ہے، ان کے  
 ساتھ اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے، مگر وہ بھی یہ درست نہیں بلکہ ان تین صورتوں میں جن  
 کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

اس مادی اور عنصری جہان میں تو رویت طائر یا غما سے ہم کلامی ممکن نہیں البتہ  
 عالم برزخ اور عالم اخروت میں ممکن ہے کیونکہ وہ جہان اس جہان سے بہت  
 لطیف ہے۔ اور جب انسان اس جہان سے منتقل ہو کر اُس لطیف جہان میں  
 پہنچیں گے تو ان کے قلوب سامع اور باصرہ وغیرہ میں بہت زیادہ وسعت پیدا  
 ہو جائے گی۔ سورۃ قی میں ارشاد ہے فَکَشَفْنَا عَنْکَ غِطَاءَکَ فَبَصَرُکَ  
 الْیَوْمَ حَرِیْدٌ (رأیت - ۲۲) اُس دن پردہ اٹھ جائے گا اور چہرہ انسانی پست  
 میں بہت تیزی آ جائیگی اور بہت دور کی چیزیں بھی نظر آئے گی کی تھی کہ عاقل و  
 میں عاقل، فرشتے، جنات وغیرہ ہم انسانی سمجھ و فہم سے آگے کی۔ اور انسان کے قوی  
 بھی گئے مضبوط ہو جائیں گے جو ان کی رویت کو برداشت کر سکیں گے۔

عالم برزخ میں خدا تعالیٰ سے ہم کلامی کی مثال ایک حدیث سے ملتی ہے  
 حضرت جابرؓ کے والد حضرت عبد اللہؓ نے فرمایا: اعد میں شہید ہو گئے تھے اور  
 اپنے چچے ولد بنی حضرت جابرؓ اور نور بنی ان تھوڑے تھے۔ حضرت جابرؓ ان  
 فرما رہے تھے کہ ان کے سلسلے میں اکثر پریشان رہتے تھے حضور علیہ السلام نے ان



کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ تم کیوں پریشان رہتے ہو۔ تیسرے باب کو وہ مرتبہ حال ہوا ہے کہ عالم ہریش میں اللہ تعالیٰ نے اُن سے بروز راست کلام فرمایا ہے۔ جو کسی دوسرے شخص سے نہیں کیا۔ بہر حال اس دوی جہاں میں انسانی قوی اس قابل نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن سے ہم کلام ہو، ماسوائے اُن تین صورتوں کے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے۔

لام کلام ہریش  
دوی

فرمایا برائے انسان کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس سے کلام کرے  
إِلَّا وَحْيًا مِّنْ ذُرِّيَّتِهِ دُی۔ دوی کے بہت سے معانی آتے ہیں بشرط لغت کے  
امام محمد ابن ابی جریر بن عبدالقادر لڑائی اپنی کتاب تفہیم الصحاح میں لکھتے ہیں لو دوی  
الکتاب لکھا گیا دوی کا حفظ کتاب پر بھی ہوا جاتا ہے۔ دوی کا معنی آگاہی جی کتاب ہے  
اور دوی کا لفظ اشارے پر بھی ہوا جاتا ہے مثلاً فَوَاحِشٍ لِّمَا لَمْ يَشَأْ فَاَسْتَفْهَمُوا  
الشَّرَّ مِنْ زَمَانٍ کی طرف اشارہ کیا تو وہ ایک گئی، استغفر لہ پکڑ لیا۔ اسی طرح دوی کا معنی  
تحقیق کلام بھی ہوتا ہے جس میں تینے کا مفہوم پایا جاتا ہے یعنی جو چیز کسی کو سزاوت  
کے ساتھ الفا کی مائٹ وہ دوی کہلاتی ہے۔ جیسے سورۃ الانعام میں فرمایا۔ ہم نے  
انسانوں اور جنوں میں سے شیاطین کو بھیج کر دشمن بنایا ہے يُؤَيِّسُ لِبَعْضِهِمُ  
الْحُبَّ لِبَعْضِهِمُ رُحُوفَ الْقَوْلِ غرور اور آیت ۱۱۲۰ جو ایک دوسرے  
کے دل میں جمع کی باتیں کرتے رہتے تھے۔ اسی طرح دوی کا اطلاق پیغام پر بھی ہوتا ہے  
دوی قرآن پاک کی اصطلاح ہے جس کے نہ کہ وہ مختلف معانی دار ہوئے ہیں۔

دوی کی  
تفسیر

دوی کی ایک قسم خاص ہے جو دوی رسالت یا دوی نبوت کہلاتی ہے اور یہ حضرت  
الشر کے رسول یا پیغمبروں کی طرف ہوتی ہے۔ الشر کے رسول اور نبی اسی دوی کے امین  
ہوتے ہیں اور اُسے تمکے دوسروں تک پہنچاتے ہیں۔ دوی کی ایک قسم وہ ہے جو غیر  
انبیاء پر بھی ہوتی ہے۔ اس دوی کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کوئی بات کسی کو غلط طریقے سے  
سمجھا دی جاتی ہے۔ یا اُس کی طبیعت اور مزاج میں اُس کو ڈال دیا جاتا ہے۔ جیسے فرمایا  
وَ اَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَىٰ الْحَبْلِ الْمُغْضَلِ (۶۸) تیسرے پروردگار نے محمد



یہوں کی طرف وحی کی کہ وہ پاکیزہ بھیلوں اور چیلوں کا میں چھیں۔ اُسے اپنے پیٹ  
 میں جمع کریں اور پھر شہد کی صورت میں باہر نکالیں۔ اللہ نے یہ پیغام کسی فرشتے کے  
 ذریعے نہیں بھیجا بلکہ شہد کی گھیسوں کو بالطبع یہ بات بھی وحی گئی ہے کہ وہ ایسا کریں۔  
 اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف وحی کرنے کا بھی ذکر آیا ہے۔ اِذْ  
 اَوْحَيْنَا اِلَى الْاُمِّ اَمْلِكْ مَا يَؤْتِيَنِي (طہ۔ ۳۸) اُسے موسیٰؑ کہنے لگا کہ تمہاری والدہ  
 کی طرف وحی کی کہ موسیٰ علیہ السلام کو صندوق میں بند کر کے دریا میں بہا دو۔ چنانچہ انہوں  
 نے ایسا ہی کیا اور اس طرح یقین سے اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی دست برد سے  
 محفوظ رکھا۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ نے یہ وحی فرشتہ بھیج کر کی ہو یا پھر طبیعت میں  
 براہ راست اتھا کر دیا ہو کہ یہ بھی وحی ہی کی ایک قسم ہے۔ اس قسم کا اشارہ بیداری  
 میں بھی ہو سکتا ہے اور خواب کی حالت میں بھی۔ عام لوگوں کے لیے اس قسم کی وحی  
 قطعی نہیں ہوتی۔ البتہ انبیاء علیہم السلام کے لیے ایسا اتفاق قطعی اور یقینی ہوتا ہے۔  
 اس کی مثال سورۃ الشع میں ملتی ہے لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الْمُرْوِيْنَ  
 بِالْحَقِّ (آیت ۲۷) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا خواب سچا کر دکھایا کہ تم مسجد حرام میں اگر  
 اللہ نے چاہا تو اپنے سر نہ ڈا کر اور بال کسروا کر امن وامان کے ساتھ داخل ہو گے  
 چنانچہ حضور علیہ السلام کا یہ خواب صرف بکرت پر براہ گریا بعض اوقات اللہ  
 اپنے نبیوں کو خواب کے ذریعے احکام بھیجا دیتا ہے، اور کبھی غیبی آواز آتی  
 ہے جسے لائق کہتے ہیں اور نبی اُحس بات کو کچھ سمجھتے ہیں، البتہ غیر نبی پر جو وحی  
 آتی ہے وہ صرف الہام کی ایک شکل ہوتی ہے جو کہ شریعت نہیں ہوتی، وحی  
 نبی اور غیر نبی میں یہی فرق ہے۔ سورۃ سریم میں حضرت زکریا علیہ السلام کی طرف  
 وحی کا ذکر بھی آیا ہے۔ اَسْبَحْ بِمَنْزِلِ رَبِّكَ تَبَارَكَ الَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَعْلَمُ  
 مَا تُكْتُمُ (سورۃ السجۃ ۸۱) اور انہیں اشارے سے فرمایا کہ وہ صبح و شام اپنے پروردگار  
 کی تسبیح بیان کرتے رہیں۔ یہاں پر وحی کا معنی اشارہ ہے۔ بہر حال فرمایا کہ اللہ تعالیٰ



کسی انسان سے براہ راست کلام نہیں کیا۔ اسوائے قرین صورتوں میں جن میں سے پہلی صورت  
وہی ہے۔ جب ایسی وہی نہ ہوگی تو یہ شریعت ہوگی اور جب غیر نہ ہوگی تو اسے بعد  
سمجھا جائے گا۔

۱۰۱۔ ایسی پروردگار  
سورہ

اللہ نے ہمارے کرنے کی دوسری صورت یہ بیان فرمائی ہے اَوْحِنَ اَنْسٰی  
رجاء کہ یا یہ کلام پر ہے کے پیچھے سے ہوگا۔ اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ  
اس جہان میں کسی سے براہ راست کلام نہیں کرتا۔ اس دنیا میں اللہ نے موسیٰ علیہ السلام  
سے کلام کیا تھا جسے فرمایا وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوسٰی تَكْوِيْنًا (النساء: ۱۶۴)  
جب کہ وہ طور پر آپ نے آگ دیکھی تو اس طرف چلے گئے۔ وہاں پہنچے تو آگ ایک  
درخت سے پھوٹی ہوئی نظر آرہی تھی۔ اُس وقت آواز آئی اِنِّیْ اَنَا رَبُّكَ  
رُحْمًا ۱۶۵۔ اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ رُحْمًا ۱۶۶۔ اُسے موسیٰ میں تیرا پروردگار ہوں، میں  
تیرا اللہ ہوں۔ یہ خطاب تو رہی تھا یا اللہ تعالیٰ جس کے پیچھے سے اللہ  
نے کلام کیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کو دیکھا نہیں۔ اور جب آپ نے  
اپنے پروردگار کو دیکھنے کی خواہش کی تو اللہ تعالیٰ فرمایا کہ تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ  
سکتے۔ اور پھر جب اللہ نے اپنی شکل کو طور پر ڈالی تو موسیٰ علیہ السلام نے ہوش ہو کر  
گھر پڑے۔ مغز شیک اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ براہ راست کلام نہیں کرتا بلکہ  
یا تو وحی بھیجتا ہے یا پھر کسی پروردگار کرتا ہے۔ توحید شریعت کی روایت میں ہے  
کہ ایک موقع پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض  
کیا کہ ایک دفعہ میں اللہ تعالیٰ کے بہت ہی قریب ہو گیا۔ فرمایا، کتنا قریب؟  
عرض کیا، میرے اور پروردگار کے درمیان صرف ستر ہزار پیرے کاٹے ہوئے گئے۔  
مطلب یہ کہ اللہ کی مظہر مخلوق فرشتے بھی اُس کو محاب تو رہی ہیں نہ سمجھتے،  
مستے اور اس سے کلام کو کرتے ہیں۔ قرآن ان کے ساتھ بھی پڑے کے پیچھے سے  
کلام ہو سکتا ہے۔ براہ راست نہیں ہو سکتا۔

اس جہان میں کلام کرنے کی اللہ نے تیسری صورت یہ بیان فرمائی ہے۔

۱۰۲۔ کلام پروردگار  
تعالیٰ

اَوْ مِنْ سِوَا رَسُوْلٍ فَيُوْحِيْ بِاٰذَانِهِ مَا يَشَاءُ وَمِنْ اَعْلٰى سَمٰوٰتِكُمْ يٰۤاٰلِہٖ السَّلٰمُ  
 کوئی پیغام لائے والا بھیجے جو اس کے حکم سے جو چاہے وحی پہنچائے۔ بے شک وہ  
 بلند اور متکبروں والا ہے۔ پیغام لائے والے سے مراد اللہ کا فرشتہ ہے جو کبھی  
 اپنی اصل شکل میں آتا ہے اور کبھی انسانی شکل میں بھضیر علیہ السلام کا فرمانِ مبارک ہے کہ  
 میں نے جبرائیل امین کو صرف دو دفعہ اس کی اصل شکل میں دیکھا ہے۔ پہلی دفعہ ابتداء  
 وحی کے زمانہ میں اور دوسری دفعہ معراج کے موقع پر اور نہ عام طور پر آپ حضرت  
 وحید ابن خلیفہ کھٹی کی شکل میں پیغام لے کر آتے تھے اور بعض اوقات کسی ایسی آدمی کی  
 شکل میں بھی آجاتے تھے راخا ویش میں اس کا تذکرہ بھی موجود ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کیا گیا کہ آپ پر وحی کیسے نازل ہوتی  
 ہے تو آپ نے فرمایا مِثْلَ سَلِیْلَةِ الْخَمْرِ مِثْلَ الْخَمْرِ مِثْلَ الْخَمْرِ مِثْلَ الْخَمْرِ  
 جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ کا بشریت سے ملکیت کی طرف انحراف نہ  
 ہے۔ پھر فرشتے کا رابطہ قلب کے ساتھ قائم ہو جاتا ہے اور وہ دل میں القا  
 کر دیتا ہے جیسے فرمایا نَزَّلَ بِهِ الرُّوحُ الْاَمِیْنُ ؕ عَلٰی قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ  
 مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ (الشُّوْرٰہ ۱۶۲، ۱۶۳) اس کو آپ کے دل پر امانت دار  
 فرشتے نے نازل کیا ہے تاکہ آپ نصیحت کرنے والوں میں ہو جائیں۔ آپ نے  
 یہ بھی فرمایا کہ یہ وحی کی حالت سخت شدید ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ سخت سردی کے موسم  
 میں بھی آپ کی پیشانی مبارک پر پسینہ آجاتا تھا۔

وحی کی دو قسمیں ہیں بعض اوقات الفاظ اور مفہوم دونوں پیریں الظاہرتی  
 ہیں اس کو وحی منلو کہتے ہیں۔ اور بعض اوقات الفاظ القا نہیں ہوتے بلکہ صرف  
 مفہوم ہوتا ہے۔ اس کو وحی غیر منلو کہتے ہیں۔ ایسی صورت میں حضور علیہ السلام  
 اپنے الفاظ میں مفہوم کو بیان کر دیا کرتے تھے (جیسا کہ بعض احادیث کیونکہ قرآن  
 تمام کا تمام وحی منلو کی شکل میں نازل ہوا ہے) اہر حال اللہ تعالیٰ نے کافروں اور  
 مشرکوں کے اعتراض کا جواب دیا اور وحی الہی کی مختلف صورتیں بیان فرمادیں



آگے ارشاد ہوتا ہے کہ جس طرح ہم نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت  
 یحییٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء اور رسول پر وحی بھیجی وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحَنَا  
 فَمِنْ أَمْرِنَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ طَرَفَيْهِمَا مِنْ أَمْرِنَا لَقَدْ وَحَّيْنَا إِلَىٰ طَرَفَيْهِمَا مِنْ أَمْرِنَا لَقَدْ وَحَّيْنَا  
 اس مقام پر روح کے دو معانی ممکن ہیں۔ روح کا معنی قرآن پاک بھی ہو سکتا ہے اور  
 وحی لانے والا فرشتہ بھی۔ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی صفت ہے  
 اسی کو روح اس لیے کہا گیا ہے کہ جس طرح روح انسانی جسم میں داخل ہو کر اس کو  
 زندگی بخشتی ہے اسی طرح قرآن پاک جہالت کی وجہ سے مردہ دلوں کو زندہ کرتا ہے  
 اور روح سے مراد روح الامیں یعنی جبرائیل علیہ السلام بھی ہے جیسا کہ قرآن میں موجود  
 ہے نَزَّلَ بِهِ الرُّوحَ الْأَمِينُ (الشعراء: ۱۹۳) یعنی جبرائیل علیہ السلام اس  
 قرآن کو لے کر نازل ہوئے۔ لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اس مقام پر روح  
 سے مراد قرآن پاک ہے جو انسان کی حیات باوردانی کا ذریعہ بنتا ہے قرآن پاک کے  
 متعلق سورۃ البرہیم کے آغاز میں فرمایا کہ یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے آپ  
 کو طرف نازل فرمایا ہے لِنُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ  
 تاہم آپ لوگوں کو جہالت اور محاسنی کی تاریکیوں سے ایمان کی روشنی کی طرف سے  
 آئیں۔ یہ قرآن یقیناً لوگوں کو کفر اور شرک کے اندھیروں سے نکال کر توحید اور  
 ایمان کی روشنی میں لے آئے۔ لہذا اس کو روح کہا گیا ہے۔

ایمان اور  
 کتاب

آگے اللہ تعالیٰ کا پیغمبر علیہ السلام کو خطاب ہے مَا كُنْتَ تَدْرِي  
 مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان  
 کیا ہے۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ تو درست ہے کہ نزول کتاب سے پہلے  
 آپ اس کتاب سے متعلق تفصیلات نہیں جانتے تھے، مگر ایمان کی لغوی قر  
 مال معلوم ہوتی ہے کہ جو کچھ سہری نزول وحی سے پہلے بھی ممکن ہی ہوتا ہے۔  
 کسی بھی نبی سے ایمان کے برخلاف کفر یا شرک کا ارتکاب آنکھ جھپکنے کے برابر  
 یہی محال ہے کیونکہ اللہ سہری کی عصمت کا خود زبرد ہوتا ہے۔ اور کسی نبی سے



کوئی گناہی سرزد نہیں ہونے دیتا چہ جائیکہ وہ ایمان کے غلاف کوئی فعل کرے۔ تو مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس مقام پر ایمان سے مراد نماز ہے یعنی نزول وحی سے پہلے آپ نہ قرآن سے واقف تھے اور نہ نماز کی تفصیلات سے کیونکہ نماز کا طریقہ بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو بعد وحی سکھایا تھا۔ ایمان یعنی نماز کی مثال سورۃ بقرہ میں بھی ملتی ہے۔ جب نبی علیہ السلام کو بیت المقدس سے بیت اللہ شریف کے قبلہ مقرر کیے جانے کا حکم ہوا تو بعض لوگوں کو خیالی پیدا ہوا کہ ہماری انہی نمازوں کا کیا ہوگا۔ مگر سورہ سترہ آیت ۱ کہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھتے ہے میں اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ أَيْمَانَكُمْ (آیت ۱۴۳)۔ یہاں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان یعنی نمازوں کو ضائع کرنے سے تمہاری وہ نمازیں بھی اللہ کے لوں درجہ پرست کو پہنچتی ہیں۔

بعض فرشتوں کی کیااں پر ایمان سے مراد شرع کے تشفی علی احکام میں، یعنی ایمان ترجیحاً مگر تشفی علی احکام کا علم نزول وحی کے ساتھ ہی ہوا۔ البتہ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ نزول وحی سے پہلے اللہ کے نبی قطب باطنی کے درجے میں ہوتے ہیں۔ نبی اکمل الزمان بھی ایمان، توحید، کفر اور شرک سے تو واقف تھے مگر ان کی تفصیلات معلوم نہیں تھیں جو اللہ نے بعد وحی نازل فرمائی، اسی لیے فرمایا کہ آپ کتاب اور ایمان کو نہیں جانتے تھے۔

قرآن ذریعہ  
ہدایت

وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُوْرًا نُّهْدِي بِهِ مَن نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا  
پھر ہم نے قرآن پاک کو ایسا نور بنا کر بھیجا ہے کہ جس کے ذریعے ہم ہدایت دیتے ہیں اپنے بندوں میں سے جسے چاہیں۔ اور جس طرح یہ قرآن پاک ذریعہ ہدایت ہے اسی طرح قرآن پاک نُّهْدِي بِهِ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ آپ بھی لوگوں کی سرِستندگی کی طرف رہنمائی فرماتے ہیں صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ اور وہ راستہ اس وعدہ اور شہدایہ کا ہے جو آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا مالک ہے یہ ایسا یہ راہ راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رہنمائی اور اس کی رحمت کے ساتھ ہم کو پہنچاتا ہے۔ قطب



یہ کہ قرآن اور نبی کی ذات دونوں صراطِ مستقیم کی طرف راہنمائی فرماتے ہیں۔ اس سے تو یہ  
 کہ مسندِ اہل بیت میں لکھا کہ ہر چیز کا خالق، مالک، مدبر اور مشرف اللہ تعالیٰ ہے، وہ  
 ہمدان اور محمد ہیں ہے، قدرت کو مالکِ ملک ہے۔ وہ دوسرا شریک ہے۔

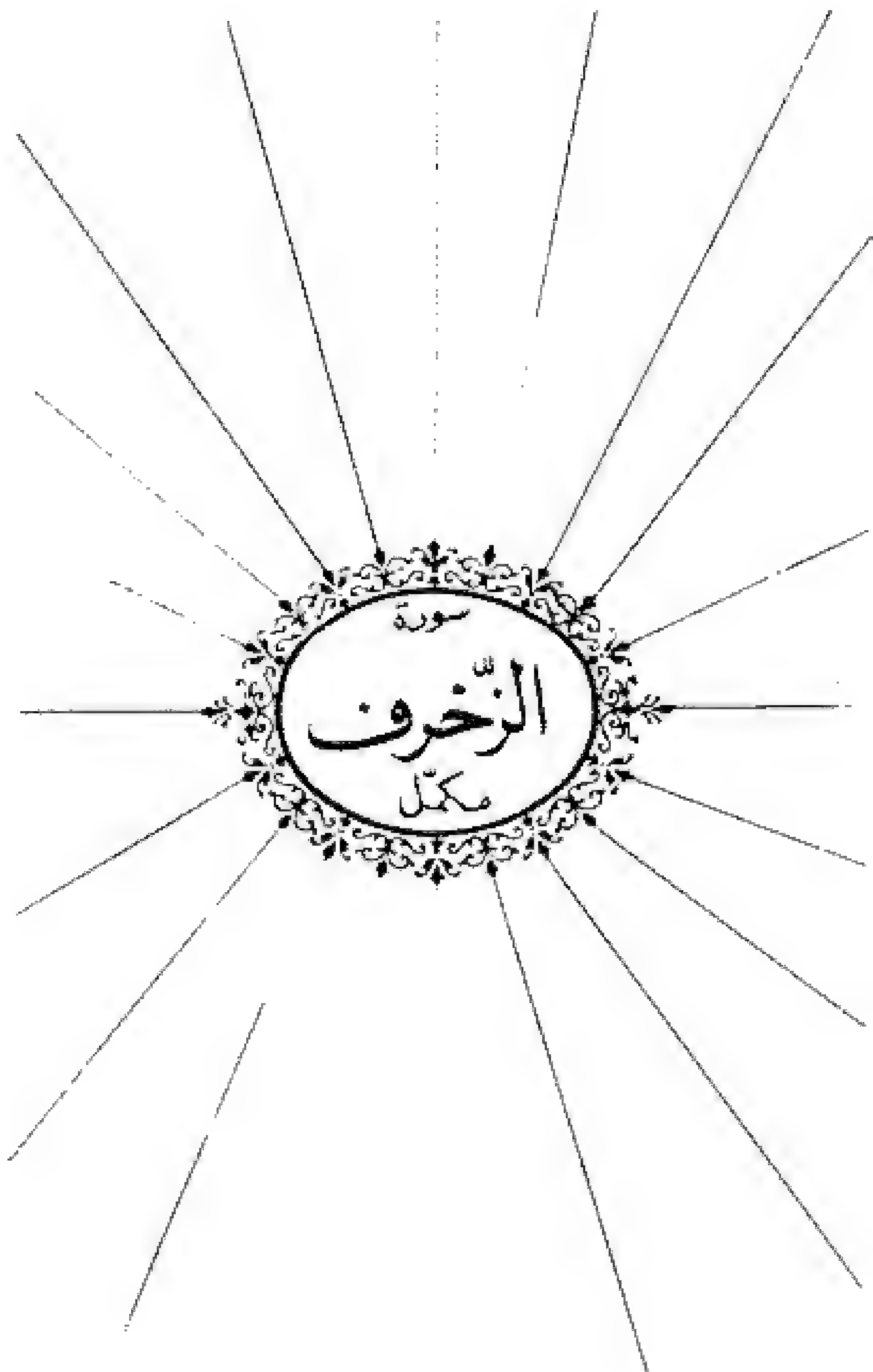
معاذ و تکرار

سورۃ کے آخر میں معاذ کہ ذکر بھی فرمایا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ  
 خیر و اتمامِ کونوں کا انجام خدا تعالیٰ کی طرف ہی پہنچنے والا ہے۔ سورۃ النعت  
 میں فرمایا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ و آیت ۴۴ میں ہر چیز کا آغاز کی طرف  
 ہے۔ اسی طرح ہر چیز کا انجام بھی اسی کی طرف ہونے والا ہے۔ انسانوں کے  
 تمام اعمال، نیکی اور بدی سب خدا کے سامنے پیش ہونے والے ہیں۔ کفار و مشرکین  
 کی، فرائی اور نیکیوں کی اعلیٰ عزت و ذرا بزرگاری سب خدا کی بارگاہ میں پہنچنے والی ہیں۔  
 جہاں ہر شخص کو پہنچنے عقیدہ و اعمال کا قدر و ذرا جواب دینا پڑے گا۔

23

1





سُوْرَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانِيَةٌ وَتَمَّازُونَ أَيُّهَا قَوْمُ الْكُفْرِ  
سُورَةُ زُحْرَفَت، مکی سبہ، اسس کی تلاسی آیتیں اور سات آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑے مہربان اور نہایت رحم والا ہے

حُمْ ① وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ② إِنَّا جَعَلْنَاهُ  
قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ③ وَإِنَّهُ  
فِي أُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَكَلِمٌ حَكِيمٌ ④  
أَفَضَّرِبُ عَنْكُمْ الذِّكْرَ صَفْحًا إِنَّ كُنتُمْ قَوْمًا  
مُسْرِفِينَ ⑤ وَكَمْ أَرْسَلْنَا مِنْ نَبِيِّ فِي  
الْأَوَّلِينَ ⑥ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ نَبِيِّ إِلَّا كَانُوا  
بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ⑦ فَأَهْلَكْنَا أَشَدَّ مِنْهُمْ  
لُطْفًا وَمِثْلُ الْأَوَّلِينَ ⑧

ترجمہ: حُمْ ① اور کتابِ مبین ② ہم نے اسے عربی قرآن بنا دیا تاکہ تم سمجھ سکو ③ اور اس میں لفظِ حکیم ④

ہم نے تم سے اس ذکر کو صفاً ⑤ ان کے قومی ⑥ اور ہم نے پہلے کے نبیوں کے بارے میں ⑦

کہا کہ تم ان کے پیچھے نہ جاؤ ⑧ اور ہم نے پہلے کے نبیوں کے بارے میں ⑨

کہا کہ تم ان کے پیچھے نہ جاؤ ⑩ اور ہم نے پہلے کے نبیوں کے بارے میں ⑪

کہا کہ تم ان کے پیچھے نہ جاؤ ⑫ اور ہم نے پہلے کے نبیوں کے بارے میں ⑬



کہ تم اسراف کرنے والے ہو ⑤ اور ہم نے پٹ لوگوں  
 میں بھی بہت سے نبی بھیجے ⑥ اور انہیں آیات کے  
 پاس کوئی توجہ نہ دے اس کے ساتھ ٹٹا کرتے تھے ⑦  
 ہیں ہم نے ان کو کیا ان سے زیادہ گرفتار ٹٹے لوگوں کو  
 اور گنہگار ہیں مثالیں پٹ لوگوں کی ⑧

نہایت  
 گرفتار

اس سورۃ مبارکہ کا نام سورۃ الزخرف ہے جو کہ اس کی آیت ۲۵۰ میں آتا ہے  
 زخرف سے ماخوذ ہے زخرف دراصل سونے کی جمع سازی کا  
 کہتے ہیں اگرچہ ایک دوسری دوسری پر سونے کا پانی چڑھا دیا گیا ہو تو وہ نیز  
 زخرف یا سنبھل کہلاتے ہیں یہ لفظ قرآن پاک میں بات پریت میں جمع سازی کے معنی  
 میں بھی استعمال ہوا ہے سورۃ الانعام میں ہے کہ ہم نے ہر نبی کے لیے انہوں  
 اور انہوں میں سے دشمن بنائے یٰٰتٰوْحٰی بَعْضُہُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفٌ  
 الْقَوْلِ غَوَّیْرٌ رَّابِعٌ ۱۲۰ جو اپنے حواریوں کو جمع شدہ یا دوسروں کے والی بات  
 اٹھا کر دیتے ہیں ۔

یہ سورۃ باقی جو ائمہ سبعہ کی طرف سے سورۃ ہے اور گزشتہ سورۃ الشوریٰ کے بعد  
 نازل ہوئی اس کی نواسی آیات اور سات رکوع ہیں یہ سورۃ ۶۶ آیت اور  
 یہ سورۃ پر مشتمل ہے ۔

مغنی سورۃ

جیسا کہ گزشتہ سورۃوں کے تعارف میں بیان کیا جا چکا ہے حوالہ سورۃ میں عام طور  
 پر نبی کی اعتقادات یعنی توحید، رسالت، معاد اور قرآن پاک کی صداقت سے متعلقیت  
 کا ذکر ہے، تاہم ہر سورۃ میں بعض غنمی مسائل بھی آئے ہیں چنانچہ اس سورۃ میں بھی  
 توحید کے عقلی اور نقلی دلائل پیش کیے گئے ہیں اور مختلف عنوانات اور مثالوں کے  
 ذریعے شرک کا رد کیا گیا ہے اس سلسلہ میں آیت ۱۰۱ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی  
 مثال میں بیان کیا ہے کہ انہوں نے کس طرح قوم کے سامنے شرک سے بیزاری کا  
 اظہار کیا اور توحید کے لیے بہترین طریقہ کار کو بھی واضح کر دیا اس سلسلہ میں بھی اظہار

کا ذکر ہے۔ آپ کو بڑی سرکش قوم سے مقابلہ کرنا پڑا، شرک کی مختلف قسموں میں ایک قسم انسان پرستی کی بھی ہے۔ عیدانیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کی صفات اور عبادت میں شریک کیا، اس کا رد آٹے گا۔ تمام رسولوں کی اطاعت ضروری ہے کیونکہ شریعت کا ہر کسی تجربہ یا عقل پر نہیں ہوتا، بلکہ یہ رسولوں کے واسطے آتی ہے۔ تمام کتب کا وہیہ اور خاص طور پر قرآن پاک پر ایمان لانا بھی جزو ایمان ہے کہ اس کے بغیر دین مکمل نہیں ہوتا جس کے عمل کے ضمن میں ترغیب و ترہیب کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے، غرضیکہ اس سورۃ میں بھی تمام بنیادی اصولوں کا ذکر آگیا ہے۔ اگر انسان کا عقیدہ درست ہوگا تو دین پر عمل درآمد ہو سکے گا۔ اور اگر عقیدے میں خرابی ہوگی۔ تو فرقہ بندی شروع ہو جائیگی اس لیے دین کی اساس اور بنیاد کو جس طرح واضح کر دیا گیا ہے۔

حروف  
مقطعات

یہ سورۃ بھی چونکہ حاکم سجد میں سے ہے لہذا اس کی ابتدا بھی حروف کے حروف سے ہوئی ہے۔ حروف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے یا قرآن پاک کا نام ہے۔ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ ان حروف کا اشارہ اس سورۃ میں بیان کر دینا ان کی طرف ہے۔ ان کا اشارہ خدا تعالیٰ کی بعض صفات کی طرف بھی ہو سکتا ہے۔ جیسے رحمۃ خدا اور مرے منان۔ اتنا ہی درجے کی شفقت و مہربانی کرنا خدا تعالیٰ کی صفت ہے۔ لہذا حروف سے یہ مراد بھی لی جا سکتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان حروف کے ذریعے خدا کے رحمان و رحیم کی قسم اٹھا کر آگے بات کی گئی ہے آہم امام جلال الدین سیوطی اور بعض دیگر مفسرین کا ہم قرآن کے ہیں کہ حروف مقطعات میں زیادہ اکھٹا نہیں چاہیے بلکہ ان کی تلاوت کے وقت یہی کہنا چاہیے اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمُحَمَّدٍ بِذٰلِكَ یعنی ان حروف کی مراد کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ ان حروف سے اللہ کی جو بھی مراد ہے ہمارا اُس پر ایمان ہے اور ہم اُس کی تصدیق کرتے ہیں۔ اہل مفسرین نے تقریباً فہم کے لیے جو باتیں کہیں وہ جتنی نہیں ہیں، لہذا ان حروف کے تعلق زیادہ کرید نہیں کرنی چاہیے، بلکہ ان پر ایمان لانا ہی کافی ہے۔

کتب میں

حروف مقطعات کے بعد سورۃ کا آغاز قسم سے ہوتا ہے وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ  
لَهُ جَلَالٌ اِزْهِارٌ



قسم ہے کہ کھول کر بیان کر دے والی کتاب کی کتاب ہے اور قرآن پڑھتے ہیں یہی مسئلہ کو  
 بیان نہیں پھر کیا بعد از اس کہ دیکھا ہے کہ کسی ایک مقام پر یہاں ہے تو دوسری جگہ پر  
 جس کی تفصیل بھی موجود ہے۔ اور پھر بعض چیزوں کی وضاحت اللہ کے نبی کے پیروں کی  
 گئی ہے جیسے سورۃ النمل میں فرمایا ہے وَإِنْ لَّمْ يَأْتِكِ الْيَذْكُرْ لِيُتَّبِعُوا مَا مِنْ  
عَاثِرِينَ إِلَيْهِمْ (آیت ۱۴۴) ہم نے یہ ذکر یعنی کتاب اس لیے نازل کی ہے  
 تاکہ آپ لوگوں کو وہ چیز کھول کر بیان کر دیں جو ان کی طرف اشارہ کی ہے۔ کو یہ حضو  
 ر علیہ الصلوٰۃ والسلام آیات اسی کی تشریح بھی کرتے ہیں اور یہ تشریح و توضیح ہی نہایت  
 ہوتی ہے جسے وہی غیر متفکر کا جائز ہے۔ بہر حال اللہ نے اکثر فیاضی عطا فرمائی اور انہوں کو  
 بڑے واضح طریقے پر بیان کر دیا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو ہر چیز زبان کی سمجھ میں آجاتی  
 ہے اور کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔ الغرض! اللہ نے آپ کو کھول کر بیان کرنے والی کتاب  
 کی قسم دے کر رکھی اس کی قسم ہے۔

قرآن عربی  
 زبان میں

کتاب میں کی قسم کے جواب کے متعلق مفسرین کہتے ہیں کہ بعض فرماتے  
 ہیں کہ اس مقام پر بھی جواب قسم دی ہے جو سورۃ یس کے آغاز میں وَلَقَدْ آتَيْنَا  
الْحَكِيمَ فِي سِتْرٍ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُزَكِّينَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى سَلَامٍ  
 آپ اللہ کے رسولوں میں سے ہیں۔ بعض روایتیں فرماتے ہیں کہ اس مقام پر  
 کتاب میں کی قسم کا جواب قسم دی ہے تو اسی آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ رَأَيْتَ  
جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا اِنَّكَ لَمِنَ الْمُزَكِّينَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى سَلَامٍ  
 کیا ہے۔ اور اس کی حکمت یہ ہے لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ تاکہ آپ لوگوں کو سمجھ سکیں۔

قرآن لا عربی زبان میں نازل ایک بہت بڑی حقیقت ہے۔ جس کو صحیحی سورۃ  
 میں بھی بیان کیا گیا ہے وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِّتُبَيِّنَ  
 اسی طرح ہم نے یہ قرآن آپ کی طرف عربی زبان میں بھیجا تاکہ آپ اعلیٰ صحت اور  
 گزشتہ پیش وائوں کو رد فرمیں۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اُس نے تو اس عہد کی



زبان میں اور انجیل سرکاری زبان میں نازل کی، وہ اس قرآن کریم کی دوسری غیر عربی زبان میں  
 میں نازل کرنے پر قادر تھا مگر اس کا یہ اصول فیصلہ ہے **وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا  
 بِلِسَانٍ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ دُخَانًا وَمَعِیْرَةً ۚ اَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اَللّٰهَ عَلٰمُ الْغُیْبِ** (۱۰۴) ہم نے ہر رسول کو اُن کی قومی  
 زبان میں بھیجا تاکہ وہ اُن کو اللہ کا پیغام کھول کر بیان کر سکیں۔ اللہ نے اپنے آخری نبی اور  
 رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کی قوم قریش کی طرف مبعوث فرمایا، جو عربی زبان بولتے  
 تھے، لہذا قرآن کو بھی عربی زبان میں نازل فرمایا تاکہ اس کے اولین مخاطبین اس کو بھی  
 طرح سمجھ سکیں اور پھر اس کا پیغام دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچا دیں۔

نزدیک قرآن کے زمانہ میں عربی زبان انتہائی عروج پر تھی۔ اس کی ترقی کا دور  
 حضرت علیہ السلام کی بعثت سے دو ہزار سال پہلے شروع ہوا۔ اور آپ کے زمانے  
 تک شعروادب کی دنیا میں یہ زبان تمام زبانوں پر فوقیت حاصل کر چکی تھی یہ زبان  
 آج بھی افتخار، مہنوم کی ادائیگی اور اس کی گرائمر کے سائنٹفک ہونے کے اعتبار سے  
 اول نمبر پر ہے۔ اس کی شریعت میں بھی کوئی دوسری زبان اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی، بلکہ یہ  
 زبان اگرچہ دنیا بھر میں بولی جاتی ہے۔ مگر اس میں بھی بہت سے الفاظ موجود ہیں جبکہ  
 عربی ہی ایک واحد زبان ہے جو زائد حروف سے بالکل پاک ہے اور کم از کم الفاظ  
 میں زیادہ سے زیادہ مہنوم بیان کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ عربی زبان میں کوئی  
 حروف ایسا نہیں ہے جس کا کوئی مہنوم یا معنی نہ نکلتا ہو۔ بہر حال اس فصیح و بلیغ زبان  
 میں اللہ نے قرآن پاک کو نازل فرمایا۔ طبرانی اور بعض دیگر کتب معانیث میں حضور علیہ السلام  
 کا یہ فرمان موجود ہے کہ عربوں سے محبت کیا کرو۔ کیونکہ میں بھی عربی ہوں، اللہ نے قرآن  
 کو بھی عربی زبان میں نازل فرمایا ہے۔ اور پھر اہل جنت کی زبان بھی عربی ہوگی۔ یہ قریش  
 اور عربوں کی سعادت تھی کہ اللہ کا آخری نبی اُن میں پیدا ہوا، قرآن عربی زبان میں نازل  
 ہوا جس کی ایک حکمت اللہ نے یہ بھی بیان فرمائی **لِيُذَكِّرَ الْاِنْسَانَ اَنَّهُ كَانَ لَشَهِيدًا ۚ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ**  
**اَلْاِنْسَانَ وَیَكُوْنُ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا ۚ اَلْبَصِرَةُ ۝ ۱۵۴** کہ اللہ  
 کا رسول تمہارا معلم ہے اور تمہارے لوگوں کے معلم بنو گے مطلب یہ کہ قرآن پاک



کراچی ماہری زبان میں ہونے کی وجہ سے ایسی طریت سمجھ لو اور پھر آگے غیر عربیوں سے  
 پہنچا دو۔ فرمایا: یہ ہندو مت پرست کتاب ہے۔ وَإِنَّمَا هِيَ كِتَابٌ  
لِّعَلٰی حٰکِمٍ اور بے شک یہ ہمارے پاس لکھنؤ میں: سن ۱۲۷۰ اور مستحق  
 ہے حکیم کے دونوں معنی آتے ہیں یعنی مضبوط و مستحکم بھی اور حکمت والی بھی ہے۔ بزرگ  
 قرآن کریم میں یہ ساری صفات پائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: بَعْدَ مَا خَلَقْنَا  
لَوْلَا الذِّكْرُ وَآيَاتُهُ لَخَلَفَتْ عَلَىٰ الدَّٰحِيَّةِ یہ ہے شک میں کہ اس کو  
 نازل فرمایا اور پھر ہی اس کے محافظ میں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو اس دنیا میں  
 کمرہ داروں مخالف کے سینوں میں بھی محفوظ کر دیا ہے اور اوروں کو محفوظ میں بھی اس کو  
 محفوظ و مستحکم بنا رکھا ہے۔

جو لوگ نبی اکرم الزمان کی رسالت اور قرآن حکیم کی حقانیت میں شک کرتے ہیں  
 ان کے لئے یہ نصیب فرمایا ہے أَفَنَضْرِبُ عَنْكُمْ الذِّكْرَ صَافً کیا ہم تمہیں  
 نصیحت کرنے سے پہلے ہی کرپ گئے۔ بعض اس وجہ سے کہ ان کو خود قوت  
 متوفیق نہ ایک اسراف کرنے والی معنی سے گزرنے والی قوم ہو یا اگر اس  
 نبی یا قرآن کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تو کیا اس کو یہ مطلب ہے کہ ہم اپنے احباب  
 کے ذریعے تمہیں نصیحت کرنا ترک کر دیں؟ یہ نہیں ہوگا بلکہ تمہیں برعادت میں  
 نصیحت کی جاتی ہے گی۔ ہمارا پیغام سچا ہے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت نصیحت  
 کو اس لئے خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام تر مخالفت کے باوجود نزول قرآن کو عزت  
 نہیں کیا۔ لہذا قرآن پاک ہستور نازل ہو رہا ہے۔ اللہ کی مشاد یہ ہے کہ وہ اپنے رسول  
 اور قرآن کے ذریعے تمام محبت کرے تاکہ کل کو کوئی عذر نہ کر سکے أَنْ تَقُولُوا  
مَآ جَاءَنَا مِنْ بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ کہ ہمارے پاس کوئی خوشخبری نہ تھی نہ ڈر  
 ڈر تلے والا نہیں آیا۔ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے اپنے آخری رسول کو مبعوث فرمایا  
 اور اس عذر کو رفع کر دیا ہے فَقَدْ جَاءَكُمْ بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ لہذا اب تمہارا  
 پس تمہارے پاس خوشخبری ہے والا اور ڈر تلے والا آگیا ہے۔ لہذا اب تمہارا

قرآن  
 مستحکم  
 ہے

کرنہ غدر سمجھنا نہیں ہے۔ اگر اب بھی تیشہ است کو پہچان کر اس پر ایمان نہیں آتا تو پھر آگے اللہ تعالیٰ کی گرفت بھی بڑی محنت ہے، وہ انھیں سزا میں مبتلا کرے پر بھی قادر ہے۔

سابقہ آیتوں کا انجام

یہی ضمن میں اللہ نے سابقہ اقوام کی نافرمانی اور پیمانوں کے انجام کا حال بھی ذکر کیا ہے وَكَمْ أَرْسَلْنَا مِنْ نَبِيٍّ فِي الْأَوَّلِينَ ہم نے تم سے پہلے لوگوں میں بہت سے رسول بھیجے وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا كُفَّ ان پر پھرتوں نے ان انبیاء کے ساتھ ٹھٹھا ہی کیا۔ اللہ کے نبی اور رسول انہیں خدا کا پیغام پہنچاتے رہے، انہیں نیام انجام کی خوشخبری دیتے رہے اور تمہارے انجام سے ڈراتے رہے مگر انوں نے ایک نہ سنی اور انہیں نبیوں سے عداوت ہی کرتے رہے۔ سورۃ الفرقہ میں بھی ہے وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ آپ کے پہلے رسولوں کا بھی مذاق ہی اڑایا گیا۔ پس ہم نے انکا کمر ٹھٹھا کر کے والوں کو ہمت دی اور پھر ان کو پکڑ لیا۔ جب لوح عظیم اللہ کے حکم سے نازل کیا گیا تو آپ کو دیا۔ شاعر یا کاتب کہتے ہیں تو آپ ان کی بات کو غافل ہیں نہ لکھتے۔ یہ نسخہ تو پہلے نبیوں کے ساتھ ہی ہوتا رہا ہے۔ آپ اپنا کام جاری رکھیں وہ ان کی برائی سے کھوت کی پرواہ نہ کریں۔ مفسرین کہہ رہے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے بعد آپ کے منبغین کے لئے بھی یہی حکم ہے کہ وہ لوگوں کے لئے مذاق سے دل برداشتہ نہ ہوں بلکہ تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیتے رہیں۔ البتہ اللہ نے یہاں پہ تہذیب کر دی ہے کہ نافرمانوں کا انجام بھی عسرتناک ہی ہوتا رہا ہے۔ سورۃ سبا میں اللہ نے فرمایا کہ تمہارے کافر کس بات پر اترتے ہیں اور اللہ کے رسول کو جھٹلاتے ہیں أَلَمْ يَكُنْ لَهُ الْاِذْنُ مِنْ قَبْلُ وہ ان سے پہلے ان کے ساتھ کیا تھا۔





وَلِإِن سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ  
لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ④  
جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا وَجَعَلَ لَكُمْ فِيهَا  
سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ⑤ وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ  
السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَنْشَرْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيْتَةً  
كَذَلِكَ نُخْرِجُونَ ⑥ وَالَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ  
كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِنْهُنَّ الْفُلُكَ وَالْأَنْعَامَ  
مَا تَرْكَبُونَ ⑦ لَتَسْتَوِيَ عَلَى ظُهُورِهِ ثُمَّ  
تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ  
عَلَيْهِ وَتَقُولُوا سُبْحَنَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا  
وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ ⑧ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا  
لَمُنْقَلِبُونَ ⑨

ترجمہ: اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ کس نے  
پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو تو بہت عزیز کہیں گے  
کہ پیدا کیا ہے ان کو زبردست اور علم والے پلہ دگار  
نے ④ وہ جس نے بنایا ہے تمہارے لیے زمین کو  
گھوڑوں اور چمکے ہیں تمہارے لیے اس میں رہتے تاکہ



تم رو پاؤ ⑩ اور جس نے آثار ہے آسمان کی طرف سے پانی خاص انداز سے کے ساتھ۔ پس زندہ کیا۔ ہم نے اُس کے ساتھ مردہ شجر کو، اسی طرف تم نکلتے جاؤ گے ⑪ اور وہ ذات جس نے پہا کیے ہیں جوڑے سب کے سب، اور بنائے ہیں تمہارے لیے کشتیوں سے اور مشیخوں سے جن پر تم سواری کرتے ہو ⑫ تاکہ برابر ہو کر بیٹھو اس کی پشت پر۔ پھر تم رو کر اپنے پروردگار کی نعمت کو جب تم بیٹھ جاؤ ہو اُس پر اور کہو یا کہ ہے وہ ذات جس نے مسز کر دیا ہے ہمارے لیے اس کو، اور نہیں تھے ہم اس کو قبول میں رکھنے والے ⑬ اور بیشک ہم اپنے پروردگار کی طرف البتہ لوٹ کر جانے والے ہیں ⑭

بجایا

گزشتہ درس میں سورۃ الفرقان کا آغاز تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حقانیت و صداقت کے متعلق فرمایا کہ یہ کتاب جہنم سے ایک کتاب اللہ نے عربی زبان میں نازل فرمائی ہے اور یہ اُس کے نزدیک لوح محفوظ میں محفوظ ہے اللہ نے فرمایا کہ اس کتاب کے منکرین کی قبیح حرکات کی وجہ سے ہم اس کے نازل کرے قوت نہیں دے دیں گے بلکہ اس نصیحت کی تکمیل ضرور کریں گے تاکہ کسی شخص کو بعد میں یہ غرر ہمیشہ کرنے کا موقع نہ پڑے کہ اسے سمجھا یا نہیں گیا۔ بعض بڑے معترضات بھی ہوتے ہیں جو حق بات کو غور قبول نہ کرتے ہیں، لہذا اللہ نے فرمایا کہ نصیحت کو روکا نہیں جائے گا۔ اور اس سے مستغنیہ ہونے کا پورا پورا موقع فراہم کیا جائے گا۔ پھر اللہ نے حضور علیہ السلام کو آپ کے پیروکاروں کو تسلی دی کہ وہ کفار و مشرکین کی ذیادتیوں سے گھبرائیں نہیں بلکہ اپنا کام کرتے چلے جائیں۔ اللہ نے سابقہ اقوام کی نافرمانی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب ان کے پاس اللہ کے رسول

آئے تو انہوں نے اُن کے ساتھ تسخیر ہی کیا۔ پھر جب اُن کی نافرمانی حد سے بڑھ گئی تو اللہ نے اُن کو گرفت میں لے لیا۔ وہ لوگ تو مشرکین تھے۔ زیادہ قوت، زیادہ مال و دولت اور زیادہ جھٹکے تھے۔ جب وہ بھی عذاب الہی سے بچ نہ سکے تو یہ لوگ اپنی کئے نقش قدم پر چل کر یکے نبی گئے ہیں؛ اُن ہلک شدہ قوموں کی کمانیاں تاریخ میں بھی محفوظ ہیں اور ان کے جتنے جتنے واقعات قرآن میں بھی بیان کر دیے ہیں۔ اس طرح یہ تسلی کا مضمون بھی آگیا ہے۔

اللہ کی عظمت  
خلق

آج کے درس میں پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے بعض دلائل ذکر کیے ہیں، اور پھر شرک کی مختلف قسموں کا رد کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے وَلَیْسَ سَاءَ مَا یَحْكُمُونَ قُلُوبُ الْمُنَافِقِینَ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُونَ بِالْغُیُوبِ اِنَّ كَافِرِیْنَ اَوْ مُشْرِكِیْنَ سَے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے۔ تمہارے پاؤں کے نیچے زمین ہے جس پر تم رہائش پذیر ہو اور جس پر تمام امور زندگی انجام پیتے ہو، تمہاری ضروریات اسی زمین سے پوری ہوتی ہیں۔ پھر تمہارے سامنے نظر آنے والا نیلگوں آسمان ہے، اس میں سورج، چاند، ستارے اور مینار کے نظر آتے ہیں، ذرا بتلاؤ تو یہی کہ ان سب چیزوں کا خالق کون ہے؟ اس کے جواب میں ایک مولیٰ عقل کہنے والا آدمی جی سی کہے گا کہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا اللہ ہے لَیَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِیْزُ الْعَلِیْمُ ہ ہر عقل، عالم، جاہل، چھوٹے بڑے کا ایک ہی جواب ہے اور وہ لازماً ہی کہے گا کہ ان اشیاء کو اس ذات خداوندی نے پیدا فرمایا ہے جو زبردست، غالب اور سب کچھ جانتے والا ہے۔

توحید کے  
چار درجہ

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ توحید کے چار درجے ہیں۔ جی سے دو درجوں میں تو سب برابر ہیں اور دو درجوں میں لوگ اختلاف کرتے ہیں۔ توحید کا پہلا درجہ خلق ہے۔ دوسروں کی ایک قبیل تعداد کو چھوڑ کر آپ کسی خطے اور کسی مذہب کے پیروکار سے پوچھ لیں خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی ہو، ہندو ہو یا سکھ یعنی ہوا یا جاپانی، مجوسی ہو یا صابی سب ہی کہیں گے کہ ہر چیز کا خالق اللہ ہے۔ قرآن نے



ہی اس حیثیت کو بار بار واضح کیا ہے اللہ خالقِ کُلِّ شے ہے۔ یہی وہ حق ہے جس کا نام ہے۔

توحید کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے یعنی اس کا وجود خود بخود سے نہ کسی دوسری ہستی کا عطا کردہ۔ لفظ اللہ اس معنوم کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ وہ لفظ خدا کا معنوم بھی ہی ہے کہ وہ خود بخود ہے اور اس کی ذات میں کسی دوسری ہستی کا کوئی حصہ نہیں۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی ایسی ہستی ہے جو خود بخود ہے۔ اس سے وہ کوئی ہستی خود بخود نہیں۔ بلکہ ہر چیز اللہ کی پیدا کردہ ہے۔ ہر شے کا وجود اللہ کا عطا کردہ ہے۔

ان دو درجات کے علاوہ دوسرے درجات تدبیر اور عبادت ایسے ہیں جہاں اگر لوگ شرک میں مبتلا ہوتے ہیں۔ حیثیت یہ ہے کہ ہر چیز کی تدبیر اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ کسی چیز کو پیدا کرنے کے بعد اسے تدریجاً درجہ کمال تک پہنچاتا ہے۔ نہ صرف ہے مگر شرک لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ کے عطا کردہ بعض دوسری ہستیاں بھی ان کے کام بناتی ہیں۔ بعض فرشتے، جن انسان زندہ اور مردہ (خبر و خبر، شمس و سارے اور سارے بھی ان کی شکل کشائی اور حاجت روائی کرتے ہیں۔ یہی شرک ہے جس میں لوگ آکر پھنس جاتے ہیں۔

توحید کا چوتھا درجہ عبادت ہے۔ جب ہر چیز کا خالق، مالک، مدبر اور متصرف اللہ و مدد لا شرک ہے تو پھر عبادت بھی خالصتاً اُس کی ہونی چاہیے مگر بعض عبادت میں بھی دوسروں کو شریک بنا لیتے ہیں۔ بعض قبروں کے سامنے اور بعض قبروں، شجر و پھر، سورج اور چاند، اور جنوں اور فلول کے سامنے نہ نیا زخم کر دیتے ہیں، ان کی ایسی تعظیم کرتے ہیں جیسی اللہ کی ہونی چاہیے، ان کے سامنے نذر و نیاز پیش کرتے ہیں اور انہیں حاجت روائی اور شکل کٹ سمجھتے ہیں۔ یہ شرک فی العبادت کا درجہ سب سے جس میں اکثر لوگ مبتلا ہو جاتے ہیں۔ الغرض! اللہ تعالیٰ سننے فرمایا کہ آپ ان کفار و مشرکین سے پوچھیں کہ ارض و سما کا خالق کون ہے تو ضرور یہی جواب

وہی جگہ کہ وہ اللہ ہی ہے جس نے ان کو پیدا فرمایا ہے۔

زمین غلوہ  
گہوارہ

ترجمہ کے اس تذکرے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان پر کیے جانے والے

بعض احکامات کا ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الزَّمَانَ

مَتَّعِدًا اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو گہوارہ بنا دیا ہے۔

زمین کی تخلیق کے ذکر کے بعد اس سے حاصل ہونے والے مفادات کا ذکر ہوا ہے۔

جس طرح پہلے گہوارہ میں سلا کر اس کو حرکت دی جاتی ہے تو یکدم رست محسوس کر لے

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو زمین پر پھیل کر زمین کو چھوئے کی طرح متحرک کر دیا ہے

جو اس کے بہت سے مفادات کا سبب بنتی ہے۔ قدیم یونانی و عربی تعلیمات

کہتے ہیں کہ زمین ساکن ہے جب کہ جدید سائنسی تحقیقات نے ثابت کر دیا ہے

کہ زمین متحرک ہے، اور ہر ایک وقت و درجہ حرارت کے ساتھ اپنے سفر پر مدای دون

ہے۔ اس کی ایک حرکت چھ گھنٹہ گھور کے گرد ہے تو چوبیس گھنٹوں میں پوری ہوتی ہے۔

اور جس کی وجہ سے دن رات آگے پیچھے آتے ہیں۔ زمین کی دوسری حرکت سورج کے

گرد ہے جو سال بھر میں مکمل ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے تو موسمی تغیرات واقع ہوتے ہیں

چنانچہ سال جبکہ موسم گرما، سرد، بار اور خشک اس زمین کی سورج کے گرد گردش کا نتیجہ ہیں

غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو تہوں کی طرح متحرک بنا کر اس پر کھنے والوں کے لیے

بہت سے مفادات وابستہ کر دیے ہیں۔ دن کے وقت کام، رات کو آرام مختلف

موسموں میں مختلف قسم کے پھل، پھول اور نباتات کی پیداوار سب کچھ اللہ نے انسان اور

دیگر جانوروں کو مصلحت کی خاطر مقرر کیا ہے۔ ہر حال زمین ایک گہوارے کی

مثل محسوس رہی ہے۔ دیگر گہواروں کی طرح یہ بھی ایک گہوارہ ہے جو فضا میں معلق ہے

جو لوگ زمین سے نکل کر فضا میں جاتے ہیں یا جو چاند پر پہنچتے ہیں کامیاب ہو گئے ہیں

ان کو زمین بھی چاند جیسا ایک گہوارہ ہی نظر آتی ہے۔

ابتداء میں زمین سورج ہی کو ایک حصہ تھی۔ پھر اللہ نے اس کو سورج سے

الگ کر کے لڑکروں کی طرح دور پھینک دیا، چونکہ زمین سورج جیسے بگ کے



جگہ سے ایک چوٹی ہے، اس کی حصہ تر ٹھنڈا ہو چکا ہے مگر اس کا اندر والی  
 حصہ اب تک گرم ہے، اور ان گھوٹوں میں گزرتے کے بعد اب بھی بعض اوقات  
 اس سے دوا اٹھنے لگتا ہے۔ زمین کے ارد گرد چودہ کروڑ مربع میل رقبے میں پانی ہی  
 پانی ہے اور صرف آسمانوں کے نیچے ہے۔ زمین کے ارد گرد پانی کی مثال ایسی ہے  
 جیسے سخت گرمی میں پسینہ آجاتا ہے، اترنے میں زمین کے گرد چار پانچ سو سال تک  
 ہوا کا بخول چڑھا دیا ہے۔ زمین کے اندر کی حقیقت کو یہ منہ نہ پوسے لیتے سے  
 معلوم نہیں کیا پائے۔ وہ صرف مجھتا آسمان کی ایک نیچے کی خبر دے گا کہ وہاں  
 جلنے کی کوشش کر رہے ہیں جس کے نیچے میں مزید اختلافات کی توقع کی جا سکتی  
 ہے۔ بہر حال اترنے فرمایا کہ اُن کی دُست وہ ہے جس نے زمین کو تختہ بنایا  
 گوارا بنا دیا ہے وَجَعَلَ لَكُم فِيهَا سُبُلًا اور اس میں سبب سے یہ عظیم  
 راستے بنا دیے ہیں جن کے ذریعے تم ایک خطے سے دوسرے خطے کی طرف جا  
 سکتے ہو۔ اسی زمین پر کہیں پہاڑ ہیں، کہیں میدان ہیں، کہیں جنگلات ہیں تو کہیں  
 بڑے بڑے صحرا ہیں۔ اسی زمین پر اترنے کی ناکے اور دریا بہا گئے ہیں۔ جن کے  
 ذریعے تم زندگی کے معذرت حاصل کرتے ہو۔ ان میں سفر بھی کرتے ہو وَلَعَلَّكُمْ  
تَهْتَدُونَ تاکہ تم راہ پاؤ۔

بعض اہل  
 کمال

اکھ آیت کریمہ میں وَاللَّهُ تَعَالَى نے ایک مثال کے ذریعے بعض بعد الموت کاموں  
 کو بیان کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَّا السَّمَاءَ مَاءً فَسُفِّهُنَّ بِهِ ثَمَرًا  
 کی دُست وہ ہے جس نے آسمان کی طرف سے ایک خاص انداز سے پانی  
 نازل فرمایا، سماء کے مختلف معانی آتے ہیں۔ بارشوں اور فضا کو بھی آسمان کہا جاتا ہے، عربی  
 میں حیثیت پر بھی سماء کا لفظ نزل جاتا ہے اور اگر ہر کی طرف سے چھ نیکیوں پر وہ نظر آتا ہے  
 اس کو بھی آسمان کہا جاتا ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ اور پر افضا سے بارشوں کی وساطت  
 سے بارش کی صورت میں پانی نازل فرماتا ہے، اور پھر اس عمل کے لیے عالمِ باطن کا کام  
 بھی شامل ہوتا ہے۔ تو انہی رحمت ہوتا ہے، فرمایا ہم نے آسمان کی طرف سے

اِن اَمَل فرود کا شریک بننا بہت ہی بد نصیبی ہے۔ آپ کو اس کے ذریعے ہم سے مرود شریک  
 یعنی مرود زمین کو زندہ کیا۔ بارش کی عدم موجودگی میں زمین خشک ہو جاتی ہے۔ اس کی  
 روئیدگی ختم ہو جاتی ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ بارش نازل فرماتا ہے تو زمین پھر سے زندہ  
 ہو جاتی ہے۔ جس روئیدگی کی طاقت آجاتی ہے اور پھر پھل پھول پڑتا ہے۔ سبزیاں اور چارہ  
 اور اُنی پھل پھولتے ہیں۔ جس کے ذریعے انسان اور دیگر جاندار اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں۔ مرود زمین کی زندگی  
 سے ہی مراد ہے۔ کہ وہ مرود سبز ہو جاتی ہے اور یہ وار شے ملتی ہے۔

فدا کیا جس طرح جسم پانی نازل فدا کر سرور زمین کو حیات بخشے ہیں مگر ذرات  
نخل جیون اسی طرح تم نہایت جاؤ گے۔ مطلب یہ ہے کہ جب تم مگر قبروں میں  
دفن ہو چکے ہو گے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہیں دوبارہ زندہ کر کے قبروں  
سے نکالے گا۔ چنانچہ خداوند ہی خشک زمین میں پانی برسا کر پہری پیدا کر سکتی ہے  
وہ موتی میں موت مڑوں کو بھی دوبارہ زندہ کر سکتے اور وہ اس سے نکالے پر قادر ہے۔  
یہ بات ایک طرح قدرت کی دلیل ہے تو دوسری طرف بعثت الموت۔ اور  
جبرائیل علیہ السلام کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اس سے باطل نہ ہو جائے۔

پھر فرمایا **وَالَّذِي خَلَقَ آتِ زَوْجَكَ مَكَانَهَا** اللہ کی ذات و دستِ جس نے سب کے سب جوڑے پیدا کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت کی نشانی ہے کہ اُس نے تمام جانداروں کو جوڑے جوڑے یعنی نر اور مادہ کی صورت میں پیدا کر کے ان کے اختلاط سے ان کی نسلیں کو آگے پیو یا ہے۔ جانداروں کے علاوہ پودے اور درخت بھی جوڑا جوڑا ہیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ نہ کھجور کا بُدر جب مادہ پھل کے درخت پر ڈالا جاتا ہے تو درخت پھل ٹیٹے ٹٹا ہے۔ جوڑا ہی معنی ہو سکتا ہے کہ اللہ نے ہر چیز کو ضد پیدا کی ہے جیسے سیاہی اور سفیدی، نور اور ظلمت، دنیا اور عقبی، ایسی اور بدی وغیرہ وغیرہ۔ بہر حال اللہ نے تفریق جنس یا تفریق نوع کو بھی اپنی قدرت کی نشانی بتلایا ہے۔

انسان کی افادیت کے لیے ذرائع نقل و حمل میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی





اور اس کے انعکاس میں سے ہیں۔ ارشادِ برآسمان: **وَجَعَلْنَا لِكُلِّ قَوْمٍ نَذِيرًا** وَالْأَفْئِدَةُ اللّٰهُ تَعَالٰی نے تمہارے لیے کشتیاں اور جانور پیدا فرمائے ہیں۔ نزالِ قرآن کے زمانہ میں ذرائعِ نقل و حمل صرف دو قسم کے تھے یعنی بھری اور بڑی اس آیت میں اللہ نے اپنی دو ذرائع کا ذکر فرمایا ہے کہ بھری راستے سے سفر کے لیے تمہارے لیے کشتیاں بنائیں۔ اُس زمانے میں اوبائی کشتیاں جتنی تھیں جن کا ذکر اللہ نے قرآن کے مختلف مقامات پر کیا ہے۔ دریاؤں اور سمندروں کی لہروں کو چیرتے ہوئے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوجانا بہت بڑی چیز تھا۔ کشتیوں کے بعد پھر پھر گئے تو بحاب سے چلتے تھے اور پھر نقلی سے چلنے والے لاکھوں ٹن وزنی جہاز ایجاد ہو چکے ہیں اور شہر سطحِ آب پر رواں دواں ہیں۔ اللہ نے اپنا یہ احسان جیلا ہے کہ اس نے تمہارے لیے سمندری سفر کا بندوبست کر دیا۔ اگرچہ یہ کشتیاں اور جہاز انسانی ہاتھوں کے بنائے ہوئے ہیں مگر اس کے لیے مادی وسائل از قلم نکلے، لوہا وغیرہ اللہ تعالیٰ کا ہی پیدا کردہ ہے۔ اور انسان کے ذہن میں عقل و فہم اور شعور بھی اللہ نے ہی ڈالا تو وہ ان کو تیار کر سکے۔

اللہ نے فرمایا کہ زمینی سفر کے لیے ہم نے تمہارے لیے جانور پیدا فرمائیے۔ ظاہر ہے کہ نزولِ قرآن کے زمانہ میں بھی تجارتی نقل و حمل جانوروں کے ذریعے ہی ہوتا تھا۔ جن میں اونٹ، گھوڑے، گدھے اور چمڑے خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ اونٹ کو ترسوا کا جہاز کہاجاتا ہے۔ جہاں وہ کئی کئی دن کچھ کھائے پیتے بغیر سفر کر سکتا ہے۔ اگرچہ آج کے مشینی دور میں نقل و حمل کے لیے جانوروں کی افادیت قریباً قریب ختم ہو چکی ہے، تاہم بعض علاقے آج بھی ایسے موجود ہیں۔ جہاں موادی اور بار بڑی کے لیے جانوروں سے ہی کام لیا جاتا ہے۔ بہر حال اللہ نے جانوروں کو پیدا کئے انسان کی خدمت پر مامور کر دیا ہے جو کہ نہ صرف ان کی خدمت بجالاتے ہیں، بلکہ بعض انسان کی خوراک بھی بنتے ہیں۔

فرمایا ایک کریر جانور بار بڑی کا کام دیتے ہیں اور ان کا دوسرا فائدہ یہ ہے





کی تشریف سے سوائی ورواں ہیں۔ دنیا میں کئے واقعات پیش آتے ہیں گراہ پھٹتے  
حوادث چھپ آجاتے ہیں پورا اچھی پہلی سواریاں قابو سے باہر ہو کر جاتی اور ہائی تھوڑا سا  
سکام باعث بن جاتی ہیں۔ موٹر کاروں، ٹرکوں، ٹرالیوں، ریل گاڑیوں میں ٹکر ہو جاتی ہے۔  
ہوائی جہاز تیار ہو جاتے ہیں، بڑے بڑے بحری جہاز ڈوب جاتے ہیں، جب تک  
اللہ تعالیٰ کی مہربانی شامل حال نہ ہو، انسان بالکل بے بس ہے۔

فَرَادَاً وَالْجَلْبَ رَبَّنَا لَمَنْفَعِلُونا بے شک ہم اپنے پروردگار کی  
طرف ہی پھیر کر جانے لگے ہیں جس طرح اس دنیا میں لوگ ایک دوسرے سے دوسرے  
معاثر تک ابن سواریوں پر سفر کرتے ہیں، اسی طرح ایک دن آئے والا ہے جب  
یہ انسان انسانی کنوحوں پر سوار ہو کر قبرستان کی طرف جا رہا ہوگا۔ اور درحقیقت  
یہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ وہ مقررہ وقت پر سب کو اکٹھا کرے گا  
اور پھر حساب کتاب اور جزائے عمل کی منزل آئے گی۔ انسان کو چاہیے کہ وہ اس  
ہاری سفر میں ساتھ ساتھ آخرت کو بھی یاد رکھے اور اس کے لیے تیاری کرے۔

وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا إِنْ الْأُنْثَىٰ  
لَكَفُورٌ مُّبِينٌ ١٥ أَمْ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَدَلًا  
وَأَصْفُكُمْ بِالْبَنِينَ ١٦ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ  
بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمَنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا  
وَهُوَ كَظِيمٌ ١٧ أَوْ مِنْ يُنْشَأُ فِي الْحُلِيِّ وَهُوَ  
فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ ١٨ وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ  
الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَنِ إِنَاءً أَشْهَدُوا خَلْقَهُمْ  
سَتَكُتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْأَلُونَ ١٩ وَقَالُوا  
لَوْ شَاءَ الرَّحْمَنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ مَا لَهُمْ بِذَلِكَ  
مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ٢٠ أَمْ اتَّيْنَاهُمْ  
كِتَابًا مِنْ قَبْلِهِ فَهُمْ بِهِ مُسْتَمْكُونَ ٢١  
بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا  
عَلَىٰ أَثَرِهِمْ مُهْتَدُونَ ٢٢ وَكَذَلِكَ مَا أَرْسَلْنَا  
مِنْ قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ  
مُتْرَفُوهَا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا  
عَلَىٰ أَثَرِهِمْ مُقْتَدُونَ ٢٣ فَلَا أُولَٰئِكَ هُمْ



بِأَمْرِي مِمَّا وَجَدْتُمْ عَلَيْهِ آيَاتُكُمْ قَالُوا إِنَّمَا  
 بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَذِبُونَ ﴿١٤﴾ فَأَنْتَقِمْنَا مِنْهُمْ  
 فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿١٥﴾

ترجمہ :- اور ٹھہرا ہے انہوں نے اُس زمرہ کے  
 لیے اُس کے بندوں میں سے قصہ۔ یہ شک نہایت  
 اہستہ گھٹا ہنگر گزار ہے ﴿١٤﴾ کیا باقی ہیں اُس  
 نے اپنی تخلیق کردہ چیزوں میں سے چیزیں، اور چنا  
 ہے تم کو بیٹوں کے ساتھ ﴿١٥﴾ اور جب تم تجھری دلی  
 جان ہے ان میں سے کسی ایک کو اُس چیز جو  
 بیان کرتا ہے رحمان کے لیے مثال، تو ہر بات سے  
 اُس کا چہرہ سیاہ اور وہ دغلم کی وجہ سے گھٹ گیا  
 ہوتا ہے ﴿١٥﴾ بھلا وہ جس کو نشو و نما دی جاتی ہے  
 زہر میں اور وہ جگر کرتے ہیں بھی صاف دہت نہیں  
 کر سکتی ﴿١٨﴾ اور ٹھہرا ہے انوں نے فشتوں کو ہر  
 زمان کے بندے ہیں، غریبیں کیا یہ حاضر ہونے والے  
 ان کی پیدائش کے وقت، لکھی جائیگی ان کی شہادت  
 اور ان سے پوچھا جائے گا ﴿١٩﴾ اور کہا انوں نے کہ  
 اگر چاہے رحمان تو ہم نے عبادت کریں ان کی۔ انوں نے  
 انہیں اس کا کچھ علم نہیں ہیں یہ سگر ٹھکی دوڑاتے ﴿٢٠﴾  
 کیا ہم نے دی ہے ان کو کوئی کتاب اس سے پہلے،  
 پس وہ اُس کو منہ پر لپی سے پکڑنے لگے ہیں ﴿٢١﴾ بعد ازاں  
 انوں نے کہ پڑا ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو ایسا کرتے

پہرہ اور بعد ازاں کے نقش قدم پر ملے ہوئے ہیں (۲۲) اور اسی طریقے سے نہیں جیسا ہم نے کچھ سے پتے کسی بستی میں کرنی ذرہ سنانے والا مگر کہا وہاں کے آدمیوں کو لوگوں نے کر بیشک ہم نے پایا ہے اپنے آباؤ اجداد کو ایک رستے پر اور بیشک ہم ان کے نقش قدم پر ان کی اقتداء کرنے والے ہیں (۲۳) کہ اس پیغمبر نے اُنہیے گاؤں میں تمھارے پاس زیادہ ہدایت والی چیز اُس سے جس پر پایا تم نے اپنے آباؤ اجداد کو۔ گناہوں نے بیشک ہم اس چیز کے ساتھ جو تم کو دی گئی ہے کفر کرنے والے ہیں (۲۴) پس ہم نے انتقام لیا ان سے پھر دیکھو کیا ہوا انجام مجھلانے والوں کا (۲۵)

رہنمائی

سورۃ کے آغاز میں قرآن کریم کی حقانیت اور صداقت کا ذکر ہوا اور اُس کے وحی الہی ہونے کا بیان ہوا۔ پھر اللہ کے رسالت کے ضمن میں فرمایا کہ ہر رسول کے ساتھ تمنا کیا گیا کہ اس بات سے گھبرا کر نہیں پلٹے۔ اللہ نے اپنی قدرت نامور کے دلائل بیان فرمائے جن سے اُس کی توحید بھی بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے۔ پھر اللہ نے مخلوق پر سکے جانے والے انعامات کا تذکرہ کیا اور خاص طور پر ان لوگوں کے لیے ساریوں کا ذکر فرمایا اور ان پر سورہ ہوتے وقت کی خصوصیت دیکھا سکھائی۔ اب آج کی آیت میں توحید کا اثبات اور شرک کا رد ہے اور اس سلسلے عقیدہ اور اُلوہ کا ذکر کیا گیا ہے کہ شرک لوگ خدا کے لیے اور دیگر ذکر کرتے ہیں اور خاص طور پر فرشتوں کو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے ہیں۔ پھر اللہ نے مشرکین کی اذھی عقیدہ کو بیان کر کے ان کے انجام کی طرف اشارہ کیا ہے۔

خدا کے لیے  
اور اُلوہ کا عقیدہ

مشرکین کے شرک کی ایک صورت یہ بھی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ماننے لگے۔ اللہ نے فرمایا وَجْعَلُوا لَكَ صِیْفًا یُعْبَدُونَ جِنَّةً اَنْہوں نے اللہ



کے بندوں ہیں۔ اُس کے لیے ایک حصہ مقرر کیا ہے۔ مرد اور عورتیں سب سے اُس کے بندے ہیں۔ مگر مشرکوں نے اِن بندوں میں سے ایک حصہ یعنی عورتوں کو خدا تعالیٰ کی اولاد تسلیم کر لیا ہے اور اِس طرح وہ کہتے ہیں کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور بعض درستی گروہوں نے مردوں کو خدا کا جہاد تسلیم کر لیا ہے۔ یہاں تک ارشاد باری تعالیٰ ہے وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ وَالتَّوْبَةُ ۱۳۰ یہودی کہتے ہیں کہ حضرت عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں۔ اسی طرح بعض دیگر مشرکین بھی مخلوق میں سے کسی کو خدا کی اولاد تسلیم کرتے ہیں۔ فرمایا یہ بڑی بے ادبی اور گستاخی کی بات ہے کہ خدا کی مخلوق میں سے اُس کے لیے ایک حصہ تجویز کیا جائے۔ صاحب اولاد ہونا تر مخلوق کی صفت ہے۔ جبہ چیز اجزا سے مرکب ہوتی ہے۔ وہ حادث ہوتی ہے جب کہ خدا تعالیٰ کی ذات قدیم ہے۔ وہ بسیط ہے، نہ مرکب۔ مرکب حادث ہونا ترکیب اور نقص کی نشانی ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کی ذات قاصر عریضہ، ناقص سے پاک ہے۔ وہ حادث نہیں بلکہ قدیم ہے۔ لہذا اُس کے لیے اولاد کا عقیدہ رکھنا کسی طرح بھی اُس کی شان رفیع کے لائق نہیں۔ وہ اولیٰ اور ابجدی، جنسیت سے پاک ہے۔ اللہ اور اُس کے بندوں کے درمیان صورت خالق اور مخلوق ہونے کا تعلق ہے۔ والدیت اور اولادیت کا کوئی تعلق نہیں۔

عقیدہ اولاد کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ بنی اسرائیل، سورۃ صافات اور بیاں اگلی آیت میں ہی مشرکین کے اس عقیدے کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ فرشتوں کو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں، ہستے تھے، حالانکہ قطعاً بیٹیاں جنوں سے کمزور ہوتی ہیں، اور ان پر جنہوں نے کمزور مخلوق کو اللہ کی طرف منسوب کیا ہے اور اعلیٰ مخلوق یعنی بیٹوں کو اپنے لیے پسند کیا ہے۔ فرمایا اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِٖ لَكَنُورٌ عَجَبٌ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِٖ لَكَنُورٌ۔

اسی جنسی تقسیم کے متعلق اللہ نے یہاں ارشاد فرمایا ہے اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا

یَخْلُقُ بَدَنًا كَمَا اُنْسُ نَسْأَلُ عَنْ مَخْلُوقٍ مِنْ سَعْيِ يَدَيْهِ يَتَّبِعْنَ اَمْرًا لِي هُنَّ وَكَافَّةً  
 بِالْبَنَاتِ اور تمہارے بیٹوں کے ساتھ جن یا ہے ! اللہ نے استغناء پیدا کرنے میں  
 فرمایا ہے کہ تمہارے زعم کے مطابق کیا اللہ نے اپنے لیے کمزور مخلوق کو منتخب فرمایا  
 ہے اور تمہیں تمہاری پسند کے مطابق بیٹوں کے لیے جن یا ہے ۔ یہ کس قدر ہوتی  
 کی بات ہے ۔ فرمایا ان کی پسند اور ناپسند کی حالت تو یہ ہے وَإِذَا ابْتِغَىٰ لَكُمْ هَذِهِ  
بِعَمَالِهِ رَبِّ لِلرَّحْمَنِ مَشْهُدٌ اور جب ان مشرکوں میں سے کسی کو اس چیز کی خوشخبری  
 دی جاتی ہے جس کی انہوں نے خدا کے رحمان کے ساتھ مثال بیان کی ہے مطلب  
 یہ ہے کہ مشرک خود اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں اور اس بیٹی کی پیدائش  
 کی خبر جب ان میں سے کسی شخص کو دی جاتی ہے ، تو اس کا تجربہ ہوتا ہے فَطَلَّ  
وَجْهَهُ هُسُودًا تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے ۔ اسے اس قدر شیعہ بنتی ہے  
 کہ وہ اپنے لیے کسی بھی صورت میں بیٹی کو پسند کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا ۔ چنانچہ  
وَهُوَ كَظِيمٌ اور وہ غم و اندوہ کی وجہ سے سچ و باطل کھٹے گھٹے اور اس کا ہی  
 گھٹ رہا ہوتا ہے ۔

بعض مشرکین کی اس حالت کو اللہ نے سورۃ النحل میں بھی بیان فرمایا ہے وہاں  
 بھی ارشاد فرمایا ہے کہ ان میں سے جب کسی شخص کو بیٹی کی پیدائش کی خبر دی جاتی ہے  
 تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور اس کا ہی غم کی وجہ سے گھٹے گھٹے ہوتا ہے ۔ پھر وہ اس خبر  
 کی وجہ سے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اور دل میں سوچتا ہے ۔ أَيُّ نَبِيٍّ عَلَىٰ هَؤُلَاءِ  
أَقْرَبُ سُنَّةٍ فِي الْغُرَابِ (النحل ۵۹) کہ کیا وہ ذات برداشت کر کے لوگ  
 کو زندہ رہنے دے یا اُن کے زمین میں زندہ گاڑ دے ۔ یہ ان کی کس قدر کمزوری اور حماقت  
 ہے کہ جس چیز کو اپنے لیے عار سمجھتا ہے ، وہ خدا کے لیے تجویز کرنے سے نہیں شرماتا  
 بعض مشرکین کے ارے میں آتا ہے کہ وہ بیٹی کی پیدائش کی خبر سن کر گھر سے ہی  
 بھاگ جاتے تھے چنانچہ اس قسم کا ایک واقعہ ہم حافظ نے اپنی کتاب البیان البین  
 میں بھی نقل کیا ہے ۔ جب کسی عورت کے پاس بیٹی پیدا ہوئی ہو اس کا غار



گھر چھوڑ کر بھاگ گیا۔ تو وہ کہنے لگی ۔  
 مَا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ حَقٌّ لَا يَأْتِيَنَّكَ  
 يَمِينُكَ وَلَا يَمِينُ الْيَمِينِ سَلَامٌ  
 عَلَيْكَ إِنَّ لَكَ أَلَدًا الْيَمِينُ سَلَامٌ  
 تَعَالَى اللَّهُ مَا ذَاكَ بِأَسَدٍ يَمِينًا  
 تَحَقُّ كَزَوْنِجٍ لَهَا قَدْ زَاغُوا فِيهَا

اپنی حمزہ کو کہا ہو گیا ہے کہ وہ گھر نہیں آتا  
 لیکر اپنے پردہ کی کے ہاں رہیں پس  
 کرتا ہے ۔

وہ اس بات سے ناراض ہے کہ ہم بیٹے نہیں  
 بنتیں ۔ اس کی قسم یہ تو ہمارے اختیار میں نہیں ہے  
 ہمارے مثال قرآن ایک کہیں کی ہے کہ اس  
 میں صیغہ لڑا جاتا ہے ویسی اس کی پیروی  
 برہانی ہے ۔

اِنَّهُ قَدْ عَلِمَ اَوْ مَنِ تَحْتَهُ اَوْ اِلٰهِيَّةٌ عَالِمٌ وَ اَلْمَوْتِ اِلٰهِيَّةٌ عَالِمٌ  
 زور میں نشور نہ رہی جاتی ہے ۔ وَ هُوَ فِي الْخَصَامِ كَقِيَمِ حَبِيبَتِي اَوْ رُوِي عَمْرًا  
 دینی بات چیت میں بھی غیر واضح ہوتی ہے ۔ اشر نے عورت کے متعلق فرمایا ہے کہ  
 عام طور پر لڑکیوں کی پرورش زیورات میں ہوتی ہے یعنی ان کو سونے چاندی کے زیورات  
 پہنانے جاتے ہیں ۔ جو ان کے لیے حلال اور لڑکوں کے لیے حرام ہیں ۔ اور لڑکیاں بات چیت  
 کرنے میں بھی عام طور پر لڑکوں کی نسبت کمزور واقع ہوتی ہیں ۔ اگرچہ استثنائی طور پر بعض لڑکیاں  
 بھی گفت و شنید میں سیر طرہ ہوتی ہیں مگر عام طور پر ان کی حالت یہی ہے کہ وہ نہ لڑکھٹ  
 کے کام انجام دے سکتی ہیں اور نہ بات چیت میں زیادہ چالاک ہوتی ہیں جبکہ وہ بعض اوقات  
 اوصافی زبان کا شکار ہو کر بات چیت میں صریح نہیں رہتیں کیونکہ ان کا دل کسی سحر مند  
 ہوتا ہے ۔

سننے کی طرف سے ، زیورات اور بناؤ سداہ عورتیں فطری طور پر پسند کرتی ہیں ۔ حضرت  
 اسماء بنت زیدہ کو زخم لگا ۔ حضور علیہ السلام نے خود زخم صاف کیا اور فرمایا کہ اگر یہ میری ہوتی تو  
 ہم اس کو زور چماتے ۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کے لیے زور چمنا جائز ہے ۔  
 تاہم عورتوں کا پیش اور بناؤ سداہ میں زیادہ انہماک چاہو گے ہے ۔ ۔ البتہ مرحومہ کے  
 زمانہ میں اسماء کی ایک خاتون امیر کے متعلق اخبارات میں آیا تھا کہ وہ تیس دن کے اسماء

میشن میں ہر دنیا اس میں کر شامل ہوتی رہی۔ گویا اس کو کوئی دوسرا کام ہی نہیں تھا۔ بحال  
موجودوں کی اس کمزوری کا ذکر اللہ نے کیا ہے کہ ایک قوم زیارت کی ذمہ داری ہوتی ہے  
اور دوسرے مرد کی نسبت صریح گفتگو بھی نہیں کر سکتیں۔ مگر مشرکوں کا حال یہ ہے  
کہ وہ ایسی کمزور مخلوق کی نسبت تو اللہ تعالیٰ کی طرف کھڑے ہیں اور خود اپنے  
لوہے کے پندہ کرتے ہیں۔

فرشتوں کے  
متعلق غلط  
عقیدہ

اللہ نے فرمایا کہ مشرکوں نے فرشتوں کے متعلق بھی کثرت عبادت کا عقیدہ بنا رکھا ہے  
وَجَعَلُوا الْعَلِيَّةَ الذِّمَّتِ لَهُمْ عَبْدَ الرَّحْمَنِ النَّائِي بِرَبِّهِمْ  
نئے مشرک بنے۔ فرشتوں کو تو میں بسنا رہا ہے۔ کہتے ہیں۔

اَلْعَلِيَّةُ بَنَاتُ الْاَلَدِ یعنی فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ حالانکہ وہ تو اللہ کے مقرب  
بنے ہیں۔ فرشتوں میں تذکیر و تانیث والی کوئی بات نہیں، ہر ایک میں استرازا نامہ  
تصور کیا جاتا ہے۔ ان کو عورت کہنے میں تو بڑی گستاخی ہے۔ فرمایا یہ فرشتوں کو  
عورتیں سمجھتے ہیں اَشْهَدُ وَ اَخْلَقْنَاهُمْ کیا یہ لوگ فرشتوں کی تخلیق کے وقت  
موجود تھے جو یہ تذکیر و تانیث کا علم رکھتے ہیں۔ فرمایا اَسْتَخْبِثُ شَہَادَتَهُمْ  
وَيَسْتَلْزِمُونَ ان کی یہ گواہی اللہ کی جہانے کی اور پھر ان سے باز پرس بھی ہوگی کہ انہوں  
نے ایسا غلط دعویٰ کیوں کیا اور خدا تعالیٰ کے لیے اولاد کیوں تجویز کی۔ حقیقت یہ ہے  
کہ اللہ تعالیٰ کی نہ تو کوئی حقیقی اولاد ہے اور نہ ہی مجازی کہ جس کو اس نے اختیار  
دیا ہو۔ کہ لوگوں کی حاجت والی اور مخلوق کشانی کرنے پر ہیں۔ عیسائیوں کا این اللہ والی  
عقیدہ بھی باطل ہے اور مشرکوں کا خدا کے بیٹے بیٹیاں تجویز کرنا بھی سخت گستاخی ہے۔  
اگلی آیت کریمہ میں اللہ نے مشرکوں کی ایک ہی روئے دلیل کا ذکر فرمایا ہے۔ وَ هَآؤُلَآ  
اَلْوَشَّاءُ الرَّحْمَنِ مَا عَبْدُوْهُمُ اَنَّهُمْ اَنۡوَلُوْا لَہٗ اَکۡرَادَہُمَا نَہۡمَا اَنۡ یَّہۡتَکُمَا  
معبودان باطلہ کی عبادت نہ کرتے، گویا وہ خدا کے کہنے پر ایسا کرتے ہیں۔ اور اصل  
ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر غیر اللہ کی نذر و نیاز، ان کی صورت پر تعظیم یا ان کے سامنے

عبادت اللہ  
کی غلطی ہیں



مذہب و مذہبی باتیں ہی محبوب ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ انہیں اس کام سے زبردستی روکے گا کہ  
 نہیں دیتا۔ اگر وہ روکے گا تو اس کو مطلب یہ ہے کہ یہ ایسا کام ہے۔ فرمایا ان کے  
 اس زعمِ باطل کے متعلق مآلہدہ: یَذْهَبُ عَنْ يَدَيْهِمْ انہیں کچھ بھی عطا نہیں۔ ان کے  
 ہاتھ جھکوں ان کی یہ ساری دلیل باری محض اٹھ چکے ہیں ہیں، ان میں کوئی سادقت  
 نہیں بلکہ یہ خود اللہ تعالیٰ پر ایمان کے متنازع ہے حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ  
 کسی شخص کو بڑی سے زبردستی نہیں روکے گا کیونکہ زبردستی روکے گا اس کے بنیادی اصول کے  
 خلاف ہے۔ اُس نے دنیا میں انسانوں کو بھیج کر ان کے ساتھ حق اور برائی کے  
 راستے اپنا اور کتاؤں کے ذریعے واضح کر دیے اور پھر انسانوں کو اختیار دیا۔ فَعَنْ  
شَاءَ فَخِيَرٌ مِنْهُ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفِرْ (الحکمت - ۲۹) اب جس کو چاہے  
 ایمان لے آئے اور جس کو چاہے کفر کا راستہ اختیار کر لے۔ انسان اپنے لیے جو بھی  
 راستہ پسند کرے گا۔ فَعَلِمَ مَا نَنْوِي وَكَضَلَّ جَهَنَّمَ (النساء - ۵۵) پھر  
 اگر وہ برائی کے راستے پر چلے جائے گا تو ہم اسی طرف کی طرف سے دیں گے اور آگے  
 اس کے لیے جہنم بھی تیار ہے جو کہ بہت برا مقام ہے۔

پھر اللہ نے فرمایا کہ مشرکین نے غیر اللہ کی عبادت کا طریقہ بنا رکھا ہے اور  
 پھر یہ باطل تاروں بھی پیش کرتے ہیں کہ اللہ کی رضا ہی میں ہے ورنہ وہ نہیں ایسا  
 کرنے سے روک دیتا۔ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (البقرہ - ۱۸۵) پھر  
أَفَرَأَيْتُمْ كَيْفَ يَكْتُمُونَ قَوْلَهُمْ کیا اس سے پہلے ہم نے انہیں کوئی کتاب  
 عطا کی تھی جس میں غیر اللہ کی عبادت کو جائز قرار دیا گیا ہے فَهُمْ بِهِ مُسْتَحْسِنُونَ  
 اور وہ انہیں کہ مضبوطی کے ساتھ پکڑے ہوئے ہیں۔ مُتَعَذِّرِينَ کہہ رہے ہیں کہ تو ان کے پاس  
 ایسی کوئی کتاب یا علم نہیں جیسا جس میں غیروں کی عبادت کو جائز قرار دیا گیا ہو۔ یہ لڑکی  
 سنا رہی ہیں زعمِ باطل ہے۔

آپ اللہ کو  
 کی باتیں  
 نہیں

فرمایا ان کے مشرکوں نے عقل و اعصاب کی کوئی معقول دلیل تو نہیں ہے جو ان کے اس  
 کے بَلْ هِيَ آيَاتُ اللَّهِ وَآيَاتُ الْآلَاءِ (البقرہ - ۱۸۵) وَأَنَّا عَلَىٰ الْقُرْآنِ مُبْتَدِلُونَ





کیا اگر میں اُس سے زیادہ ہدایت والی چیز تمہارے پاس لئے گاؤں ہیں یا تمہارے پاس ہے یا تو  
 ابدال کر دیا ہے۔ تو کیا پھر بھی تمہارے غصے کے لئے جس رہے گا اور اپنے گمراہی کے لئے کہ میں پر  
 ہی چلتے ہوئے؟ اس کے جواب میں قالوا انا ببعار مینتم بہ کفر و نون

مشرک کہنے لگے کہ ہم تو تمہاری لائی ہوئی چیز یعنی دین کو نشتہ کے لیے نیا نہیں ہو  
 اس کا ہر سچ انکار کرتے ہیں۔ ہم تو اپنے گمراہی کے لئے کہ میں پر ہی چلتے ہوئے ہیں  
 اللہ نے فرمایا کہ جب کفار و مشرکین کی سرکشی سے بڑھ گئی خاشعہ

نہایت

میں پھر ہم نے اُن سے بدلہ لیا۔ ہاتھوں کی مختلف صورتیں یہی ہیں ابھی اللہ  
 نے انبیاء کو ہمارے حکم کے کفار و مشرکین کی بیخ کنی کی اور ابھی گمراہی آسمانی آفت و عذاب  
 سیلاب، طوفان، آتش، پھٹنے یا غصے کے ذریعے ایسی نافرمان قوموں کو جاک کہ اللہ تعالیٰ  
 کسی سرکشی کو انتقام دے بغیر نہیں چھوڑتا۔ انہیں دنیا میں بھی سزا دیتا ہے اور پھر دوزخ  
 اور آخرت کا عذاب تو ہر حال ان کے مقدر میں ہے۔ فرمایا پھر جس نے اُن سے انتقام  
 لیا فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَذَابُهُ الْمَكْرُوبِينَ پھر دیکھو ان مجسموں کے والوں  
 کا کیا عبرتناک انجام ہوا۔ ایسے ناخوار لوگ وقت ناک سزاؤں میں مبتلا ہو کر صاف ہوئی سے  
 نابینا ہو گئے۔ اللہ نے جتنے جتنے ایسی قوموں کا حال قرآن میں بھی بیان کر دیا ہے اور  
 بہت سے واقعات تاریخ کے اوراق میں بھی محفوظ ہیں۔

الذخرف ۲۳  
آیت ۲۶ تا ۳۰

الہدیر ۲۵  
وہس چہارم ۳

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ  
مِمَّا تَعْبُدُونَ ②۶ إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ ②۷  
وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ  
يَرْجِعُونَ ②۸ بَلْ مَتَّعْتُ هَؤُلَاءِ وَآبَاءَهُمْ  
حَتَّىٰ جَاءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُولٌ مُّبِينٌ ②۹ وَلَمَّا  
جَاءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ وَإِنَّا بِهِ  
كَافِرُونَ ③۰

ترجمہ:- اور جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور  
اپنی قوم سے کہ بے شک میں بنیاد ہوں ان چیزوں سے  
جن کی تم عبادت کرتے ہو ②۶ سوائے اس ذات کے جس  
نے مجھے پیدا کیا ہے، بیشک وہی میری رہنمائی کرتا ہے ②۷  
اور کر دیا اس کو ایک کلمہ باقی کہنے والا اپنی قوم میں  
تاکہ وہ رجوع کرے رہی ②۸ بلکہ میں نے قلم پھنچا  
ہے ان لوگوں کو اور ان کے آباء و اجداد کو یہاں تک کہ آگیا  
ان کے پاس حق اور کھول کر بیان کرنے والا رسول ②۹  
اور جب آگیا ان کے پاس حق تو کہنے لگے کہ یہ تو سحر  
ہے، اور بے شک ہم اس کا انکار کرتے ہیں ③۰

گذشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کی مذمت بیان فرمائی جو اپنے

ہیبت آیت



آبادی کے طریقے پر چلتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم تو اپنے باپ دادا کے نقش قدم پر ہی چلیں گے اگرچہ خدا کا بنی حجت بات سے کر آیا ہو۔ اپنے آباؤ اجداد کے رسم و رواج کو بغیر دلیل اور بغیر سوچے سمجھے اپنا نامہ می تقلید کہلاتا ہے، جو نزولِ قرآن کے زمانے کے مشرک اختیار کیے ہوئے تھے۔

ابراہیم علیہ السلام  
کا نام  
بنا تھا

اب ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی توجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسود کی طرف دلائی ہے۔ -- اور یاد دلایا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام ہی صحابی اور نبی اسماعیل یعنی یسوع و نصاریٰ اور مشرکین عرب کے جد امجد ہیں۔ اور تم نے اپنے آباؤ اجداد ہی کی پیروی کرنی ہے تو پھر میں کا طریقہ اختیار کرو جو کہ ان کا درست ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعات و شریعت بہت ہی سورتوں میں بیان فرمائے ہیں جن میں آپ کے نام کی عراحت کی گئی ہے اور سورۃ الانعام میں تو آپ کے باپ کا نام آکر بھی ظاہر کیا گیا ہے وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ خَلِّ لِيْ بِهٖ ذٰلِكَ آیت ہے، اچھا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو اس سے کہا، کیا تم نے ... کو عبود بنا رکھا ہے؟ میں تجھے اور میری قوم کو کشتہ داروں میں پاتا ہوں، البتہ ان میں آپ کا نام نازل نہ کیا گیا ہے۔ یہ کوئی تعارض کی بات نہیں بلکہ اگر دو ناموں میں ایک شخصیت کے دو نام ہیں، آواز، سہت اور تاریخ لقب، یا تاریخ نام ہے اور اگر لقب، جہاں آپ آشوریوں اور عہد انیوں کے درمیان میں پہلی پہلی تھے شہر بائبل کے ایک مخدوم اور میں پیدا ہوئے اور وہیں آپ نے نشوونما پائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت و نبوت کے لیے منتخب کیا، اور فرمایا وَلَقَدْ اٰمَنَّا بِہٖ ذٰلِكَ اٰمَنَّا بِالَّذِیْ اٰمَنَّا۔ (ان اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو کھڑا دیا، نیز اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ احسان بھی فرمایا وَكَذٰلِكَ اَنۡوٰیۤکَ اِبْرٰهٖمَ۔ (میرے نبوت کی سعادت والہ تعالیٰ نے انعام۔) یعنی آپ کو آسمانوں اور زمین کی بادشاہی کا مشاہدہ کیا۔ آپ کی ساری قوم سستارہ پرستی کی عفت میں مبتلا تھی۔ یہ صحابی مذکور تھا۔ پھر اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو نبوت فرما کر دوبارہ عینیت کا آغاز کیا، چنانچہ ابراہیم علیہ السلام

نے اپنے حقیقت ہونے یعنی ہر طرف سے کٹ کر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کا اعلان فرمایا۔

آپ نے اپنی حقیقت کا آغاز باپ اور قوم کے سامنے اس طرح کیا،  
 وَأَذَقْنَا ابْنَهُمْ وَأَبْنَاهُ وَفَوَاحِشَهُمْ حَبِيبًا ابْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَام  
 نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے انسانی برائیوں سے متعلق عقیدوں میں ان  
 چیزوں سے بیزار کرنا شروع کیا جن کی تم کو جاگرتے ہو۔ یعنی میں تمہارے  
 ان بگڑی ہوئے عقیدوں کی بنیاد پرستیوں کو ہرگز مجبور تسلیم نہیں کرتا۔ میرے مجبور  
 برحق تو وہ ہے اِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي جس نے مجھے پیدا کیا ہے، جو میرا خالق،  
 مالک، مدبر اور معترف ہے۔ فَإِنَّهُ سَيَقْدِرُ بِي اور وہی میری رہنمائی کرتا  
 ہے۔ یہاں کا اطلاق مجبور اور جمع دونوں پر ہوتا ہے مطلب یہ کہ میں تمہارے ہر مذہب  
 باطنی معبود سے نفرت کا اعلان کرتا ہوں اور ان میں سے کسی کو بھی الوہیت کا درجہ  
 دینے کے لیے تیار نہیں۔ آپ کی طرف سے اس بیزارگی کی تفصیل اللہ نے سورۃ  
 التکوین میں اس طرح بیان فرمائی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے پیروکاروں  
 نے اپنی قوم سے یوں کہا کہ ہم تم سے اور تمہارے مجبوروں سے، ما سألنا اللہ تعالیٰ  
 کے، مکمل بیزارگی کا اعلان کرتے ہیں۔ بِرَّحْمَةٍ أُنْكِرُكُمْ تَقِيهِمْ وَيُؤَيِّدُ بَيْنَنَا وَ  
 بَيْنَكُمْ الْحَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ أَيْدًا حَتَّى تُلَاقُوا بِاللَّهِ وَخُذْهُ رَابِعًا  
 ہمارے اور تمہارے درمیان عداوت اور بغض کی ایک دیوار بھڑکی ہو چکی ہے جب  
 ہم تم اللہ وحدہ لا شریک پر ایمان نہ لائے اور یہ دیوار ہٹ نہیں سکتی۔ مطلب یہ  
 کہ ابراہیم علیہ السلام عقیدہ توحید پر ڈٹ گئے اور باپ اور قوم کے سامنے یہ چیلنج  
 ہوئی دیوار بن کر کھڑے ہو گئے۔ یہ تھا آپ کا مجبوران باطل سے الجھار بیزارگی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس اعلان سے یہ بات واضح ہوتی ہے۔  
 کہ کسی شخص کا اللہ تعالیٰ، اُس کی صفات، اخصیہ، طوائف، انبیاء اور کتب سماویہ  
 پر ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا۔ جب تک وہ اپنے ساتھ باطل دین سے

تمام ایمان  
 سے منکف رہتا ہے



مکمل بیزارگی کا اظہار نہیں کرتا، بلکہ تمام ادیان باطلہ سے بیزارگی کا اعلان ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص ایمان لانے کے باوجود باطل دین سے اظہارِ بات نہیں کرتا تو وہ مؤمن نہیں کہلا سکتا، بلکہ حسب سابق کافر و مشرک ہی کہلے گا۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے خدا کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بعینہا ہے، اس کا دین چاہے کتنا ہی سچے دین سے اظہارِ بیزارگی نہ کیا لہذا مشرک کا مشرک ہی رہا۔

ہمارے دور میں بھی بعض لوگ ایسے ہوئے ہیں جنہوں نے دین اسلام کی حقانیت کا اقرار کیا مگر دوسکرا دیان سے بیزارگی کا اعلان نہ کیا بلکہ ان کو بھی سچا ماننے لگے اور اس طرح وہ دین حق سے بندہ بہرہ ہی ہے۔ برطانیہ کا بڑا دشمن بہت بڑا مصنف فلسفی اور درامہ نگار حال ہی میں گزشتہ وہ اسلام کو سچا مذہب تسلیم کرتا تھا مگر ساتھ ساتھ عیسائیت کا بھی قائل تھا اور اس سے بیزارگی کا اعلان نہیں کرتا تھا۔ نئی ہیرا کر ایسا آدمی ممکن نہیں ہو سکتا۔ برصغیر کے ہندوؤں میں گاندھی مشہور و معروف آدمی ہوا ہے۔ وہ عیسائیت، عیسائیت، اسلام اور ہندو مت سب کو چکے دین مانتا تھا اور عبادت کے وقت سب سے پہلے سورۃ فاتحہ کی تلاوت کرتا، پھر تلاوت اور انجیل پڑھتا اور ساتھ ساتھ گیت کے شلوک بھی پڑھتا تھا۔ ایسا شخص ممکن نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اسلام کی حقانیت کے ساتھ اس نے دیگر ادیان کی نفی نہیں کی۔ چنانچہ قرآن میں تَبَعَاتُ مِنَ الْكَافِرِ وَالشِّرْكِ یعنی کفر اور شرک سے بدیان کا اللہ اور خدا ہے۔ اس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔

الغرض! ابراہیم علیہ السلام نے اسی چیز کا اقرار کیا کہ اے میرے باپ اور اے میری قوم! میں نے تم عبادت کرتے ہو، میں تم سے بیزار ہوں، میں تم سے نفرت کرتا ہوں۔ اس ذات کی عبادت کرتا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ طبعاً ابن سعد میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اسی اعلان حق کی پاداش میں سات سال تک قید خانہ کی صعوبتیں برداشت کیں مگر اپنے ملک سے ایک ایسی ہی بھیجے نہ گئے اس کے بعد آپ کو ختم کرنے کا منصوبہ بنایا گیا مگر آپ کو چھوڑ دیا گیا۔





آپ کے آباؤ اجداد ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق علیہم السلام کے ایک خدا کی عبادت کریں گے۔ اس طرح گویا انہوں نے خود توحید اپنی اولاد میں راسخ کر دیا۔ نسبت ابراہیم علیہ السلام نے رب العزت کی بارگاہ میں یہ دعائیں کی تھیں کہ پروردگار! اس شہر کو تو پر امن بنائے **وَاجْعَلْنِي وَبَنِيَّ اَنْ لَّعَبُدَ الْاَصْنَامَ** (ابراہیم - ۲۵) اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچانا۔ نیز **وَاجْعَلْ لِّي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ** کہ (الشعراء - ۸۳) اور میرے بچے پھیلوں میں مکی زبان رکھ دے، یعنی میرے بعد گئے لئے یہ تذکرہ اچھے الفاظ میں کریں اور میرے اسود کریشیں نظر رکھیں۔

یہاں عقیدہ کا لفظ اس نہ کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ ہر مومن کو اپنی اولاد کی فخر بھی کرنی چاہیے کہ وہ بھی دین حق پر قائم رہے اور کہیں کفر و شرک میں مبتلا نہ ہو جائے۔ شیخ عبداللطیف شمرانی فرماتے ہیں کہ والدین کے لیے نہایت مفید ہے کہ وہ اولاد کے لیے دعا کا التزام کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دین توحید پر مستحکم رکھے۔ **سورة التحریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَصْحَابُ الْقُوَىٰ أَنْفُسِكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا ذُرِّيَّتُ**۔ اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے بھری بچوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ یعنی ان کو ایمان پر مضبوط کرنے کی تلقین کرتے رہو۔ شاہ عبدالقادر دہلوی فرماتے ہیں کہ ہر گمان پر لازم ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کو دین حق کی تعلیم کرتا رہے خواہ اس لیے کچھ دینا پڑے یا نہ پڑے۔ پڑے یا نہ پڑے دین پڑے۔ اگر بھری بچے حتیٰ الامکان کرشمات کے باوجود رجوع بہت پر نہیں آتے تو یہ ان کی طبیعتی ہوگی اور متعلقہ شخص بدی الذمہ ہوگا۔

بہر حال فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے خود توحید کو اپنی اولاد میں باقی نہیں رکھا تھا **يَرْجِعُونَ** تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر سکیں۔ والدہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ کر کے کہنا کہ اگر تم نے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چلنا ہے تو ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کا، سوہ اختیار کرو جو کہ سب کے بانی ہیں اور ان کے طریقے کے خلاف ان قوموں کی پوجا نہ کرو۔



اب اٹھ آیت میں اللہ تعالیٰ نے نزولِ قرآن کے زمانے کے اُن لوگوں کا  
شکر بیان کیا ہے جنہوں نے دین حق کو قبول کر لیا ہے اللہ تعالیٰ  
نے اپنا احسان جتنا بہت بکھینچا تھا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ و أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَلِكُ کے  
پہنچا دین کو اور ان کے بازو بلند کر دین پر بڑے انعامات کئے۔ ہر قسم کی سولت  
دی حتیٰ جَاءَهُمْ وَالْحَقُّ وَرَسُولٌ مُبِينٌ کیاں تک کہ ان کے پاس  
دین حق اور کھولی کہ بیان کرنے والا رسول آگیا۔ اس رسول سے مراد حضرت محمد صلی اللہ  
عہ وسلم ہیں جو اللہ کا سچا دین لے کر آئے تھے۔ ان کے گمراہی بازووں نے آپ کی اور  
اللہ کے سچے دین کی قدر نہ کی اور کفر و شرک پر ہی اڑے رہے۔

ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو عربوں کی طرف بعوث  
فرمایا تھا۔ چنانچہ آپ کے بعد آپ کی اولاد تقریباً ڈیڑھ ہزار سال تک سچے دین پر قائم  
رہی۔ پھر عربوں کی بدقسمتی کو قصی ابن کلاب کے زمانہ میں یعنی حضور خیر السلوۃ والسلام  
کی بعثت سے چار پانچ سو سال پہلے عربوں میں شرک کی ابتدا ہوئی اور پھر نزولِ قرآن  
کے زمانہ تک ہر گھر کفر و شرک کا گھر بن چکا تھا۔ ہزاروں میں کوئی ایک ٹکڑا آدمی ہو گا۔  
جو صحیح دین پر قائم رہا ہو۔ وگرنہ سب کے سب دین الہی سے دور جا چکے تھے۔ تو  
فرمایا وَلَمَّا جَاءَهُمْ نَحْنُ اللہ جب اللہ کا آخری نبی اُن کے پاس حق بات  
لے کر آگیا۔ اُنہی نے خالص توحید پرشیں کی اور بتوں کی پوجا سے منع کیا تو انہوں  
نے آپ کو تسلیم کرنے کی بجائے آپ کو ساحر کا بہن و شاعر، مغتری اور کذاب  
جیسے القابات دیے۔ قرآن پاک کی تاثیر سے انکار تو نہیں کر سکتے تھے۔ جب اُن  
کی جلالت و شہرت دینی پر اثر انداز ہوئی تو اس کی حیانت کو تسلیم کرنے کی بجائے  
قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُبِينٌ کہتے تھے یہ تو جادو ہے جو ہم پر اثر انداز ہو رہا ہے۔  
سورۃ القمر میں ہے کہ جب وہ واضح نشانیاں اور معجزات دیکھتے تو ان سے  
اعراض کرتے وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ سَفَٰرٌ مُّتَبَعٌ رَّآتِ ۙ اور کہتے کہ یہ تو جادو ہوا  
جادو ہے جو پہلے ہی چلتا تھا اور آج بھی چل رہا ہے۔ غرضیکہ انہوں نے دین حق



کو بار و قرار دیتے ہوئے واضح طور پر کہہ دیا وہی کتاب ہے کثروں کے مشابہہ ہو کر  
 اس کا صریح انکار کرتے ہیں یعنی تمہارے ہر شے کو یہ وہی کہتے ہیں کہ قبول کر سکتے ہیں  
 ہرگز تیار نہیں بلکہ اپنے آباؤ اجداد کے کفر پر اور شر کو یہ عقائد و اعمال پر ہی قائم ہیں  
 گئے۔ اس کے باوجود ہن لوگوں کی قسمت میں تھا۔ انہوں نے وہی حق کو قبول کیا۔  
 سابقہ عقائد و اعمال سے کتاب ہو گئے اور اس پر دنیا اور آخرت دونوں میں احکام  
 پر کما میاب ہوئے۔

الزخرف ۴۳  
آیت ۳۱ ۳۲

المعین ۲۵  
در سبغیم ۵

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقَرَبَاتِ عَظِيمٍ ③۱  
رَبِّكَ غَنُّ قَسَمًا بَيْنَهُمْ مَّعِيشَتُهُمْ  
فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ  
بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا عِزًّا  
وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ③۲

ترجمہ یہ اور کہا اُن لوگوں نے کہ کیوں نہیں اُلا  
گیا یہ قرآن کسی بڑے آدمی پر دو بستیوں میں سے ③۱  
کیا یہ تقسیم کرتے ہیں تیرے پروردگار کی رحمت  
کو۔ دیکھ، ہم نے تقسیم کی ہے ان کے درمیان ان  
کی معیشت دنیا کی زندگی میں، اور بلند کیا ہے ہم  
نے بعض کو بعض پر درجے میں تاکہ بنائیں بعض  
ان میں سے بعض کو خدمت گزار۔ اور تیرے رب  
کی رحمت بہتر ہے اُن چیزوں سے جو یہ اکٹھی کرتے  
ہیں ③۲

رابطہ آیت

اسلام کے پیادوں کا توحید، رسالت، معاد اور قرآن کی حقانیت  
کو سمجھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے گزشتہ آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا  
واقعہ ذکر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کفریہ اور شرکیہ رسوم کا رد فرمایا جو کافرو مشرک



نے اپنے آباؤ اجداد کی اذنی تعلیم میں انجام دیتے تھے۔ اشر نے فرمایا کہ آباؤ اجداد کی تعلیم ہی کرنی ہے تو میری عزت اور ایم علیہ السلام کا طریقہ اختیار کرو جو تم سب کے جدا جدا ہیں۔ انہوں نے کہنے پر آپ اور قوم سے صداقت کہہ دیا تھا کہ میں ان چیزوں سے بڑا ہی کلام اعلان کرتا ہوں۔ جن کی تصریح جا کرتے ہو، موائے اشر نے ثابت خداوندی کے جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی میری رہنمائی کرتا ہے اس کے علاوہ میں کسی سستی کو معبود تصور کر سنے کے لیے تیار نہیں۔ پھر اس کلمہ توحید اور برائت کو انہوں نے اپنی اولاد میں بھی گھونٹا دیا کہ وہ رجوع کرتے رہیں، مگر ان لوگوں کی بدبختی کہ اہستہ اہستہ ابراہیم علیہ السلام کے طریقے کو بھول کر کفر اور شرک میں مبتلا ہو گئے، حتیٰ کہ جب اشر کے آنوی نبی اور رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو ان کا انکار کر دیا۔ چونکہ آپ کا لایا ہوا کلام ان پر اثر کرتا تھا لہذا انہوں نے اُس کو قید کر کے کی بھانٹنے سے باز رکھ کر ٹھکرا دیا۔

نبوت و  
برائت  
کا معیار

کفار و مشرکین نے نبوت و رسالت کا ایک خود ساختہ معیار یہ قائم کر رکھا تھا کہ یہ منصب کسی ایسے شخص کو دینا چاہیے جو دنیاوی لحاظ سے اُسود و عالی ہو، اُس کے پاس مال و دولت، کوٹھی، باغات، نوکر چاکر اور مال مورتی کی بہتات ہونی چاہیے، وہ بہت بڑا آدمی ہو جسے معاشرے میں عزت کا مقام حاصل ہو۔ مگر جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی دنیاوی لحاظ سے کمزور آدمی نے نبوت کو دعویٰ کیا اور کہا کہ مجھ پر یہ قرآن پاک نازل ہوتا ہے تو وہ لوگ کہنے لگے وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقَبَائِلِ مِّنْ عَظِيمٍ یہ قرآن مجھے اور عذائت کی دو بیسیوں میں سے کسی سے آدمی پر کیوں نازل ہوا۔ بڑے آدمی سے ان کی سرزد وہی دنیا کا جاہ و خشم و مال و دولت، باغات و تمہارت، مورتی اور غلام تھے۔ اس معیار کے لوگ کہ میں ولید بن مغیرہ، عتبہ اور شیبہ وغیرہ تھے، اور طلحہ میں ابن عبد ربیع، عروہ ابن مسعود اور حبیب وغیرہ تھے جو بڑی حیثیت کے مالک رکھے جاتے تھے۔ کہنے لگے اگر قرآن نازل ہوتا



تھا تو ان میں سے کسی سرور پرچہ کیوں نہ نازل ہوا، کیا اس کام کے لیے ابوطالب کو مشرک  
 بھیتی ہی رو گیا تھا؟ دنیا کے مشرک یعنی آسودہ حال لوگوں کا ذہن اسی طرح کام کرتا  
 رہا ہے اور انہوں نے ہمیشہ انبیاء علیہم السلام کو حقیر سمجھ کر ہی ان کی نبوت کا دیکر کیا۔  
 حقیقت یہ ہے کہ نبوت و رسالت کسی کو اس کی خواہش اور اختیار سے نہیں  
 ملتی، اور نہ ہی یہ خواہش و ریاضت سے حاصل ہوتی ہے بلکہ یہ خالص اللہ تعالیٰ  
 کی مہربانی اور اس کی رضا سے عطا ہوتی ہے۔ اور پھر جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی  
 نظر انتخاب پڑتی ہے وہ انہم عندنا کمین المصطفین الاخیار  
 (حق۔ ۱۴۴) اور وہ اللہ تعالیٰ کے مان پرگزیدہ اور منتخب لوگ ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ  
 کا یہ انتخاب مال و دولت یا جاہ و شہرت کی بنا پر نہیں ہوتا، بلکہ ذہن و فکر و توفیق  
 اعمال اور اخلاق کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے پاس وہ الہی کا قطعی  
 اور یقینی علم ہوتا ہے کہ اس کے علاوہ تمام علوم مطلق یقینی اور قطعی ہوتے ہیں۔  
 دنیا کے کسی ہی علم کی بنیاد عقل یا تجربہ پر تو ہو سکتی ہے مگر اسے یقینی نہیں کہہ سکتے  
 کیونکہ یقینی علم صرف وہی الہی کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے  
 نبی معصوم عن الخطا ہوتے ہیں اور ان کی اطاعت بحیثیت رسول فرض عین ہوتی ہے  
 اسی لیے اللہ کے سرور اور رسول نے قوم سے کہا اِنِّیْ نَزَّلْتُکُمْ رَسُوْلًا مِنْ  
 فَاطَمُوا اللّٰہَ وَاطِیعُوْیْ (الشعراء۔ ۱۲۵، ۱۲۶) اے لوگو! میں تمہارے لیے  
 امانت دار رسول بن کر آیا ہوں، لہذا اللہ سے ڈر جاؤ اور میری اطاعت کرو۔  
 انبیاء علیہم السلام کی قومیت عام لوگوں سے مختلف ہوتی ہے کیونکہ وہ  
 امت کے لیے نمونہ ہوتے ہیں، اگر ان سے کوئی لغزش سرزد ہو جائے تو اللہ تعالیٰ  
 فوراً اس کی اصلاح کر دیتا ہے۔ ان کو خدا تعالیٰ کا اقرب حاصل ہوتا ہے کیونکہ  
 نبوت سے بڑھ کر کوئی منصب نہیں ہے، مگر کافر، مشرک اور دنیا دار لوگ انہیں  
 دنیا کے معیار پر پرکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں، معزز و مؤنس ہونا ہے جس کے پاس  
 دنیا کا مال و زر زیادہ ہو حالانکہ اللہ کے ہاں عزت کا معیار ان آگے ہے کہ عِندَ اللّٰہِ



اَنْفُسُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ . مَنْ اَنْ كَانَتْ قُوَّتِي سَبَّ . کفار و مشرکین نے اپنے اس غلط معیار کی بنیاد پر ہی اللہ کے نبیوں کو حقیر سمجھا ، جیسا کہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو عیسٰی بنی حقیقہ کا ۔ اللہ نے فرمایا : یہ لوگ ہمارے برگزیدہ نبی اور رسول کی رسالت پر شک کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ منصب کسی بڑے آدمی کے حصے میں کیوں نہ آیا اَلْهَمْ يَقْبَلُ مَوَدَّةً وَ رَحْمَةً رَّبِّكَ کیا تیرے رب کی رحمت یعنی نبوت و رسالت یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں کہ یہ منصب اس شخص کے حصے میں آئے جو ان کے معیار پر پورا اترتا ہو ؟ فرمایا ہرگز نہیں ۔ نبوت ہ آج اللہ تعالیٰ اپنی حکمت اور مصلحت کے مطابق جس کو اہل سمجھنے ہیں اس کے سر پر رکھ دیتے ہیں تاکہ میں کی مخلوق کا کوئی دخل نہیں ہوتا ، لہذا کفار و مشرکین کا یہ اعتراض بطلان ہے کہ قرآن حکیم کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل ہوا ۔

تقسیم  
معیشت

اھل حدیث میں اللہ نے معیشت کی تقسیم کو نبوت و رسالت کی تقسیم کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے ۔ فرمایا یہ لوگ تقسیم نبوت اپنی مرضی کے مطابق کرنا چاہتے ہیں حالانکہ لَقَدْ خَلَقْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيشتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ان کے درمیان ہم نے دنیا کی معیشت بھی خود تقسیم کی ہے ۔ ہم نے ہر شخص کو اپنی حکمت اور مصلحت کے مطابق رزق تقسیم کیا ہے اور سب کو یکساں نہیں رکھا بلکہ وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فوقیت دی ہے ۔ نبوت کی تقسیم تو دوزخ کی بات ہے اگر دنیا کی معیشت ہی ہم ان کے قبضہ میں ہے شے شے تو ہر سب کچھ اپنے حواریوں اور اقرباء میں تقسیم کر دیتے اور کسی درستی آدمی کو پانی کا ایک گھونٹ نہ دیتے ۔

اگرچہ آیت کا یہ کڑا نبوت و رسالت کی دلیل کے طور پر نازل ہوا ہے تاہم اس سے دنیا کے اقتصادی یا معاشی نظام کے مدبر خال بھی واضح ہو جاتے ہیں ۔ اس وقت دنیا میں دو معاشی نظام چل رہے ہیں ، ایک مغرب و راند نظام

ہے جو امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی اور پاک و غیرہ میں رائج ہے، اور دوسرا  
اشتراکی نظام ہے جو روس اور اُس کے حواری ملک میں چل رہا ہے، اسلوب کے  
نزدیک یہ دونوں نظام مائے معیشت باطل ہیں اور صحیح اور منصفانہ نظام وہی ہے  
جو اسلام پیش کر رہا ہے اور جس پر وعدہ رسالت اور خلفائے راشدین کے زور میں  
عمل ہوتا رہا ہے۔

وسائلِ عیشت تین قسم کے ہیں یعنی (۱) زمین (۲) سرمایہ، اور (۳) محنت  
سرمایہ داروں کا نظریہ یہ ہے کہ اصل چیز سرمایہ ہے، یہ ہوگا تو کار خفے چلے گئے مزدور  
کام کریں گے۔ تو مزدور کا سامان مہیا ہوگا، اس کے پرغلات اشتراکی نظریہ است کے  
عالمین کہتے ہیں کہ اصل چیز محنت ہے، محنت کے ذریعے ہی سرمایہ حاصل  
ہوتا ہے۔ لہذا مزدور کو فرقیٹ حاصل ہونی چاہیے، سرمایہ دارانہ نظام حضرت  
نوح علیہ السلام کے زمانہ سے چلا آ رہا ہے اور ”زور رازمی کشہ“ کے مقولے کے  
مطابق سرمایہ دار خوب سرمایہ کما رہے ہیں، وہ امیر سے امیر تر ہوتے جا رہے ہیں  
جبکہ غریب بیچکے پتے چلتے جا رہے ہیں۔ اس نظام میں سرمایہ کے کسب  
اور اس کے تصرف پر کوئی پابندی نہیں، ہر شخص اپنے وسائل کو بروئے کار لا کر ہر  
طرحی وجہ سے ذرائع سے مال اکٹھا کر سکتا ہے اور پھر اسے اپنی خواہش کے مطابق ہر  
ماتر اور ناجائز کام میں صرف کر سکتا ہے، اگر یا کسب اور اتفاق میں اُس پر کوئی  
پابندی نہیں۔

دوسری طرف اشتراکی نظریہ عیشت ہے جس کا آغاز پہلی جنگ عظیم کے  
موقع پر ہوا، اُس وقت روس میں زور روس جیسے ظالم عیسائی حکمران تھے جو عوام کا  
خون چوس رہے تھے، اُس زمانے میں اشتراکی تحریک چلی جس کو لینن اور بٹالین  
نے آگے بڑھایا، اس تحریک کی بنیاد دراصل جرمنی کے یوڈی کارل مارکس  
نے رکھی جو آخر میں انگلستان میں ہٹلر تئیں رہا، اُس نے ”سرمایہ داری (CAPITALISM)  
نامی کتاب لکھ کر اس مسئلے کو سمجھایا۔ سرمایہ دارانہ نظام کی خرابیاں گنوائیں اور



لوگوں کو اشتراکیت کی طرف مائل کیا۔ یہ نظریہ جس کے چل کر دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ اس نظریہ کے مطابق ملک کی ہر چیز عوام کی مشترک ملکیت تصور کی جاتی چاہئے۔ اس ضمن میں ایران کا مزدک نامی دہریہ اس عہد کا آگے چلا گیا کہ عورت بھی سب کی مشترک ملکیت ہونی چاہئے۔ یہ نظریہ فطرت کے خلاف غلط تھا۔ لہذا ایران کے باشندوں نے اس شخص کو اور اس کے حامیوں کو کھٹا خنجر کر دیا۔ اشتراکیت کا دوسرا نظریہ یہ ہے کہ وسائل روزگار کسی فرد یا جمہور کی ملکیت میں نہیں ہونے چاہئے بلکہ یہ سب حکومت کی ملکیت ہوں جو اسے مساویانہ طریقے سے عوام میں تقسیم کرے۔ آج کل یہ طریقہ اشتراک کی ملک میں رائج ہے۔ مگر اس میں تباہی پیدا ہو گئی ہے کہ حکومت پر چند ڈکٹیٹر قسم کے لوگ قابض ہو کر من مہشی کرنے لگتے ہیں، کچھ پوری کرتے ہیں۔ دوسرے فرائض پوری کرتے ہیں اور عام لوگوں کی حیثیت عاجزوں سے زیادہ نہیں ہوتی جو کام کرتے ہیں، اور پوری کھا لیتے ہیں۔ ان پر یہ نظر مد اس قدر شدت سے مستط کر دیا جاتا ہے کہ وہ اس کے خلاف کوڑا کاٹ نہیں اٹھاسکتے اور جو ایسی کوشش کرتا ہے اسے ہمیشہ کے لیے مارا کر دیا جاتا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ نہایت ہی ظالمانہ نظام ہے۔

اسلامی نظام  
معیشت

مذکورہ دونوں نظاموں کے معیشت اسلامی نظریات کے خلاف ہیں۔ اسلامی نظام کے تحت حال سابقہ دنیا حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام کی تعلیمات ہی بنی ہوئی ہیں۔ اسلامی نظام میں نہ تو سرمایہ کو کھلی حیثیت حاصل ہے اور نہ محنت کو۔ سرمایہ بھی خدا تعالیٰ کے لئے پیدا کیا ہے اور محنت بھی اُنسی کی پیدا کر دیت ہے۔ ہر چیز کا مالک حقیقی خدا تعالیٰ ہے، زمین اور اس کی تمام اشیاء، اللہ کی پیدا کی ہوئی ہیں، البتہ اُن سے اپنے اختیار اور مرضی سے بعض چیزیں لوگوں کی عاجزی ملکیت میں سے دی ہیں، اور پھر ان کو مہاری مانگوں کو حقیقی مالک ہونے کی حیثیت سے ان پر قانون کی پابندی بھی لازمی قرار دی ہے جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا سرمایہ دارانہ فکریہ کسب و تصدیت میں کسی قسم کی پابندی عام نہیں کرتا، جب کہ اسلام کسب و تصدیت دونوں پر پابندی عام کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی حرام راستے سے کتنا بڑی اجازت نہیں دیتا۔



اس کو کہتے ہیں کہ لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ زالت اور یہ  
 آپس کے مال کا باطل اور ناجائز طریقے سے مست کھا لینا اسلام میں جائز ذرائع مثلاً  
 پوری، ڈاکہ، اجراء، رش، فراڈ، منگولک، چور بازاری، سود، بے حیائی وغیرہ کے ذریعے  
 مال کمائے کی اجازت نہیں دیتا، بلکہ کہتے ہیں کُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ  
 حَلَالاً طَيِّباً والبقرة۔ ۱۶۸ زمین میں سے صرف وہی چیزیں مکی و حلال اور  
 پاک ہیں۔ علم اور ناپاک چیزوں کو استعمال نہ کرو۔

جس طرح اسلام لوگوں کو جائز ذرائع سے آمدن حاصل کرنے کا پابند بناتا ہے اسی  
 طرح وہ صرف جائز مقامات پر خرچ کرنے کی پابندی بھی عائد کرتا ہے۔ مثلاً ولی نعمت  
 فرماتے ہیں کہ خرچ کرنے کے معاملے میں تین طریقے رائج ہیں۔ ایک کا نام زنجیریت یا زنجیر  
 ہے کہ انسان سرورِ عجب اور تغیش کے تمام ذرائع اختیار کرے۔ اپنی ضرورت سے  
 زیادہ وسیع مکان بنوائے جس کی زیب و زینت پر غیر معمولی طریقے سے رقم صرف  
 کرے اور پھر اس میں عیش و عشرت کے لوازمات جمع کرنے پر لاکھوں روپے مصروف  
 کرے۔ اسلام اپنی جائز ضرورت کے مطابق مکان بنانے کی اجازت دیتا ہے۔ مگر  
 اس میں لڑکھچھا اپنے کرتا ہے۔ ثناء صاحب فرماتے ہیں کہ زندگی بسر کرنے کا دوسرا  
 طریقہ تَقَشُّفٌ کہلاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان سادہ سادگی اور چمکیوں کی  
 شرٹ دنیا سے مکی کا رہنما اختیار کرے۔ پائروں اور جھکروں میں چلا جائے، زندگی کے  
 تہائی بچے ہوں، نہ کوئی زمر درسی عائد ہو اور نہ اسے بھانا پڑے۔ اس کو ربہایت  
 کہنا جاتا ہے وَلَا رَهْبَانِيَّةَ فِيهِ الْإِسْلَامُ جو کہ اسلام میں قطعاً روا نہیں۔  
 اہل اسلام جو نظریہ پیش کرتا ہے۔ وہ ان دونوں حالتوں سے مختلف ہے اسلام  
 نہ تو بلا جواز عیش و عشرت کی اجازت دیتا ہے اور نہ ترک دنیا کو پسند کرتا ہے، بلکہ  
 اس کا نظریہ یہ ہے کہ دنیا میں رہ کر جائز ذرائع سے مال کماؤ، خود بھی کھاؤ اور اس  
 میں سے دوسروں کے حقوق بھی ادا کرو۔

حضرت علیہ السلام کا فرمان ہے کہ ابن آدم کے بعض بنیادی حقوق ہیں جن سے



کوئی شخص مجبور نہیں رہنا چاہیے۔ ان میں پانی، خوراک، لباس، رہائش، صحت، تعلیم،  
 چھپرہ پینز، شادی ہیں، ہوا کے بعد پانی انسانی زندگی کے لیے سب سے ضروری چیز ہے  
 لہذا یہ شخص کو صحت، مایہ ناز، چاہیے اور حکومت کو کہ: نہ کہ پانی کی ترسیل پر کوئی  
 ٹیکس عائد نہیں کرنا چاہیے، اس کے بعد خوراک سب سے ضروری و سستا نہ کہنے  
 کے لیے ضروری ہے اگرچہ سوکھی روٹی ہو، تن دھانپنے کے لیے لباس بھی ہر شخص  
 کو دینا چاہیے شواہد کم قیمت اور سادہ ہو، اسی طرح کچا یا پکا مکان ہونا چاہیے جس میں  
 آدمی بال بچوں سمیت رہائش پذیر ہو سکے، اس کے بعد صحت کا حق ہے، ہر حکومت  
 کا فرض ہے کہ وہ رعایا کو علاج معالجے کی سولتیں فراہم کرے، اور ہر شخص کو روزانہ  
 کے لیے کہ از کو اتنی تعلیم کا ضرور انتظام ہونا چاہیے جس سے وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد  
 کو پہچان سکے، آج کل ان بنیادی حقوق کا سہارا تو اسم محدود (UNO) اے جسے سب نے مانا  
 ہے، یہ عالم ہے کہ یہ تو اس کے قرآن اور حضور علیہ السلام کے فرمان میں چرچہ نہ، یاں چلتا ہے۔  
 کر دینے لگے تھے۔

ان تمام بنیادی حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اسلام جنت میں مساوات کو ضرور  
 تسلیم نہیں کرتا کیونکہ یہ ایک غیر فطری امر ہے، تمام ان نعمت کریں، کامیں، کھانیں،  
 دوسروں کو کھلوں، مٹرائیں کے درجات میں فرق ضرور ہوگا، اللہ نے یہاں فرمایا ہے  
 کہ لوگوں کے درمیان معیشت کو ہم نے تقسیم کیا ہے لیکن درجات میں تفاوت  
 رکھتا ہے، تمام انسان علم، عقل، قوت، ذہن میں برابر نہیں ہیں، ایک شخص جسمانی  
 لحاظ سے طاقتور ہے تو دوسرا ذہنی طور پر بہت کمزور ہے، جو پر و غیر، ڈاکٹر، یا  
 انجینئر اپنے دماغ سے ایک گھنٹہ میں کام لیتا ہے اور روزی کا سامان پیدا کر لیتا ہے  
 آنا معاوضہ ایک مزدور بارہ گھنٹے کام کر کے بھی نہیں حاصل کر سکتا، جس شخص کو  
 ذہن کسی علم یا ہنر کی طرف نہیں چلتا۔ وہ مزدوری کے علاوہ کیا کرے گا؟ لہذا ہر  
 عام اور عاجز، ہنرمند اور غیر ہنرمند برابر نہیں ہو سکتے، جب ان کی جسمانی اور ذہنی  
 صلاحیت برابر نہیں تو ان کی باقی امور میں یکساں مساوات ہو سکتی ہے، یہ تو بے عقلی

کی بات ہے حقیقت یہ ہے کہ زیادتی حقوق سب کے لیے برابر ہیں، ہر شخص کو تعلیم حاصل کرنا اور بہتر سیکھنے کا پورا موقع ملنا چاہیے۔ پھر جو شخص کامیاب ہو جائے اسے ناکام ہونے پر فوقیت حاصل ہوگی اور اسی لحاظ سے اسے درجہ بھی حاصل ہوگا۔ ایسے میں ہر ایک کے لیے مساوات کا مطالبہ کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ معیشت کو ہم تقسیم کرتے ہیں، اس میں کسی فرد کی مرضی نہیں چل سکتی۔

فرمایا ہم نے معیشت میں بعض کو بعض پر فوقیت دی ہے لیتخذ بعضہم بعضا سخیراً تاکہ ان میں سے بعض بعض کو خدمت کرنا لیں اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کا نظام اس طرح قائم کر دیا کہ کوئی شخص زندگی کے تمام امور اور اخراجات نہیں دے سکتا۔ بلکہ کسی نہ کسی صورت میں دوسرے کی مدد لینا پڑے گی۔ آجہا اور مزدور دونوں کی مساعمت ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہے۔ اگر کارخانہ دار کا رخانہ قائم نہ کیا جائے تو مزدور کو کام کماں سے ملے گا۔ اور اگر مزدور نہیں ہوگا تو کارخانہ نہیں چل سکے گا۔ اسی طرح کھیتی باڑی، تجارت، نقل و حمل تمام امور میں ہر شخص کو دوسرے کی ضرورت پڑتی ہے۔ لہذا وہ جسٹل ضرورت دوسرے سے خدمت لے سکتا۔ امام جلال الدین سیوطی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر سے آزاد آدمی سے بھی خدمت لینا روا ہے۔ بہت سے آجہا کہ اپنے مزدور کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اُس سے نہ تو جانوروں کی طرح بے تحاشا کام لے لورنہ اس کی حق تلفی کرے۔ بلکہ اُس کے حقوق پسے پسے لو کرے۔

حقوق العباد

کا دباہی حقوق کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اہل ثروت پر بعض دوسرے حقوق بھی قائم کیے ہیں اور ان کی ادائیگی بھی ضروری ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص صاحبِ مال ہے تو وہ پخت مال سے مقرر زکوٰۃ ادا کرے۔ اس کے عین صدقہ فطر ادا کرے۔ قرآنی کرے۔ اللہ کا فرمان ہے وَفِي الْأَمْوَالِ الَّتِي لَكُمْ حَقٌّ لِلْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالذُّرِيَّةِ ۚ ۱۵ مال داروں کے مالوں میں یتاموں اور محروم کا بھی حق ہے اور بھی ادا



کرت۔ مگر کوئی رشتہ دار غریب ہے۔ تو نام ابو سعیدؓ اور امام احمدؒ کے نزدیک چھٹا حال  
 پر فرض عائد ہو جاتا ہے کہ وہ اس غریب کے لیے روزگار کا بندوبست کرے قرآن میں  
 کے متعلق اللہ تعالیٰ کا خصوصی حکم ہے۔ وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ  
 وَابْنَ السَّبِيلِ رِيبَنِ اسرائیل - ۲۶ قرآن مجید میں، مسکینوں اور مسافروں کا حق  
 ادا کرو۔ پند سببوں کی خبر گیری کرو اور کوئی بیمار ہے تو اس کا علاج کرو، کسی کو تعلیم  
 کی ضرورت ہے تو وہ پوری کرو، خوراک، لباس اور پانی کا بندوبست کرو یہ تمام  
 حقوق ادا کرنے کے بعد پھر دیکھو کہ عیش و عشرت کے لیے کچھ بچتا بھی ہے یا نہیں  
 اپنی حقوق کو غصب کر کے لوگ عیش کرتے ہیں اور موصوف باطلہ کو انعام دیتے  
 ہیں۔ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ ایک شخص بیماری میں مل کر دوائی تو لا کر نہیں  
 لے سکا، مگر اس کی فرتیرگی پر ہزاروں خرچ کر ڈالتا ہے جو بلاشبہ اس کو بھگا ہی  
 لے لیا۔ اَوْ كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَوَافٍ خَبِيرٍ وَذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ فَعَصَىٰ أَمْرًا  
 کی رحمت اپنی چیزوں سے بستر ہے جو جمع کر لے ہیں۔ اس سے بڑی رحمت  
 کی رحمت مراد ہے جس کا کفار و مشرکین انکار کرتے ہیں اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ  
 يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ ۗ وَالْاَنْعَام - ۱۶۵ انصاری بستر جانتا ہے کہ رسالت کا کون مستحق  
 ہے۔ کفار و مشرکین خواہ مخواہ اپنا مسیحا قائل کیے ہوئے ہیں جو ان کی باطنی کی علامت ہے

الزخرف ۲۲

آیت ۲۲ تا ۲۵

البقرہ ۲۵

درمیں ششم ۶

وَلَوْ لَا اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَاحِدَةً لَّجَعَلْنَا  
 لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لَبِئْسَ لَهُمْ سُقْفًا مِّنْ  
 فِضَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ۝۳۲ وَلِبِئْسَ لَهُمْ  
 اَبْوَابًا وَسُرُورًا عَلَيْهَا يَتَّكِبُوْنَ ۝۳۳ وَزُخْرُفًا  
 ۝۳۴ وَانْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا  
 وَالْاٰخِرَةُ عِندَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝۳۵

تو جسے اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک  
 ہی دین (یعنی کفر) پر ہو جائیں گے، تو البتہ ہم بنا  
 دیتے ان لوگوں کے جو کفر کرتے ہیں جہان کے  
 سائبر، گھروں کی چھتیں چاندی کی، اور سیڑھیاں جن پر  
 وہ چڑھتے ہیں ۝۳۲ اور ان کے گھروں کے دروازے  
 اور تخت جن پر وہ تکیہ لگاتے ہیں ۝۳۳ اور سونے  
 کے۔ اور نہیں ہے یہ سب کچھ مگر سامان دنیا کی  
 زندگی کا، اور آخرت تیرے رب کے پاس ہے  
 متقیوں کے لیے ۝۳۵

گزشتہ آیات میں دین کے بنیادی اصولوں میں سے رسالت کا ذکر تھا  
 کاغذ و مشرک لوگوں کا فکریہ یہ تھا کہ ہم ایسے نبی کو نہی اور رسول ماننے کے لیے تیار  
 نہیں ہیں جس کی مال پرزائش بھی نہ ہو، رسول تو دنیاوی شخصیت کا آدمی ہوتا چاہیے

پیشیت



جس کے پاس دنیاوی زندگی کے تمام وسائل کی تمام سہولتیں موجود ہوں۔ اگر  
 خلیفے کوئی رسول بنا تھا تو اس کے اور حالت کی باتوں میں سے کسی صاحب  
 حیثیت آدمی کو پایا ہوتا۔ اور اس پر یہ قرآن بڑے بعد میں نازل کیا جاتا۔

کفار و مشرکین نے اس کی امتیازی حیثیت کو تسلیم نہ کرتے تھے مگر دنیاوی اعتبار  
 سے یعنی اس کے پاس مال و دولت، کرہی اور باغیٹ، نوٹری وغیرہ، خوشی اور  
 جانور ہونے چاہئیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کا نبی باقی لوگوں سے واقعی ممتاز  
 ہوتا ہے مگر دنیاوی کھانڈے نہیں جکڑا جاتا۔ عقل، اخلاق، ہیبت، نبوت،  
 عزائم، اخلاص اور باطنی خواص کی رو سے، انبیاء کی سیرت کا مطالعہ کیا جائے  
 تو معلوم ہوگا کہ دنیا میں بہت کم انبیاء ایسے ہیں جن کی ظاہری حالت دنیاوی  
 عقل، دگر نہ بیشتر انبیاء دنیاوی سماعت کمزور ہی تھے۔ ان میں سے اللہ کی تاثیر و  
 وقعت ان کے ساتھ ہوتی ہے جس سے عام لوگ محروم ہوتے ہیں۔

گزشتہ درس میں تقسیم رزق کا فلسفہ بھی بیان ہو چکا ہے۔ اللہ نے دنیا میں  
 مالی لحاظ سے بعض کو بعض دوسروں پر فوقیت دی ہے دنیا میں مال و دولت کے  
 لحاظ سے لوگوں میں فرق پایا جاتا ہے۔ اللہ نے سب کو ایک جیسا نہیں بنایا  
 اس کی حکمت یہ ہے کہ باہمی تفاوت کی بناء پر ہی دنیا کا کام چلتا ہے۔ اگر  
 سب لوگ ایک جیسے ہوتے تو کوئی کسی کے کام نہ لیتا اور کام دہرے زندگی میں  
 تعطل پیدا ہو جاتا۔ اس دنیا میں امیر اور غریب دونوں ایک دوسرے کے محتاج  
 ہیں۔ مال و زر کے بغیر کوئی کاروبار نہیں شروع کیا جاسکتا۔ اور مزدور کے بغیر  
 کوئی کام نہیں چل سکتا۔ لہذا اللہ نے امیر اور غریب، مالک اور مزدور، زمیندار  
 اور کسان، افسر اور ماتحت میں امتیاز پیدا کر کے زندگی کے کام دوبارہ دوایں دیے۔  
 وہاں ہر ایک کو اپنی جگہ پر رکھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قَسَمَ اخْلَاقًا  
 بَيْنَكُمْ جَعَلَكُمْ لِكُلِّكُمْ رِزْقًا وَرَزَقْنَاهُمْ مِمَّا رَزَقْنَاهُ قَسَمَ الْغَنِيُّ مِنَ الْغَنِيِّ  
 اخلاق کو بھی اسی طرح تقسیم کر دیا ہے جس طرح اس نے تمہاری رزق تقسیم کی  
 ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے مطابق دنیا کا سامان ترتیب و تدبیر سے سب کو عطا کرتا



سبے مکرر دین اسی کو دیتا ہے جو اس کے نزدیک پسندیدہ ہوتا ہے۔ حدیث کے الفاظ میں  
 فَلَا يُعْطَى الْيَدِيَّتَ إِلَّا مِمَّنْ أَحَبَّ ۔

نہی بطور  
 تقسیم شدہ

سمجھیں کہ حدیث میں حضور علیہ السلام کا ارشاد آتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يُعْطِيْ وَنَا هَا اِنَّمَا  
 بیشک اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں بعض بدعت پسند لوگ  
 اس حدیث کو غلط معانی پٹاتے ہیں اور اس عطا اور تقسیم کو ہر چیز پر محمول کرتے ہیں  
 گویا حضور علیہ السلام رزق، صحت، علم دے، بارش وغیرہ سب کچھ خود تقسیم کرتے ہیں  
 یہ نظریہ گذشتہ درس والی آیت عَنْ قَسَمًا بَيْنَهُمْ فَجَبْتَنَّهُمْ بِ  
 الْقِسْوَةِ الذِّكَا کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ دنیا میں لوگوں کے  
 درمیان رزق تو وہ خود تقسیم کرتے ہیں جو کہ ایک معمولی چیز ہے۔ پھر نبوت و  
 رسالت جیسی اعلیٰ چیز کی تقسیم کا اختیار دوسروں کو کیسے دیا جاسکتا ہے جو چاہتے  
 ہیں کہ منصب کسی خاص حیثیت آدمی کو عطا چاہیے۔ مودعین کو یہ فرماتے ہیں کہ  
 مذکورہ حدیث میں ہر چیز کی تقسیم مراد نہیں بلکہ مال غنیمت اور علم کی تقسیم مراد ہے۔ جو  
 اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے اور حضور علیہ السلام اسے تقسیم فرماتے ہیں۔ دلی غنیمت کی تقسیم  
 کیا اصول اللہ کے سورۃ الانفال میں بیان کر دیا ہے اور پھر اپنے نبی کو حکم دیا ہے  
 کہ وہ اس طریق کار کے مطابق اُسے مسلمانوں میں تقسیم کر دیں۔ اسی طرح قطعی اور  
 یقینی علم میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی آتا ہے اور حضور علیہ السلام کو حکم ہے  
 بَيِّنَاتٍ مِّنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ مِثْرَ ذَبَابٍ رَّاٰ مَذْمُومًا ۱۶۷ آپ کے پروردگار  
 کی طرف سے جو کچھ آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے، آپ اسے اس کے پھپھار دیں۔  
 الغرض اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مال غنیمت اور علم کی تقسیم کا فرض عظیم عطا کیا ہے  
 نہ کہ ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز کا۔

کفار کے لیے  
 سورۃ پانچویں  
 کی آیت

آپ آج کے درس میں اللہ تعالیٰ نے متارح دنیا اور متارح آخرت کا تعاقب  
 فرما کر آخرت کے سامان کو فرقیست دی ہے۔ ارشاد ہوا ہے وَلَوْ لَا اَنَّ  
 بِكَ كُفْرًا تَاسِ اُمَّةٍ وَاحِدَةً اَلَمْ يَكُنْ لَكَ خِطْبَةٌ لِّهٖ اَنَّ  
 ایک ہی دین پر ہر مائیں کے لَجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِاللّٰهِ لِيُجْزِيَہٗ



مُفَاتِحُ قُصَّةٍ وَمَعَادِجُ عِلْمٍ مَا يَطْمَعُونَ

کھڑکرنے والوں کے گھروں کی چیموں اور سیڑھیوں کو چاندی کو ہاوی سے بنانے  
 ذریعے خود اور پرچھاتے ہیں، دنیا کے مال میں سونے چاندی کو اور لیت حاصل ہے  
 اور مرد دنیا اور کی خواہش بڑی ہے کہ یہ چیزیں ان کے پاس زیادہ سے زیادہ مقدار  
 میں جمع ہوں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس قاصر پر بن اسباب کا ذکر بطور تنبیہ کیا ہے  
 کہ دنیا کا محبوب ترین مال بھی ان کے نزدیک سب سے کم چیز ہے۔ فرمایا اگر تم کافروں  
 کو اس قدر مال عطا کر دیں کہ ان کے گھروں کے پست اور سیڑھیاں چاندی کی بنادیں  
 بَلْكَوْلًا يَتَوَنَّهُمْ أَجْرُهُمْ عَلَيْهِمْ يُخَيَّلُونَ فَلْيَا نَ الْكَافِرِينَ كَافِرِينَ كَافِرِينَ  
 کے دروازے اور تخت یا عیال بھی چاندی کے بنادیں جن پر وہ آرام کرتے ہیں۔ فرمایا  
 صرف چاندی کے نہیں وَرُخَصْرًا عِندَهُمْ سَوَآتُ كَافِرِينَ كَافِرِينَ كَافِرِينَ کے۔ اللہ نے مثال کے طور پر کافروں  
 کے گھروں اور ان کے لوازمات کا ذکر کیا ہے کہ اگر یہ ضرورت ہو کہ سب لوگ ایک  
 ہی دین پر جمع ہو جائیں گے تو ہم ان کی تمام چیزیں سونے اور چاندی کی بنادیں۔  
 یہاں پر اُتھانہ سے مراد دین ہے اور دین سے مراد کفر کا دین ہے مطلب  
 یہ ہے کہ اگر کافروں کو اس قدر سونا چاندی ملے دیا جائے تو یہ ہے کہ سب لوگ  
 کفر کی طرف سے داخل ہو جائیں گے۔ وہ دیکھیں گے کہ کفر والوں پر بڑے انعامات  
 ہو رہے ہیں۔ وہ اس دین کو سچا سمجھ کر اس کو اختیار کر لیں گے۔ سورۃ البقرہ میں بھی  
 اُمَّةً وَاحِدَةً كَاذِبًا كَانَتِ النَّاسُ اُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ  
 الْمُرْسَلِينَ فَجَعَلَ لِكُلِّ دِينٍ سَبِيلًا وَجَعَلَ لِكُلِّ شَيْءٍ قِيَاسًا (آیت ۲۱۳) سب لوگ ایک ہی دین  
 پر تھے۔ اس سے مراد سچا دین ہے۔ پھر ان میں اختلافات پیدا ہوئے تو اللہ  
 نے ان کی رہنمائی کے لیے خوشخبری سنائے اور دین سنانے کے لیے اپنے  
 انبیاء بھیجے۔

فرمایا ہم کافروں کو فراوانی کے ساتھ سونا چاندی عطا کر دیتے مگر ہمارے نزدیک دنیا کی  
 دنیا کے اس مال کی کوئی قدر قیمت نہیں۔ وَانْ كُنْ مِنْ خَلْقٍ مُّطَاعٍ

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَا تَمُوتُ فِي قُلُوبِهِمْ وَنِيَاكِي زُفَرُكِي كَمَا سَامَانِ سَهْ جَوَانِ پَانِیڈر اور فانی ہے  
 دنیا کے مال و منافع کی تعمیر و تباہی، ترقی و انحطاط اور این ماج کی حدیث میں بھی آتی ہے حضور  
 علیہ السلام کا ارشاد و باریک ہے لَوْ كَانَتْ الدُّنْيَا عِنْدَ اللَّهِ بَيْعًا لَبَعُوضَةٍ  
 تَمَّاسْتَفَى كَمَا فَرَّقَتْهَا شَرْبَةُ مَاءٍ الْكَرَّ شَرْبَةَ زُرْكَبٍ دُنْيَا قَدْرُ قِيمَتِ  
 بچھڑ کے ایک پیر کے برابر بھی ہوتی تروہ کسی کا قدر و منزلت کو پانی کا ایک گھونٹ بھی  
 ذریعہ کیونکہ کفر اور شرک کا مرتبہ اشتداد باغی ہوتا ہے۔

اس حصہ آیت کی ترکیب مفسرین کرام درو طرح سے کرتے ہیں۔ آیت میں آمدہ  
 لفظ دُن کر اگر دُن بمعنی تعمیر کیا جائے تو معنی ہوگا اُن دن یعنی بیشک شان یہ ہے کہ عیسای  
 یہ سب چیزیں اُن دنیا کی زندگی کا سامان ہے۔ یعنی پر سب وقت اور پانیاں اشیاء  
 ہیں کیونکہ پانیاں ان چیزوں سے نہیں جدا ایمان، اعمال صالحہ اور خوش اخلاقی سے  
 پیدا ہوتی ہے۔ اس صورت میں لکھا کر لکھا پڑھا جائے گا۔ اور یہ ان نا فیدہ  
 بھی ہو سکتا ہے اور اس حالت میں لکھا کر لکھا ہی پڑھا جائے گا۔ جیسے سورۃ الطلاق  
 میں سَدَّانَ حُلٌّ لِّقُلُوبِ لَمَّا عَلَيَّهَا حَافِظًا (آیت ۴) یعنی کرنی نفس  
 نہیں ہے۔ مگر اُس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے محافظ مقرر ہے جو اُس کے وجود اور  
 اُس کے اعمال کی نگرانی کرتا ہے۔ اس لحاظ سے ٹکڑا آیت کا معنی یہ ہوگا کہ نہیں  
 سب یہ سب کچھ مگر سامان دنیا کی زندگی کا۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے سونے پانوں  
 جیسی قیمتی منافع کو بھی ایک تعمیر چیز شمار کیا ہے کیونکہ اس کا تعلق دنیا کی زندگی سے  
 محذو ہے اور اس کے بعد ختم ہو جانے والی ہے۔

متعلق کیلئے  
 آخرت

آگے آتے تھے تصویر کا دیو سارٹ بھی بیان فرما دیا ہے وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ مِنْ  
 الْآوَّلَةِ اور تیسرے پروردگار کے نزدیک آخرت اُممیتوں کے لیے ہے، جو کفر و  
 شرک کا ثمر اور عاصی سے پہنچنے ہیں۔ آخرت میں حصہ خالص ایمان والوں کے لیے ہے  
 جو بہتگی کی، با اعمال اور با اخلاقی سے پاک ہوں گے۔

ایک موقع پر حضور علیہ السلام منشی چارہانی پر فرود کش تھے اور آپ کے جسم اطہر



پر چارہانی کے نشانات پڑ گئے تھے۔ حضرت عمرؓ فرمایا کہ آید یہ جو کہنے اور بولنے کی کہ  
 حضور! دین کے قیام و کسب و کار میں اور عبادت و عیش و آرام کی زندگی بسر کرنا بہت ہے جبکہ  
 آپ بغیر چارہ کے چارہانی پر تکلیف پڑاؤ کر رہے ہیں حالانکہ آپ اللہ کے محبوب  
 ترین بندے ہیں۔ حضور علیہ السلامؐ انہم کہ بیٹھ گئے اور فرمایا: اے ابن خطاب!  
 کیا تمہیں معلوم نہیں کہ دنیا کے بادشاہوں کو ملنے ملنے انعامات اسی دنیا سے ملے ہو  
 ہیں جبکہ کہ ہمارے یہی اللہ کے انعامات ہیں۔ انعامات کا ذخیرہ بنا دیا ہے، یہ عیش و آرام  
 ہمیں آگے چل کر میسر ہوگا۔ سورۃ الانعام میں بھی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَمَا لَخَلِيقِ**  
**الدُّنْيَا اِلَّا لَعِبٍ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ حَظٌّ بِمَا كَانُوا يَشْفُقُونَ** (آیت ۴)  
 دنیا کی زندگی تو محض کھیل کا شہ ہے۔ آخرتوں کو میسر ہے جبکہ آخرت کا کھیل بہتر  
 ہے جو متعینوں کے حصہ میں آئے والا ہے۔ بہر حال حضور علیہ السلامؐ نے حضرت عمرؓ سے  
 فرمایا کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ یہ چیزیں دنیا میں کافروں کو میسر ہوں اور  
 ہمارے لیے آخرت میں حصہ ہو؟ یعنی تمہیں اس بات میں تردد نہیں ہونا چاہیئے۔  
 دنیا کے متاع کی تکفیر کی وجہ سے ہی حضور علیہ السلامؐ نے بھی حق ادا کیا **وَالشَّرِبِ**  
**فِي اِنَاءِ الذَّهَبِ وَالْفَرَسِ الْمُسَوَّمِ** چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے منع فرما  
 دیا کیونکہ یہ چیزیں دنیا میں کافروں کے لیے ہیں اور ہمیں یہ آخرت میں میسر ہوں گی۔ اہل سنت  
 کو سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینے کا جائز ہے اور جو شخص اس دنیا میں ایسے برتن  
 استعمال کرے گا، وہ آخرت میں ان سے محروم رہے گا۔ بہر حال یہ برتن کس قدر  
 آخرت ہونی چاہیئے کہ وہاں کو دنیاوی حاصل ہو جائے، یہاں ہر سال وہاں تو محض  
 عارضی ہے۔

یہ اشکال

یہاں یہ اشکال پیدا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو سونے چاندی کی بارود  
 فراوانی اس لیے نہیں دی کہ ان کے سب ٹول مال و دولت کو دیکھ کر گفتگو کرتے  
 ہیں نہ انہیں کہیں بے فکر خدا تعالیٰ نے ایسا کیوں نہیں کیا کہ یہ مال و دولت کو سونے کو  
 کر دیتا تاکہ اس کی وجہ سے سب لوگ ایمان لے آتے۔ اس اشکال کے جواب میں

عام بیضاوی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا اس لیے نہیں کیا کہ مال و دولت کی فراوانی میں بہت سے خطرات بھی ہیں کہ لوگ دنیا کی آرام و راحت میں مبتلا ہو کر کہیں آخرت کو ہی نہ بھول جائیں اور سما میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ کیونکہ اللہ کا فرمان ہے  
 كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنَّا كَافٍ ۖ اِنَّ رَاٰ اُسْتَقْنٰی رَاَعِلَق ۖ ۷۶ جب کوئی انسان اپنے آپ کو غنی پاتے تو سرکش ہو جاتا ہے۔ نیز فرمایا اَلْهٰكُمُ الشَّكَاوَةُ ۝  
 وَالشَّكَاوَةُ ۱) انسان کی کثرت طلب نے اسے غافل کر دیتا ہے۔ اس واسطے اللہ نے اہل ایمان کو دنیا میں مال و دولت کی فراوانی نہیں عطا کی۔

امام زمخشری اس اشکال کی یہ توضیح بیان کرتے ہیں کہ اگر اس دنیا میں مومنوں کے لیے سونے چاندی کی فراوانی کر دی جاتی تو اس میں کافروں کے لیے ایمان لانے کی کشتی تو ضرور بہتی مگر اس قسم کا ایمان محض ظن کی بنا پر ہوتا نہ کردی کی تصدیق کے ساتھ اس قسم کا ایمان منافقوں کا ایمان ہوتا ہے جو کہ اللہ کے اہل عقیدہ نہیں۔ آج بھی لوگ دنیا کے مال کی خاطر دوسرے مذہب اختیار کر لیتے ہیں۔ کتنے ہی لوگ ہیں جو زکریٰ، یحییٰ، یسویٰ اور دیگر آسمانوں کی وجہ سے عیسائیت کی گرو میں چلے گئے، اور کتنے لوگ ہیں جنہوں نے محض لالچ میں آکر سرنسیت کو قبول کر لیا۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کا ظن و لالچ ایمان اللہ کو پسند نہیں لہذا اُنہی نے دنیا میں اہل ایمان کے لیے مال و متاع کو کثرت نہیں دیا۔



الزخرف ٢٣

آيت ٣٦ تا ٣٥

المجادل ٢٥

ورثت من

وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا  
فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ ③٦ وَإِنَّهُمْ لَيَصِدُّونَهُمْ عَنِ  
السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنََّّهُم مُّهْتَدُونَ ③٧  
حَتَّىٰ إِذَا جَاءَنَا قَالَ يَلَيْتَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ  
بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِينُ ③٨ وَلَنْ  
يَنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ إِذْ ظَلَمْتُمْ أَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ  
مُشْتَرِكُونَ ③٩ أَفَأَنْتَ تَسْمِعُ الصُّمَّ أَوْ تَهْدِي  
الْعُمْى وَمَنْ كَانَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ④٠ فَأَمَّا  
نَذْرُكَ بِكَ فَإِنَّا مِنْهُمْ مُنْتَقِمُونَ ④١ أَوْ  
نُؤَيِّنُكَ الَّذِي وَعَدْنَاهُمْ فَإِنَّا عَلَيْهِمْ  
مُقْتَدِرُونَ ④٢ فَاسْمِعْ بِالَّذِي أَوْحَىٰ  
إِلَيْكَ إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ④٣ وَإِنَّهُ  
لَذِكْرُكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْأَلُونَ ④٤  
وَسْأَلُ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا  
أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ آلِهَةً يُعْبَدُونَ ④٥

فرجیہ وہ اور جو شخص اعتراض کرتا ہے رحمان کے ذکر سے ہم  
 معذور کر دیتے ہیں اُن کے لیے شیطان، پس بے شک وہ  
 اس کا ساتھی بن جاتا ہے (۲۶) اور بے شک وہ شیطان  
 البتہ دوسرے ہیں اُن کو سیدھے راستے سے . اور وہ  
 گمان کرتے ہیں کہ وہ راہِ راست پر ہیں (۲۷) یہاں تک  
 کہ جب وہ کٹے گا ہمارے پاس تو کہے گا کہ وہ اپنے  
 شیطان سے اکاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب  
 کا فرق ہوتا . پس بہت ہی بُرا ساتھی ہے (۲۸) اور ہرگز  
 نہیں فائدہ پہنچائے گا تمہیں آج کے دن جب کہ تم نے  
 ظلم کیا ہے . بیشک تم عذاب میں مشترک ہو (۲۹) اے پیغمبر!

کیا آپ ستائیں گے بہروں کو یا رو دکھائیں گے انہوں

کو، اور اُن کو جو صریح گمراہی میں بیشک رہا ہے (۳۰)

پس یا تو ہم آپ کو سے جانیں گے، اور بیشک ہم

ان لوگوں سے انتقام لینے والے ہیں (۳۱) اور یا ہم دکھا

دیں گے آپ کو وہ چیز جس کا وعدہ ہم نے ان سے کیا

ہے . بیشک ہم ان پر قدرت رکھنے والے ہیں (۳۲)

پس آپ مضبوطی سے پتھروں اس چیز کو جو آپ کی طرف

ڈالی گئی ہے . بیشک آپ سیدھے راستے پر ہیں (۳۳)

اور بے بیشک یہ (قرآن) البتہ ذکر ہے آپ کے

لیے اور آپ کی قوم کے لیے، اور عنقریب تم سے

سوال کیا جائے گا (۳۴) اور آپ پوچھیں اُن سے

جن کو ہم نے جیسا نوحہ سے پہلے اپنے رسولوں میں

سے کیا معذور کیا ہے، ہم نے رحمان کے سوا دوسرے معبود



### جن کی عبادت کی جائے (۴۵)

پہلے قریم اور حمزہ علی کا ذکر ہوا۔ پھر انہوں نے رسالت کا ذکر فرمایا: **وَكَذَلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ ...** (آیت - ۱۲۳) اسی طرح آپ سے پہلے ہم نے جس بستی میں بھی رسول یا نبی بھیجا تو وہاں کے آسودہ حالی لوگوں نے اس کا انکار کیا اور اپنے آباؤ اجداد کی فرسودہ رسوم پر کار بند رہنے پر اصرار کیا۔ **قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ** (آیت - ۱۲۴) کہنے لگے کہ جس چیز کو تم لائے ہو، ہم تو اس کا انکار کرتے ہیں۔ عرب کے مشرکوں کا یہی حال ہوا کہ جب بھی ان کے پاس حق بات آئی **قَالُوا هَذَا سِحْرٌ وَإِنَّا بِهِ كَافِرُونَ** (آیت - ۱۲۵) کہنے لگے یہ تو جادو ہے اور ہم اس کا انکار کرنے لگے ہیں۔ اگر یہ واقعی خدا کا کلام ہے تو اسے مکر اور طائف میں سے کسی بڑے آدمی پر نازل ہونا چاہیے تھا۔ تاکہ ہم بھی مان لیتے۔ ہم کسی نادار آدمی کو اللہ کا نبی ماننے کے لیے تیار نہیں۔

قرآن سے  
اعراض کا  
تفسیر

فرمایا اگر یہ لوگ نبی آخر الزمان کی نبوت کو تسلیم نہیں کرتے، اور اس کے لائے ہوئے قرآن سے بھی اعراض کرتے ہیں تو ان کو معلوم ہونا چاہیے **وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ جِئْتُكُمْ مِنْ شَرِّ مَا تَحْسَبُونَ** (آیت - ۱۲۶) جو اللہ کے ذکر سے اعراض کرتا ہے **فَقِصُّ لَهُ شَيْطَانًا** تو ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں **فَهُوَ كَذِبٌ** پس وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔ لفظ ذکر کے دو معانی آتے ہیں۔ ذکر سے عام فہم مراد یاد رکھنا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یاد رکھنا سے اعراض کرنا بہرگز پسندیدہ امر نہیں۔ تاہم یہاں پر سیاق و سباق کے پیش نظر ذکر سے مراد خود قرآن حکیم ہے۔ جیسے بھی ذکر قرآن کریم کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ جو شخص قرآنی تعلیمات سے اعراض کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتا ہے جو اسے ہمیشہ بہکا کر گمراہ کرتا رہتا ہے۔



حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے کہ اگر کسی مومن میں تین مسلمان بہتے ہوں، اور وہ  
 اجماعت نماز ادا نہ کریں تو ان پر شیطان غالب آجاتا ہے اسی طرح جہاد کو بھی یا نصیحت  
 سے اسراض کرتا ہے۔ اس پر بھی شیطان مسلط ہو جاتا ہے اور اس کو ہر وقت گمراہ کرتا  
 رہتا ہے۔ اللہ نے انسان کی آزمائش کے لیے اس کے ساتھ فرشتوں کو بھی مقرر  
 کر رکھا ہے اور شاہین کو بھی۔ فرشتے اور شیطان ہر وقت آدمی سے چھڑچھاڑ کرتے رہتے  
 ہیں۔ اگر طبیعت میں نیکی کا جذبہ بیدار ہو کر کچھ لو کہ یہ فرشتے کی کارروائی کا نتیجہ ہے، اور اگر  
 دل میں برائی کا دوسرہ پیدا ہو تو یہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے، لہذا اُس وقت شیطان  
 کے شر سے خدا کی پناہ طلب کرنی چاہیے۔ ان شاہین کا کام یہ ہوتا ہے وَالَّذِينَ  
لِيَصُدُّوْهُم مِّنَ السَّبِيلِ کہ وہ لوگوں کو سیدھے راستے سے روکتے ہیں،  
 ہر نیکی کے کام میں رکاوٹ ڈالتے ہیں۔ اور انہیں برائی کی طرف مائل کرتے ہیں۔  
 فرمایا اگر یہ معرضین قرآن پر شیطان مسلط ہوتا ہے وَيَحْسِبُوْنَ اَنَّهُمْ  
مُعْتَدُوْنَ گمراہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ یہ ان کی غمخوارگی کی طرف اشارہ ہے  
 نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ برائی کو نیکی تصور کر سکتے ہیں۔ چنانچہ مشرک کافراور بعض لوگوں کا  
 یہی حال ہے کہ وہ کام تو اشرار اس کے رسول کے خلاف کرتے ہیں، مگر سمجھتے ہیں  
 کہ وہ بیعت ہوئے نیکی کے کام انجام دے رہے ہیں۔ مثلاً جب کافراور مشرک لوگ بتوں  
 کی پرستش کرتے ہیں یا غیر شرعے فریادیں کرتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ ہم نیکی  
 راستے پر جا رہے ہیں، بدعات کے پیروی میں عیسٰی بنا کر، قبروں پر چادریں چڑھا کر،  
 چراغاں کر کے، ان پر گنبد بنا کر، قیصر، سلا اور چالیسواں کر کے بڑے خوش ہوتے  
 ہیں کہ وہ کار ثواب انجام دے رہے ہیں۔ شیطان ان کے دلوں میں یہ بات ڈال دیتا  
 ہے کہ یہ بڑی نیکی کا کام ہے، اسی پر اپنی اور مشرکوں کی نجات کا دار و مدار ہے اور  
 انہی امور سے دنیا میں عزت اور شہرت حاصل ہوگی۔ وہ انہیں خوشنما کر کے دکھاتا رہتا  
 ہے اور بے نصیب آدمی عمر بھر ایسے ہی بے معنی امور کی انجام دہی کرتے کرتے ختم  
 ہو جاتے ہیں۔ اس معنوں کو سورۃ کہف میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ

مومن  
 کی غلط فہمی



اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہہ دیجیے کہ تمہیں اعمال کے لحاظ سے نعمت نقصان زدہ لوگوں کے متعلق بتلاؤں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری دنیا کی زندگی میں ہی برباد ہو گئی وہ **يَحْسِبُونَ أَنَّهُمْ يُحِبُّونَ صُنْعًا** (آیت ۱۰۴) گمراہ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھے کام کر رہے ہیں۔ فرمایا یہ لوگ زندگی بھر کسی زعم میں مبتلا رہتے ہیں حتیٰ **إِذَا جَاءَهُمُ الْمَوْتُ** کہ جب وہ موت سے ہلکا رہ کر رہے ہیں اس آتے ہیں تو اس وقت تک نہیں گھٹتی ہیں۔ عام محاورے میں بھی کہ جاتا ہے **النَّاسُ غِيَاظٌ إِذَا مَا قُوُوا** انہیں موت کی تو اس وقت لوگ دنیا پر غفلت کی فینڈ سوسے ہوئے ہیں جب انہیں موت آجائے گی تو حقیقت میں اس وقت بیدار ہوں گے۔ جب تمام خالق کھل کر سامنے نہائیں گے۔

فرمایا جب کوئی قرآن سے اعراض کرنے والا مکر کر جائے پاس پہنچ جاتا ہے **قَالَ يَلَيْتُ بَسِيئَتِي وَبَسِيئَتِكَ بَعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ** تو اس وقت شیطان سے کہتا ہے کاش میرے اور تجھ کے درمیان دنیا میں مشرق و مغرب کی دوری ہو تو میں تیرے دامن میں نہ چھتا اور نہ آج یہ روزیدہ دیکھنا نصیب ہوتا۔ **فَبَسِيئَتِ الْغَيْرِ مِنْ قَوْلِهِ** یہ میرا قہقی ثابت ہوا۔

یاں پر مشرقین کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کا معنی ہے دو مشرق حالانکہ مشرق تو ایک ہی ہے جب کہ اس کی صفہ مغرب ہے۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ مشرقین سے مراد دراصل مشرق اور مغرب میں کیونکہ بعض اوقات تغلیب مشرق اور مغرب کو مشرقین کہا جاتا ہے۔ عربی ادب میں ایسی اور مثالیں بھی ملتی ہیں جیسے

أَخَذْنَا بِأَطْرَافِ السَّمَاءِ عَلَى كُمِ

لَنَا حَمَلُهَا وَالنَّجْمُ الطَّوَالِغُ

ہم نے آسمان کے اطراف کو تھامے ہوئے بند کر دیا ہے کیونکہ دونوں سپاہ و زمین چاند اور سورج، ہمارے لیے ہیں۔ اسی طرح سارے بھی اب ہمارے ہی ہیں۔

وَبَصَرَةُ الْأَرْضِ مِنَّا وَالْعِرَاقُ لَنَا

وَالْمَوْصِلَانِ وَمِنَّا الْمَصْرُ وَالْحَكِيمُ

شیطان کی  
دیکھی پرست

بصرہ اور عراق بھی ہمارے اور دونوں موصول، مصر اور حرم بھی ہمارے ہیں یہاں  
بھی جزیرہ اور موصول کو ملا کر موصول کہا گیا ہے۔

سورۃ الرحمن میں دو مشرقوں اور دو مغربوں کا ذکر بھی آتا ہے رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ  
وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ (آیت ۱۰۰) اللہ تعالیٰ دونوں مشرقوں کا بھی رب ہے اور  
دونوں مغربوں کا بھی۔ بعض فرماتے ہیں کہ مشرق اور مغرب کو دو دو اس لیے کہا  
گیا ہے کہ موسم سرد اور گرم کے مشرق اور مغرب مختلف ہوتے ہیں۔ دونوں مریخوں  
میں سورج اور چاند کے طلوع و غروب کے مقامات میں بڑا فاصلہ ہوتا ہے، اس لیے  
مشرق کو دو مشرق اور مغرب کو دو مغرب کہا گیا ہے۔

فرمایا کہ معرض آدمی مرنے کے بعد حسرت و افسوس کا اظہار کرتا ہے کہ اُس نے  
دنیا میں شیطان کو اپنا ساتھی بنایا مگر فرمایا وَلَنْ يَنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَلَمْتُمْ  
تمہارا افسوس کہنا آج کے دن کچھ کام نہیں آئے گا کیونکہ تم نے دنیا میں رو کر ظلم کا  
ارتکاب کیا اور شیطان کی بات مان کر کفر، شرک، بدعات اور معاصی میں مبتلا ہوئے  
آج تم تاج اور مقبوع بڑبڑاؤ اُنکے فِی الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ اور عذاب  
میں مشترک رکھتے ہو یعنی تم دونوں عذاب میں مشترک طور پر مبتلا ہو گے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کفار و مشرکین کے اقوال و افعال سے محنت کو انت  
ہوتی تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا اَفَاقَاتُ سَمْعِ  
الْبَصَرِ كَيْفَ آتَتْكَ اَوْ تَقْدِرُ الْعَيْنُ يٰ اَذْهَبْ كِرَاهٍ  
وکیا نہیں گئے وہیں جہاں فِی صَلَیِّ مَبِیْنٍ یا اس شخص کو رو راست پہ  
لے کر نہیں گئے جو صریح گمراہی میں پڑا ہوا ہے، مطلب یہ ہے کہ کافر و مشرک آدمیوں  
بہروں اور گمراہوں کی مانند ہیں، آپ (علی) کو جبکہ رو راست پر لائیں گے، یہ تو  
آپ کے اختیار میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ لہٰذا اگر یہ ایمان نہیں  
لائے، آپ کی رسالت پر یقین نہیں کرتے اور قرآن کو وحی نہیں مانتے تو آپ  
دلی پروا نہ ہوں بلکہ ہم خود ان سے پیٹھ پیٹیں گے۔ فَلَا تَذْهَبْ بِلَدِّكَ

حضور علیہ السلام  
کے لیے تسلی



پھر یا تو ہم آپ کو جائیں گے یعنی اپنے پاس بلا دیں گے اور اس صورت میں فَاتَا  
مَنْهُمْ مُشْفِقُونَ ہم خود ان بد بختوں سے انتقام لینے لگے ہیں۔ ہم ان  
 کو چھوڑیں گے نہیں بلکہ ان کو ان کی کارکردگی کا پورا پورا بدلہ دیں گے۔

دہلیا دوسری صورت یہ ہے أَوْ يُزِيلُ الَّذِي وَعَدْنَاهُمْ یا ہم آپ  
 کو دکھا دیں گے جو وعدہ ہم نے اُن لوگوں کے ساتھ کیا ہے، ان کے ساتھ تو یہی  
 وعدہ ہے کہ جو شخص ایمان، توحید، رسالت اور قرآن کا انکار کرے گا، ہم اس کو  
 مذکور سزائیں عطا کریں گے۔ چنانچہ ہم آپ کی زندگی میں ان کو سزائیں عطا ہوتے  
 ہوئے دکھ دیں گے تاکہ آپ کی تسلی ہو جائے کہ ان مہجاروں کو ان کے لیے  
 سزا دہلی گئی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بہت سے کافر مشرک اور منافق حضور علیہ السلام  
 کی زندگی میں ہی ہلاک کر دیئے گئے، بعض ملک بدر ہوئے اور بعض مغرب ہو گئے  
 ارشاد ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتُوا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ لَعَلَّكُمْ تَكُونُونَ رَاغِبِينَ  
 کہتے ہیں۔ ہماری گرفت سے یہ لوگ بچ نہیں سکتے اور ضرور اپنے انجام بد کو پہنچنے  
 والے ہیں۔

تک القرآن

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اے پیغمبر! فَاسْتَبِذْ بِالَّذِي  
أَوْحَىٰ إِلَيْكَ آپ منبرِ علی سے چڑھ کر رکھیں اُس منبر کو جو آپ کی طرف وحی کی  
 گئی ہے آپ قرآن پاک، دین اور شریعت پر سختی سے عمل پیرا رہیں اور دوسروں  
 کو بھی اس کی تبلیغ و تفسیر کریں۔ آپ شیطان کے بہکانے ہوئے لوگوں کو خاطرِ  
 نہ لائیں۔ یہی حکم عام اہل ایمان کے لیے ہے کہ وہ قرآنی تعلیمات کو منبرِ علی سے  
 تمام پس اور انہیں زندگی کا لائحہ عمل بنالیں کہ اسی میں سب کی کامیابی ہے اگر اسی  
 شمس پیدا ہوا اور اس آفاقی قانون کے ساتھ ساتھ دیگر قوانین سے بھی انہ کی تو کامیابی  
 حاصل نہیں ہوگی۔ صرف اسی کو منبرِ علی سے تعلیم میں کامیابی کا راز چھپا ہوا ہے۔  
فَرَأَاهُم مِّنْ عَمِيرٍ إِسْلَامٍ اُن کے مخالف جس کا چہرہ مُشَفِّقِينَ بن گیا  
 آپ راہِ راست پر ہیں اور اسی چہرے پر ہیں، ایمان، توحید اور نبی کا یہی راستہ ہے۔

جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مقام تک پہنچا ہے۔ نیز فرمایا وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ بیشک یہ قرآن پاک نصیحت ہے آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے بھی۔ ہم پھر پر ذکر کا معنی نصیحت کیا جاتا ہے۔ تاہم مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس مقام پر ذکر سے مراد عزت اور شرف ہے یہی معنی سورۃ صافات میں بھی استعمال ہوئے ہے۔ وَالْمُؤْمِنُونَ ذِی الذِّکْرِ (آیت ۱۰) قسم ہے شرف والے قرآن کی، تو فرمایا کہ یہ قرآن پاک آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے باعث شرف ہے۔ اس سے بڑی عزت انسانی کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا آخری پیغام قرآن قریش کی عربی زبان میں نازل فرمایا یہ ایسا کلام ہے جس سے مادی اور روحانی دونوں قسم کی ترقی یقینی ہے۔

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ جو اسے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک حیثیت سے آپ قومیں نہیں بلکہ قومیں کی سعادت آپ کے ساتھ وابستہ ہے اور دوسری حیثیت آپ کی ہیں الا تو اسی نبی کی ہے، جیسے فرمایا قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَاءُنِي الْبَيِّنَاتُ (۱۱۰) اے پیغمبر! آپ کہہ دیں کہ میں تم سب لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ یہ حال قرآن کا پروگرام ہے حضور علیہ السلام کی قوم قریش کو دیا گیا اور پھر ان کی وساطت سے یہ پیغام ساری دنیا کو عطا کیا گیا۔ چنانچہ یہ قرآن قریش کے بیت خاص نور پر باعث عزت و شرف ہے۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس آیت سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ قریش کے شرف کا یہ مطلب بھی ہے کہ خلافت بھی انہیں میں رہی۔ چنانچہ پہلی سطر سے پھر سہارا تک مسلمانوں کی خلافت قریش کے پاس ہی رہی، اس کے بعد جب انہی میں صلاحیت باقی نہ رہی، امت میں فتنہ و فساد کے دروازے کھل گئے تو خلافت سلجوقیوں اور ترکوں کی طرف منتقل ہو گئی۔

فرمایا یہ قرآن آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے عزت کا باعث ہے  
وَسَوْفَ تَسْلُكُونَ اور خضریٰ قرآن کے بارے میں تمہارے سوال کیا جائیگا۔

قرآن و تزیین  
کے متعلق  
سوال



بزرگس ہو گئی کہ ہم نے تمہیں اس قرآن پاک کے ذریعے شرف بخشا تھا، تمہارے اس  
 کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ ہم آج دیکھ رہے ہیں کہ عام طور پر قرآن کا شائبہ ختم ہو چکا  
 ہے، لوگوں نے اسے پرستے سمجھ لیا۔ سمجھتے اور اس پر عمل کرنے کی بجائے اس کو غلوں  
 میں بند کر کے الماریوں کی زینت بنا دیا ہے۔ قیامت کے دن حضور علیہ السلام اللہ  
 کی بارگاہ میں شکایت پیش کریں گے **وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا  
 هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا** (انصاف)۔ یہاں پروردگار میری اس قوم کے قرآن پاک  
 کو پس پشت ڈال دیا تھا، انہوں نے اس کو نافذ نہ کیا اور اس طرے اس کی تعلیمات  
 سے مستفید نہ ہوئے بلکہ اس کی مخالفت کرتے رہے، پھر حال قرآن کریم میں اللہ کی بارگاہ  
 میں پیش ہو گا اور لوگوں سے پوچھا جائے گا کہ تم نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا؟  
 آگے اشارے توحید کا مندرجہ بیان فرمایا ہے **وَسُئِلَ مَنْ ارْسَلْنَا مِنْ  
 قَبْلِكَ مَنْ رُسِلَتْ ذٰلِكَ مِنْهُمْ مَنْ رُسِلَتْ مِنْهُمْ مَنْ رُسِلَتْ مِنْهُمْ مَنْ رُسِلَتْ مِنْهُمْ**  
 (میں بھی)۔ بعض فرماتے ہیں کہ اس سوال کے مصداق سابقہ کتب کا وہ یہ زور، تورات اور  
 انجیل کے قاری ہیں۔ کہ ان سے پوچھ لیں **اَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمٰنِ  
 اِلهَةً يُعْبَدُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ** کیا ہم نے ان کے سردار سے معبود ڈھکیا ہے کہ جن کی  
 عبادت کی جائے؟ مطلب یہ ہے کہ ہم نے تو اپنے سوا کسی کو معبود بنانے کی کوشش  
 دیا، پھر یہ لوگ کس طرح شرک میں مبتلا ہو گئے، پہلے انبیاء نے ہمیں انھیں ہی مامور  
 دیا اور آپ کی تعلیمات اور قرآن کا ان کو بھی توحید ہی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت یہ آتا ہے کہ حضرت کی رت جب تمام انبیاء  
 علیہم السلام کا اجتماع ہوا اور حضور علیہ السلام نے سب کو نماز پڑھائی تو اُنس وقت آپ  
 نے انبیاء سے دریافت کیا کہ تمہیں کس مقصد کے لیے دنیا میں بھیجا گیا، تو سب نے  
 یہی جواب دیا **رَبْعًا بِالْاِشْوَاحِ لِرَبِيبَاتِ ابْنِ سَعْدٍ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ** (اور  
**اِنَّمَا يُعْبَدُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ بِالْاِطْلَاقِ** کہ ہماری سب کی شکر کہ دعوت کلمہ  
 توحید تھی اور یہ بھی کہ اللہ کے سوا میں کی جس عبادت کی جائے وہ باطل ہے۔

وقت یہ بھی کہ انت خاتم النبیین و سید المرسلین آپ اللہ کے  
 آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا اور آپ تمام انبیاء اور رسول  
 کے سردار ہیں۔ آپ کے بعد قریب قیامت میں صوفی حنفی وغیرہ لوگوں کا آسمان سے نزل  
 ہوگا، مگر وہ آپ کے اتباع پر ہوں گے، اپنی شریعت جاری نہیں کریں گے بلکہ وہاں  
 ہر قسم ختم کر دیں گے۔ بہر حال یہ مسئلہ تخلیق کائنات کے وقت سے لے کر تعلق علیہ  
 رہا ہے کہ اللہ کے سوا کسی دوسری ہستی کی عبادت روا نہیں۔ اللہ سے پہلے سوا  
 کسی کو مجبوراً سزدن نہیں کیا، اس کی گواہی سابقہ انبیاء بھی دیں گے۔ یہ مسئلہ تو سید بھی آگیا۔  
 آگے مزید تفصیل کا ضمن میں آ رہا ہے۔ نیز شرک کی تردید اور طریقہ تبلیغ بھی بیان ہوگا۔

---



وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ  
فَقَالَ إِنِّي رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٢١﴾ فَلَمَّا جَاءَهُمْ  
بِآيَاتِنَا إِذَا هُمْ مِنْهَا يَضْحَكُونَ ﴿٢٢﴾ وَمَا  
نُرِيهِمْ مِنْ آيَةٍ إِلَّا هِيَ أَكْبَرُ مِنْ أُخْتَيْهَا  
وَإِخَذْنَاهُمْ بِالْعَذَابِ لَأَعْلَاهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٢٣﴾  
وَقَالُوا يَا أَيُّهُ الشُّعْرَادُ عُ لَنَا رَبُّكَ بِمَا عَمِدَ  
عِنْدَكَ إِنَّا لَمُهْتَدُونَ ﴿٢٤﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمْ  
الْعَذَابَ إِذَا هُمْ يَنْكُشُونَ ﴿٢٥﴾ وَنَادَىٰ فِرْعَوْنُ  
فِي قَوْمِهِ قَالَ يَقُومِ آلِيَّ إِلَىٰ مَلِكٍ مِصْرَ  
وَهَذِهِ الْأَنْهَارُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِي أَنَا  
أَعْلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَابِضٌ ﴿٢٦﴾ أَمْرًا أَنَا خَيْرٌ مِنْ هَذَا الَّذِي  
هُوَ مَهِينٌ هَ وَلَا يَكَادُ يُبِينُ ﴿٢٧﴾ فَلََوْلَا أَلْفُ  
عَلَيْهِ أَسُورَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ آوَجَاءَ مَعَهُ الْمَلَائِكَةُ  
مُقَرَّرِينَ ﴿٢٨﴾ فَاسْتَحَفَّ قَوْمَهُ فَأَطَاعُوهُ  
إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿٢٩﴾ فَلَمَّا أَسْفُونَا  
إِسْتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَلَعَرَفْنَاهُمْ بِأَسْمَاءٍ مُّجْمَعِينَ ﴿٣٠﴾ فَجَعَلْنَاهُمْ

## سَلَفًا وَمَثَلًا لِّلْآخِرِينَ ﴿۵۶﴾

۵۶

قرآن مجید اور بہت تحقیق پسما ہم نے مومن غیر اللہ کو اپنی نشانوں کے ساتھ فرعون اور اُس کے سرکردہ لوگوں کی طرف۔ پس کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: میں رسول ہوں رب العالمین کی طرف سے ﴿۵۶﴾ پس جب وہ آئے اُن کے پاس جہاں نشانیاں ملے کہ تو ہچک و ان نشانوں کے ساتھ پہنچتے تھے ﴿۵۷﴾ اور ہم نہیں دیکھتے اُن کو کوئی نشانی مگر وہ بڑھی ہوئی ہوتی تھی دوسری سے۔ اور پچھلا ہم نے اُن کو عذاب میں تاکہ وہ لوگ باز آجائیں ﴿۵۸﴾ اور کہا انہوں نے اے جادوگر افسانہ دہا کہ جادو سے اپنے پورے گار کے پاس جو کچھ اُس نے سمجھا تھا اسے ساتھ ہچک ہم نے پر آجائیں گے ﴿۵۹﴾ پس جب ہم نے کھول دیا اُن سے عذاب تو ہچک وہ ٹوٹتے تھے (عہد کو) ﴿۶۰﴾ اور پکار فرعون نے اپنی قوم کے درمیان اور کہا اے میری قوم کے لوگو! کیا یہ ملک میرے قبضہ میں نہیں ہے؟ اور یہ جو شری پہنچا ہے میرے محل کے سامنے، کیا تم دیکھتے نہیں؟ ﴿۶۱﴾ بعد میں بہتر ہوں اس شخص سے جو حقیر ہے اور قریب نہیں کہ وہ صاف بات کر کے ﴿۶۲﴾ پس کیوں نہیں لو لے گئے اُس پر کلنگ سونے کے، اور کیوں نہیں آتے اُس کے پاس فرشتے لگاؤ ﴿۶۳﴾ پس خفیف بنایا اس نے اپنی قوم کو تو انہوں نے اُس کی اطاعت کی ہچک تھے وہ لوگ نافرین ﴿۶۴﴾ پس جب انہوں نے ہمیں غصہ



دیا تو ہم نے اُن سے انتقام لیا اور ہم نے اُن کو سب  
کو پانی میں غرق کر دیا ۵۵) پس اگر دیا ہم نے اُن کو گے  
گزرے لوگ ۔ اور ایک مثال پھیلوں کے لیے ۵۶)

بجایا

گزشتہ آیات میں قرآن پاک کی حقانیت و صداقت بیان ہوئی ۔ نیز فرمایا کہ جو  
لوگ قرآن پاک سے اداغ کرتے ہیں اُن کے ساتھ سزا کے طور پر شیاطین مقرر  
کئے جاتے ہیں ۔ جو انہیں ہمیشہ گمراہ کرتے رہتے ہیں اور روزِ حساب ان کا ساتھ  
نہیں چھوڑتے ۔ وہاں پہنچی کہ ایسے لوگ انہیں گمراہ کرینگے مگر اگلے وقت کا تائب  
کچھ مضید نہیں ہوگا ۔ اور پھر تابع اور متبوع سبب عذاب میں مشرک ہو کر پھر کب  
برسے گے ۔ اُن کے بعد حضور علیہ السلام کو تسلی دی گئی کہ آپ وہی الہی کو منبرِ حق کے  
ساتھ پہنچے رکھیں گے نہ آپ حدِ تسلیم پر ہیں ۔ اور منافقوں کو اس وقت کے  
پتہ مقررہ وقت پر نہ وہ عذاب میں مبتلا کرے گا ۔ فرمایا یہ قرآن پاک آپ کے  
لیے اور آپ کی قوم کے لیے باعثِ عزت و شرف ہے ۔ قیامت کے دن  
اُن کے بارے میں باز پرس ہوگی کہ دنیا میں تم نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ۔  
تمام دنیا و علیہم السلام اور تمام آسمانی کتب اس بات پر متفق ہیں کہ حضور برحق صحت  
الشرعی کی ذات ہے ۔ اب آج کی آیات میں اللہ کے جلیل القدر نبی حضرت  
موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے اور ساتھ حضرت خضرؑ کا ذکر بھی بیان کیا گیا ہے ۔

یہی  
موسیٰ علیہ  
السلام  
کی طرف  
کا اشارہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضور علیہ السلام کی قوموں کے حالات آپس میں ملتے  
جلتے ہیں ۔ فرعون کے سردار جن ہی بڑے مغرور اور سرکش تھے ۔ جب کہ سردارِ ان قریش  
نہی ایسے ہی تھے ۔ دونوں اقوام نے اپنے اپنے نبی کو سمجھتا تھا کہ میں ہی مگر وہ کافر  
اپنے بڑے انجام کو پہنچے ۔ چنانچہ یہاں پر اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو تدبیر و ذہن کے حضور  
عزیز السلام کو تسلی دی ہے ۔ ارشاد ہوتا ہے قُلْ لَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا  
الْحَقِّ فَرِيعُونَ وَوَعَدْنَاهُ أَوْ رَاسُنَا تَحْقِيقَ هَمَّ نَصَبَ مُوسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَرَامَتِ  
نشانیاں سے کہ فرعون اور اس کے سردار و لوگوں کی طرف تھا کہ اے رسول  
رَبِّ الْعَالَمِينَ تو موسیٰ علیہ السلام نے اُن سے کہا کہ میں تمہارا نبی ہوں کہ تمہارا

کہ فرستادہ ہوں۔ میں خود نہیں آیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر تھا۔ طاہرہ صبیحہ میں تمہیں  
ترجمہ کی دعوت دیا ہوں اور تمہیں متنبہ کرتا ہوں کہ کفر اور شرک سے باز آ جاؤ اور صرف ایک  
اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کرو۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے خاص طور پر لست دیا  
هَلْ لَكَ الْاَلٰهَ اَنْ تَزِيَّ ۙ (۱۸) وَاهْدِيْكَ اِلَی رَبِّكَ فَتَخْشٰی (۱۹)  
و سورۃ الطغوت (۱) کیا ترجاہتا ہے کہ پاک ہو جائے، اور میں تجھے تیرے پروردگار  
سراستہ بتاؤں تاکہ تجھ میں خوف پیدا ہو۔

یہاں پر نشانوں سے مراد وہ نو معجزات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو  
عطا فرمائے تھے، ان میں دو بڑی نشانیاں عصارہ اور یہ بیضا تھیں، سورۃ الاسرا میں  
اَنَّا سَآءُ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْہِمُ الطُّوفَانَ وَ الْجَنَادَ وَ الْعُقُلَ وَ الْمَضِیْدَ وَ النَّعَمَ  
اٰیٰتِ مُضِیْبَاتٍ (آیت ۱۲۳) جسے فرعون پر طوفان، ٹھنڈی دل بجلیں،  
سینہ کی اور خون جیسی واضح نشانیاں بھیجیں، مگر وہ تکبر کرتے رہے، اور وہ مجرم لوگ  
ہی تھے، تو مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں جن نشانوں کا ذکر ہے کہ  
ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانوں کے ساتھ بھیجا، اس سے یہ نو معجزات مراد ہیں،  
فرمایا جب موسیٰ علیہ السلام شرک کی طرف سے نشانیاں لے کر فرعون اور اُسکی  
قوم کے پاس آئے فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِاٰیٰتِنَا اِذَا هُمْ جُنُودًا يَمْشُونَ  
تو وہ لوگ ان نشانوں کا مذاق اڑانے لگے۔ انہوں نے خود موسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہود  
باتیں کیں، اگلی آیت میں آ رہا ہے کہ آپ کو بارود گرگیا اور معجزات کو گرتوں سے تعمیر کیا۔  
حالانکہ معجزہ تو اللہ کے نبی کی صداقت کی نشانی ہوتا ہے اور ایسی چیز ہر شخص پیش نہیں  
کر سکتا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے۔ انگریز فرعون اور اُس کی قوم نے معجزات  
کی منہی اڑائی۔

ہزاروں منہی جیسے بھی کوئی اچھی چیز نہیں چاہی کہ اللہ کے نبی اور اُس کے لائے  
ہوئے معجزات کی منہی اڑائی جائے، بہت اگرتو یہ ایک طبعی امر ہے مگر حضور علیہ السلام  
کبھی قہر نہ لگا کر نہیں بنے، آپ زیادہ سے زیادہ سکڑا دیتے تھے، بعض اوقات



ہفتے ہی تھے قرعہ نہیں لگا سکتے تھے کہ غفلت کی علامت ہے۔ اسی لیے دوسری جگہ ہے کہ آگے آتے والی مشعل منزل کے پیش نظر اٹھائی کر ہٹا کر اور۔۔۔ دانا یا وہ پیٹھ پر مال اٹھائے فرمایا کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو نشانیاں شے کر بھیجا وہاں یٰٰرَیْہِمُ مِّنْ اَیَّوَالِیِّہِ اَکْبَرُ مِّنْ اَکْبَرٍ مِّنْ اَکْبَرٍ ہا ہم اُن لوگوں کو تو بھی نشانیاں دکھاتے تھے وہ پہلی نشانی سے بڑھی ہوئی ہوئی تھی نہ تیسرے عزرائیل سے ایک سے ایک بڑھ کر تھے۔ مگر فرعون نے اُن کو تسلیم نہ کیا بلکہ جنسی باق میں ڈال دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا وَاحْذَرُہُمْ یَا عِزَّابُ لَعَلَّہُمْ یَرْجِعُوْنَ کہ ہم نے اُن کو عذاب میں پکڑ لیا تاکہ وہ باز آجائیں۔ اُن کی یہ گرفت معمولی نوعیت کی تھی اور محض توبہ کے لیے تاکہ وہ اللہ کے نبی کے ساتھ ایسا سلوک کرنے سے باز آجائیں۔

اللہ کا فرمان ہے کہ ہم نے بنی نوح الہی کے لیے دنیا میں دستہ قائم کر رکھا ہے کہ ہم انہیں کبھی راحت دے کر اڑھتے ہیں اور کبھی تکلیف میں مبتلا کر کے پھر سب لوگ آسودگی کی حالت میں ہمارے شکر ادا نہیں کرتے تو ہم ان پر بعض عذاب ڈال دیتے ہیں جس کا مقصد انہیں تنبیہ کرنا ہوتا ہے تاکہ وہ بُرائی سے ہٹ کر نیکی کی طرف آجائیں۔ چنانچہ فرعونوں کو بھی اللہ نے بطور تنبیہ معمولی قسم کی سزا میں مبتلا کر دیا۔

دعا کا اثر

جب فرعون اور اس کے حواریوں کو تکلیف پہنچی وَقَالُوا یَا اَیُّہَ السَّیِّئِیْنِ تو کہنے لگے اے جادوگر! موسیٰ علیہ السلام کہ جادوگر کہہ کر خطاب کیا کیونکہ اس نے میں جادو کا بڑا چہرہ دیا تھا۔ شیے ساحر قائم کو بھی کہا جاتا تھا۔ فرعون نے بڑے بڑے ماہر ساحر اپنی دربار میں جمع کر رکھے تھے جن سے وہ امورِ سخت میں شور مچا کر لاتا تھا۔ تَرٰ اٰنْمُوْنَ نے موسیٰ علیہ السلام سے بھی کہا کہ اے جادوگر! اَنْذِرْکَ اَنْ یَّکُنَّ بِکَ یَحٰثِرُہِمَا عِزٌّ ذٰلِکَ اپنے پروردگار سے ہمت ہے دعا کو اس عمل کے ساتھ جو اُس نے آپ کے ساتھ کر رکھا ہے۔ جو اُس نے آپ کو سکھایا ہے۔ کہنے لگے تواریخ دعا کا وجہ سے ہی جادو کی تکلیف و زور برکت ہے۔ اور اگر جادو یہ مشکل حل نہیں





فرعون خود بھی سوئے کے کھنکھ اور عریض ریشمی لباس پہنتا تھا۔ وہ بہترین گھوڑے پر سوار  
کرتا تھا یا پھر تختہ پر سوار ہوتا تھا۔ ترکے لگا کر دنیا میں بُرائی کی یہ نشانیاں ہیں مگر موسیٰ علیہ السلام  
اس حیار پر پورے نہیں اُترتے، لہذا ہم اُس کو اللہ کا نبی کیسے تسلیم کر لیں۔ ہم کہتے تھے  
کہ موسیٰ علیہ السلام میں جہاں نور ہے وہی ایک نقص ہے ورنہ ایک آدمی میں کہ وہ  
تراست بھی اچھے طریقے سے نہیں کر سکتا۔ آپ کی زبان میں قوم کے کُنت تھی۔

جب کہ وجہ سے آپ اپنا مافی الضمیر حسن طریقے سے بیان نہیں کر سکتے تھے۔ اسی لیے  
آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی تھی کہ پھر دو بار! میرے سینے کو کھول دے میرے  
کلام کو آسان بنا دے۔ **وَحُلِّلْ صَفْوَةً مِّنْ لِّسَانِي ۚ يَفْقَهُوْا قَوْلِي رَطَبًا**  
اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ یہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھ سکیں۔ پھر اس دعا کے  
نتیجے میں آپ بات کرنے کے قابل ہو گئے تھے لہذا ہم کُنت کا چھانڈا رہا گیا تھا  
جس کی بنا پر فرعون نے کہا کہ تو بات بھی ٹھیک حد سے نہیں کر سکتا۔ تو خدا نے شخص  
مجھ سے یکے بہتر رو سکتا ہے؟

مفسرین کہہ رہے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی بات تو سمجھ میں آجانی تھی مگر  
آپ کے حلام میں زیادہ فصاحت نہیں تھی۔ اسی لیے آپ نے اللہ تعالیٰ سے  
عرض کیا تھا **وَاجْعَلْ لِّیْ قَوْلِیْ قُوَّةً ۚ وَخَلِّصْ لِّیْ لِسَانِیْ ۚ رَطَبًا** میرے  
جہانی بارون علیہ السلام کہ جس میرے ساتھ بھیج دے کہونکہ وہ زبان کے کاغذ سے کچھ  
سے زیادہ فصیح ہے۔ اگرچہ میری بات کو سمجھنے میں لوگوں کو دقت پیش آئی تو  
بارون علیہ السلام اُس کی فصاحت کر دیں گے۔

بہر حال فرعون کہنے لگا کہ نبوت کی دلیل کے طور پر موسیٰ علیہ السلام کو مرنے کے  
سنہاں کیوں نہیں پنائے جاتے **لَوْ جَاءَهُمْ مَّقْدُمُ الْعَلِیْبِ كَذُّ صَفْصَفٍ مِّنْیْنَ**  
یا کہ انہم اُس کے ساتھ لگا مار فرماتے آتے جو اُس کی نبوت کی تصدیق کرتے تو ہم  
پھر بھی مان لیتے۔ چونکہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ فرشتوں کی سمورت میں کوئی باؤ کی راز  
بھی نہیں ہے، لہذا ہم اُس کے دعویٰ کی نبوت کو ماننے کے لیے تیار نہیں۔

اشر نے فرمایا فَاَسْتَعَفْتُ قَوْمًا اس طریقے سے فرعون نے اپنی قوم  
کو بے وقوف بنایا۔ چکنی چپٹری باتیں کر کے اور موسیٰ علیہ السلام کو حقیر ثابت کر کے قوم کو  
ورغویا۔ چنانچہ قوم اس کے بہکے دسے میں آگئی فَاَطَاعُوْهُ اور انہوں نے اس کی اطاعت  
کرنی یعنی فرعون کی ہاں میں ہاں ملا دی کہ تو موسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو کچھ کتابت و  
درست ہے، فرعون کی قوم واقعی بے وقوف تھی۔ وہ عقل معاش سے تو بھڑکی واقف  
تھے اور دنیا طلبی کو خوب جانتے تھے۔ مگر عقل معاش سے محروم تھے اور نہیں جانتے  
تھے کہ حساب کتاب کا ایک دن آنے والا ہے جب اللہ کی بارگاہ میں ذرے ذرے  
کا حساب دینا پڑے گا اور اس وقت ان کی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ دشمنی بہت ہلکی  
پڑے گی۔ فرعون کی اس قسم کی تقریر سورۃ مومن میں بھی گزر چکی ہے جب اس نے  
اپنے حواریوں سے کہا کہ مجھے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے دو اور یہ اپنے رب کو  
بدلے اَلَيْفَ اَخَافُ اَنْ يُبَدِّلَ دِيْنَكُمْ (آیت ۲۶) مجھے ڈر ہے کہ  
یہ تمہارا دین ہی نہ بدل ڈالے یا زمین میں فساد نہ مچا کر دے۔ بہر حال فرعون نے اپنی  
جرب آزمائی سے قوم کو بے وقوف بنایا اور موسیٰ علیہ السلام کا دشمن بنا دیا۔ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فَٰسِقِيْنَ بے شک وہ سب کے سب نافرمان  
لوگ تھے۔ پوری کہ پوری قوم کے نابھار ہونے کی بعض دیگر مثالیں بھی موجود ہیں۔  
ثُمَّ لَا تَزِمُ نَفْسُكَ لِقَوْمٍ كَانُوْا قَوْمًا فَٰسِقِيْنَ (الاعراف: ۶۴)  
وہ ساری قوم دل کی اندھی تھی، سوائے ان نفوس کے جو فرعون علیہ السلام پر ایمان لائے  
اور آپ کے ساتھ کشتی میں سوار ہو گئے۔ اسی طرح قوم فرعون کے متعلق سورۃ مومن  
میں موجود ہے کہ پوری قوم میں صرف ایک شخص مومن تھا جس کے نام پر سورۃ کا نام  
موسم ہے اور باقی فرعون کی بیوی مومنہ تھی، باقی سب نافرمان ہی تھے۔ شاہ ولی اللہ  
محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ بعض اوقات ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سائے ملک پر شیطان کا  
ظہر بڑھا ہے۔ ہمارا ملک بھی اسی زد میں آیا ہوا معلوم ہوتا ہے جہاں نیوٹن کے آدمی بالکل  
تخیل تعداد میں ہیں اور اکثریت ان لوگوں کی ہے جو کافر مشرک یا پستی ہیں یا پھر کھیل کود



کے دلدادہ ہیں، انہیں نیکی کا کوئی کام آتا ہی نہیں۔ یہ لوگ اسی حالت میں پڑے جاتے ہیں جیٹ کر یا تو موت آجاتی ہے اور یا پھر ان پر کوئی آفت ڈالی دئی جاتی ہے کبھی غلوی میں پکڑے جاتے ہیں، کبھی ملک کا کوئی حصہ چین جاتا ہے، بلوچان آتے ہیں، زلزلے آتے ہیں۔ وجہ یہی ہے کہ قوم کی اکثریت مافران ہوتی ہے۔

قوم قزاقوں  
سے انتقام

وَمَا يَفْلَحُ السَّافِقُونَ ﴿١﴾ جَب قَزاق قَزاقوں سے، جو ہیں غصہ و لڑائی۔ ہر بار تبلیغ حق کے بارہ چرواشوں نے خدا تعالیٰ کو ناراض کر دیا لَتَقْتُلُنَّ مَرْءًا تَرَاهُمْ قُتِلَ مِنْكُمْ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ نے ان سے انتقام لیا۔ فَأَعَدُّوا لَهُمْ جَهَنَّمَ پس ان سب کو پانی میں غرق کر دیا۔ صرف چھ لاکھ ستر ہزار آدمی جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ وہی بکھرے ہوئے رہ گئے تھے باقی سب قزاقی بکھرے قزاقوں کی لہروں کا شکار بنے۔ فَجَعَلْنَاهُمْ سُلَاطِمًا پس ہم نے ان کو گنے گنے سے لوگ بنا دیا۔ كُتِبَ لَهُم مَّا عَمِلُوا میں ان کے قصے کہانیاں ہی باقی رہ گئیں اور وہ سب نابود ہو گئے۔ وَمَثَلُ الْإِصْحَارِ اور پھلوں کے لیے انہیں ایک مثال بنا دیا اگر بعد میں آنے والے لوگ دیکھ لیں کہ اس قسم کے سرکشوں کا کیا انجام ہوتا ہے یہ تو بڑے سرکش اور والیان ملک کا حال بنوا، بعد عام لوگوں کے عزیز و عزیز کی کیا حیثیت ہے۔ جو لوگ اللہ کے دین میں روڑے بنائیں گے، خدا کی شریعت کو ٹھکرائیں گے۔ ان کا انجام بھی مابعد مافران قوموں سے مختلف نہیں ہوگا۔

وَلَمَّا ضَرَبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ  
يَصِدُّونَ ⑤۷ وَقَالُوا أَإِلَٰهِنَا خَيْرٌ أَمْ هُمُومَا  
ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ⑤۸  
إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا  
لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ ⑤۹ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ  
مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ⑥۰ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ  
لِّلْسَاعَةِ فَلَا تَمُتُنَ بِهَا وَاسْمِعُونَ هَذَا  
صِرَاطَ الْمُسْتَقِيمِ ⑥۱ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطَانُ  
إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ⑥۲

ترجمہ :- اور جب بیان کی گئی مثال عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام

کی تو اپنا آپ کی قوم کے لوگ اُس سے چلنے کے لئے ⑤۷

اور انہوں نے کہا، کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ، انہوں

نے یہ مثال نہیں بیان کی آپ کے سامنے سب سے بڑا کفر کرنے

کے لئے، بلکہ یہ لوگ جھگڑا رہے ہیں ⑤۸ نہیں ہے وہ دوسری بات

مریمؑ) سب سے ایک بندہ جس پر ہم نے انعام کیا، اور بنی اسرائیل

نے اس کو فرست دیا اسرائیل کے لئے ⑤۹ اور اگر ہم چاہیں

تو بنا دیں تمہاری جگہ فرشتے زمین میں جو آگے بھیجے آتے

ہیں ⑥۰ اور بیشک وہ دوسری بات مریمؑ، اپنا نشان ہے



قیامت کی ، پس نہ تر شک کرد ائیں رقیعت کے پاس  
میں ، اور میری یامت مانو ، یہی ہے سیدھا راستہ (۶۱) اور نہ ملے  
نہیں شیطان ، بیشک وہ تمہارا کھنڈ دشمن ہے (۶۲)

ربط آیا

گذشتہ درس میں اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کے سلسلے میں حضرت موسیٰ  
علیہ السلام کا ذکر فرمایا اور اس کے ساتھ دشمنوں اور اس کے حامیوں کا بھی جنموں نے  
غزوہ و تکبر کی بنا پر موسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت کو تسلیم نہ کیا اور ان کی شان میں  
نازیباکلمات بھی کہے ، اللہ نے دنیا میں ہی ان کی گرفت کی اور قمر حون بن سپنے لاکھوں  
شکریوں کے پتھر و قفریم کی توحوں کی نذر ہو گیا ، دنیا میں ان کو یہ سزا ملی جب کہ آخرت  
سکا و انہی عذاب آگے آئے والہ ہے ، اللہ نے ان کو آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے  
باعث عبرت بنا دیا ۔

قریش مکہ  
و انصار

اب آج کے درس میں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی قوم قریش مکہ کا ذکر فرمایا  
ہے ، ارشاد ہوتا ہے وَلَقَدْ أَضَلَّ ابْنُ مَرْثَدَةَ مَثَلًا جب حضرت  
عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی مثال بیان کی گئی ، اس مثال سے مراد وہ حقیقت ہے کہ  
اللہ تعالیٰ نے سورۃ الزمر میں بیان فرمائی ہے اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّضِلِّينَ  
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصْبٌ جَحِشْتُمْ (آیت - ۹۸) تم اور وہ معبودین کی تم  
اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو ، جنم کا ایندھن ہوں گے ، نیز فرمایا لَوْ كُنَّا  
كُھْمُ لَاۤءِیَ الْھٰٓئِلَۃِ مَا وَرَدُوْھَا (آیت - ۹۹) اگر یہ واقعی معبود ہوتے تو ہنرم  
میں داخل نہ ہوتے مطلب یہ کہ ان کی تم پر جا کرتے ہو یہ تم عبادت کے لائق ہی  
نہیں ، اگر یہ معبود ہوتے تو پھر تو دروغ سے بچ جاتے مگر موجودہ صورت میں تم  
اور تمہارے یہ معبودان باطلہ سب جہنم رسید ہوں گے ۔

جب یہ مثال بیان کی گئی تو اللہ نے فرمایا اِذَا قُلُوْا هٰذَا مِنْہٗ یُضِلُّوْا  
تم نے نبی علیہ السلام آپ کی قوم پیچھے چلانے لگی ، کہنے لگے دیکھو آپ ہمارے  
معبودوں کی خدمت بیان کر رہے ہیں کہ ہمارے ساتھ تو وہی جنم کا ایندھن بنیں گے

انہوں نے دلیل کے طور پر کیا کہ بھلے معبودوں میں تو فرشتے، عیسیٰ علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام بھی شامل ہیں جو اللہ کے مقرب ہیں تو کیا ملائکہ اور انبیاء بھی بہار سے ساتھ جہنم میں جائیں گے؟ اس سوال کا جواب اللہ نے سورۃ الانبیاء میں ہی دیا اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ فِتْنَةُ الْحُسْنٰی اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ (آیت ۱۰۱) جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے پہلے ہی بھلائی معجزہ ہوئی ہے، وہ اس جہنم سے دور رکھے جائیں گے، اس سے مراد ملائکہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے متعینی قرار دے دیا ہے کہ اگرچہ لوگوں نے ان کو معبود بنایا مگر ان کے لیے اللہ نے بھلائی بکھری ہے لہذا وہ اپنے مابدوں کے ساتھ جہنم میں نہیں جائیں گے، انہوں نے کبھی المہیت کا دعویٰ نہیں کیا تھا بلکہ مشرکوں نے انہیں خود ان کو المہیت کے درجے پر پہنچا دیا۔ لہذا یہ ان کے ساتھ نہ اس شریک نہیں ہوں گے۔

مشرکین نے اللہ کے آخری نبی اور رسول پر دوسرا اعتراض یہ کیا کہ آپ بھی عیسیٰ علیہ السلام کی طرح اپنی پرستش کرنا چاہتے ہیں اس لیے تو مسیح علیہ السلام کا نام ثبت ادب و احترام سے جیتے ہیں اور ان کی خوبیاں گناتے ہیں۔ ان کے اس اعتراض کی بنیاد سورۃ آل عمران کی آیت ۵۹ پر تھی اِنَّ مَثَلِیْ بِعِیْسٰی عِندَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ بَدِیْ شَکِ اللّٰہِ کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال آدم علیہ السلام کی ہے جن کو اللہ نے مٹی سے تخلیق فرمایا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے واسطہ سے پیدا کیا، اور خواہ کر بغیر ماں کے واسطہ سے تخلیق کیا، اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے واسطہ سے پیدا فرمادیا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا شاہکار ہے، وہ جس طرح چاہے کسی کو پیدا فرمادے مگر نہ اس کا عام قانون ٹری ہے کہ وہ انسان کو ماں اور باپ دونوں کے واسطہ سے پیدا فرماتا ہے جیسے اس کا ارشاد ہے۔ لے لوگو! اس







انہوں نے قرآنِ عظیم ہی میں خود ان کے نام بناد پیر و کاروں نے قرآنِ عظیم کے اس  
عقیدے کو بگاڑ کر اسی کو الٰہیت کو درجہ دے دیا۔ کسی نے نہ اگلا بیٹا کی بجائی سے  
تینوں میں سے قبیلہ تسلیم کیا اور کسی نے خود خدا کر دیا۔

عینی علیہ السلام  
بنو النعمان والیہ

اللہ نے فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نہ خدا تھے اور نہ خدا کے بیٹے۔ قُلْ عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ  
الْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنْكُمْ۔ تم سے بڑا کبر ایک بندہ جس پر ہم نے انعام کیا۔ آپ پر  
پیدا انعام تو تخلیق کے سلسلے میں بڑا کہ اللہ نے بغیر باپ کے اپنی قدرت کاملہ  
سے ان کو پیدا فرمایا، ان کی پیشکش بھی عجیب و غریب طریقے سے ہوئی۔ اللہ نے  
انہیں انجیل جیسی عظیم کتاب عطا فرمائی۔ اور آپ کے ہاتھ پر حیرت انگیز قدرت  
کا اظہار فرمایا۔ اور پھر سب پر انعام نبوت و رسالت سے کہ جس سے بڑھ کر کوئی  
منصب نہیں۔ لَا فَرَاغَ لَكُمْ مِنْهَا۔ مَثَلًا لِّبَنِي إِسْرَٰءِیْلَ۔ ہم نے آپ کو  
بنی اسرائیل کے لیے نمونہ بنا دیا۔ اس کی وضاحت سورۃ آل عمران میں موجود ہے۔  
وَرَسُولًا إِلَىٰ الْقِبْطِ۔ بَنِي إِسْرَٰءِیْلَ۔ (آیت ۴۴) اللہ نے آپ کو بنی اسرائیل  
کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ آپ کی نبوت بین الاقوامی نہیں بلکہ قومی تھی۔ بہر حال  
یہ اللہ کی طرف سے بہت بڑا انعام تھا۔ فَرَمَیْهِمْ وَأَوْفَاكَ وَأَوْفَاكَ  
مَلِکَ فِی الْأَرْضِ۔ یَخْطِفُونَ اور اگر ہم چاہیں تو تمہاری جگہ زمین میں  
فرشتے بنا دیں تو آگے بھیجے آتے رہیں۔ یہ اُس کی قدرت میں ہے کہ زمین پر  
فرشتوں کو نازل فرماتے۔ مگر اُس نے اپنی حکمت بالغہ سے عیسیٰ علیہ السلام جیسی  
بسیل القدر مقرر کر پیا کی تو اس میں تعجب کی کون سی بات ہے؟

نزل مسیح بطور  
اثر قیامت

بہر حال اللہ تعالیٰ نے یہاں پر عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق دو باتوں کا ذکر کیا  
ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ کو بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا، اور  
دوسری بات یہ کہ وَلَدْنَاهُ لِعِیْسَىٰ۔ لَمَّا عَذَبَ۔ بِشَکِّ۔ آپ قیامت کی  
نشانی ہیں۔ علم تو ثانی کر سکتے ہیں۔ اور عظیم این معنی کہ ایک ایسی چیز جس کے ذریعہ  
قیامت کا قریب الوقوع ہونا معلوم ہوگا۔ یعنی مسیح علیہ السلام کا نازل قریب قیامت



کی علامت ہوگا۔ اور یہ چیز آپ کی حیات کی دلیل ہے کہ آپ آسمان پر زندہ موجود ہیں اور قریب قیامت میں نازل ہوں گے۔

بعض مفسرین ذرات ہیں کہ اس آیت میں انشاء کی تفسیر قرآن کی طرف لڑتی ہے اور معنی یہ بنا ہے کہ مشک قرآن ایک علم ہے جس کے ذریعے وقوع قیامت کا پتہ چلتا ہے۔ انہوں نے قرآن پاک میں قیامت کا ذکر بجزرت کیا ہے بلکہ قرآن کریم کا ایک نفاذی حصہ قیامت کے وقوع پر ہی مشتمل ہے۔ تاہم اکثر مفسرین کا خیال یہ ہے کہ انشاء کی تفسیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لڑتی ہے یعنی مشک عیسیٰ علیہ السلام کی علامت کی نشانی ہیں جو کہ آپ کے دوبارہ نزول کی طرف ایک اشارہ ہے۔ امام ابن کثیر اور بعض دیگر مفسرین کرام کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام کے نزول کی روایات سنواریں جس کا مطلب یہ ہے کہ انشاء کثیر روایان کا مجموعہ پر مشتمل ہونا محال ہے۔ اس سے یہی اخذ ہوتا ہے کہ مسیح علیہ السلام قریب قیامت میں ضرور نازل ہوں گے اور حقیقت پر ایمان کے عقیدہ کا جزو ہے۔

حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے کیف اذا نزل فی کذا این مصر یس ہم وقت کی حالت ہوگی جب علی علیہ السلام تھا سے درمیان آگیا کہ طرف سے نازل ہوں گے آپ صاحب انفاد حاکم ہوں گے صلیب کو ترابوں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے۔ اُس وقت عجزیہ بوقوت ہو جائے گا کیونکہ اُس وقت اسلام کے سوا دینا یا پاک کونی دوسرے دین نہیں ہوگا اگر کوئی عیسائی اسلام قبول کرنے سے انکار کرے گا تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے تابع ہوں گے اور اسی کے مطابق فیصلے کریں گے۔ مسلم شریعت میں امام ابن ابی ذئب کی روایت میں آتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں حضور علیہ السلام کے نائب کی حیثیت سے آئیں گے اور قرآن و سنت کے مطابق فیصلے کریں گے۔ واقعہ معراج میں بھی موجود ہے کہ جب عالم بالا میں ایذا۔ عیسیٰ علیہ السلام کا اجتماع ہوا اور قیامت کا ذکر ہوا تو تمام نبیاء نے یہی کہا کہ ہمیں قوت

قیامت کے وقت کا علم نہیں ہے۔ اس مسئلے میں مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے قیامت کی گھڑی کے متعلق تو علم نہیں۔ البتہ اس قدر بیان ہوں کہ اللہ تعالیٰ قیامت سے پہلے مجھے زمین پر آداریں گے اور میں رجال کو قتل کروں گا۔ قریب قیامت کی نشانیوں میں خدایت رجال کے علاوہ خروج یاجوج ماجوج کا ذکر بھی قرآن میں موجود ہے۔ صحیحی رِاٰیَ کُفُتَ یَاجُوجَ وَمَاجُوجَ (الانبیاء: ۹۶) اسی طرح سورۃ صافات کی جانب سے طلوع ہونا، مشرق، مغرب اور جزیرۃ العرب میں شمس الارض یعنی زمین کا دھنس جانا، آگ کا عدن کے کنارے سے نکلنا اور لوگوں کو ٹانگ کر شام کی طرف لے جانا، وغیرہ علامات قیامت میں شمار ہوتی ہیں۔ انہیں نزول مسیح بھی اپنی نشانیوں میں شامل ہے۔

فَرِیَاقًا لَّسَمْعَدٍ یُّهَکِّمُ بَیْنَ قِیَامَتِکَ بَیْنَکَ بَیْنَ شَیْءٍ مِّنْ زَیْرٍ  
وَمَیْمَنَیْنِیْ اَوْرِیْیْرِیْ اِیَّتِیْ کَرَامَہُ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ یُّہِیْ سَبِیْحًا  
راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین، قیامت پر ایمان اور نزول مسیح کو قیامت کی علامت کے طور پر ماننا ہر اہل ایمان کے عقیدے میں داخل ہے۔ یہی سیدھا راستہ ہے جس شخص نے اس عقیدے کے خلاف کیا، وہ راہ راست سے بھٹک گیا۔

حیات مسیح علیہ السلام کے مسئلے میں قادیانوں نے بے بہت دلیل کہہ دی ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ فوت ہو چکے ہیں۔ اور جن احادیث میں نزول مسیح کا ذکر ہے اسے موجود ہے ان کی تاویل یہ کہتے ہیں کہ ان احادیث میں مذکور مسیح سے مراد مثیل مسیح ہے، جو ہر غلام اللہ کی صورت میں آچکا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام روح مسیح اکبر و دستر آسمان پر زندہ و قیوم ہیں اور قریب قیامت میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمین پر نزول فرمائیں گے اور یہاں پر عدل و انصاف قائم کریں گے۔ جن احادیث میں نزول مسیح کا ذکر آیا ہے وہ تراثر کا وہ چہرہ کہتی ہیں، لہذا ان میں کسی قسم کا شک یا تاویل کی کوئی گنجائش نہیں۔ حضرت مولانا اثر شاہ کشمیری نے اس موضوع پر کتاب لکھی ہے۔  
”عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام“ عربی زبان میں ایک ضخیم کتاب ہے۔

قادیانوں کا  
باطل عقیدہ



میں تمام متعلقہ اداویث کو جمع کر دیا گیا ہے۔ جس سے منہ بالکل واضح ہو جاتا ہے ہر حال  
یہاں پر علم سے مراد وہ چیز ہے جس کے ذریعے قرب قیامت کا پتہ چلتا ہے۔ اور  
مراد اس سے علوت اور نشانی ہے۔

شیطان کی  
سے بچاؤ

فرمایا سیدھا راستہ تو رہی ہے جو ایمان، توحید اور نیک کار راستہ ہے۔ وَلَا  
يَصْدَنَكُمْ الشَّيْطَانُ اُولَٰئِكَ هُمُ الرُّسُلُ اُولَٰئِكَ هُمُ الرُّسُلُ اُولَٰئِكَ  
عقیدہ قیامت سے متزلزل نہ کرے۔ اِنَّكُمْ لَعِنَ عَذَابٍ اَلِيمٍ یہ شک  
وہ تمہارا گھلا دشمن ہے۔ وہ ہمیشہ انسان کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے،  
لوگوں کا عقیدہ خراب کرتا ہے۔ شک ڈالتا ہے، لہذا اس سے ہوشیار  
رہنے کی ضرورت ہے۔

وَلَمَّا جَاءَ عِيسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ  
 بِالْحِكْمَةِ وَالْأَبِينِ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ  
 فِيهِ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۖ ﴿٦٣﴾ إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي  
 وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۖ ﴿٦٤﴾ فَاخْتَلَفَ  
 الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ ۖ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ  
 عَذَابٍ يَوْمَ الْيَوْمِ ۖ ﴿٦٥﴾ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ  
 أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۖ ﴿٦٦﴾  
 الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا  
 الْمُتَّقِينَ ۖ ﴿٦٧﴾

ترجمہ۔ اور جب آئے عیسیٰ علیہ السلام واضح نشانوں  
 کے ساتھ تو کہا جنوں نے تحقیق لایا ہوں میں تمہارے  
 پس حکمت، اور تاکہ میں بتاؤں تم کو بعض وہ چیزیں  
 جن میں تم اختلاف کرتے ہو۔ پس اُڑ جاؤ اللہ تعالیٰ  
 سے اور میری اطاعت کرو ﴿٦٣﴾ بیشک اللہ تعالیٰ ہی  
 وہ میرا پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار ہے،  
 پس اُنکی کی عبادت کرو، یہ ہے سیدھا راستہ ﴿٦٤﴾  
 پس اختلاف کیا مختلف فرقوں نے اپنے درمیان۔ پس  
 ہلکت ہے اُن لوگوں کے لیے جنہوں نے غلط کب



وہ دن کے غائب سے (۶۵) نہیں انتظار کرتے  
یہ لوگ مگر قیامت کا کہہ آجائے اُن کے پاس ایمان  
اور اُن کو خبر بھی نہ ہو (۶۶) دوست اُن دن بعض  
بعض کے لیے دشمن ہوں گے، مگر متقی لوگ (۶۷)

توحید، رسالت اور عباد کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا  
مشرکین کا اعتراض یہ تھا کہ اگر عابد اور معبودان باطلہ سب جہنم میں جائیں گے تو پھر مسیح  
علیہ السلام کا کیا سہنے کا کبر نہ اُن کی بھی تو لوگ پرستش کرتے ہیں، اسی طرح ملائکہ کے  
پہچاری بھی ہیں اور مذکورہ اصول کے تحت اُن کو بھی سزا ملنی چاہیے، اُن نے جواب  
فرمایا کہ یہ جھگڑا لوگ ہیں، نہ تو یہ حقیقت کو سمجھتے کی کرکشتش کرتے ہیں اور نہ  
ہی انصاف سے کام لیتے ہیں۔ ملائکہ اور عیسیٰ علیہ السلام نے تو کبھی لوگوں کو اپنی  
پرستش کا تحکم نہیں دیا، لہذا اُن کے صوف عابد جہنم میں جائیں گے، انہوں نے  
تو ہمیشہ لوگوں کو کفر اور شرک سے بچنے کی تلقین کی۔ یہ لوگ محض جھگڑا کر کے کی  
خاطر ایسی باتیں کرتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان بھی ہے کہ سب لوگ  
حقیقت کو چھوڑ دیتے ہیں، تو پھر جھگڑاتے ہیں میں مبتلا ہو جاتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے گذشتہ درس کی آیات میں مسیح علیہ السلام کی پوزیشن واضح کی  
کہ وہ تو ہمارے بندہ ہیں پر ہم نے انعام کیا، آپ کو نبوت و رسالت سے سرفراز  
فرمایا اور آپ کو بلند حیثیت عطا فرمائی اور آپ کو مہی اسرائیل کے لیے نمونہ بنایا  
آپ قریب قیامت کی نشانیوں میں سے ہیں جب دوبارہ زمین پر نازل ہوں  
گے تو لوگ سمجھ جائیں گے کہ اب قیامت آنے والی ہے، فرمایا قیامت کے  
بار سے میں شک نہ کرنا، میرا اتباع کرو کہ ہی سید عباد راستہ ہے، کبھی میلان  
نہیں اس صراطِ مستقیم سے ہٹاؤ گے۔

گذشتہ درس میں عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق دو باتوں کا ذکر ہو چکا ہے۔  
ایک یہ کہ آپ کو مہی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا اور آپ قیامت کی نشانی

ہیں۔ اس قسم کی بات یہ بیان ہو رہی ہے وَلَمَّا جَاءَ عِيسَىٰ بِآيَاتِنَا  
جِبِّ عِيسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ دَاخِلِ نِشَانِیوں سے کر دیا میں نے قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ  
بِآيَاتِ كُتُبَةٍ تَزَكِّيْكُمْ اور کیا کہ میں تمہارے پاس حکمت سے کر آیا ہوں۔ اس بات کا تعلق  
 آپ کی بعثت کے مقصد سے ہے۔ آپ نے آپس کے لیے دَاخِلِ نِشَانِیوں سے  
 نبیاست کا اطلاق معجزات پر بھی ہو سکتا ہے اور دلائل اور احکام پر بھی۔ اللہ تعالیٰ  
 نے انجیل کے ذریعے آپ پر احکام بھی نازل فرمائے اور دلائل بھی بھیجے۔ اور  
 ساتھ ساتھ بے مثال معجزات بھی عطا کیے۔ پھر خاص طور پر حکمت کا ذکر کیا کہ میں تمہارے  
 لیے حکمت بھی لایا ہوں۔ حکمت کا عام معنی دانائی کی باتیں ہیں یعنی ایسی کچھ باتیں  
 جن میں کسی قسم کا نقص نہ پایا جاتا ہو۔ حکمت ایک ایسی عظیم چیز ہے جس کے  
 متعلق خود خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے يُؤْتِيكَ الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاءُ ۚ وَمَنْ يُؤْتَ  
الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا (البقرة: ۲۶۹) اللہ تعالیٰ  
 جس کو چاہے حکمت عطا کرے۔ اور جس کو حکمت دے دی گئی، اس کو بہت بڑی  
 عطا ہو گئی۔ امام باکث فرماتے ہیں کہ حکمت سے مراد دین کو سمجھنا اور اس کا اتباع  
 کرنا ہے یعنی معرفة الدین و انفعاله فیہ دین کی معرفت رکھنے والا آدمی  
 ہر صحیح معنوں میں دانایا دانش ور ہے نہ کہ جھوٹی کمائیاں اور دُرائے رکھنے والا۔  
 سورۃ احزاب میں اللہ نے ازواج مطہرات کو خطاب کر کے فرمایا ہے وَاذْكُرْنَ  
مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ (آیت: ۲۴) اور  
 یاد کرو جو تمہارے گھروں میں اللہ کی آیتیں اور حکمت پڑھی جاتی ہے۔ حکمت سے  
 مراد حضور علیہ السلام کی سنت مضبوطہ ہے۔ جس پر آپ اپنی زندگی بھر عمل پیرا رہے  
 بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ حکمت سے مراد وہ عقلیہ اور دانا آدمی ہے جو متعلق کریمت  
 حق و باطل میں امتیاز کر سکتا ہو اور دین کے اصولوں اور اس کی تفصیلات پر عبور رکھتا  
 ہو۔ بعض حکمت کا مفہوم یہ بتلاتے ہیں کہ افضل الاشیاء کو افضل العلوم کے ذریعے  
 جانتا حکمت ہے۔ افضل چیز اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کی صفات، اس کے اسمے



مبارک اور اس کی توحید ہیں۔ اور افضل العلم وہ علم ضروری ہے جو اللہ تعالیٰ کی تخلیق  
 کی شہادت میں حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح شبہ خان کی سنگاریوں کی پہچان کو بھی حکمت  
 سے تعبیر کیا گیا ہے۔ بہر حال عینی نے کہا کہ میں تھکے پاس حکمت سے کر آیا ہوں۔  
 پھر آپ نے جو حق بات یہ فرمائی وَلَا سَبِيْنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِعُونَ  
 فِيْهِ اور نہ کہ میں تمہیں بعض وہ باتیں بتا دوں جن میں تم اختلاف کرتے ہو مختلف  
 شائع میں بعض احکام تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ پناچہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی بعض  
 چیزوں میں ترمیم کر دی گئی اور بعض کو غائب کر دیا گیا اور ان کی جگہ نئے احکام نازل ہوئے  
 اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں شریعت موسیٰ کی بعض احکام چیزوں کو  
 حلال قرار دے دیا گیا۔ سورۃ آل عمران میں جہاں عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے فرائض منصبی  
 کو ذکر کیا ہے وہاں یہ بھی فرمایا کہ میری بعثت کا ایک مقصد یہ بھی ہے وَرَبِّكَ  
 لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي حَبَّرَ عَلَيْكُمْ (آیت ۵۰) تاکہ میں اللہ کے حکم سے  
 تم پر بعض وہ چیزیں حلال کر دوں جو پہلے تم پر حرام تھیں۔ بہر حال یہاں پر بعض  
 اختلاف امور کا ذکر ہے کیونکہ مختلف شائع میں تمام احکام یکسر نہیں جہاں ٹپے  
 جاتے بلکہ ان میں سے بعض احکام کو تبدیل کیا جاتا ہے جن کی خاص تعلیمت ہوتی ہے۔  
 اس حصہ آیت سے یہ بات بھی ترشح ہوتی ہے کہ ان کے دین، اخلاق  
 اور عمل سے متعلق امور کی وضاحت ہر نبی کے فرائض منصبی میں شامل رہی ہے۔ البتہ  
 تمام دنیوی امور کے متعلق وضاحت کرنا نبی کے لیے ضروری نہیں کیونکہ یہ کام  
 لوگ اپنی عقل اور تجربے کے ذریعے سمجھتے ہیں اور ان کو انجام دیتے ہیں۔ نبی علیہ السلام  
 کا فرمان بھی ہے اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُورِ دُنْيَاكُمْ یعنی دنیا کے معاملات  
 تم بہتر سمجھتے ہو۔ لہذا مجھے بتلانے کی پھر ضرورت نہیں۔ بہر حال عیسیٰ علیہ السلام  
 نے بھی فرمایا کہ میرے لیے ضروری ہے کہ میں تمہارے درمیان اختلافی امور کو کھول  
 کر بیان کر دوں۔ تمہارے عمل، اخلاق، اصول اور عبادت میں جو خرابیاں پیدا ہو گئیں  
 ہیں ان کو بیان کر دوں۔

اختلافی امور  
 کی وضاحت

آپ نے قول فرمایا ہے: وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ اور یہی اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور  
میری بات مانو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا یہ مطلب ہے کہ انسان کفر و شرک، کبار و  
صغائر اور غنائی و فراقی سے بچ جائے۔ اور نہ ہی کی امانت و اصل اللہ کی امانت  
سے منقطع ہو جائے۔ وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهَوْنَ۔ انہوں نے رسول  
کی امانت کی امانت میں سست و سستی کی۔ امانت کی امانت  
فراموش ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا: إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى وَرَبُّكُمْ  
یہ شک میرا اور تمہارا پروردگار اللہ ہے۔ ربوبیت کا معنی کسی چیز کو بدستور  
حد کمال تک پہنچانا ہوتا ہے۔ اور اس کا سب سے بڑا منظر خود انسان ہے جس  
کی تخلیق کے مختلف مراحل، اُس کے بچپن، جوانی اور پھر بڑھاپے کا ذکر اللہ نے  
قرآن کے مختلف مقامات پر کیا ہے۔ انسان خود اپنے وجود پر ہی نظر ڈالے  
تو اسے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت سمجھ میں آسکتی ہے۔ اس کے علاوہ ہر پھول سے  
پھول چیز سے لے کر بڑے بڑے حیوانات، نباتات، جمادات و معدنیات  
ہر چیز کو حد کمال تک پہنچانا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور اس نصرت میں اس  
کو کوئی شریک نہیں۔ جب ہر چیز کا رب وہی ہے فَاعْبُدُوهُ تو پھر عبادت  
بھی اسی کی کرو، اس میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرو هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ  
یہ سیدنا راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے شرک سے پاک ہے۔ نہ اس کی ربوبیت میں  
کوئی شریک ہے، نہ خالقیت میں اور نہ الوہیت میں سُورَةُ مَائِدَةٍ اللہ تعالیٰ  
نے مسیح علیہ السلام کا یہ قول نقل کیا ہے إِنِّي مَرْسَلٌ بِالشَّرْكِ بِاللَّهِ فَقَدْ  
حَدَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ (آیت ۷۲) جس نے اللہ کے ساتھ شرک  
کی اس پر اللہ نے جنت کو حرام کر دیا، اور اُس کو اللہ کا دوزخ میں ہونے کا غرض  
عیسیٰ علیہ السلام جب اس دنیا میں رہے لوگوں کو صراطِ مستقیم کی طرف ہی دعوت  
دیتے تھے۔

اس دعوت کے جواب میں فَاخْتَلَفَ الْأَعْرَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ





جس میں یہ لوگ جکڑے ہیں۔ اللہ نے یہاں پر فرمایا فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ  
عَذَابٍ کوٹھڑا کیسی پس بدگست اور بربادی ہے ان لوگوں کے لیے جنہوں نے  
 ظلم کیا دروناک دن کے عذاب سے۔ اس سے مراد قیامت والا دن ہے۔ جب  
 مجرم لوگ دروناک عذاب کا شکار ہوں گے۔ ظلم کی ابتداء بتیہ کی یعنی کفر اور شرک  
 سے ہوتی ہے اور پھر اس میں ظلم و جور۔ حق تعالیٰ معامی اور دیگر مظالم شامل ہو جاتے  
 ہیں۔ اللہ نے فرمایا، ایسے لوگوں کو قیامت کے دن بدگست و بربادی کا سامنا  
 کرنا پڑے گا۔

قیامت  
 انشاء

فرمایا حقیقت واضح ہو جانے کے باوجود اگر یہ لوگ ایمان نہیں لاتے  
 تو پھر کس چیز کا انتظار رہے گا؟ يَحْسَبُ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ لَا يَنْظُرُونَ  
 کرتے یہ لوگ مگر قیامت کو ان تا ہی نہیں بختہ کہ آجائے ان کے پاس  
 ایسا ہی و شہر لا یستعدون اور ان کی یہ بھی نہ پہلے۔ فرمایا اب تمام دلائل  
 معجزات، احکام اور ہدایت کے تمام ذرائع آپکے ہیں اور صرف قیامت کا آنا باقی  
 ہے جس کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اور ان کے لیے ایمان لانے کا کوئی  
 موقع باقی نہیں ہے گا۔ اس قیامت سے مراد قیامت صغریٰ اور کبریٰ دونوں مراد ہیں  
 قیامت صغریٰ تو ہر شخص کی موت پر واقع ہو جاتی ہے۔ جیسے فرمایا مَنْ مَاتَ فَقَدْ  
قَامَتْ قِيَامَتُهُ جس کی موت واقع ہو گئی اس کی قیامت برپا ہو گئی۔ یہ قیامت  
 صغریٰ ہے جو ہر نفس پر واقع ہوتی ہے۔ اس کے وقوع کا بھی کسی کو علم نہیں اور  
 عام طور پر یہ بھی ایسا کم ہی آتی ہے اور انسانی کا کام تمام ہو جاتا ہے۔ پھر بد زنج  
 کی زندگی شروع ہو جاتی ہے اور قبر میں ابتدائی سوال و جواب کی منزل آ جاتی ہے  
 قیامت کبریٰ جو کہ پوری کائنات کے لیے اجماعی قیامت ہے۔ وہ بھی ایسا کم  
 ہی آئے گی اور کسی کو سمجھنے کا موقع بھی نہیں ملے گا۔ تو فرمایا کیا یہ لوگ قیامت کا  
 انتظار کرتے ہیں کہ وہ برپا ہو اور حساب کتاب اور جزائے عمل کی منزل آئے۔  
 جب وہ موقع آجائے گا تو پھر کفار و مشرکین کا کوئی عذر قابل سموع نہیں ہوگا۔ ان



دارالعمل سے نکل کر دارالعباد میں پہنچ چکے ہوں گے، اُس وقت لوگ دنیا میں واپس آئے،  
 دیکھیں گے اور نیک اعمال انجام دینے کی خواہش کریں گے مگر کچھ شغوائی نہیں ہوگی اور  
 میرا ایک کو اس کے اعتقاد و اعمال کا جھگڑا کرنا ہوگا۔

فرمایا قیامت کے دن کیا ہوگا؟ الْأَخِلَاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ  
عَدُوٌّ اُس دن دنیا میں ایک دوسرے کے دوست دشمن بن جائیں گے۔ مشکل  
 کے وقت کوئی ایک دوسرے کی دنیا کے لئے جگہ دیکھتی دُشمنی میں بدل جائیگی  
إِنَّ الْمُشَفِّعِينَ سِوَايَ اللَّهِ اور پرہیزگار لوگوں کے کہ جن کی دیکھتی قیامت کے  
 دن میں قائم رہے گی۔

محبت کی  
 چار قسمیں

شیخ ابن عربی فرماتے ہیں کہ محبت کی چار قسمیں ہیں یعنی روحانی، قلبی، عقلی اور  
 نفسانی۔ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن روحانی اور قلبی محبت تر قائم رہے گی جب  
 کہ عقلی اور نفسانی محبت ختم ہو کر دشمنی میں تبدیل ہو جائے گی، فرماتے ہیں کہ جو روحیں  
 عالم ارواح میں ایک دوسری کے ساتھ متعارف تھیں، وہ دنیا میں گمراہی آپس  
 میں محبت اور الفت کا سلوک میں کریں گے، اور ان کی یہ روحانی محبت برزخ  
 اور آخرت تک قائم رہیگی حضور علیہ السلام کا فرمان بھی ہے الْأَرْوَاحُ جُسُودٌ  
يُجَنَّدُ جو روحیں ایک لشکر میں، جو عالم ارواح میں متعارف تھیں، ان کے مابین  
 دنیا میں بھی آپس میں محبت کریں گے اور ان کی دوستی عالم برزخ اور قیامت کے دن  
 بھی قائم رہے گی، ان میں انبیاء، اولیاء، صلحاء، اہل فناء اور شہداء کی روحیں شامل ہیں۔  
 فرمایا قلبی محبت اچھے اخلاق، اچھی سیرت، صحیح اعتقاد اور عمل صالح پر  
 مبنی ہوتی ہے۔ جو ایسا نادر، نیک اور صالح آدمی جس کی خاطر ایک دوست  
 سے محبت کرتے ہیں۔ ان کے پیش نظر کوئی دنیوی لالچ نہیں ہوتا ان کی محبت  
 میں جس قیامت کے دن کوئی فرق نہیں آئے گا اور وہ اپنی جگہ قائم و دائم رہیں گے۔  
 فرمایا تیسری محبت عقلی محبت ہے جس کا دار و مدار امور معاش پر ہوتا ہے۔  
 اس محبت کا دار و مدار دین و دنیا کی شراکت پر ہوتا ہے۔ لوگ ایک جگہ کام کرتے ہیں۔





يُعْبَادُ لِأَخْوَفَ عَلَيْكُمْ الْيَوْمَ وَلَا أَنْتُمْ تَخْزُونَ ③  
 الَّذِينَ آمَنُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا مُسْلِمِينَ ④ ادْخُلُوا  
 الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ ⑤ يُطَافُ  
 عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِنْ ذَهَبٍ وَأَكْوَابُ وَفِيهَا  
 مَا تَشْتَهُيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ وَأَنْتُمْ  
 فِيهَا خَالِدُونَ ⑥ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا  
 بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ⑦ لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ  
 كَثِيرَةٌ مِنْهَا تَأْكُلُونَ ⑧ إِنَّ الْمُجْرِمِينَ  
 فِي عَذَابٍ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ⑨ لَا يُفَرِّجُهُمْ  
 فِيهِمْ فِيهِ مَبْلِسُونَ ⑩ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ  
 شَيْئًا كَانُوا هُمْ الظَّالِمِينَ ⑪

ترجمہ: اے میرے بندو! تمہیں خوف نہ ہو آج کے  
 دن اور نہ تمہاریں ہو گئے ③ وہ جو ایمان لائے ہماری  
 آیتوں پر اور تمہیں وہ فراموش نہ ④ راتہ فرماتے کہ  
 داخل ہو جاؤ جنت میں تم اور تمہاری بیویاں تمہاری عزت  
 کی بات کی ⑤ پھر بے جاؤ گئے اُن پر پیارے موتے  
 کے اور ٹھاس اور اُن (پیشہروں) تک وہ چیز ہوگی جس کو

یابیں گے نفس۔ اور طعت اٹھائیں گی جن سے آنکھیں۔ اور  
 تم اُن میں ہمیشہ رہنے والے ہو گے ④ اور میں ہے وہ جنت  
 جس کا تعمیر، وارث بنایا گیا ہے تمہارے کردار اعمال کے  
 عوض ⑤ تمہارے لیے اسی جنت میں چل ہوں گے  
 بہت جن میں سے تم کاڑ گے ⑥ بیشک گنہگار  
 لوگ جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے ⑦  
 نہ ہلکا کیا جائے گا اُن سے اور وہ اُن میں پائرس  
 ہوں گے ⑧ اور نہیں غلم کیا ہم نے اُن پر۔ مگر  
 تھے وہ خود ہی غلم کرنے والے ⑨

ربط آیات

پہلے اللہ تعالیٰ نے توحید کا ذکر اور ساتھ مشرکین کا رد فرمایا۔ پھر نبوت رسالت  
 کے سلسلہ میں پہلے موسیٰ علیہ السلام اور پھر عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر اور اُن کی بعثت کا قصہ  
 واضح کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الزمان کر جو لوگ شرک میں مبتلا ہوئے اُن کا انجام  
 بیان فرمایا۔ پھر ایسے لوگوں کی ضد اور ہٹ دھرمی کے بارے میں فرمایا کہ اب یہ  
 قیامت کے منتظر ہیں جو اچانک آجائے گی اور اُن کو پتہ بھی نہیں چلے گا۔ اس وقت  
 رگ ایک درخت کے دشمن بن جائیں گے اور ایک دوسرے کی صورت دیکھ  
 بھی پسند نہیں کریں گے۔ ایسا جو لوگ کفر، شرک، معاصی اور بدعتیہ کی سے پہنچے  
 سچے۔ اُن کی دوستی قیامت والے دن بھی قائم رہیگی۔ وہ یہ سہت کہ دنیا میں اُن کی دوستی  
 معاش و خواہشات نفسانہ کی بنیاد پر نہیں تھی بلکہ نفسِ رضا کے اپنی اور روحانی مناسبت  
 کی وجہ سے تھی۔

آپ اُن کے درس میں پہلے اہل جنت کی زندگی اور اُن کو ستے والے نعمات  
 کا ذکر کیا گیا ہے اور پھر گنہگاروں کی جہنم رسیدگی کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ ارشاد  
 ہوتا ہے یَعْبَادُ لَا خَوْفَ عَلَیْكُمْ مِنَ الْمَوْتِ میرے بندو! اُن کے دن  
 تم پر خوف یا ڈر نہیں ہے۔ تم اپنے امتحان میں کامیاب ہو کر اللہ کی رحمت کے تمام

جنت کی  
 بے خوفی  
 حزن زندگی



میں پہنچ چکے ہو۔ اب تمہیں مستقبل میں کسی جہان یا روحانی تکلیف کا کوئی خطرہ نہیں بلکہ تم  
 ہمیشہ کے لیے امن و سکین، آرام و آسائش اور سرور و فرحت کی زندگی بسر کرنا سکے۔  
 دنیا کی زندگی میں انسان کتنا ہی خوشحالی ہو مگر وہ مستقبل کے کسی نہ کسی خطرے میں غور و چار  
 ہو رہا ہے۔ کسی نعمت کے تھیں جانے کا خطرہ ہوتا ہے، کبھی صحت کی طرف سے پریشانی  
 کہیں کسی مالی و جہانی نقصان کا اندیشہ، جوانی اور چہرہ عمر کی بیت جاسنے کی فکر وغیرہ بہت  
 ہی چیزیں ہوتی ہیں۔ جن کی وجہ سے انسان کسی نہ کسی وقت پریشان ہو جاتا ہے۔ مگر  
 جو شمس جنت میں پہنچ گیا، وہ ہمیشہ کے لیے امن ہو گیا۔ اُسے مستقبل کے کسی نقصان  
 کا کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ فرمایا وَلَا تَحْزَنُوا اور نہ ہی تم غمگین ہو گے۔  
 خوف اور غم میں یہ فرق ہے کہ خوف کسی آنے والی مشکل کی وجہ سے لاحق ہوتا ہے  
 جب کہ غم کسی سابقہ کارکردگی کی بنا پر ہوتا ہے۔ فرمایا تمہاری سابقہ زندگی میں جو کچھ  
 کفر، شرک اور معاصی سے پاک گزری ہوگی لہذا تمہیں اُس زندگی کے اعمال پر کوئی  
 غم بھی نہیں ہوگا کہ فلاں غلط کام کیوں کیا۔ یہ مخلوق اس کے جو لوگ دنیا کی زندگی میں  
 کفر اور شرک میں مبتلا ہے، نفاق اور کھادک غلطیوں میں جھپکتے ہے، انہیں اُس  
 زندگی پر غم اور افسوس ہوگا کہ انہوں نے اُس زندگی کو ضائع کر دیا۔ اور آخرت کے لیے  
 کوئی ترشہ تیار نہ کر سکے۔ الغرض! فرمایا کہ قیامت آنے دن جن نعمتوں کی وہ مستیاں  
 قاصر رہیں گی انہیں رزق مستقبل کا کوئی خوف ہوگا۔ اور نہ وہ سابقہ زندگی پریشان ہوئے  
 فرمایا یہ بشارت اُن لوگوں کے لیے ہے الَّذِينَ آمَنُوا بِآيَاتِنَا  
 جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے۔ آیات میں احکام، مسائل، اولاد، معجزات وغیرہ  
 تمام ایمانیات شامل ہیں۔ تو فرمایا خوف و غم کے مستثنیٰ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ  
 کی ذات، اُس کی صفات، اُس کے افعال، مواضع، کتب و مواضع، قیامت کے دن  
 اور تقدیر پر ایمان لائے یعنی دل سے ان چیزوں پر یقین کیا اور زبان سے ان کا اقرار  
 کیا۔ قلبی یقین کے ساتھ ساتھ زبانی اقرار بھی ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر ایمان  
 کی زبان نہیں ہوتی۔ فرمایا ایک تروہ ایمان لائے اور دوسری بات یہ کہ وَكَاذِبُوا

صَلِّیْنَ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبرار ہیں جسے اللہ کے برگزیدہ ہیں، وہ جہنم سے  
 نفیل کرتے ہیں۔ نبی کو انعام دیتے ہیں اور عیادت سے نیکتے ہیں، گویا یہ بشارت  
 یہی لوگوں کے لیے ہے وَالَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَفْضُوا  
رَحْمَةً مِّنْ رَبِّهِمْ۔ اس جہنم کے کیا کہ ہمارے رب اللہ ہے اور پھر اس بات پر متعین ہے  
 وہی پر رحمت کے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور خوشخبری دیتے ہیں کہ ثواب نہ کھانا، اور  
 نکلیں نہ ہو، اور اس جنت کی بشارت سنو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

پھر ان سے کہا جائے گا: ادْخُلُوا الْجَنَّةَ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ اور  
 تمہاری بیویاں جنت میں داخل ہو جائیں، جب کسی نیک آدمی کو جنت کی خوشخبری دی  
 جائیگی تو اس کے ساتھ اس کی بیوی کو بھی ساتھ ہی جنت میں بھیج دیا جائے گا۔ اگرچہ  
 اس کے اعمال قدرے کم ہی ہوں۔ مگر یہ اہل ایمان کی قدر دانی ہوگی کہ ان  
 کی بیویوں کو بھی ان کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ اس قسم کی خوشخبری سورۃ المؤمن میں بھی  
 بیان ہوئی ہے۔ وہاں پر مائیں عرش فرشتوں کی دعا ذکر ہے کہ وہ اہل ایمان کے  
 لیے اس طرح دعائیں کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! انہیں اپنے کے باغوں  
 میں داخل فرما جن کا تو نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے۔ اور نہ صرف ان کو بلکہ وَصَاحِبِ  
صَلٰی مِنْ اٰتٰیہُمْ وَاَزْوَاجُہُمْ وَذُرِّیَّہُمْ راہیت۔ ان کے  
 آباء و اجداد، بیویوں اور اولاد کو بھی جنوں نے اپنے اعمال انعام دیے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ  
 فرمے گا کہ تم اور تمہاری بیویاں جنت میں داخل ہو جاؤ وَنُفِثَ مِنْ قَمَرِہُمْ کی  
 عزت افزائی کی جائے گی۔ تمہارا احترام ہوگا، کسی قسم کی زہنی یا جسمانی گرفت نہیں  
 ہوگی۔ اور نہ ہی کسی غریبی و فقر میں کا خطرہ ہوگا۔

آئیے اللہ تعالیٰ نے جنت کی بعض نعمتوں کا تذکرہ فرمایا ہے، چہ اہل جنت  
 کو حاصل ہوں گی۔ فَرِیادٌ یَّطْفِئُ عَنْہُمْ دیکھنا وہ صحت و کھانہ  
 قوال کو اب پیچھے رہ جائیں گے ان پر سونے کے پیالے اور انوار سے مصافحہ  
 منے رکابیاں، پیالے یا پیچھے ہیں اور ان کو اب مشروب است کے لیے استعمال ہونے

سورۃ یٰسین  
 کے پانچویں



کے ہر سنا یا خوب کرکتے ہیں یہ طلب یہ سب کو اہل جنت کو ملے گا۔ انوں میں  
 خورد و نوش کی اشیاء پیش کی جائیں گی۔ تھیری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سر اعلیٰ  
 درجہ کے بھنی سے بیٹے سات لاکھ تاسع ہزار ہوں کے جو انہیں کی خدمت لدا لیا،  
 کی قربانی کے سیت چھ وقت ساعد ہوں کے اور چھری بھی سب کرم برتوں میں لگا دینا  
 نجات لڑھوں اور نجات لڑا نقب پرستوں پرستوں جس سے جنتی لوگ مستفید ہوں گے  
 روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ ہر برتن میں بھنی کی خواہش کے مطابق بیڑہ موجود ہوگی۔  
 یہاں بھی فرمایا ہے۔ **وَقِيلَ يَا أُولَئِكَ مَا كُنْتُمْ لَكُمْ سَعِدَ كُمْ بَرَكَاتُ**  
**بِرْوَاهِمْ بَرَكَاتُ بَرَكَاتُ بَرَكَاتُ بَرَكَاتُ بَرَكَاتُ بَرَكَاتُ بَرَكَاتُ بَرَكَاتُ**  
**بَرَكَاتُ بَرَكَاتُ بَرَكَاتُ بَرَكَاتُ بَرَكَاتُ بَرَكَاتُ بَرَكَاتُ بَرَكَاتُ بَرَكَاتُ**  
 اعلیٰ انداز ہوں گی۔ یعنی وہ نام لڑ بھی جنت میں موجود ہوں گے۔ ان سے انسان کی  
 آنکھیں سرور حاصل کرتی ہیں۔ ان پرست کے وہ نام لڑ بھی جنت میں جنتی لوگ کیونکر ہوئے  
 مافک سے لڑا نکلیں خوش نہیں ہوتیں۔ بخیر جنت میں اہل جنت کے بیٹے ہر نعمت  
 میسر ہوگی جس کے ذریعہ ان کے طبعی آقا سے پرست ہوتے ہوں یا جو قصب کی  
 خوشی و مسرت کو باعث بن سکتے ہوں فرمایا **وَأَنْتُمْ كُنْتُمْ كُنْتُمْ كُنْتُمْ كُنْتُمْ كُنْتُمْ**  
**وَأَنْتُمْ كُنْتُمْ كُنْتُمْ كُنْتُمْ كُنْتُمْ كُنْتُمْ كُنْتُمْ كُنْتُمْ كُنْتُمْ كُنْتُمْ**  
 والو! اتم نعمت کے اس مقام میں ہمیشہ رہنا کہ کے لئے رب کے اور وہاں سے  
 کبھی نہ ملے نہیں جاتو سکے۔

مسلم شریف میں حضرت حذیفہؓ کا واقعہ آتا ہے کہ آپ نے ایران کے  
 سفر کے دوران کسی مٹی کی سیال پانی طلب کیا تو انہیں سے چاندی سے آجودانہ میں  
 پانی پیش کیا۔ آپ نے پھینک دیا اور دوبارہ پانی طلب کیا۔ وہ پھر  
 چاندی کے برتن میں پانی لایا کیونکہ ان کا طریقہ تھا کہ وہ بڑے آئینوں کو سونے چاندی  
 کے برتنوں میں اشیاء خورد و نوش پیش کرتے تھے۔ حضرت حذیفہؓ نے پانی ہ  
 وہ برتن پھینک دیا کہ حضور علیہ السلام فرماں ہے **لَا تَشْرَبُوا مِنْ**  
**الْمَذْهَبِ وَالْفَضَّةِ وَلَا تَأْكُلُوا مِنْ صِحَائِهَا فَإِنَّ لَهَا فِي**  
**الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَئِيمًا** والو! سونے چاندی کے

برتنوں میں صحت کا ذخیرہ ہو، کیونکہ یہ دنیا میں کافروں کے لیے ہیں اور آخرت میں جہنم کے لیے ہیں۔ آخرت میں کافران سے محروم رہیں گے، حضور علیہ السلام کا قربانی یہ بھی ہے کہ جو آدمی سونے چاندی کے برتن میں پانی پیئے ہے، فانی ہو جائے جو جہنم کی دھندلہ نار جھنڈی میں ایسا شخص پٹ پٹ میں روزی کی آگ ڈالنا ہے۔

سونے چاندی کے زیورات کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ سونا مرد کے لیے تو قطعاً حرام ہے البتہ وہ ایک مشغال و ساز سے تین مہینے تک چاندی کی انگوٹھی پہن سکتا ہے۔ تاہم عورت کے لیے سونے چاندی کے زیورات پہننا جائز ہے۔

---

حیات تک سونے چاندی کے

برتن استعمال کرنے کا سوال ہے تو فقہانے کرام فرماتے ہیں کہ یہ مرد اور عورت دونوں کے لیے منہوش ہیں۔ بعض اوقات ٹکڑی یا کسی دیگر وجہات کا بنا ہوا برتن ٹوٹ جاتا تو اس کو جوڑنے کے لیے سونے یا چاندی کا ٹاکہ لگا دیا جاتا ہے یا سونے چاندی کی تار سے باندھ دیا جاتا ہے۔ اس مسئلے میں امام مالک نے ایسے برتن کے استعمال کو بھی ناجائز کرتے ہیں، البتہ دوسرے فقہانے کرام ایسے برتن کو جائز قرار دیتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت انسؓ کے پاس ایک ٹکڑی کا پیلا تھا جو ٹوٹ گیا تو اس کو سونے یا چاندی کا پتلا لگا کر جوڑ دیا گیا تھا۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس پیالے میں حضور علیہ السلام کو ہر قسم کے مشروب پلائے ہیں ماس سے یہ جوڑ بھی نکلتا ہے کہ اگر کسی شخص کا وراثت ٹوٹ جائے تو اس کو سونے یا چاندی کے تار کے ساتھ جوڑا جاسکتا ہے۔ ایک صحابی کی ناک کسی جنگ میں گٹ گئی تھی۔ پٹ اس کو چاندی کے ساتھ جوڑا گیا تو یہ جوڑتی تھی۔ پھر سونے کی ناک لگائی گئی تو کام لے گئی۔ پھر حال سونے چاندی کا اس قسم کا استعمال تو درواہ ہے مگر سونے چاندی کے برتن استعمال کرنے کی قطعاً ممانعت ہے۔

اس سے یہ مسئلہ بھی اٹھ برآتا ہے کہ جب سونے چاندی کے برتن استعمال نہ ہوں تو ان کو پینے یا سونے کے ساتھ بھی درست نہیں۔ ایسے برتن کو باقی حیرت کر دینا



چاہیے یا کسی دوسری جنس میں تبدیل کر دینا چاہیے، یہی حکمِ تعویذ ہے۔ مجسما یا تمام کے لیے یہی ہے۔ ریشم کے متعلق حکم یہ ہے کہ اصلی ریشم جو لیسڑ سے لی ٹوڑی سے نکالا جاتا ہے وہ مردوں کے لیے ناجائز اور مکرر توں کے لیے جائز ہے۔ البتہ جنت میں ریشم کا لباس مرد و زن سب کے لیے ہوگا۔ کیونکہ اللہ کا فرمان ہے **وَلِبَاسُكُمْ فَتَمُرُّ مِنْكُمْ** (دقائق: ۲۳) جنت میں جنتیوں کو خالص ریشم کا لباس پہنایا جائے گا۔

من بعد  
اشیا

فرمایا کہ جنت میں ہر مرنے والا چیز میسر ہوگی۔ ہر جنتی کی ہر جائز خواہش پوری کی جائیگی۔ اور یہ بات طے شدہ ہے کہ جنت میں کوئی بری خواہش پیدا ہی نہیں ہوگی۔ لہذا انسان کی ہر خواہش پوری ہوگی۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک دیہاتی نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میں اونٹوں کو بہت پسند کرتا ہوں کیا مجھے یہ جائز جنت میں بھی میسر ہوئے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تمہاری یہ خواہش پوری کی جائیگی۔ اسی طرح ایک شخص نے عرض کیا حضور! مجھے کھیتی باڑی کا بڑا شوق ہے کیا میں یہ شوق جنت میں بھی پورا کر سکوں گا؟ فرمایا تو نہی کرئی شخص کا شوق کی خواہش کا اظہار کرے گا۔ تو اس کے سامنے قرآن زمین تیار کی جائیگی، اُس میں شخم بڑی ہوگی، فصل اُگ کر پھٹی ہوگی اور پک کر تیار ہو جائیگی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے فصل کر کاٹ کر آج کے ڈمیر لگا دیے جائیں گے اور اس طرح تمہاری یہ خواہش بھی پوری ہو جائے گی۔ وہاں کسی موسم یا بارش کا انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ جبکہ سارا عمل آٹا آٹا مکمل ہو جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمانے کا۔ اُسے ایسی اوسم! تمہاری یہ خواہش بھی پوری کر دی گئی ہے۔

حضور یغایہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک صحابی سے فرمایا کہ اصل چیز جنت کا ذخیرہ ہے اگر وہ تمہیں میسر آگیا تو پھر تمہاری ہر خواہش پوری ہوگی۔ اگر چاہو گے تو یا قرست کے گھوڑے پر سوار ہو کر جہاں چاہو گے جا سکو گے۔ وہ تمہیں نہایت تیز رفتاری کے ساتھ اڑائے جائے گا حتیٰ کہ لاکھوں میل کا فاصلہ طے کر رہو گے مگر نہ کوئی تھک و سٹ اور نہ کسی حادثے کا خطرہ ہوگا۔

ارشاد ہو کہ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا فِيهَا ہے وہ جنت جو تم کو وراثت میں دی گئی ہے لِيَاْكُم مِّنْهَا ثَمَرُهَا تَحْمَلُونَ اُن اعمال کے لئے ہیں جو تم ان کا مہر دیتے تھے اگرچہ جنت میں داخل ایمان کی بنیاد یہ ہوگا لیکن ایمان کے ساتھ اعمال کا ہونا بھی ضروری ہے کہ کون کون سا درخت اور مرتبہ تو اعمال کی وجہ سے ہی حاصل ہوگا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے جہاں بھی کامیابی کا ذکر کیا ہے۔ وَالَّذِينَ الَّذِينَ أَقْنَوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ (البینۃ) کی شرط لگائی ہے۔ اور جنت کی وراثت کا مطلب یہ ہے کہ یہ نئی نسل اللہ کے مہدائے حضرت آدم علیہ السلام کی میراث ہے جنہیں اولاد جنت میں رکھا گیا اور پھر زمین چھوٹا کر دی گئی۔ آپ کو آدم علیہ السلام کی یہ میراث ایمان اور اعمال کا کوئی وجہ سے ملے گی۔

فرمایا اُس جنت میں لَا يَجِدُ فِيهَا مَا كَانَتْ تَشْتَاتُ تمہارے لئے بہت سے پھل ہوں گے وَمِنْهَا مَا كَانَتْ تَكُونُ جن میں سے تم کھاؤ گے۔ یہ پھل سدا بہار ہوں گے اور کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ جو بھی کسی درخت سے کوئی پھل توڑا جائے گا، اُس کی جگہ فوراً دوسرا پھل آجائے گا اور اس طرت یہ لائق ہی سلسلہ جاری ہے کہ جب کوئی پھل کسی پھل کی خواہش کرے گا، درخت جھاک کر اُس کے قریب آجائے گا اور وہ اسے آسانی کے ساتھ توڑ کر کھائے گا۔

کھانا  
کو انعام

ترجمہ کے بعد اب اہل آیت میں توجہ دے کر بھی بیان کیا ہے إِنَّ الْجَنَّةَ حِينِ فِي عَذَابٍ جَهَنَّمَ خَلِدُونَ بے شک مجرم اور گنہگار لوگ جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے دنیا میں کفر، شرک، انفاق اور کافہ کا مشہور اختیار کیا اور کپاڑ و صفا نر کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اُن کے لئے جنت عذاب ہوگا لَا يَخَفُ قَرُّهُمْ جو ان سے جدا بھی نہیں کیا جائے گا، پھر متواتر تیزی سے رہیں گے۔ اس کا نتیجہ ہوگا وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ کہ وہ اس عذاب میں آس توڑ نہیں گئے یعنی دایوس ہو جائیں گے کہ اب یہاں سے نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ سورۃ الشوریٰ میں گونہ پرچہ ہے کہ جب ظالم لوگ



غلاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ یَعْرِضُ لَكُمُ الْوَيْدَانَ ۖ وَالْجَاوِدَ يَقِينَ سُبْحَانَ  
 رایت۔ ۵۳) ترک نہیں گئے کیا یہاں سے نکلنے کی کوئی صورت ہے؟ ضرور وہ جہنم کے قرآن  
 کا کوئی راستہ نہیں پیش کرے۔

فَرَأَاهُ وَمَا ضَلَعَتْهُمَا ۖ هَمَّ سَلَّ إِلَهُ دُونَكَ بِكَ كَوْنِي نَزِيدُكَ نَبِيٍّ كِي ۖ هَمَّ  
 تو دنیا میں اُن کو رعت کے تمام سامان میاں کے۔ اس کے ساتھ عقل و شعور دیا، اُقیاء  
 اور شیبہ پیچیدہ۔ مہیغ اور مندر گئے اور اس طرح جہانیت کے قدامت و افع میاں کے  
 مگر انہوں نے کفر و شرک کا راستہ چن لیا۔ لہذا ہم نے ان کے ساتھ کوئی نیا دینی نہیں کیا۔  
 وَلَسَّ كُنْ كَانَ ذَا ۖ لَكُمُ الْخَلِيلِينَ ۖ يَكْرِهُ عَزْهُنَ عَالَمُ لَوْرَبِّهِ ۖ اَنَسَاتُ تَقِي ۖ  
 انہوں نے اپنا اختیار اور ارادے سے غلط راستہ اختیار کیا۔ اور اس طرح جہنم میں  
 پہنچ گئے ہم نے تو ان پر یہ امکان ظاہر نہیں کیا۔

الزحرفہ ۴۳

آیت ۷۷ تا ۸۲

ایہ ورد ۲۵

سورس روز دوم ۱۲

وَنَادُوايَمْلِكُ لِيَقْضِ عَيْنَانَا رَبُّكَ ؕ قَالَ إِنَّكُمْ  
 مَأْكُثُونَ ﴿٧٧﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ بِالْحَقِّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَكُمْ  
 لِلْحَقِّ كِرْهُونَ ﴿٧٨﴾ أَمْ أَرْمُوا أَمْرًا فَإِنَّا مُبْرِمُونَ ﴿٧٩﴾  
 أَمْ يَحْسِبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ  
 بَلَىٰ وَرُسُلْنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ ﴿٨٠﴾ قُلْ إِن  
 كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَلَدٌ ؕ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَبِيدِ ﴿٨١﴾ سُبْحَنَ  
 رَبِّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا  
 يَصِفُونَ ﴿٨٢﴾ فَذَرَهُمْ يَخُونُوا وَيَلْعَبُوا حَتَّىٰ  
 يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوْعَدُونَ ﴿٨٣﴾

ترجمہ یہ اور پکاری گئے (روزِ نوح) ملے، اور کہیں گے، اے  
 مالک! چاہیے کہ فیصلہ کر دے ہم پر تمہارا پروردگار۔ وہ کہے  
 حکم بیشک تم بہتے ہو، اور اسی مقام پر ہیں ﴿۷۷﴾ اب  
 تحقیق لائے ہیں ہم تمہارے پاس حق، لیکن اکثر تم میں  
 سے حق کو ناپسند کرنے والے ہیں ﴿۷۸﴾ کیا انوں نے پختہ  
 بات غلطی ہے؟ پس بے شک ہم بھی غلطی والے  
 ہیں پختہ بات ﴿۷۹﴾ کیا یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم نہیں سنتے  
 ان کی پرشیدہ بات اور سرگوشی کو؟ کیوں نہیں، اور  
 ہمارے پیچھے ہوئے (فرشتے) ان کے پاس کھتے ہیں زبان کی



باتوں کو۔ آپ کو دیکھنے والے پیغمبر، اگر ہو رحمان کے  
 لیے اور پھر پس میں سب سے پہلے عبادت کو سے واپس  
 ہوں (۶۱) پاک سہ چورہ کو آسمانوں اور زمین کا رب  
 ہے عرش کا، اُن چیزوں سے جو یہ لوگ بیان کرتے  
 ہیں (۶۲) پس چھوڑ دیں ان کو، گھستے رہیں و تھکے باتوں میں  
 اور کھیلنے میں حتیٰ کہ جائیں اپنے اس دن سے جس کا  
 ان سے وعدہ کیا جاتا ہے (۶۳)

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو سننے والی بعض نعمتوں کا ذکر فرمایا۔  
 یہ نعمتوں کے متعلق فرمایا کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اور ان سے عذاب میں تخفیف  
 نہ ملے گی۔ لیکن اگر وہ ایمان سے ہٹ جائیں گے کہ اس عذاب سے نکلنے کی  
 نوبت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمایا کہ ایسے لوگوں کے ساتھ جہنم کوئی زیادتی  
 نہیں کی جکڑائوں سے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا تو اس انجام کو پہنچے، جہنم تو ان کے  
 لیے عذاب کے تمام سامان مہیا کر دیے تھے۔ مگر خود انہوں نے توحید کا انکار اور  
 معاد پر یقین نہ کیا کہ اپنی عاقبت کو خراب کر لیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی  
 نفرتی سی کیفیت بیان کر دی۔

دار و خرد  
 سے خوش

اب آج کی ابتدائی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل دوزخ کی سزا قرار دی کہ  
 کچھ حالت بیان کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے وَنَادُوا لِيُخْلِّصُوا دوزخ کی آگ میں  
 دار و خرد ملک کو پکریں گے، اے ملک! لیخلف علیہا ربک اپنے پورے  
 سے دوزخ سے نکال کر وہ ہمارا فیصلہ ہی کرتے، فیصلہ سے مڑ موت ہے، کہیں  
 گے کہ ہم جنت تکلیف میں ہیں، اگر اللہ تعالیٰ ہمارے اس عذاب میں تخفیف  
 نہیں کرتا تو پھر ہمیں موت ہی ملے گی، اگر ہم اس عذاب سے تھوڑے جانیں، دنیا  
 میں بعض اوقات اللہ تعالیٰ ہماری یا کسی دوسری مصیبت سے تلک آکر خود کشی  
 کو عیب ہے کہ اسے یہ سب سے بھلائی ہے، تو دوزخ میں ہی عذاب ہے

تنگ آگزیوت کی آگزیوت کے، مکرر دہاؤں دہاؤں میں آگزیوت کے، ان کے سورۃ غفر میں  
 مجرم کی توبہ کی دعوت یہ بیان فرماتی ہے اَلَا يَسْتَوِي فِيْهَا ذُو الْعِزَّةِ وَذُو الْعِزَّةِ رَابِعًا  
 دہاؤں دہاؤں میں آگزیوت اور نہ ہی زندہ کی کوئی سولت ہوگی، بلکہ وہاں تو تکلیف ہی تکلیف  
 ہوگی جس سے تنگ آگزیوت دہاؤں دہاؤں میں آگزیوت کی تباہی ہوگی، مکرر دہاؤں میں آگزیوت، اہل  
 دہاؤں کی اس قسم کی پیارا ذکر سورۃ الزمر میں ہے بیان خواست، اہل دہاؤں میں  
 جنت سے درخواست کریں گے اَنْ اَعْيِزَّنَا عَلٰی سَائِرِ الْعَالَمِ اَوْ اَعْيِزَّنَا  
 رَافَعًا اَللّٰهُمَّ قَالُوا اِنَّ اَللّٰهَ حَرَمَ مَقْعَدَكَ عَلَى الْخَيْرِ رَابِعًا  
 جہاں آپس گھونٹ پانی یا جو کچھ ان کے تھیں دہاؤں دہاؤں میں آگزیوت میں  
 بھی کچھ دہاؤں، مکرر دہاؤں سے جواب آئے کہ ان کے تھیں یہ اشیا کا دہاؤں پر دہاؤں  
 کر دی ہیں، انہیں ان نعمتوں میں سے کچھ نہیں مل سکتا۔

اس آیت کریمہ میں دہاؤں دہاؤں کے فرشتے کا نام لکھا ہے کہ کیا ہے سورۃ الزمر  
 میں ہے عَلَيْنَا نَصِيبُ حَشَرٍ رَابِعًا ۲۰ دہاؤں دہاؤں میں آگزیوت  
 میں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مالک نامی فرشتہ ان سب کا نگران ہوگا، جس  
 سے دہاؤں دہاؤں سے درخواست کریں گے کہ اپنے پروردگار سے کہو کہ وہ ہمارا فیصلہ  
 ہی کرے یعنی جہاں دہاؤں دہاؤں میں آگزیوت ہوگا، بلکہ قَالَ اِنَّكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ  
 بیشک تو اسی مقام میں پہلے پہلے یعنی تمہاری درخواست قبول نہیں کی جاتی  
 تم نہ تو یہاں سے نکل سکو گے اور نہ ہی تمہیں موت آئے گی بلکہ ہمیشہ جہنم کے  
 لیے یہیں رہنا ہوگا، ان کے اس قسم کی ایک حالت کا ذکر سورۃ غافر میں بھی  
 کیا ہے، فرمایا کافروں کے لیے جہنم کی آگ ہوگی، وَهَذِهِ اَصْحَابُ حُزْنٍ  
 رَبَّنَا اَنْتَ اَعْلَمُ اَعْمَالُنَا اَلَيْسَ اَعْلَمُ اَعْمَالُنَا رَابِعًا ۲۱  
 وہ اس میں بھی حیران ہو گئے کہ پروردگار ہمیں یہاں سے نکال دے، اب ہم اچھے  
 اعمال انجام دیں گے، مگر جواب آئے کہ آج ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں  
 تمہیں یہ رہنا ہوگا، اہل دہاؤں کی اس قسم کی ایک درخواست کے جواب میں



یَقُولُ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ قَالُوا اِنْ هُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ قَالُوا اِنْ هُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ  
 کہہ دو زب میں پڑے ، تو اور میرے ساتھ کلام بھی نہ کرو۔ میں تمہارا کوئی غور کرنے کے لیے  
 تیار نہیں ہوں۔

اس ترجمہ نے بعض آئمیں کا یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ کافروں  
 دوزخ میں ایک ہزار برس تک چھینٹے چاہتے رہیں گے کہ یہیں کچھ راحت مل جائے۔  
 عذاب میں تخفیف ہو جائے یا پھر موت ہی آجائے مگر کچھ جواب نہیں آئے گا۔ پھر  
 ایک ہزار سال کے بعد یہ جواب آئے گا کہ ذلیل ہو کر میں دوزخ میں پڑے رہو اور  
 میرے ساتھ ظلم بھی نہ کرو۔ لَقَدْ جِئْتُمُوهَا بِالْحَقِّ ہے شک ہم تمہارے  
 پاس سپہا رہیں گے ہیں جو صحیح اصولوں پر قائم و دائم ہیں اور جس میں انانیت کی  
 نفرت کا پتہ نہ ملے۔ وَلَیْسَ لَکُمْ اَلْحَقُّ لَیْسَ لَکُمْ اَلْحَقُّ میں  
 سے اکثر لوگ حق کو پسند کرنے سے ہیں۔ فرمایا لوگوں نے دنیا میں خود مانتے ہیں  
 بنا رکھا ہے۔ تو تم یاد رہی اور مکی رسم و رواج پر چلتے گئے۔ حق کا مستمر اڑتے رہتے  
 ہو آج جب گرفت میں آگئے ہیں تو یہاں سے کھنچا جاتے ہیں۔ یا موت کے  
 متلاشی ہیں۔ آج ان کی بات نہیں سنی جائیگی بلکہ انہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے  
 دوزخ میں رہنا ہوگا

یہ کہ جسے  
 متلاشی ہے

آئے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا رد فرمایا ہے۔ دنیا میں کافروں سے کہ ہمیشہ رہیں  
 حق کی مخالفت کرتے ہیں۔ مکے اور عرب کے کافروں اور مشرکوں نے بھی یہی  
 کو مغلوب کرنے کے لیے ایسی جوش کا زور لگادیا۔ اللہ نے اسی بات کا ذکر فرمایا ہے  
 اَقْرَبُ مَوْءَاظٍ اَمَّا اَیُّهَا اَنُورُ نے کوئی بھڑکنا نہ ٹھہرا ہے۔ کسی کام کا پختہ ارادہ کر لیا  
 ہے۔ تو پھر میں فیضانِ بزمِ مومن بزم نے بھی پختہ ارادہ کر لیا ہے اور ان کی  
 ہر تہمید کو ناکام بنانے پر تکل گئے ہیں۔ کفار و مشرکین حضور علیہ السلام اور دین اسلام  
 کے خلاف طرح طرح کے منصوبے بناتے تھے، سازشیں کرتے تھے، مگر اللہ  
 نے فرمایا۔ وَيُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ اِنَّ مَن يَهْدِ اللّٰهُ فَاِذَا لَمْ يَكُنْ لَیْسَ لَکُمْ اَلْحَقُّ

یہ لوگ بھی پر تشبیہ و تدبیریں کیسے کرتے ہیں اور ہم بھی کرتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ ہی بہترین تدبیر کنندہ ہے، اسی کی تدبیر غالب آئیگی۔ چنانچہ اللہ نے کافروں کے عار سے منصوبے ناکام بنائے اور وہ اسلام کا راستہ نہ روک سکے۔

اسلام کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ سے مکے کے کافر اور مشرک سخت ناگوار تھے، ان خرافاتوں نے بیٹھ کر یہ فیصلہ کیا کہ دین اسلام کو چیلنے سے روک دیا جائے۔ یہ وہ نئی طریقے استعمال کرو، پہلی بات یہ ہے کہ جو شخص اس کی کوشش کرے اس پر تشدد کر دے، تاکہ وہ اسلام کا خیال چھوڑ دے۔ اور اگر اس طریقے سے کام نہ لے لیا جائے تو پچھلے کر بھی دین سے روکنے کی کوشش کرو۔ چنانچہ شاہ عبداللہ درویش کے الفاظ میں کافروں نے بن کر شور کیا کہ تمہارے غافل ہونے کی وجہ سے اس نبی کی بات بڑھی ہے، آئندہ جو شخص اس دین میں آئے اس کے رشتہ داروں کو مار مار کر اس شخص کو پتے پرانے دین میں واپس آنے پر مجبور کر دوں۔ جو اجنبی شخص شہر میں آئے اسے جا دو کر دو اس نبی کے پاس نہ بیٹھے۔ اس فیصلے کے مطابق جب پتہ چلا کہ کسی کا رشتہ دار اسلام کی طرف راغب ہے تو اس کو سخت تکالیف پہنچانی جاتیں۔ حضرت عثمانؓ کو ان کے چچا نے بڑی تکلیف پہنچائی، کسی کے چچا کو مارا، کسی کے ماموں کو تکلیف دی۔ چنانچہ مکے کے کھنڈے پر درویش کے اعتبار سے تشدد کرتے تھے، اور اگر کوئی شخص باہر سے آتا تو اس کو نبی علیہ السلام کے خلاف اکساتے اور پراپیگنڈا کرتے کہ یہ شخص دیوانہ ہے، انکی سیدھی باتیں کرتا ہے لہذا اس کے قریب نہ جانا۔

احشای عرب کا مشہور شاعر تھا جو عجمی العرب یعنی عرب کا باجگزار تھا۔ بڑے اثر و رسوخ کا مالک تھا، جو نبی کسی کے حق میں یا کسی کے خلاف کوئی شعر کہتا دیا فوراً مشہور ہو جاتا اور لوگ اس کی بات پر یقین کر لیتے۔ بعض کتابوں میں ہے کہ شخص کہہ آیا اور اس نے حضور علیہ السلام سے ملنے کا خواہش کا اظہار کیا، اس سے ابو جہل اور اس کی پارٹی کو سخت تشویش پیدا ہوئی کہ اگر یہ شخص جو سے متاثر ہو گیا



فریضہ مبارک عرب پہنچے گلاب جلتے گا اور اسلام کا راستہ روکن مشکل ہو جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے افغانی شاہ عہد کو اذیت پہنچانے کے لیے سوانٹس شخص اس لیے بھیجے کہ وہ حضور علیہ السلام سے ملاقات نہ کر سکے۔ کہتے ہیں کہ یہ شخص اذیت سے گریز کر رہا تھا کہ راستے میں اونٹ سے گرے، گردن ٹوٹ گئی اور وہیں مر گیا۔ بہر حال شہ کوئی کمر نہ لایا۔ کمرے کو افغانی کو حضور علیہ السلام سے دور رکھا۔

حضرت منہاؤ پہلی زندگی میں کافران اور مشرکوں سے تھے، انہوں نے نبی علیہ السلام سے ملنا چاہا۔ لوگوں نے روکنا چاہا، مگر اس نے کہا کہ اگر مقبول تمھارے یہ شخص دیوار سے توڑ میں اس کا شافی علاج کروں گا۔ چنانچہ مسلم شریف کی روایت کے مطابق جب حضرت منہاؤ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کے سامنے وہی خطبہ ارشاد فرمایا جو آپ عام طور پر جمعہ میں سنتے تھے۔ **ہَیْ اَنْتَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ خَلْقَہٗ وَتَرْبِیَّتِہٖ مِنْ شَہَدِیْ اَللّٰہُ وَفَا صَیِّدَ لَہٗ وَمَنْ یُّضِلُّ فَلَہٗ ہَادِیْ لَہٗ وَاشْہَدُ اَنْ لَا اِلَہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِکَ لَہٗ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَمَّا بَعْدُ** جبرنی آپ نے یہ خطبہ سنا، پس گریہ ہو گیا۔ علاج کرنے کے لیے آیا تھا مگر اپنا علاج کروا بیٹھا۔ کہنے لگا لوگ غلط کہتے ہیں کہ یہ شخص مجنون ہے۔ اس کی زبان سے تو اللہ نے وہ کلمہ جاری کیا ہے جس کا اثر سمندر کی گہرائیوں تک پہنچتا ہے۔ بہر حال حضرت منہاؤ اسی مجلس میں سہماں ہو گئے۔

دین حق سے روکنے کی کوشش گزشتہ ادوار میں بھی ہوتی رہی ہے۔ چنانچہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے متعلق بھی سورۃ الاعراف میں موصوفہ ہے کہ وہ لوگ راستوں پر بیٹھ کر راستے تھمتے و تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ رَآیَہِمْ - اور دوسرے کام پر کہتے تھے کہ اللہ کے راستے سے روکے تھے۔ ان کا طریقہ بھی یہی تھا کہ کبھی تشدد کے ذریعے روکتے اور کبھی لالچ کے ذریعے۔ اہل حق پر تشدد کرنے والے ہر زمانے میں ہیں اور آج بھی دنیا میں موجود۔

ہیں۔ دوسری چیزیں، دینے والی اشیا کی تشدد کے ذریعے اسلام کا راستہ روک رہے ہیں۔ دوسری اور تیسری مسلمانوں پر اقتصادی اصلاحات کے نام پر برا تشدد کیا گیا۔ انہیں غارت کر کے سے اور قرآن کی تلاوت سے روک دیا۔ روکا گیا حتیٰ کہ مسلمانوں سے اپنی مذہبی کتاب تہ خانوں میں چھپائیں اور پٹھ مذہبی شعائر چھپ چکا کر دیا کر دینے لگے اب ترکچہ نرمی ہو گئی ہے۔ مگر نہ شانیں وغیرہ نے تو مذہب اختیار کر کے دلوں کو جان سے ماریٹے کا حکمت رکھا تھا، دوسری جنگ عظیم کے دوران شان نے چار ہزار آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد ناشتہ کیا۔ مسجدوں اور دیگر عبادت خانوں کو ہمار کر دیا۔ عبادت میں بندو بندی ہی ڈگر پر چل رہے ہیں۔ اب تک ابھی کچھ کے تنازعہ میں سینکڑوں آدمی ہلاک ہو چکے ہیں۔ یہی کام عیسائی مشنریاں انجام دے رہی ہیں۔ وہ کتابیں شائع کر کے مسلمانوں کو عیسائی بدلتے ہیں۔ سکولوں، کالجوں اور چیتاروں کے ذریعے ایمان پر ڈاکر ڈالتے ہیں۔ لوگ لڑکی میں آکر عیسائیت اختیار کر لیتے ہیں۔ جیسائیوں کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ اسلام کے خلاف اس قدر پراپیگنڈا کر دو کہ اگر وہ عیسائی نہ بھی بن سکیں ترکم از کم مسلمان بھی نہ رہیں۔

فلسطین کے مسلمان جس پر بریت کا شکار ہو رہے ہیں۔ وہ ساری دنیا پر عیاں ہے۔ بچوں اور عورتوں پر تشدد کیا جاتا ہے۔ بچے کے گھر بار چھوڑ کر بیہوش کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔ فلسطین کے مسلمانوں پر ظلم کے پھاڑ توڑے جا رہے ہیں انہیں موردِ لعین قزاق مسلمان کہا جاتا ہے۔ وہ بچے سے اکثر تھوڑی سیوں میں اپنا حق مانگتے ہیں مگر ان پر جبر کیا جاتا ہے۔ قبرص میں ترک مسلمانوں پر سخت تشدد کیا جا رہا ہے (۱۹۶۱ء) میں چارہیں ہزار ترک قبرصیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اب وہ ملک کے ایک کونے میں پناہ گزین ہو چکے ہیں اور فیادہ ضروریات زندگی سے بھی محروم ہیں۔ کافر طاقتیں دنیا بھر میں مسلمانوں کو پھٹا پھوٹا نہیں دیکھ سکتیں بلکہ انہیں تشدد کے ذریعے مٹانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مگر اللہ کا ہتھ دی نہ ہے

سَيُكَفِّرُ الْبَطْغَ وَيُؤْكِلُ الدُّبَّ (القدر - ۵۵) مختصر یہ یہاں تو



حق تعالیٰ شکست کھا جائے گی اور یہ لوگ چھوٹے پھر کچھ بھاگ کھڑے ہوں گے۔ چنانچہ حضورؐ  
 ہی غزوہ بدر میں لشکر کا وجود پیدا ہوا، اسلام کو سیکڑوں سال تک غبارِ بار، ترکِ مسلمانوں  
 نے چار سو سال تک اسلام کا وجود نہ دیا، پھر جب یہ سازشوں کا شکار ہوئے تھے تو ان  
 میں کمزوری آگئی، آنکریزوں کو غلبہ حاصل ہو گیا تو انہوں نے مسلمان سلطنتوں کو تباہ و برباد  
 کر دیا۔ ان کو علم سے محروم کر دیا اور مذہب سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی۔

فرمایا اگر انہوں نے کوئی تضحیٰ تدبیر کی ہے اور اسلام کے خلاف سازشوں کا  
 حال پیدا ہے تو ہم تدبیر کرنے لگے ہیں، اِنَّا بِحَسْبِیْن اِنَّا لَا نَسْتَعِیْ  
 سْتَعِیْہُمْ وَنَجْنِیْہُمْ، کیا یہ لوگ کان کرتے ہیں کہ ہم ان کی پوسیدہ باتوں  
 اور ان کی سرگوشیوں کو نہ سنیں۔ فرمایا پہلی کیوں نہیں؟ ہم ان کے متعلق  
 سب کچھ جانتے اور سب کچھ جانتے ہیں ورنہ ان کے آیتوں کی کشیوں اور ہمارے  
 پیغمبروں کے فرشتے ان کی تمام پوشیدہ تدبیروں کو سمجھتے کہتے جانتے ہیں۔ ہمارے کڑا کاغذ  
 ان کی سرچیز فرٹ کر ہے یہ اور یہ ساری مثل قیامت کے دن ہمارے سامنے  
 پیش ہوگی اور پھر ان کے متعلق آخروں فیصلے ہوں گے۔

فرمایا  
 کہ یہ  
 اولاد کو تیرا

اِنَّ رَبِّیْ اَرْشَادٌ فَرَمٰی قُلْ لِّیْ عِزٌّ عِزِّیْہُمْ عَلَیْہُمْ اَنْکَرُ اَنْ اُنْ  
 کاذبوں اور اہل کتاب کے کہ میں میرا بے نیکی لایا خطیر ہو گا اگر خدا نے چاہا  
 کی کوئی اولاد ہوتی قَدْ اَنَّا اَعْلٰی الْعٰلِیِّیْنَ تَمِیْزُہُمْ سَبْطُ عِبَادَتِہُمْ  
 ہوتا۔ حضرت مہاجر فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ میں تو سب سے  
 پہلے اللہ کی وحدانیت کو ماننے والا ہوں، لہذا میں تمہاری اس بات کو نہیں مانتا کہ  
 خدا تعالیٰ کی کوئی اولاد ہے، بعض فرشتے ہیں کہ یہاں پر ان کا فیہ ہے اور مطلب  
 یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد نہیں، حقیقی اور شہادت ہے، لہذا میں خدا تعالیٰ کا اور  
 عبادت کرتا رہوں۔ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ اور حضرت قتادہؓ نے یہ مطلب  
 بیان کیا ہے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ عباد کا ایسا معنی آتا ہے کہ عباد میں ہوتا ہے اس کا

سے ترجمہ یہ ہوتا کہ اگر خدا نے رحمان کی اولاد کو برائی تو سب سے پہلے میں اس کا انکار کرتا۔ وہ جو یہ  
 ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی اولاد تعلیم کر لی جائے تو پھر اس کو قدیم کی بجائے حادثہ کا نام پڑے  
 گا۔ اور میں چیز اس کی صفات عامیہ کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ اذلی اور ابدی ہے اولاد  
 ہونا مخلوق کی صفت ہے جو کہ کمزوری پر دلالت کرتی ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم  
 کے نقص و عیب اور کمزوری سے پاک ہے۔ بعض مفسرین فرشتے ہیں کہ یہ بات بطور  
 فرض کو منے کے کہی گئی ہے۔ کہ اے پیغمبر! آپ ان لوگوں سے فرمادیں کہ فرض کر  
 لو اگر خدا نے رحمان کی کوئی اولاد ہوئی تو میں سب سے پہلے اس کی تعظیم و تحریم کر سکتے  
 لیے تیار ہوتا، مگر یہ چیز محال ہے۔ نہ خدا تعالیٰ کی کوئی اولاد ہے اور نہ میں اس کی  
 تعظیم کے لیے تیار ہوں۔ فَرَأَىٰ شَيْعُتٌ رَبَّ السَّجَّادَاتِ وَالْأَرِضِ  
پاک ہے آسمانوں اور زمین کا رب رَبَّ الْعَرْشِ عَظِيمِ کا بھی رب ہے۔ وہ  
 پاک اور منزہ ہے عَمَّا يُشْرِكُونَ ان چیزوں سے جن کو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔  
 یہ عزیر علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کے فرزند بتاتے ہیں، فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے  
 ہیں، یہ غلط کہتے ہیں۔ فَقُلْ لِلّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ (الاعراف: ۱۹۰) اللہ تعالیٰ  
 کی ذات ان کے شرک سے باطل پاک ہے۔

فَرَأَىٰ هَٰذَا بَٰرُہٗمَ رَیْحُوْهُمُ اِنْ كَرِهَتْ دُیُّوْا اور باطل چیزوں میں گئے ہیں  
 یہ لوگ شرکیہ اور کفریہ عقائد میں ہی پھنسے رہیں وَيَلْعَبُوْا اَرْکٰہِیْلَ کہ وہیں گئے ہیں  
حَتّٰی یَلْقٰوْا یَوْمَہُمْ الَّذِیْ یُوعَدُوْنَ یہاں تک کہ یہ اُس دن سے  
 جا ملیں جس کا اُن سے وعدہ کیا گیا ہے اور وہ دن قیامت کا دن ہے جب ان کو اللہ  
 کی بارگاہ میں پیش ہو کر اپنے عقیدہ و عمل کی جواب دہی کرنا ہوگی۔ سورۃ الاحقاف میں فرمایا  
وَعِدْنَا عَلَیْکُمْ اِنْ اٰتٰکُمْہَا فَعِدٰیئُکُمْ (ایمت: ۳۴) ہمارا یہ وعدہ ہے جسے ہم  
 ضرور پورا کر کے دیں گے اور انہیں اپنے اعمال کی سزا بھیگتی پڑے گی۔



وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَهُ وَفِي الْأَرْضِ إِلَهُ وَهُوَ  
 الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ۝۸۴ وَتَبَارَكَ الَّذِي لَكَ مُلْكُ  
 السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَعِنْدَهُ عِلْمُ  
 السَّاعَةِ ۝۸۵ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝۸۶ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ  
 يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنْ شَهِدَ  
 بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝۸۷ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ  
 مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَلَّى يُؤْفَكُونَ ۝۸۸  
 وَقِيلَ لَهُ رَبِّ إِنْ هَؤُلَاءِ قَوْمٌ لَا يُؤْمِنُونَ ۝۸۹  
 فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلَامٌ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝۹۰

ترجمہ: اور وہ ہی ذات ہے آسمان میں معبود اور زمین میں

معبود۔ اور وہ حکمت والا اور سب کچھ جاننے والا ہے ۝۸۴

اور بڑی بابرکت ہے وہ ذات جس کے لیے ہے اوستا

آسمانوں کی اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ اور

اُنسی کے پاس ہے قیامت کا علم۔ اور اُنسی کی طاقت تمام

لوہائے جاؤ گے ۝۸۵ اور ہمیں مالک وہ لوگ جن کو یہ

پکارتے ہیں اللہ کے سوا، سفارش کے، اور سوائے اُنسی کے

کہ جس نے گواہی دی حق کی، اور وہ جاننے ہیں ۝۸۶

اگر آپ ان سے سوال کریں کہ کس نے ان کو پیدا کیا ہے تو یقیناً کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ پس یہ کہ صدر پیرے جاتے ہیں (۸۹) اور قسم ہے رسول کی اٹھس بات کہ کہ نے چون دگار : بیشک یہ لوگ جیسے ہیں جو ایمان نہیں لاتے (۹۰) پس آپ درگزر کریں ان سے اور کہیں سلام، پس عنقریب یہ جان لیں گے (۹۱)

درجہ اول

اس پر مبارک میں جس قدر صاف بیان ہوئے ہیں ان کا اعادہ سورۃ کے آخر میں کیا جا رہا ہے۔ مکی سورۃ ہونے کے باعث اس میں توحید، اُن کے عقل اور عقلی دلائل، شرک کا ابطال، مشرکین کا رد، رسالت و نبوت، خدا اور جبرائے عقل جیسے مضمون آئے ہیں۔ اس کے علاوہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیروکاروں کے لیے تسلی کا مضمون بھی آیا ہے۔ اب انہی صف میں کا خلاصہ سورۃ کے آخر میں بیان کیا جا رہا ہے۔

سند توحید

آج کے درج میں پیش توحید کا سند بیان ہوا ہے وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ سُبْحَانَ الْعَاقِبَةِ الْأَرْضِ وَاللَّهُ أَوْ رُوہی ذات ہے جو آسمان میں بھی معبود ہے اور ذات ہے زمین معبود ہے یعنی اُس کے سوا ارض و سما میں کوئی معبود نہیں۔ التوحیدیت وہ ایک صفتِ ربی ہے۔ آسمانی مخلوق میں فرشتے ہیں۔ ان کو بھی التوحیدیت کا درجہ حاصل نہیں ہے۔ یا پھر آسمانی گھسے سورج، چاند اور دیگر سیارے اور ستارے ہیں۔ مگر ان میں سے کوئی بھی معبود نہیں ہے۔ زمین، آسمان، آسمان، زمین، چاند، سورج، شجر و پھل میں مگر کوئی ایسی مستحقِ عبادت نہیں۔ یہ سب مخلوق ہیں جبکہ انہی تعبدیت، عبادت ہی پر مشتمل ہے۔ مشرک لوگ فرشتوں، ستاروں اور سیاروں کو الٰہ مانتے ہیں۔ خود ان کی فرشتوں اور جنات کی پوجا کرتے ہیں، کبھی ستاروں، چاند اور شجر و پھل میں کہہ رہے ہوتے ہیں۔ کبھی زندوں اور کبھی قبور والوں کے ساتھ نہایت زیادہ پیش گوئی کرتے اور کبھی ان کے سامنے سدا بجا رہتے ہیں۔ مگر اللہ نے فرمایا کہ آسمان کی



بلند ترین سطح کی چیزوں تک اشراف شانہ کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں ہے۔  
عبادت امتحانی نتیجہ کی عاجزی اور نیا نہ ہونے کی کشتے ہیں جو کہ حالتِ وہ حال اشراف

کے ساتھ ہیں وابستہ ہے جو بالوقتِ الاسباب تمام چیزوں پر تصرف کرتا ہے۔ لہذا  
اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے وَلَهُوَ الْحَكِيمُ  
الْعَلِيمُ کہ وہ حکیم جس سے ارہیم نہیں۔ اس کا کوئی واسطہ نیست خالی نہیں اور وہی ہر  
چیز کو مانتے والا ہے۔ اُس کے علاوہ کوئی اور حکیم نہیں، لہذا عبادت کے  
لائق بھی وہی ہے۔

آگے فرمایا وَمِنَ آيَاتِهِ الَّتِي لَهَا صُلُوحٌ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ اور  
پہلی میں ایمانیت وہ ذات ہے جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے  
وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو کچھ ان دونوں یعنی آسمان اور زمین کے درمیان ہے وہاں  
ہیں الشَّرَافُ الْمَلَكُ کی بادشاہی ہے جس میں اُس کا کوئی شریک نہیں ہے۔  
مطلب یہ کہ عرض سے کہ فرشتہ ملک اُسی کا تصرف ہے اور اس میں کسی مخلوق  
کا کوئی دخل نہیں۔ یہ مسئلہ توجہ بیان ہو گیا اور ساتھ مشرکین کا رد بھی۔

دفعہ  
قیامت  
یہ عمر

آگے وَقَرِخَ قِيَامَتِ اور پھلنے عمل کے بارے میں فرمایا وَعِنْدَكَ عِلْمٌ  
بِالسَّاعَةِ اور اُسی کے پاس ہے قیامت کا علم کہ وہ کب آئے گی۔ اُس کے سوا دفعہ  
قیامت کے وقت کو کوئی نہیں جانتا۔ سُورَةُ الْاَعْرَافِ میں تصریح موجود ہے الشَّرَافُ  
كَافِرَانِ ہے کہ اُسے پیغمبر لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ  
وہ کب آئے گی۔ آپ اُن سے کہہ دیں کہ قیامت کا علم میرے پروردگار کے پاس  
ہی ہے لَا يَحِيطُهَا الْوَقْتُ هَآءِ الْاٰهَٰقُ رَآيْتُ رَہ اَن وَدَلَّتْ اُس کے وقت  
پر ظاہر کرے گا۔ ہاں دفعہ قیامت سے پہلے بعض فنائینوں کا علم اُس نے پہنچے ہیں  
کہ یہ ہے جِن وَرُک عادیت میں موجود ہے مثلاً یہ کو مسل نوں میں آند تہ پہ امور جائے  
کہ و اَلَمْ قَدْ اَن کَافِر میں کے تسبیح علیہ السلام کا آسمان سے نزد اں ہو ط و ہاں کا علم یہ کو  
جسے تسبیح علیہ السلام قتل کریں کے و اج موج اج موج کی پریش میں کے مطلب

مشرق و مغرب اور ہندوستان و غیرہ۔ بہر حال اللہ نے قیامت کے ہر فرقہ  
کو علم دیا کہ انہیں واپس لوٹنا ہے اور اسی کے پاس ہے قیامت کی خبر کو الیہ ترجعون  
اور اسی کی طرف ہم لوگ جازگے سب کو اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنے حق و باطل  
کا جھگڑا کرنا ہے۔

بیانات

آگے شفاعت کا سند بھی اللہ نے بیان فرمایا ہے اور اس کو تفصیل بھی معاد  
ہے۔ ارشاد ہوتا ہے وَلَا تَحْزَنْ لِّذَٰلِكَ الْبَیِّنَاتُ الْبَیِّنَاتُ كَذَّبُوا عَنْ دُونِهِ  
الْمُتَفَعِّلُونَ اور جن کو یہ مشرک لوگ اللہ کے سراپا مانتے ہیں وہ شفاعت کا کوئی اختیار  
نہیں رکھتے جن کو مشرک لوگ اپنی حاجتوں میں پہنچاتے ہیں۔ یا اُن کی عبادت کرتے  
ہیں وہ یا تو ٹی اور پتھر کے بت ہیں جو بے جان چیزیں ہیں جو روح اور عقل و شعور  
سے خالی ہیں۔ اور یا پھر اللہ جاندار ہیں۔ قریشی، انبیاء، اولیاء ہیں تو وہ ایسے بے اختیار  
ہیں اور شفاعت کے کام نہیں ہیں۔ اللہ کا واضح ارشاد موجود ہے قُلْ أَتَدْعُونَ  
الْمُتَفَعِّلِينَ جَمِيعًا (الزمرہ ۴۴) آپ کہہ دیجئے کہ شفاعت تو مادی کی کاری  
اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔

سفارش کے بارے میں اللہ نے قانون یہ بیان فرمایا ہے إِلَّا مَنْ شَهِدَ  
بِالْحَقِّ كَمَا سَفَرْتُ كَمَا كَسَى كَرَاهِيٍّ سَوَاءٌ لَّهِ كَمَا كَسَى كَرَاهِيٍّ وَیَیْ  
جس نے کھڑے ہو کر حق کو قبول کیا وہ اللہ کے علم میں اور وہ جانتے بھی ہیں کہ کس لوگ  
کے حق میں سفارش کی جاسکتی ہے۔ جس شخص نے خود کھڑے ہو کر حق کو قبول نہیں کیا، وہ سفارش  
کرنے کا اہل نہیں ہو سکتا۔ اس کے اہل تو اللہ کے انبیاء، شہداء اور صالحین لوگ ہی  
ہو سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ایسے لوگوں کی سفارش کریں گے جن کا حق  
کھڑے ہو کر ہو گا۔ مگر اعمال میں کھیر کر تا ہی روکنی تھی۔ اللہ کا کوئی مقرب ترین بندہ  
ہمیں کسی کا قرینہ مشرک یا منافق کے حق میں سفارش نہیں کر سکے گا۔

اور جن کے حق میں کو اہل حق جاسکے گی یعنی سفارش کی جاسکے گی، وہ بھی نہ جس  
لوگ ہوں گے جنہوں نے کھڑے ہو کر حق کو قبول کیا، کسی ایسے شخص کی سفارش نہیں ہوگی جس  
نے بیان قبول نہ کیا ہو۔ سورۃ طہ میں ہے کہ قیامت کے دن کسی کے حق میں سفارش





خالق نہیں اور وہ ضرور ہے واجب الوجود ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وجود خود بخود وازل  
اور ابدی ہے اور یہ کسی کا عطا کردہ نہیں، اس وجہ میں بھی دوسروں کی ایک قلیل تعداد  
کے سراسر مذہب و ملت والے متفق ہیں کہ واجب الوجود بھی صرف اللہ ہے، باقی  
تمام مخلوق کا وجود اللہ کا عطا کردہ ہے اور ہر چیز کا خالق بھی وہی ہے، البتہ باقی  
دور و رعایت یعنی تدبیر اور عبادت میں اہل ایمان ایک طرف اور باقی لوگ دوسری  
طرف جو جاتے ہیں، اہل ایمان کا عقیدہ یہ ہے **يُؤْتِي الْحَيَاةَ مَن يَشَاءُ** اللہ تعالیٰ  
**أَوَّلُ مَا خَلَقَ السَّجْدَةَ** - ۵ آسمان کی بنیادوں سے لے کر زمین کی پتھروں تک ہر چیز  
نیابت کر کے واللہ بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ وہی ہر چیز کا مددگار تک پہنچاتا ہے، اور  
اس معاملہ میں اس کا کوئی شریک نہیں، اس سے بخلاف بعض لوگ، فرشتوں،  
پیغمبروں، اولیاء اللہ، انبیاء اور اہل قیور کو بھی مدد دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ بھی اتنی  
حاجت روائی اور مشعل کشائی کرتے ہیں۔ یہ بھی غلط عقیدہ ہے، جہاں تک عبادت  
اللہ تعالیٰ ہے تو ایک مومن عبادت بھی اللہ کے سوا کسی کی نہیں کرتا، جب کہ کافر  
مشرک اور باغی دوسروں کی بھی مدد و مدد نظر کرتے ہیں، ان کو خدا دینا چاہتی تھیں  
ہیں اور ان کے سامنے سجدہ و زینہ ہوتے ہیں۔ یہ بھی شرک کا ارتکاب ہے جب کہ  
ایک مومن آدمی میں توحید کے چاروں درجات پاس کئے جاتے ہیں۔ ہر حال یہاں پر  
حضرت خالقیت کا ذکر ہو رہا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ آپ ان سے سوال کریں گے  
وہ عیب نہیں۔ یہ لوگ لانا بھی کہیں گے کہ ہر چیز کا خالق اللہ ہی ہے۔ فرمایا اگر یہ  
ہاں **فَأَنفِ يَفْقَهُ كَيْفَ تَقُولُ** کہ ہر چیز کے ہاں ہے۔ یہ کس ناحیہ  
میں شکر یا مست ہیں۔ جب خالق اللہ ہے تو پھر مدد پر نہیں رہی ہے اور عبادت  
کے تابع بھی صرف وہی ہے یہ مشرکوں اور کافروں کا تو بھی مروتیا کر سکتے وازل  
و شواہد کے وجود نہ صرف شرک کے ترکیب ہوتے ہیں۔ اگر وہ ان دلائل پر ذرا بھی  
غور کریں تو انہیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت سمجھ میں آسکتی ہے۔ جو لوگ دنیا کی تعلیمات  
انہوں کے نزدل مبالغہ کی تعلیم کے وجود کفر اور شرک کا راستہ اختیار کرتے





تھار خیر خواہ ہوں اور امانت دار بھی کہ اللہ کا پیغام ٹھیک ٹھیک پہنچا رہا ہوں،  
 لہذا میری بات سنا اور اللہ کی وحدانیت پر ایمان لے آؤ۔ حضرت شعیب علیہ السلام  
 نے بھی قوم سے درد بھرے لہجے میں فرمایا، اے میری قوم کے لوگو! لَقَدْ آتَيْنَاكُمْ  
 رِسَالَتِ آتَيْنَاكُمْ وَفَصَّلَتْ كَلِمًا (الاعراف ۹۳) تحقیق میں نے تمہیں اپنے رب  
 کے پیغام پہنچا دیے ہیں اور تمہارے ساتھ خیر خواہی کر رہا ہوں، لہذا میری بات کو  
 تسلیم کر لو۔ اور پھر امت کے حق میں سب سے بڑھ کر حضور غلام اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 ہیں، جنہوں نے قوم کو کھیلنے کے لیے اڑی چوٹی کا زور لگا دیا اور کہا لوگو! قُولُوا  
 لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَفْلِحُوا کہہ دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کلمہ ایمان اور  
 کلمہ توحید کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے کامیاب ہو جاؤ گے۔ تو اللہ نے اپنے نبی کے  
 اس درد بھرے قول کی قسم اٹھائی ہے کہ یہ درد و گار! یہ لوگ ایمان نہیں لاتے مطلب  
 یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ یہ لوگ تسلیم کرتے ہیں کہ ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے  
 مگر پھر بھی مخلوق کی عبادت پر اصرار کرتے ہیں اور اللہ کا نبی بڑے دکھ بھرے انداز  
 میں کہہ رہا ہے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

آگے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی درد بھری بات کے جواب میں آپ کو تسلی دی ہے  
 کہ آپ ان کفار و مشرکین کی باتوں کو خاطر میں نہ لائیں بلکہ قاصِّصُ عَنْهُمْ اَنْهُمْ  
 وَرُزِّقُوا۔ آپ ان کی حکمرانی سے دل برداشتہ نہ ہوں فَإِنَّمَا عَصَيْنَاكَ الْبَغْيُ  
 وَعَصَيْنَاكَ الْيُوسَاسُ (الزمر ۲۰) کیونکہ آپ کے ذمہ میرا پیغام پہنچا دینا ہے۔  
 اس کے بعد اگر کوئی نہیں ماننا تو پھر حساب بنا ہمارے فضل سے ہم نے آپ کو  
 حق کے ساتھ خوشخبری شیعہ و اہل اور ڈرنا سے ڈال دیا کہ جیسا ہے وَإِلَّا فَسْخُلْ عَنْ  
 أَصْحَابِ الْجَنَّةِ وَالْبَقَرَةِ (۱۹) اور روزِ نوح میں جانے والوں کے متعلق آپ  
 سے نہیں پوچھا جائے گا کہ یہ لوگ کیوں یہاں آئے بلکہ خود ان سے سوال ہوگا مَا بَلَغَكُمْ  
 رِفْثُ سَقَى (المائدہ ۴۲) کہ تم جہنم میں کیسے پہنچے؟ فیوں کا کام ہے کہ وہ  
 حق تبلیغ ٹھیک طریقے سے ادا کریں اور یہ امانت است تک پہنچا دیں۔ اب

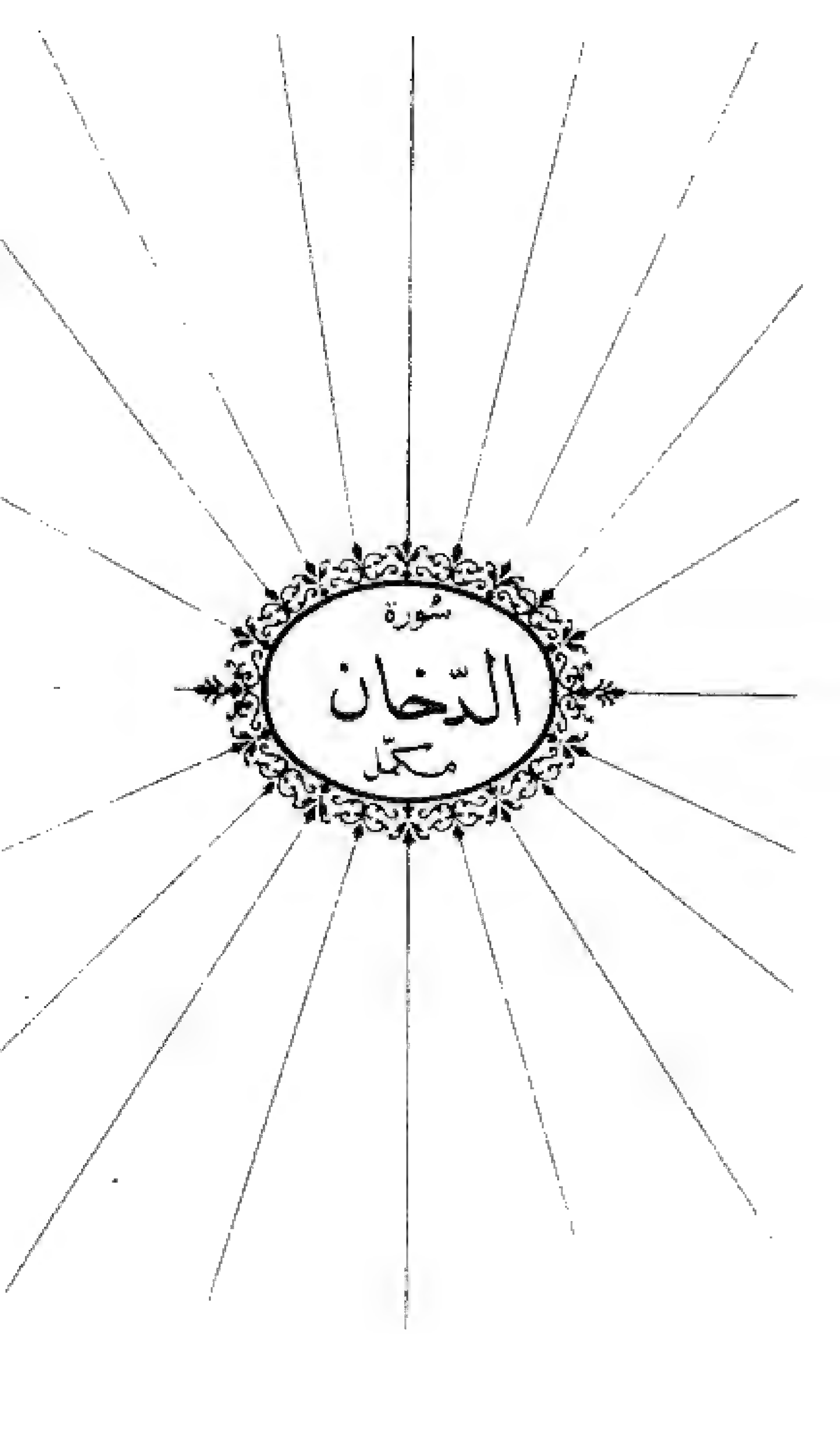


منزلان مقصود ایک پستخانہ اللہ تعالیٰ کا کامزب۔ وہ خوب جانتا ہے کہ کون شخص ایمان حاصل کرنے کے قابل ہے اور کون نہیں۔

فرمایا آپ درگزر کریں ان سے تعذر منہ نہ کریں وقل سلہ انہیں معلوم کر کے رکھو ہر مہر میں۔ اسے معلوم نہ کر سکتے ہیں۔ جب تک کسی طرح نہیں ملتے تو پھر ہم تمہارے ساتھ لڑائی جھگڑا تو نہیں کریں گے بلکہ علیحدگی اختیار کریں گے اور اپنا کام کرتے رہو جو اپنا کام جاری رکھیں گے۔ ہر ایک بات یا دیکھو کہ یہ یقیناً ان قلعوں کے قریب ہی معلوم ہو جائے گا کہ حقیقت کیا ہے اور اس سے کیا نتیجہ برآء ہوتا ہے۔ بعض نتائج دنیا میں سامنے آجائیں گے۔ اور پھر آخرت میں تو حقیقی فیصلے ہوں گے۔ سب کو پتہ چل جائے گا کہ انہوں نے دنیا میں کون سا طرز عمل اختیار کیا۔ اللہ کے نبی ان کو کس بات پر آمادہ کرتے تھے اور یہ لوگ کیا جواب دیتے تھے۔ یہ سب باتیں سامنے آجائیں گی اور پھر حق و انصاف کے ساتھ فیصلے ہوں گے۔ اسی طرح اللہ نے سورۃ کے آخر میں اپنے نبی کے لیے تسلی کا سامان بھی دیا کہ وہ دیکھ لے۔







سورة  
الدخان  
محمد





ہے تنگ وہی سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے ⑥  
وہ پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ اُن کے دیکھا  
ہے، اگر نہ یقین رکھنے والے ہوں ⑦ میں کوئی عبادت  
کے باقی اُن کے برا، وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور موت  
خارج کرتا ہے، تمنا بدوہم اور تمنا سے پٹے آوا، ابدالو

پہرہ وچہ ⑧

نام و کرامت

اس سورۃ مبارکہ نام سورۃ الدخان ہے۔ یہ نام اس کی آیت ۱۰۰ میں آدھ لفظ  
دخان سے، اور ہے دھواں زبان میں دھواں دھواں کہتے ہیں اور یہ دوسرے مذکور ہے  
ایک دھواں نو فاعل سال کہ ہوتا ہے اور دوسرا دھواں دو ہے جو قیامت کی نشانی کے  
طور پر قیامت میں ظاہر ہوگا۔

یہ سورۃ جو ایک سجدہ کی پانچویں سورۃ ہے، جو نئی زندگی کے آخری حصہ میں گزشتہ  
سورۃ زخرف کے بعد نازل ہوئی۔ اس کی انسجہ آیات اور تین رکوع ہیں۔ یہ سورۃ مبارکہ  
۳۳ الفاظ اور ۴۴ حروف پر مشتمل ہے۔ حدیث میں آیت کہ جس کی رات یا جمعہ  
کے دن اس سورۃ کی تلاوت کا بڑا اجر ہے، آیت دوسری حدیث میں آیت کہ جو شخص  
رات کے وقت اس سورۃ کی تلاوت کرے۔ اُن کے لیے ستر ہزار فرشتے دن  
کے وقت دعائیں مانگتے ہیں۔

مضامین  
سورۃ

دیگر مکی سورتوں اور خاص طور پر خاتم سجدہ کی طرح اس سورۃ میں بھی زیادہ تر باری  
حقانہ ترغید، رہنمائی، معاذ اور قرآن پاک کی صداقت و حقیقت کا ہی تذکرہ ہے، اور  
وہ کام بہت کم ہیں۔ گزشتہ سورۃ میں دلائلِ قرعید پر زیادہ زور تھا، جب کہ اس سورۃ میں  
آذکار کا یہ نوعاً بے شمار تذکرہ ہے کہ کوئی نہ کہہ سکے کہ گویا حق کی مخالفت سے باز  
نہ گئے تو وہ نہ صرف دنیا میں نرا کے سخت ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ انھوں میں بھی لعنہ  
کے گا، چنانچہ اس سورۃ میں پہلے انہی کا ذکر ہے کہ وہی آیت ہے جیسا کہ ہر کے مخاطب پر  
خدا کی محنت گرفت، آئی اُن، اگر خداوند کریم کے، اللہ کے ہی کا معاذ ہو کہ وہ گے تو پھر

اور تعالیٰ سب کو تمام سے بڑا ہے۔

حروف  
مقطعات

ان سالکوں سروروں کی ابتداء حروف مقطعات حصہ آسمان پر رہی ہے اور بعد  
بعد قرآن حکیم کی حقانیت و معجزات کا بیان ہے۔ ان حروف مقطعات کے متعلق یہ بت  
سورتوں میں عرض کیا تھا کہ ان حروف کے تعلق معنی اللہ کے ہیں نہ بیان نہیں فرمائے  
تاہم بعض مفسرین نے بعض امکانی معنی بیان کیے ہیں۔ مثلاً حصہ میں آج کا اشارہ  
حکم کی طرف اور ہر کا اشارہ ملک کی طرف ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ حکم ہی خدا تعالیٰ  
کے ہے اور بادشاہی بھی اسی کی ہے اور یہ چیز ان آیات میں بیان ہو رہی ہے۔ بعض  
مفسرین نے آج سے خلعت اور عرس سے تین عین مستخرج مراد لیا ہے۔ ظاہر ہے کہ قرآن کی  
ہر سورۃ مضبوط حکمتوں پر مشتمل ہے۔ لہذا یہ معنی بھی درست ہے۔ قرآن کی ہر صحت  
ایسی محکم ہے جس کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا کہ یہ غلط واقع ہے۔ تاہم شاد ولی اور  
فرماتے ہیں کہ حصہ سے مراد ایک اجتماعی نور ہے جو عالم قدس سے نکل کر اس عالم  
تخلیط میں متعین ہوتا ہے اور پیریاں کے شر و فتنوں سے نکلنا رہتا ہے۔ اس  
سے انبیاء علیہم السلام کے مقامات کی طرف اشارہ بھی ملتا ہے۔ کیونکہ وہ شرف و ذکر  
ملنے کے لیے ہمیشہ کوشش کرتے رہتے ہیں جس سے حق واضح ہو جاتا ہے۔ بعض  
مفسرین فرماتے ہیں کہ حصہ سورۃ قائم ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ خدا تعالیٰ  
کی بعض صفات کی طرف اشارہ ہے۔ اسی طرح حروف مقطعات کا ہر حرف خدا تعالیٰ  
کے کسی اسم کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے۔ جیسے آج سے حق اور حق سے ملک  
تاہم زیادہ سادگی والی بات نہیں ہے۔ جو انہی جلال الدین سیوطی اور بعض دوسرے  
مفسرین نے بیان فرمائی ہے کہ ان حروف میں زیادہ کمرہ نہیں کوئی چاہیے۔ بلکہ  
اس بات پر ایمان رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حروف اللہ تعالیٰ ان  
حروف کی مراد کو متوجہ فرماتا ہے۔ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں  
سورۃ کے آغاز میں قرآن کریم کی حقانیت اور صداقت کو قسم کے ساتھ بیان  
کیا گیا ہے۔ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ قسم ہے کھول کر بیان کرنے والی کتاب کے  
لے جلالین ص ۱۰

تاہم



قرآن کو کتاب سمجھ کر لیا گیا ہے اور اس کی وضاحت درستی و عقائد پر مبنی ہے جیسے  
 وَمَنْ لَنَا عَلَيكَ الْكِتَابَ تَبَيَّنَا مَا لَمْ يَشْعُرْ بِالْعَمَلِ ۝ ۸۹، صرف آپ کی  
 طرف کتاب نازل فرمائی ہے جو ہر چیز کی وضاحت کرتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن  
 عباسؓ فرماتے ہیں کہ کل شئی سے ہر وہ چیز مراد ہے جسے انہی کو دین کے معاملہ میں ضرورت  
 پڑ سکتی ہے۔ ہر وضاحت طلب چیز کو قرآن پاک بالواسطہ یا بلاواسطہ ضرور واضح کر  
 دیتا ہے اور کوئی استنباط نہیں رہتا۔ بلکہ واسطہ تفصیل تو یہ ہے کہ قرآن پاک  
 اپنی وضاحت خود بیان کرتا ہے۔ مثلاً اگر کسی چیز یا کسی معاملہ کا ذکر کسی جگہ اجمال  
 کے ساتھ کیا گیا ہے تو دوسری جگہ اس کی تفصیل موجود ہے۔ اور بلا واسطہ وضاحت  
 کئی صورتوں میں ہو سکتی ہے۔ مثلاً کسی مسئلہ کی وضاحت پہلے علی اللہ کے سپرد کر دی  
 جائے، جیسے فَرَأَىٰ وَابْتَلَىٰ الْآيَاتِ الْكَافِرِينَ الَّذِينَ كَانُوا يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ اللَّهِ الْعِيسَىٰ  
 وَالْعِزَّةِ ۝ ۴۴، ہم نے یہ ذکر یعنی قرآن مجید اس لیے آپ کی طرف نازل کیا ہے تاکہ  
 آپ لوگوں کے سامنے اس چیز کو بیان کر دیں جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے۔ اور  
 یہ وضاحت بھی نبی اپنی طرف سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشاکت کے ذریعہ ہے۔  
 اللہ تعالیٰ باطنی وحی کے ذریعے نبی کے قلب پر ظہور وضاحت آتا ہے اور دیتا ہے  
 اور نبی آگے لوگوں کو بتا دیتا ہے۔ یاد رہے کہ قرآن کے بعد الغاظ وحی جلی کہلاتے  
 ہیں اور پیغمبر کا بیان وحی غنی ہوتا ہے۔

قرآن پاک کی وضاحت کی ایک مشورہ بھی ہے کہ قرآن میں کسی چیز کا اصول بیان کر دیا جاتا  
 ہے اور پھر اس کی وضاحت اہل علم پر چھوڑ دی جاتی ہے جو مذکورہ اصول کی روشنی  
 میں مسئلہ کی خطائیات کی وضاحت کر لیتے ہیں۔ بعض اوقات کوئی چیز ائمہ مجتہدین کو مشورہ  
 دی جاتی ہے تاکہ وہ کسی حل طلب مسئلہ کا حل قرآن و سنت کی روشنی میں پیش کر دیں۔  
 یہ سب چیزیں قرآن پاک کی وضاحت کے ضمن میں ہی آتی ہیں۔ بہر حال قرآن ایک  
 ایسی چیز ہے جس کی بات کو عمل نہیں چھوڑا گیا بلکہ ہر چیز کی کسی نہ کسی طریقے سے وضاحت کر دی گئی ہے۔





زندہ ہر شے عیاں ہے اس نام پر قیامت کے باوجود وہ جو مفسرین کا اتفاق ہے وہ یہاں پر  
 لیلۃ المبارک سے لیلۃ القدر ہی کا دست چسکا کر کے سورۃ القدر میں ہے۔ اِنَّا أَنْزَلْنَاهُ  
 فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ (آیت ۱۰) یعنی ہم نے اس قرآن پاک کو لیلۃ القدر میں نازل  
 فرمایا۔ وہ ایک رات جو وبادت و ریاضت کے عالم سے ایک ہزار مہینوں سے بڑھ  
 کر بہت کم مفسرین کو رسم عیاں فرماتے ہیں کہ لیلۃ القدر اور لیلۃ المبارک ایک ہی رات کے  
 دو مختلف نام ہیں اور اسی رات میں یہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کو راتِ شہزادہ سے بیت المعمور  
 و جو کہ آسمانِ دنیا پر ہے اور بیت المعمور میں آزار جو کہ ساتویں آسمان پر ہے۔ اور پھر اُن  
 سے تیس برس پہلے میں یہ شہزادہ کو اس کے حضور علیہ السلام پہ نازل کیا گیا۔ قرآن پاک میں یہ  
 تصریح بھی موجود ہے کہ قرآن پاک پر مشاں المبارک کے مہینہ میں نازل کیا گیا شہزادہ  
 رَضْوَانُ الْوَدَّیُّ الْبَرِّ الْفَرَّانُ (البقرہ - ۱۸۵) مشاں المبارک  
 وہ وہ بابرک ہے۔ جس میں قرآن پاک کو نازل کیا گیا۔ اور احادیث سے یہ بھی معلوم  
 ہوتا ہے کہ لیلۃ القدر و مشاں کی ایسویں، پچیسویں، ستائیسویں یا اسیسویں ر  
 آتی ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں نام ایک ہی رات کے ہیں اور یہاں  
 مذکور لیلۃ المبارک سے لیلۃ القدر ہی مراد ہے یہ وہ مشاں میں آتی ہے جہاں تفسیر کی روایت سے  
 معلوم ہوتا ہے کہ تمام کتب سادہ یہ مشاں المبارک کی ہیں، تیسرے یا سترے دن کو نازل  
 ہوئیں۔ جب کہ اگر کسی نے آخری کتاب اس سلسلے کے آخری عشرہ میں نازل کی گئی۔  
 فرمایا ہم نے اس قرآن حکیم کو ایک یا دو رات میں نازل فرمایا اَحْکَمًا  
 مِنْ ذَرِّینِ بے شک جو ذرّہ جتنے کے ہیں۔ ہم نے اپنے دستور کے مطابق پہلے  
 انبیاء پر بھی کتب اور صحائف نازل فرمائی اور ان لوگوں کو ان کے بڑے انہماک سے آواز  
 کیا کہ اگر وہ لغز، شرک اور معاصی سے باز نہیں آئیں گے، انبیاء کی بات کو نہیں  
 مانیں گے تو قیامت ملے دن خدا کی گرفت میں آئیں گے، بہر حال بشر اور منقرض ہوتا  
 ہے۔ اللہ کا فرمان ہے رُسُلًا مُّصَدِّقَاتٍ لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِنَّ وَالْعَمَاءُ ۝ ۱۵۱ ہم  
 نے تم پر رسولوں کو بشارت اور منذر بھیجا تاکہ بعد میں کسی کو اعتراض کا موقع نہ رہے۔

غرضیکہ انشت فرمایا کہ جس نے اس کتاب میں کو مبارک رات میں نازل فرمایا اور تحقیق ہر  
ذرت اسے لکھتے ہیں۔ یہ اس کتاب کی غایت بھی ہو گئی۔

فرمایا اَنْزَلْنَاهُ عِندَنَا بِمَكْمَلٍ ہادی جانب سے ہر اسے اِنَّا كُنَّا  
مُزَيِّنِينَ تحقیق ہم ہی جسے لکھتے ہیں۔ انبیاء و رسل کو ہدایت خلق سے دینے اور فرشتوں  
کو مختلف امور کی انجام دہی کے لیے اللہ تعالیٰ سے مختلف وظائف و مختلف ڈیوٹیوں پر تعین کر  
دیکھا ہے۔ جیسے ہر اسرائیل علیہ السلام کو الہی لائے پر مامور ہے، کرنی روزی پہنچانے پر مامور ہے  
کوئی بادلوں کا فرشتہ ہے اور کوئی ملک الموت ہے، مطلب یہ ہے کہ تمام کائناتی خدمات  
سے متعلق فرشتوں کو مامور کر دیا جاتا ہے اور وہ تعینات حکم کرتے ہیں شاہدوں اور فرشتوں  
میں کہ انبیاء اور فرشتوں کا بھیجنا اللہ تعالیٰ کی ایک صفت بھی ہے۔ لہذا جو اس صفت  
کا انکار کرے گا۔ وہ بھی کافر تصور ہوگا۔

جنت بانی

ارشاد ہوتا ہے وَجْهٌ رَبِّكَ ذُو الْبَیِّنَاتِ یہ امر بانی ہے یہ تیسرے پروردگار  
کی طرف سے ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک مبارک رات میں قرآن کریم کا نزول فرمایا جس میں  
انسان کی پوری زندگی کا پروگرام موجود ہے اِنَّهُ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ  
وہ ہر بات کو سننے والا اور ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ اور وہ وہی ذات ہے جو کہ  
رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَارْضِیْنَ وَمَا بَیْنَهُمَا جو کہ پروردگار ہے آسمانوں اور  
زمین کا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے۔ وہ ہر چیز کا رب ہے اور کئی چیز  
اُس کی ربیت سے باہر نہیں وہی ہر چیز کی تہذیب پرورش کو کے لئے ہے کہ کمال  
تک پہنچاتا ہے۔ ساری مخلوق کا وہی پروردگار ہے اِنَّا كُنَّا مُوَفِّیْنَ  
اگر تم یقین لائے گئے ہو تو اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لو کہ ہر جاندار اور غیر جاندار  
اسی کی رحمت کا محتاج ہے۔ اور وہ ایسی ذات ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ  
کہ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی ہر چیز کا خالق۔ مالک۔ مدبر اور مقرر ہے  
لہذا عبادت کے لائق بھی صرف وہی ہے۔ وہ علیم کل۔ قادر مطلق اور سمیع البصیر  
ہے۔ نَجِّیْ وَیُعِیْذُکَ وہی زندہ کرتا اور وہی موت دیتا ہے گیا موت و حیات



بھی اُسی کے قبضہ قدرت میں ہے جس کو وہ زندہ رکھنا چاہتا ہے اُسے کوئی چیز گنہگار نہیں  
 پہنچا سکتی اور جسے وہ ختم کرنا چاہے اُسے کوئی بچا نہیں سکتا۔ وہ زندگی کا سرچشمہ ہے۔  
 حق اور قیوم ہے، ہمیشہ سے زندہ ہے۔ اور زندگی بخشنے والا ہے۔ کوئی انسان فرشتہ  
 جن پر زندہ چڑھا کر زندگی کے نہیں آیا بلکہ سب کی زندگی اللہ وحدہ کی عطا کردہ  
 ہے۔ وہ جب چاہے یہ زندگی جبین بھی لیتا ہے اور اُس کے راستے میں کوئی چیز  
 مزاحمت نہیں کر سکتی۔ فرمایا وہ ذاتِ ابرہی تعالیٰ رَبُّكَ كَرِيمٌ رَبُّكَ ابَدُؤُكُمُ  
 بِالْاَقْلَابِ تَنَزَّلُ مِنْ رَجْمِ رَبِّ هُوَ اور تمہارے پہلے آباؤ اجداد کا رب ہی ہے سب  
 ظہور ایک ہی پروردگار ہے جو کہ وحدہ لا شریک ہے۔

قرآن حکیم کی حقایق بیان کرنے کے بعد اللہ نے اپنی بعض صفات کا تذکرہ  
 کیا اور ارض و سما کی روبرویت کو خاص طور پر بیان فرمایا۔ آگے انذار کا پلو آرہا ہے کہ اگر  
 اُس کی تردید کو قیوم نہیں کر دے گے تو پھر اللہ تعالیٰ انتقام لینے پر بھی قادر ہے۔

بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ يَلْعَبُونَ ⑨ فَأَرْسَلْنَا يَوْمَ  
 تَالِي السَّمَاءِ بِدُخَانٍ مُبِينٍ ⑩ يَغْشَى النَّاسَ  
 هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ⑪ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا  
 الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ ⑫ أَلَمْ يَكُنْ لَهُمُ الذِّكْرَى  
 وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُبِينٌ ⑬ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ  
 وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَجْنُونٌ ⑭ إِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابَ  
 قَلِيلًا إِنَّكُمْ عَائِدُونَ ⑮ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ  
 الْكُبْرَى إِنَّا مُنْتَقِمُونَ ⑯

ترجمہ: کہ یہ لوگ شک میں کیوں ہے ہیں ⑨ پس یہ  
 اٹھارہ گویا جس دن لائے گا آسمان ایک گھو دھواں ⑩  
 جو تمام پے کا لوگوں کو یہ دردناک عذاب ہے ⑪  
 دیکھ کہیں کے یہ لوگ اے ہم سے پہلے پہلے کہوں گے  
 ہم سے عذاب کو ، بیشک ہم ایمان لائے والے ہیں ⑫  
 کہاں ہو گا ان کے لیے نصیحت پھر ، اور ابھی تحقیق  
 کیا ہے ان کے پاس رسول کہوں کہ بیان کرتے والے ⑬  
 پھر انہوں نے روگردانی کی اس سے اور کہا کہ یہ سکھایا  
 ہوا دیرانہ ہے ⑭ بیشک ہم سے پہلے گئے ہیں عذاب  
 کو اتنی ہی مدت کہ بیشک تم پہلے کہ وہی ہر گز



وائے ہو ⑤ جس دن ہم گرفت کریں گے نبی روفت  
بیشک ہم انتقام لینے والے ہیں ⑥

رابطہ آیا

سورۃ کے آغاز میں قرآن پاک کے لیے القدر میں نزول کا بیان تھا۔ اس نے نزول  
قرآن کی غرض و غایت بھی بیان فرمائی اور یہ بھی کہ اس ایک رات میں مستحکم فیصلے کیے جاتے  
ہیں۔ پھر اللہ نے اذکار کا ذکر فرمایا کہ وہ اپنے رسولوں کے ذریعے لوگوں کو ان کے  
بشمول انتقام سے ڈراتا ہے۔ فرمایا نزول قرآن اس کی خاص مہربانی کا نتیجہ ہے۔ پھر  
اللہ نے اپنی توحید کا تذکرہ فرمایا کہ وہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔ آسمانوں، زمین  
اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا وہی پروردگار ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت  
کے لائق نہیں، زندگی اور موت اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ وہ مہرورہ

شوک کا قور

لوگوں کا بھی پیور و فارے اور ان کے پٹے ابا و اجداد کا بھی۔ لہذا اس کی توبہ پر کاربند  
رہنا چاہیے۔ اور اس کی ترست، صفات یا عبادت میں کسی کو شریک نہ بنانا چاہیے  
اللہ نے فرمایا کہ ہم نے لوگوں کے سامنے ہمیشہ رکھے و اطل اور توحید کی واضح  
نشانیاں پیش کی ہیں۔ اگر ان میں ذرا بھی کھجھو تو تو یہ لوگ توحید باری تعالیٰ کو تسلیم کر  
لیتے۔ بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ يَلْعَبُونَ بکہ یہ تو شک میں کھیل رہے ہیں۔  
ان کے انحراف اور شرک یہ عقائد میں ذرا فرق نہیں آیا۔ بلکہ یہ اپنے غلط عقائد پر ڈٹے چلے  
ہیں۔ انہیں نہ تو خدا تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین آتا ہے اور نہ یہ لوگ قرب قربت اور کچھ ماننے  
کے لیے تیار ہیں۔ انہیں رسولوں اور خاص طور پر حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر  
بھی یقین نہیں اور نہ ہی وہ قرآن کو اللہ کا کلام اور اس کی وحی تسلیم کرتے ہیں بلکہ شریف  
سے شک و تردید میں مبتلا ہیں اور انبیاء کی بتائی ہوئی باتوں کو جسنی مذاق میں اٹھا لیتے ہیں۔

عالم بیان

فرمایا ان تمام و اطل، یہاں میں، امثلہ، شواہد اور حقیقت طریقوں سے حقیقت  
سمجھانے کے اور جو وہ لوگ جو لوگ سب کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتے بلکہ  
کفر و شرک اور باطل عقائد پر ہی جمے ہوئے ہیں۔ فَادَّبَ نَصَبَ تَرَابِ انظار کریں اس  
دن کا یقین تَبَاقِ السَّحَابِ یَدُ حَنَانِ کَیْبِ یُنِ یس دن آسمان کی کباب کھلے

دھواں لائے گا۔ یعنی آسمان پر دھواں چھایا جائے گا۔ یَفْشَى السَّمَاءُ سَجَابًا کو ذرا نیچے لے گا۔ فَرَأَى هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ یہ دردناک عذاب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے پیغمبر علیہ السلام کو نسی دی ہے کہ اگر یہ کافر اور مشرک آپ کی بات نہیں مانتے، بلکہ اٹھ اٹھ اور استغناء کرتے ہیں تو آپ درگزر کریں، غنغریب ایک وقت آئے گا کہ وہ سب بارے سے آسمان پر دھواں چھایا جائے گا اور یہ دھواں کفار و مشرکین کے لیے سزا کا موجب ہوگا۔

ذکورہ دھواں کے متعلق مفسرین کرام کے دو اقوال ملتے ہیں۔ بعض فرماتے ہیں کہ اس سے وہ دھواں مراد ہے جو قریب قیامت میں ہی بر ہوگا۔ اور جسے علامہ قیامت میں شمار کیا گیا ہے۔ مِنْ حُضْرَةِ الصَّلَاةِ وَالْعِشَاءِ نے قریب قیامت کی جن نشانوں کا تذکرہ فرمایا ہے ان میں سورج کا مغرب سے طلوع، یا جوج و جوج و اتر الیض اور وصال کا خروج، مشرق، مغرب اور جزیرۃ العرب میں نسوٹ یعنی زمین کا دھنس جانا، اسی کے کئی کئی سے آگ کا ظہور جو لوگوں کو ہلک کر شام کی طرف سے چائی اور دھواں اور چوہاری زمین پر پھیل جانے کا ذکر آیا ہے۔ اس دھواں کا اثر مومن اور کافر پر مختلف ہوگا۔ مومن لوگ اس سے ناکام جیسا معمولی اثر محسوس کریں گے جب کہ کافروں کے لیے یہ جلی ہوئی کسی چیز کا دھواں محسوس ہوگا۔ یہ دھواں ان کے لیے سخت ناکوار ہوگا اور انہیں محسوس ہوگا جیسے ان کے آگ، منہ یا میرزے کے نکل رہا ہے۔

قیامت  
سکا دھواں

قحط کا دھواں

تاہم دوسرے مفسرین کرام اس مسئلہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت کو ترجیح دیتے ہیں۔ آپ کو فرمایا قیامِ یوم کے ایک شخص نے آپ کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا کہ فلاں جگہ پر ایک دھند نے سورۃ المدخان کی یہ آیت تلاوت کی اور بیان کیا کہ اس دھواں سے قیامت کا دھواں ملے گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے یہ سنا تو اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ بھائی! جس شخص کو کوئی چیز معلوم ہو اسے بلا کم و کاست بتا دینی چاہیے اور جس کا علم نہ ہو اس کو اللہ کے سپرد کر دینا چاہیے اور خلعت میں نہیں بٹہ چاہیے۔ کہہ لوں گے چاہیے کہ اس چیز کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ بغیر علم کے



خواہ مخواہ مفتی بن کر فتویٰ نہیں دینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے خود حضور علیہ السلام کی زبان سے  
 نہ فرمایا تھا مَا اسْتَلَكُمُ عَلَيْهِ مِنْ خَيْرٍ وَمَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ (مرا  
 نے لوگو! میں تم سے تبلیغ دین کا کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا۔ اور نہ ہی میں تمہارے لئے  
 کئے لوگوں میں سے ہوں۔ بہر حال حضرت بن مسعودؓ نے فرمایا کہ اس دھوئیں سے مراد  
 قیامت کا دھواں نہیں بلکہ قحط کا دھواں مراد ہے جو مشرکین پر بار ہوگا۔

اس اجماع کی تفصیل یہ ہے کہ جب قریش کعبہ سے بڑھ گئے، کعبہ و شرک پر  
 اللہ اور اللہ کے نبی کی لعنت تھی کہ وہ طبرہ بن گیا، ان کی طرف سے آیا۔ رسائی نے  
 مسلمانوں کو ہجرت پر مجبور کر دیا، تو حضور علیہ السلام نے کعبہ و مشرکین کے حق میں بددعا  
 فرمائی اَللّٰهُمَّ سَبِّحْهَا كَسَبْعِ نَوْسَفَ لے اشرار! ان پر تو لعنت علیہ السلام  
 کے زمانے جیسا قحط ڈال۔ آپ کی یہ دعا قبول ہوئی اور مکے میں قحط مانی یہاں ہو گئی،  
 آدمہ میں یہ واقعہ پیام اللہ کی منافی تھی۔ وہاں کا سردار مسلمان ہو گیا تو مشرکین نے  
 اُس کی توہین کی اور اُس نے رزقِ علی کے طور پر پیام سے محسوس کیے کہ مہ کی یاد  
 روک دی جس کی وجہ سے اہل مکہ دانے دانے کو ترس گئے، حتیٰ کہ انہوں نے سردار اور  
 خشک چھڑا اہل کعبہ کو کھانا شرمس کر دیا، اوپر آسمان کی طرف نظر اٹھا کر فریادیں  
 طرف دھواں ہی دھواں نظر آتا۔ روایات میں آتا ہے کہ بعض مشرکین حضور علیہ السلام  
 کی خدمت میں مانگنے کے لیے یہ پتہ طے ہو چکا اور عرض کیا کہ آپ کی قوم ہلاک ہو رہی  
 ہے، دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس قحط مانی کو دور کرے، آپ نے دعا فرمائی تو وہ  
 دھواں بھی دور ہو گیا اور قحط مانی سے بھی نجات مل گئی۔ بہر حال اس دھواں سے  
 مراد قحط مانی کا دھواں ہے جو حضور علیہ السلام کی قحط سے دور ہوا، مسلم کی روایت  
 میں آتا ہے کہ ایک شخص حضور علیہ السلام کے پاس آیا اور عرض کیا کہ حضور! آپ مضر  
 کے لیے استغفار کریں کہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ مضر کے لیے؟  
 تم تو حبشے جری ہو جو ایسی بات کہہ رہے ہو کہ قریش مضر میں سے ہی تھے، چہ  
 آپ نے دعا کی تکلیف دور ہوئی اور پھر اسودہ مانی ہوئے تو پھر مانی کی توہین

سنے ہو میں بڑی گرفت میں اُن کو مبتلا کر کے ہلاک کیا، صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت میں آتا ہے کہ پانچ نشانیاں پہلے ہی گزرتی ہیں، جن میں سے ایک نشانہ یہی تھا کہ سال کا دعائے ہے دوسری نشانہ شمس القمر کا واقعہ ہے، تیسری وہیوں کا مغرب ہرگز پندرہ سال میں چرخاٹ آجاتا ہے، جس کا ذکر سورۃ الزمر میں ہے۔ چوتھی نشانہ بے شک یعنی سخت چڑا ہے اور پانچویں زمانہ ہے جس کا ذکر سورۃ الفرقان کے آخر میں آتا ہے۔ ان دونوں سے مراد بدر کی لڑائی ہے، جس میں کافروں کو سخت شکست کا سامنا کرنا پڑا، اور عذاب اُن کے ساتھ لازم ہو کر رہ گیا۔ بدر میں قتل ہونا اور قیدی بننا یہی بے شک کبریٰ ہے۔

عذاب کے  
رہائی کی  
دشمنیت

بہر حال اللہ نے فرمایا کہ اُس گھٹے و صوفیوں کا انتظار کریں جب وہ لوگوں پر چھا جائے گا اور یہ دردناک عذاب ہو گا۔ اس وقت لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے عرض کریں گے رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ كُنَّا بِكَ بِرَّاءٍ وَرَوَّاءٍ پروردگار! ہم سے اس عذاب کو دور کر دے اِنَّا مُؤْمِنُونَ ہم یقیناً ایمان لائے وائے ہیں۔ کافروں اور مشرکوں کا ہمیشہ سے یہ طریقہ رہا ہے کہ جو نبی عذاب کو دکھاتا دیکھا تو ایمان کا دعویٰ کر دیا اور جب مصیبت مل گئی تو پھر مشرک کے مشرک، سورۃ الاعراف میں فرعونوں کا حال بھی ہم پڑھتے ہیں کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچی، طوفان آجاتا یا قحط پڑا ہو جاتا تو میری علیہ السلام سے کہتے کہ پیغمبر سے دعا کریں کہ ہماری یہ تکلیف دور کر دے، ہم ایمان لائے ہیں کہ اے اللہ! اسرائیل کو آپ کے ساتھ بھیج دیں گے، اللہ نے فرمایا کہ جب ہم ایک مدت کے لیے اُن سے عذاب کو کھول دیتے ہیں اِذَا هُمْ يَنْتَكِبُونَ (آیت ۱۲۵) تو وہ اپنے عہد کو فراموش کر کے اُسی کفر اور شرک کی طرف آجاتے ہیں۔ یہاں بھی فرمایا کہ وہ لوگ عذاب دور ہو جانے کے بعد ایمان لانے کا وعدہ کرتے ہیں مگر اللہ نے فرمایا اَلَمْ يَكُنْ اَلَّذِي كَفَرْتُمْ اَنْ تَقُولَ اَنَّا نَحْمَدُكَ رَبًّا وَاَنَّا نَكْفُرُ (آیت ۱۲۶) اے اللہ! ان کے یہ فیصوت پکڑنا، جب ہم اُن کی تکلیف رفع کر دیں گے تو یہ جبرائیل علیہ السلام ہوں گے اور کفر و شرک میں ہی مبتلا رہیں گے، فرمایا اِن کی زبان پر کیسے اعتبار کیا جاسکتا ہے



وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ قَبْلَ هَٰذَا مِنْهُمْ بِآيَاتٍ ۚ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ فَلَا تُخَفِّفُوا عَنْهُمْ لَهْوَهُمْ وَلَعْلَهُمْ يَنْتَرِفُونَ ۚ  
 رسول آجہد منکرانوں نے اُس کو تسلیم نہ کیا لہٰذا تُوڑا بھٹکا پھرنے سے  
 روکروال کی، اُس کی کسی بات پر نہیں ہی دیکھا بکھڑے نہ ہو قالوا ائفکنا من جنون  
 یہ ترسنا لایا ہوا جاہلوں کے، ہم اُس کو اشرک ہی کہتے تسلیم کریں، اسی قوم کا مضمون  
 سورۃ النجم میں بھی آیت ہے۔ قیامت کے دن جب ہم جہنم جہنم کے سلسلے آجئے گی  
 تو پھر اُن کی آنکھیں کھلیں گی، اُس دن انہی کی نصیحت پڑا چاہئے کہ ہم نے اللہ سے فرمایا  
 وَآلِیٰ لَہٗ الْاٰلِیُّمُ الْکَرِیْمُ ۙ ایت ۲۱ مگر اُس دن ان کی نصیحت پڑے گی کہ اے اللہ کے رسول! اُس دن  
 اُن نے یہ نہیں دیکھا یَقُولُ یٰلَیِّتُنِیْ قَتَلْتُ لِحَیٰاتِی (آیت ۲۴) اور کہے گا اے اُن کے  
 اپنی دانی نہ تھی کہ اُن کے قتل کے بعد ہوا مگر وہ وقت گزر چکا ہوگا۔ دوسرے دن ان کی جس روح  
 ہے کہ جب موت کا وقت قریب آئے تو وہ مٹا کرتا ہے یَقُولُ رَبِّیْ  
 لَیْسَ لَیَّ اَخَذْتَنِیْ اِلٰی اَحَدٍ قَرِیْبٍ ۙ فَاَصْدَقْ وَاَكْفُرْ مِنَ الْقٰبِلِیْنَ  
 (المذنبون۔ ۱۰) اور کہتا ہے کہ پروردگار! اگر تو مجھے غفرتی تو میں بہت شے سے تو  
 میں صدقہ نیت کر لوں اور اپنی کاموں پر مگر اس وقت تک حالت خیر ہو جی ہوئی جب  
 اور اس کی خواہش پوری نہیں ہو پاتی، یہاں ہی اشرک نے ہی بات فرمائی ہے کہ ہم لوگ  
 عذاب کا سوال دیکھ کر ایمان لانے کی خواہش ظاہر کریں گے مگر اللہ فرماتا ہے کہ  
 میں نے تمہارے پاس اپنے رسول بھیجے مگر تمہارے کچھ نصیحت حاصل نہ ہوئی، بلکہ روگردانی  
 کی اور کھنڈا ہوا ہتھوں کھینچے گئے، اب تمہارا ایمان قابل قبول نہیں اور یہی عذاب  
 کو دور کیا جائے گا۔

خدا کا  
 حکم ہے

مفسر مجتہدین کی تشریح میں مفسرین کو ایمان نہ دینے ہیں کہ مشرک لوگ نے تھے کہ  
 محمد مصطفیٰ اللہ علیہ وسلم طاعت میں سب سے بڑے روحانی غلام اللہ سے بعض چیزیں کہتے ہیں  
 وہ پھر انہیں بطور قرآن پیش کر دیتے ہیں۔ بعض اس کو دیکھ کر غلاموں کی طرف متوجہ  
 کرتے تھے، حالانکہ وہ یہاں سے تو خود کہتے تھے کہ یہ حضور مصطفیٰ اللہ علیہ وسلم کی خدمت  
 میں حاضر ہوتے تھے، آپ نے اُن سے کیا یقیناً، کافر و مشرک لوگ اس لیے بھی  
 حضور علیہ السلام کو روایا کہتے تھے کہ آپ نے محمد بن عبد اللہ کی باتیں کرتے ہیں کہ

کے بعد انسان کی ہر سیوا و تدبیریں ہی ہونے لگیں۔ سب لوگ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔ حساب کتاب کی منزل آئیگی اور پھر جزا و سزا کے فیصلے ہوں گے۔ وہ لوگ آپ کو اس بات پر بھی دیر انداز نہ کہتے تھے کہ مجبور و محنت ایک ہی ہے اور باقی سارے مجبور و محنت ہیں۔ اللہ نے ان کو بیان سورتہ صحت میں نقل کیا ہے۔

أَجْعَلِ الْاِلٰهَةَ الْاِلٰهًا وَّاحِدًا رَّحْمٰنُ هٰذَا لَشَيْءٌ مُّجْتَبٰتٌ رَّاٰ يٰۤاٰدُ

کیونکہ تمام معبودوں کو تصور کر ایک ہی مجبور بنا لیا ہے، یہ تو بڑی عجیب بات ہے حالانکہ ہمارے آباؤ اجداد تو سب کی تعظیم کرتے آئے ہیں، ان کو نذر و نیاز پیش کرتے آئے ہیں مگر یہ شخص کہتا ہے کہ سب کی بنانے ایک ہی مجبور کافی ہے۔

عیون دور کے بعض مصلحتوں نے بھی اس قسم کی باتیں کی ہیں مثلاً جرمنی کا فرانک ٹرا اسٹ ایوان مشرق تھا، اس نے کہا کہ حضرت علیہ السلام پر نوزائشہ مرگی کے دورے پڑتے تھے۔ جس کے دوران وہ کچھ بڑبڑاتے تھے اور اسی کو قرآن کے طرد پر پیش کرتے تھے۔ اسی قسم کی باتیں مکے کے کافرو مشرک بھی کرتے تھے کہ یہ تو بعض غلاموں سے سیکھ کر آئے ہیں اور ہمارے سامنے قرآن بنا کر پیش کر دیا ہے۔ ورنہ اس کی حقیقت کچھ نہیں۔

اللہ نے جواب فرمایا اِنَّا كُنْهٖمُ الْعَذَابُ قَبِيْلًاۙ لَّہُمْ كُوْنٌ وَّارَۃٌ  
 ہیں عذاب کو تنویر و صحت کے بعد۔ کچھ عرصہ کے بعد اس دھوئیں کے عذاب کو دور کر دیں گے۔ قسط سالانہ ختم ہو کر خوشحالی کا دورے آئیں گے مگر ان کا عذاب وہی ہے کہ تم بیٹ کر اسی کفر و شرک کا ارتکاب ہی کر رہے ہو اور ایمان نہیں لاؤ گے اس قسم کی مثال اللہ نے مشرکوں کے بھری سفر کی بھی بیان فرمائی ہے کہ جب وہ کشتی میں سوار ہوتے اور کئی مصیبت آپہنچتی ہے تو خالص الشکر پکارتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ انہیں اس مصیبت سے نجات دیتا ہے اِذَا هُمْ يَشْكُرُوْنَ (العنکبوت ۶۵) تو پھر اسی طرح شرک کرنے لگتے ہیں۔ پھر وہی غیروں کی نذر و نیاز وہی قبر پر لگتے اور وہی رسومات باطلہ انجاس پیش کرتے ہیں تو یہاں بھی اللہ نے فرمایا کہ ہم

اللہ تعالیٰ  
 کی طرف  
 سے جواب



ان کی درخواست پر غائب کر ڈور ڈور دینگے مگر یہ پھر اس ڈگر پر چلی نکلیں گے۔  
 فرمایا لَوْ هَرَبْتُشَ الْبَطْلَانُ الْكَبِيرُ جس دن ہم گرفت کریں گے بڑی  
 گرفت یعنی جس دن ہم انہیں سخت گرفت میں لیں گے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کی  
 روایت کے مطابق اس بھٹہ انگریزوں سے مراد جنگ ہے۔ یہ اللہ کی بڑی گرفت  
 تھی جس میں مسلمانوں کے ہاتھوں کافروں کو بڑا نقصان اٹھانا پڑا۔ ان کے ستر بیل اٹھارہ  
 سو درماتے گئے اور ملت ہی قیدی بنے، باقی بھاگ گئے۔ کافروں کو اتنی بڑی شکست  
 ہوئی جو تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھی جائے گی۔ وہ لوگ بڑی دھوم دھام اور بات و بجے کے  
 ساتھ لڑنے کے لیے آئے تھے مگر اللہ نے ایسی سخت گرفت کی جو کسی کے دھم و  
 گمان میں بھی نہ تھی اور جس کے واسطے ذلیل و خوار ہو کر واپس گئے۔

فرمایا إِنَّا مُنْقِضُونَ بے شک ہم انتقام لینے والے ہیں۔ اللہ نے اپنا  
 آٹھویں نبی بھیجا، کتاب نازل فرمائی۔ اللہ کے نبی نے کفار و مشرکین کو کھجلی کی پوری  
 پوری کوشش کی اور اس رزم میں بڑی صعوبتیں بھی برداشت کیں مگر وہ نہ ٹٹے۔ اللہ  
 کی غیرت جوش میں آئی تو انہیں دوسرے مقام پر تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ اور اس  
 طرٹ اپنی اور اپنے نبی کی نافرمانی کا انتقام لیں سے لے لیا۔ یہ تو دنیاوی کھانڈ سے  
 گرفت تھی جو عارضی تھی اور پھر آگے دانی گرفت آنے والی ہے۔ انتقام کافروں کو  
 آگے بھی بھجرت آ رہا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو صلیب و تار بٹکتے پھر  
 جب وہ حد سے بڑھ جاتے ہیں تو پھر وہ انتقام بھی لے لیتا ہے۔ اسی طرح قریش  
 کو سے انتقام لیا اور وہ ہمیشہ کے لیے نابود ہو گئے۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ  
كَرِيمٌ ۝ (۱۷) أَنْ أَذُوقُوا إِلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ  
أَمِينٌ ۝ (۱۸) وَأَنْ لَا تَعْلُوا عَلَى اللَّهِ إِنِّي آتِيكُمْ  
بِسُلْطَنِ مُبِينٍ ۝ (۱۹) وَإِنِّي عِذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ  
أَنْ تُرْجَمُونَ ۝ (۲۰) وَإِنْ لَمْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ فَاغْلُظْ ۝ (۲۱)  
فَدَعَا رَبَّهُ أَنْ هَؤُلَاءِ قَوْمٌ خَاسِرُونَ ۝ (۲۲) فَاسْرِ  
بِعِبَادِي لَيْلًا إِنَّكُمْ مُتَّبِعُونَ ۝ (۲۳) وَاتْرِكِ الْبَحْرَ  
رَهْوًا إِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُونَ ۝ (۲۴) كَمْ تَرَكُوا  
مِنْ جَنَّتٍ وَعُيُوتٍ ۝ (۲۵) وَزُرُوعٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ۝ (۲۶)  
وَنَعْمَةً كَانُوا فِيهَا فَكَاهِنِينَ ۝ (۲۷) كَذِبَتْ أَوْرُسُهُمْ  
فَإِذَا هُمْ خِرَابٌ ۝ (۲۸) فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ  
وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنظَرِينَ ۝ (۲۹)

تو جسے اور بہت تحقیق ہم نے آزمایا ان سے یہ فرعون  
کی قوم کہ اور آیا ان کے پاس ایک عزت والا رسول (۱۷)  
راہس نے کہا کہ حوائے کردہ میری طرف اشارہ کے بندوں  
کو، بیشک میں تمہارے لیے رسول ہوں امانتدار (۱۸) اور



یہ کہ تم نہ تجر کر دے اللہ کے سامنے، تحقیق میں لیا ہوں  
 تمہارے پاس کھل سسہ ۱۹ اور بیشک میں پناہ پختہ ہوں  
 اپنے پروردگار کے ساتھ اور تمہارے پروردگار کے ساتھ  
 اس بات سے کہ تم مجھے سنکر کر دو ۲۰ اور اگر  
 تم ایمان نہیں دتے مجھ پر، پس تم مجھ سے الگ ہو  
 جاؤ ۲۱ پس دھا کی اُس نے اپنے پروردگار سے کہ بیشک  
 یہ لوگ گنہگار ہیں ۲۲ پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اے  
 مگر نکل جا میرے بندوں کو رات کے وقت، بے شک تمہارا  
 دھپا کیا جانے گا ۲۳ اور چھوڑ دے سمندر کو تھا ہوا بیشک  
 یہ ایک شذر ہے جس کو عرق کیا جائے گا ۲۴ بہت  
 کچھ چھوڑ انہوں نے پیچھے باغات اور چشمے ۲۵ اور  
 کھیتیاں اور عزت کے مقامات ۲۶ اور وہ نصرت جس  
 میں وہ آسودہ حال تھے ۲۷ اسی طرح ہوا، اور وارث  
 بنیاد ہم نے ان درجیزوں کا دوسری قوم کر ۲۸ نہیں دیا  
 ان پر آسمان اور نہ زمین، اور نہیں تھے وہ علت یافتہ  
 لوگوں میں سے ۲۹

پہلا آیت

کہ مانتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے نزول قرآن کے زمانے کے مشرکین پر مخصوص  
 مشرکین کو کراہ دیا، ان کی نافرمانی کا حال بیان کیا اور پھر ان پر آنے والی گرفت کا  
 ذکر کیا، اللہ نے ان پر دھوئیں کی شکل میں قحط مسلط کیا، انہوں نے عہد کیا کہ اگر یہ مصیبت  
 دور ہو جائے تو وہ ایمان سے آئیں گے، مگر سب انہیں قحط سے نجات مل گئی تو وہ  
 پہلے سے ہی زیادہ کفر و شرک میں بہک ہو گئے، اللہ نے بھی فرمادیا کہ ہم تمہاری  
 بدست کے لیے دن سے تکلیف کو ہٹائیں گے لیکن نافرمانی کی صورت میں بڑی گرفت  
 میں لے لیں گے، چنانچہ اللہ نے ہر کے مقام پر بہت سے سرکردہ مشرکین کو ہلاک

کیا، بعض قیدی بنے اور بعض شکست کھا کر بھاگ گئے۔

قوم فرعون  
کی آزمائش

اب آج کے درس میں اللہ تعالیٰ نے سابقہ قوم میں سے قوم فرعون کی گرفت کا ذکر کیا ہے۔ اس واقعہ میں ایک طرف مشرکین عرب کے لیے اندازہ کا پہلو ہے کہ اگر وہ بھی آٹھ اڑھائی عظیم الشان پر ایمان نہیں لائیں گے بلکہ اپنا کرایہ نہیں سمجھائیں گے اور قریح سے اور جہنم کے عمل کا اشارہ کریں گے تو ان کا شر میں قوم فرعون سے مختلف نہیں ہوگا۔ اور دوسری طرف حضور علیہ السلام اور آپ کے پیروکاروں کے لیے قتل و غمخیز ہے کہ اگر آج یہ لوگ آپ پر ایمان نہیں لاتے تو قوم فرعون کی طرح یہ بھی اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آئیں گے، ارشاد ہوتا ہے: وَلَقَدْ قَاتَيْنَاهُمْ تَوَامِدَ يَوْمٍ فَخَرْنَاكَ اور ایسا تحقیق ان سے پہلے ہم نے قوم فرعون کو آزمایا۔ وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ حکیم فیصلہ اور آیا ان کے پاس عزت والا رسول۔ رسول کی بعثت اور کتاب و شریعت کا نزول ہی قوم فرعون کے لیے آزمائش کا باعث تھا۔ اللہ تعالیٰ ہر عقل مند و وزن کو حکمت یعنی قانون کا پابند بناتا ہے اور اس پابندی میں ہی ان کی ترقی کا ارتقا ضرور ہے۔ اسی کی بدولت دنیا و آخرت میں ہندو مرتبہ پر فائز ہو کر ترقی کی منازل طے کرتے ہیں، اس کے برخلاف اگر اللہ کے بندے اس کے قانون کی پابندی نہیں کریں گے تو دنیا میں زلیل ہوں گے اور میرزاغ اور آخرت میں بھی ذلت ناک نتائج کا شکار بن جائیں گے۔ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَّقِ اللَّهَ اس کی آزمائش ہے اللہ کا فرمان ہے وَنَبْلُوهُمْ بِالشَّيْءِ وَالْخَبِيرِ فَوَسِّلْهُ لَوْلَا بِيَا، ۳۵ ہم برائی اور بھلائی دونوں طریقوں سے تمہیں آزماتے ہیں، کبھی مصائب تکالیف کے ذریعے اور کبھی آسودہ مالی اور خوشحالی سے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ انبیاء کو بھی آزمائشوں کو آزماتا ہے کہ کون دلتا ہے اور کون انکار کرتا ہے؟ کون کفر و شرک میں مبتلا ہوتا ہے اور کون توحید اور ایمان کو قبول کرتا ہے؟

یہاں پر ہمعزت رسول سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں جن کو اللہ نے قوم فرعون کی طرح سچوٹ فرمایا۔ آپ نبی و عظمت کے رسول تھے۔ اللہ نے آپ



کی خاص شریعت سے نہ بیت فرمائی تھی اور آپ کو ہر تب عالیہ پر نماز کیا تھا خود فرعون نے  
 آپ کو تسلیم نہ کیا بلکہ اپنے غرور و تکبر کی بنا پر آپ کو مبین لایا۔ اپنے حواریوں سے کہنے لگا۔  
 صِلَا جَاؤْ نَحْنُ اَنَا خَلْقٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ صٰحِبُ رُفُوْزٍ ۝۲۰ کیا میں اس  
 حقیر آدمی سے بستر نہیں ہوں؟ تاہم مباح عالم گراہ ہے کہ کافر و مشرک ہستی اہل کتب و قسم  
 نے لوگوں نے اللہ کے نبیوں کو ہمیشہ حقیر جانا اور ایسی بنا پر ان کی نبوت و رسالت  
 کا انکار کیا۔ مگر حقیقت یہ ہے نبوت و رسالت سے بڑھ کر کوئی عزت والا مقام  
 نہیں جس کو یہ مقام نصیب ہوتا ہے۔ اس پر اللہ کی خاص مہربانی ہوتی ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ  
 کی پسند و  
 نوا میں

فرمایا کہ فرعون کے پاس اللہ تعالیٰ کے باعزت رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام  
 آئے اور انہوں نے فرعون سے مطالبہ کیا اَنْ اَدَّۃَ اِلَیْکَ عِبَادَ اللّٰہِ کہ اللہ  
 کے بندوں یعنی بنی اسرائیل کو اپنی غلامی سے آزاد کر کے میرے حوالے کر دو۔ تاکہ میں  
 ان کو ان کے اصلی وطن شام و فلسطین کی طرف لے جاؤں۔ قرآن نے انہیں بلذبح غلام  
 بنا رکھا ہے، انہیں طرح طرح کی تالیفات پہنچاتے ہوئے ان سے چکارہ جتے ہو جانے  
 آوازوں پر انسان کا فطری حق ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے اپنا تعارف کر کے فرمایا اِنِّیْ لَمِّنْ اٰیٰتِیْکَ اٰمِنٌ  
 میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں یعنی اُمس کے حکم سے یہ مطالبہ کر رہا ہوں  
 نیز میں امانت دار بھی ہوں۔ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے جو حکم ہو رہا ہے وہ بلا کہہ دست  
 نہیں پہنچا رہا ہوں اور اس میں کسی قسم کی خیانت نہیں کرتا۔ میں تم سے یہ بھی مطالبہ  
 کرتا ہوں وَاَنْ لَا تَقْلُوْا عَلٰی اللّٰہِ کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے غرور و تکبر نہ کرو۔  
 اُمس کے سامنے سچے و انصاری کا اظہار کرو اور اُمس کے حکم کی تعمیل کرو۔ اور یاد رکھو  
 میرا دعویٰ نبوت محض زبانی بھلائی نہیں بلکہ الٰہی آیت حکم و سلطان مبین  
 میں تمہارے پاس اللہ کی جانب سے کھلی سند ہے کہ آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے  
 مجھے خاص معجزات عطا فرمائے ہیں جو میری صداقت کی دلیل ہیں۔ ان میں غور و فکر  
 کرو۔ میری بات کو دائرہ خدا کی وحدانیت پر ایمان لاؤ اور بنی اسرائیل کو غلامی سے

فرعون کہتا تھا اَنَا رَبُّكَ الْاَعْصٰی (الشعراء - ۲۴) میں تھا ارب  
سے بڑا رب ہوں لہذا میرے سوا کسی دوسری ہستی کو معبود نہ مانو۔ اور اگر تم نے ایسا  
کیا لَا جَعَلْتُكَ مِنْ الْعَسَجُوْنِ (الشعراء - ۲۹) تو تمیں قید میں  
ڈال دوں گا۔

اس قسم کی دھمکیوں کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام نے کہا وَ اِنِّیْ عٰذْتُ  
بِرَبِّیْ وَ رَبِّکُمْ اُوْرُبَّکُمْ میں پناہ پھرنا ہوں اپنے پروردگار کی اور تمہارے  
پروردگار کی۔ اس بات سے اَنْ تَرْجِعُوْا کہ تم مجھے تسنگ نہ کرو اور مطلب  
یہ ہے کہ میں تو خدا تعالیٰ کی پناہ پکڑنے والا ہوں مجھے تمہاری دھمکیوں کی کچھ پروا  
نہیں ہے۔ تسنگ زنی ایک قدیم اور سخت ترین سزا ہے۔ اسلام میں بھی محسن زنی  
کے لیے یہی سزا مقرر کی گئی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کے حکم سے فرعون کے پاس  
گئے تھے اور اس کو تبلیغ کی تھی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا پورا یقین و رسد  
تھا کہ وہ فرعون کے شر سے ضرور آپ کو محفوظ رکھے گا۔ سورۃ طہ میں یہ تفصیل موجود  
ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور نورون علیہ السلام دونوں کو فرعون کے پاس  
جا کر تبلیغ حق کرنے کا حکم دیا مگر انہوں نے خدا شہ ظاہر کیا کہ کیسے وہ ہم پر ناپاؤنی نہ کئے  
کیونکہ وہ صاحب اقتدار ہے۔ اس کے جواب میں اللہ نے فرمایا تَحٰا فَا  
اِنْتَنِیْ مَعٰکُمْ اٰیٰت - ۶۴ تم دونوں ڈرو نہیں کیونکہ تم میں تم دونوں کے  
ساتھ ہوں اور تمہیں کوئی گناہ نہیں پہنچے گا۔ بہر حال موسیٰ علیہ السلام نے  
ایک دفعہ پھر اپنے پروردگار کی پناہ پکڑنے کا اعادہ کیا۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کی قوم کے سامنے دوسری بات یہ کہ وَ اِنِّیْ  
لَمِّنْ تَوٰصِیْنَ اٰیٰتٍ فَاَعٰیثُ لَوْنٍ اور میری صداقت کے تمام دلائل دیکھنے کے  
باوجود اگر تم ایمان نہیں لاتے تو پھر مجھے چھوڑ دو۔ مجھ سے الگ ہو جاؤ مطلب  
یہ کہ کم از کم مجھے تکلیف تو نہ پہنچاؤ۔ مجھے اپنا کام کرنے دو۔ جو کوئی حیثیت نہ



کہنا چاہئے کہ میں نے تمہارا نام نہ لیا۔ اللہ کے تمام پیروں نے اپنی  
اپنی قوم کو یہی بات کہی کہ ایمان مستحبول کہ کے پس فلاح و سامان پیدا کرو۔ اور اگر  
تمہاری قومیں کرتے تو پھر مجھے میسرے حال پر قبول کرو، مگر اگر وہ شرک اللہ کے ہی کو  
کھلی پیش پیش کے لیے تیار نہ ہوتے تھے کیونکہ وہ انہیں اپنے ایک متعلقہ طور  
تصور کرتے تھے اور انہیں کہ تبلیغ حق سے باز رکھنے کے لیے انہیں اذیتیں پہنچتے  
تھے۔ مومن علیہ السلام کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کیا گیا۔ وہ آپ کو تبلیغ کا حق تو رکھتے  
ہیں آپ کی جان کے درپے ہو گئے۔

قوم کے  
خلاف  
شکایت

والآخر مومن علیہ السلام نے تنگ آ کر فِدَا بَشَرِ بَنِي إِسْرٰءِیْلَ سے حضور  
رُحْمَاکِی اِنْ هٰذَا لَکَیْ قُوَّةٌ مِّمَّنْ فِیْ سُوْرٍ مِّنْ دُوْرٍ دَکَا رَیْہِ قَوْمٌ لَّسْتُ کُنْہَا رَہِہِ  
جو اپنی شرارتوں سے باز آنے لگے نہیں۔ میں نے انہیں چالیس سال تک ہر طریقے  
سے سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ ان کی طرف سے تکالیف پر مبر کیا ہے۔ مگر یہ  
کسی طرف منتہی نہیں۔ سورۃ یونس میں مومن علیہ السلام کی بددعا کا ذکر بھی ہے تو  
انہوں نے قوم کے حق میں کی عرض کیا۔ پروردگار! تو نے فرعون اور اس کے خادموں  
کو اس دنیا کی زندگی میں دافضل و دولت اس لیے عطا کی ہے کہ یہ لوگوں کو تیرے  
راستے سے گمراہ کریں۔ رَبَّنَا اَطْمِئْسْ عَلٰی اَصْحٰۤءِہٖ سَرَّ اٰیۃ - ۱۰۸  
پروردگار ان کے مالوں کو مٹا دے یعنی ان کو عطا کردہ مال جہین سے اور ان کے  
سونے چاندی کے ڈھیروں کو مٹی میں تبدیل کر دے کیونکہ یہ لوگ تیرے عذاب دیکھے  
بغیر برگزائیاں نہیں لائیں گے۔ ان کو ضرور سزا ملنی چاہیے۔

مصر سے  
نکل جانے  
کا حکم

جب کسی قوم کے ظلم و ستم بڑھتا، کو پہنچ جاتے ہیں اور وہ اللہ کے پیروں کی  
ہلاکت کے منصوبے بناتے گئے ہیں تو پھر اللہ کا غضب بھی عرش میں آجاتا ہے۔ قوم  
فرعون نے بھی یہی وقت آچکا تھا، جس طرح آیت ۱۲ میں گزر چکا ہے۔ اِنَّا  
مُتَخَفُونَ اَیَّکَ اَیُّہُ شَکْہِہُمْ مِّنْ مَّوَدِّعِہُمْ یٰحٰۤیۃۤہُمْ۔  
قوم فرعون سے انتقام لینے کا وقت آچکا تھا۔ اس مقصد کے لیے

اسباب کا آغاز پہلے ہی ہو چکا تھا سارے بنی اسرائیل اپنے قومی میلے کے لیے شہر سے  
 باہر نکلتے ہیں ان میں جمع تھے۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ حکم فرمایا فَاسْبِرُوا بَابَكُمْ  
 لِمَنْ يَدْعُوهُ (سورہ اعراف ۱۰۱) میرے بندوں کو لے کر راتوں رات یہاں سے نکل جاؤ مگر گھبرانے  
 نہیں کیونکہ اُن کے کہنے کے ساتھ کہتے ہیں کہ اِس کا یہاں سے نکلنا یعنی فرعون کی شرمت کے تعاقب  
 میں تمہارے پیچھے آئے گا۔ ہم تمہیں تو اپنی حفاظت میں لے لیں گے مگر انہیں ہمیشہ  
 کے لیے یاد کروں گے۔ چنانچہ اشرک کے اس حکم کی تعمیل میں موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل  
 کو لے کر چل پڑے حتیٰ کہ بحر قلزم کے کنارے پہنچ گئے۔ آگے مندر تھا اور پیچھے شکوہ  
 فرعون، لوگ سخت ٹھہر گئے قَالَ اَصْحٰبُ مُوسٰی اِنَّا لَنَظُنُّكَ كَاذِبًا (۱۰۲)  
 موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کہنے لگے کہ ہم تو فرعون کے ہاتھوں پر رہ گئے، مگر آپ نے  
 فرمایا گھبراؤ نہیں اِنِّیْ مَعِیْ رَکِبٌ سَیِّدٌ (آیت ۱۰۳) میرا پروردگار میرے ساتھ  
 ہے۔ وہ ضرور کوئی بچاؤ کی صورت پیدا فرمائے گا۔

فرعون کی  
 عنسرقانی

پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے موسیٰ علیہ السلام نے مندر میں داخل داری کر وہ پیدٹ  
 کیا اور اُس میں خشک راستے بن گئے موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو ان راستوں پر  
 ڈال دیا اور اس طرح وہ بھٹا طست بحیرہ قلزم کو عبور کر گئے خشک راستے ابھی تک  
 موجود تھے اور فرعون کی شرمت پیچھے رہ گئی۔ اس موقع پر اللہ نے فرمایا اِنَّا  
 وَاسَّلْنَا الْبَحْرَ وَجَعَلْنَا لِمَنْ يَدْعُوهُ سُبُلًا (سورہ اعراف ۱۰۴) اور ہم نے  
 یہ مندر میں داخل ہو جانے۔ فرمایا اِنَّا هُمْ جُنْدُ مَعْرُقُونَ (سورہ اعراف ۱۰۵)  
 کو بحر معرق کرنے والے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب فرعون کا لشکر مندر کے کنارے  
 پہنچا تو انہوں نے دیکھا کہ پانی میں خشک راستے بنے ہوئے ہیں جن پر چل کر بنی اسرائیل  
 مندر کو عبور کر چکے ہیں۔ چنانچہ سارے فرعونی لشکر جمع فرعون اپنی راستوں پر چل نکلا تیسری  
 روایت میں آتا ہے کہ اس لشکر کی تعداد تیسرو لاکھ تھی۔ چنانچہ جب وہ مندر کے درمیان  
 پہنچے تو اشرک کے حکم سے پانی جاری ہو گیا اور پورے کا پورا لشکر بحیرہ قلزم کی گہوڑوں  
 کی نذر ہو گیا۔



فرعونوں  
کی درجہ

اُن کے لشکر نے عہدت اور انداز کے انداز میں فرمایا کہ تَوَكَّلُوا عَلٰی خِدَّتِ  
وَتَحْيَوْنَ اس فرقہ ہونے والی قوم نے اپنے نبی سے کہتے باغات اور چشمے چھوڑ  
مصر میں اور بہتر ملک تھا۔ ڈیم بنے ہوئے تھے۔ سرس مادی تھیں، پانی دائر  
تھا جس سے زمین سیراب ہوتی تھی اور بے شمار باغات اور چشمے تھے اور زروع  
اور کھیتیاں تھیں جن میں غلہ پیدا ہوتا تھا وَمَقَابِرُ كُوفٍ اور عزت کے  
مقابر تھے، یعنی ان کے مملکت، عمارتیں کوٹیاں اور مکان تھے۔ جہاں وہ  
باعزت رہتے تھے اور جہاں ہر طرح کی سہولتیں میسر تھیں۔ بڑی بڑی مصروف عمارت کے  
نور سے ترائی بھی اہلزم مصر اور دیگر گنبدوں اور عمارتوں کی صورت میں موجود ہیں۔  
یہ سب چیزیں فرعون نے اپنے پیچھے چھوڑ گئے۔ فرمایا اس کے علاوہ وَتَعْصِمَ  
وَكُنْ بہت سی نعمتیں بھی میسر تھیں جن کے ذریعے وہ عیش و عشرت کی زندگی بسر  
کرتے تھے كَانُوا فِيهَا فَكِهِينَ اور جن میں یہ لوگ غرشیاں منا کرتے تھے  
وہ سب چیزیں چھوڑ گئے۔

فرمایا کہ ذٰلِكَ یہ واقعہ اسی طرح پیش آیا۔ سورۃ طہ میں ہے۔  
فَعَثِيَهُمْ مِّنَ النَّارِ مَا عَثِيَهُمْ ذٰلِكَ اٰتِ ۱۰۸ وہ دریا کی طرف  
ساحل پر ہو گئے اور ان کا نام وَنَارِ تِلْكَ بَاقِ نَارِ سَوَاعِدِ فِرْعَوْنَ کی لاش کے  
کہ جس کو عہدت کے لیے پانی سے باہر پھینک دیا گیا جو آج بھی عجائب گھر میں  
لوگوں کو درس عبرت دے رہی ہے۔ فرمایا یہ فرعون کی جو کچھ ہی اپنے پیچھے چھوڑ  
گئے وَأَوْرَثَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ہم نے اس کا وارث دو ستر لوگوں کو  
بنادیا۔ یہ باغات، چشمے، مملکت اور تمام نعمتوں پر دو ستر لوگوں کا قبضہ ہوا  
اور وہ ان سے مستفید ہوتے تھے۔

یہ کون لوگ تھے جو فرعونوں کی ستر و گدہ بانیار کے وارث بنے۔ بعض  
مفسرین فرماتے ہیں کہ اٰخَرِيْنَ بنی اسرائیل کو بنی اسرائیل کا وارث بنایا۔ مگر یہ  
بات تاریخ کے خلاف ہے کیونکہ بنی اسرائیل مسند کو چھوڑ کر کے حضرت سینا

کی طاقت پٹے گئے اور فرعونوں کی مخالفت کے باوجود واپس مصر نہیں گئے۔ اجمت بہت آگے چلی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں بنی اسرائیل کو مصر پر دوبارہ تسلط حاصل ہوا۔ ہوسلہ ہے کہ اس وراثت سے یہی وراثت مراد ہو جو بعد میں بنی اسرائیل کو حاصل ہوئی۔ تاہم بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ہوسلہ ہے کہ اس وراثت سے مراد بعد اُن چیزوں کی وراثت نہ ہو جو فرعونی غرقابی کے وقت چھوڑ گئے تھے بلکہ اس سے اُن جیسی اور نہ چیزوں کی وراثت مراد ہو جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو شام و فلسطین کی سرزمین میں عطا فرمائی۔ وہاں بھی اللہ نے ان کو بلعات، پیٹے، کھیتی باڑی اور محلات کا وراثت بنایا۔ لہذا ہوسلہ ہے کہ اس وراثت سے مراد فرعونوں کے ترکہ کی مثل مراد ہو۔ اور اللہ نے اس طرح اپنا وعدہ پورا کر دیا تو

بند افسوس  
جودت

قوم فرعون کی جودت کا ذکر کر کے بعد اللہ نے فرمایا فَخَابَ بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّعَاءُ وَالْآخِرَةُ اُن کی جودت پر آسمان گویا اور زمین اجاڑیٹ سے اس کا خطاب یہ انداز ہوتا ہے کہ ارض و سما کو فرعونوں کی جودت پر قطعاً افسوس نہ ہوا۔ احادیث میں آتا ہے کہ نیسا آدمی کی ہمت پر آسمان اور زمین افسوس کرتے ہیں، برخلاف اس کے جب کسی نافرمان آدمی کی موت واقع ہوتی ہے تو زمین، آسمان، شجر و حجر غرض ہر چیز اللہ کا شکر ادا کرتی ہے کہ مخلوق اس شر پر آدمی کی شرارت سے محفوظ ہو گئی۔ حدیث میں آتا ہے کہ ہر کون آدمی کے لیے آسمان میں دروازے کھلے ہوتے ہیں۔ ایک دروازے سے اُس کے نیک اعمال اُپر جاتے ہیں جب تک وہ ستر دروازے سے اُس کے لیے روزی کا حکم نازل ہوتا ہے، جب وہ شخص اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے تو نگرہ دونوں دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ اس پر یہ دروازے افسوس نہ تھا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اُس مرد مومن کے نیک اعمال کی آمد نہ ہو تھی اور اُس نے اُن کا حکم بھی ختم ہو گیا۔ اسی طرح زمین کے وہ مقامات جہاں وہ نیک آدمی جودت کو پہنچا یا کسی کے دوست کا مصداق بن گیا تھا وہ بھی روکتے ہیں نہ اُن کو نیک اعمال اور عبادت ختم ہو گئیں۔



بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ارض و سما کا ذکر وہ نامی نذی طور پر ہے یعنی انہوں  
 شیب آدمی کی موت پر افسوس کا اظہار کرتے ہیں جس کو رونے سے تعبیر کیا گیا  
 ہے۔ اور بعض یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ارض و سما کا نام ہے۔ "تشریف  
 چاہے قرآن میں اور حوا میں بھی رونے کی کیفیت پیدا کر سکتا ہے مثلاً  
 ہمارے میں حنا نامی خشک تھنے کا ذکر آتا ہے جو مسجد نبوی میں آٹا بوتا  
 اور جس کے ساتھ نیک نکاح کریمہ علیہ السلام صحابہ کو خطاب کیا کرتے تھے۔  
 جب آپ کے لیے سہرتیار ہو گیا تو آپ اس پر تشریف فرما ہوئے اس جگہ  
 پر وہ کچھ کاشک تھاپوں کی حرکت بلک بلک کر دیا تھا۔ پھر آپ نے اس پر  
 دست شفقت رکھا تو وہ آہستہ آہستہ خاموش ہو گیا۔ "طلب یہ کہ ہر کتابت  
 اسی طرح ارض و سما میں روتے ہوں جنہیں ہم محسوس نہیں کر سکتے۔ ارض و سما  
 کہ فرعونوں کی موت پر نہ تو ارض و سما رونے سے صاف کاناؤ اٹھ رہے۔  
 اور نہ ہی ان کو مصلحت دی گئی کہ وہ اپنی اصلاح کر سکتے بلکہ انہیں ہمیشہ سے  
 ذلیل و خوار کر کے نیست و نابود کر دیا گیا۔

وَلَقَدْ أَخَذْنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِينِ ③۰  
 مِنْ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ كَانَ عَلِيًّا مِّنَ الْمُرْفِينَ ③۱  
 وَلَقَدْ اخْتَرْنَاهُمْ عَلَىٰ عِلْمِ عَلِيِّ الْمَلِكِينَ ③۲  
 وَأَتَيْنَاهُم مِّنَ الْآيَاتِ مَا فِيهِ بَلَاءٌ مُّبِينٌ ③۳  
 إِنَّ هَؤُلَاءِ لَيَقُولُونَ ③۴ إِنَّ هِيَ إِلَّا مَوَدَّتُكَ  
 الْأُولَىٰ وَمَا خَنُ بِمُنْشَرِّينَ ③۵ فَأَنذَرْنَا  
 إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ③۶ أَهْمُ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ  
 تُبَيْعٍ ۚ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ أَهْلَكْنَاهُمْ إِنَّهُمْ  
 كَانُوا مُجْرِمِينَ ③۷ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ  
 وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لِعِبَادٍ ③۸ مَا خَلَقْنَاهُمَا  
 إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ③۹ إِنْ  
 يَوْمَ الْفَصْلِ مِيقَاتُهُمْ أَجْمَعِينَ ④۰ يَوْمَ لَا يُفْنَىٰ  
 مَوْلَىٰ عَنْ مَوْلَىٰ شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ④۱ إِلَّا  
 مَن رَّحِمَ اللَّهُ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ④۲

۴۰۰

تو جہہ اور البتہ تھیں ہم نے نجات دی بنی اسرائیل کو

زالت انک مذابک ③۰ فرعون سے ، بیشک تھا وہ مغرور



اور ۳۷ سے بڑھنے والے (۳۸) اور اہل بیت تھے ہم نے منتخب کیا  
 ان دہائی اسرائیلی اور علم کے ساتھ جہاں والوں پر (۳۹) اور وہ  
 ہم نے ان کو نشانوں میں سے جن میں صریح ان نشانوں  
 تھے (۴۰) بیشک یہ لوگ (اہل مکہ) کہتے ہیں (۴۱) نہیں ہے یہ  
 مگر ہماری پہلی ہی موت، اور نہیں ہم دوبارہ اٹھانے جائیں  
 گے (۴۲) پس سے آؤ ہمارے آبادیاد کو اگر تمہارے  
 ہو (۴۳) کیا یہ بہتر ہیں یا قوم تبع اور وہ لوگ جو ان سے  
 پہلے گزرتے ہیں، ہم نے ان کو ہلاک کیا، بے شک تمہارے  
 وہ مجرم (۴۴) اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں اور زمین  
 کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کہتے ہوئے (۴۵) انہیں پیدا کیا ہم  
 انکو مگر حق کے ساتھ لیکن اکثر ان میں سے نہیں جانتے (۴۶) بیشک  
 فیصلے کا دن ان کے وعدے کا دن ہے سب کو (۴۷)  
 جس دن نہ بچائے گا کوئی رفیق (ماتمی) دوست رفیق  
 سے کچھ بھی، اور نہ اس کی مدد کی جائے گی (۴۸) مگر وہ کہ  
 جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے، بیشک وہ زبردست اور  
 نہایت رحم کرنے والا ہے (۴۹)

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے توحید، رسالت اور معاد کا مسئلہ سمجھانے کے  
 لیے سادہ اقوال اور خاص طور پر قوم فرعون کا ذکر کیا، پھر اس کے انجام کو بھی بیان کیا تو  
 اس کے ضرور و تفسیر کی وجہ سے ہوا، وہ لوگ خود تو کبریاۃ میں غرق ہو گئے اور اپنے پیچھے  
 ساز و سامان، اہانت، چٹھے، مہلات اور دیگر عیش و عشرت کی اشیاء چھوڑ گئے، جن کا  
 اثر اللہ نے دوسکھ لوگوں کو بنایا، اللہ نے یہ بھی عبرت کے طور پر فرمایا کہ ان  
 نامہناردوں کی ہلاکت پر ارض و سماں روئے زمین انہوں نے کوئی افسوس نہ کیا، جب ان لوگوں  
 پر گرفت آئی تو پھر انہیں سنبھالنے کی محنت بھی نہ لی، اس سے حضور علیہ السلام اور آپ کے

پیرد کاروں کی تسلی میں مطلوب تھی کہ اگر ان کے مخالفین بھی سابقہ اقوام کے نظریاتوں کے اقتضائے ہم پر چلتے رہے تو ان کا حشر بھی پہلی قوموں سے مختلف نہیں ہوگا۔

آزادی کی  
نعمت

فرعون اور اس کے لشکر کی مغرورانی کے بعد بنی اسرائیل آزاد ہو کر سحرانہ سینا کی طرف چلے گئے۔ فرعون کی غلامی سے آزادی ایک بہت بڑی نعمت تھی جس کا تذکرہ اللہ نے اس مقام پر لسان کے طور پر کیا ہے۔ وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ مِنْ  
أَعْدَابِ الْعُفَّارِينَ اور البتہ تحقیق ہم نے نجات دی۔ بنی اسرائیل کو اُلت ناک غلاب سے۔ وَمِنْ فِرْعَوْنَ یعنی فرعون اور اس کے حواریوں سے۔ إِنَّهُ كَانَ عَالِيًا  
مِّنَ الْمُتَكَبِّرِينَ بے شک وہ سرکش، متکبر اور حد سے بڑھنے والا تھا۔

بنی اسرائیل کی غلامی اور پھر آزادی کی داستان نظریہ چار صدیوں پہلے کی ہوئی ہے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر میں اقدار حاصل تھا تو بنی اسرائیل کے بیشتر بڑے آدمی مصر میں داخل ہوئے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ اس سرزمین میں قبطی قوم آباد تھی اور یوسف علیہ السلام کے بعد اسی قوم کے بادشاہ حکمران رہے۔ اس قوم کے بادشاہ فرعون کہلاتے تھے اور موسیٰ علیہ السلام کے زمانے تک یہی سران فرعون منہ سلطنت پر مشتمل تھا۔ اکثریت کی بنا پر قبیلہ قوم بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا تھا اور وہ ان سے طبیعت طریت کی بیکار لیتے، ان کو تہیہ جلتے اور ان پر ظالم دھاتے۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے فرعون کو دعوت کر دیا اور بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ کیا تو اس نے موسیٰ علیہ السلام پر لسان جھلالتے ہوئے یا دہرایا کہ میں نے تمہاری بچپن میں پرورش کی۔ اور تم سال ہا سال تاکہ ہمارے ہاں مقیم رہے، اور پھر جب تم نے ایک قبیلے کو قتل کر دیا تو پھر بھی ہم نے تجھ سے بدلہ نہ لیا، اور اب تم ہیں جو میری رحمت جیتے آئے ہو۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے تو ایک شخص کو غلط سے قتل کیا تھا، مگر وہ میرا وہ قطعاً قتل کار نہ تھا۔ اس کے برعکس کیا تیرا مجھ پر یہی احوال ہے کہ أَنْ تُعَذِّبَ نَسِيخًا یعنی اس کے بدلے نہ لیا۔ اگر تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے، پھر حال فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی رحمت کو قبول نہ کیا اور بنی اسرائیل کو بار غلامی کی بیڑیوں میں جکڑ رکھا۔ موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ کے نتیجے میں فرعونوں کے مظالم مزید بڑھ گئے۔ حتیٰ کہ



موسیٰ علیہ السلام نے اسرائیلی اور کادو میں فرعون سے نجات کی درخواست کی تو اللہ نے فرمایا کہ  
 بنی اسرائیل کو سے کدو اتوں راستہ نکل جاؤ۔ جب آپ کدو کے چھڑاؤ کو قلعہ پر پہنچے تو اللہ  
 کے دلوں میں درود فرمائی اور کدو کے پتوں پر چڑھ کر راستے بنا دیے۔ یہی وہ  
 قلعہ اسرائیلیوں کے لئے تھا۔ کدو کے پتوں پر چڑھ گئے۔ فرعون اور اس کا لشکر قلعہ میں آ رہا تھا۔ جب  
 دتوں سے دیکھا کہ بنی اسرائیل ان خشک راستوں سے کدو کے چھڑاؤ پر چڑھ گئے ہیں تو انہوں نے  
 بھی اپنے کدو کے پتوں پر چڑھ کر راستہ بنایا۔ کدو کے پتوں پر چڑھ کر دتوں میں پہنچے تو اللہ کے  
 حب سے کدو کا پانی مل گیا اور تیرا کدو کا کدو کدو کی شکل میں ہو گیا۔ اس وقت بنی اسرائیل کی تعداد  
 چھ لاکھ تیرہ ہزار تھی۔ چھ لاکھ تیرہ ہزار تھی اور وہ کدو کے پتوں پر چڑھ کر کدو کے پتوں پر چڑھ کر  
 میں پہنچ گئے۔ اسی واقعہ کا ذکر اللہ نے یہاں کیا ہے کہ کدو کے پتوں پر چڑھ کر بنی اسرائیل کو نجات  
 دی وقت ناک مذاب سے۔

غلامی کی  
 لغت

اس مقام پر وقت ناک مذاب سے مراد وہی غلامی کی مصیبت سے ہیں۔  
 بنی اسرائیل مدیوں سے چھٹے ہوئے تھے۔ غلامی نجات خور ایک لغت ہے۔ حور  
 اللہ میں اللہ تعالیٰ نے آزاد اور غلام کا تعادل فرمایا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جب کو آزاد  
 آدمی اپنی برائیوں کا کب اور قصور ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو قصور  
 صلی شی۔ اس وقت۔ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو چھڑاؤ کا کدو نہیں ہوتا۔ غلامی خواہ شخصی ہو یا  
 غیر شخصی ہے۔ اس سے انسان کی فطرت خراب ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے  
 غلامی کی اپنی کرنی سے نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ ہمیشہ اپنے آپ کو تابع ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے  
 اس کی کرنی خیر بھی نہیں ہوتی۔

شخصی غلامی کا وقت یہ ہے کہ اسے سے چھڑاؤ اور کدو کی قرائن کے زمانے میں یہ  
 دنیا کے برے غلام ہیں۔ یہ رواج تو اس پر ہی دنیا سے ختم ہو چکا ہے۔ مگر اجتماعی  
 غلامی، یعنی سیاسی، اجتماعی اور مذہبی غلامی آج بھی دنیا میں موجود ہے۔ تمام ترقی  
 پذیر ممالک ترقی یافتہ ممالک کے کسی ممالک میں غلامی نہیں ہے۔ سیاسی غلامی یہ ہے کہ  
 پس ہندو ممالک کوئی فیصلہ اپنی مرضی سے نہیں کر سکتے بلکہ انہیں کسی سپر طاقت کی طرف  
 دیکھنا پڑتا ہے۔ ترقی یافتہ ممالک نے پس ہندو ممالک کو اقتصادی غلامی میں اپنی غلامی

کہا جاتا ہے کہ وہ چاہے جس سے وہ چاہے جس کے اور جو دیکھنے کا کوئی راستہ نہیں پاتے۔ سڑکیں دارمہاک  
 اؤ کے نام پر قرضے لیتے ہیں اور پھر غریب مہاک کو اس جال میں بڑی طرح جکڑ لیتے ہیں۔  
 اس نام نہاد مہاک کی بنیادی شرط یہ ہوتی ہے کہ آمدنی رقم سے آمد اور ہندو ملک سے مال خریدا  
 پڑتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے مشیر بھی آمد و مول کندہ ملک میں بھیج دیتا ہے اس  
 طرح یہ مہاک کچھ فائدہ تو اس تجارتی لین دین میں اٹھا لیتے ہیں اور کچھ رقم مشیروں کی  
 تنخواہوں اور سرگت کی شکل میں واپس لے لیتے ہیں۔ اور غریب ملک بچاؤ قرضے  
 اور اس پر سود کی ادائیگی کے جال میں چھس جاتا ہے۔ جس دن ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ  
 قرضے پر ادائیگی جانے والے سود کی ادائیگی کے لیے مزید قرضہ لینا پڑتا ہے۔ اور اس طرح  
 غریب مہاک اقتصادی طور پر غلام بن کر رہ جاتے ہیں۔

بجائے قرض و ہندو ملک سے مشیر آتے ہیں تو وہ اپنی تندیب اور ثقافت بھی ساتھ  
 لاتے ہیں۔ اسی طرح جن غریب مہاک سے لوگ اعلیٰ تعلیمی وثقافت پر دلچسپی رکھتے ہیں  
 جاتے ہیں، وہ بھی اپنی تندیب میں لٹکے جاتے ہیں اور اپنی کاؤ بن کے واپس آتے  
 ہیں۔ ان کی دلچسپی پھر مقامی لوگ بھی وہی تندیب و پانے کی کوشش کرتے ہیں۔  
 اور اسی میں عزت جاتے ہیں۔ اس طرح غریب مہاک اقتصادی غلامی کے ساتھ ساتھ  
 ذہنی اور تندیب غلامی کا بھی شکار ہو جاتے ہیں وہ اپنی تندیب وثقافت حتیٰ کہ اپنی زبان  
 کو بھی حقیر سمجھنے لگتے ہیں اور ہر کام میں ترقی یافتہ مہاک کی نقالی میں ہی عزت خیال کرتے  
 ہیں۔ ہمارا ملک میں ایسی ہی سیاسی، اقتصادی، ذہنی اور تندیب غلامی کا شکار ہے۔  
 اس کی سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آتی ہے، اس کو بخل و راء کے لیے مشیر آتے ہیں، سود پر قرضہ  
 حاصل کیا جاتا ہے اور آج حالت یہ ہے کہ پاکستان آریوں ڈالر کا مقروض ہے۔ ان قرضوں  
 پر صرف سود کی ادائیگی کے لیے مزید قرضے لینے پڑتے ہیں اور اس طرح ہم ایسے گھر گھر  
 دمنہ میں چھس چکے ہیں جس سے نکلنا محال نظر آتا ہے۔

انگریز جیسے ہی مسلمانوں کا اندل و دشمن ہے۔ اس نے برصغیر میں مسلمانوں کو مظلوم  
 کر کے حکومت حاصل کی، لہذا وہ ان سے ہمیشہ خائف رہا تھا اور انہیں ہر صورت میں



وہ اپنے سرکھنے کی کوشش کرتا تھا۔ ۱۸۵۸ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں کو کھٹنے کا ایسا  
 ہونا پڑا تو آگیا چنانچہ اس نے تمام سرگروہ علماء اور سیاستدانوں کو قتل کر دیا۔ بعض کو  
 جڑائو لٹا دیں میں قید کر دیا۔ بعض کی جائیدادیں چھین لیں اور ان کو طرح طرح کے منکھ لہو  
 شکار بنایا۔ انگریز جانتے تھے کہ اگر پختہ کے لوگ آزادانہ حاصل کرنے میں کامیاب  
 ہو گئے تو ازبکی ممالک بھی ان کا تسلط نہ رہے۔ وہ یہ ملک برداشت نہیں کریں گے چنانچہ  
 وہ ہوا۔ جنگ پختہ و عمر کے قتلے میں جب آخر پڑوں کو یہاں سے ہٹا دیا تو ازبکی ممالک  
 کو ان پریشانیوں اور اسلحہ و دست سے قریبی ممالک بھی زبردستی حاصل کر لی۔ ۱۸۸۱ء تک اس طرح پختہ  
 ہونے میں غریبوں کو نہ ہونا کسی نہ کسی جہت سے بھاری فرائض پہنچ رہے تھے۔ روس چین کے غم میں اور بھارت  
 غلامی میں بدلی جاتا ہے تو روسوں کا خمیر ترقی پذیر ممالک بے خمیر ہو چکے ہیں اور  
 ترقی یافتہ ممالک کے جسم و جسم پر ہیں۔

غلامی کی ایک صورت ذرہ ذرہ ریت بھی ہوتی ہے۔ زبردستی تو مزید دست  
 تو میں ذرہ پرستی اور گروہ بندی کو برادری اور پھر ایک گروہ کو دوسرے گروہ کے ساتھ  
 دیتی ہے۔ دوسرا ب ذرہ پرستی پہنچے آقا کے محتاج بن جاتے ہیں اور اس طرح وہ لڑنا تو اور  
 حکومت کرنا کا فارغ ہونا کامیابی کے ساتھ آزماتے رہتے ہیں۔ ہم مسلمان آٹھ سو سال سے  
 ان خصائص میں مبتلا رہے آہستہ آہستہ ہیں تاہم ان کے زلزلے سے ہمارے تہذیب و مملکت  
 جو آج تک نہیں خراب ہوئے، ترکی نے چار سو سال تک خلافت کا درجہ کیا مگر بالآخر  
 مغلوب ہو گئے۔ حتیٰ کہ آخر پڑوں نے مسلمانوں کے متعدد خلافت کا امر تک مٹا دیا۔

اب دنیا میں مسلمانوں کی کم و بیش پچاس ریاستیں ہیں مگر وہ اس قدر بے فہم ہیں کہ کوئی ایک  
 دوسری دیکھ کر سنا، گویا کہ مسلمانوں کی اجتماعییت اسلحہ یا ختم ہو چکی ہے حضرت  
 مولانا محمد اسد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس قوم کا اپنا فلسفہ نہیں ہوتا وہ دوسرے کے منسوب  
 ہو جاتے ہیں۔ جب تک مسلمانوں میں اپنا نہیں، اپنا فلسفہ اور اپنی سوچ پیدا نہیں ہوگی  
 یہ دوسروں کی غلامی سے آزاد نہیں ہو سکتے۔ بہر حال یہ تو ایک غمناک بات ہوگی۔ فرعون  
 نے بنی اسرائیل کو ذلت کا کہ عذاب میں ڈال دیا تھا، جس سے اللہ نے انہیں نجات

دی اور جس کا ذکر ان آیات میں کیا گیا ہے۔

آزادی کی  
فصلیت

دین اسلام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس میں غلامی کو رواج رکھا گیا ہے۔ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ نزولِ قرآن کے زمانہ میں پورے دنیا میں غلامی کا رواج تھا۔ غلام بنانے کی صورت خود قرآن نے سورۃ قنّاک میں بیان کی ہے کہ جب دو متحارب گروہوں کے درمیان جنگ ہو تو اس کے نتیجے میں متحارب گروہوں کے قیدی بھی ایک دوسرے کی گزیریں بیٹھے جاتے۔ ان قیدیوں کو یا تو قتل کر دیا جاتا یا دیا آپس میں قیدیوں کا تبادلہ کر لیا جاتا یا ان سے خریدے کر بچھڑا دیا جاتا، اور ان میں سے کوئی صورت بھی ممکن نہ ہوتی تو ان کو غلام بنالیا جاتا۔ جب اسلام آیا تو اس نے غلامی کے رواج کو قطعاً پسند نہیں کیا، بلکہ بعض مصلحتوں کی وجہ سے اس کو دوارکھا، کیونکہ اس وقت سدا کا رو بار غلاموں کے ذریعے انجام پاتا تھا اور اگر غلامی کو ختم کر دیا جاتا تو سدا کا رو بار ٹھپ ہو کر نہ جاتا اور دنیا اقتصادِ عمومی کا شکار ہو جاتی۔ البتہ اسلام نے غلامی کے اس رواج میں ہر چند اصلاح کی کوشش کی بلکہ اس کے خاتمہ کے لیے بہت سی ترغیبات بھی دیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ غلام تمہارے بھائی ہیں، ان کو انانیت سے خارج نہ کرو، کسی وجہ سے تمہاری غلامی میں آگئے ہیں تو ان کے ساتھ ہمدردی کا سلوک کرو، جو خود کہتے ہو ان کو بھی کھلاؤ، اور جو خود پختے ہو ان کو بھی پکانا، ان سے طاقت سے زیادہ کام نہ لو اور اگر کوئی مشقت طلب کام ان کے سپرد کرو تو اس میں خود بھی ان کا ہاتھ بٹاؤ۔

جہاں تک آزادی کی ترغیبات کا تعلق ہے۔ اسلام نے غلام کی آزادی کو بڑی فضیلت بخشی ہے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام نے مختلف جنائت کا کفارہ غلام کی آزادی کو قرار دیا ہے۔ قسم توڑنے، جلاوچہ روزہ توڑنے اور ظلم کا کفارہ میں غلامی کی آزادی مقرر کیا گیا ہے۔ اگر غلام میں صدائیت ہو تو اسے مکاتبت کے ذریعے بھی آزاد کیا جاسکتا ہے، سورۃ نور میں مقرر ہے کہ اگر قصداً غلام قمر سے مکاتبت پایا میں یعنی مقرر رقم ادا کر کے آزادی حاصل کرنا چاہوں تو ان کے راستے میں رکاوٹ نہ بنے۔ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ ظَلَمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا رَّأَيْتُمْ (۲۴) اگر ان میں



بستری پاؤں انہیں مکاتبت کے طور پر اڑا کر دو۔ پھر جب وہ مقبوضہ رقم ادا کر چکیں تو انہیں  
 مکمل آزادی دے دو۔ اس طرح اگر غلط سے قتال ہو جائے تو اس کا کفارہ بھی ایک غلام  
 کی آزادی ہے۔ پھر حال اسلام نے اس وقت غلامی میں بھلائی اور اس کی آزادی کا حق  
 اٹھا یا جب ساری دنیا اس لعنت میں گرفتار تھی اور اب جب کہ دنیا بھر میں غلامی کا نام  
 برپا ہے تو اس دور کو اس میں کچھ اعتراض نہیں بلکہ یہ اسلام ہی کے ایک مقصد کی تکمیل  
 ہے۔ غرضیکہ انہی کے اس اعتراض کی کوئی حقیقت نہیں کہ اسلام نے غلامی کی  
 حوصلہ افزائی کی ہے۔

بنی اسرائیل  
 کی فضیلت

بنی اسرائیل کی آزادی کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَأَنفِرْ لِحِزْبِ  
بَنِي إِسْرَءِيلَ اور اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ بنی اسرائیل کو  
 جہان والوں پر منتخب فرمایا۔ یہ اس دور کی بات ہے۔ اس زمانے میں واقعی بنی اسرائیل  
 کو اللہ نے باقی اقوام عالم پر فضیلت بخشی۔ پھر جب حضور علیہ السلام کا زمانہ مبارکہ آیا تو  
 اللہ تعالیٰ نے اس آخری امت کو تمام ائمہ پر فضیلت عطا فرمائی اور اس کو خیر ائمہ  
 اور کرم خطاب فرمایا کہ تم جہان بھر میں بہترین امت ہو۔ تاہم اپنے دور میں بنی اسرائیل کو ہی  
 فضیلت حاصل تھی علیہ السلام کا مطلب یہ ہے کہ ہم جانتے تھے کہ اس امت میں  
 بہت سی کمزوریاں بھی تھیں لیکن اس کے باوجود اللہ نے ان کو باقی لوگوں کے حصے  
 میں منتخب فرمایا۔

نِزْرَ فِرْعَوْنَ وَأَنفِرْ لَهُم مِّنَ الْآيَاتِ مَا يَفِيدُونَ کہ انہیں اور ہمارے  
 ان کو بہت سی نشانیاں بھی دیں جن میں ان کی سربراہ آزمائش تھی اللہ تعالیٰ نے حضرت  
 موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے بہت سے معجزات عطا فرمائے۔ بنی اسرائیل کے لیے  
 بادلوں کا سایہ کیا، ان پر مین و سطوی نازل کیا، اس سے پہلے بحرِ قلزم میں راستے بنا کر ان کو  
 پا کر آیا اور اس طرح انہیں فرعون کی غلامی سے نجات دلائی۔ یہ سب معجزات اور نشانیاں  
 انہیں جس سے بنی اسرائیل مستغنیہ ہوئے۔

معاذ اللہ  
 حضرت علی

اللہ نے فرعون اور اس کی قوم کو حال ذکر کر کے فرمایا إِنَّ هَؤُلَاءِ لَشُرُوءٌ

یٹکس یہ تھے اور عرب کے مشرک لوگ کہتے ہیں۔ اِنْ هِيَ إِلَّا مَوْتٌ اِلٰی قُلُوبٍ  
 یہ ہمدی پیشی موت ہی ہے جو اپنے والی ہے وَمَا تَحْنُ رِجْسٌ لِّمَنْ اَمَدَہمْ دُوْبَارَہٗ  
 نہیں انہا نے جانیں کے گریہ انہوں نے معاف کیا انہا کو گریہ یا کہنے تھے اگر تمہارے  
 کہنے کے مطابق تمام مردوں کو دوبارہ ہی اٹھنا ہے فَاَنْتُمْ اَبَآءُ اَوْ اَبْنَاؤُكُمْ  
کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ تو پھر ہمارے آباء اور گورنڈہ کر کے ہے تو اگر تم سچے  
 دعویٰ میں پتے ہو۔ اس کے بغیر ہم کہیں ان میں کہ مرنے کے بعد ہر ایک کو دوبارہ  
 زندہ ہو کر اللہ کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے، حساب کتاب کی منزل پیش آتی ہے اور  
 پھر جہنم کے عمل کے فیصلے ہوتے ہیں۔

اللہ نے فرمایا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَلَا تَدْعُوْا لِمَآ کُنْتُمْ تَدْعُوْنَ اور ان سے  
 کہ تم جو اللہ کے حکم سے مانع کیا یہ بدترین یا تو تم ہی۔ اس قوم کا تعلق زمین سے  
 قبیلہ تمہارے تھا۔ یہ خاندان ارضی میں سو سال تک رہا ہے جس میں تمام لوگوں پر کی تبع  
 گزرتی ہے یہ یعنی بڑا اوسط اور چھوٹا۔ کہتے ہیں کہ اس آیت میں اوسط تبع کا ذکر ہے  
 جو خود تو ایمان تھا مگر اس کی قوم کا قسمی۔ سارا دوسلانی کے لکھا ہے اللہ نے ان کو  
 بہت کچھ دے رکھا تھا اور بڑے آسودہ حال لوگ تھے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جمع کر  
 بڑا زکوٰۃ کو جو دنیاوی دنیا میں تفرق دیا جمع کے مقابلہ میں مشرکین کو کی کیا حیثیت ہے  
 تو ان سے پرچھو کہ یہ بستر میں یا تو تم شیخ و الیہ مِنْ قَبْلِہُمْ یا وہ لوگ بستر تھے جو  
 ان سے پہلے گزر چکے ہیں؟ ان کے پاس تو مال و دولت اور باہر و ائمہ اور اولاد و شجر  
 تھا مگر ان کے پاس کیا رکھا ہے۔ اَھْلَکُمْ کُنْتُمْ اَمْسَیْتُمْ ان کو مٹی بن کر دیا۔  
اَللّٰہُمَّ کُنْ اَنْتَ اَمْسَیْتُمْ گیز کر دو اللہ لوگ تھے جب یہ بھی انہی کے  
 نقش قدم پر چلی کہ تو حید اور رسالت کا انکار کر رہے ہیں تو یہ بلا موت سے کہے ان کا  
 بکھتے ہیں۔ فَرَاہُ وَاَمَّا خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَہُمْ عا  
 لچین میں ہم نے آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کو خاص کھین کے  
 خلق پر تو پھر انہیں کر دیا۔ بلکہ اس کائنات کی تخلیق میں ہماری حکمت کا ذکر فرما ہے جس



چیز و آیت نہ ہے اس کا انجمن و علمی حضور واقع ہوگا۔ قیامت پہ پا ہوگی اور حساب کتاب کی طرف  
آئے گی۔

فرما اجمار قد فر فرود و اجمار کائنات باطن نہیں ہے مگر مخلوق ہمما الا بالحق  
ہم نے ارض و سما کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے ولیکن اکثرہم لا یعلمون  
مگر ان میں سے اکثر بے علم ہیں جو اس کی حقیقت کو نہیں جانتے۔ فرمایا ان کی عمر  
افصل میقاتہم اجمعین بے شک فیصلے کا دن ان سب کے وعدے  
کا دن ہے۔ وہ دن آئے والا ہے جو بے شبہ و راز امر کے ایک نیک فیصلے کے  
جائیں گے۔ اگ دن ان کو پتہ چلے گا کہ بعثت بعد الموت برحق ہے اور پتہ نہیں لگے  
زر کے کا حساب دینا پڑے گا۔ یہ ایسا دن ہوگا کہ یوم لا یغنی عنہ احد  
مسلک شینا جس دن کوئی رفیق، دوست اور ساتھی کسی دوسرے رفیق کے کام نہیں  
آئے گا بلکہ ہر ایک کو اپنی اپنی عمر ہوگی۔ ولا ھم عن ضرورۃ تفرق اور نہ ہی ان کی کمی  
دوسرے طریقے سے مدد کی جائے گی۔ اس دن ایمان اور نیک ہی کا برائے کی جس کے  
باس یہ چیزیں ہوں گی وہی ہوں ہوگا الا من رحمہ اللہ ان جس پر اللہ تعالیٰ  
اپنی رحمت نازل کرے گا، وہ کامیاب ہو جائے گا۔ اور اللہ کی ہر بات اسی  
شخص پر ہوگی جو دنیا میں خدا کی وحدانیت پر ایمان لایا، اس کے پیروں کو اتباع، اللہ کی  
سنتوں، اللہ اور بعثت بعد الموت پر یقین کیا۔ فرمایا ھذا یوم القیمۃ لا یغنی  
بے شک وہ کمال قدرت کا مالک اور نہ ہودست ہے اور ساتھ ساتھ وہ نہایت  
بزرگ کرنے والا بھی ہے جو اس کی طرف رجوع کرے گا۔ وہ حضور اس کرپے مدیر رحمت  
میں ملے گا۔ اس کی رحمت سے نا امید نہیں ہونا چاہیے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ ایمان  
اور نیک حاصل کرنے کا بندوبست بھی کرنا چاہیے۔

إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ ⑤ طَعَامُ الْآثِمِ ⑥ كَأَلْمُهْدِ ⑦  
 يُفَلِّي فِي الْبُطُونِ ⑧ كَفَلِي الْحَمِيمِ ⑨ خُدُوهُ  
 فَأَعْتَلُوهُ إِلَى سَوَاءِ الْجَحِيمِ ⑩ ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ  
 رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ ⑪ ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ  
 الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ ⑫ إِنَّ هَذَا مَا كُنْتُمْ بِهِ  
 تَمْتَرُونَ ⑬ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ⑭  
 فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ⑮ يَلْبَسُونَ مِنْ سُنْدُسٍ  
 وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَقَابِلِينَ ⑯ كَذَلِكَ نُزَوِّجُهُمْ  
 بِحُورٍ عِينٍ ⑰ يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهِةٍ  
 آمْنِينَ ⑱ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ  
 الْأُولَىٰ وَوَقَّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ⑲ فَضْلًا مِّنْ  
 رَبِّكَ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ⑳ فَإِنَّمَا يَتَرَبَّعُهُ  
 بِلِسَانِكَ لَهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ㉑ فَأَرْقُبْ إِيَّاهُمْ  
 مَرْتَبُونَ ㉒

ترجمہ: یہ بے شک غمخوار کا درخت ⑤ کھا کر بے گناہ ⑥ کا لہو ⑦

پچھے ہٹے آئینہ کی طرح ⑧ جو کھرتا ہے بیٹوں میں ⑨



جیسے کھولا ہوا پانی ⑤۱ (۱) ہوا، پکڑ لو اس کو پھیر  
 کھینچ کر دے جاؤ جنہم کے درمیان ⑤۲ پھر ڈالو اس کے  
 سر پر کھرتے ہوئے پانی کا عذاب ⑤۳ (۲) دیکھا جائے گا اچھڑ  
 بے شب تر غالب اور عزت والا تھا ⑤۴ بیشک یہ وہی  
 چیز ہے جس کے بارے میں تم شک کرتے تھے ⑤۵  
 بیشک متقی درویش نے طاعن لوگ امن کے مقام میں ہوں  
 گئے ⑤۶ باتوں اور چہنوں میں ⑤۷ پس گئے وہ ہر ایک رشتہ  
 وہ سوا رشتہ آئے ساتھ ہوں گئے ⑤۸ اسی طرح ہوگا۔ ہم  
 بیاد میں گئے اُن کو موٹی آنکھوں والی حوروں کے ساتھ ⑤۹  
 وہ منکرانیں گئے اس میں ہر قسم کا پھل اس سے ⑥۰ نہیں  
 گئے اس میں موت کو انکین وہی موت جو پہلے تھی۔ اور بکایا  
 جائے گا اُن کو جنہم کے عذاب سے ⑥۱ یہ قہر ہے میرے  
 پیرنگار کی طرف سے اور یہ ہے کامیابی میں ⑥۲ اے پیغمبرؐ  
 بیشک ہم نے آسمان کو دیا ہے اس رقرآن کو آپ کی زبان  
 میں تاکہ یہ لوگ نصیحت پکڑیں ⑥۳ پس آپ انتظار کریں  
 بیشک یہ بھی انتظار کرنے والے ہیں ⑥۴

دیکھو! یہ

پہلے قرآن کی حقانیت اور صداقت بیان کی، پھر توحید کا مسئلہ سمجھایا، مشرکین کی  
 قہرست، شرک کا رد اور پھر اس کا انجام بھی بیان ہوا حتیٰ کہ لغت کریمہ والوں  
 میں فرعون اور اس کے حمایتیوں کا تذکرہ ہوا اور پھر اُن کی غرقابی کا ذکر بھی ہوا۔ اللہ نے  
 نبی المرسلین کو فرعون کی غلامی سے نجات دلائی اور اُن کو اپنے نام سے جس جہاں پھر میں  
 فضیلت عطا کی، پھر قریش مکہ اور مشرکین عرب کو تنبیہ کی کہ ان کو قہر ہے پہلے قریم تعالیٰ  
 ہوسے ہوسے ساز و مدار اور دولت طاعن لوگ گمراہ تھے ہیں، اُن کے معاملات سے  
 عبرت۔ پھر انہیں بتایا پر قیامت کا نشانہ کون ہے جو فرعون جیسے ارض دہکا اور





تصویر کا پروانہ اور افریقہ دونوں براعظموں میں پایا جاتا ہے۔ ہم افریقہ کی تصویر قبطی زبان میں زیادہ  
 شدید جاتا ہے۔ اس سے گزرنے پر بھی نکلا جاتا ہے جس کی تاثیر سخت گرم ہوتی ہے۔ بڑا  
 کڑوا اور تلخ ہوتا ہے، آج کل سکھیا کی طرح اس کو مدبر کے بعض اور بات بھی تیار  
 کی جاتی ہیں۔ مولانا شاہ اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں کہ ان کے منہ کا رنگ کے قیام کے  
 دوران دو ہندوستانی طالب علموں نے اشکالی پیش کیا کہ قرآن نے تصویر کو دو چیزوں  
 کی خوراک بنایا ہے حالانکہ اس کا پھل بیاں گرمی میں کھایا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس نے  
 اس کا جواب یہ دیا کہ اللہ نے تصویر کے درخت کے متعلق فرمایا ہے کہ یہ سخت  
 کڑوا اور دو چیزوں کی خوراک ہے مگر ہوسکتا ہے کہ اس کے پھل سے کرنی فائدہ اٹھایا  
 جاسکے۔ نیز جس تصویر کا پھل اس دنیا میں کھایا جاتا ہے وہ اسی دنیا کا تصویر ہے۔  
 جب کہ جو تصویر زمینوں کی خوراک بنے وہ دوسرا تصویر ہوگا۔ جسے بیاں کے تصویر پر  
 قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

فرمایا ایک نوروز خیموں کی خوراک تصویر درخت پر تھا، اور اس کے علاوہ ایسے  
 پانی شخص کے لئے اللہ کا حکم ہو گا خذُوا اس کریم اور اگر تم کو رو۔ قاعدتاً  
 اللہ سوئے اللہ کے نصیب کر دوڑنے کے درمیان پہنچے۔ اور  
 وہاں سے جا کر نہ صلیو فوق ربہ۔ من بعد اللہ اللہ اللہ اللہ کے  
 نہ چھوٹے ہوئے پانی کا عذاب ڈالو۔ وہاں میں ایک تو ویسے ہی چاروں طرف  
 آگ ہوگی، اس کے علاوہ دوڑنے کے سر۔ سخت زبرد پانی ڈال جائے۔ جو وہاں سے  
 داخل ہو کر آنتوں کو کاٹتا ہوا باہر چل جائے گا۔ اس قسم کی سزا کا ذکر سورۃ قیام میں بھی  
 آیا ہے وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَظَنُّوا أَنَّهُ مَاءٌ بَارِدٌ۔ اور انہیں  
 کہہ دو کہ سوئے پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کو کاٹ کر باہر پھینک دے گا۔ وہ آئیں  
 پھر اپنی جگہ پر آجائیں گی، پھر پانی پلایا جائے گا اور پھر آنتیں کاٹ جائیں گی۔ اسی طرح  
 دو چیزوں کی ایک اور سزا کے متعلق فرمایا ہے لَمَّا نَجَّيْنَاهُمْ مِنْ حُلُوْلٍ فَفَسَدُوا  
 نَبْلُغُهُمْ حُلُوْلًا غَيْرَ الَّذِي كَانُوا فِيهِ۔ کہ وہاں کی آگ میں سب آگ کی

کھال میں جائے گی۔ اگر فوراً دوسری کھال چناؤں جائے گی۔ اس طرح یہ سزا مسلسل جاری رہے گی۔  
 بہر حال اس مقام پر فرمایا کہ دوزخی کے سر پر کھول ہوا پانی ڈالا جائے گا، اور پھر  
 اُس سے کہا جائے گا دُفّ اس کا سزا چکھ۔ بَلَّغْ أَمَّتِ الْعَالَمِينَ بِكَرِيمٍ يَشْكُ  
تُرُونِيَا فِي ثِيَابِ غَالِبٍ اور عزت و در بیا پڑتا تھا۔ دنیا میں اس قسم کے بہت سے مشہور اور  
 سرکش لوگ ہوئے ہیں جو اپنے آپ کو سب سے زیادہ طاقتور اور سب سے زیادہ عزت  
 والا سمجھتے تھے۔ اب جیل بھی اپنی لوگوں میں سے تھا، جو کہا کرتا تھا کہ دوزخی جیل میں  
 مجھ سے زیادہ کون عزت والا ہے؟ یہ سبھی مجسّر سلمان میر کی بجا کر سکے ہیں؟ اس طرح  
 وہ اپنی سرداری کا چرچا کیا کرتا تھا۔

مجرمین کی سزائوں کا ذکر کرنے کے بعد المشرکین فرمایا کہ دوزخ والوں سے  
 اس طرح خطاب کیا جائے گا إِنَّ هَذَا مَا كُنْتُمْ بِهِ مُشْرِكُونَ بیشک یہ وہ  
 چیز ہے جس کے متعلق تم شک کیا کرتے تھے، جب ان کے بنی تمہیں تھا ہے  
 بڑے انجام سے ڈراتے تھے تو تم کیا کرتے تھے کہ جب مرکز میں مل جائیں گے  
 ہماری بڑیاں بوسیدہ ہو جائیں گی تو پھر ہم کیسے دوبارہ زندہ ہوں گے، یہ شخص وہم  
 ہے کہ مرنے کے بعد ہر شخص دوبارہ زندہ ہوگا، قیامت برپا ہوگی، حساب کتاب  
 کی نذرانے لگے گی۔ اور پھر جزا و سزا کے فیصلے ہوں گے۔ فرمایا ان چیزوں کو سچ نہیں  
 مانتے تھے بلکہ ان میں شک و تردید کا اظہار کرتے تھے۔ لہذا آج اپنی آنکھوں سے  
 دیکھ لو اور سزا کا مزہ چکھ لو۔

مجرمین کی سزا کے تذکرہ کے بعد اب المشرکین نے جو کلاموں کے لیے انعام  
 کا ذکر بھی کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ مِّنْ دُونِ  
الَّتِي فِيهَا يَدْعُونَ اور وہ امن و چین کے مقام پر یہ ہوں گے اور وہ  
 نظام کیا ہیں؟ جَنَّاتٍ وَرِيعُونَ وہ باغات اور نہریں ہیں جہاں وہ رہیں  
 گے۔ وہاں پر انہیں ہر طرح کی آسائش حاصل ہوگی۔ اور وہ کسی جسمانی اور مادی یا دنیوی

بے شک



پریشانی میں مبتلا نہیں ہوں گے۔

انہی اہل جنت کے متعلق فرمایا یٰلَیْسُوْنَ بِمُسْتَضٰیئِیْنَ وَاَسْتَضٰیئِیْنَ  
 انہیں تمام میں وہ باریک اور موزا رہشتم نہیں گئے۔ یہ اپنے اپنے ذوق کی بات ہوتی  
 ہے، کسی کو باریک کپڑا پسند ہو تا ہے اور کسی کو موٹا۔ ان کا انتخاب اپنی مرضی  
 کا ہو گا اور جس قسم کا لباس چاہیں گے لہذا کیا جائے گا۔ بعض اس کا یہ مطلب بھی  
 لیتے ہیں کہ اہل جنت خود تر باریک رہشتم کا لباس پسند کریں گے جب کہ اپنے  
 غلام کے لیے کوئی قسم کا لباس چاہیں گے اور وہی رہشتم ہے جو اس دنیا میں مردوں  
 کے لیے حرام ہے اور آخرت میں حلال ہو گا۔ فرمایا یعنی اگر ایسا پسند ہے تو  
 تَقْبِلُوْنَ اَیْکَ دُوَسْکَرٍکَ اَمْنِیْ مَّا نَعْنِیْ بِہِیْنِ گئے۔ یعنی کوئی جنتی کسی دوست  
 سے روگردانی نہیں کرے گا۔ اس دنیا میں تو بعض اوقات ایک دوسرے سے  
 ناراضگی بھی پیدا ہوتی ہے اور پھر ایک دوسرے سے میل ملاقات بھی بند ہو جاتی  
 ہے۔ کہیں سربراہ عطا ست ہو جائے تو منہ پھیر لیا جاتا ہے، آخرت میں نہ کوئی کسی  
 سے ناراض ہو گا اور خدائے سے منہ پھیرے گا۔ بلکہ سب ایک دوسرے کے آئے ہوئے  
 غرض و غم حالت میں بیٹھنے والے ہوں گے۔ ہر جنتی کے دل میں دوسرے کے لیے  
 محبت و العین کے جذبات ہوں گے۔

فرمایا کَذٰلَکَ یَرٰہُ اِیْہِیْ طَرَفٌ مِّنْہَا بِیَاۤءُ بَیَاۤءُ بِیَاۤءُ گئی ہے۔ اور اس کے علاوہ  
 وَاَنۡ تَجۡتَہِدُوۡا فِیۡ عِیۡنِیۡنِیۡ جَمْعُہُنَّ کَاَحۡرُوۡرٍکَ مَاتِقِدۡنَہُنَّ کَمَدِیۡنَ گئے۔ جو  
 موٹی آنکھوں والی خوبصورت ہوں گی۔ جنت کی عورتیں انسانی قرعہ سے نہیں بلکہ یہ ایک  
 دوسری مخلوق ہے، انھیں سیدہ یا آست کہتے ہیں کہ عورتوں کا مادہ مٹی نہیں بلکہ یہ کوئی نہایت  
 ہی پاکیزہ مادہ کی تخلیق ہے۔ بعض روایات میں زعفران اور بنورا کا ذکر بھی آتا ہے۔  
 بعض نے عجب اور مشک جیسے اعلیٰ مادہ کا ذکر کیا ہے۔ ہر حال یہ جنتی مخلوق اہل جنت کو  
 حاصل ہو گی اور یہ دنیاوی عورتوں کے علاوہ ہوں گی جن کا مرتبہ ان سے بہت بلند ہو گا۔  
 ان کے اندر نے جنتیوں کی ایک اور نعمت کا ذکر کیا ہے یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا

بجائے جانے کا یہ فیصلہ جس جنتی لوگ جنت میں ہر قسم کا پھل امن اور دلچسپی کے ساتھ طلب کریں گے جو انہیں دیا گیا جائے گا، روایات میں آتا ہے کہ جو بھی کسی جنتی کے دل میں کوئی بات کھانے کی خواہش پیدا ہوئی، اُس پھل کا درخت خود جنتی کے قریب آ کر ٹھیک ہونے لگا۔ وہ اُس پھل کو آ کر استعمال کرے گا اور اُس کی جگہ فوراً دوسرا پھل آجائے گا۔

روایات سے مراد یہ ہے کہ پھل کے طلب اور حصول میں کسی قسم کی دقت نہیں ہوتی۔ نہ موسم کا منتظر رہنا پڑے گا۔ اور نہ کسی پھل کے ختم ہوجانے کا اندیشہ ہوگا۔ بلکہ جب اور جنتی مثلاً میں کوئی جنتی کوئی سا پھل حاصل کرنا چاہے گا، فوراً حاضر ہو دیا جائے گا۔ جہاں تک پھل کے ذائقہ کا تعلق ہے وہ نہایت ہی لطیف ہوگا۔ اس دنیا میں تو بعض پھل کڑوے، کھٹے اور طبیعت پر ناگوار بھی ہوتے ہیں مگر جنت میں ایسا نہیں ہوگا، بلکہ ہر پھل ایسا خوش رنگ اور خوش ذائقہ ہوگا جس کا اندازہ اس دنیا میں نہیں کیا جاسکتا۔ چیلوں کے علاوہ پرنہ والے کے گوشت کا ذکر بھی قرآن میں آتا ہے۔ وَحُلُوطٍ طَيِّبَةٍ مِّنْ شَايِسْتَهُنَّ ۚ (الواقعة، ۲۱) اور ان کی خواہش کے مطابق پرنہ والوں کا گوشت بھی میسر ہوگا۔ جس قسم کا گوشت پسند کریں گے بغیر کسی عفت کے حاصل ہوگا غرضیکہ راحت کے اس مقام میں ہر جنتی کو مکان، خوراک، لباس اور ہر وہی جیسے اُسا فرش کے ساتھ ہر چیز ملے گی۔ دنیا میں تو انسان کو کسی وقت بھی مکمل چین نہیں ہوتا، اور بقول سعدی صاحب اُنسانی عیش و آرام کے لمحات میں بھی "اندھ اجل موت" کا ڈر و پریشانی ہے۔ گریا موت کا خیال آتے ہی سارا مزہ اُکڑ کر دیا ہوتا ہے۔ پھر دنیا میں کسی نعمت مال و دولت، مکان، زمین، کاروبار، کارخانہ، اولاد وغیرہ کے چھن جانے کا اندھ بھی ہوتا ہے۔ مگر جنت میں ایسی کوئی فتنہ لاحق نہیں ہوگی۔ جنت کی زندگی بھی دائیں ہوگی کہ اس میں موت کا خطرہ نہیں ہوگا اور وہاں کی نعمتیں بھی دائمی ہوں گی جن کے ختم ہونے کا کوئی ڈر نہیں ہوگا۔

فَرَأَىٰ الْآفِئَّةَ يَوْمَ تُلْقَىٰ بِالسُّوَءِ ۚ (الأنعام، ۱۱۰) اور موت

کا کوئی خوف نہیں ہوگا، سوائے اس کے کہ جو موت دنیا میں آچکی ہے اب دوبارہ موت



انہیں آئے کی، وَوَقَّعْنَاهُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ اور اللہ تعالیٰ انہیں دوزخ کے عذاب سے بھی ہمیشہ کے لیے بچائے گا، اب ان کو کوئی تسلیت نہیں ہوگی۔ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ  
مِنْ رَبِّنَا حاصل ہونے والی یہ تمام نعمتیں تیرے پروردگار کی نعمت سے نقصان اور کمی  
 ہے۔ اُس کی مہربانی سے دنیا میں پاکیزگی نصیب ہوئی، جمع عقیقہ اور نیاں گل نصیب  
 ہوا، پاکیزہ اخلاق اور پاکیزہ کردار ملے اور ہم آخرت میں بھی غنی اور دینی نعمتیں حاصل  
 ہوئیں، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مہربانی کا نتیجہ ہے۔ قَدْ لَبَّيْكَ عَنِ الْعَبْدِ  
 اور یہ حقیقت یہ بہت بڑی مہربانی ہے جسے حاصل ہوئی، دوسری جگہ موجود ہے  
فَإِنْ دَخَلْتَ عَنَ النَّارِ وَأَدْخَلَ الْجَنَّةَ فَذَكَرَ عَمِّي ۱۵۱  
 جو دوزخ سے بچا کر جنت میں داخل کر دیا گیا وہ کامیاب ہو گیا وہ الہی پر اُمن  
 زمانہ کی میں داخل ہو گیا جہاں کبھی کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔ اس کے برخلاف اس  
 دنیا میں تو ہر وقت کسی نہ کسی شے کے بارے میں انسان کے سر پر خطرہ ہوتے رہتے ہیں  
 بڑی سے بڑی عظمت بھی، تو اس کے چین جانے کا خطرہ ہوتا ہے کہ آج ہے  
 تو میرا کتاب ہے کہ کل نہ ہو۔

یہ عالم دوزخ پر ہے

بہتر چاہیے ہے میں سے

ابدی آرام و راحت جنت میں ہی حاصل ہو سکتا ہے۔

قرآن مجید  
نصیحت

سورۃ کے آخر میں اللہ نے اس کے حکمائین کو دہرایا ہے۔ قرآنِ کرم کی  
 صداقت اور قیامت کے متعلق فرمایا: فَإِنَّمَا كُنْتُمْ بَشَرًا مِّثْلِي  
 نے اس قرآن کو آپ کی زبان میں آسمان کر دیا ہے، اور اس کی قیامت یہ ہے  
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ تاکہ یہ لوگ نصیحت چھڑیں۔ اللہ نے قرآن کرم کو سیت  
 پڑھیں اور اُن کی قوم کی ماوری زبان میں نازل فرمایا، اسی کا یہ عام قانون ہے کہ یہ  
 نبی کو اس کی اپنی زبان میں ہی خدا کا پیغام پہنچایا جاتا ہے تاکہ وہ اپنی زبان میں  
 اس کے قوم تک پہنچا سکے۔ تفسیر علیہ السلام کی دوسری زبان عربی تھی اور یہ زبان آپ







سُورَةُ الْحَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ مَبْنِيَّةٌ عَلَى سِتَّةٍ وَفِيهَا آيَاتٌ ثَلَاثٌ وَارْتِثَ السُّبُحُ الْكُوفَاتُ

سورۃ ہاشیہ مکی ہے۔ اس کی سیتمائیس آیاتیں اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کراہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو رحیم مہربان اور نہایت رحم والا ہے

حَمْدٌ ① تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ②

إِنَّ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِلْمُؤْمِنِينَ ③ وَ

فِي خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَابَّةٍ آيَاتٌ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ④

وَإِخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ

رِزْقٍ فَاحْيَا بِهِ الْأَرْضُ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيفِ

الرِّيحِ آيَاتٌ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ⑤

ترجمہ: حمد ① اتنا کتاب کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے

جو زبردست اور حکمتوں والا ہے ② بے شک آسمانوں

اور زمین میں الہیت بہت سی نشانیوں میں ایمان والوں کے

لیے ③ اور تمہارے پیدا کردہ میں اور جو پیدا آ رہا ہے وہ

جانور، نشان ہیں یقین رکھنے والے لوگوں کے لیے ④ اور آسمان

اور زمین کے اختلاف میں اور جو ہادی بہت اللہ نے آسمان

کی طرف سے ہادی ہیں اللہ کیا اس کے ساتھ زمین کو



اُس کے خوشک ہوئے کے بعد اور ہواؤں کو پھیرنے میں لگائیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں ⑤

نام اور  
کرامت

اس سورۃ مبارکہ کا نام سورۃ الجاثیہ ہے جو اس کی آیت ۲۸۰ میں آورہ لفظ سے ماخوذ ہے۔ وَثَّقْنَا صُلْبَكَ جَاثِيَةً اور تم ہر گز وہ کو گھٹنے ٹیکے ہوئے پاؤ گے۔ یہ قیامت واسطے دن حساب کتاب کی منزل کا ذکر ہے کہ اُس دن لوگ نہایت عاجزی کے ساتھ گھٹنے ٹیک کر اللہ کی بدگاہ میں بیٹھیں ہوں گے۔ مفسرین کرام اس سورۃ کا دوسرا نام سورۃ الشریعہ بھی ذکر کرتے ہیں۔ کیونکہ اسکی آیت ۱۸ میں شریعت کا ذکر بھی آتا ہے۔ ایک سورۃ کے متعدد نام ہونا کچھ غیر معروف بات نہیں کیونکہ سورۃ انفار کے ہم پندرہ نام بھی پڑے چکے ہیں۔ بعض مفسرین اس کا نام حصۃ الجاثیہ۔ یا حصۃ الشریعہ بھی ذکر کرتے ہیں۔

یہ سورۃ حوالیم سجد کی چھٹی سورۃ ہے اور کئی دفعہ کی کے آخری دور میں قیامت سے نازل ہوئی۔ اس سورۃ کی سیٹیس آیت اور چار رکعت ہیں اور یہ سورۃ ۶۲۴ کلمات اور ۲۹۰ حروف پر مشتمل ہے۔

مضامین

جیسا کہ گذشتہ حوالیم سورتوں میں بیان کیا جا چکا ہے، یہ تمام سورتیں باب القرآن یعنی قرآن کریم کا خلاصہ کہلاتی ہیں کہ ان میں اسلام کے چاروں بنیادی عقائد توحید، رسالت، معاد اور قرآن حکیم کی حقانیت و صداقت کو مختلف عنوانات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ گذشتہ سورۃ میں جزائے عمل کے سلسلہ میں انداز کا پہلو غالب تھا اور اس سے پہلی سورۃ میں توحید کے دہائی کی طرف زیادہ رخ تھا۔ اب اس سورۃ میں بھی توحید اور جزائے عمل ہی کا ذکر ہے۔ گذشتہ سورۃ میں قوم تبع اور فرعون کے غرور و تکبر اور اُس کی جلالت کا ذکر تھا، تو اس سورۃ میں بعض لوگوں کی نافرمانی اور اُن کے انکسار کا بیان آ رہا ہے۔

حروف  
مقطعات

دیگر حوالیم سورتوں کی طرح اس سورۃ کی ابتداء بھی حروف مقطعات حشر سے ہوئی ہے۔ اگرچہ حضور علیہ السلام نے ان حروف کے معانی نہیں بتائے۔ تاہم مفسرین کرام لوگوں کی تعزیر و فہم کے لیے ان حروف کے بعض معانی بیان کرتے

ہیں۔ اور ان کا تذکرہ گذشتہ سورتوں کے آغاز میں بھی کیا جا چکا ہے۔ چنانچہ بعض مفسرین کا قول ہے کہ خدا تعالیٰ کے اسمائے پاک میں سے ایک اسم ہے جیسا کہ ایک عربی شاعر کہتا ہے۔

يَذْكُرُنِي خَدْرٌ وَالْوُجُوحُ شَاجِرٌ  
فَهَذَا نَتْلِي خُسْرًا قَبْلَ التَّعْدُدِ

کہ میرا مقابل مجھے خسر کا واسطہ دیکر لڑائی بند کرنا چاہتا ہے۔ اس نے یہ واسطہ لڑائی شروع ہونے سے قبل کیوں نہ پیش کیا تاکہ لڑائی کی ضرورت ہی نہ آئی۔ گویا خسر اللہ تعالیٰ کا ایک نام ہے جس کے واسطہ سے ایک فریق لڑائی کو ختم کرنا چاہتا تھا۔

بعض فرماتے ہیں کہ ہر حرف معنی کا اشارہ کسی خاص حقیقت کی طرف ہوتا ہے۔ تنویر پر اس کا اشارہ حکم کی طرف اور حاکم، مالک یا مجید کی طرف ہو سکتا ہے اور مضموم یہ بتاتا ہے کہ حکم ازلی اور حاکم ابلی اور مدد لا شریک کے لیے ہے۔ گویا قرآن کریم اور اس سورۃ کا نزول حکم ازلی اور حاکم ابلی کے نظام کا ایک تدریس ہے۔ اس بات کی تائید قرآن کریم کی بعض دوسری آیات سے بھی ہوتی ہے جیسے فرمایا اِنَّ الْمُلُوكُ وَالْاَنْفَالُ (الانعام - ۵۷) حکم اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے اَلَا كُنْتُمْ تَحْكُمُونَ (الانعام - ۶۷) خبردار! حکم انہی کا ہے لِحَمْلِ الْمُلْكِ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (الحومن - ۱۶) آج اور نہایت کس کی ہے؟ کیلئے اور غالب خدا کی غیر ضعیف و عجز و بے اختیار اور بے دردم صورت اللہ تعالیٰ کی ذات کو حاصل ہے۔ باقی ہر چیز فنا ہے۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس کا اشارہ محمد کی طرف ہو سکتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی حمد ہر جگہ سے کیلئے ہر حالت میں ضروری ہے۔ درشتی بھی ہر وقت اللہ کی تعریف میں مشغول رہتا ہے۔ اور دیگر ہر چیز بھی اللہ کی حمد و ثنا کرتی رہتی ہے جیسے قرآن کے مختلف مقامات پر اس کا ذکر و تکرار ہے کَسْبَحْ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ



والجہد قہراً) انہیں برہمائی ہر چیزِ شرعی تبصیح بیان کرتی ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ ہر کا اشارہ انسان کی قومیت علیہ کی طرف ہو سکتا ہے اور مطلب یہ کہ ہر انسان کا فرقی ہے کہ وہ اپنی قومیت علیہ کو درجہ کمال میں پہنچائے۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ حج کا اشارہ انہی کی طرف اور من کا اشارہ انہی کی طرف ہے۔ مطلب یہ کہ خدا تعالیٰ خود بخود ہے اور دوسروں کو زندہ کی گنجائش ہے۔ وہ خود قائم ہے اور ہر چیز کو وہی قائم رکھتا ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ حج کا اشارہ معانیت کی طرف ہو سکتا ہے۔ کائنات کی تمام اشیاء، عدم کا رنگ رکھتی ہیں۔ جب ارتق اور ثابت صورت ذات خداوندی ہے جو ہمیشہ قائم و دائم ہے اور ہمیشہ ہے کی۔ بعض فرماتے ہیں کہ کائنات اور اس میں پائی جانے والی تمام چیزیں دراصل قدرت خداوندی کے مظاہر ہیں۔ انہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے جمال و کمال کا اظہار ہوتا ہے، انسان کو چاہیے کہ وہ خدا تعالیٰ کی شبیہوں اور آیات میں غور و فکر کرے تاکہ اسے اللہ تعالیٰ کی حقانیت معلوم ہو سکے اور وہ قومِ انہی کو سمجھ سکے۔ جو شخص نشاناتِ قدرت میں غور و فکر نہیں کرتا وہ دراصل اندھا ہے اور اسی لیے وہ توحید کا انکار کرتا ہے۔ غرضیکہ جس طرح انسان آئینے میں اپنی شکل دیکھ سکتا ہے، اسی طرح وہ ان مظاہرِ قدرت کے ذریعے خدا تعالیٰ کی صفات کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ حج کا اشارہ حیات کی طرف اور من کا اشارہ مصلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو سکتا ہے۔ اور اس طرح مضمون یہ ہوگا کہ خدا تعالیٰ نے اپنی حیات کی فکر و خیال کو خدا کے آئینے میں منظرِ حق میں منظرِ حق کی صورت کے لیے پیش فرمایا۔ بعض فرماتے ہیں کہ حج کا اشارہ حیات کی طرف ہی ہو سکتا ہے، گویا اللہ تعالیٰ نے نمازیں پر واضح کر دیا ہے کہ اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دین کی حیات کا نور خود اٹھالیا ہے۔ وہ دنیا میں منورِ آپ کی بدو کرے گا اور دینِ اسلام کو جید و نیا ہی وجہ ہے کہ اس کے پیروکاروں کے اپنے حالات کی خرابی کے باوجود یہ دین حیات نامک قائم رہے گا۔

امام شاہ فی الشرح و غررہ اپنی متعدد کتب الفیہ الکثیرہ بالفرد البکر اور ہوا جمع وغیرہ میں لکھتے ہیں کہ حروف مقطعات کے معانی ذیل یا کشفی طور پر ہی معلوم ہو سکتے ہیں چنانچہ اشراف اس ذریعے مجھے ان حروف کے یہ معانی انعام کیے ہیں یا بحالی ان کو رانی **مَشَقَّعٌ** یعنی یہ ایک نورانی اجمال ہے جو اس مادی اور متدنس جہان میں لوگوں کے عیاض و اطفال اور اعمال فاسدہ کے ساتھ ٹکراتا ہے اور لوگوں کے شکوک و شبہات کے مقابلے میں حق کو ظاہر کرتا ہے۔ گویا یہ اجمالی فرمایہ است باطل عقائد و اعمال کی تردید اور حقیقتِ حالی کو واضح کرتی ہے۔ چنانچہ قرآن کی یہ سورۃ یا کوئی دوسری سورۃ دیکھ لیں کہ ان حروف کے اجمال کے ذریعے سورۃ میں پیش آنے والے مضامین کی تفصیل بیان کر دی جاتی ہے۔

امام جلال الدین سیوطی اور بعض دوسرے مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ حروف مقطعات کے معانی کے متعلق زیادہ کر دینے کوئی چاہیے۔ کیونکہ قرآن پاک کا زیادہ حصہ تو محکم آیات پر مشتمل ہے جن کا مطلب اور مفہوم واضح ہے۔ دوسرا حصہ مثلاً بات کا ہے۔ ان آیات کے معانی تو معلوم ہیں مگر ان کی حقیقت معلوم نہیں اور تیسرا حصہ حروف مقطعات کا ہے جن کے نہ تو معانی ٹھیک ٹھیک معلوم ہیں اور نہ ہی مفہوم کو واضح کیا گیا ہے بلکہ ان کو اس بار کے طور پر ہی چھوڑ دیا گیا ہے۔ چنانچہ ان حروف کے بارے میں تفسیر علیہ السلام سے کوئی تفصیل منقول نہیں۔ ہاں! صحابہ کرامؓ کے زمانے میں عیب قرآن کریم کی کوئی سیح اشاعت ہوئی، کہ حضرت ابو جہلؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہؓ نے ان حروف کے متعلق کچھ بیان فرمایا مگر وہ بھی یقینی نہیں ہے لہذا اس مسئلہ میں زیادہ صحیح اور سلاطی والا راستہ یہ ہے جو امام سیوطیؒ نے اختیار کیا ہے **اللَّهُ أَظْهَرُ بِمَرَاوِهِ بِذَلِكَ** یعنی ان حروف کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اُس کی ان حروف سے جو بھی مراد ہے **أَمَّا أَوْصَدُ قُلْ** ہمارا اُس پر ایمان ہے کہ وہ برحق ہے۔ بہت سی چیزیں ہمارے عقل و فہم سے بالاتر ہیں، لہذا ہمیں اس معاملہ میں زیادہ کر دینے کوئی چاہیے کہ اس طرح گمراہی میں پڑ جانے کا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔



دیگر حواہم سورتوں کی طرح اس سورۃ کا آغاز بھی قرآن پاک کی حقانیت اور وحدت سے ہوتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ کتاب کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ جو کمال قدرت کا مالک، ثبوت دست، اور حکمتوں والا ہے۔ شکر کہ اکثر اعتراض کرتے تھے کہ یہ قرآن اللہ کا کلام نہیں بلکہ یہ کسی شاعر یا کاہن کا کلام ہے۔ بعض کہتے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض بھی غلام کوئی چیز دکھائی دیتے ہیں جس کو وہ قرآن بنا کر پیش کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے مختلف مقامات پر اس اعتراض کی تردید فرمائی ہے اور واضح کیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کا صفت ہے اور اس کی طرف سے اپنے ہی اخرا لزمان علیہ السلام پر نازل کیا گیا ہے۔ زبانیں یہ بھی اسی بات کا اعادہ کیا گیا ہے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کروا ہے جو ہر چیز پر غالب اور حکمت والا ہے۔ قرآن کریم کی کوئی بات حکمت سے خالی نہیں ہے۔

ارض و سما  
بحر و خشک  
قدرت

ابھی آیت میں اللہ نے توحید اور معاد کے بعض مشترک دلائل کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے إِنِّي ظَافِرُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ بیشک آسمانوں اور زمین میں اہل ایمان کے لیے بے شمار نشانیاں ہیں۔ آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھیں آپ کو سورج، چاند اور نیلگوں سطح نظر آنے گی۔ رات کے وقت چمکنے والے کروڑوں کی تعداد میں سیارے اور ستارے دیکھے جاسکتے ہیں۔ اور پھر ہمارے پاؤں تلے آنے والی زمین کا اپنا وجود اور زمین کی سطح پر پائی جانے والی کروڑوں اشیاء و تجرید و غیرہ۔ پھر زمین کے اندر کے حالات اور اس میں پائی جانے والی مہنیاں، پانی، گیس اور تیل وغیرہ۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے سورج سے زمین کو الگ کیا ہے، مائیں، ذائقہ، سورج اور ماہرین ارضیات وغیرہ تحقیقات کر رہے ہیں مگر اس زمین سے متعلق پوری معلومات حاصل نہیں کر سکے۔ ابھی تک زمین میں نیچے کی طرف صرف آئینہ میل تک پہنچی کی جا سکی ہے اور اس حد تک پائی جانے والی اشیاء کے متعلق معلومات حاصل کی جا سکی ہیں۔



اس سے آگے نہ بڑھنا چاہیے۔ کھانا میں مشکلات پیدا کر رہی ہیں، ماحولیات آگے چل کر کیسے کیسے نکلتی  
منظر عام پر آئے ہمارے ہیں۔

زمین دیگر آسمانی کیموں کی نسبت بہت چھوٹا سیارہ ہے۔ جدید تحقیق کے مطابق زمین  
زمین سے تیز لاکھ گنا ہڈا ہے اور اس سے بڑے بڑے سیارے بھی کائنات میں موجود ہیں۔  
سائنسدان کہتے ہیں کہ شعری تناظر میں ذکر قرآن میں بھی موجود ہے، وہ سورج سے بھی بڑا  
نڈ بڑا ہے۔ ہر ایک ہر ایک کیموں میں سے بنی ہوئی زمین کو نظر آئے والی کیموں  
کی حقیقت کو کون جان سکتا ہے کہ اس میں کون کون سے نڈا پوشیدہ ہیں۔ زمین کے  
دور دور پہنچے ہوئے کیموں کا خول چڑھا ہوا ہے۔ اس ہوا میں بہت سی گیس ہیں۔ زمین  
میں سے اہم ترین گیس آکسیجن ہے جس پر تمام جانداروں کی نڈا ت کی زندگی کا ہی انحصار ہے  
یہ ایک لطیف گیس ہے جو ہر انسان کے ذریعے ہر جاندار کے جسم کے اندر جا کر خون کو رنگ  
کرتی ہے اور بقائے حیات کا ذریعہ بنتی ہے۔ ہر جاندار یا کہ زمین یا اس کے اندر جو جاندار  
پانی والے یا چیزوں میں کیموں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔ ان کے ان میں سے کیموں  
کے آگے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت سمجھ میں آسکتی ہے۔

عالمی حقائق کی روشنی میں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے بندوں  
کی تخلیق میں ہمیشہ نشانیاں ہیں۔ سورۃ الزمریت میں ہے: وَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ  
(آیت ۶۱) اور تمہارے نفسوں میں بھی اللہ نے اپنی قدرت اور وحدانیت کی نشانیاں  
رکھی ہیں۔ کیا تم ان کلمات و دنیا کو نہیں سمجھتے؟ اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم میں اتنے عجیب و غریب  
اور باطنی کیموں ہیں جن کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔ انسان کی داخلی صلاحیتیں، اعصاب، خون  
معدہ، جگر، اعضاء نامی وغیرہ سب میرت اخیر چیزیں ہیں۔ سائنسدان اور ڈاکٹر ابھی  
تک انسانی جسم کے حروف و فہم نہیں فیصد صد میں تحقیق مکمل کر چکے ہیں۔ جب کہ باقی بچپن  
فیصدی جسم کے متعلق حقیقتات ابھی باقی ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ اپنی تخلیق اور اپنے وجود  
میں ہی غور کرو کہ اللہ نے کس طرح انسان کی تخلیق کی ہے؟ اس سے کیا اور پھر اسے کس قدر شرف بخشا  
کہ اسے اشرف المخلوقات بنا دیا اور اس کے اور دیگر پچھلی ہوئی تمام چیزیں اس کی خدمت



پر امور کر دیں۔ یہ سب نشانات قدرت و قہر ہیں۔ فرمایا نہ صرف تمہاری اپنی تخلیق میں بلکہ  
وہ صابڈٹ جسے ذاتِ حق جہانِ را شر نے پھیلایا ہے وہ بھی اس کی قدرت  
کے نشانات میں۔ اللہ نے زمین کے نیچے اس کے اندر نور فصائیں ڈالیں اور کوئی ایک  
جسم کی جگہ ان مخلوق پر پیدا کر دی۔ جس کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے علاوہ سمندروں  
کے اندر بہنے والی آبی مخلوق کا شمار تو کیسے ہی ناممکن ہے۔ انہیں محض اپنے اقسام  
سے واقفیت حاصل کر سکتا ہے ورنہ نامعلوم اللہ تعالیٰ نے پانی کی تہ میں کتنی  
مخلوق آباد کر رکھی ہے۔ فرمایا **سَبَّحُ لِلَّهِ الْمَلَأَتْ لِقَائِهِمْ رُفُوفًا ذَاتِ بِلَالٍ**  
ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں یہ ان لوگوں کے لیے اللہ کی قدرت  
کے نشانات ہیں۔ جو ان کے مشاہد کے بعد فوراً پکار اٹھتے ہیں **رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ**  
**هَذَا بَاطِلًا ۖ آلِ عَمْرٍ ۙ** (۱۹۱) پروردگار! تو نے یہ سب کچھ سنا محض پرانی  
کیا۔ بلکہ ان چیزوں میں تیری وحدانیت کے دلائل ہیں۔

شیخ عزیز  
کا تفسیر و تہذیب

**فَرَأَىٰ وَخَتْلَاۥنَ الْكِبَلِ وَالنَّهَارِ** دن رات کے تغیر و تبدل میں بھی  
اللہ کی قدرت اور اس کی وحدانیت کی نشانیاں ہیں۔ اللہ نے دن رات کا ایسا  
نظام قائم کیا ہے، جو تمام جانداروں کے لیے نہایت ہی ضروری ہے۔ لوگ دن  
کے وقت کام کاج میں مصروف رہتے ہیں، رات میں آرام کرتے ہیں، کارخانے  
چلاتے ہیں، کھیتی باڑی کرتے ہیں اور پھر جب وہ دن بھر کے کام سے تھک  
جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ رات کو سوتے ہیں جس کے دوران لوگ آرام کرتے  
ہیں، ان کی زائل شدہ قوتیں بحال ہو جاتی ہیں۔ اور وہ اگلے دن کے کام کے لیے  
پھر سے تازہ دم ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دن رات کا نظام ایسے نظم کر لیا  
سے قائم کر رکھا ہے کہ یہ متعذر وقت سے ایک سیکنڈ بھی آگے پیچھے نہیں ہوتا،  
اللہ نے ایسا انتظام فرمایا کہ نہ تو سورج جہاں کو چکر لگاتا ہے **وَلَا الْفَلَاحُ**  
**الْشَّامُ** (۱۹۲) اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے، بلکہ سب اپنے  
اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔ اور اس طرح کائنات کا نظام چل رہا ہے۔ اور







کر لی ہوا گرم ہوتی ہے اور کرنی بج بٹہ اور کرنی باؤسبا کی طرح نور و تازک ہر قسم کی ہوائیں  
 اللہ تعالیٰ نے کرنی ذکوئی مصلحت رکھی ہے۔ فرمایا ان سب اشیاء میں ایت لا یغیر  
 یغیر لکن نشأت قدرت میں مگر ان لوگوں کے لیے جو عقل و فہم سے کام لیتے ہیں  
 جو لوگ عقل و خرد سے عاری ہیں ان کے متعلق فرمایا ان شاء الذوات عند اللہ الصمد  
 لیکم الذین لا یفعلون و الفاعل ۲۴ کہ ایسے لوگ تو با نوروں سے بھی بات کریں  
 اور گرنے اور بہہ سہ میں مبتلا اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہست ثبوت نعمت ہے۔ جبر کو  
 ہستے نہر لاکر ان نشأت قدرت میں نور و فکر کر کے اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت  
 کو سمجھ سکتے ہیں۔

---

تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ مَسْلُوحًا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ  
نَعِدُ اللَّهَ وَآيَاتِهِ يَوْمِنُونَ ① وَيَذْكُرُ أَهْلَ  
الْإِيمِ ② يَسْمَعُ آيَاتِ اللَّهِ تُتْلَى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ  
مُسْتَكْبِرًا كَانَ لَمْ يَسْمَعْهَا فَبَشِّرُهُ بِعَذَابٍ  
الْإِيمِ ③ وَإِذَا عَلِمَ مِنْ آيَاتِنَا شَيْئًا أَخَذَ هَازِلًا  
أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ④ مِنْ وَرَائِهِمْ  
جَهَنَّمُ وَلَا يُغْنِي عَنْهُمْ مَا كَسَبُوا شَيْئًا وَلَا  
مَا اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ وَلَهُمْ عَذَابٌ  
عَظِيمٌ ⑤ هَذَا هُدًى وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ  
لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رَّحْمَتِ الْإِيمِ ⑥

ترجمہ :- یہ آیتیں ہیں اللہ تعالیٰ کی جنیں ہم سناتے ہیں  
آپ کے سامنے حق کے ساتھ ہیں کہیں بات پر اللہ تعالیٰ  
اور اس کی آیتوں کو چھوڑ کر یہ لوگ ایمان لائیں گے ①  
ہلاکت ہے ہر جھوٹ بڑے بڑے گنہگار کیلئے ②  
جو سنا ہے اللہ کی آیتوں کو جو پڑھی جاتی ہیں اس  
کے سامنے یہ ہمہ انکار کرتا ہے وہ منکر کرتے ہوئے  
نکروں کو اس نے ان کو سننے ہی نہیں ہے خواہ مخبر ہی



شادی اس کو روزنامہ عذاب کی (۸) اور جب وہ معلوم  
 کر لیتا ہے ہماری آیتوں میں سے کسی چیز کو، تو  
 بتاتا ہے اُس کو ٹھکانا ہوا، یہی لوگ ہیں ایسے  
 وقت تک عذاب ہے (۹) اُن کے اُنکے روزانہ ہے  
 اور انہوں کو آئے گا اُن سے جو انہوں سے ہوا کچھ  
 بھی۔ اور نہ وہ کہ جنکو بنایا ہے انہوں نے اللہ کے  
 سوا کافر بنا۔ اور اُن کے لیے عذاب عظیم ہے (۱۰) یہ  
 قرآن سراسر ہدایت ہے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا  
 اپنے رب کی آیتوں کے ساتھ۔ اُن کے لیے عذاب  
 ہے شدید اور روزنامہ (۱۱)

تفسیر

سورۃ کوئی بات میں قرآن کریم کی تعارض نہ ہو، وقت ہ ذکر ہوا، پھر اللہ تعالیٰ سے  
 اِنَّا فِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مِنْ سَعٰی كَرِهْتَ لِقَوْلٍ يُقَضُّ لَكَ اِنْ تَرٰیہِ كَ  
 بعض دلائل اجمالاً ذکر کیے۔ اب اپنی دلائل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے۔  
 قُلْ اِنَّ اللّٰهَ شَهِدَ عَلٰیكَ بِالْحَقِّ یَا اَبْنٰی اٰدَمَ اللّٰہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جو تم پر آتے  
 ہیں آپ پر حق کے ساتھ، یعنی ان آیات کو صحیح سمجھ، چکے انداز میں، حقیقت کے  
 ساتھ قیادت کرتے ہیں تاکہ ان میں کسی قسم کا اشتباہ باقی نہ رہے۔

آیات آیت کی جمع ہے اور قرآن پاک میں یہ لفظ نشانی و علامت ہے، اعلیٰ رحمت  
 معجزہ یا علم کے معانی میں استعمال کیا گیا ہے۔ تاہم اس مقام پر آیات سے مراد عوامت  
 اور دلائل پہلے گئے ہیں، چنانچہ اس سورۃ کے آغاز میں آئے ہیں لفظ حروف مقطعات  
 حشر کا اشارہ اس طرف بھی ہو سکتا ہے۔ مثلاً بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ رخ سے  
 مراد بادیں ہونا، مشعلی ہونا یا گویہ دنیا ہے اور یہ سورۃ حاوی الحجج حق بہت سے  
 دلائل پر مشتمل ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ اس سورۃ میں بہت سے دلائل قرآنیہ، دلائل  
 وقت قیامت بیان کیے گئے ہیں، اسی طرح مفسرین فرماتے ہیں کہ قرآن میں اجماعی الحجج

یعنی بھگڑے اور فنا کو ملنے والی۔ اس حروف کا یہ معنی بھی صادق آتا ہے۔ کیونکہ یہ سورۃ پہلے دلائل کے ذریعے اختلافات کو مٹانے والی ہے۔ بہر حال یہاں پر آیات سے مراد علامات یا دلائل ہیں۔

دلائل کا ذکر گزشتہ دور میں ہو چکا ہے کہ اللہ نے فرمایا کہ ذرا آسمانوں، زمین تخلیق الٰہی اور عظیم حیوانات میں غور و فکر کرو کہ اللہ تعالیٰ کس طرح آسمان کی طرف سے بارش نازل فرما کر خشک زمین کو زندہ کرتا ہے۔ ہواؤں کو گردش میں لاتا ہے اور تمام انسانوں، جانوروں اور کھیتوں کو پھل کے لیے روزی کا سداں مہیا کرتا ہے اگر انسان اس دلائل میں غور و فکر کرے تو وہ جان سے لگا کہ یہ تمام امور اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کون انجام دے سکتا ہے جو حکم علی الاطلاق اور قادر مطلق ہے۔ بغیر شک یہ ایسی علامات ہیں جن کے ذریعے ہم اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کی صفات اور اس کی توحید کو پہچان سکتے ہیں۔

اللہ کی  
آخری  
کتاب

فرمایا اللہ تعالیٰ کی آیات میں جو اللہ نے قرآن کی شکل میں اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی ہیں۔ اس کتاب کے ذریعے اللہ نے اس آخری امت کے لیے تمام شرائع، احکام اور زندگی بھر کا پروگرام نازل فرما دیا ہے اب یہ اس امت کے لوگوں کا فرض ہے کہ وہ اس کتاب پر صدق دل سے ایمان لائیں، اس کی آیات کو پڑھیں، سمجھیں اور پھر ان پر عمل پیرا ہو جائیں کہ ان کی دائمی نجات کا مدار اسی کتاب پر ہے۔ فرمایا اگر لوگ اس کتاب الٰہی پر بھی یقین نہیں کریں گے

فَبَايَآءَ حَتَّىٰ تَبْذُرَ اللَّهُ أُولَٰئِكَ يَكْفُرُونَ ترجمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری طرف سے  
علامات اور دلائل کے بعد کون سی چیز آئے گی جس پر یہ لوگ ایمان لائیں گے، مطلب یہ ہے کہ اللہ کا آخری پروگرام تو آچکا ہے۔ اس کے بعد نہ کوئی نیا آئے گا، نہ کتاب اور نہ کوئی پروگرام۔ اگر اس کو بھی نہیں مانیں گے تو آگے تو کچھ بھی نہیں، پھر یہ کس چیز کو مانیں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ لوگ اللہ کی ہدایت سے یکسر محروم ہو جائیں گے۔ اور ہمیشہ کی ناکامی کا منہ دیکھیں گے۔









الصَّلَوةِ اتَّخَذُوا هَذَا وَلَٰغِبًا رَّأَيْتُمْ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ (۵) اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے اذان میں جیتے ہو تو مشرک لوگ اُس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ سید شریعت کی حدیث میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے اہل ایمان کو حکم دیا کہ جب تم دشمن کی سرزمین میں جاؤ تو اپنے ساتھ قرآن پاک نہ لے جاؤ کہ لَدَيْكَ لَكَ الْعَدُوُّ وَبَيْنَكَ وَبَيْنَهُمْ اِس کی ترہیں ہاتھ لکھیں۔ ہاں اگر لشکر بڑا ہو اور قسطنطنیہ دشمن پر قابو پانے کی امید ہو تو پھر قرآن کو ساتھ لے جاسکتے ہو، مگر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اس زمانے میں خود مسلمان قرآن پاک کی ترہیں کے متکب ہو رہے ہیں۔ بعض پرغاشیا طین قرآن پر ہاتھ کر چلا نکالتے ہیں۔ چند سال پہلے فیصل آباد میں ایسا واقعہ پیش آیا تھا۔ بعض مصر آیات قرآنی کو کارٹون کی صورت میں پیش کرتے ہیں، یہ بھی بے ادب ہے۔ قرآنی آیات رائے اوراق کو روئی کے طور پر استعمال کر کے ان میں سودا سلفت دیا جاتا ہے۔ یہ کس قدر بے ادبی کی بات ہے حالانکہ قرآن سے بڑھ کر کون سی باعزت چیز ہے؟ بعض نام نہاد اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ علم دین حاصل کرنے والوں کا مذاق اڑاتے ہیں کہ یہ لوگ بسم اللہ کے گنبد سے ہی باہر نہیں نکلتے۔ ایسے لوگ سائنس، ٹیکنالوجی، فلسفہ اور انجینیئرنگ کو ہی اعلیٰ تعلیم سمجھتے ہیں اور دین کے علم کو حقیر جانتے ہیں۔ یہ سب کفر و باغی میں ہیں جن کی قرآن پاک نے مذمت بیان کی ہے۔

مشرکوں کے لیے عذاب

فرمایا کہ جب کسی مشرک کو ہماری آیات میں سے کسی چیز کا علم ہو جائے تو وہ اس کا مذاق اڑاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا اُوْلَٰٓئِكَ لَٰهِنَّ عَذَابٌ مُّهِينٌ جو کہ اُن کے لیے زلت و عذاب تیار کیا گیا ہے۔ اور اس کی صورت یہ ہوئی ہوگی  
وَرَاٰ جَهَنَّمَ جَهَنَّمُ اُنْ کے آگے جہنم ہوگی۔ اور اُن کا غصہ اُن میں سے ہے۔ یہ آگے اور پیچھے دونوں معافی میں آتا ہے، تاہم یہاں یہ آگے مراد ہے کہ نیلے لوگوں کے آگے دوزخ ہے اور جب وہ وہاں نہیں گئے وَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ مَا كَسَبُوْا شَيْئًا تَوَّانَ كَمَا اُنْ کر جنہم سے بچا نہیں گئے گی مطلب یہ کہ اُس وقت اُن کا علم بہتر، سائنس، ٹیکنالوجی، فلسفہ اور حلال و حرام ذرائع سے حاصل ہوگا



دولت کچھ کام نہیں آئے گی۔ وَلَا تَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ اور  
 وہ کام آئیں گے جن کو انہوں نے اللہ کے سوا کلمہ ساز بنالیا۔ دنیا میں جن کو نذر نماز  
 پیش کر سکتے ہیں، جن کی قبروں پر سجدے کرتے ہیں، عَلَّاتٍ چلاتے ہیں،  
 ان پر عرس مناتے ہیں، ان کی دہائی دیتے ہیں، یا اعلیٰ اور یا غوث کے نعرے لگاتے  
 ہیں، جنوں، شایعین اور فرشتوں کو ملک کے لیے پکارتے ہیں، اور جن جن کو بھی  
 حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے ہیں، وہ قیامت والے دن کچھ کام نہ آئیں گے۔  
 اُس دن اللہ کے نبی، مضر ب فرشتے اور اولیاء اللہ بیزاری کا اظہار کریں گے کہ  
 ہم تم کو انہیں اپنی پرستش کا حکم نہیں دیتے۔ یہ تو خود شیطان کے نقش قدم پر چل  
 کر اس نیچے پر پڑے ہیں۔ فَرَّأَوْا وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ لوگوں نے اللہ کے  
 سوا دوسروں کو کلمہ ساز بنایا ان کے لیے عذاب عظیم ہوگا۔ یہ وہی لوگ ہوں گے جنوں  
 نے آیات الہی کو مسمیٰ آن سنی کر دیا۔ ان کا مذاق اڑایا اور بالآخر دھنی سزا کے سختی کھڑے۔  
 آخر میں اللہ نے قرآن کریم کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا هَذَا  
ہدیی یہ قرآن تو سربراہیت ہے، یہ سورۃ اس کے درجہ، اعلیٰ درجہ، ثانی  
 اور معجزات برایت کا ذریعہ ہیں۔ انہی کے ذریعے ان لوگوں کو ذہنی اور فکری بلندی حاصل  
 ہوتی ہے جو حد کمال تک پہنچتے ہیں اور خدا کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف  
وَالَّذِينَ كَفَرُوا آیات ربّہم جنہوں نے اپنے رب کی آیات و اہل و انعام  
 اور معجزات کا انکار کیا، توحید، رسالت اور بعث بعد الموت پر یقین نہ کیا، فرمایا  
لَهُمْ عَذَابٌ رَّحِیقٌ یعنی ایسے ایسے عذاب اور دردناک عذاب  
 ہے، معذرت، تنجیر اور سرکش لوگ جہل مرکب کا شکار ہوتے ہیں۔ ان کے لیے ذہنی،  
 روحانی اور جسمانی ہر قسم کا سخت ترین عذاب ہوگا، کیونکہ انہوں نے آیات الہی کا  
 تمسخر اڑایا، اللہ کی آیات کو ٹہنی آن ٹہنی کر دیا، قرآن کے چوکاسم کو مفلوج کر کے  
 کی کرشمہ کی اور جنہوں نے عمل کی منزل سے بے خوف ہو گئے۔

قرآن کریم  
 برایت



اللَّهُ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمْ الْبَحْرَ لَتَجْرَىٰ الْفُلُكُ فِيهِ بِأَمْرِ  
 وَابْتَدَعُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١٦﴾ وَسَخَّرَ  
 لَكُمْ مِمَّا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِمَّا  
 إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ تَتَفَكَّرُونَ ﴿١٧﴾ قُلِ لِلَّذِينَ  
 آمَنُوا يَخْشَوْنَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ أَيَّامَ اللَّهِ لِيَجْزِيَ  
 قَوْمًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿١٨﴾ مَنْ عَمِلَ  
 صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ، وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكَ  
 تُرْجَعُونَ ﴿١٩﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ الْكِتَابَ وَالْعِلْمَ  
 وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنَاهُمْ مِمَّا فِي الصَّيْبِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى  
 الْعَالَمِينَ ﴿٢٠﴾ وَأَيَّدْنَاهُمْ بِبَنِي إِسْرَءِيلَ مِنَ الْأُمَمِ فَمَا  
 اخْتَلَفُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بِنِجَابِنَاهُمْ  
 إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا  
 فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٢١﴾

ترجمہ : اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے مسخر کیا ہے تمہارے  
 لیے بحیرہ کو تاکہ بحریں اور میں کشتیاں اُس کے فضل سے  
 اور تاکہ تم تقاضا کرو اُس کے فضل سے ، اور تاکہ تم شعور

اور کر رہا ہے۔ صفر کو دیا ہے اُس نے تمہارے لیے جو  
 کچھ سہا ہوا ہے اور جو کچھ سب نہیں ہیں سب اُن کی  
 طرف سے ہے۔ ہر ایک میں اپنے نشان ہیں اُن لوگوں کے  
 لیے جو غور و فکر کرتے ہیں (۱۳) آپ کہ دیکھئے اپنے پیغمبر  
 اُن لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں کہ وہ رُکنِ دین اُن  
 لوگوں سے جو دُور ہیں کہتے اللہ تعالیٰ کے دروں کی تاک  
 پر ہے اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو اُس پتہ پر جو وہ کہتے  
 تھے (۱۴) جس نے اچھی عمل کیا پس اپنے نصیب کے لیے  
 اور جس نے بُرا کیا پس اُسی پر نوبت اُس کے ہے۔ پھر  
 تمہارے رب کی طرف ہی تمہارا لوٹنا ہے (۱۵) اور  
 اپنے شفیق رب ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور مکتوبت  
 اور نبوت اور روزی دہی ہم نے اُن کو پاکیزہ چیزوں سے  
 اور فضیلت بخشی ہم نے اُن کو جہانِ والوں پر (۱۶) اور  
 دین ہم نے اُن کو کھلی نشانیاں دین کے معنی میں پس  
 نہیں اختلاف کیا انہوں نے مگر اس کے بعد کہ ان کے  
 پاس علم آگیا۔ سرکشی کرتے ہوئے اپنے درمیان بیشک  
 تیرا پروردگار فیصلہ کرے گا اُن کے مابین قیامت کے  
 دن اُن چیزوں میں جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے (۱۷)

ترجمہ

سورۃ النجم کی ابتدائی آیات میں قرآن کریم کی حقانیت و صداقت بیان  
 ہوئی اور پھر اللہ نے توحید اور معاد کے مشرک و کافر کے لیے پیرا فرما کر ان کا گناہی  
 پر اصرار کا ذکر فرمایا اور جنہوں نے اُن کے قصور پر انہیں جہنم کی وعید سنائی تھی۔ اللہ نے فرمایا  
 کہ یہ لوگ اس دنیا میں جو کچھ کہتے سب وہ قیامت کے دن تمہارے سامنے آجیے  
 اور نہ ہی اُن کے خود ساختہ یہود و مجوس کا نام آئیں گے جن کو یہ اپنا ماسنا اور عبادت روا



سمجھتے تھے۔ اور یہ لوگ غلاب غلبہ میں مبتلا ہوئے تھے۔

مفسرین  
کی تفسیر

اللہ نے وہ لوگ جو حیرتوں کے شکنجے میں فرمایا۔ اَلَّذِي سَخَّرَ لَكُمْ الْوَدَّ  
اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے تمہارے لیے سمندر میں لہر کو سحر کر دیا ہے۔ تسخیر کا  
معنی قابو میں کرنا ہوتا ہے۔ اور اُس کی دو قسمیں ہیں۔ بعض چیزیں انسان کے اپنے قبضہ میں ہوتی  
ہیں جن سے وہ منافع حاصل کر سکتا ہے۔ مثلاً جانوروں کی تسخیر کے متعلق فرمایا اللہ الَّذِي  
جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْفُسَ لِتَرْكَبُوا مِنْهَا وَحَمَلَ كُنتُمُ الْاَنْفُسَ۔ (۷۹)  
اور اللہ کی ذات وہ ہے جس نے تمہارے لیے جانور بنائے ہیں جن پر تم سواری کرتے  
ہو اور جن کا گوشت کھاتے ہو۔ یہ انسان کے اپنے اختیار میں ہے کہ جانور کو جانوروں پر  
سواری کرے یا نہ کرے۔ یا ان کو ذبح کر کے گوشت استعمال کرے۔ تسخیر  
دوسری قسم پر ہے کہ بعض چیزیں انسان کی تحویل اور قبضہ میں تو نہیں ہیں مگر وہ انسان کی خدمت  
پر مامور ہیں۔ یہ فرمایا کہ اللہ کی ذات وہ ہے سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ (۸۰)  
جس نے سورج اور چاند کو سحر فرمادیا ہے۔ سورج اور چاند انسان کے قبضہ میں تو نہیں  
ہیں مگر لوگ سورج کی روشنی اور چاند سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور اسی طرح رات کے وقت  
چاند کی روشنی روشنی سے بھی انسان کے معاملات وابستہ ہیں۔ اللہ نے انسان کی مصلحت کی  
خاطر سورج اور چاند کو کام پر لگا دیا جو اپنے اپنے مدار میں چل رہے ہیں اور انسان لوگوں، حیوانوں  
اور نباتات کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

فرمایا اللہ نے تمہارے لیے سمندروں کو سحر کر دیا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے  
لِتَجْرِيَ الْفُلُكُ فِيْهِ بِاَمْرٍ۔ اگر اُس کے حکم سے اس میں کشتیاں اور جہاز چلیں  
اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم دیا اور عقل و شعور عطا کیا ہے جسے پرہیزگار و نیکو چھوٹی  
چھوٹی کشتیوں سے لے کر بڑے بڑے جہاز بناتا ہے اور پھر انہیں نہر میں آتا کہ ان  
سے نقل و حمل کا کام لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سمندر کی سطح اس حدت پر فرمائی کہ اس  
میں آسانی سے جہاز نہاں ہو سکتی ہے اور ایک ملک کا سامان دوسرے ملک میں بکھانتا  
ہو سکتا ہے۔ بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے دوسرے نمونے بھی دکھاتا

ہے۔ جب مہرِ زہدِ حقان آتے ہیں تو انسان بے بس ہو جاتے ہیں، اور انکھوں میں دھندلاہٹ  
 ہزار بھی ڈوب جاتے ہیں۔ اُس وقت انسان کو اپنی عاجزانہ اور بے بسی کا احساس ہو جاتا ہے  
 یہ حال مہرِ زہدوں کی تسخیر شدہ تعالیٰ کے حکم کی سرِ برونِ منت ہے۔ مگر نہ یہ بے بسی کسی آفات  
 بھی بعض اوقات ناکام ہو جاتے ہیں۔ ایسے حالات میں پڑے سے پڑے حجاز کی  
 حیثیت بھی مہر کے سامنے ایک شے سے زیادہ نہیں ہوتی۔

ترقی حلال  
 کی تلاش

فرمایا مہرِ زہدوں کی تسخیر کی دوسری غایت یہ ہے وَلْيَتَّقُوا اللَّهَ فَيُضِلَّهُ  
 اور تاکہ تم اپنی ضروریات میں اللہ کا فضل تلاش کر سکو۔ فضل سے مراد ترقی حلال ہے  
 شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ انسان کو اُس کی زندگی میں درجہ بندی کی اللہ ضرورت ہے  
 یعنی ارتقاء اور اقتراب۔ ارتقاء سے مراد لوازمات زندگی کا حصول ہے، انہی انجمن  
 کرے، کاشتکاری کی کہے، کارخانہ چلانے یا کوئی ایسا کام کرے جس کے ذریعے وہ  
 اپنی زندگی کی ضروریات کھانا، پینا، پٹنا، مکان، سواری وغیرہ کا بندوبست کرے۔ اور  
 اقتراب کا معنی یہ ہے کہ انسان بس زندگی میں ایسے عطاۃ اختیار کرے اور ایسے اعمال  
 انجام دے جو اُسے خدا تعالیٰ کا قرب دلا سکیں۔ سورۃ فتح میں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام  
 کے صحابہؓ کی شان میں فرمایا ہے يُضِلُّونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا (آیت ۲۹)  
 کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اُس کا رضوان تلاش کرتے ہیں، یہاں پر اللہ نے ارتقاء کو فضل  
 کے لفظ سے اور اقتراب کو رضوان کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ فضل سے مراد ترقی حلال  
 کی تلاش ہے اور یہ بھی انسان کے لیے ضروری ہے کہ نہ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے  
مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لِّهٖ مَخْرَجًا یعنی پھر گناہ عبادت کے بعد حلال دوزی  
 کی تلاش بھی انسان کے ذمے فرض ہے۔ اس کے علاوہ حکم کا حصول، حج و عمرہ کی ازینگی  
 کہیئے سفر، جہاد کے لیے سفر وغیرہ بھی فضل ہی کا حصہ ہیں۔ اسی طرح اقتراب کے  
 حصول کے لیے عبادت و ریاضت اور خدا تعالیٰ کی اطاعت کی ضرورت ہے۔  
 غرضیکہ یہ تمام چیزیں نفس میں داخل ہیں جن کے متعلق فرمایا کہ اللہ نے عبادت ہے  
 مہر زہدوں کو سحر کر دیا ہے، کہ تم ان کے ذریعے اللہ کا فضل تلاش کر سکو۔



وَأَعْلَمُكُمْ الشُّكُورَ اور تمیز کرو کہ تمہارا مقصد یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو  
 خدا تعالیٰ کی نعمتوں سے مستفید ہو کر ان کی قدر کرنا اور ان کو صحیح جگہ میں استعمال کرنا اور پھر ان کو  
 جان سے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنا انسان کے فرائض میں داخل ہے۔ آپ ہزاروں سال پہلے  
 کو دور نہیں میں لائیں تب ذرائع تعلق و حمل و نقل جہازوں تک محدود تھے تو اس وقت لوگوں  
 کو غور و فکر کرنے اور مال کی باربرداری میں کتنی مشغولیت پیش آتی ہوں گی۔ اب برقی  
 بکری اور فضائی راستے سے نقل و مال کی عیشاں سڑیاں دستیاب ہیں جن کے ذریعے  
 کم تر کم وقت میں ان دنوں دنیا بھر کا سفر کر سکتا ہے اور سالانہ گزشتہ دور سے دو گنا  
 سے تک متعلق کر سکتا ہے۔ آج کے مائوسی دور میں انسان کو جس قدر مواصلاتی  
 اُن پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اور کیا ہو سکتا ہے۔ اس لیے فرمایا کہ ہم نے تمہارے لیے کمال  
 کو شکر کر رہا ہے تاکہ تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

پھر پھر

تسویہ بھر کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا قَسْمًا لِّحَدَّثٍ فِي السَّعَادِ وَفِي  
 فِي الْأَرْضِ اور اس سے کام میں لگا لیتے ہیں تمہارے لیے پھر وہاں میں ہے کہ  
 جو کچھ زمین میں ہے۔ آسمان، گرجے، سیانے، ستارے، چاند اور سورج اور  
 فضا میں سب انسانوں کی خدمت پر مامور ہیں۔ جمیع مخلوقات اور یہ سب کچھ خدا تعالیٰ  
 کی طرف سے ہے۔ اس میں کسی مخلوق کا دخل نہیں۔ اللہ نے اپنی قدرت اور مہربانی  
 سے زمین و سما کی چیزوں کو انسانوں کی خدمت پر لایا تھا ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث  
 دہوی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدر میں ملا اعلیٰ کے زشتوں کو کائنات کی پیدائش  
 سے پہلے انسانی پیتل انسانوں کی نسل کے لیے پیدا کیا۔ اور پھر آخر میں انسان کو  
 پیدا کیا کہ مخلوق و کائنات انسان ہی ہے۔ فرمایا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ  
 اب سب چیزوں میں نشانی ہیں مگر ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں جو لوگ  
 عقل و فہم سے کام لیتے ہیں۔ وہ جان لیتے ہیں کہ اللہ نے ان پر کتنے نعمتیں فرمائے  
 ہیں ان تمام اشیا کو نہ تو کسی جن نے بنایا ہے، نہ فرشتے نے اور نہ کسی انسان نے۔ ان  
 سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کچھ میں آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ذات نہیں جس نے

لئے بڑے کارخانہ کائنات کو قائم کیا ہو اور پھر اس میں انسان کی مصلحت کا نظم چیرا  
دیا گیا ہو۔

وہ گزشتہ  
کتاب میں

اسلام کے ابتدائی دور میں کفار و مشرکین نے اللہ کے دین کی سخت مخالفت کی اور  
پیغمبر اسلام اور آپ کے پیروکاروں کو سخت تکالیف پہنچائیں، زبان سے گالی گلوئی،  
بڑا عجز اور طعن و تشنیع کرتے تھے۔ ان حالات میں اہل ایمان کا بہانہ صبرِ لبریز بوجہ  
ایک قدرتی امر تھا اور وہ بعض اوقات جوش میں بھی آجاتے تھے۔ مگر اس وقت جو  
صحابہؓ کی اجتماعی قوت کمزور تھی، اس لیے اللہ کی طرف سے ان کی روحانی تربیت  
اور ماحولی تنظیم پر زور دینے کی ہدایت کی جاتی تھی۔ چنانچہ ہم سورۃ الفاتحہ میں اللہ کا یہ فرمان  
پڑھتے ہیں۔ لَقَدْ آتَيْنَاكَ كِتَابًا كَبِيرًا ۝ فَتَقْوِ الصَّلَاةَ ۝ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ رَاسِمًا  
کہ اے ایمان والو! جنگ و جدل سے فی الحال اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو اور غمان  
قائم نہ کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو۔ ایسے ہی حالات میں اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا  
سے کہ اے پیغمبر! قُلْ لِلَّذِينَ آمَنُوا آپ ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ  
لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ اے کافروں سے کہہ دیجئے کہ جو اللہ کے دینوں  
کی امید نہیں رکھتے۔ آپ ان کی باتوں سے متاثر نہ ہوں اور نہ ہی انتقام لینے  
کی کوشش کریں۔ بلکہ ان کی زیادتیوں کو فی الحال صبر و تحمل سے برداشت کریں۔  
لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ تاکہ اللہ تعالیٰ یہ لوگوں  
کو ان کے کرد و اعمال کا۔ وہ جس قسم کی زیادتیاں کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے  
خوب نپٹ سکے گا۔ لہذا آپ درگزر سے کام لیں اور ان پر باعقد نہ اٹھائیں۔

اس آیت میں لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ اور لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ وضاحت غیب میں لانا  
ذی اختلاف حال یہ استعمال ہوتا ہے۔ اس کا معنی خوف بھی ہوتا ہے اور صبر بھی  
ہم نے یہاں اس کی بات کی ہے کہ آپ وہ گزر کریں ان لوگوں سے جو اللہ کے پیام کی امید  
نہیں رکھتے یعنی وہی کفار و مشرکین کو و قریب قیامت اور جہنم کے عمل کی منزل تک پہنچا دیے  
دیں کہ ایسا ہی ہوا۔ اور اگر اس کے خوف کے معنی کیے جائیں تو یہ بھی درست ہے



کہ ان لوگوں کو آفت کی نازل ہوا بھلا خوف نہیں۔ پیسے سونے تخت میں بہت کہ عزت  
نورۃ اللعینہ اپنے من اخیان کی قریب اس بڑے دلائی مہالکھ کر لا تے حیوان بلکہ ابقار  
و آدمیت ۱۳۰ مقولیں کیا ہو گی بہت کہ تم اللہ تعالیٰ کے وقار سے خوف نہیں کھاتے۔

ایام الشریعہ یعنی شریکوں کے دنوں سے دو دن مڑو ہیں جن میں اللہ کی طرف سے کسی  
قوم کو سزا ملتی ہے یا اسے انعام سے نوازا جاتا ہے۔ گویا یہ آری کی ایام ہونے ہیں ان کے  
دوران کسی قوم کو یا تو بارہ دن پہنچا یا جاتا ہے اور یا انہیں ناکام بنا دیا جاتا ہے۔ یہاں  
پر اتمام ہونے اور سزائیں دینے والا معنی مڑا ہے کہ آپ ان لوگوں سے درگزر کریں تو انہیں  
کے سزائیں ملے ایام کی یاد نہیں رکھتے یا ان سے خوف نہیں کھاتے۔ اس کی مثال  
موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں بھی ملتی ہے کہ اس نے آپ کو شکم دیا کہ اپنی قوم کو اندھیروں  
میں ڈال کر روشنی کی طرف نہیں دے گا کہ وہ ہم پر آیا ہے اللہ (۱۴۰) اور  
انہیں اللہ کے مودوں یا دلائی تب اس نے مختلف قوموں کو سزائیں دیں۔

حق  
یہ کہ

فرمایا: **وَرَكِبُوا فِي مَنَاجِلَ فَلْيَنْفِرْ** جس شخص نے کوئی اچھا کام کیا  
تو وہ اس کے اپنے جو نفس کے لیے ہے یعنی اس کا ناکارہ خودی کو پیچھے رکھ کر  
ساتھ خودی کی جانب اس پر احسان نہیں ہوتا بلکہ یہ تو اپنے ناکارہ کے لیے کی جاتی ہے۔  
یہی کرنے والے درجہ بلند ہوتا ہے، اسے خدا کا اقرب حاصل ہوتا ہے اور وہ آخرت  
میں خدا کے بھیجے جانے والا۔ **وَمَنْ أَسَاءَ فَقَعَيْتُكَ** اور جس نے کوئی بُرا کام کیا  
تو اس کا وبال اُسی پر پڑے گا۔ کسی دوسرے کو نقصان پہنچانے پہنچے مگر برائی کا  
ایہ سب کرنے والے کو اس کی سزا ضرور ملے گی۔ اللہ نے یہ عام قانون بتلوا دیا ہے  
اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ نہیں دے گا۔ **وَيَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا**  
**وَعَلَيْكُمْ سَاءَ الْمَثَلُ** (البقرہ ۲۸۶) اچھی کہانی اُسی کے حق میں منہ نہیں ہونی اور  
حق میں اُسی کے اندر ہوگی۔ غرضیکہ حق کا بدلہ خودی کرنے والے کے حق میں اچھا  
ہوگا اور برائی کا بدلہ اس کے حق میں بُرا ہوگا۔ **وَيَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا**  
پھر تم سب کو اپنے پروردگار کی طرف سے کہنا ہے۔ جہاں جہاں کہیں

وہاں کی جواب دہی کرنا ہوگی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گزرنے کے بعد۔

اگر آیات میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر ایک جیسے دسے احکامات دیے ہیں تو ان کے آپس کے اختلافات اور قیامت کو ان کے درمیان قطعی فیصلے کا ذکر کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَقَدْ آتَيْنَاكِ بَنِي إِسْرَءِيلَ الْكِتَابَ اور البتہ تحقیق ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب عطا فرمائی۔ اس کتاب سے مراد تورات ہے جو ان کے لیے عطا فرمائی گئی تھی اور ان کے لیے عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر بڑا احسان فرمایا کہ قرآن کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والی کتاب ان کو دی۔ موجودہ بائبل میں پہلے پانچ باب قرأت کے ہیں۔ اگرچہ اس کتاب میں بہت سے تغیر و تبدل ہو چکے ہیں تاہم کچھ نہ کچھ حصہ اس میں محفوظ ہے۔ البتہ نزول قرآن کے بعد اس کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ پہلے دو میں ہی کتاب واجب التعمیل تھی۔

فرمایا ایک ترجمہ بنی اسرائیل کو کتاب دی اور دوسرا وَإِنَّا لَنُحْكِمُكُم بِهِ دیا حکم سے مراد حکمت ہے بہت بڑی حکمت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بنی اسرائیل کو عطا فرمایا۔ وَاللَّهُ يُؤْتِيكَ خَيْرًا اور ان کو بہت ہی دے گا۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دوسرا حکم عطا فرمایا کہ بہت سے ہی سرفراز فرمایا۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور تک خاندان بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ نے چار بڑے نبی اور رسول مبعوث فرمائے۔ غرضیکہ اس خاندان میں اللہ تعالیٰ نے بہت کتاب اور حکمت دی تھی بنی اسرائیل پر جاری قوانین اور اس خاندان میں حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام جیسے بڑے بڑے آدمی پیدا فرمائے۔ فرمایا وَرَزَقْنَاهُ۔ مِنْ مِّنَ الْغُلِيِّاتِ اور ان میں پاکیزہ چیزوں سے روزی دی۔ نئی حکمت وہ سمجھانے ہیں کہ پہلے تو ان میں اللہ تعالیٰ نے بغیر ان کی محنت کے دوسری جیسی نعمتیں عطا فرمیں اور دوسری سے پہلے کے لیے سر پر بادلوں کا سایہ کر دیا۔ اس کے علاوہ رستہ کے وقت خصوصی روشنی کا انتظام کیا اور بڑے عظیم جزائے ان کے سامنے رکھے۔ وَفَضَّلْنَاهُ عَلَى الْغُلِيِّاتِ کو ان میں تمام زبان و لہجہ پر برتری اور فضیلت عطا فرمائی۔ یہ صرف اس دوسرے لیے برتری تھی نہ کہ خود تمام اور ان کے لیے کیونکہ مطلق



فضیلتِ اشرافیت اپنے آخری ہی کی آخری امت کو ہیں عطا فرمائی ہے جسے اَصْلُ  
وَسَطًا (الابن حزمہ - ۱۵۲) کا لقب عطا فرمایا۔ امتِ وسطیٰ کا لفظ معنی اقرط و تضرع سے  
پاک و بیانی امت ہے اور یہی اس کی افضلیت کی علامت ہے۔ احادیث میں بھی آیا  
ہے کہ اقرامِ عالم میں اشرافِ عالمی نے سب سے زیادہ فضیلت حضور علیہ السلام کی امت کو  
عطا فرمائی۔ یہ حال یہ بھی اللہ کا احسان تھا کہ اُس نے اپنے پیارے دین میں جن امتوں کو باقی  
اقوام پر فضیلت بخشی۔

یہ لکھ کر  
میں فرمادی

فَرَأَىٰ أَنِ يُخَيِّطَهُمْ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْأُمَمِ ۚ وَرَدَّ فِي كَيْدِهِمْ  
اُن کی کہ کھلی نشانیاں معنی مجاہدات عطا کیے۔ اُن کی موجودگی میں معاملہ صاف ہو جائیگا  
تھا اور دین کے بارے میں کوئی اشتباہ باقی نہیں رہنا پڑے گا۔ هُمْ اَخْتَلَفُوا  
وَلَا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ ۚ اُن کی کہ ان کے پاس علم آگیا۔ واضح کتاب، احکام، واضح دلائل اور معجزات آئے کے  
باوجود انہوں نے دین کے معاملات میں آپس میں اختلاف کیا اور محقق فرقوں میں بٹ  
گئے اور اس اختلاف کی وجہ یہ تھی بَيْنَهُمْ کہ انہوں نے آپس میں سرکشی کی۔ اُن  
میں خود سری اور گمراہی پیدا ہو گئی جس کی وجہ سے انہوں نے گمراہی اختیار کر لی۔ اُن کی  
یہ سرکشی اور گمراہی کچھ تک برابری اور ہم آہنگی علیہ السلام کے وہ ذریعہ نازل نہیں  
فرمائی تھی۔

فَرَأَىٰ أَنِ يُخَيِّطَهُمْ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْأُمَمِ ۚ وَرَدَّ فِي كَيْدِهِمْ  
هَيْبُو يَخْتَلِفُونَ بِالشَّكِّ تیرا پیر و کار قیامت کے دن ان کے درمیان ان  
اور کا فیصلہ کرے گا جن میں یہ اختلاف کرتے تھے۔ قیامت کے دن پتہ چلے گا  
کہ انہوں نے دین کو کس طرح بگاڑا، گمراہی میں جا پڑے اور پھر اُن پر استدلال کرتے تھے  
اشرافِ عالمی اور آخری شریعت میں آگئی مگر انہوں نے حق کو تسلیم نہ کیا اور اپنی گمراہی اور  
سرکشی پر ہی اڑے کھڑے دنیا میں تو اختلافات چلتے رہیں گے اور ان کا قطعی فیصلہ اللہ  
کی بارگاہ میں قیامت کے دن ہی ہوگا۔

ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا  
وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ① إِنَّهُمْ لَنُ  
يَقْنُوْا عَنكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَبَعْضُهُمْ  
أَوْلِيَآءُ بَعْضُهُ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ ② هَذَا بَصَائِرُ  
لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ③ أَمْ  
حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَن نَّجْعَلَهُمْ  
كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً نَّحْيَاهُمْ  
وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ④

ترجمہ: پھر ہم نے تم پر ایک شریعت  
پر دین کے بعد میں آپ کی پیروی کریں۔  
آپ نہ پیروی کریں ان لوگوں کی خواہشات کی جو کچھ ہم  
نہیں کہتے اور بیشک وہ ہرگز نہیں کام آئیں گے آپ  
کے لیے اس کے ساتھ کسی چیز میں بھی۔ اور بے شک  
ہے انسانوں اور بعض بعض کے رفیق ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ  
کو ہمارے متقیوں کا ① یہ نصیحت کی بات ہے  
لوگوں کے لیے اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں  
کے لیے جو یقین لاتے ہیں ② کیا خیال کرتے ہیں  
وہ لوگ جو کہتے ہیں ہر ایک کہ ہم کو دیے گئے ہیں کہ



ان لوگوں کی طرح جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک اعمال انجام دیے۔ برابر ہوگی ان کی زندگی اور موت، اور نہ ہے تو وہ فیصلہ کرتے ہیں ⑤

ارشاد تعالیٰ نے توحید کے دلائل بیان کر رکھے اور پھر کافروں اور مشرکوں سے درگزر کرتے کا حکم دیا اور انتقامی کارروائی کرنے سے منع فرمایا۔ پھر ارشاد ہوا کہ ہر شخص کو اپنی کامیابی کے لئے قرآن میں خود غرضی کا بھلا ہوتا ہے اور جو کوئی اپنی کامیابی کے لئے قرآن کا دال خود ہی پر پڑتا ہے ہر شے اور ہر شے کی جتنی بھی کامیابی ہے ہر شخص کو قیامت کے دن بارگاہ رب العزت میں حاضر ہو کر اپنے اپنے اعمال کا ہنگام کرنا ہے اس ضمن میں ارشاد تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی مثال بیان فرمائی کہ ہم نے ان کو کتب حکومت و برکت عطا فرمائی۔ روزی کے لیے پاکیزہ چیزوں، بندوبست کیا، اور ان کو وہی ان کو اقوام عالم پر فضیلت بخشی۔ ان کو کھلی نشانیاں بھی دی گئیں مگر ان تمام احکامات کے باوجود انہوں نے علم آجائے کے بعد آپس میں اختلاف کیا۔ اور فریبندی میں مبتلا ہو گئے تو وہ ان کے درمیان اختلافات کا فیصلہ ارشاد تعالیٰ قیامت کو ہی کرے گا۔

فرمایا بنی اسرائیل نے توحیدیت کے تمام احکامات کو نبی ہونے کے باوجود آپس میں اختلاف کیا، اور مشرکین کو اور عباد کے لئے تمہارا عقائد و احکامات کی دہشت سے اپنی انحراف لڑائی کی نبوت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر ارشاد تعالیٰ نے تمام عباد کو سب سے پہلے فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل تو دین حق پر قائم نہ رہ سکے تھے جیسا کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے ہم نے آپ کو ایک شریعت پر دینے کے لئے بھیجا تھا جس میں آپ اس کی پیروی کریں اور بن لوگوں کے اختلافات کو غلط اور فساد کی طرف توجہ نہ دیں۔ لیکن یہ تو وہی طرح کرتے رہیں گے اور آخری فیصلہ ارشاد فرمایا ہے کہ وہی اس کے لئے آپ کے لئے پیروکاروں کے لئے ہے آپ شریعت قرآن و وحی سے اس کی پیروی کریں اور کفار و مشرکین اور ان کی کتاب کی خواہش پر اپنے دین حق کی تبلیغ میں نہ میلے نہ پڑ جائیں۔ مطلب یہ کہ وہ انصاف و

تَعْلِيَّتْ لَدِيعْلَمُوْنَ اِسْپ اُن لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کریں جن کو کچھ علم نہیں۔ وہ باطل اور نادان لوگ ہیں اُن کے کئے یہ بالکل نہیں آزاد۔

شرعیات کا معنی دین کے سلسلہ میں واضح راستہ ہوتا ہے۔ اور فطری معنی پانی کا گھٹا جہاں سے انسان اور جانور اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ تاہم جان لینا چاہیے کہ شرعیات مذہب اور دین اہلکات اور منہاج قرآن و سنت کی اصطلاحات ہیں اور ان کو اُن کے پس منظر میں ہی سمجھنا چاہئے۔ مذہب کا معنی راستہ اور شرعیات کا معنی واضح راستہ ہے دین کا معنی اعلیٰ غلت اور فرمانبرداری ہوتا ہے۔ غلت سے مراد خاص حصول ہوتے ہیں جن کی پیروی ضروری ہوئی ہے اور یہ غلت انبیاء بھی کہلاتی ہے۔ غلت برابر بھی اور غلت اسرار میں بھی اسی کو کہلاتا ہے۔

مفسرین اور محققین ان چیزوں کو جو کچھ اُن کے لئے مختلف طریقے استعمال کرتے ہیں۔ اس سے بعض اوقات تین اصطلاحات ایمان، اسلام اور احسان کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ ایمان کا معنی ایمان ہوتا ہے اور یہ فطری تصدیق کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، رسالت، حرام، حلال، قیامت اور اُن تمام چیزوں کی تصدیق کا نام ایمان ہے جو فطری اور فطری اور یہ چیز اسلام سے ثابت ہیں۔ دوسری چیز اسلام ہے جس کا تعلق نہ ہر شے سے اور نہ میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور زکوٰۃ جیسے اعمال آتے ہیں۔ گویا ظاہری امور کا نام اسلام ہے، اور پھر ایمان اور اسلام کے جوڑ کر دین کہلاتا ہے۔ تیسری چیز احسان ہے، جس کا تعلق اخلاص کے ساتھ ہے، عبادت اور دیگر کاموں میں یہ تین قدر اخلاص پائے جائے گا۔ اسی قدر وہ عمل مقبولیت کا واسطہ حاصل کرے گا۔

بعض فرہنگ نویس کہتے ہیں کہ انسان کے لیے تین چیزیں نہایت ضروری ہیں۔ سب سے پہلے عقیدے کی اصلاح ضروری ہے کہ علم اعمال کا دار و مدار اسی پر ہے۔ اگر عقیدہ درست ہوگا، تو اعمال مقبول ہوں گے، ورنہ بیچارہ جانیں گے، اور عقیدے کے تعلق ایمان کے ساتھ ہے، دوسری لازمی چیز اعمال کی درستگی ہے کہ ایسا



اعمال میں انہوں کے لیے معیہ ہوں گے۔ جب کہ بڑے اعمال و بابر جانیں جائیں گے  
 دوسرے کو اعمال کا تعلق اسکو کے ساتھ ہے۔ تیسری چیز افلاک ہے کہ اس کی بھی  
 شدت و رت ہے۔ دین میں ریاکاری یا باطل کی تاثیر نہ ہو، بلکہ اس میں زیادہ سے  
 زیادہ انہیں ہونا چاہیے اور اسی چیز کو احسان کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔

بعض مفسرین دین اور شریعت کی تشریح اس طرح بیان کر رہے ہیں کہ دین ایسے  
 عبادت کا نام ہے جو برائی کی محبت میں کیا جائے اور یہ نام سب سے ہے، جیسے منسردہ یا شکر یا  
 لکھنؤ میں الیہ وسلم صاف صحت بہ لکھنؤ۔ لکھنؤ راشدی ۱۳۲۰ء الشریعہ تھا۔  
 ایسے دین اور وہی حق مذکور ہے کہ میں جو فروع غیر السلام اور وہی اس کے لئے تمام  
 انبیاء کے لیے مقرر کیے گئے تھے، گو یا یہ دنیاوی عبادت، قابل تفسیح ہوتے ہیں۔ پھر  
 فرقے میں ملت سے اور وہ مقرر ہوئے اصول دین یا کلیات ہیں جو کہ نظریات نامہ انبیاء کی  
 امتوں میں شریعت ہے، ان میں طہارت، نماز، روزہ، قربانی، صدقہ و خیرات، بہتر طریق  
 روزانہ باتوں سے اجتناب وغیرہ شامل ہیں۔ ملت اور یہی اور ملت اسلام میں ہی کر سکتے  
 ہیں۔ پھر تیسری چیز شریعت، مذہب یا مذہب سے جس میں طہارت کی نزائت برقی ہے  
 اس میں ہونے چھوٹے میں اصل و انعام اور قسم حلال و حرام، نیک و فاجر، نجاست و طہارت  
 اور معیشت وغیرہ آتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ مختلف انبیاء کی شریعت مختلف  
 رہی ہے۔

وہ شریعت

مختلف شرائع میں فرق کی مثال اس طرح بھی کہ کسی شریعت میں اونٹ  
 کا گوشت حرام تھا مگر جاری شریعت میں حلال ہے یا مثلاً یعقوب علیہ السلام کی شریعت  
 میں بڑی بہنوں سے نکاح جائز تھا مگر جاری شریعت میں اس کی ممانعت کر دی گئی ہے  
 جیسے فرمایا: وَإِنْ جُمِعُوا بِمِنَ الْأَخْتِ بْنِ الْأُمِّ هَذَا سَلَفَ الْفَسَادِ  
 کہ تم دو بہنوں کو ایک وقت میں جمع نہیں کر سکتے، ہاں جو چاہے جو چاہے وہ ہو چکا۔  
 یہاں نیز ان چیزوں کو شریعت کہا جاتا ہے۔ حضور نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد مبارک  
 بھی ہے عَنْ مَعَاذِ بْنِ الْأَنْبِيَاءِ، اور وہ کلمات دیننا و نحدیمہ وغیرہ کے

تو یہ بھی مثال عطا کی جانی چاہی ہے جن کا باپ ایک اور باپ مختلف ہوں مگر ہمارے  
 ایک سب سے ملدے یہ کہ دین یعنی کلیات تو قائم رہیں، میں مشرک کی سب میں مگر شرعیات یعنی  
 چیزیات مختلف ہیں ہیں۔ پھر جب آخری شریعت آگئی تو پہلی تمام شرعیات منسوخ ہو گئیں  
 اب کسی سے پھر نہیں کی شریعت پر عمل درآمد نہیں کیا جاسکتا۔

بہر حال فرمایا کہ اسے پیغمبر! ہم نے آپ کے لیے ایک شریعت مقرر کر دی ہے  
 آپ اسی کا اتباع کریں۔ اس مقام پر مولانا شاہ شرف علی تھانویؒ نے فرمایا ہے کہ  
 کہ جب اللہ تعالیٰ بھی اس آخری شریعت کا پابندی ہے تو پھر امت پر تو بطریق اولیٰ یہ  
 پابندی عائد ہوتی ہے اور اولیٰ شخص بھی اس کے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔ اور پھر شریعت  
 کی پابندی میں انسان کا اپنا ہی فائدہ ہے کہ اس کو ترقی ملی ہے اور جماعت باندھ جاتا  
 رہے اور آخرت میں نجات حاصل ہوتی ہے۔ شریعت کی عدم پابندی تو شیطان کے  
 نفس قدم پر چلنے کے سوا کچھ ہے۔ قرآن میں اللہ نے مجاہدہ فرمائی ہے۔ وَلَا  
 تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ اَلَيْسَ لَهُ بُرْهَانٌ بِشَيْءٍ ۚ قَدِمَ پر نہ پھر  
 کہ وہ تمہارا گھبراہٹ دشمن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے قانون کو رحیمی کے ذریعے نازل  
 فرمایا اور اس کی تفصیل سنت کے ذریعے واضح کی۔ پھر بعض چیزیں اجتہاد کے ذریعے  
 مل رہیں۔ چھ شریعہ سب شریعت ہی سے متعلقہ چیزیں ہیں لہذا ان سب کا اتباع ضروری  
 ہے۔ البتہ رسومات باطلہ اور رجحانات کو اختیار کرنا جو شیطان کے نفس قدم پر  
 چلتا ہے۔

جب تک کہ یہ صغیر یہ انگریز حکمران رہا۔ اہل ایمان اس کے قانون کی پابندی پر  
 مجبور تھے۔ سیاسی، اقتصادی، معاشرتی، تجارتی قوانین سب انگریز کے وضع کردہ تھے  
 البتہ اس نے مسلمانوں کو بعض رعایات سے رکھی تھیں جن کو پسلی لادکا جاتا تھا۔  
 اور مسلمان اپنے عقیدے کے مطابق ان کو اختیار کر سکتے تھے۔ مگر آزادی کے بعد  
 انگریزی قانون کے نفاذ کو کوئی جواز باقی نہیں رہ جاتا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ پاکستان کے  
 قیام کے فوراً بعد تمام قوانین کو اسلامی قوانین میں تبدیل کر لیا جاتا مگر انہوں نے کہ

اتباع  
 شریعت  
 و عبادت



یہ نہیں ہو سکا۔ اس ضمن میں کارپوریشن کو حکومت کا پورا حوالہ دیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ حکومت  
 ہے کہ وہ شریعت اسلامیہ کو نافذ نہیں کر پائے۔ آج تک وہی قانون تو بن چکا ہے  
 نہیں۔ مثلاً عاداتی موت کی صورت میں الٹش کا پوسٹ مارٹم لازمی ہے۔ جوتہ سے  
 کو کوئی نانا نہ ہو۔ سو وہ کارپوریشن یا اس کی طرف سے چل رہا ہے۔ جیسے انگریزوں نے  
 زمینوں میں تھا۔ عدالتی نظام میں کوئی اصلاح نہیں ہوئی۔ بلکہ وہی عاداتی عدالتی قانون  
 رائج ہے۔ انگریزوں میں شریعت کا قانون ختم ہوا تو ہلکے قانون بھی بنیے گئے۔  
 اور پھر کوئی قانون جرمین بن گیا۔ کوئی برطانیہ اور کوئی فرانس کا ہے لیکن اور اس طرح کوئی  
 ریاست اور اس قبیلہ والی مثال صادق آتی۔ خود ہمارے ملک میں شریعت نافذ ہو  
 جائے تو یہ نہیں کیا جا رہا ہے کہ اس پر تمام مذاہب متفق ہیں۔ یہ قاعدہ یہ ہے کہ  
 کسی طرح جو دروازے سے حکومت پر قابض رہیں۔ اگر خدا کا قانون جاری ہو جائے  
 تو ان کا اپنا اقتدار خطرے میں پڑ جائے گا۔ لہذا خیریت اسی میں ہے کہ ان کا نظام  
 چل رہا ہے۔ اسے چھوڑ دیا جائے۔ اب تعزیری قوانین میں شرع کے مطابق کچھ رد ہوا  
 کیا گیا ہے مگر اس کا بھی کوئی خفا نہ ہو۔ مثلاً جہاد آج تک کسی قوم پر جاری نہیں  
 ہوئی۔ نہ کسی کا ہاتھ لگا اور نہ کوئی سنگد ہوا۔ معذرت ہے میں محدود ہوتا ہوں۔ تو وہاں نہ  
 بھی نہ ہونے کے برابر ہیں۔ یہ وہ بد وقت ہے جو کبھی مافک کے پانچ سے چھ آدمی اور ایک  
 کرتے تھے۔ آج اسلامی تعزیرات کے نافذ نہ ہونے کے باعث یہ ہونے کی ٹٹی بھی  
 پڑی ہو تو کوئی ہاتھ نہ لگائے کی جدت نہیں کر سکتا۔ جگہ پر نہیں کو دور سے ہی بتا دیا ہے  
 کہ وہاں کسی کا مال پڑا ہے۔ آج لوگ وہاں نہیں گئے۔ پھر فرما دے کہ جے جے  
 نہ کسی کی کیا محال ہے کہ کوئی چوری کا تصور بھی کر سکے۔ اب ہم زیادہ سے زیادہ  
 یہ بچاؤ سامانہ آدمیوں کے ہاتھ کٹے ہوں گے کہ جو چوری یا اسلحہ منہوی ہے۔ اور جو  
 ہاں شرعی قوانین سے انکسار کی وجہ سے لوگ مسجدوں سے جوتے تک چوری کر  
 لیتے ہیں۔

باقی رہا یہ اعتراض کہ کوئی سائنسی قانون نافذ کیا جائے تو یہ بھی کوئی مسئلہ نہ

نہیں ہے۔ یہ ایک مسئلہ اصول ہے کہ جس ملک میں جس فقہ کے ماننے والوں کی اکثریت ہو وہاں اسی فقہ کا قانون نافذ کیا جائے۔ سپین میں ماسکی فقہ کی اکثریت تھی تو وہاں ماسکی فقہ رائج رہا۔ برصغیر و افغانستان و ترکی و عراق و غیرہ میں حنفی لوگوں کی اکثریت ہے تو یہاں حنفی فقہ کے مطابق قانون جاری ہونا چاہیے۔ افسوس کا مقام ہے کہ بعض لوگ حنفی و سنی فرقہ کے نام سے بدستہ ہیں۔ حالانکہ یہ بھی قرآن و سنت سے ہی اخذ ہے اور قرآن و سنت کے خلاف کوئی چیز قابل قبول نہیں۔ فتاویٰ اور دیگر کتب کی تمام باتیں قابل عمل نہیں ہوتیں بلکہ یہ تو محض معلومات ہوتی ہیں جن پر قانون کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ عالمگیری سے لوگوں کو خواہ مخواہ چڑ ہے۔ یہ تو بالکل سوطا کا دور ہے کہ وہ قانون ہے جس کی بنیاد قرآن و سنت پر ہے۔ اس کی مخالفت کو کوئی وجہ نہیں ہے۔ اگر لوگوں کی اکثریت کا قانون جاری کر دیا جائے تو وہ مسکروں کی محروم نہیں رہتے۔ حنفی فقہ ہزار سال سے زیادہ عرصہ تک دنیا میں رائج رہا ہے۔ اس کے باوجود اگر کسی نے اپنے آپ کے شافعی ظاہر کیا ہے۔ تو اس کا فیصلہ شافعی مسکک کے مطابق کر دیا گیا اور اس میں کسی مسکک ٹکے کو کوئی وقت پیش نہیں آیا۔ مختلف حنفی مسکک میں مکمل اتفاق تو شاید کبھی ممکن نہ ہو۔ اکثریتی قانون میں بھی کبھی دو چار کسی فیصلہ پر متفق نہیں ہوتے۔ تبصرہ کی چٹائی کے مسئلہ پر سارے چار متفق نہیں ہوتے تھے بلکہ ان میں بھی اختلاف پائے تھے۔ بڑی عجیب بات ہے کہ دنیاوی قوانین میں تو اس قسم کے اختلافات بڑاشت کر لیے جاتے ہیں بلکہ فقہی جزا بات میں ایسے اختلافات کو بڑاشت نہیں کیا جاتا اور مکمل اتفاق پائے تک نفاذ شریعت کے عمل کو پائیہ تکمیل تک نہیں پہنچنے دیا جاتا۔ بہر حال شریعت کا قانون مٹانے کا سبب ہے جس میں تمام کلیات اور جزئیات آگئے ہیں اور پاکستان جیسے نظریاتی ملک میں اس کے نفاذ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہیے۔

اللہ نے فرمایا کہ ہم نے آخر میں آپ کو ایک شریعت پر مقرر کیا ہے آپ اسی شریعت کی اتباع کریں اور بے علم لوگوں کی خواہشات پر نہ چلیں کیونکہ انہوں نے

لَنْ يَغْنَىٰ عَنْكَ حِجَابُكَ اللَّهُ شَيْئًا ۚ وَهَآءِذَا رُفُوعُ السَّيِّئَاتِ ۚ



نہیں ملے سکیں گے۔ اور آپ نے ان کی طرف جھکاؤ کر دیا۔ تو پھر اللہ کی گزشت سے  
 یہ بات نکلی کہ۔ وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ دَعْوَةً اور یہاں کہ جس نے ان سے  
 ایک دوستی نہ کی اور رشتہ نہ بنایا۔ جو لوگ شریعتِ محمدی کی بہت شہادتیں  
 پیش قدمی پر پیش آئے۔ یہی ایک دوستی کے معادلات بن گئے ہیں۔ اس کے بعد ان  
 کو سخت گرفتار کیا گیا۔ ان کے بیان اور اپنے ہر دور میں عوامی و خاصہ اور  
 برآسے۔ ان کو سبقتوں کی حالت میں دیکھ کر کہیں ان کو جانیں۔ وہ ان  
 اہل ایمان کو ملے گا۔ ان کے ساتھ نہ ہو۔ نہ ان کے ساتھ نہ ہو۔ نہ ان کے ساتھ نہ ہو۔  
 وہ یہ۔ ان کے ساتھ نہ ہو۔ نہ ان کے ساتھ نہ ہو۔ نہ ان کے ساتھ نہ ہو۔  
 ان کے ساتھ نہ ہو۔ نہ ان کے ساتھ نہ ہو۔ نہ ان کے ساتھ نہ ہو۔  
 کو ملے گا۔ یہاں سیرتِ رسول کی روشنی میں ہے۔ ایمان والوں کی ہمت سے  
 غور حاصل ہوتا ہے۔ ان میں ایمان آتا ہے۔ اور ان کی پیرا ہوا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ یہ  
 ایسی باتیں ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ فراموشیت ہی ہیں۔ ان کی کہیں کوئی چیز نہیں ہے  
 رہنمائی چھل ہوگی۔ قرآن و سنت اور اسلامی علوم و فکر ایک آپ کی رہنمائی کریں گے۔ پھر  
 جب قرآن میں اللہ کی پابندی سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء شامل حال ہوتی ہے۔ اس کے  
 متعلق فرمایا کہ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَفْعَلَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا یہاں  
 ان کے ساتھ اللہ کی پابندی سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء شامل حال ہوتی ہے۔ اس کے  
 نیکی کرنے والوں کے ہر وقت شامل حال ہوتی ہے۔ نیکی اور ان کی کوئی کمی نہ  
 رہتی کی نہ تو فراموشی نہ ہے۔ ایمان قلب حاصل ہوتا ہے اور ان کے میں ہی اللہ تعالیٰ  
 کی غور و فکر میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء شامل حال ہوتی ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ یہ  
 ان لوگوں کے ساتھ جو لوگ۔ یہاں اور وہ دیکھتا ہے کہ یہ

یہی اور یہی  
 یہی اور یہی

وہ دیکھتا ہے کہ یہ  
 ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء شامل حال ہوتی ہے۔ اس کے  
 یہی اور یہی

بنا دیں گے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال انجام دیے، ایک شخص امانت  
 میں تکالیف برداشت کرے گا، ایمان کے تقاضوں کو پورا کرے گا۔ جب کہ وہ کسی  
 آدمی ایمان سے غالی ہے اور برائیوں میں پڑ کر عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہا  
 ہے، خدا کے دل وہ بگڑ رہا نہیں ہو سکتے اور فرمایا کہ کیا یہ لوگ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ  
سَوَاءٌ تَحِبُّهُمْ وَتُحِبُّهُمْ وَتُحِبُّهُمْ کہ ان کی موت اور زندگی بھی برابر ہوگی۔ وہ  
 برکت نہیں۔ اگر وہ ایمان کرتے ہیں سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ تو بہت ہی فیصلہ  
 کرتے ہیں۔ ان کی زندگی اور موت برابر نہیں ہو سکتی۔ اگر نیک اور بد ہو جائیں  
 تو چیز تو اندھیر چڑی بن جائے گی اور برائی کمرٹ والوں کی مزید حوصلہ افزائی ہوگی۔ امانت  
 میں شخص کو اس کے عقائد و اعمال کے مطابق ہی بدلے گا۔ اہل ایمان کی یہ زندگی بھی  
 پاکیزہ ہوتی ہے۔ ایسا شخص کفر، شرک، نفاق اور بدعت سے پاک ہوتا ہے۔ وہ  
 تکالیف برداشت کرنے کے رزق مہول کو ہے، غار، روزہ کی پابندی اختیار کرتا ہے،  
 عادل عظام میں اعیانہ کرتا ہے، حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرتا ہے۔ اس کے برخلات  
 برائی ملے آدمی کا کوئی نظریہ نہیں ہوتا، وہ میان رویوں کی طرح کھانا پیتا اور کھیل کود میں  
 زندگی گزار رہا ہے۔ یہ نہ تو اس دنیا میں برابر ہوتے ہیں، اور نہ اگلی دنیا میں برابر ہی  
 حاصل ہوگی۔ مومن آدمی کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے مقام میں جگہ دے گا۔ چنانچہ رحمت  
 کی ہر چیز نصیب ہوگی، اور وہ جزائے جہنم سے بھی محفوظ رہے گا۔ دنیاوی فائدوں کی صورت میں  
 بھی برابر نہیں ہو سکتے۔



وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَلَيُجْزَى كُلُّ  
 نَفْسٍ لِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٢٥﴾ أَفَرَأَيْتَ  
 مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ وَأَصْلَدُ اللَّهُ عَلَى عِلْمٍ  
 وَقَخَتُمْ عَلَى سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَى بَصَرِهِ  
 غِشَاوَةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ أَفَلَا  
 تَذَكَّرُونَ ﴿٢٦﴾ وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا  
 نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّمَرُ وَمَا  
 لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُونَ ﴿٢٧﴾  
 وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٌ مِمَّا كَانُوا  
 يَجْتَهُمُ إِلَّا أَنْ قَالُوا اتَّبِعُوا بَابَهُمْ إِنْ كُنْتُمْ  
 صَادِقِينَ ﴿٢٨﴾ قُلِ اللَّهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ  
 ثُمَّ يَجْعَلُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لِرَبِّ فِيهِ وَلَٰكِنْ  
 أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٩﴾

ترجمہ یہ اور پیا کے اللہ نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ  
 اور تاکہ جلد دیا جائے ہر نفس کو جو اس نے کیا اور ان  
 پر ظلم نہیں کیا جسے کہ (۲۶) بعد کیا تم نے نہیں

اس شخص کو جس نے بنا لیا ہے عبودیت اپنی خواہش کو ۔  
 اور اللہ نے اس کو گمراہ کیا حکم پر ۔ اور وہ کہہ رہا ہے اس  
 نے جانوں پر اور دل پر ، اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈالی  
 لیا ہے ، پس کون اس کی رہنمائی کرے گا ۔ خدا نے ہر  
 کیا تو نصیحت نہیں پہنچائے (۲۳) اور کہا اُن لوگوں نے کہ  
 نہیں سمجھتے یہ مسرہ جاری دنیا کی زندگی ، ہر مرتے ہیں  
 دیکھتے ہیں ، وہ نہیں دیکھ سکتے کہ ہمیں کون دیکھ رہا ہے ۔  
 سب ان کو ہے ، ہر پند علم ، نہیں وہ غمگیناں کرست (۲۴)  
 کہ جب ان کی جانیں لیں گے ان سے جسٹ ہارے کریں  
 گئے تو نہیں بولی ان کی دلی گھر گئے ہیں یہ کہ روز ہمارے  
 پاس ہوا ۔ آواز آواز ، اگر تم چاہتے ہو (۲۵) آپ کو دیکھنے  
 رہے پیغمبر ، اللہ تعالیٰ تم کو زندگی دیتا ہے ، پھر تم پر  
 موت عاری کرتا ہے ، پھر تم کو جمع کرے گا قیامت  
 کے دن کہ نہیں ٹھہرے اس میں ، لیکن اکثر لوگ نہیں  
 جانتے (۲۶)

رابطہ آیت

کائنات آیات میں اللہ تعالیٰ نے آخری شہادت کے نزول کا ذکر کیا ، اس کے  
 انبیاء و مرسلین نے خواہش سے منع فرمایا ، اللہ نے یہ بھی فرمایا  
 کہ قرآن لایا یہ آیتیں اور سورۃیں پسیرت ، ہدایت اور نصرت ہیں مگر اس شخص کے لیے  
 جو ایمان رکھتا ہے ، پھر اللہ نے نیک وہ کے متعلق فرمایا کہ دونوں بڑے ہیں ہر  
 نئے رجوع ہونے والے لوگ برائیوں کا تھے ہیں ، بسبب کہ ہمیں اہل ایمان ہی کے ہاتھ سے  
 ہیں ، ان دونوں کی تباہی اور موت میں فرق ہے اور یہ تفاوت اُنکے جہان میں بھی  
 قائم ہے ۔

اس آیت میں اللہ نے تخلیق میں دیکھا کہ فرمایا ہے جو ایک طرف

اللہ تعالیٰ کا  
 حکم ہے



اللہ تعالیٰ کی مدد سے جس کی دلیل ہے تو دوسری طرف وقوع قیامت اور بعثت ہے اور جس کی دلیل بھی بنتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے وَجَلَّى اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ بِأَخْبَرٍ  
اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ تخلیق کیا ہے۔ مطلب یہ کہ اسی نے  
کوئی عمل یا شے نہیں پیدا کی۔ اسے ان کو اپنی خاص خلقت اور سمجھ کے تحت پیدا کیا ہے  
اور اس کا کوئی نام نہ تھا۔ سورۃ صافات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا يَتَّبِعُهَا إِلَّا أَتَمَنَّا  
وَمَا يَتَّبِعُهَا إِلَّا أَتَمَنَّا اور جس نے اس کا اور ان کے ذہن کی چیزوں کو پیچھا کیا ہے۔ پھر وہ  
فرمان ہو سکتا ہے۔ کوئی سمجھ نہ کرے۔ اور یہاں اس کو پیچھا کرنا نہیں۔ اس کا پیچھا کرنا  
مغصوبہ ہے۔ ہر چیز پر کس ہوش کی وجہ سے پیچھا کریں اور پیچھا کرنا ہی روزگار ہے  
تو یہ شے جو جان کی اور نہ جاننا کہ کچھ بھی نہیں ہے۔

فرمان دیکھو! کوئی عقوبت آئی ہے۔ اس کے پاس اور پتہ تو نہ ہے۔  
سکتا ہے۔ تو جس طرف چاہا یہ آگاہ نہیں نظر آتا ہے۔ اسی طرح انجام دینا ہی درست  
نہیں۔ اگر آگاہ نہ ہو تو اسے ہرگز انجام نہ دیں۔ پھر لوگ جس کے عمل کی مثال آگاہی کے  
والی ہے اور یہی اس کا آغاز ہے انجام ہے۔ جب تک کہ اس کے لئے نہ ہو۔  
فرمایا جس نے اس کی تخلیق کی ہے۔ اس کے لئے جس نے اس کی تخلیق کی ہے۔  
کسی نے اور اگر وہ نفس کو اس کی طرف مائل نہ کرے۔ بعض اوقات یہ خیال بھی  
کسی کی فکر نہ ہوگی۔ اچھا یہ خیال بدل دینا ہے۔ جس کے عمل کے لئے یہاں نہیں ہے۔  
بلکہ قیامت کو ہی واقع ہوگی۔ جیسے تمام مشہوروں کو ان کے جہان کی پوری پوری  
سزا ملے گی۔ یہ دنیا اور تخلیق ہے۔ یہاں یہی پوری ہے۔ پھر غلط طریق ہوئی ہوئی ہے۔ اور کئی چیز  
ہوئی ہیں۔ کیا یہ سب کچھ قیامت کے دن ہر چھوٹی بڑی اٹک کر رہی جائے گی۔  
اور کسی چیز پر کسی قسم کا استغناء نہیں ہے۔ اور یہاں سے پھر قیامت ہو جائے گی۔  
کہ وہ جانے گا۔ اس دنیا میں تو بعض اوقات ہے۔ تاہم یہاں سے پھر قیامت ہو جائے گی۔  
اسی طرح جانے گا۔ یہاں سے پھر قیامت ہو جائے گی۔ اور یہاں سے پھر قیامت ہو جائے گی۔

تو یہ شے  
کی مثال

اللہ نے جتنی فیصلے کا ایک دن مقرر کر رکھا ہے، سب کچھ ان کے بعد سے  
 رہیگا (المائدہ: ۴۸) جس شخص نے عمل میں کوتاہی ہے، اُسے ضرور دن پر اپنی  
 ناکارہگی کا پورا پورا حساب چکانا ہوگا، جس نے عمل ضرور واقع ہوئی وہ جسے اللہ  
 يَضْلِلْهُوْنَ اور اس دن کسی پر زیادتی نہیں کی جائیگی۔ دنیا کی مدتوں میں تو بعض  
 اوقات غلط فیصلہ بھی ہو جاتا ہے، رشوت، سفارش اور اقربا پروری جیسی فیصلے  
 پر اثر انداز ہو سکتی ہے۔ مگر قیامت ملے دن جب جتنی فیصلے ہوں گے تو پھر کسی  
 کے ساتھ ذرا ہمدردی زیادتی نہیں ہوگی بلکہ پورا پورا بلا لے گا، یہی وہ حکمت اور حکمت  
 ہے جس کی خاطر اللہ تعالیٰ نے ارض و سما کی تخلیق فرمائی ہے۔ یہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ  
 کی وحدانیت کی دلیل بنتی ہے کہ ہر چیز کا خالق وہ ایک اور متصرف وہی ہے،  
 اور دوسری طرف جس نے عمل کی دلیل بھی ہے کہ ہر چیز کا ایک انجام ہے جو جس نے عمل  
 کی صورت میں پیش آئے گا۔

نصف  
 نور  
 بحر

اگر آیت ہے: وَاللّٰهُ تَعَالٰی سَمِیعٌ عَلِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ خود بخود جاننے والا ہے اور سب کو  
 جاننے والا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنیٓ اٰدَمَ وَجَعَلْنَا فِیْہِمْ مَّغَیْبًا کیا تم  
 نے اُس شخص کو نہیں دیکھا جس نے اپنی خواہش کو ہی معبود بنالیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے انہوں  
 کی پوری زندگی کے لیے اٰیٰت لکھ کر رکھی ہیں کہ اس کے مطابق زندگی بسر کرے، اِنَّ  
فِیْ ذٰلِکَ لَعِلْمًا لِّمَنْ یَّعْلَمُ، حکم و غیرہ انسان کے لیے دستور العمل ہے، مگر وہ سب  
 انسانیت کے حوالے کی بجائے محم و روح اور نصائی خواہشات کے پچھلے چلن کے لیے  
 گرا کر اس نے اپنی خواہشات کو ہی معبود بنالیا ہے معبود ہی ہوتا ہے جس کی شکل  
 اعلیٰ حق کی بجائے، تو جو شخص اللہ اور اس کے رسول اور حکام دین کی اطاعت کی  
 بجائے خواہشات کے پیچھے چلتا ہے، وہ اپنی عبارت کر رہا ہے اور خواہشات  
 کہ یہ گویا شیطان کے نقش قدم پر چلتا ہے جس کے یَعْلَمُ اللّٰہُ تَعَالٰی مَا فِیْہِمْ  
وَلَا تَنْبَغِیْ اِخْطَیْوْنَ الشَّیْطٰنَ اِنَّہٗ لَکَ کَافِرٌ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ (البقرہ: ۱۶۸)  
 شیطان کے نقش قدم پر چلو کہ یہ تمہارا گمراہ دشمن ہے۔



فرمایا، ملاحظہ فرمائیے کہ اس شخص کو روئے نیست جس نے اپنی خواہش کو ہی عبودیت بنا لیا ہے ؟  
اب اس کی حالت یہ ہوئی ہے کہ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ اللہ تعالیٰ علیٰ علیہ کہ اللہ تعالیٰ سے اسے علم  
پر گمراہ کر دیا ہے، غصہ ہے، یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے شخص کے حالات، واسطو اور مبالغہ  
اور یہ بھی کہ یہ خواہشات کا بندہ ہے اور یہ روئے نیست والا نہیں ہے اللہ تعالیٰ  
نے اس کو گمراہ کر دیا ہے تاکہ علی علیہ کا یہی معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی ہر چیز پر  
پروردگار محسوب اور اسی علم کی بنا پر یہی ہو کہ روئے نیست، اس کی دوسری تفسیر یہ ہے  
کہ خود اس شخص کو جبراً پہچانی اور پائی کا علم ہے، وہ کسی اور کی یا جہالت و رعب سے غلط  
گمان نہیں کرتا، بلکہ دیدہ و دانستہ خواہشات کی پیروی کر رہا ہے، بعد ازاں اس سے خبردار  
دیا ہے کہ جہنم تاریخ میں بعض بڑے بڑے لوگوں کے حالات پڑھتے ہیں، بن ہو چکے اور  
ہوئی کا علم تھا مگر ان کے ذہن، تربیت اور استعداد ابھی نہیں تھی، لہذا اللہ تعالیٰ نے ان  
کو گمراہ کر دیا، گویا اس شخص نے علم کی روشنی سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا، خدا تعالیٰ خلق کے  
اعتبار سے قادر مطلق ہے، مگر اس قانون یہ ہے کہ وہ کسی کے ساتھ زیادتی نہیں  
کرتا، ہر شخص کے ساتھ تو دنیا و آخرت میں اس کی اہمیت کے مطابق سلسلہ کر  
کرتا ہے۔

فرمایا خواہشات نفس کے پیاری تو ایک تو اللہ نے علم پر گمراہ کر دیا ہے  
اور دوسرا یہ کہ وَجَعَلَهُ عَلَىٰ سُلْبِهِ حِمْلًا ثِقَلًا ثِقَلًا اس کے دل پر  
ہر گزری، وَجَعَلَ عَلَىٰ بَعْرِهِ غِشَاوَةً اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔  
سورۃ البقرہ کی آیت میں بھی اللہ نے افروں کے متعلق فرمایا ہے حَتَّمَا اللَّهُ عَلَىٰ  
قُلُوبِهِمْ وَبَعَثَ فِيهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ اور علی ایضاً وَبَعَثَ فِيهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ آیت ہے۔  
اس نے ان کے دلوں پر نوادلوں پر ہم کردوں ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا  
اسی نسبت سورۃ النساء میں یہودیوں کے متعلق فرمایا ہے کہ ان کی عین شکنی، آیات الہی  
کی تفسیر و افہام کے قائل تھے اور ان کے یہ کہنے کے سبب کہ ان کے دل نہ سمجھتے یہ  
فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَٰؤُلَاءِ اللہ علیہا بکفر ہوا آیت ہے، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَٰؤُلَاءِ







جسے نہیں ہے۔ اسی لیے حضور علیہ السلام کا فرمان ہے لَا تَسْئَلُوا الدَّهْرَ شَيْئًا  
 کہ کوئی نہ دہر سے بعض لوگوں بغیر سب سے کچھ نہ پوچھتا ہے کہ دیکھو یہ کتنا غراب زمانہ  
 ہے۔ اس زمانے نے تباہ کر دیا ہے، ہاں نہ مانے کی ضرورت وغیرہ وغیرہ۔  
 فرمایا نہ مانے کو یہ کہ بعد امت کو کیونکہ اِنَّ الدَّهْرَ هُوَ الدَّهْرُ کیونکہ وہ نہ تو اللہ  
 ہے جس کے قبضہ قدرت میں تمام تغیر و تبدل میں اور ہر چیز کا تصرف ہے  
 لہذا نہ مانے کو کوئی نہ دیکھو جو بالواسطہ یہ خدا تعالیٰ کو کوئی نہ مانا ہے، بلکہ وہاں ہے۔

زوالی اور  
موت

فرمایا وہ دیکھو کہ ایسا ہے کہ جب ان لوگوں کو ہادی و رافع رافع  
 آیتیں یہ جو کہ مٹا دی جاتی ہیں، ان کے دلائل و ثبوتات اور اس پر مبنی کچھ جواب ہے  
 کہ حکمائی بھگتوں کے لئے ان کا کہنا کہ ان کو ہادی و رافع کے لئے نہ ہو سکتا  
 تو ان کو دلیل سے یہ بھی ہے کہ اگر قمر بدست ہو الموت کے ذریعہ سے ہے  
 یہ تو بدست آیا یا اب لوگوں کو زندہ کرنے کے آؤ تو ہم دین لیں گے کہ کرنی قیامت بھی  
 آگے والی ہے جب تمام مرتبے و درجات زندہ ہو جائیں گے اور پھر حساب کتاب  
 کی منزل آئے گی اور ہر ایک کے متعلق آخری فیصلے ہوں گے۔ اس لئے کہ فرمایا ان  
 کی یہ سو فی ٹہری غلط ہے۔ ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ قانون خداوندی کے مطابق  
 ہر چیز اپنے مقدر و وقت پر ہی ظاہر ہوتی ہے اور کسی کی خواہش پر آگے بچے نہیں  
 ہوتی۔ تم اس وقت اپنی زندگی کا اندازہ نہیں کر سکتے، تمہارے وجود اس وقت دنیا میں  
 موجود ہے اور تمہیں یہ زندگی، وجود اور قرآن ظاہر و باطن اس کے مظاہرے میں ہے  
 جس لئے یہ زندگی بخشی ہے، وہ دوسری زندگی دینے پر ہی قادر ہے۔

اللہ شہید ہے یہی ہے فرمایا هَلْ يَخْفَىٰ عَلَيْكُمْ رَبُّكُمْ

آپ اسی سے کہہ رہے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے جو کہ زندہ کرتا ہے۔ اور  
 پھر موت دیتا ہے۔ جس کا منہ ہر روز کر رہا ہے کہ کوئی پیدا ہو رہا ہے، اور  
 کوئی مر رہا ہے۔ جس طرح اس دنیا میں زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے قبضہ  
 میں ہے اسی طرح اَللّٰهُ يَخْفَىٰ عَلَيْكُمْ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ



پھر وہ واقعہ قیامت آئے دن ہمیں زندہ و کفر کے بیچ کر دے گا، اور اس دن کے لئے ہیں  
 کوئی شک ہی نہیں ہے۔ وہ دن منور آئے گا۔ اور پھر اُس دن تمہارے آباؤ اجداد بھی زندہ  
 ہو کر آجائیں گے۔ اس روز قیامت کے لئے خلق اللہ کا زمانہ ہے۔ وَجَدَ الْعَالَمِينَ  
 إِذَا كُنَّا فَهِيدِينَ (الانبیاء: ۱۰۴) ہمارے دن وہ ہے اور محبت اور کفر کے نتیجہ  
 کے۔ ہر شخص رو بہ زندہ ہو گا۔ اُس کے عہدہ و اعمال کے متعلق باز پرس ہوگی اور اُسے  
 دنیا کی کوئی کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

فرمایا بعث بعد الموت برحق ہے، وَلَٰكِنْ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ  
 مگر لوگوں کی اکثریت اس کی حقیقت کو نہیں جانتی۔ وہ اپنی ذاتی بے سمجھی اور روحی  
 کی وجہ سے کہتے ہیں کہ ہم نے آج تک کسی کو زندہ ہوتے نہیں دیکھا، تو قیامت کو  
 سب لوگ یکے بعد دیگرے ہوں گے۔ ہم زندگی اور موت کے واقعات کا روزمرہ  
 مشاہدہ کرتے ہیں، اس کے وجود بعث بعد الموت کا اظہار کوئی عقیدہ رکھتا ہے۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ  
يَوْمَئِذٍ يَخْسِرُ الْمُبِطِلُونَ ﴿٣٥﴾ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ  
جٰثِيَةً ۚ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰى اِلٰى كِتٰبِهَا ۚ الْيَوْمَ  
تُحْزَنُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٣٦﴾ هٰذَا كِتٰبُنَا  
يَنْطٰقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۚ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنِيْخُ مَا كُنْتُمْ  
تَعْمَلُونَ ﴿٣٧﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ  
فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِي رَحْمَتِهٖ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ  
الْمُبِيْنُ ﴿٣٨﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاَنْتُمْ تَكُنْ اِيْتٰى  
نُثْلٰى عَلَيْكُمْ فَاَسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿٣٩﴾

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کہنے ہی ہے بادشاہی آسمانوں کی اور زمین  
کی۔ اور جس دن برپا ہوگی قیامت، اس دن نقصان اٹھانے کے  
باعل پرست ﴿۳۵﴾ اور دیکھئے گا کہ ہر گروہ کو کھینچے لیکن  
وئے ہوں گے۔ ہر گروہ کو بلایا جائے گا اُس کے نام اعمال  
کی طرف اور اللہ تعالیٰ قبولے گا) آج کے دن تم کو ہر  
دیا جائے گا اُن کاموں کا جو تم کیا کرتے تھے ﴿۳۸﴾ یہ  
فتر ہے جو ہوتا ہے فتر پر حق کے ساتھ، یہاں  
تھے اُن باتوں کو جو تم عمل کرتے تھے ﴿۳۹﴾



بہر حال وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے ٹیک اٹھال کے  
 نہ داخل کمرے گا اُن کو اُن کا پورا دھکار اپنی رحمت میں اور  
 ہے کو میوانی کھوں (۳۰) اور بہر حال وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا  
 ان سے کہا جائے گا اکیا نہیں تھیں میری آیتیں پر بھی جاتی  
 تھیں پس تم نے تنبیہ کیا، اور تم نے تمہارے لوگ (۳۱)

یہ سورۃ مہر کو میں توحید اور وحدانیت کے ماحول سے متعلق ہے یہ گذشتہ آیات میں  
 انہی اہل مکہ کا ذکر ہوا۔ سابقہ سورتوں میں اس کا تذکرہ نہیں ہوا ہے۔  
 قرآن کریم کی حقیقت و صداقت اور اس کی وحی الہی ہونے کا ثبوت ہے۔  
 یہ سورۃ میں توحید کا اثبات اور شرک کا رد کیا ہے اور پھر قیامت  
 بعدت اور موت اور جہنم کے متعلق ہے۔

حقیقی  
 بارگاہ

آیت ۱ آیت ۱۱ میں اہل مکہ میں پھیل چکی ہیں۔ چنانچہ توحید کے متعلق ہے۔  
 وَلَیْسَ لَہٗ مُلْکٌ السَّمٰوٰتِ وَآلِ الْاَرْضِ اِنَّہٗ لَیْسَ بِیَکُمْ اِلٰہٌ اِلَّا ہُوَ یَعْلَمُ سِرُّکُمْ  
 زمین کی بادشاہی، چنانچہ ہر چیز کا خالق اور مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اس سے پہلے بھی  
 اسی کی ہے جبرائیل و میکائیل پوری کائنات پر محیط ہے۔ اللہ تعالیٰ کریم  
 حکومت کسی خاص شخص میں عین ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہوتی ہے اور وہ جب  
 چاہتا ہے اُسے واپس لے کر کسی دوسرے کے سپرد کر دیتا ہے۔ یہ باطل عارضی  
 حکومت ہوتی ہے مگر اگے سے مستقل سمجھنے میں جس کی وجہ سے بعد میں  
 نہیں دیکھی جاتی ہے۔ چنانچہ دنیا کی حکومت اللہ کی عطا کردہ ہوتی ہے اس لیے اس  
 میں تصرف نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق ہی ہونا چاہیے۔ جو لوگ اللہ کی کوئی چیز  
 کر رہے ہیں اُن کے لیے یہی حکومت باعظمت و بال ہوتی ہے۔

آقا جان نداد  
 دہلی پرنٹ

آیت کے کچھ حصے میں قیامت والے دن باطل پرستوں کے شمارے کا  
 ذکر کیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے وَلَیْکُمْ لَعْنَةُ السَّاعَةِ اَللّٰہُ یَعْلَمُ سِرُّکُمْ  
 یہ وہ دن ہوگا جس دن اس دنیا کی انتہائی ہوگی۔ موجودہ نظام کسی تبدیلی کی وجہ سے ہو گا اور اس

کی جگہ نیا نظام قائم ہو گا۔ اُس دن اس دنیا کی ہر چیز و ہر جسم یہ سمجھ جائے گی، جتنی نہ آسمانی  
 زمین بھی اپنی جگہ پر قائم نہیں رہیں گے۔ جیسا کہ سورۃ ابراہیم میں فرمایا: يَوْمَ تَبْطُلُ الْاَكْصافُ  
غِيصُ الْاَكْصافِ وَالسَّعْوَةُ درایت ۳۸۰ اُس دن زمین اور آسمان بدل جائیں گے  
 اور ان کی جگہ نئے ایسے دوسرا قائم ہوں گے فرمایا میں دن قیامت ہر پہاڑ کی بجائے  
يَكْخَسُ الْمَبْطُلُونَ اُس دن باطل پرست لوگ نقصان اٹھائیں گے، جنہوں نے دنیا  
 میں نہ ایمان لیا، نہ نیکو کیا، نہ عطا کردہ اعمال کی اصلاح کی اور نہ ہی کا راستہ اختیار  
 کیا، مگر وہ مہلت نصیب کی کہ چھپ چھپتے ہوئے ایسے لوگ اس دن سخت نقصان میں رہیں  
 مفسر قرآن امام ربانی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو اس دنیا میں تین چیزیں عطا  
 فرمائی ہیں: عقل، ایمان اور پختگی اس لئے کہ اس کو کامیاب بنائے جس کے ساتھ وہ رہے اور خوش  
 ہو سکے۔ اَللّٰهُ تَعَالٰی کی عطا کردہ پختگی میں پختگی ہر انسان کی زندگی سے جو اللہ تعالیٰ کی  
 حکمت اور صفات کے مطابق کم و بیش ہوتی ہے، دوسری چیز عقل ہے، جو  
 اللہ تعالیٰ ہر انسان کو عطا کرتا ہے اور جس کی وجہ سے انسان سمجھتا ہوتا ہے، یعنی  
 اُس پر قارئین الہی کی پابندی لازم آتی ہے، جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا تھا تو  
 اُسی وقت اُسے مطلب کر کے فرمایا تھا کہ میں تیری وجہ سے ہر انسان کو دوں گا، تیری وجہ  
 سے نوازہ کروں گا، اور تیری وجہ سے ہی ہر شخص کو انعام دے گا یا روئے میں مبتلا ہو گا۔  
 اہم سامیت فرماتے ہیں کہ اللہ نے انسان کو تیسری چیز عطا کی ہے، جس کو انسان کے  
 بنیادی حقوق میں شامل ہے جس کے بغیر انسان نہ محنت مشقت کر سکتا ہے، نہ کچھ  
 باری، نہ تعمیر و تعلق اور نہ ہی عبادت ہے، زندگی اور عقل کے ساتھ ساتھ صحت ہی انسان  
 کے لیے بے شمار پختگی کے ہے جس کے ذریعے انسان اس دنیا میں رہ کر اچھائی یا برائی کر سکتا  
 ہے۔ اگر وہ اس پختگی سے ایمان اور نیکوئی کرے گا، تو اللہ کے لیے نفع میں ہے گا،  
 اور اگر اس پختگی کی سہا پڑوری کفر، شرک، انفاق، بدعت اور عیسیت میں کی جائے گی  
 تو وہ اس پختگی سے بے فائدہ ہو جائے گا، اور اگر وہ اس پختگی سے بے فائدہ ہو جائے گا،  
 نقصان میں پڑ جائے گا۔ منافقوں کے کسی طریق عمل کو اللہ پرستوں نے دیکھا ہی نہیں





کی بھی بیان کی ہے کہ خطاب کے وقت ان کی حالت یہ تھی فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ  
جُثَيِّمِينَ (ہود۔ ۷۶) کہ روپے گندوں میں گھٹنے ٹیکنے والے بن گئے۔

مخبر کی شریعتیں آیت ۷۸: دَرَنَ خَصْمَانِ خَصْمَانِ فَفَرَّقْنَاهُ  
والحج۔ ۱۹ کی تفسیر اس طرح بیان کی گئی ہے کہ حضرت علیؑ اس نے یہ آیت پڑھ کر کہ  
کہ قیامت کے دن میں جسکے پیٹ ٹھٹھنے لگے گا وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا مقدمہ  
پیش کرے گا کہ میں اللہ پر ایمان لایا تھا کہ میں تم پر قہر نہیں کرے گا کہ میں تم سے نہیں  
بھرتا تو تم سے۔ ایمان اور نصیحت، مگر کو خطاب جانتے کے لیے معاملہ میں آئے تھے پھر وہ  
اسی حدیث میں بھی لکھتے ہیں: نَبَايَاتُ عَالَمِي كَيْفَ كُنْتُمْ عَالَمَانِ پشیمانی کے کا ذکر ہے  
پسے ترقیامت کے دن لوگوں کی وحشت زدہ حالت کا ذکر کیا اور پھر فرمایا

كُلُّ نَفْسٍ شَاغِيَةٌ بِأَعْمَالِهَا فَكُلُّ نَفْسٍ رَاغِبَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهَا  
یونہی جاسے گا کہ یہ کلام اطلاق قرآن مجید پر بھی جو ثابت اور لوہے محفوظ پر بھی۔ تاہم  
بیان یہ کتاب سے مراد وہ نامہ اعمال ہے جس میں ہر انسان کے زندگی میں اعمال  
درج ہوئے ہیں۔ یہ اعمال نامہ قیامت کے دن کھول دیا جائے گا فَيَقُولُ  
هَٰؤُلَاءِ أَهْلُكُمْ أَتُوبُوا لِي حِينَ هَٰذَا أَم لَكُمْ رَاغِبَةٌ إِلَىٰ أَهْلِكُمْ  
خبر ہی پڑے کہ لو مجھ پر لگ یہ اعمال نامہ دیکھ کر ڈر جائیں گے اور کہیں انہوں نے  
ساعت کیوں کے مآلِ هَٰذَا الْكَتَابِ لَا يُفَادِرُ صِفِيرَةً وَلَا كَيْفَةً  
وَلَا أَحْصَاهَا (الکہف۔ ۴۹) کہ یہ کیسی کتاب ہے جس سے ہر چھوٹی بڑی چیز  
کو محفوظ کر رکھا ہے۔ میں وہ کتاب ہے جس میں ہر انسان کے قول و عمل کا ریکارڈ  
جمع کیا جاتا ہے۔ سورہ ق میں بھی فرمایا مَا يَلْفُظُهُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ  
حَسْبُ (آیت۔ ۵۸) انسان جو لفظ بھی زبان سے ادا کرتا ہے، اللہ کا قدر  
کر رہا ہے ان فرشتہ، ٹیپ ریکارڈ کی طرح اس کو ریکارڈ کر لیتا ہے۔ ان کے علاوہ  
سورہ الاحقاف میں کرم کا بیان کا ذکر ہے اَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَالْخِرَافِطِ الْمُذَيَّبِ اور  
اس کی برائی اور یہی لکھ رہے ہیں، ثُمَّ تَعَالَىٰ تَرْجَمَةُ الشَّاهِدِ سب سے بڑے شہید کو اپنے

نامہ اعمال  
کی طرف  
بلند



ذاتی فکر کی بناء پر بناتا ہے مگر اللہ تعالیٰ ہر شخص کو یہ اعمال نامہ تیار کرنا چاہتا ہے۔ تاکہ کوئی شخص اپنے کسی قول و فعل کا انکار نہ کر سکے۔ ہر حال اللہ نے فرمایا کہ ہر شخص کو اس کے نامہ اعمال کی طرف بلایا جائے گا۔

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ انسان کا ہر عمل اس کے نفس سے پیدا ہوتا ہے۔ ہر آدمی کی استعداد اس کی دنیا میں موجود قسم میں ہوتی ہے۔ بعد قوم انسان کے نفس سے آتا ہے۔ پہلا ہے، اور پھر اس کا نتیجہ پٹ کر نفس کے ذمے دیکھا جاتا ہے۔ چنانچہ ہمارے اعمال ہمارے اعضا، کھانے پینے پر ہوتے ہیں۔ قیامت کے دن جب حساب کتاب کی منزل آئے گی تو سورۃ یس میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **الْيَوْمَ نَبْذِيكَ عَلَىٰ أَعْقَابِهِمْ وَنُكَلِّمُهُمْ أَبَدًا وَنُصْهِدُ أَرْحَامَهُمْ حَرْبًا مَّكَانَهُمْ يَكْسِبُونَ** (آیت ۶۵) اس دن ہم ہر آدمی پر پھر ٹھکڑیں گے اور اعضاء، ہڈیاں ہڈیاں کر بائیں گے کہ یہ شخص دنیا میں کیا کرتا رہا زبان بند ہوگی۔ مگر ہاتھ، پاؤں، کان اور زبان بول کر گواہی دیں گے۔ اس دن انسان کو محسوس ہوگا کہ اس کے اعمال اس کے اعضاء کے ساتھ چلتے ہوئے ہیں۔

منا احمد کی ایک روایت میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام کے ایک صحابی ابو عبد اللہ بیمار ہو گئے۔ لوگ عیادت کے لیے آئے تو آپ آبدیدہ ہو جاتے۔ لوگوں نے کہا: اے ابو عبد اللہ! کیا حضور علیہ السلام نے آپ کو جنت کی خوشخبری نہیں سنائی تھی کہ ان ٹپھی ہوئی مٹھیوں کو کاٹ دو اور پھر اس عمل کو بد قرار رکھنا حتیٰ کہ ٹھیکے سے ان کو ہٹا دینا۔ مگر یہ تو درست نہیں ہے آپ کی زبان مبارک سے یہ بھی سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی دوائیں مٹھی میں ہوں گے اور کچھ دوائیں مٹھی میں۔ دوائیں مٹھی والے جنت میں جائیں گے اور دوائیں مٹھی نہ ہونے والے جہنم میں جائیں گے۔ اسی بات کی پہچانی لاجن رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر انسان کی صلاحیت کو بناتا ہے اور اس فکر کی بناء پر وہ لوگوں کو دو مختلف قسموں میں بند کر دے گا۔ ہر حال انسان کے

عالی اس کے نفس کے واسطے کے ساتھ پیش کر محفوظ ہو جائے ہیں اور انسان کا کوئی  
چھوٹے سے چھوٹا حق کو رانی کے راستے کے کرداروں جیسے کا عمل میں نتائج میں جیسا بلند  
وہ نفس کے اندر بھی محفوظ ہے اور عمارت میں بھی اللہ کے فرشتوں کے لیے برحق  
کی حفاظت کا انتظام کر رکھتا ہے۔

فرشتہ عمل  
کی منزل

بہر حال فرمایا کہ ہرگز وہ کو اس کے نامہ اعمال کی طرف متوجہ نہ ہو۔ اور انہیں  
بتا دیا جائے گا۔ اَلْیَوْمَ نَجْزِیْهِمْ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُوْنَ اَن تَعْمَلُوْنَ اَن تَعْمَلُوْنَ اَن تَعْمَلُوْنَ  
اعمال کو یاد دیا جائے گا۔ فَهَذَا كِتَابُنَا یَنْطَلِقُ عَلَیْكَ كُتُبًا لِّیَبْلُوَ بِهٖ  
دُفْرے۔ جو حق کے ساتھ ہوتا ہے۔ اللہ نے ان کو ٹھیک فریضے سے فرمایا  
کر رکھا ہے اور ان میں فرقہ بصر بھی کئی پیشی کا امکان نہیں ہوتا۔ نامہ اعمال کی  
باقاعدہ ترتیب کے علاوہ انسان کے اعمال کی یزید، ہفتہ وار اور سالانہ رپورٹیں بھی  
مرتب ہوتی ہیں۔ صبح صلیب میں آتا ہے کہ انسان کے رات کے اعمال کی رپورٹ  
فجر کی نماز کے وقت اور دن کے اعمال کی رپورٹ عصر کی نماز کے وقت اور چوبیس  
فرمایا انسان کی ہر چیز ہمارے دفتر میں ملنی ہوئی ہے جو حق کے ساتھ بول کہ بتا رہی ہے  
اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْصِیْجُ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُوْنَ بے شک ہم ہی لکھ رہے ہیں  
تھے جو کچھ تم عمل کیا کرتے تھے۔ فرشتے ہمارے ہر حکم سے تمہارا نامہ اعمال تیار  
کرتے تھے اور پھر بعض اعمال ایسے پیچیدہ (COMPLICATED) ہوتے  
تھے کہ جن کو فرشتے تحریر کرنے سے عاجز آجاتے تھے۔ ان کے تعلق حکم ہوتا تھا  
کہ ان اعمال کو اسی طریقے سے درج کر دو، ان کی شکل و صورت بہ خود چاہیں گے  
غرضیکہ ظاہری یعنی بچھوٹے بڑے، جتنی باریک ترین نفسی اعمال بھی لکھ لیے جاتے  
تھے اور رکھنے کا حکم خود اللہ تعالیٰ دیتے تھے۔

مذکورہ اعمال کے نتیجے میں جنہوں نے عمل واقع ہوگا فَاتَّسَّالَ الذِّیْنَ اٰمَنُوْا  
وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ پس بہر حال جو لوگ دنیا میں ایمان لائے اور نیک اعمال  
انجام دیے۔ انہوں نے اپنی زندگی، عقل اور سمجھت کو اچھے کام پر لگا دیا۔ وہ ان کی



میں غور و فکر کر کے اللہ کی وحدانیت پر ایمان لائے، اللہ کے نبیوں، کتابوں، فرشتوں اور معاد پر یقین کیا۔ اس کے بعد منارِ روزہ، منارِ زکوة، اور محلِ گریہ کیے، جہاد کیا، صدقہ و خیرات کرتے رہے اور دیکھ گئی نئی کے کام کرتے رہے۔ فرمایا **هَذَا جَهَنَّمُ الَّذِي وَصَّيْتُكُمْ فِيهِ** پس اللہ تعالیٰ ان کو اپنی آغوش رحمت میں جگہ دے گا۔ وہ لوگ جنت میں چلے جائیں گے اور خلیفۃ المسیح کے ممبر بن جائیں گے۔ فرمایا **ذَٰلِكَ نَعْرِضُ الْقَوَارِ** **الْقَبِيحِينَ** یہ ہے سب کلامِ باطل، ایسے لوگ ہمیشہ کے لیے کامیاب ہو گئے اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں واعد فرماتوں سے نوازے گا۔

اس کے بعد **وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا** ان لوگوں نے کفر کا شیوہ اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ زندگی عقل اور سمجھت جیسی قیمتی پونجی سے کفر، شرک، انفاق اور بدعات کو ضریعہ قرار دے کر ان سے پرہیز کرنے کا اعلان کیا **تَكُنْ آيَاتِي** **مُتَلٰٓئِمَةً عَلَيْكَ** کیا میری آیتیں قسم کو پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں؟ کیا اللہ کے نبی تبلیغ اور اصلاح (REFORMERS) تمہارے پاس نہیں آئے تھے اور تم کو نبی کا راستہ نہیں بتایا تھا؟ اس کا جواب یقیناً مثبت ہوگا کہ ہائے پاس کے رسولِ واقعی آئے تھے اور انہوں نے اللہ کی آیات میں پڑھ کر سنائی تھیں، ہر نیک و بد سے آگاہ کیا تھا مگر یہ ہماری قسم کی قسم کی باتوں پر یقین نہ کیا، اللہ فرمے گا۔

**فَأَسْتَكْبِرُ** تم نے درحقیقت تکبر کی وجہ سے جاری آیتوں کو چھٹا دیا اور رسولوں کی تکذیب کی۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو ان کی قوم کے خبریہ نے ہی جواب دیا تھا، کیا تمہاری نمازیں تمہیں سی سکھاتی ہیں کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کے پیروں کو چھوڑ دیں یا اپنے مائوں میں تصرف کرنا ترک کر دیں۔ تو اپنی مائوں کی غیر ممانعت، تمہارے موالیہ سے کیا واسطہ؟ ہم اسے حسن طرح چاہیں مگر ولع و عین حقانیت میں غرق کر دیں، تم کو نہ ہونے پر ہم پر پابندیاں لگانے لگے۔ اگر نبی کی طبیعت میں بھی بڑا کجکرم تھا۔ تمہارے بڑے سردار دین کے منصب میں غرور و تکبر کا انجاء کر رہے ہیں اور اعلیٰ حق کو حقیر مانتے ہیں۔ فرماتے ہیں **مُحَمَّدٌ عَلَى السَّلامِ** کو حسین یعنی حقیر

سکھنا سب دیا تھا۔ تو یہاں بھی اشریتے فرمایا کہ تم نے شہر کی وجہ سے ہماری آیتوں اور  
 نبیوں کو بھلا دیا۔ وَلَئِنْ سَأَلْتُمْ عَنِ الْجَبْرِ لَوَجَدْتُمْ بَنِي كُنُزٍ۔ اب  
 تم اپنے جہرم کی سزا ہمیشہ ہمیش کے لیے ہوگتو۔ ان کی سزا کا ذکر اگلی آیتوں میں آ رہا ہے  
 بزرگان دین فرماتے ہیں کہ انسان کی طبیعت سے تفسیر کرنا کانا بڑا ہی دشوار کام ہے  
 سوائے کے ناسکے۔ سر پر از تو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دینا تفسیر کرنا ہونے  
 کے قاعدے میں آسان ہے۔ حکیم احمیس کی بیماری سے جس کے متعلق اللہ نے فرمایا  
 اَبٰی وَاسْتَخْبِرَ وَصِيَّاهُ مِنَ الْكُفْرِيْنَ وَالْبَقَرَةِ۔ ۴۴، اُس نے کفر اور کفر  
 کا انداز کیا۔ حکیم کو یاد رکھا کہ فردوں میں شامل ہو کر ہمیشہ کے لیے رائدہ درگاہ بھلا رہے۔ اپنے  
 آپ کو بڑا سمجھنا اور دوسرے کو حقیر مانتا ہی نہیں خیر ہے جو انسان کو مجرموں کی صف میں  
 لا کھڑا کر آئے اور ہمیشہ کے لیے ناکام بنا دیتا ہے۔



وَإِذَا قِيلَ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ  
 فِيهَا قُلْتُمْ مَا نَدْرِي مَا السَّاعَةُ إِنَّ نَظِيرُ  
 الْأَطْنَاءِ وَمَا نَحْنُ بِمُتَّقِينَ ②۵ وَيَذَاهِبُ  
 سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ  
 يَسْتَهْزِءُونَ ②۶ وَقِيلَ الْيَوْمَ نَنفُثُ كَمَا نَفِثْنَا  
 لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا وَمَا أُولَئِكَ التَّارُوتَ وَمَا لَهُمْ  
 مِنْ لُصْرَيْنِ ②۷ ذَلِكُمْ بِأَنَّهُمْ اخْتَضَتْ أَيْتِ  
 اللَّهِ هَزُؤًا وَغَرَّتْكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا، فَالْيَوْمَ لَا  
 يُخْرِجُونَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْبَدُونَ ②۸ فَلِلَّهِ  
 الْحَمْدُ رَبِّ السَّمَوَاتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ②۹  
 وَلَهُ الْكِبَرِيَاءُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَهُوَ الْعَزِيزُ  
 الْحَكِيمُ ③۰

ترجمہ: اور جب کہا جاتا ہے کہ جنگ اللہ کا وعدہ  
 بدلتی ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں کرتے کہتے  
 تھے کہ ہم نہیں جانتے کیا ہے قیامت ؟ ہم نہیں  
 خیال کرتے تھے مگر ایک گمان اور نہیں ہیں ہم یقین  
 کرتے تھے ②۵ اور ظاہر ہو جائیں گی باتیں جو وہ کہتے

تھے، اور گھیرے گی اُن کو وہ چیز جس کے ساتھ وہ  
ٹٹا کرتے تھے (۳۳) اور کہا جائے گا کہ آج کے دن  
ہم تمہیں فراموش کر دیں گے جیسا کہ تم نے فراموش کر  
دیا تھا اس دن کی ملاقات کرو۔ اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے  
اور تمہارے لیے کوئی بھی مددگار نہیں ہو گا (۳۴) یہ اس  
یہے کہ بیشک تم نے بنا لیا اللہ کی آیتوں کو ٹٹا کر  
ہوا۔ اور تم کو دھوکہ دیا دنیا کی زندگی نے۔ پس آج کے  
دن نہ نکالے جائیں گے اس (دوزخ) سے اور نہ اُن  
کو موقع دیا جائے گا (کہ وہ خدا کو راضی کر سکیں) (۳۵)  
پس اللہ ہی کے لیے ہے تعریف جو پوردار ہے آسمانوں  
کا اور زمین کا، اور پوردار ہے سب جہانوں کا (۳۶) اور اُنکی  
کے لیے ہے بڑائی آسمانوں اور زمین میں، اور وہ زبردست  
اور حکمت والا ہے (۳۷)

سورۃ بقرہ تا اہم سجدہ میں کچھ تفسیر ہے۔ اُنکی سورۃ الاحکام پر یہ ساتوں فرقہ  
ختم ہو جائیں گی۔ ان سورتوں کو باب القرآن یعنی قرآن کا لپ باب اور پڑھا گیا ہے  
ان میں دین کے بنیادی عقائد اور اصول بیان کیے ہیں۔ اس سورۃ میں ہی توحید اور اُن کے  
دلائل، مشرکین کا رد، شریعت کا اتباع، تکبر کی تردید اور بعض دوسرے اہم مسائل بیان  
ہوئے ہیں۔ سورۃ کے اس آخری حصہ میں قیامت کا تذکرہ ہے۔ گذشتہ درس میں اشارہ تھا  
کا یہ ارشاد بیان ہو چکا ہے کہ جس دن قیامت برپا ہوگی تمام باطل پرست اور بدعتیہ  
لوگ نقصان اٹھائے جائیں گے۔ مگر وہ گھٹنے ٹیک کر اللہ کی ہر گاہ میں پیش  
ہو کر اپنے اعمال کی جوابدہی کرے گا، پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے زبرد توجیح ہوگی۔  
اہل ایمان کو اچھا بدکردار ملے گا اور یہ اُن کی راضی کاسیابی ہوگی۔ جن لوگوں نے دنیا میں کفر  
کا راستہ اختیار کیا، ایمان سے محروم رہیں گے اور ان کی پٹائی جاسے گی اور کہا جائیگا کہ

ربط الیہ



میری آیتیں تمہیں پڑھ کر نہیں مانی جاتی تھیں مگر تم تحریر کرتے تھے اور یقیناً تم مجھ سے لوگ تھے  
 اب آج پہلی آیت میں منکر اور معذور لوگوں کا حال بیان کیا گیا ہے وَالَّذِينَ  
 اور جب کہ ہمارا امتحان وَعَدَ اللّٰهُ حَقًّا وَالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيهَا کہ جب کہ تم  
 کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں قُلْتُمْ مَا نَدْرِي  
مَا السَّاعَةُ تم تو کہہ رہے تھے کہ ہم نہیں جانتے کیا ہے قیامت ؟ اور تم یہ  
 بھی کہہ رہے تھے اِنَّا نَحْنُ الْاٰطِلٰ ہم تو اسے محض ایک ہلکا سا دم بخود ہی  
 تصور کرتے ہیں۔ مگر کہتے ہو کہ قیامت آئے گی۔ اس دنیا کی ہر چیز ختم ہو جائیگی۔  
 پھر نیا زمین اور نیا آسمان ہوگا، اللہ تعالیٰ کا دربار ملے گا۔ مرنے والوں سے اللہ  
 کر اللہ کے حضور پیش ہوں گے۔ حساب کتاب کی منزل آئیگی اور پھر جہنم اور  
 جنت کے فیصلے ہوں گے۔ کہتے تھے ہم تو ایسی چیزوں کو ایک دم تصور کرتے  
وَمَا نَحْنُ بِمُتَّبِعِيْنَ اور ہم تو ان باتوں پر یقین لانے والے نہیں ہیں۔  
 نبیوں کی باتیں مشرک لوگ تحریر اور غور کی بنا پر کھتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ آج ہمارے  
 پاس مال و دولت ہے۔ عباد و اوقات سب سے اور ہر چیزیں ہمیشہ ہمارے شامل حال  
 رہیں گی۔ ہم اس دنیا میں عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے رہیں گے اور ایمان  
 کے دعویداروں کی جنت، روزخ اور عشت بعد الموت محض ڈھکوت ہیں۔ جن کی  
 کوئی حیثیت نہیں ہے۔

اعمال نامہ  
 کی پیشگی

اللہ کا فرمان ہے یہ بہ بخت کس بنا پر جبرائیل علیہ السلام کہہ رہے ہیں۔  
اِنَّ كُرْبَانَ يٰۤاٰتِيْنَ وَبَدَّ اِلَهُمْ سَيِّئَاتٍ مَا كَانُوا انہوں نے دنیا میں  
 رو کر جن جن برائیوں کا ارتکاب کیا قیامت والے دن وہ سب ان کے سامنے  
 اکسوں کی جانتے گی۔ ان کے کھڑے اور شرک اور کفر اور رسومات باطلہ سب سامنے  
 آجائیں گی گزشتہ درس میں بھی لکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا هٰذَا كَيْفًا  
يَنْطَلِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ یہ سب ہمارا دستور تمہارے اعمال کے متعلق ٹھیک  
 ٹھیک بتلاؤ گے کیونکہ تمہارا ہر عمل ہم فرشتوں سے لکھا دیا کرتے تھے۔ ہر چیز

ہمارے علم میں بھی تھی اور لوہے کے ٹکڑے میں بھی درج تھی مگر تمہارے نگران فرشتے ہیں تمہارے  
اعمال و اقوال کو لکھتے جاتے تھے۔ دنیا میں تو برائی کا ارتکاب کرتے وقت  
لوگوں کی نظروں سے نکلتے جاتے تھے اور سمجھتے تھے کہ تمہارے اعمال کا کسی  
کو علم نہیں ہو گا مگر وہ ایک دفتر میں ریکارڈ ہو رہا تھا۔ جو آج تمہارے سامنے  
موجود ہے۔ سورۃ الطارق میں بھی فرمایا یَوْمَ تُنْفَخُ السُّنُورُ (آیت ۵۰) اُس  
دن تمام راز کھل جائیں گے اور کوئی چیز مخفی نہیں رہے گی۔ سورۃ النکبت میں ہے کہ غزل  
اپنے امرا اعمال کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو جائے گا اور کہے گا هٰذَا الَّذِي كُنْتُ  
لَا يَفَارُ صَفِيرُهُ وَلَا كَبِيرُهُ اِلَّا اَحْصَاهَا وَبَيَّنَّ (آیت ۹) یہ کیسی کتاب  
ہے جو کسی پھول کی پتی کی طرح ہر چیز کا احاطہ کیے بغیر نہیں چھوڑتی۔

الغرض : فرمایا کہ ان کی تمام برائیاں قیامت کے دن ظاہر کر دی جائیں گی  
وَحَاقَ بِهِنَّ مَتَاعُنَّ وَبِهِنَّ يُنْفَخُ نُوْنٌ اور گمیرے گی ان کو  
وہ چیز جس کے ساتھ یہ ٹھکانا کیا کرتے تھے۔ یہ لوگ اللہ کے قرآن، اس کے  
پیروں، کتابوں، فرشتوں، شریعت اور ترجمہ کا نسخہ لایا کرتے تھے، آج یہی  
چیزیں ان کے لیے عذاب کا باعث بن جائیں گی۔

جس کا  
دور تھا

ہم ان خبروں کے لیے یہ ارشاد بھی ہو گا وَفِي السَّحَابِ مَنَاسِبٌ  
کہا جائے گا۔ آج ہم تمہیں فراموش کر دیں گے حکماً نسیباً نہ بقاء  
یَوْمَ نَحْكُمُ هٰذَا اَمِمْ طَرَحْتُمْ فِيْ دُنْيَا فِيْ اَسْمَانٍ كُوْنُ اَمِمْ طَرَحْتُمْ  
دُنْيَا قَدْ اَسْمَا مِمْ طَرَحْتُمْ فِيْ دُنْيَا كُوْنُ اَمِمْ طَرَحْتُمْ  
مِنْ مَكْنٍ سَتَكُنُ اَللّٰهُ تَعَالٰی تُوْكَ اَلْمُغِیْبِ سَتَكُنُ اَلْمُغِیْبِ سَتَكُنُ اَلْمُغِیْبِ  
یَا كُنْ سَتَكُنُ اَلْمُغِیْبِ سَتَكُنُ اَلْمُغِیْبِ سَتَكُنُ اَلْمُغِیْبِ سَتَكُنُ اَلْمُغِیْبِ  
کہ خدا تعالیٰ واقعی کسی چیز کو نہیں چھوڑتا، مگر یہاں یہ فراموش کر دینے سے مراد اپنی  
محنت سے دور کر دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمے گا کہ تم نے دنیا میں وہ کرکھی  
قیامت کو تصور بھی نہیں کیا تھا، اس کو ایک فراموش شدہ چیز بنا دیا تھا۔ آج





کونیا کے لوازمات تو اللہ تعالیٰ کے انعامات ہیں۔ ان میں دلی نکلنے کی بجائے ان سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ ذکر نہیں پا کر دھڑکیں بٹھ جائیں۔  
 فرمایا ان نکتوں کو جس سزا میں آج مبتلا کیا گیا ہے وہ سزا ان کے لئے ہے جو  
 یہ سمجھتے ہیں کہ ان کو اس کا لازمی نہیں پایا۔ بلکہ یہ ہمیشہ اسی میں بچتے ہیں کہ  
 "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ"۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کو کوئی موقع دیا جائے گا کہ یہ خدا تعالیٰ  
 کو راضی کر کے اس عذاب سے نکل سکیں۔ تاہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ  
 کو منانے کا موقع نہیں دیا جائے گا کہ توبہ کر لیں اور اللہ تعالیٰ سے کرم و گناہوں  
 کی صفائی طلب کر لیں۔ یہ تو اسی دنیا میں ممکن ہے کہ انسان اپنے گناہوں پر توبہ کر  
 جائے اور اللہ تعالیٰ سے صفائی طلب کرے تو اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے مگر قیامت  
 کے دن ایسا نہیں ہو سکے گا۔ کیونکہ اس وقت انسان درالعمل سے باز نہیں رہتا  
 چکا ہو گا۔

کونیا شہر  
 بیرو دکان

آگے اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کا ذکر ہے۔ فَلَقَدْ أَمَرْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ بِتَحْرِيفِ  
 جے اللہ تعالیٰ کے لیے رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ جوں جوں آسمانوں اور  
 زمین کو پروردگار ہے رَبِّ الْعَالَمِ جوں جوں تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ ان  
 تینوں صفات میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا ذکر ہے۔ اس میں وہ مختلف چیزیں ہیں  
 جس پر سب کا ایک ہی ہے۔ مثلاً کہ تو کہتے ہیں کہ آسمان، زمین، فضاؤں اور  
 ہواؤں کے پروردگار مختلف ہیں۔ اسی طرح بندہ دستِ ہائے کائنات میں کہہ رہا ہے  
 والا، باقی رکھنے والا اور فنا کرنے والا۔ تین مختلف خدا ہیں، حالانکہ رب تو ہر  
 چیز کا وہی ہے۔ نہ تو شرک ہے۔ انسان کی تخیل بھی دسی کرتا ہے اور مرنے کے  
 بعد دوبارہ وہی رہی ٹوٹنے کا۔ پوری کائنات پر اس کی ربوبیت چل رہی ہے۔  
 اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا رب بھی نہیں ہے۔ رب کا معنی پروردگار ہے جو ہر  
 چیز کی تدبیر پرورش کرنے کے لیے مدد کمال نکال نکالتا ہے۔ اور اس کی ربوبیت  
 کا سامان دیا کرتا ہے۔ وہ اس جہاں کا بھی رب ہے۔ ہر شے پر وہی اور ہر شے



ہمیں یہی پتہ دکلا ہے۔

خدا تعالیٰ کی  
سب سے بڑی

آگے فرمایا وَلَکُمُ الدِّکْنُ یَٰۤاَکْثَرُ الشَّعْرِ وَالْاُنْحٰصِ اور بڑائی میں  
اسی کے لیے ہے آسمانوں میں اور زمین میں عظمت کا مالک بھی وہی ہے جو ہر چیز  
کا خالق اور مالک ہے۔ وہی بانی ہے اس کے علاوہ ہر چیز قانی ہے زمین  
انسان، فرشتے، ساری مخلوق اسی کی محتاج ہے اسے

سراور اسے کرایا دینی

کہ کھش قدیم است و زائنش غنی

بڑائی اور عظمت تو اسی کے لائق ہے جس کی ذات قدیم اور ازلی ہے۔ اور جسکی  
بادشاہی دائم ہے۔ اسی لیے ہم ہر وقت اللہ اکبر کہہ کر اسی بڑائی کا اقرار کرتے ہیں  
بڑائی اسی کو سزاوار ہے جس کی ہر چیز ذاتی ہے اور کسی دوسری ہستی کی کوئی چیز ذاتی  
نہیں بلکہ سب خود خدا تعالیٰ کا عطا کردہ ہے۔ اَللّٰهُ خَالِقُ شَیْءٍ اَلْزَمِیۡۃ ۲۲  
ہر چیز کا خالق وہی ہے باقی سب مخلوق ہے اور اس کی محتاج ہے۔ سورۃ الرحمن  
میں فرمایا یَسْئَلُ عَنْکَ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَءِیۡتَ ۲۵ اور اس بڑ  
کی ہر چیز اسی کی سزاوار ہے، کرنی زبان حال سے پاک رہا ہے اور کرنی زبان حال  
سے اپنی حاجات طلب کر رہا ہے۔ مدحت شریف میں آتا ہے اَلْکَبِیۡرُ یَاۡرِدُ اِلٰی  
وَالْاَکْثَرُ اَنۡ یَّزِیۡ یَعْنِی بڑائی میری چادر ہے اور عظمت میرا تہ بند ہے جو شخص  
اس بڑائی اور عظمت کو اپنے اوپر اور منہا چاہے گا، فرمایا میں اس کو جہنم میں ڈال دوں  
مگر سورۃ مؤمن میں بھی گزر چکا ہے اِنَّ الَّذِیۡنَ یَسْتَكْبِرُوۡنَ عَنْ  
یَعْبَادِیۡ سَیَّدُ خُلُوۡنَ جَهَنَّمَ ۲۰ اِیۡضًا فِیۡ ذٰلِکَ ۲۰ جو لوگ میرے  
سامنے دست سوال راز کرنے سے شکر کرتے ہیں۔ میں ان کو ذلیل کر کے دوں گا  
میں ڈالوں گا۔ میرے بندوں کو میرے سامنے عاجزی کا اظہار کرنا چاہیے۔ اور مجھ  
سے سوال کرنا چاہیے۔ غرضیکہ غنی اور صمد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ باقی ساری  
مخلوق اسی کی محتاج ہے۔ اس کے سوا کوئی کسی کی حاجت بڑی کر سکتا ہے۔ نہ

کس مشعل کو جل کر سکتے۔ آسمانوں اور زمین کی خبر دانی صرف اسی طرف اشارہ ایک کے لیے رہا ہے۔

فَرَدَاَوْهُمُ الْغَنِيَّيْنَ الْحَمْدُ بِحَمْدِهِ وَهُوَ اللَّهُ تَعَالَى كَمَا فِي قَدَرَتِ كَالْغَنِيِّ  
غالب اور حکمتوں والا ہے۔ قوت کا سرچشمہ وہی ہے وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَى  
شَيْءٍ وَلَیْسَتْ ۲۱۔ وہ اپنی ترجیح میں غالب ہے، باقی مادی مخلوق مغلوب  
ہے۔ وہ حکمتوں والا بھی ہے کہ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں، ارض و  
سما کی تخلیق، بعثتِ نبیاء، انمول کتاب، وقرآنِ قیامت اور جبرائیل علی سب اس  
کی حکمت کا شاہکار ہیں۔ لہذا اسی کی عظمت اور توحید پر یقین رکھنا چاہیے کہ یہی  
ایمان کا ایک جزو ہے۔





سُوْرَةُ الْاٰحْقَافِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسٌ وَثَلَاثُونَ آيَةً وَالْاَبْعَدُ رُكُوْعَاتٍ  
سُورَاتُ الْاَنفَالِ كُلِّ سَبْعَةٍ - اِسْمُهَا بَيِّنَاتٌ اَوَّلُهَا اَمَّا وَذِكْرُهَا فِي

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑے مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

حَمْدٌ ① تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيزِ  
الْحَكِيمِ ② مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا  
اِلَّا بِاَمْرٍ وَّاجِلٍ مُّسْمًى ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّا اُنْذِرُوْا  
مُعْرِضُوْنَ ③ قُلْ اَرَاَيْكُمْ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ  
اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي  
السَّمٰوٰتِ ۝ اَيَتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَا اَوْ اَنْزِلْهُ  
عَلَيَّ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ④ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوْا  
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَا يَسْتَجِیْبُ لَهُ اِلٰی يَوْمِ الْقِيٰمَةِ  
وَهُمْ عَنْ دُعَاۤئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ⑤ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ  
كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءٌ وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ⑥ وَاِذَا  
تَنَزَّلَتْ عَلَيْهِمْ اٰیٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ  
لَمَّا جَآءَهُمْ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑦



قرآن مجید در حصہ ۱ (۱) اور کتاب کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جسے جو زبردست اور کھلتیوں والے سبب (۲) نہیں پیدا کیا جو نے آسمانوں اور زمین پر مشرق و جنوب کے ساتھ اور ایک مقررہ مدت تک اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اُنہیں چیز سے جس کے ساتھ اُنہیں گوارا نہ تھا وہ اس سے ادا نہیں کر سکتے تھے یہ (۳) آپ کہہ دیجئے کہ پیغمبر! یہاں یہاں بتا دو میں کو تم چاہتے ہو اللہ کے سوا دیکھاؤ مجھے کیا پیدا کیا ہے۔ انہوں نے نہیں ہیں یہ ان کے لیے کچھ شرارت ہے آسمانوں میں، لڑو میرے پاس کوئی کتاب اس سے پہلے یا کوئی دلی ہندو علم کی بات اگر تم چاہتے ہو (۴) اور اس سے زیادہ گھراؤ کون ہو جو چاہتا ہے اللہ کے سوا اُن کو کہ وہ نہیں اُن کی چاہ کو پہنچا قیامت تک۔ اور وہ اُن کی پکار سے غافل ہیں (۵) اور جب انکے لیے جاؤں گے تو ہوں گے ان کے دشمن، اور اُن کی عبادت سے انکار کرنے والے ہوں گے (۶) اور جب پڑھی جاتی ہیں اُن پر چاندی آتی ہے واضح تو کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا تھا تو جب کر اُن کے پاس آئے کہ یہ تو صریح جادو ہے (۷)

نام گور  
سکونت

اسی سورۃ مبارکہ کا نام سورۃ الاحقاف ہے۔ احقاف جمع ہے احقاف یعنی کافریں۔ یہ سورۃ مکیہ ہے اور اس میں ۱۷ آیات ہیں۔ اس سورۃ کا تعلق ہے سورۃ النور سے۔ اس سورۃ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس سورۃ میں سورۃ النور کا ذکر ہے۔ اس سورۃ کا تعلق ہے سورۃ النور سے۔ اس سورۃ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس سورۃ میں سورۃ النور کا ذکر ہے۔ اس سورۃ کا تعلق ہے سورۃ النور سے۔ اس سورۃ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس سورۃ میں سورۃ النور کا ذکر ہے۔

کے بعد نازل ہوئی اسکی بیستیس آیات اور چار دیکھیں ہیں اور یہ سورۃ مہد کہ ۱۴۴ آیتیں  
اور ۲۶۰۰ حروف پر مشتمل ہے۔

سورۃ مہد

اس سورۃ کا موضوع اور عنایں حرام سبوح کی دیگر سورتوں کے ساتھ ملتا  
ہے۔ اس میں بھی زیادہ تر فیادی صحاح ترمید باری تعالیٰ رسالت، معاد اور قرآن کی  
تائید و تصدیق کی ذکر ہے۔ اس کے علاوہ بعض دیگر فیادی دینی صحاح بیان  
ہوئے ہیں۔ اس سورۃ میں تو ہم یاد کیا ذکر ہے، مشرکین کی مکرور غلط فہمی کی تردید  
کی گئی ہے۔ دعوت الی القرآن کا ذکر اس سورۃ میں بھی آگیا ہے۔ جنات کے اسرار  
دئے کا ذکر ہے۔ انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً اولوالعزم انبیاء کا ذکر بھی اس سورۃ  
میں آگیا ہے۔ اس کے علاوہ کافروں اور مشرکوں کے ساتھ بحث و مباحثہ کا باب  
بھی بیان ہوا ہے۔

مقطع

ان سات سورتوں کو تو ایمم سبوح کا نام اسی لیے دیا گیا ہے کہ ان سب کا  
آغاز حروف مقطعات حصہ سے ہوا ہے۔ اگرچہ ان حروف کے تخیل اور معنی  
مسانی حضور علیہ السلام نے بیان نہیں فرمائے، تاہم بعض صحابہ اور بعد میں آنے والے  
مفسرین کرام نے تفسیر یہ فہم کے لیے ان حروف کے کچھ معانی بتائے ہیں۔  
چنانچہ بعض فرماتے ہیں کہ ت سے حکم الہی اور ع سے عہد ملک مراد ہے اور معنی یہ  
جاتا ہے کہ محمد خداوندی اور بادشاہی کی بزرگی اللہ و مدد لاشریک کے لیے ثابت  
ہے۔ جیسا کہ ان آیات سے متبادر ہوتا ہے: ارسلنا رسولنا بالبرکات میں البرکات  
انظر عندنا کی ہے اور بزرگی اور عظمت بھی اُنسی کے لیے ثابت ہے، بعض یہ  
بھی فرماتے ہیں کہ ت کا اشارہ حمایت کی طرف ہے یعنی اللہ تعالیٰ اُس کی وحدانیت  
رشتہ والوں کی حمایت کرتا ہے۔ اور ع کا اشارہ مدد و حمایت حق کی طرف ہے یعنی  
اللہ تعالیٰ کی وہ پسندیدہ باتیں کراہی ایمان اور اہل توحید حق کی تلاش میں ہوتے ہیں۔  
بعض فرماتے ہیں کہ ت سے مراد جبل اللہ یعنی اللہ کی رہی ہے جس کے متعلق  
خود خدا تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا تَقْرَءُ الْقُرْآنَ



اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جانا اور قرآن سے مراد نہیں یعنی مقرر  
ہے۔ گویا جس رسی کو مضبوطی سے پکڑتے کہ تم دیا بار بار ہے وہ ہر طرف سے مضبوطی  
ہے۔ اس رسی سے مراد قرآن کریم ہے جس کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لینے سے انسان اللہ تعالیٰ  
سے نکلے جانے کا اور عالم ہلاک کی طرف چلا جانے کا، ایسا کرنے سے وہ گویا کامیاب  
ہو جائے گا۔

بعض فرماتے ہیں کہ اشارہ جلیہ یعنی زیور کی طرف ہے کیونکہ قرآن کریم بھی ایسا  
زیور ہے۔ اور قرآن سے مراد مزین ہے جس طرح زیور پہن کر انسان عزت حاصل کرتے  
ہیں، اسی طرح قرآن کریم بھی بنی نوع انسان کے لیے کمال درجے کی زینت کا باعث  
ہے۔ دین تمام تر ظنی معانی کے باوجود صحیح اور زیادہ سادگی والی بات ہی ہے کہ ان  
حدوث کے حقیقی معانی اللہ تعالیٰ ہی بتا دیتا ہے، اور اُس کی ان حدود سے  
جو بھی مراد ہے وہ برحق ہے اور ہمارا اُس پر ایمان ہے۔

زیور کا

تو اہم سبب کی یہ سورۃ کا آغاز قرآن حکیم کی حقانیت اور صداقت سے ہوا ہے۔  
یاں پر بھی ارشاد ہوتا ہے نَزَّلْنَا الذِّكْرَ بِالْحَقِّ اللہ العزیز الحکیم  
کتاب یعنی قرآن کریم کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو عزیز یعنی زہد و دست اور  
غالب ہے۔ ہر چیز اُسکی مصلحت ہے اور مخلوق میں سے کوئی چیز بھی اُس کے علم سے  
بہرہ نہیں ہے۔ وہ حکیم بھی ہے کہ اُس کا کوئی کارِ حکمت سے خالی نہیں، کائنات  
کی تخلیق، انسانوں، جنوں اور فرشتوں کی پیدائش، آسمانوں، اُس کے کردار اور زمین  
کی تخلیق، ایک خاص مدت تک کے لیے مقررہ کردہ نظام شمسی اور پھر اس کے بعد  
پورے نظام کی تبدیلی، قیامت کو برپا ہونا، حساب کتاب کی منزل اور جہانے جل کی  
منزل سب کے سب اللہ تعالیٰ کی حکمت کے مطابق ہیں۔

تخلیق انوار

اُہلِ آیت کریمہ میں اسی بات کی وضاحت ہے مَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ  
وَالْأَرْضَ وَما بَیْنَهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ ہم نے آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان  
کو چیزوں کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا ہے۔ یعنی کائنات کی تخلیق بیکارغ نہیں ہے





کی تمجید سے پاس دلیں ہے ؟ اگر زمین میں محمودی یا علیہ کی پیدا کردہ کوئی چیز نظر نہیں آتی اُنھیں مُشْرِكٌ هُوَ السَّمَوَاتِ ترکہ آسمانوں کی مخلوق میں اُن کی کوئی شریکت ہے کہ انہوں نے کوئی آسمان بنایا ہو یا کوئی آسمانی کردہ پیدا کیا ہو یا کوئی آسمانی مخلوق پیدا کی ہو۔ آخر کس بناء پر قرآن کو پکارتے ہو اور ان کو مجبور دیکھتے ہو ؟ اُن پر ہے کہ ہر چیز کا خالق تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس حقیقت کو دہریوں کی ایک قلیل تعداد کے عار و تمام مذاہب نے تسلیم کر لیا ہے۔ تو یہ خالق و دہریت تو پھر مجبور کوئی دوسرا کیسے ہو سکتا ہے ؟

فرمایا : اگر تم مشرک کے ثبوت میں کوئی عقلی دلیل پیش نہیں کر سکتے تو پھر کوئی عقلی دلیل ہی سے آؤ اِنَّ فِيْ بَيْكُم مِّنْ قَبْلِ هٰذَا بَيِّنَاتٍ اس قرآن سے پیشگی کوئی آسمانی کتاب سے آؤ جس میں لکھا ہو کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی اور مجبور بھی ہے ۔ اور یہ بات بالیقین ثابت ہے کہ کسی بھی آسمانی کتاب میں مشرک کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ ہر صحیفہ اور کتاب میں مشرک کی نفی اور توحید کا اثبات ملتا ہے ۔ فرمایا : اگر کوئی کتاب بھی پیش نہیں کر سکتے آؤ اِنَّ فِيْ سُرَّتِہِمْ عَلٰمٌ تو علم کی کوئی باقی ماند بات ہی پیش کرو جو قرآن کے ساتھ عقل ہوئی کہ یہی ہے عقل و دلیل کے طور پر یا تو کوئی کتاب پیش کی جا سکتی ہے یا کسی نیک اصحاب ، اولیاء اللہ یا کچھ کسی نبی یا دانش ور کا قرآن پر پیش کیا جا سکتا ہے ۔ مشرک کے حق میں ان دنوں سے کوئی قرآن ثبوت کے طور پر پیش کر دو ۔ ظاہر ہے کہ یہ بھی ممکن نہیں ۔ اللہ کا برہنہ ، ولی تبلیغ اور صلاح آری ہمیشہ توحید کی دعوت دیتا رہا ہے اور مشرک کی طرف کبھی کسی نے دعوت نہیں دی ۔ دانشوروں میں سے فقہان بہت بڑے مجتہد اور دانشور گزشتہ ہیں جن کا ذکر و اثر نے قرآن پاک میں کیا ہے اور جن کے نام پر ایک سورۃ بھی ہے ۔ ان کا بیان قرآن میں مذکور ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا يٰٓبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (۱۱) اے بیٹے ! اللہ کے ساتھ مشرک نہ کرنا کہ یہ بہت بڑا ظلم ہے ۔ جس کی اللہ کے پاس معافی نہ کوئی



قانون ہی نہیں ہے۔ موطاء الامام الکلبی میں پانچے انبیاء کے اقوال ہیں کہ ایک یہ قول بھی ملتا ہے اِذَا لَمْ تَشْجَعْ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ جب تم سے حیا و کلام نہ اٹھ جائے تو پیچھے ہٹ کر چلے پھر دو۔ قاری کا تھوڑا سا بھی ہے: بے حیا باش ہر چہ خواہی کن و عین بے حیا کن کہ جو دل چاہے کر دے۔ پھر تمہیں کس کی بڑا ہوگی۔ مقصد یہ کہ جب تم عقل یا عقلی دلیل پیش نہیں کر سکتے تو پھر جو چاہو کر سکتے ہو۔ اپنے زعم باطل سے کسی کو عبور نہالو، حاجت روا اور مشکل کشا کہہ کر تمہیں کون پرچھنے والا ہے الغرض فرمایا کہ شرک کے حق میں اگر تمہارے پاس کوئی دلیل ہے تو اسے آواز دے كُنْ حَقًّا قَدِيرًا اگر تم اپنے دعوے میں پتے ہو۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی مطلب و دلیل پیش کرنے کے قابل نہیں ہے۔

بدترین گمراہی  
نہ غیر اللہ

اکھل آیت میں اللہ تعالیٰ نے مَا غَيْرَ اللَّهِ کو بدترین گمراہی قرار دیا ہے ارشاد ہوا ہے وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہو سکتا ہے جو اللہ کے سوا دوسروں کو پارت ہے اور جن کو پکار رہا ہے۔ ان کی حالت یہ ہے مَنْ لَا يَسْتَعِيبُ لَكَ الْيَوْمَ الْعِصْمَةَ کہ وہ ان کی پکار کو قیامت تک نہیں پہنچ سکتے۔ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غٰفِلُونَ اور جن کو پکارا جا رہا ہے وہ ان کی پکار سے یکسر غافل ہیں۔ انہیں علم ہی نہیں کہ کون کس کو پکار رہا ہے اور اس کا کیا مقصد ہے، ظاہر ہے کہ جب کوئی کسی کو پکار کر سٹے گا نہیں تو اس کو جواب کیسے گا خواہ وہ قیامت تک پارتا ہے۔ اللہ کے سوا جن کو پکارا جاتا ہے یا تو وہ مٹی، پتھر یا لکڑی کے بت ہوئے ہیں جو مدت اور عقل و شعور سے خالی ہیں۔ لہذا ان کے کسی کی پکار کو سنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس کی مثال اللہ نے سورۃ الرعد میں بیان فرمائی ہے کہ غیر اللہ کو پکارنے کی مثال ایسی ہے كَأَنَّهُمْ كَفِيفَةٌ إِلَى الْعَاوِلِ لِيَبْلُغَ أَهْلُهَا وہ جیسے ایک لڑکے (آیت ۲۲) کہ کوئی شخص ہریا کے کنارے کھڑے ہو کر پانی کی طرف اشارہ کرے گا کہ اسی کے منہ میں چلو جائے مگر ایسا کبھی نہ ہوگا۔ جب تک کہ انسان خود پانی کو لٹا کر اپنے منہ میں



نہیں ڈالے گا۔ وغیرہ شرک کو پکارنا بھی ایسا ہی ہے کہ قیامت تک پکارتے رہو اور اس سے کوئی جواب نہیں آئے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ میں کو پکارا جا رہا ہے وہ جن فرشتے یا انسانوں میں سے انبیاء، اولیاء، یا شہداء ہوں۔ یہ لوگ تو اپنی طبیعت پر یہ کہہ کر شرک کے بدبختوں میں شیعہ پکے ہیں۔ اب اگر کوئی اس دنیا میں گھبراہٹ کر رہا ہے تو وہ واقعی دوسرے اُس کی پکار کیسے سن لیں گے؟ فرشتوں کے متعلق سورۃ سبا میں موجود ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ سب کو اکٹھا کرے گا تو فرشتوں سے پوچھے گا اَھْلُوْا ذٰلِکَ اَیُّہُمْ کَاٰنُوْا یَعْبُدُوْنَ رَاٰیْتَ۔ ہم کیا یہ لوگ دنیا میں غلامی پر جا کر تھے تو وہ فرشتے جواب دیں گے کہ پروردگار! تو جانتے ہو۔ تو ہی ہمارا کارمنا ہے ان کے سوا۔ یہ لوگ ترغبات کی پوجا کیا کرتے تھے۔ مطلب یہ کہ فرشتے بھی مشرکوں کی پکار کو دیکھ کر دیں گے۔ غرضیکہ جانداروں کے متعلق سورۃ فاطر میں موجود ہے کہ مشرک لوگ جن کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں۔ وہ تو گھٹلی کے پھلکے کے برابر ہیں کسی چیز کے مالک نہیں۔ اگر قیامت میں پکارو لَا یَسْمَعُوْا دَعْوَاکُمْ وَلَکُمْ سَمْعُوْا مَا اسْتَجَابَ لَکُمْ رَاٰیْتَ۔ تو وہ تمہاری پکار کو سنتے ہی نہیں۔ اور اگر تم بھی ہیں تو تمہیں کوئی جواب نہیں ملے سکتے۔ اور قیامت کے دن وہ تمہارے اس شرک سے انکار کر دیں گے۔ الغرض! اللہ کے سوا کسی کو بھی پکارا جائے۔ وہ مشعل کشائی اور مہجرت برائی کی طاقت نہیں رکھتے۔ کیونکہ اِنَّ الْغَوْۃَ لَیْلَہُ جَمِیْعًا رَّالْبَقَیَہُ۔ ۱۶۵ طاقت نورساری کی ہماری خدا تعالیٰ کے پاس ہے اور مخلوق کے پاس جو قوت ہے وہ اللہ کی خطا کر دیت اور عاجزی ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے اسے سب کرنے پر قادر ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ اُس شخص سے زیورہ کو لے کر آؤ جو کہتا ہے جو قادرِ مطلق ذات کو چھو کر دوسرے کو بددے کے لیے پکار رہا ہے۔

پھر فرمایا اِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ عَمٰی قِیٰمَتِ الْوٰقِعِ سَبَّ لُکُوْلٍ کَرِہٍ  
اکٹھا کر دے گا۔ اِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ عَمٰی قِیٰمَتِ الْوٰقِعِ سَبَّ لُکُوْلٍ کَرِہٍ

معبودان کی  
شریت سے  
انکار





أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ إِنْ افْتَرَيْتُهُ فَلَا تَمْلِكُونَ  
 لِي مِنْ شَيْءٍ ۚ هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُونَ فِيهِ  
 كَفَىٰ بِهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۚ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ⑤  
 قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِنْ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي  
 مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ ۚ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ  
 وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُبِينٌ ⑥ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ  
 مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَكَفَرْتُمْ بِهِ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ  
 بَنِي إِسْرَءِيلَ عَلَىٰ مِثْلِهِ فَأَمَنْ أَسْتَكَبِرْتُمْ إِنْ كُنَّا  
 لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ⑦

ترجمہ: کیا کہتے ہیں یہ لوگ کہ اگر میں نے اس قرآن کو  
 تم پر بھیجا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر میں نے اس کو گمراہ کیا  
 ہے تو نہیں، ایک تم میرے لیے اللہ کے سامنے کسی  
 چیز کے، وہ خوب جانتا ہے ان باتوں کو جن کے بارے  
 میں تم کہتے ہو۔ وہی ہے وہ گواہ میرے درمیان اور  
 تمہارے درمیان، اور وہ بڑا ہی نیک والا اور مہربان ہے ⑤  
 آپ کہہ دیجئے کہ میں نے تم پر بھیجا نہیں ہوں میں کوئی لوگھا سہارا  
 میں سے۔ اور میں نہیں جانتا کہ کیا کیا جائے گا میرے ساتھ  
 اور نہ دیکھ جانتا ہوں کہ کیا کیا جائے گا تمہارے ساتھ۔ میں

نہیں اجازت کرتا مگر اُس چیز کا جو دنی کی باتیں سے تیسری طرف  
اور نہیں ہوں مگر کھول کر دُر سناتے والا ⑨ آپ کہہ دیجئے  
مہذب بتلاؤ، اگر ہو یہ کتاب اللہ کی طرف سے اور تم نے  
اس کے ساتھ کفر کیا۔ اور گواہی دی ایک گواہی سننے  
والے نے بنی اسرائیل میں سے ایسی کتاب پر۔ پس وہ  
ایمان لایا اور تم نے تجرب کیا۔ بیشک اللہ تعالیٰ نہیں رہنمائی  
کرتا اُسی قوم کی جو ظلم کرنے والی ہو ⑩

کلام الہی  
میں غلطی

اُن کے درس کی پہلی آیت گذشتہ درس کی آخری آیت سے مربوط ہے گذشتہ  
درس میں بیان ہو چکا ہے کہ جب کفار کے سامنے ہماری واضح آیتیں پیش کرتے ہیں  
تو وہ اُن کے اثر کے اعتبار سے کہنے کہ یہ تو کھانا جاو دوست اب اللہ  
نے فرمایا ہے کہ ان بد بختوں نے اس سے بھی بُری بات کی ہے اور وہ یہ کہ اَلْکُفْرُ  
يَقْتُلُ الْوَنَافُسَ کُیَا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اس کا دماغ کو کُفر کی بات  
کہہ کر ان پاک اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں بلکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خود ساختہ ہے۔  
غور فرمائیے کہ اس کی تردید فرمائی اور اپنے پیغمبر علیہ السلام کو حکم دیا۔ قُلْ  
اَسْبِغْ اَوْ اَفْشَرْ اِنْ اَفْشَرْ يَشَاءُ فَلَا تَعْلِكُوْنَ خُفٍّ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا  
کہ اگر آپ سے نہ اُفشرے یا سب تو پھر تم میرے سے اللہ کے سامنے کسی چیز کے  
باکس نہیں ہو رہے سب یہ کہ قرآن پاک کو خود بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا اتنا  
بڑا جرم ہے کہ اس کے مرتکب کو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچتا نہیں سکتا۔  
گویا اللہ تعالیٰ نے اس الزام سے قطعاً انکار کر دیا کہ میں اپنے بڑے جرم کو اپنے پاس  
کر لیتا ہوں۔ فرمایا تھا کہ اس الزام کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ بَلْکُمْ هُمْ اَعْلٰی  
بِعَآلٰی قٰیصُوْنَ فِیْہِ اللّٰہُ تَعَالٰی ہی بہتر جانتا ہے ان باتوں کو جن کے ذکر تم  
کئے جاتے ہو تمہاری اسی غلط بیانی اور الزام تراشی کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے  
آپ نے یہی پاکدامنی کے لیے اپنی چالیس سالہ زندگی کو بطور قربان پیش کیا، اور فرمایا





تو محمدی تعلیم کے آگے آیا ہوں۔ پھر تم میری باتوں کو عجیب کیوں سمجھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ  
 فرماتا ہے: **إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ حِكْمًا تُوْحِيْنَا إِلَىٰ تَوْحِيْدٍ قَوْلِ الْمَلِكِ بْنِ  
 بَدْرٍ فِي الْعَدُوِّ**۔ ۱۱۹۳۔ جو نے آپ کی طرف اس طرف ذوق کی جیسے لوح علیہ السلام  
 اور آپ کے بعد آنے والے انبیاء پر کی۔ طالب یہ کہ آپ کوئی انوکھے رسول نہیں ہیں  
 مگر آپ کے پیچھے بھی بہت سے انبیاء اور رسول مبعوث ہوئے اور اللہ نے ان پر وحی  
 بھی نازل فرمائی۔ نبوت و رسالت کا سلسلہ ترقی میرے چلنا آرہا ہے اور حضور خاتم النبیین  
 صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلہ کی آخری کڑی ہیں۔ لہذا آپ کی نبوت و رسالت کو تسلیم  
 کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہیئے۔ اسی لیے فرمایا کہ آپ ان کفار و مشرکین  
 سے کہہ دیں کہ میں کوئی نیا اور انوکھا رسول تو نہیں ہوں جو تم مجھ سے بدست ہو۔

علم غیب  
 کی نعمت

آیت کے اگلے حصے میں حضور علیہ السلام نے اپنے عالم الغیب ہونے کی نفی فرمادی  
 ہے۔ **اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَيُمْرِئُ مَا يَفْعَلُ بِكُمْ**  
 اور میں نہیں جانتا کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا کیا رہا ہے تو میری کس قسم کے حالات و احوال  
 پریشانی کے لئے ہیں۔ مجھے ان کا کچھ علم نہیں۔ شاید ولی اللہ نے اس کو اس طرح  
 سمجھا دیا ہے کہ مجھے کچھ علم نہیں کہ دنیا میں میرے ساتھ کیا کیا سلوک ہونے والا  
 ہے ظاہر ہے کہ اللہ کے اکثر انبیاء کو بڑی بڑی شایستگی پہنچائی گئی تو بہت سے  
 انبیاء کو قتل کیا گیا۔ لہذا مجھے کچھ علم نہیں کہ اس دور زندگی میں مجھے کن حالات سے  
 گزرنا پڑے گا۔ جہاں تک مافردان قوموں کا تعلق ہے تو ان کو بھی طرح طرح کی  
 سزاؤں دی گئیں۔ کسی پر زلزلہ آیا، کسی پر چیچ مسلط کی گئی، کسی کو طوفان نے آکھیا، اور  
 کوئی قوم بڑی میں غرق ہوئی۔ لہذا فرمایا کہ مجھے تمہارے متعلق بھی کچھ علم نہیں کہ تم سے  
 ساتھ کیا سلوک ہونے والا ہے۔

اس آیت کے ترجمہ میں تو بالواسطہ علم غیب کی نعمت کی گئی ہے تاہم دیگر آیات میں  
 حضور علیہ السلام کے عالم الغیب ہونے کی تصریح نفی بھی مرثوبہ ہے۔ سورۃ یونس میں  
 ہے کہ کافر لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام پر آپ کے پروردگار کی طرف



سے کوئی نشانی کیوں نہیں اُترتی۔ قرآن شریف نے فرمایا: **فَقُلْ رَاقِصًا الْغَيْبُ لِلَّهِ وَآيَاتُ**  
**الْغَيْبِ** تو سارا اللہ کے پاس ہے۔ ہم بھی اشیاء کو دیکھ رہے ہیں، تم بھی رہے مگر اللہ تعالیٰ سے  
 کرنا ہوں۔ اسی طرح سورۃ الاحقاف میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان سے کھولا ہے  
 کہ نہ تو میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں **وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبُ** (آیت ۵۰) اور نہ  
 ہی میں غیب جانتا ہوں، سورۃ الاحقاف میں اس بات کی وضاحت اس طرح فرمائی  
 ہے کہ **سَمِعَ الْغَيْبُ** آپ ان لوگوں سے کہہ دیں کہ میں اپنی جان کے لیے کسی نفع،  
 نقصان کا مالک نہیں ہوں مگر جو اللہ چاہے **فَوَلَّى كَفُتًا** اللہ تعالیٰ کے **لَا**  
**مُسْكَنْتُ هِيَ الْغَيْبُ** **وَمَا هِيَ السَّوَاءُ** (آیت ۵۱) اور اگر میں غیب  
 جانتا ہوتا تو اپنے لیے بہتری کی بات میں چیزیں جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف بھی نہ  
 پہنچتی، مگر ایسا نہیں ہے، نہ تو میں نے اپنے لیے کوئی پیشی، نہ رہائی کی بات نہ  
 نہ ہی میں تکلیف سے بچ سکا ہوں، مطلب یہ کہ میں غیب کا علم نہیں رکھتا۔

علامہ مشرقی نے **مَا أَذِرُ مِمَّا يُفْعَلُ بِي وَكَذَلِكَ** غلط فہمی کا بے پناہ  
 گناہ کہ جنہو علیہ السلام کو دنیا میں پیش آنے والے حالات کے علاوہ آخرت میں اپنی  
 نجات کا بھی علم نہیں تھا، یہ تو بالکل ہی غلط بات ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ اپنے  
 کسی بندے کو نبوت و رسالت کے لیے منتخب فرماتا ہے تو اسے اپنی بات کا  
 قطعی یقین دے دیتا ہے کیونکہ نبوت سے بڑھ کر کوئی منصب نہیں۔ اس کے علاوہ  
 جس کو اللہ کا نبی بشارت سے دیتا ہے وہ شخص ہی قطعی یقین پاتا ہے، یہاں پر غور  
 بشرو اور بعض دیگر صحابہ کرام قطعی یقین ہیں کیونکہ آپ نے ان کو اس دنیا میں ہی  
 جنتی ہونے کی بشارت سنا دی۔ چنانچہ جب علامہ مشرقی نے اس قسم کا مضحکہ لیا  
 تھا تو علمائے کرام نے اسی وقت تعاقب کر کے وضاحت کر دی تھی کہ اللہ کے  
 نبی کو جنتی ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہوتا، البتہ عام امتیوں میں سے کسی شخص  
 کے متعلق قطعی جنتی ہونے کا فتویٰ نہیں دے سکتا، اور نہ ہی کسی کو ایسا کرنے کا اختیار  
 حاصل ہے۔ اس بات کا علم حق الہی کے حوالہ سے حاصل نہیں ہو سکتا جو کہ صرف آپ پر





کی کتاب کا انکار کیے جا رہے ہو۔ آخر تمہارے پاس اس انکار کی کیا دلیل ہے؟  
 علی و شباب کے متعلق بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہاں پر لفظ مثل زیادہ ہے  
 ، اور سیدھا سادہ معنی ہی ہے کہ بنی اسرائیل میں سے ایک شباب نے اس کتاب پر  
 شہادت پیش کی ہے ، اور مثل کو یہ قرار رکھا جائے گا تو اس کی مثل سے تورات  
 مراد ہو سکتی ہے ، کیونکہ یہ قرآن کی مثل ہی ایک عظیم الشان آسمانی کتاب ہے اور  
 مطلب یہ ہے کہ تورات میں بھی قرآن کی حقانیت کی گواہی موجود ہے ، لہذا تمہارے  
 پاس انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے ، خبردار ہو کہ اگر یہ قرآن کہہ میرا ہے ، کلام  
 ہے تو پھر تمہارے بڑے انجام میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا ۔

یعنی اس طرح  
 کہ شباب

یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر بنی اسرائیل میں سے کسی شخص نے قرآن  
 کے حق میں گواہی دی ہے تو وہ کون ہے ؟ بعض فرماتے ہیں کہ اس شباب کا  
 مصداق حضرت عبداللہ بن سلامؓ ہیں جو علینے یہود میں سے ایمان لائے ، آپ  
 ہی نے حضور علیہ السلامؐ کی رسالت اور قرآن پاک کے حق میں گواہی دی تھی ۔  
 حدیث میں آتا ہے کہ جب حضور علیہ السلامؐ مدینہ میں تشریف لائے تو حضرت عبداللہ  
 بن سلامؓ ایک مجلس میں حضور علیہ السلامؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے ، پھر آپ  
 تورات کا علم رکھتے تھے آپ نے حضور علیہ السلامؐ کو ایک لشکر دیکھ کر ہی پہچان  
 لیا کہ یہ وہی شخصیت ہے جس کی پیشین گوئی تورات میں دی گئی ہے ، آپ نے فرمایا  
 کہ یہ روشن چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہو سکتا ، چنانچہ آپ انھی وقت  
 ایمان سے آئے ۔

مگر یہاں پر یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ یہ سورۃ تورات کی دور میں نازل ہوئی جبکہ  
 مذکورہ واقعہ ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں پیش آیا ، اس ضمن میں بعض فرماتے ہیں ۔  
 کہ ہو سکتا ہے کہ یہ آیت مکی دور میں نازل ہوئی ہو ، اور حضور علیہ السلامؐ نے  
 اسے مکی سورۃ میں رکھ دیا ہو کہ اس قسم کے بعض دوستانہ شواہد بھی ملتے ہیں ، تاہم  
 زیادہ مشور بات یہ ہے کہ یہ مادی کی مادی سورۃ مکی دور میں نازل ہوئی ، لہذا اس

کے مصداق عبد اللہ بن مسعود نہیں ہو سکتے۔

بعض کہتے ہیں کہ مذکورہ شہادت کا واقعہ مکہ میں ہی پیش آیا تھا جب حضور  
 علیہ السلام نے دین حق کی تبلیغ شروع کی تو اہل مکہ سخت مخالف ہو گئے اور انہوں نے  
 آپ کی رسالت کا انکار کر دیا۔ مکہ میں باہر سے بھی لوگ آتے جاتے تھے اور مکہ  
 والے بعض اوقات حضور کی رسالت کے متعلق ان سے بھی لڑتے جیتے تھے  
 چنانچہ ایک یہودی عالم کسی کام سے مکہ میں آیا تو قریش نے اُس سے دریافت  
 کیا کہ تمہارا اس مدعی نبوت کے متعلق کیا خیال ہے؟ تو اس عالم نے بتایا کہ آخری  
 نبی کی آمد کا ذکر سابقہ کتب میں موجود ہے اور قرآن بتلاتے ہیں کہ یہ وہی نبی ہیں  
 کی آمد کی پیشین گوئیوں سابقہ کتب میں موجود ہیں۔ گویا اس یہودی عالم نے آپ کی  
 رسالت کی تصدیق کر دی اور اس سے وہی شاہد سراوے جس کا یہاں ذکر کیا گیا ہے  
 بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس شاہد کا مصداق مذکور حضرت عبد اللہ بن مسعود  
 ہیں اور نہ کوئی دوسرا یہودی عالم ہے بلکہ مصداق خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جنہوں نے  
 حضور علیہ السلام کی آمد کی بشارت سنائی جیسا کہ سورۃ صف میں ہے کہ انہوں نے  
 فرمایا ہے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں، میں سابقہ  
 کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں وَصُحُفًا یُتْلٰی مِنْ  
 الْغُبُورِ اٰمَنَّا بِاٰیٰتِہٖ ۱۰ اور میں بشارت دیتا ہوں کہ میرے بعد ایک  
 عظیم الشان رسول آئے گا وہی ہے جس کا نام مسیح ہوگا۔ اس طرح گویا عیسیٰ علیہ السلام  
 نے حضور علیہ السلام کی آمد سے چند سو سال پہلے آپ کی رسالت کی تصدیق کر دی  
 اور بنی اسرائیل کے شاہد سے آپ ہی مراد ہیں۔

اللہ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے ایک شاہد۔۔۔ در تصدیق کی قاضی

اور وہ حضور علیہ السلام کی نبوت و رسالت پر ایمان لایا وَاسْتَشْجَعُوْا  
 لِمَا بَدَا لَکُمْ اَنْ تَعْلَمُوْا اَنْ تَعْلَمُوْا اَنْ تَعْلَمُوْا اَنْ تَعْلَمُوْا اَنْ تَعْلَمُوْا  
 علیہ السلام اور آپ پہنچے نازل ہوئے والی اللہ کی آخری کتاب کا انکار کر رہے ہو اس کا نام

ابن زید  
 کا نام



گواہ ہے کہ برہنہ کے اولین قسب میں غریب اور کمزیر لوگ ہی ہوتے ہیں جب کہ امرا و  
 نے اپنے غرور و تجر اور چوہر ہر ہرے کی وجہ سے اکثر انکار ہی کیا۔ وہ نہ جانتے تھے کہ اگر  
 ہم نے ہی کی ہمت کو قسبم کہہ لیا تو ہماری سیادت ختم ہو جائے گی۔ لہذا وہ اپنی ضد  
 اور عناد پر ہی اڑے گئے۔ پھر آخر میں جب کوئی بارز کار نہ رہا تو باداں بخور متا عیار  
 لڑے۔ ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا: إِنَّ الْفَقْرَ لَا يَهْدِي الْقَوَّةَ الْخَطَائِبِينَ  
 ہے شک اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والے قوم کو راہیں دکھاتا۔ ظالم شخص۔ وہ ہے جو  
 بافضل ظلم کرے۔ ہاں ہے۔ یعنی کفر و شرک کا لڑنا ہے کہ رہا ہے اور میں ترجیح دیتا  
 کے لیے بھی تیار نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت کرنے والے ہیں۔ جب وہ شخص ہم  
 ہو کر ظلم ترک کرے اور سچا وعدہ کرے کہ ہم دغا یا کام نہیں کرتے۔ وہ اچھا  
 کام تو رہا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی ظالم کو توبہ قبول کر لیتا ہے تو جبرائیل پر  
 ہدایت کا رستہ بھی واضح کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو فیصلہ ہے۔ وَأَنذَرْنَا  
فِيْنَا أَنهٖ يَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ إِنَّهُمْ لَا يَشْكُرُونَ۔ جو شخص راہ راست کے حصول  
 کے لیے محنت اور کوشش کرتا ہے، ہم اس پر ہدایت کا رستہ نکال دیتے ہیں  
 اس کے برخلاف جو شخص کفر، شرک، معصیت، ظلم و باغی پرست رہتا ہے، اس  
 کو کبھی ہدایت نصیب نہیں ہوتی اور وہ ہمیشہ گمراہ رہتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُونَا إِلَيْهِ وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ فَسَيَقُولُونَ هَذَا أَفْكٌ قَدِيمٌ ۝ وَمِن قَبْلِهِ كَتَبَ مُوسَىٰ لِأَمَامَا وَرَحْمَةً وَهَذَا كِتَابٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنذِرَ الَّذِينَ ظَلَمُوا ۖ وَيُشْرَىٰ لِلْمُحْسِنِينَ ۝ إِنَّا الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ خَالِدِينَ فِيهَا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

ترجمہ: اور ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کا شہرہ اختیار کیا، ان لوگوں سے جو ایمان لائے کہ اگر ہوگا یہ دونوں بستر تو نہ بہت کرسکتے یہ لوگ اس کی طرف ہم سے، اور جب کہ انہوں نے ہدایت نہ پائی اس کی پس وہ کہتے ہیں کہ یہ تو پوچھا گھڑا ہوا جھوٹ ہے ۝ (۱۱) مومنوں سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب پیشوائی کرنے والی تھی اور رحمت تھی۔ اور یہ کتاب قرآن تصدیق کرنے والی ہے عربی زبان میں ہے تاکہ ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا، اور غور بخیر ہے یہی کرنے والوں کے لیے ۝ (۱۲) بیشک وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر



وہ اس پر ثابت قدم ہے، پس نہیں خوف ہو گا ان پر  
اور نہ وہ ٹھکیں ہوں گے (۱۳) ہیں لوگ ہیں جہنت لئے  
ہمیشہ چپے لئے ہوں گے اس میں، بدلہ ہے ان کا  
کا ہو وہ کیا کرتے تھے (۱۴)

گذشتہ آیات میں قرآن حکیم کی تعالیت و صداقت اور اس کے وحی الہی ہونے کا  
ذکر تھا اور ساتھ ساتھ رسالت و نبوت کے متعلق شک کرنے والوں کی تردید تھی  
اللہ نے فرمایا کہ اے پیغمبر! آپ ان کفار و مشرکین سے کہہ دیں کہ میں کوئی ان کا  
اور نیا رسول تو نہیں ہوں، مجھ سے پہلے بھی اللہ کے رسول آئے ہیں اور  
میں تو سلسلہ رسالت کی آخری کڑی ہوں مجھے انکی تفصیلی حالات کا علم نہیں جو آئندہ  
زندگی میں میرے اور تمہارے ساتھ پیش آئے گا، میرا کام تو اتباع وحی  
اور تمہیں کھول کر ڈرنا ہے۔ فرمایا یاد رکھو! اگر قرآن پاک اللہ کی جانب  
سے ہو اور تمہارا اس کے منکر ہو گا! تمہاری اسرائیل میں سے ایک سمجھتا تھا کہ اس  
کی صداقت کی گواہی بھی ہے وہی ہے، وہ تو ایمان لا چکا ہے اور تم غور و فکر  
کی بنا پر انکار کر رہے ہو تو پھر جلد تمہارا کیا مشر ہو گا اور تمہارے اس تکرار کا کیا نتیجہ برآمد  
ہو گا۔ فرمایا اگر زیادتی پر اٹھتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ظالموں کو راہ راست  
سے محروم ہی رکھے گا۔

کنز  
العرفان

اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا  
اصْنُوا كَمَا يَفْعَلُ الْكَافِرُونَ ایمان لانے والوں کو کہا کہ خلیفہ مابیننا  
الکینہ اگر دین اسلام واقعی بہتر ہے تو یہ دین عرب و عجم اس کو اختیار کرنے میں  
ہم سے بیعت نہ لے جاتے اس کی طرف جب مشرک اور کافر لوگ دیکھتے کہ  
چند نادار لوگ، کچھ غلام اور لونڈیاں اور کچھ مفلس و احمال لوگ ایمان سے بہرہ ور  
ہو رہے ہیں تو کہتے کہ اگر اسلام سچا دین ہو تو یہ کمزور قسم کے لوگ اختیار نہ کئے  
بلکہ ہم صاحب حیثیت لوگ اس کی طرف مائل ہوتے۔ وہ اپنے زعم و اطمینان کے مطابق

یہ سمجھتے تھے کہ جس طرح ہم اس دنیا میں خوشحالی ہیں، ہمارے پاس مافی الدونست اور  
کوٹھیاں، کاریں اور نوکر چاکر ہیں، اسی طرح قیامت کو بھی ہم ہر طرح سے رغبت و ہوس  
لگے اور جس تمام آسائشیں وہاں بھی مستر ہوں گی، جب کہ یہ غریب عباد لوگ وہاں بھی  
اسی کمزور حالت میں ہوں گے۔ اس لحاظ سے وہ کہتے کہ اگر آخرت کا کوئی جہان ہے  
اور وہاں آرام و آسائش کی ضرورت ہے جو دین اسلام اختیار کرنے سے حاصل  
ہو سکتی ہے تو پھر ہم اس دین کو اختیار کرنے میں پہل کرتے نہ کہ یہ غریب بوزار  
لوگ، ابو جہل کی ایک لڑخی ضمیر و ذکر اللہ نے ایمان کی دولت نصیب فرمائی تو  
مشرک لوگ کہنے لگے کہ اگر اسلام ایسے ہی حقیر لوگوں کا حصہ ہے تو پھر ہم اس  
سے باز آئے۔ ایسے اسلام کو قبول کر کے ہم کیا بٹھو گے؟ بہر حال اللہ نے فرمایا  
کہ اے رسول اللہ! یہ زعم وطل تھا اور اسی کی بنا پر وہ ہدایت سے محروم رہے۔

فَرَمَا قَدْ أَذْكَرَ بَهْتًا وَأَبْهَدًا عَرَبِ انْفُسَ يَوْمَ يَأْتِيَتْ ذِيَانِي -  
فَسَبَّوْا لَوْنًا هَذَا أَفْذَكَ قَدْ يَنْتَحِرُ كُنْهَ لَكِ كَرِيهًا تَوْبًا لَكُمُ الْبَحْرُ  
ہے لو کہ پہلے ہی اسی طرح کی باتیں کیا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کی طرف سے  
نہی بھیجتا ہے جو انہیں تبلیغ دین کرتے ہیں، پھر ایک وقت آئے گا، جس  
قیامت پیدا ہوگی، تمام مردے زندہ ہو جائیں گے، جنہوں نے علی کی منزل آئے گی اور  
پھر دوزخ اور جہنم کے متعلق فیصلے ہوں گے، ایسی ہی باتیں یہ بھی کرتے ہیں  
مگر ہم نے تو آج تک کسی کو زندہ ہوتے نہیں دیکھا، نہ جہنم کی مثال کی منزل آئی  
ہے اور نہ ہی کسی نے جہنم اور دوزخ کو دیکھا ہے، یہ سب من گھڑت جھوٹ  
ہے، فخر و یا شرف، اللہ نے ان باطل خیالات کا رد فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی کہ دنیا کا مال  
و دولت یا جاہ و اقتدار ہر کسی شخص کے ہر لحاظ سے بہتر ہونے کی دلیل نہیں بلکہ  
بہتری کی دلیل ایمان، توحید، اخلاق اور فکر کی پاکیزگی ہے جو یہ چیزیں حاصل ہونے  
و و انشاء اللہ کامیاب ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ بعض اوقات نظام بنی طور پر اچھے حال  
دلوں کو بھی غلام و یا ہے مگر یہ ان کے بہتر ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ دینی قدر



دار و مدار ایمان اپنی اور اعمال صالحہ پر ہی ہے۔ حضور علیہ السلام کے اولین جان نثار  
اکثر کمزور لوگ تھے مگر وہ ایمان میں پختہ تھے، ایمان، اخلاق اور اعمال نیک میں پختہ  
ہوئے تھے اور یہ لوگ بعد میں گئے والوں کے لئے نمونہ بنتے۔

حقیقت کی  
تعریف

امام ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اقل حجت واجبہ کا عقیدہ یہ ہے۔  
كل فعل وقول لم يثبت حجة ثابتة عليه انه هو بدنه یعنی  
ہر وہ فعل یا قول جو صحابہ کرامؓ سے ثابت نہ ہو وہ بدعت ہے، اگر یہ کوئی ایسی  
چیز ہوتی تو صحابہ کرامؓ اس میں ضرور حجت کرتے کیونکہ اسلام بیتوں کو خصلہ  
من خصال خیر الا وقد یادروا الیہا بتری کی کوئی حجت ایسی  
نہیں جس کی طرف صحابہؓ نے حجت نہ کی ہو۔ لہذا بعد کی تمام دین میں ایجاد شدہ چیزیں  
بدعت میں شمار ہوتی ہیں۔

امام ابو داؤد نے سنن ابو داؤد کی کتاب السنن میں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا  
واقعہ نقل کیا ہے۔ آپ کے متعلق حضرت ساک بن حربؒ تابعی کا بیان ہے کہ آپ  
کا شمار خلفائے راشدین میں ہوتا ہے۔ پہلے چار خلفائے راشدین یعنی حضرت ابو بکر  
صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ تو معروف ہیں مگر حضرت  
عمر بن عبد العزیزؒ اس لحاظ سے ان میں شامل ہیں کہ آپ کی خلافت بھی خلفائے  
راشدین کے نمونہ کے عین مطابق تھی۔ بہر حال حضرت ساکؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک  
شخص نے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے سب سے تقدیر کے مسئلہ پر بحث کی تو آپ  
نے فرمایا کہ بیانی! ایسی بات مت کرو جو صحابہ کرامؓ کے نزدیک صحیح نہیں ہے  
آپ نے یہ بھی فرمایا فَاَوْفُوا بِعَهْدِكُمْ مَا رَضِيَ بِعَهْدِ الْقَوْمِ جَمِيعًا  
ہاں یہ کراہتم انہی تھے تم ہی اُنہی پر راضی ہو باذلَا تَهْتُمُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَقِفُوا وَيَصْرِ  
نَافِدِ كَفُّوا وَلَهُمْ عَلَىٰ كَثْفِ الْأُمُورِ كَانُوا أَهْلًا كَيْفَ كَرِهَ لَكُمْ  
علم پر مطلع تھے۔ یعنی اُن کا علم گرا اور سمجھ تھا۔ انہوں نے براہ راست شکوہ نبوت  
کے تعین پر اپنی تھی۔ بعد والوں کا علم صحابہؓ کے علم کو نہیں پہنچ سکتا، اور اُن کی ہدایت

بڑی نافذ تھی اور وہ مشکل امور کو کھولنے میں بڑے طاقتور تھے۔ یعنی مشکل مسائل کے حل کرنے کا انہیں فکر حاصل تھا۔ اور جو فضیلت ان میں پائی جاتی تھی وہ اس کے بہت زیادہ لائق تھے۔

حضرت غلام بن عبد العزیز نے یہ بھی فرمایا کہ اگر صحابہ کرام کی باتیں ہدایت ہیں اور تمہاری یہ ایجاد کروہ باتیں ہدایت نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی نسبت تم نے بہتری کی طرف سبقت کی ہے۔ اور اس آیت کی روح سے تمہارا دلوں نے درست نہیں ہے کیونکہ بہتری کی طرف سبقت کرنے والے صحابہ کرام تھے۔ تاکہ تم فرمایا کہ اگر تم یہ استدلال پیش کرو کہ صحابہ کرام کے بعد بہت سے مسائل پیدا ہوئے ہیں تو یہ سننے والے مسائل نے کھلنے والے بھی وہی لوگ ہیں جو صحابہ کرام کے راستے پر نہیں چلے بلکہ انہوں نے غیر سیدیل المرسلین یعنی مؤمنوں کے علاوہ دوسرے راستے کا اتباع کیا ہے جو کہ ان کا خود ساختہ راستہ ہے۔ فرمایا بہتری میں سبقت کرنے والے صحابہ کرام ہی تھے، جو کچھ انہوں نے کلام کیا ہے۔ اس میں کفایت تھی اور جو کچھ انہوں نے بیان کیا ہے اس میں شفاعتی اور جو شخص ان سے درے ہے ہے گا۔ اس میں تفریط ہوگی اور جو ان سے آگے نکلے گا، وہ افراط اور غلو میں پڑ جائے گا۔ کیونکہ صراط مستقیم پر صحابہ کرام ہی تھے۔ اَنَّهُمْ عَلٰی هَدًی مُسْتَقِیْمٍ وہ یہی ہدایت پر تھے۔ گویا صحابہ کرام بعد میں آنے والوں کے لیے معیار قرار پائے الغرض! مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ وہ کافر اور مشرک غلطی پر ہیں۔ جو اہل ایمان کو اپنے آپ سے کم تر سمجھتے ہیں اور اپنی حالت کو بہتر جانتے ہیں۔ یہ لوگ قرآن کی اس آیت کے خلاف کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ کے نزدیک اہل ایمان ہی بہتری کی طرف سبقت کرتے ہیں۔ نزول قرآن کے زمانہ کے کفار و مشرکین بھی اپنی اسی بہت و صبری کی وجہ سے ہلاک ہوئے اور جو لوگ آج بدعات مانجے کہ صحابہ کرام سے سبقت کرنا چاہتے ہیں۔ وہ بھی مابعد مشرکین کے نقش قدم پر چل رہے ہیں جو اپنے فاسد عقائد و اعمال کو ہی بہتر سمجھتے ہیں۔



قرآن کی  
حقیقت

ارشاد ہوا ہے: وَكَيْفَ يُقَرِّبُ كِتَابَ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَبُّهُ اسَٰمُ الْقُرْآنِ سے  
پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قرآن کا عطا فرمائی جو پیشوا اور رحمت تھی۔  
ہر آسمانی کتاب رحمت کی راہنمائی کرنے والی ہوتی ہے اور اپنے ماننے والوں کے لیے  
رحمت کا باعث بنتی ہے۔ یہی صفات اللہ کی آئندہ کتاب قرآن پاک میں بھی پائی  
جاتی ہیں۔ اور پھر اس کی ایک اضافی صفت یہ ہے کہ اَلْكِتَابُ مَقْصُودٌ  
کہ یہ سابقہ کتب کی تصدیق کنندہ ہے۔ قرآن پاک سابقہ کتب کا وہ یہ زبور اور ان  
اور انجیل کی حقیقت کی تصدیق کرتا ہے کہ یہ کتابیں اپنے اپنے ارباب میں خود لوگوں  
کی ہدایت کے لیے نازل ہوئیں۔ اسی طرح ان کتب سابقہ کے حاملین انبیاء اور  
دیگر تمام انبیاء بھی لوگوں کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوئے۔ فرمایا اَلَا عَرَبِيًّا  
اللہ نے یہ کتاب عربی زبان میں نازل فرمائی ہے کیونکہ نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ  
والسلام اور آپ کی قوم کی زبان عربی ہے اور اس قرآن کے نزول کا ایک مقصد  
یہ ہے لِيُذَكِّرَ الَّذِينَ ظَلَمُوا اَنَّهُمْ يَلْعَنُونَ والوں کو ڈرسانے۔  
ظلم میں سب سے پہلے کفر اور شرک آتے ہیں۔ پھر کابو، بغاوت اور برائی کے دیگر کام  
ہیں۔ تو اگر قرآن پھر ہر بڑے عقیدے اور بڑے افعالِ انہماک میں والوں کو ان کے  
انہماک سے ڈراتا ہے۔ اور پھر یہ نہیں بلکہ وَكَثْرًا مِّنَ الْمُحْسِنِينَ اللہ کا یہ ظلم  
نیکی کرنے والوں کو ان کے اچھے انجام کی خوشخبری ہی دیتا ہے۔ جو شخص ایمان قبول  
کرنے کی کارِ راست اختیار کرے گا۔ اپنی فکر کو صحیح بنائے گا، خالص توحید کا قائل  
ہوگا، کفر، شرک اور نفاق سے بیزار ہوگا۔ اس کے لیے خوشخبری ہے اَنِّیْ لَآتِيَنَّ  
قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ دیوئیں۔ ۲۰ کہ ایسے لوگوں کے لیے اللہ کے ہاں  
سمائی کوپا ہے۔ نیز فرمایا فَمَقْعَدُ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِكٍ مَّقْصُودٍ  
والغیر۔ ۵۵ اللہ تعالیٰ کے ہاں اُن کے بیٹھنے کے لیے عزت کے مقام ہوں گے  
اللہ تعالیٰ کی خاص مدد پائی اُن کے شاملِ برکت۔ یہ قرآن کی حقیقت بھی ہو گئی۔

توحید پر  
نہایت توجہ

اس کے بعد اللہ نے استقامت علی الدین کا مشکل مسئلہ بیان فرمایا ہے۔



اِنَّ الْاٰدِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ نَحْنُ نَحْمِلُ وِیْلَہٗ لَکُمۡ کَیۡدَہٗمۡ وَہُمۡ یُکۡذِبُوۡنَ  
 ہم اُنکی تو یہ کہہ رہے ہیں، اس کے سوا نہ کوئی خالق ہے، نہ مالک، نہ عظیم علی  
 نہ قادر علیٰ خلق، وہی ہر چیز کو بدترین حد کمال تک پہنچاتا ہے، مطلب یہ کہ جنہوں نے  
 اللہ تعالیٰ کی توحید اور اُن کی ربوبیت کا انکار کیا، اللہ تعالیٰ نے انہیں پھر وہ  
 اس پر ثابت قدم رہے، استقامت کا ذکر پچھلی سورتوں میں بھی گزر چکا ہے۔  
 حضور علیہ السلام کو بھی یہ حکم ہوا وَاسْتَقِمْ کَمَا اُمِرْتَ بِالْاٰیۃِ  
 کہ آپ اور آپ کے پیروکار بھی اللہ کے حکم کے مطابق مستقیم رہیں، شیخ عبد العزیز  
 مبدائی فرماتے ہیں اطلبوا الاستقامۃ ولا تظنوا انکم اقامتم  
 تلاش کرو نہ کہ کرامتیں ڈھونڈتے پھر، اکثر لوگ ڈالوں ڈھول بہتے ہیں، ذرا ذرا سی  
 بہت پر پھسل جاتے ہیں، شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں یا یہ دعائے کر اپنا بیٹے ہیں، عمری  
 کی بات پر ایمان لے لیتے ہیں اور اس کے بارے میں دنیا کی حقیر متاع خرید  
 لیتے ہیں، اسی سبب اللہ نے فرمایا کہ دین میں استقامت اختیار کرو اور بہت  
 دیر۔ ایک صحابی نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ مجھے کوئی مختصر سادہ بتا دیں  
 جو میرے لیے کافی ہو، فرمایا قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ عَلَیْہِ کَیۡدَہُمۡ  
 میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر ثابت قدم رہو۔

فرمایا بن لوگوں نے کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اُن پر مستقیم رہے۔  
 فَلَا خَوْفَ عَلَیْہُمْ لِیۡسَ لَہُمۡ لَکُمۡ پَر کوئی خوف نہیں ہوگا، یعنی اگلے جہاں کی  
 دائمی زندگی کے متعلق وہ مطمئن ہوں گے اور وہ کسی ڈراؤم خوف میں مبتلا نہیں ہوں  
 گے۔ اللہ ان کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے گا وَلَا تَحْزَنُوۡنَ اور نہ  
 ہی انہیں گزشتہ زندگی کے متعلق کوئی غم لاحق ہوگا کہ انہوں نے اپنے متعلق فرمایا  
 اور زندگی جیسی قیمتی چیز کو بے پرواہی میں گنوا دیا۔ بہر حال خوف اُن کے لئے رہا  
 ان کے متعلق ہوتا ہے اور نہ سابقہ دور کی غلط کارکردگی پر ہوتا ہے۔ اللہ نے مسخر فرمایا  
 کہ دین پر استقامت رکھنے والوں کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے



”فصل فی الصلوٰۃ والسلام“ کا فرمان مبارک ہے کہ ایک دو ر آیا آٹے کا کدوین پر  
 چھنا اس قدر دھواڑ ہو جائے کہ جیسے چلتے ہوئے کڑیوں کو ہاتھ میں پکڑنا۔ کچھ دیکھ  
 میں دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ بہ طرقت عربی، قریش، لہو و لعب، بدعنامی، فحش کھانے  
 اور بھڑکیں جیسی برفوں میں، بڑے عقائد، بڑے فلسفے، بدعات، کفر اور شرک کی پہاڑ  
 ہے، پتلی آرب کی گاروں میں سے ایک آرب بھی اہل ایمان نہیں ہیں گئے تہ ہند  
 جنہوں نے ہمارے تہذیب و دین اس قدر اور پھیرا کہ پر استقامت اختیار کی،  
 ان کے متعلق فرمایا اولئک اصحاب النور یہ لوگ جنت میں خلدیں  
 فیہ کادہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہاں سے کبھی نہ اپنے نصیب جانیں گے اور نہ  
 ہی ان کے انعامات میں کمی واقع ہوگی۔ جنتہم سماکات ان کے کھانے  
 یہ ان کے ٹیک اسمان کا بدلہ ہوگا۔ فقد وفوا دے گا، نہ میں تمہاری شوق کریموں کو  
 بھی زیادہ اچھڑاتا ہے۔ تو استقامت علی الدین اختیار کرتے والوں کا بدلہ ہمیشہ  
 کی جنت ہوگا، جہاں انہیں بہ طرقت کی نعمتیں بہتر ہوں گی جو کہ دائمی ہونگی۔

وَوَضَّيْنَا لِلْإِنْسَانِ بِوَالِدَيْهِ إِحْلَاءَ حَمَلَتِهِ أُمَّةً  
 كُرْهًا وَوَضَعْتَهُ كُرْهًا وَحَمَلَهُ وَفَضَلَهُ ثَلَاثُونَ  
 شَهْرًا حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً  
 قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ  
 عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ  
 لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبِّتُ إِلَيْكَ وَإِلَىٰ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ⑤  
 أُولَٰئِكَ الَّذِينَ نَقَبَلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا  
 وَنَجَّوْهُمْ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ وَعَدَ  
 الصَّدَقِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ⑥

ترجمہ :- اور ہم نے تاکید حکم دیا انسان کو اس کے  
 والدین کے مشاقق نیکی کرنے کا اٹھایا ہے اس کو اس  
 کی ماں نے تکلیف اٹھا کر اور جانتا ہے اس کو تکلیف  
 ہے۔ اور اس کا تعلق اور دودھ پیٹنا، تیس سال تک سے  
 یہاں تک کہ جب وہ بچی گیا اپنی قوت کو، اور بچی  
 گیا پانچ سال تک تو اس نے کہا۔ اے میرے پروردگار  
 میرے لئے جس میں کرشمے کہ میں شکر ادا کروں تیری نعمت  
 کا جو تو نے مجھ پر انعام کیا، اور میرے ماں باپ پر بھی۔



اور یہ کہ میں ایسا نیک عمل کروں جسے تو پسند فرمائے۔ اور  
درست کر دے میرے لیے میری اولاد کو۔ بیشک میں  
توبہ کرتا ہوں تیرے سامنے۔ اور بیشک میں قرآن پڑھ کر  
کرنے والوں میں سے ہوں ⑤ میں لوگ ہیں کہ ہم قبول  
کرتے ہیں اُن سے اُن کے وہ بہتر کام جو انہوں نے انجام  
دیے۔ اور ہم وہ گنہگار کرتے ہیں اُن کی برائیوں سے۔ یہ ہیں  
جنت والوں میں۔ یہ وعدہ ہے سچا جو ان سے کیا جاتا ہے ⑥

سورۃ کی ابتدا میں قرآن کریم کا رمی الہی اور بحق ہونا بیان ہوا۔ پھر رسالت کا  
ذکر ہوا اور اللہ نے مسکین قرآن اور متحرین رسالت کا توفیق دیا۔ اس طرح اللہ نے  
دین کے بنیادی اصول بیان فرمائے۔ گزشتہ آیات میں رسالت کے ضمن میں گزشتہ جگہ  
ہے قُلْ مَا كُنْتُ بِذِي عِلْمٍ التَّوْحِيدِ آیت ۱۰۹ کے پیچھے! آپ ان  
سے کہہ دیں کہ میں کوئی نیا یا نیا رسول نہیں ہوں۔ بلکہ اللہ کے رسول پہلے بھی  
آتے رہے ہیں۔ اور وہ بھی اللہ کا پیغام سناتے رہے ہیں۔ میں بھی اُنسی سلسلہ نبوت  
کی آخری کڑی ہوں۔ توحید کے مسئلے میں اللہ نے عقلی اور نقلی دلائل کا ذکر نہ صرف  
اس سورۃ مبارکہ میں کیا ہے بلکہ تمام حواصیہ سب میں اس مسئلہ پر تفصیل کے ساتھ روشنی  
ڈالی گئی ہے اور شرک کا واضح الفاظ میں رد کیا گیا ہے۔ گزشتہ درس میں استقامت  
علی الدین کا خصوصی تذکرہ ہوا، اللہ نے استقامت اختیار کرنے والے لوگوں کی  
تعریف فرمائی ہے اور اُن کو بھلائی دی ہے کہ انہیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ  
نجان پہن گئے۔ بلکہ وہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور یہ انعام اُن کے اُن اعمال کا  
بدلہ ہوگا۔ جو وہ دنیا کی زندگی میں انجام دیتے تھے۔

حقوق اللہ اور  
حقوق العباد

ایمان اور استقامت اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور اسے اختیار کرنا بندے کے لیے  
ضروری ہے۔ انسانی سرساخت میں حقوق العباد کے ضمن میں والدین سے حسن سلوک سب  
سے پہلا حق ہے اور آج کے درس میں اللہ تعالیٰ نے والدین سے متعلق بہت سی

بہترین بیان فرمائی ہیں۔ یہ کسی انسان کی سعادت کی علامت ہے کہ وہ حقوق انسان اور حقوق العباد کو رکھتا ہے۔ جو انسان یہ حقوق ادا کرتے ہیں وہ سعادت مند شمار ہوتے ہیں اور جو اس سے اعراض پرستے ہیں وہ شقی یا بد بخت کہلاتے ہیں۔ آج کے درس میں سعادت مند انسانوں کا تذکرہ ہے اور پھر آگے ان بد بخت لوگوں کا ذکر بھی آ رہا ہے جو دین کے ساتھ احسان کرنے کی بجائے ان کی جسمانی اور ذہنی گرفت کا باعث بنتے ہیں۔

والدین کے  
ساتھ حسن سلوک

ارشاد ہوتا ہے **وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا** اور چھٹے انسان کو اس کے والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا تاکید کی حکم دیا ہے۔ وصیت کا معنی نوکر حتم ہوتا ہے اور یہ عام طور پر وفات کے وقت کی جاتی ہے کیونکہ وہ نہایت ہی اہم فیصلہ ہوتا ہے **سورة النساء** میں وصیت کے متعلق تفصیلی احکام موجود ہیں مثلاً **وَالَّذِينَ يَخُوفُونَ نُفُوسَهُمْ** یعنی ان لوگوں کے متعلق اللہ نے فرمایا **يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلرَّجُلِ النِّسَابُ وَلِلنِّسَابِ النِّسَابُ** (آیت ۱۱) یعنی اگر تم تمہیں اولاد کے بارے میں تاکید کی حکم دیتا ہے اور پھر آگے اولاد اور دیگر رشتہ داروں کے حصص کا تقدر فرمایا کہ ہر حصہ کو اس قدر حق ادا کرو مگر میں نے بعد وصیت کے **يُوصِي بِلَهُمَا يُدْفِنُ بِهِمَا** (آیت ۱۲) مگر اس وصیت کو پورا کرنے کے بعد جو مرنے والا کہ جائے یا اس قبر میں کی لڑائی کے بعد جو مرنے والے کے لئے رہ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر اہل ایمان کو یہ حق دیا ہے کہ وہ مرنے سے پہلے اپنے مال میں سے زیادہ سے زیادہ ایک انسانی کے برابر ورثہ کے علاوہ دوسروں کے حق میں وصیت کر سکتا ہے مذکورہ آیت میں ایسی ہی کسی نہ وصیت کی تکمیل کا ذکر ہے کہ پہلے وصیت پوری کر دے قرآن ادا کر دے اور پھر باقی ماندہ مال آیت کے حق داروں کو تقسیم کر دے۔ ہر حال اللہ تعالیٰ سناں واپس کے ساتھ حسن سلوک کا تاکید کی حکم دیا ہے۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم **سورة بقرہ**، **سورة لقمان** اور دوسری سورتوں میں بھی آیا ہے مثلاً **سورة بنی اسرائیل** میں ارشاد فرمایا ہے **وَقَضَىٰ رَبِّيَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا آيَاہُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا** (آیت ۲۳) تیرے پروردگار نے





کی نسبت ماں کا حق زیادہ ہے گو یہ خدمت ماں کی زیادہ کرنے کی چاہیے، البتہ باپ  
 احترام باپ کا زیادہ ہونا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَلِلّٰهِ حُكْمٌ  
 عَلَيْنٰھِمْ ذَرْجَعًا ذَا بَقْعَةٍ - ۲۲۸ کہ مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ نشیمنست  
 حاصل ہے، اور یہاں پر اللہ نے عورت کے حق میں یہ دین بھی بیان فرمائی ہے  
 کہ وہ اولاد کی پرورش کے سلسلے میں بہت تکلیف اٹھاتی ہے، بلکہ بعض اوقات  
 کہ عورتیں بچے کے دوران فوت بھی ہو جاتی ہیں، جہاں تک بچے کی پرورش کا تعلق  
 ہے تو یہ بھی ایک کٹھن کام ہے، جانوروں کے بچوں کی پرورش انسان کے بچے کی  
 نسبت بہت آسان ہے اُن میں سے اکثر پرورش کے فوراً بعد ہی کسی حد تک خود  
 کافی ہو جاتے ہیں اور اگر ضرورت ہو تو والدین اور مائیں لگتے ہیں، وہ خود پینے والے  
 بچے کو کھاتے پیتے ماں کے تھنوں تک پہنچ جاتے ہیں اور وہ خود پینے لگتے ہیں  
 اور ساتھ ساتھ کھانسی وغیرہ کو بھی منہ مانے لگتے ہیں، جب کہ بچوں کے پاؤں کو  
 اتھاڑتے ہی اپنی خوراک جیرونی ذرائع سے حاصل کرنی پڑتی ہے اور وہ پرورش  
 کے فوراً بعد خود بخود دانہ دیا چکے لگتے ہیں، اس کے برخلاف انسان کے تعلق  
 اللہ کا فرمان ہے وَخَلَقَ الْاِنْسَانَ ضَعِیْفًا (النساء - ۲۸) یعنی انسانی مخلوق  
 پیدا کیا گیا ہے، انسانی بچہ ماں کے دودھ تک بھی خود بخود نہیں پہنچ سکتا، بلکہ اسے  
 دودھ کی ضرورت ہوتی ہے، اسے زیادہ سے زیادہ دو سال تک ماں کے دودھ  
 پر گزارنا پڑتا ہے اور یہ جان کر کہیں وہ عام غذا کھانے کے قابل ہو جائے، اس بات  
 پر بھی غور کرنا ہے، دوسروں کا بچہ ہوتا ہے اور اس کی پرورش کے لیے ماں کو بڑی محنت  
 کرنا پڑتی ہے، بچے کو دہانے دھلانے، کپڑے بدھنے، شورنگ کا بندوبست کرنے  
 سر دی گھومی سے بچانے اور بیماری میں علانی معالجہ کرنے والے بڑے مشکل اور جہد  
 کا صواب چن کر ایک ماں ہی انجام دے سکتی ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں پر باپ  
 کا ذکر ایک دفعہ اور ان کا یہی ذکر کیا ہے اور حضور علیہ السلام نے بھی ماں کی خدمت  
 پر زیادہ زور دیا ہے۔



محل رضاعت  
کی مدت

محل اور وقت محل کے تکلیف دو مراحل کا ذکر کرنے کے بعد اللہ نے محل اور رضاعت کی مدت کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے **وَمَوْلَاكُمْ فَطْلَانُ** **مَلَكُونِ شَهْرًا** بچے کے محل اور اس کے دورہ چھڑنے کی مدت تیس ماہ ہے **سَرَرَةُ** بقرہ میں رضاعت کی مدت کے تعلق فرمایا **وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَ بِنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُنْشِئَ الرِّضَاعَ** (احکیت ۲۳۲) اور عام میں اپنے بچوں کو پڑنے دو سال تک دورہ پڑائیں یہ اس تحریر کا یہ ہے جو پوری مدت تک دورہ پلونا چاہیے۔ چنانچہ چھ ماہ اور اس کا سر تک یہی ہے کہ رضاعت کی مدت دو سال تک ہے۔ اس لحاظ سے محل کی کم از کم مدت چھ ماہ بنتی ہے اور اس آیت کے مطابق محل اور رضاعت کی کل مدت رضاعت یعنی تیس ماہ بن جاتی ہے۔ انسان کا بچہ عام طور پر نو ماہ میں پیدا ہوتا ہے بعض اوقات مدت محل چھ ماہ سات اور آٹھ ماہ بھی ہوتی ہے، تاہم کم از کم مدت محل چھ ماہ ہے۔ ایرانی حکیم جالینوس کے پاس میں مشور ہے کہ اس نے کہا کہ میں مدت محل کے تعلق بڑا فائدہ تھا کہ اس کی کم از کم مقدار کیا ہے، پھر میں نے ایک ایسا کیس بھی دیکھا جس میں بچہ ایک سو چھ ماہ میں پیدا ہو گیا جو کہ چھ ماہ اور چار دن بنتے ہیں اسلامی دور کے پچھلی صدی کے عظیم منطقی اور طبیب ابو علی ابن سینا نے بھی اپنی کتاب شفا میں لکھا ہے کہ اس کے تجربات کے مطابق محل کی کم از کم مدت ۱۸ دن ہے۔ غرضیکہ اگر محل کی اقل مدت چھ ماہ تصور کی جائے تو نہایت زیر و رس کے مطابق رضاعت کی مدت دو سال بنتی ہے۔ اور اگر محل کی مدت نو ماہ شمار کی جائے تو پھر رضاعت ۲۱ ماہ میں مکمل ہو جاتی ہے۔ البتہ ارشاد قرآن کے مطابق باپ کی رضا مندی سے رضاعت کی مدت کو دو سال تک بڑھایا جاسکتا ہے۔ جہاں تک رضاعت کی کم از کم مدت کا تعلق ہے تو اس کے لیے کوئی حد مقرر نہیں ہے، والدین کی اپنی مرضی اور حالات کے کے مطابق بچے کا دورہ چھ ماہ میں چھڑایا جاسکتا ہے۔ تاہم رضاعت کی



زیادہ سے زیادہ مدت امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ وغیرہم کے نزدیک دو سال ہی ہے۔ البتہ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مدت رضاعت اڑھائی سال تک ہے۔ اس کی توجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ بعض بچے کمزور ہوتے ہیں اور ماں کے دودھ کے علاوہ کوئی دوسری غذا استعمال نہیں کر سکتے، اس لیے مدت رضاعت میں اڑھائی سال تک توسیع کی جاسکتی ہے۔ رضاعت کی مدت کے ساتھ بعض دیگر مسائل بھی متفرع ہوتے ہیں مثلاً یہ کہ اس مدت کے بعد بچے کو دودھ پلانا حرام ہو جاتا ہے۔ نیز اس مدت کے بعد اگر بچہ غیر ماں کا دودھ پیئے تو اس سے نہ تو وہ رضاعی ماں بنتی ہے اور نہ اس عورت کی اولاد اس بچے کے رضاعی بہن بھائی بنتے ہیں جس سے نکاح کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ اسی لیے امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ مدت رضاعت کے تعین میں احتیاط کی ضرورت ہے اور اسی بناء پر وہ اس مدت کی اڑھائی سال تک توسیع کے قائل ہیں۔

بعض فقہائے کرام اس آیت کہ یہ سے یہ اخذ کرتے ہیں کہ حمل اور رضاعت دو الگ الگ مسائل ہیں اور ان کی خبر ایک ہے۔ یعنی تیس ماہ۔ اس لحاظ سے یہ حضرات فرماتے ہیں کہ حمل کی مدت بھی تیس ماہ اور رضاعت کی مدت بھی تیس ماہ تک ہو سکتی ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ سورۃ بقرہ والی آیت میں رضاعت کی انتہائی مدت تو دو سال بیان کی گئی ہے مگر اس کی اقل (کم از کم) مدت کا تعین نہیں کیا گیا۔ اور اس آیت زبیر درس کے مطابق تیس ماہ سے دو سال رضاعت کے نکال کر حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ بنتی ہے مگر حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اسی لیے چھ ماہ کی مدت میں پیدا ہونے والے بچے کو شرعی بچہ تصور کیا گیا ہے۔ اس سے کم مدت کے حمل والا بچہ جائز بچہ تصور نہیں ہوتا۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں ایک شخص کے ہاں نکاح کے بعد چھ ماہ میں بچہ پیدا ہو گیا تو آپ نے اسے غیر شرعی قرار دیتے ہوئے اس کی ماں کو سزا دینا چاہی تو حضرت علیؓ اور بعض دیگر صحابہ کرامؓ نے مشورہ دیا کہ آیت زبیر درس کی رو سے چھ ماہ کے حمل کا بچہ جائز تصور ہوگا کیونکہ



ہیں آیت کے مطابق حل کی گمراہی نہ ہو سکتی ہے ۔

جہاں ایک حل کی زیادہ سے زیادہ مدت کا تعلق ہے ترجیحاً اگر میں نے عرض کیا، شہادت سے اس کی کوئی قید نہیں لگائی۔ اگرچہ عام طور پر بچہ نماز میں پیرا ہو جاتا ہے مگر ایسے کسی بھی مشاہدے سے اس کے اس میں مدت حل بہت زیادہ ہوتی ہے ۔

مثلاً جنس بہت قریب اور بعض بار سال حل کے بعد پیدا ہونے ۔ بعض بچے طویل عرصہ تک ماں کے پیٹ میں رہتے کہ ان کے رشتہ بھی وہیں نکلتے ہیں ۔

کے مشہور حکیم لاہوری کے متعلق مشہور ہے کہ وہ انسانی سال ایک ماں کے پیٹ میں رہا ۔

تاہم ایسے کسی بہت ہی شاذ ہوتے ہیں ۔ حل کی عمومی مدت نو ماہ ہے جو کہ ان کے بچہ ماہ ہو سکتی ہے اور زیادہ سے زیادہ کچھ تعین نہیں کیا جا سکتا ۔ اس قسم کی مستثنیات دوسری طرف بھی پائی جاتی ہیں ۔ مثلاً عام طور پر ایک حمل میں ایک ہی بچہ پیدا ہوتا ہے مگر ہم روزمرہ مشاہدے سے دو دو، تین تین اور چار چار بچے پیدا ہوتے بھی دیکھتے ہیں ۔

۱۹۵۰ء میں دکن کے صوبہ قندھار میں ایک کسان کے ہاں ایک حل آٹھ بچے پیدا ہوئے ۔ ہماری تفسیری کتابوں میں قاضی قدوسی کے ہاں ایک حمل سبچوں کی پیداوار کا ذکر بھی ملتا ہے ۔ بعض سفیرین کہہ رہے ہیں کہ ایسا ممکن ہے کہ

نزدیک اس مقام پر حل سے مراد پیٹ کا حمل نہیں بلکہ اس حمل سے مراد پیداوار کے بعد گرو میں اٹھانا ہے جو تیس ماہ تک ہو سکتا ہے ۔ دائرہ اعلم بہر حال ہمارے فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ احتیاطاً اس میں بہت کچھ کی رضاعت اطمینانی سال تک تسلیم کی جائے

انصافیت  
کی حیثیت

بچے کی پیداوار اور رضاعت کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کی حلالی اور نجاست کی غرض سے پچھلے کا ذکر کیا ہے کہ اس وقت ایک سعادت منہ کس ذکر پر ملتا ہے ۔ ارشاد ہوتا ہے حتیٰ اذا بلغ أشده فہاں تک جب انسان اپنی قوت کو پہنچ جاتا ہے ۔ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً اور وہ اپنی عمر کے چالیس سال پر تک پہنچتا ہے یعنی جب اس کے قوائے ظاہر و باطن میں رجحان



جسمانی طور پر بھی وہ خوب طاقتور ہو جاتا ہے اور اس کی عقل، فہم اور اوراک کو بھی جلا ملتی ہے۔ اس بات کی تصدیق تاریخِ انبیاء سے بھی ہوتی ہے کہ انسانیت کی تکمیل عام طور پر چالیس سال میں ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ اور یحییٰ علیہما السلام کے علاوہ باقی عام انبیاء علیہم السلام کو چالیس سال کی عمر میں نبوت عطا ہوئی۔ خود حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی عمر کو پہنچ کر اس منصبِ جلیل پر فائز ہوئے اور آپ کی طرف وحی آنا شروع ہوئی۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ اگر کوئی شخص پختگی کی اس عمر تک پہنچ کر بھی تعصیت سے باز نہیں آتا اور گناہوں سے توبہ نہیں کرتا تو شیطان ایسے شخص کے منہ پر ہاتھ پھیر کر کہتا ہے کہ یہ چہرہ اچھا ہے، گویا ایسے شخص پر شیطانی اثرات غالب آجاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ چالیس سال کی عمر تک پہنچنے پر جس شخص کی خیر اس کے شر پر غالب نہ آئے، اس کو جہنم کی تیاری کرنا چاہیے۔

آیت کے اگلے حصہ میں ایک سعادت مند آدمی کی دعا کا ذکر آ رہا ہے جس نے والدین کی خدمت کر کے یہ سعادت مندی حاصل کی۔ ایسے شخص نے چالیس سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد اپنے پروردگار کے حضور اس طرح دعا کی قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ کہنے لگا اے میرے پروردگار مجھے توفیق دے دے یعنی میری قسمت میں کر دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکریہ ادا کر سکوں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی۔ اس نعمت میں تمام نعمتیں شامل ہیں جو اللہ نے انسان کو داخلی طور پر دی ہیں۔ یعنی اس کو وجود بخشا اور پھر اس میں عقل، حکمت، علم اور فہم جیسے جواہر رکھے اور پھر اس کے جسم کی بقا کے لیے خارج سے اس کی خوراک اور آرام و آسائش کا بندوبست فرمایا۔ پھر اس شخص نے اپنے رب کے حضور یہ بھی عرض کیا کہ مولا کریم! مجھے اس بات کی بھی توفیق دے وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ کہ میں ایسا نیک عمل کر سکوں جس سے تو راضی ہو جائے۔ ایسا سعادت مند آدمی یہ دعا بھی کرتا ہے وَاصْلِحْ لِيْ ذُرِّيَّتِيْ اور میرے لیے میری اولاد کو بھی درست

سعادت مند  
آدمی کی دعا



فرماتے۔ اَلْحَقُّ تَبَيَّنَ اِيْلَکَ میں تیرے سامنے تو یہ کرتا ہوں وَاِلٰی صَفْوَةِ  
الْمُؤْمِنِيْنَ اور چنے ہوئے میں قرآن برداری کہ سب دلوں میں ہوں۔ یہ اللہ تعالیٰ نے ایک  
سعادت مند آدمی کا نظریہ اور اس کا طرز عمل بیان کیا ہے۔

مفسرین کہہ رہے ہیں کہ انسان کو یہ سعادت تین طریقوں سے حاصل ہوتی  
ہے۔ ایک روحانی سعادت ہوتی ہے جس کی وجہ سے انسان کا دل خدائی کی نعمتوں  
کا شکر یہ ادا کرتا ہے۔ دوسری سعادت جسمانی ہے جس کی وجہ سے انسان کا جسم  
اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت میں مصروف رہتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ تیسری سعادت  
خارجی ہوتی ہے۔ امام ربیعؒ اور بعض دوسرے محققین فرماتے ہیں کہ اس سعادت کا مطلب  
یہ ہے کہ انسان کے اہل اور اولاد اچھے ہوتے ہیں۔ نیک بیوی بچوں کے یہ  
دعا کا ذکر اللہ نے سورۃ فرقان میں بھی کیا ہے کہ اللہ کے نیک بندے اس طرف  
دعا کرتے ہیں رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَفِرْيَاقِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ  
وایت ۷۳) اے ہمارے پروردگار! ہماری بیویوں اور اولادوں کی طرف سے  
ہمیں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما، یعنی وہ خدا پرست، نیکوکار لائق اور قرآن بردار ہوں  
یہ گویا انسان کی خارجی سعادت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف  
سے دعا

اللہ نے سعادت مند لوگوں کی دعا کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا اُولَئِكَ  
الَّذِيْنَ نَقَبَلْ عَنْهُمْ اَحْسَنُ مَا سَأَلُوْا بِہِ رِجْزٍ مِّنْ اَنْ يَّكُونَ  
نَجِسًا اَعْمَالُ کَرِہِمَ قَبُوْلُ کَرِہِمَ وَنَجَّاهُ وَرَعَتْ سَيِّئَاتِهِمْ اور ان کی  
برائیوں سے ہم درگزر کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ان کے اچھے اعمال کا بدلہ فرمایا  
کر دیتے ہیں جب کہ ان کی چھوٹی سنی غلطیوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ جنت  
اَلْجَنَّةِ الْاَعْلٰیٰ یہ لوگ جنت والے لوگوں میں شامل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں  
اپنی رحمت کے ساتھ میں داخل فرمائے گا۔ وَعَدَ الْمَسْدُقِ الَّذِيْ سَكَانُوا  
یُوْعَدُوْنَ یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے۔ جو ان سے کیا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے  
دنیا میں دیدہ کیا تھا کہ جو شخص سنی شہرہ کو پہنچنے پر اللہ تعالیٰ سے اس کے اعزاء و

کاشکریہ ادا کرنے کی تو سبق طلب کرے گا۔ خدا کی وحدانیت کو مان کر اس کی  
 عبادت کرے گا، شرک، کفر، نفاق اور معصیت سے بچتا ہے گا۔ والدین کی  
 خدمت بجالائے گا۔ ان سے خدا تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے وہ انہیں ضرور جنت  
 میں پہنچائے گا۔

---



وَالَّذِي قَالَ لِوَالَيْدِيهِ أُفٍّ لَّكَمَا اتَّعَدَنِیْ أَنْ أُخْرَجَ  
وَقَدْ خَلَّتِ الْقُرُونُ مِنْ قَبْلِيْ ۖ وَهُمَا يَسْتَفِیْئَانِ  
اللَّهَ وَيْلَكَ أَمِنْ ثَوَانٍ وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا فَيَقُولُ مَا  
هَذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝۱۷ أُولَئِكَ الَّذِينَ  
حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ  
مَنْ بَلَغَ وَالْأَنسُ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ ۝۱۸ وَلِكُلِّ  
دَرَجَةٍ مِّمَّا عَمِلُوا وَلِيُوفيَهُمْ أَعْمَالُهُمْ وَهُمْ  
لَا يُظْلَمُونَ ۝۱۹ وَ يَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى  
النَّارِ أَذْمَبْتُمْ طَيْبَتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَ  
اسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۖ فَالْيَوْمَ يُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا  
كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَلَبَّا كُنْتُمْ  
تَقْسُقُونَ ۝۲۰

ترجمہ: اور وہ شخص جس نے کہا اپنے والدین سے

کہ نفٹ ہے تمہارے لیے کیا تم مجھ سے وعدہ کرتے

ہو کہ میں نکالا جاؤں گا (قبر سے) اور تحقیق گزیر چکی

ہی قومیں مجھ سے پہلے۔ اور وہ دونوں زبانیں (پاپ) فریاد

کرتے ہیں اللہ کے سامنے اور اس شخص کو بھی کہتے ہیں



افسوس ہے تیرے لیے ، ایمان لے آ۔ بیشک اللہ کا وعدہ برحق ہے۔ پس وہ کہتا ہے کہ نہیں ہے یہ مگر قصے کہانیاں پہلے لوگوں کی (۱۷) یہی وہ لوگ ہیں کہ ثابت ہو چکی ہے اُن پر بات امتوں میں جو پہلے گنہگار ہیں اُن سے جنوں اور انسانوں میں سے بے شک یہی لوگ نقصان اٹھانے والے تھے (۱۸) اور ہر ایک فرقے کے لیے درجات ہیں اُن اعمال کی وجہ سے جو انہوں نے کیے۔ اور تاکہ پورا پورا بدلہ لے اُن کو اُن کے اعمال کا، اور اُن پر ظلم نہیں کیا جائے گا (۱۹) اور جس دن پیش کیے جائیں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا آگ پر، تو اُن سے کہا جائے گا کہ تم نے کھا اڑا لیا ہے اپنی پاکیزہ چیزوں کو دنیا کی زندگی میں، اور تم نے فائدہ اٹھا لیا ہے اُن سے پس آج تم کو بدلہ دیا جائے گا ذلت ناک عذاب کا اس وجہ سے کہ تم منجبر کرتے تھے زمین میں ناحق، اور اس وجہ سے کہ تم نافرمانی کرتے تھے (۲۰)

رابطہ آیات

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کے والدین سے متعلق دیے گئے تاکید حکم کا ذکر کیا۔ اس اعتبار سے انسانوں کی دو قسمیں بن جاتی ہیں۔ یعنی سعادت مند اور بد بخت۔ گزشتہ درس میں سعادت مند لوگوں کے متعلق فرمایا تھا کہ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ انانوں کے حقوق کی بھی ادائیگی کرتے ہیں۔ حقوق العباد میں اولین حق والدین کا ہے کہ اُن کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے۔ وہ لوگ والدین کی خدمت کرتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ وہ اس کی عطا کردہ نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کی توفیق بخشے اور یہ کہ وہ نیک اعمال انجام دے سکیں۔ وہ اپنی بیویوں اور اولادوں کے لیے







کی بات کی اور پھر وقوع قیامت اور جزائے عمل کا انکار کیا۔ اس پر جنت کے والدین اُسے نصیحت کر رہے ہیں۔ مگر وہ اُن سے بیزار رہی کا اظہار کر رہا ہے، گویا اُس نے نہ تو اللہ کا حق ادا کیا اور نہ ہی حقوق العباد میں سے والدین کا حق ادا کیا۔ حالانکہ وہ اسے ایمان کی طرف بلا رہے ہیں۔

والدین کی  
طرف سے  
دعوتِ ایمان

فرمایا وَهَآیَسْتَغِيثُ اللّٰهَ وَالِدِیْنَ اِنِّیْ بَیْطُکَ حَقِّ مِیْلِیْ اَللّٰهُ تَعَالٰی سے فریاد کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے نیکی کی توفیق دے اور وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو کما حقہ ادا کرے۔ اور ساتھ ہی نافرمان بیٹے کو نصیحت بھی کرتے ہیں اور کہتے ہیں وَیْلَکَ اَمْرٌ جَافٍ افسوس ہے، تیرا ستیا ناس ہو تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت وقوع قیامت اور جزائے عمل پر ایمان لے آتا کہ تو بھی شقاوت سے نکل کر سعادت کی صف میں شامل ہو جائے۔ اِنْ وَعَدَ اللّٰهُ حَقًّا لَّیْ شَکُّ اَللّٰهُ تَعَالٰی کا وعدہ ہر حق ہے جسے وہ ضرور پورا کرے گا یعنی بعثت بعد الموت اور جزائے عمل ضرور واقع ہوگی۔ فَيَقُوْلُ اِسْ نَصِيْحَتِیْ کے جواب میں بیٹا کہتا ہے مَا هٰذَا اِلَّا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلَیْنِ تمہاری یہ باتیں تو پہلے لوگوں کی قصے کہانیاں ہیں۔ اساطیر، اسطورہ کی جمع ہے جو کہ یونانی زبان کا لفظ ہے مگر عربی میں مستعمل ہے۔ عربی زبان نے بعض دیگر زبانوں کے الفاظ بھی اپنے اندر سمویے ہیں۔ جیسے سبیل فارسی لفظ ہے مگر عربی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس طرح نور، میزان، قسطاس وغیرہ بھی غیر عربی الفاظ ہیں مگر اب عربی زبان کا حصہ بن چکے ہیں۔ بہر حال اُس ناخلف بیٹے نے والدین کی طرف سے دی گئی دعوتِ توحید کو ٹھکرا دیا، ایمان سے محروم ہو گیا اور والدین کی بے ادبی اور گستاخی کا موجب بھی بنا۔

فرمایا اُولَیْکَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْہِمْ الْقَوْلُ یہ وہی لوگ ہیں جن پر (خدا کے عذاب کی) بات ثابت ہو چکی ہے۔ کیونکہ انہوں نے خدا، عباد اور تعصب کا شکار ہو کر ایمان اور معاد کا انکار کر دیا، اور والدین کی بے ادبی کے مرتکب ہوئے، لہذا ان پر عذاب کی بات ثابت ہو گئی۔ اور یہ لوگ فحش



اَمَّعَرَقَدْ خَلَّتْ مَوْتٌ فَلْيَهْرَمَنَّ الْبَعِي وَالْاَدْنَسُ اِشِي لَوگوں میں  
 شامل ہیں جو ان سے پہلے جنوں اور اتناں میں سے گزر چکی ہیں۔ انہوں نے ترجیح  
 کا انکار کیا اور عمار کو مجبوراً تو یہ رنگ بھی انہی کے نصیب قدم پر چل کر سزا کے سنگسار کر  
 اُنہم کے کانوں خیرین بد شہرہ لوگ نقصان اٹھانے لگے تھے۔ اور  
 نے ان کو زندگی و موت اور عقل جیسے قیمتی جوہر عطا کیے۔ دنیا کی زندگی میں یہ  
 چیزیں ان کے لیے بیش قیمت سزائیں تھیں مگر ان لوگوں نے اس پونجی سے  
 ایمان اور نیکی حاصل کرنے کی بجائے انہیں ضائع کر دیا اور دنیاوی فلاح حاصل کرنے کی  
 بجائے ہمیشہ کی ذلت میں پڑ گئے۔ جو شخص زندگی میں محنت جیسی نعمت کو استعمال کرنے کے  
 عبادت اور نیت اور نیکی کے کام انجام دیتا ہے، بلاشبہ وہ کامیاب ہو جاتا  
 ہے۔ اور جو شخص عقل کو صحیح طریقے سے استعمال کرتا ہے، وہ یقیناً اللہ کی رحمت  
 کو تسلیم کر لیتا ہے۔ اور کفر، شرک اور معاصی جیسی بُری چیزوں سے بچ جاتا ہے۔  
 اور کامیاب ہو جاتا ہے مگر مذکورہ شخص نے ان چیزوں سے فائدہ نہ اٹھایا اور  
 ہمیشہ کے لیے ناکام ہو گیا۔

سید شعیب  
 کی مثال

جیسا کہ پہلے عرض کیا، گزشتہ درس میں سعید اور نیک آدمی کا ذکر تھا جب  
 کہ اس درس میں شعیب اور بد بخت کی صفات بیان ہو رہی ہیں، محضین کرام غلطی  
 میں کہ سعادت مند کی مثال حضرت ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک  
 چالیس سال ہونی تو آپ پر وحی کا نزول شروع ہوا۔ اُس وقت حضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی عمر اڑتیس برس تھی اور آپ پہلے ہی دن ایمان لے آئے۔ آپ کے ساتھ  
 ایمان لانے والے دیگر اقربا و خاندان میں آپ کی بیوی ام رومان بھی ایمان لائی جو حضرت  
 عائشہ اور عبد الرحمن کی والدہ ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کی والدہ ام کنینہ اور آپ  
 ابو قحافہ بھی بڑی دیر کے بعد ایمان لائے جب کہ بہت بڑا ست ہوجا چکے تھے۔  
 اس طرح صرف اس خاندان کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس کی چار پشتیں صحابہ  
 میں داخل ہیں۔ خود حضرت ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے والد ابو قحافہ، آپ کے بیٹے



عبدالرحمنؓ اور آپ کے پرستے عیسیٰ بن عبد الرحمنؑ اور شعی لوگ وہ ہیں جو ایمان قبول نہیں کرتے۔ والدین کی نافرمانی کرتے ہیں، قیامت اور جزائے عمل کا انکار کرتے ہیں۔ اللہ نے ان دونوں گروہوں کے اوصاف بیان کر دیے ہیں۔

دیا و آخرت  
میں جزائے عمل

اگے مجموعی طور پر فرمایا وَلِكُلِّ دَرَجَةٍ مِّمَّا عَمِلُوا اور ہر شخص یا ہر فرقے کے لیے ان کے اعمال کے مطابق درجات ہیں۔ امام محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر رازیؒ فرماتے ہیں کہ درجات کا تعلق تو اہل ایمان کے ساتھ ہوتا ہے جو نیک کام انجام دیتے ہیں اور جو لوگ کفر اور معصیت کا راستہ اختیار کرتے ہیں ان کے لیے درجات ہوتے ہیں۔ درجات کا ذکر اس مقام پر نہیں کیا گیا۔ مگر مطلب یہی ہے ہر نیکی والے شخص کے لیے اس کی نیکی کے مطابق درجہ ہے کیونکہ نیکی کبھی اعلیٰ درجے کی ہوتی ہے، کبھی اوسط درجے کی اور کبھی ادنیٰ درجے کی۔ اسی طرح بُرائی کے بھی درجات ہوتے ہیں۔ کوئی کفر میں بڑھا ہوا ہوتا ہے، کوئی اس سے کم تر اور کوئی اس سے کم تر۔ جہنم میں ان کے درجات بھی ان کے عقیدہ اور عمل کے مطابق ہی ہوں گے۔

پھر فرمایا یہ درجات اس وجہ سے ہوں گے وَلِيُوفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ تاکہ ان کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے، وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ اور ان کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہوگی۔ زیادتی کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو کم جرم کے بدلے میں زیادہ سزا نہیں دی جائے گی اور نہ کسی ایک کا گناہ دوسرے پر ڈالا جائے گا۔ سورۃ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلِلْآخِرَةِ الْكِبَرُ دَرَجَاتٍ وَاَكْبَرُ تَفْصِيْلًا (آیت - ۲۱) دنیا کے مقابلے میں آخرت میں بڑے اعلیٰ درجات اور بہتر فضیلت حاصل ہوگی۔ دنیا میں کہہ وہ تھوڑے نیک عمل کی بھی زیادہ جزا ملے گی۔ جس طرح دنیا میں ہر شخص کی عقل، ذہانت اور استعداد یکساں نہیں ہوتی، اسی طرح آخرت میں بھی سب لوگ یکساں نہیں ہوں گے بلکہ ان کے درجات میں تفاوت ہوگا۔

نا فرمانوں  
سے خطاب

اور ہر نافرمانوں کے بارے میں فرمایا۔ وَيَوْمَ يُعَذِّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا







مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ سے زندہ کی طرف اشارہ ملتا ہے  
 زندہ کا معنی دنیا سے بے رغبتی ہے نہ کہ ترک دنیا جس کی اجازت نہیں دی گئی ۔  
 صحابہ کرامؓ کی زندگیاں کمال زندہ کا نمونہ تھیں جنہوں نے دنیا کی ہر چیز کو آخرت پر  
 قربان کر دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو حاکم بنا کر یمن کی  
 طرف روانہ فرمایا تو ساتھ نصیحت بھی فرمائی اِنَّ عِبَادَ اللّٰهِ كَيْسُوْا بِالْمُتَنَعِّينَ  
 یعنی اللہ کے بندے عیش و عشرت میں مبتلا نہیں ہوا کرتے۔ اگر ایسا ہوگا۔ تو  
 اُن کے آخرت میں محروم ہونے کا خطرہ ہے۔ دنیا کا آرام و آسائش مطلقاً  
 ممنوع نہیں ہے جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ الَّتِي  
 اَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ (الاعراف-۳۲) اے پیغمبر! آپ ان سے  
 پوچھیں کہ جو زیب و زینت کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں اللہ نے اپنے بندوں کے لیے  
 پیدا کی ہیں اُن کو کس نے حرام کیا ہے؟ انہیں احتیال کرو۔ کھاؤ پیو، مگر یاد رکھو!  
 دنیا کی زندگی اور اُس کے لوازمات میں اس قدر منہمک نہ ہو جاؤ کہ آخرت کو بھول  
 جاؤ اور پھر وہاں محروم ہونا پڑے۔ حتی الامکان سادگی اختیار کرو کیونکہ حضور علیہ السلام  
 کا ارشاد ہے الْبِنَازَةُ مِنَ الْاَيِّمَانِ سَادُكِي اَيَّانَ كَا جَزْوِہٖ وَمَا اَنَا  
 مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ اور میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں مطلب یہ  
 کہ توسع کی چیزیں حرام تو نہیں ہیں، اچھا لباس، اچھی خوراک، اچھا گھرا، اچھی سواری  
 سب اللہ کے انعامات ہیں مگر ان میں کچھ کہ آخرت کو نہ بھول بیٹھو، اسی لیے  
 صحابہ کرامؓ عام طور پر توسع سے گریز کیا کرتے تھے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ بڑے دولت مند صحابی تھے اور آپ اخراجات  
 بھی فراخ دلی سے کرتے تھے۔ آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ایک مجلس میں موجود  
 تھے کہ آپ کے سامنے اعلیٰ قسم کا کھانا لایا گیا۔ اتنا اچھا کھانا دیکھ کر آپ کو  
 احد کا زمانہ یاد آگیا۔ جب بڑے بڑے جلیل القدر صحابہؓ کے لیے پورا کفن بھی  
 دیا نہیں تھا۔ حضرت حمزہؓ کا سر ڈھانپ دیا گیا اور پاؤں پر گھاس پھوس ڈال



کر کفن مکمل کی جائے۔ آپ اس زمانے کو یاد کر کے آئندہ ہونگے مٹی نہ کیا جائے  
 اٹھا دیا اور کھایا نہیں۔ آپ کہنے لگے، مجھے ڈر ہے کہ قیامت کو ہمارے  
 ساتھ بھی اس آیت میں مذکورہ معاملہ پیش ہو جائے اَذْهَبَتْهُ طَبَنُکُ الْاَیَّ  
 کہ ہمارے قہر نے دنیا میں ہی کیا اڑا لیا تھا۔ اب یہاں ہمارے لیے کچھ نہیں ہے۔  
 بہر حال اس احساس کا نام زمین ہے جو تمام مخلقاتے راشدین عشرہ پیشہ اور دیگر  
 جلیل القدر صحابہ کی زندگیوں میں ملتا ہے۔

کتاب کبیلہ  
 غاب

فرمایا کہ کافروں سے کہ جائے گا کہ تم نے دنیا کے لوازم سے دنیا کی  
 زندگی میں ہی استفادہ حاصل کر لیا۔ <sup>کبیلہ</sup> فَاَلْيَوْمَ تَجِدُونَ عَذَابَ الْهَدَنِ پھر  
 آج کے دن تم کو زنت تک عذاب کا بدلہ دیا جائے <sup>کبیلہ</sup> وَبِمَا كُنتُمْ تَسْلُبُونَ  
 فِيْ اَلاَمْتُمْ يَعْثُبُ لَكُمْ اِسی دیکھ کر تم دنیا کی زندگی میں اس زمین پر ناحق  
 تکبر کرتے تھے، تم جس زمین پر تکبر کرتے تھے وہ تو خرد عاجز اور اندھاری والی ہے  
 وہ اپنے اوپر ہر بے واسطے کی خدمت گزار ہے۔ اس کو تمام ضروریات زندگی مہیا  
 کرتی ہے اور پھر عیب انسان سر جاتا ہے تو یہی زمین اس کو اپنی آغوش میں لے  
 لیتی ہے۔ بد بخت کو نے اس زمین کے سبق نہ سیکھا اور اٹا ٹپ کر رہا اور لوگوں  
 کو حقیر سمجھا رہا اور غریبوں پر ظلم کرتا رہا۔ اِنَّ شَرَّ لِّقَوْمٍ قَسْوَةً وَكَانَتْ اَعْيُنٌ  
 اُولٰٓئِکُمْ مِّنْ حَاضِرَاتِکَ لَیْ تَحْضُرَ الْاَیَّضَ وَلَیْنَ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا  
 دینی اسرائیل ۳۷ زمین پر اکثر کرمست چلو، ترکش بھی مغرور ہے مگر اس قابل  
 نہیں کہ زمین کو پھاڑ سکے یا اتنا لٹا ہو جائے کہ پھاڑوں کی چوٹیوں تک پہنچ جائے  
 تم بہر حال پانچ پندرہ لکھ کے انسان ہی رہو گے، لہذا ناحق غرور و تمہید کرو۔ اور آج  
 تمہیں اس وجہ سے بھی زنت تک عذاب کا سامنا کرنا ہو گا <sup>کبیلہ</sup> وَبِمَا كُنتُمْ تَسْلُبُونَ  
 کہ تم دنیا میں رہ کر نہ انسانی کرمست تھے، رفیق کا معنی اعلیٰ عظمت سے ہر نکل ملتا ہے  
 اس کا اطلاق کفر کے علاوہ تمام معاصی پر بھی ہوتا ہے۔ <sup>کبیلہ</sup> سب یہ کہ تم  
 دنیا میں کفر و شرک، کھیل تماشے اور لہو و لعب میں مصروف رہتے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء کے احکام کو تسلیم نہ کیا اور نہ ہی وقوع  
قیامت اور عجزائے عمل پر ایمان لائے، لہذا آج ذلت ناک عذاب کا سراپا چھو



وَاذْكُرْ اِخْلَاعًا اِذَا اَنْذَرْتَهُمْ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ  
 خَلَّتِ النَّذْرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ الْاَعْبَادُ  
 اِلَّا اللّٰهُ اِلٰى اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ①  
 قَالُوا اَجِئْتَنَا لِنَاْفِكَا عَنْ اِهْنَاءِ فَاِنَّا بِمَا نَعْدُوْا  
 اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ② قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ  
 وَاُبَلِّغُكُمْ مَا اُرْسِلْتُ بِهِ وَلَكِنِّي اَرٰكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ③  
 فَلَمَّا رَاُوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَّتِهِمْ ۚ قَالُوا هٰذَا  
 عَارِضٌ مُّمْطَرٌ نَّآءٌ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهِ رِيْحٌ  
 فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ④ تَدْمِرُ كُلَّ شَيْءٍ بِاَمْرِ رَبِّهَا  
 فَاصْبِرُوْا لَا يَرٰى الْاَمَلِكُهُمْ كَذٰلِكَ تُجْزٰى الْقَوْمُ  
 الْمُجْرِمِيْنَ ⑤

ترجمہ :- اور آپ تم کو کہیں قوم غار کے پہاڑی رہو علیہ السلام  
 کا جب کہ ٹہرای انہوں نے اپنی قوم کو احقاف کے اندر  
 اور تحقیق گزر چکے تھے آپ سے پہلے جو لوگ مٹانے  
 لئے اور آپ کے بعد بھی رانوں نے کہا : نہ عبادت  
 کرو مٹائے اللہ کے کسی کی ۔ بے شک میں خوف کھاؤ  
 ہوں تم پر بڑے دن کے عذاب کا ⑥ وہ لوگ



کہنے لگے، کیا تو آیا ہے ہمارے پاس تاکہ تو ہمیں ہٹا دے ہمارے معبودوں سے۔ پس تو لا جو ہم سے وعدہ کرنا ہے، اگر تو سچا ہے ②② کہا اُس درہود علیہ السلام نے بیشک علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اور میں پہنچاتا ہوں وہ چیز جو مجھے پیغام دیا گیا ہے، مگر میں دیکھتا ہوں کہ تم نادان لوگ ہو ②③ پھر جب انہوں نے دیکھا اس (عذاب) کو بادل کی شکل میں جو ان کی وادیوں کے سامنے سے آرہا تھا تو کہنے لگے کہ یہ اُبھرتا ہے جو ہم پر بارش برسائے گا۔ (فرمایا نہیں) بلکہ یہ وہ چیز ہے جس کو تم عبادی طلب کرتے تھے۔ یہ ہوا ہے جس میں دردناک عذاب ہے ②④ یہ ملیامیٹ کرتی ہے ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے۔ پھر ہو گئے وہ لوگ کہ نہیں دیکھا جاتا تھا سوائے اُن کے ٹھکانوں کے (کچھ بھی) اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ان لوگوں کو جو مجرم ہوتے ہیں۔ ②⑤

حواشی سب سے پہلے اس آخری سورۃ میں بھی سابقہ سورتوں کی طرح اسلام کے بنیادی عقائد توحید، رسالت، معاد اور قرآن پاک کی صداقت ہی کا تذکرہ ہے ابتدائے سورۃ میں قرآن کریم کی حقانیت اور صداقت کا ذکر ہوا، پھر توحید کے عقلی اور نقلی دلائل اور ساتھ ساتھ شرک کا رد ہوا۔ عقیدہ توحید پر استقامت اور جزائے عمل کا بیان ہوا۔ پھر لوگوں کے دو گروہوں یعنی سعادت مند اور بد بخت لوگوں کا ذکر ہوا۔ فرمایا سعادت مند لوگ وہ ہیں جو حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے عجز و انکاری کا اظہار کرتے ہیں اور اُس کے سامنے مناجات کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا نیک انجام بھی بیان ہوا۔ پھر اللہ



نے بد بخت انسانوں کا ذکر کیا ہے کہ وہ حقوق سے چشم پوشی کرتے ہیں۔ اور سرکشی  
 غرور اور تکبر میں مبتلا ہوتے ہیں۔ جب انہیں ایمان کی رحمت دی جاتی ہے۔ اور  
 ذریعہ قیامت اور جزائے عمل سے ڈرایا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ تو پرانے لوگوں  
 کے قصے کہانیاں ہیں جن کی حقیقت کچھ نہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ جب جزائے عمل  
 کا موقع آئے گا تو ان لوگوں سے کہا جائے گا کہ تم نے تو دنیا کی زندگی میں ہی کہا  
 ڈرایا ہے۔ عیش و عشرت کر لی۔ لہذا آج تمہارے لیے اللہ کے ہاں کچھ حصہ  
 نہیں ہے۔ اب تمہیں ذلت ناک عذاب کا مزہ چکھنا پڑے گا۔ یہ تمہارے  
 ناتق ٹکڑے فسق و الفساق کا بدلہ ہے جو مل کر رہے گا۔

حضرت ہدایت  
 علیہ السلام

چونکہ مشرکین مکہ اور حصارِ مدینہ قریش بھی غرور و تکبر کی بیماری میں مبتلا تھے۔ اس  
 لیے اللہ نے ان کی عبرت کے لیے قوم عاد کا ذکر کیا ہے کہ تمہاری طرح وہ بھی  
 سرکش قوم تھی مگر جب اللہ کا عذاب آیا تو انہیں دنیاست نابود کر دیا گیا اور  
 ان کا فرد واحد بھی باقی نہ بچا۔ ارشاد ہوتا ہے: **وَإِذْ هَمَّ أَنْفَاقًا وَأَبْطَاحًا** تذکرہ  
 کہ یہ قوم عاد کے بھائی یعنی حضرت ہود علیہ السلام کا جو اسی قوم کے ایک فرد تھے  
 اور اللہ نے آپ کو انہیں کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ آپ نے لوگوں کو خدا تعالیٰ کا  
 پیغام پہنچایا تو حید کا دوسس دیا اور کفر و شرک کی مذمت بیان کی مگر ان لوگوں نے  
 غرور و تکبر کی بنیاد پر اس دعوت کو ٹھکرا دیا۔ اس قوم کی ہلاکت کے واقعہ کو اہل عرب  
 بھی مانتے تھے کیونکہ ان کے قصے کہانیوں میں قوم عاد کا ذکر آتا تھا۔ لہذا اللہ  
 نے قوم عاد کا واقعہ اور اس کی ہلاکت کا ذکر کر کے مشرکین مکہ اور عرب کو عبرت  
 دلائی ہے۔

آخرت مختلف اعتبار سے ہوتی ہے۔ کبھی ملکی اعتبار سے، کبھی قومیت  
 کے اعتبار سے، کبھی زبان کی وجہ سے، کبھی دینی اعتبار سے، بے شمار ہیں۔  
**كُلُّ مَوْءَدٍّ يَنْخَوِّذُ** تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں خود قرآن میں بھی موجود  
**أَبِ الْإِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ** (انصاف)۔ تمام ایمان دار آپس میں بھائی ہیں حضور  
 علیہ الصلوٰۃ والسلام جب حضرت ہود علیہ السلام کا ذکر فرماتے تو کہتے ہیں **يَا سَمْعَانَ**



اللہ وَاٰخَآءِ اللہ تعالیٰ ہم پر بھی رحم فرمائے اور قوم عاد کے بھائی ہود علیہ السلام پر بھی حضرت ہود علیہ السلام کا نسب نامہ اس طرح ہے ہود ابن عبد اللہ (یا شاخ) ابن رباح، ابن اکلود، ابن عاد، ابن اوس، ابن ارم، ابن سام، ابن نوح۔ آپ کی قوم کا تعلق سامی نسل سے تھا۔ قوم عاد عرب کے شمال کی طرف آباد تھی اور یہ عاد اولی کہلاتی ہے جب کہ قوم ثمود جنوب کی طرف آباد تھی اور عاد ثانیہ کہلاتی ہے امام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب "حسن المحاضرة في احوال المصر والقلہ" میں لکھا ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام مصر کے عالم مصر ابن بیصر کے زمانے میں مبعوث ہوئے۔ ملک مصر اسی شخص کے نام سے موسوم ہوا اور یہ شخص طوفان نوح کے دو ہزار چھ سو سال بعد مرا تھا۔ حضرت ہود علیہ السلام نے چار سو اسی سال تک قوم کو تبلیغ کی مگر وہ ایمان نہ لائی اور کفر و شرک میں ہی مبتلا رہی۔ صرف چند لوگ ایمان لائے اور باقیوں کو اللہ نے ہلاک کیا۔ اس ہلاکت کے بعد بھی آپ دیر چھ سو سال تک زندہ رہے۔

قوم عاد کا تذکرہ سورۃ اعراف، ہود، شعراء، الحاقہ، فجر اور بعض دیگر سورتوں میں بھی موجود ہے۔ یہ قوم حضرت نوح علیہ السلام کے بعد اس دنیا میں آباد ہوئی۔ بڑے قد اور طاقتور لوگ تھے۔ اللہ نے اس مقام پر اختصار کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے اِذَا نَذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ جب ڈرایا ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو احقاف میں۔ احقاف حقف کی جمع ہے جس کا معنی ریت کا ٹیلہ ہوتا ہے۔ چونکہ اس علاقہ میں ریت کے بڑے بڑے ٹیلے پائے جاتے ہیں اور طوفان کے دوران ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہتے ہیں اس لیے اس پورے علاقے کو احقاف کے نام سے موسوم کیا گیا ہے یعنی سرخ اور دیگر بڑے بڑے ریت کے ٹیلوں کی سر زمین۔ یہ لمبا چورا خطہ بحامہ، عمان، بحرین، حضرموت اور مغربی یمن کے درمیان واقع ہے جو صحرائے اعظم الدنیا یا ربیع خالی کہلاتا ہے اس کا کل رقبہ تقریباً تین لاکھ مربع میل ہے۔ قوم عاد عمان سے لے کر یمن تک اور

قوم عاد  
کا تذکرہ



نہایت سے کر ختم موت تک کے یہی علاقہ میں آباد تھے۔ دیکھ کر پانی قوم کی طرف  
اس قوم میں ہی کفر و شرک، غارتگری اور ظلم و جور جیسی بیماریاں پائی جاتی تھیں۔ یہ لوگ  
نئے مشیر تھے کہ باقی دنیا کو پہنچا کر تے تھے اور نئے نئے مسکن استقامت و طاقت  
رحمہم اللہ ۱۵) کہ ہم سے زیادہ طاقتور دنیا میں کون ہے؟

فرمایا: یہ ہجو علیہ السلام نے اپنی قوم کو دیا، "وَقَدْ خَلَّتِ السُّدُورُ مِنْ  
لَدُنَّيْهِ مِنْ خَلْفٍ" اور تخت سے آپ سے پیٹ میں نوا کے قرات کے  
شی کوڑ پکے تھے اور آپ کے بعد ہی تھے۔ آپ سے پہلے آپ کے ہاتھ نہ تھے  
نور علیہ السلام مبعوث ہوئے جنہوں نے سارے نوسو سال تک قوم کو تبلیغ کی مگر  
صرف ستر ہوا اسی افراد ایمان لائے اور باقیوں کو اللہ نے طرفان میں حرق کیا۔ حضرت  
یونس علیہ السلام کا ذکر بھی ملتا ہے، وہ بھی نہ تھے ہجو علیہ السلام سے پہلے ہوئے  
ہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر اگر یہ قرآن میں نہیں ہے۔ تاہم تاریخ میں  
ان کا نام بھی آتا ہے۔ لیکن سبہ ان کے علاوہ اور بھی ہوں گے تو ان میں  
سما ذکر قرآن پاک میں نہیں ملتا۔ جہاں تک ہجو علیہ السلام کے بعد کا تعلق ہے۔  
تو آپ کے بعد بھی اللہ کے عظیم نعمت کئی رسول مبعوث ہوئے جنہم  
ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، یوسف علیہم السلام، عیسیٰ علیہ السلام کے  
بزاروں بھی آئے اور یہ انبیائے حق اسہ نبی کی آخری کڑی کے طور پر حضرت عیسیٰ  
علیہ السلام کو اللہ نے مبعوث فرمایا۔ تو یہاں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ  
ہجو علیہ السلام سے پہلے اور بعد بھی بہت سے انبیاء و اولیاء آئے جنہوں نے  
اپنی قوم کو دنیا کی دھوٹ دے، کفر و شرک سے منع فرمایا اور ان لوگوں کے  
بڑے انجام سے ڈرایا۔

ہجو علیہ السلام

سابقہ انبیاء علیہم السلام کے مشن کی شرح حضرت ہجو علیہ السلام نے یہی قوم  
بہرے دیا "اَلَا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ" کہ لو کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت  
کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ جن نے سامنے قوم کو دنیا پریشانی سے



چڑھائے چڑھاتے ہو، غیث مانتے ہو، اُن کے سامنے عجز و انکاری کا اظہار کرتے ہو اور انھیں اپنی عاجتوں میں پکارتے ہو۔ وہ تمہارے کسی کام نہیں آسکتے اور نہ ہی انہیں کچھ اختیار ہے۔ ہود علیہ السلام نے مزید فرمایا کہ تمہاری ان کفریہ اور شرکیہ باتوں کی وجہ سے اَلْخَوْفُ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابِ یَوْمٍ عَظِیْمٍ مجھے خوف ہے کہ تم بڑے دن کے عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ یوم عظیم سے مراد قیامت کا دن ہے جس دن لوگوں کی سزایا جزا کے حتمی فیصلے ہوں گے۔ یوم عظیم سے ایام الشہ بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ جبکہ ذکر سورۃ ابراہیم میں موجود ہے وَذَکُرْهُمْ بِآیَاتِ اللّٰهِ (آیت ۵) اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو قوم فرعون اور بنی اسرائیل کے پاس بھیج کر حکم دیا کہ اُن کو کفر و شرک کے اندھیروں سے نکال کر نور ایمان کی طرف لائیں اور انھیں التہ کے دن یاد دلائیں۔ ایام الشہ سے وہ دن مراد ہوتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو نعمت عطا فرماتا ہے یا اُن کو عذاب میں مبتلا کرتا ہے۔ بہر حال ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم اللہ کی گرفت میں آ جاؤ۔ اس کے جواب میں قَالُوا قَوْمُکَ لَوْ کُنْ لَکَ اٰجِنُّنَا لِنَا فِکْنَا عَنْ اِلٰہِتِنَا اے ہود (علیہ السلام)! کیا تو ہمیں ہمارے معبودوں سے پھیرنا چاہتا ہے۔ صرف ایک خدا کی عبادت کا مطلب تو یہ ہے کہ ہم اُن تمام معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے آباؤ اجداد پرستش کرتے آئے ہیں۔ کہنے لگے تو کیسی ہلکی باتیں کرتا ہے۔ سورۃ ہود میں اس بات کا تفصیل کے ساتھ ذکر ہے کہ وہ لوگ کہنے لگے کہ اے ہود! تم تو ہمارے پاس کوئی واضح نشانی بھی لے کر نہیں آئے۔ اور ہم محض تمہارے کہنے سے نہ اپنے معبودوں کو چھوڑیں گے اور نہ تم پر ایمان لائیں گے۔ انہوں نے یہ بھی کہا اِنْ نَقُولُ اِلَّا اَعْتَرَاکَ بَعْضُ اِلٰہِتِنَا بِسُوْعٍ (آیت ۵۴) ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود نے تمہارا دماغ خراب کر دیا ہے۔ ہم تو اپنی رسم و رواج اور باپ دادا کے دین کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں۔ تو ہمیں عذاب کی دہلکی دینا ہے فَاتِنَا بِمَا قَدَّارُ اِنْ کُنْتَ



مِنَ الصَّادِقِينَ اگر تو اپنے دوستوں میں سچا ہے تو ہم پر وہ عذاب ہے اس سے ہمیں ڈرنا ہے۔ ہم خود ہی اس سے ہٹ جائیں گے۔

حضرت ہور علیہ السلام نے جواب دیا کہ کسی قوم پر عذاب ڈرنا میرا کام نہیں ہے اور نہ ہی میں اس کی آیتیں و نوح سے واقف ہوں قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ بِعَذَابِ اللّٰهِ ذَا لَہٗ اس بات کا علم تو صرف میرے لئے ہے۔ اس سے البتہ اتنی بات یقینی ہے کہ نافرمان لوگ ضرور اس عذاب کا سزا پکیں گے۔ وہ اللہ کی گرفت سے بچ نہیں سکتے۔ آپ نے قوم کو اس بات سے بھی آگاہ فرمایا کہ میرا کام قریب ہے وَأَیْلَکُم مَّا اُرْسِلْتُ بِہِمْ کہ میں تم تک وہ چیز پہنچا دیتا ہوں جو مجھے ملے کر بھیجا گیا ہے۔ میں تمہیں خدا کا دین، شریعت اور اس کے احکام پہنچانے پر مامور ہوں۔ میں تو مٹی الا مکان اپنا فرض منصبی پورا کر رہا ہوں۔ وَلَیْکُم مَّا اُرْسِلْتُ بِہُمْ مَّا جَعَلْتُ لَہُمْ مِمَّا رَزَقْنٰہُمْ حُرْمًا لَّہُمْ شُرَکَآءُ فِیْہِمْ یَوْمَئِذٍ لَّا یَنْفَعُہُمْ شُرَکَآءُہُمْ اَلَا یَسْلَمُونَ اُنہیں پہنچانے ہو کہ جو عذاب لانا ہے اسے آپ کتنی حماقت کی بات ہے کہ اپنے منہ سے عذاب طلب کر رہے ہو۔ جب وہ آگیا تو پھر تمہارے لیے کوئی چارہ پناہ نہیں ہوگی۔

بالآخر قوم پر عذاب کا وقت آگیا۔ تین سال تک ایک قطرہ آب بھی نہ برسا اور لوگ سخت قحط کا شکار ہو گئے۔ اس زمانے میں بیت اللہ شریف کی عمارت تو سیلاب کی وجہ سے منہدم ہو چکی تھی۔ ہر گھر میں لوگ اس جگہ کا حلوہ کرتے تھے اور وہاں جا کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے تھے۔ جب تو مگر عذاب قحط سال سے سخت پریشان ہو گئی تو انہوں نے اپنا ایک وفد مکرّمہ بھیجا کہ وہاں جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ بارش نازل فرما کر قحط کو دور کر دے۔ یہ وفد مکرّمہ پہنچا اور انہوں نے بیت اللہ شریف کے مقام پر جا کر دعا کیا کہیں۔ پھر ایک دن قوم نے دیکھا کہ آسمان پر سیاہ بادل گھبرائے ہیں۔ وہ بڑے







آپ نے اس کے تحت اہل ایمان کے دیگر ایک شیر بھیج دی اور یہ لوگ  
غایب الہی سے محفوظ رہے۔ باقی سب آپس میں ٹکڑا ٹکڑا کر بڑکے ہو گئے۔ اور  
پھر ان کی کشتیاں زمین پر ایسے پرے پرے تھیں کہ انھیں انتخابِ تخلیقِ خدایہ  
نہ تھا کہ نہ ان کو انصافوں کے گاہ کھلے تھے پتے ہوں۔ روایت میں آہستہ کہ  
یہ عذاب اس قدر شدید تھا کہ اگر کوئی شخص اونٹ پر سوار جا رہا ہو تو چالے  
زمین سے فاصلہ دیتی اور وہ ہلکے ہو جاتا۔ اور انھیں اس قوم کی حالت یہ ہو گئی۔  
فَاَصْبَحُوا لَا يَذَرُ الْاَسْلَابُتْهُمْ كَرَأْنِ كَثُفَانِ كَثُفَانِ كَثُفَانِ كَثُفَانِ  
آہستہ۔ یعنی معان تو ان کے گھرانے کے کہیں جتنی کہ جانور تک نہ فریاد کئے۔  
حاشیہ شریف میں آہستہ کہ جب کبھی آسمان پر بارش ہوتی تو خداوند علیہ السلام  
پریشان ہو جاتے۔ سمجھتے تھے کہ یہ قوم صدیقہ تھے ایسے ہی ایک وقت پر پریشانی کی وجہ  
وریافت کی تو فرمایا: عَالَمٌ خَرَّ! مجھے ڈر ہے کہ یہ بارش ایسے ہی نہ ہوں جسے قوم  
مادر پر تھے اور انہیں تباہ کر دیا گیا تھا۔ اسی لیے جب تیز برائیں چھٹیں تو  
حضر علیہ السلام دعا فرماتے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُ خَلْقَہَا وَخَلْقَ مَا فِیْہَا  
وَخَلْقَ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ وَاعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّہَا وَشَرِّ مَا فِیْہَا  
وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ لے اللہ میں اس ہوا اور جو کچھ اس کے اندر ہے اور  
جو کچھ یہ سمجھتے کر آئی ہے۔ اس کی بہتری و سوال کرتا ہوں اے اللہ میں تباہ  
ہلک ہوں تو کے شر سے اور جو کچھ اس میں ہے اس کے شر سے اور جو کچھ یہ  
حافظ کے کہ آئی ہے۔

یہ حال فرمایا کہ قوم نہ تو مالک کر دیا گیا۔ کذابانہ بختی الیقین  
اللعین معین ہر مجرم لوگوں کو اسی طرح ہلاکت ہے۔ ان کے دلوں کو خیر  
ہوایا ہے۔ کہ اگر اللہ کی نافرمانی کرنے پر قوم عادی ہو گئی ہے۔ تو  
اسی جہر میں مشرکین کہ بھی بچ نہیں سکتے۔ الغرض: اللہ نے قوم عاد کا حال بطور  
نمیت ذکر کر دیا ہے تاکہ اہل مکہ بھی اپنی فکر کریں۔



وَلَقَدْ مَكَّنَّهُمْ فِيمَا إِنْ مَكَّنَّاكُمْ فِيهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ  
 سَمْعًا وَابْصَارًا وَافِئِدَةً يَفْئِدُ مَا أَغْنَى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ  
 وَلَا أَبْصَارُهُمْ وَلَا أَفْئِدَتُهُمْ مِنْ شَيْءٍ إِذْ كَانُوا  
 يَجْحَدُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ  
 يَسْتَهْزِءُونَ ۚ (۲۶) وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِنَ الْقُرَى  
 وَصَرَّفْنَا الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۚ (۲۷) فَلَوْلَا نَصْرُهُمُ  
 الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ قُرْبَانًا آلِهَةً بَلْ  
 ضَلُّوا عَنْهُمْ وَذَلِكِ زَافِكُمْ وَمَا كَانُوا يُفْتَرُونَ ۚ (۲۸)

ترجمہ :- اور البتہ تحقیق ہم نے اُن کو قدرت دی اُن  
 چیزوں میں کہ نہیں ہم نے قدرت دی تم کو اُن میں ۔  
 اور بنائے ہم نے اُن کے لیے کان ، آنکھیں اور دل  
 پس نہ کام آئے اُن سے اُن کے کان ، نہ اُن کی  
 آنکھیں اور نہ اُن کے دل کچھ بھی ۔ اس واسطے کہ وہ انکار  
 کرتے تھے اللہ کی آیتوں کا ۔ اور گھیر لیا اُن کو اس  
 چیز نے جس کے ساتھ وہ ٹٹٹا کرتے تھے (۲۶)  
 اور البتہ تحقیق ہم نے ہلاک کیا تمہارے ارد گرد کی  
 بستیوں کو ، اور پھیر پھیر کر بیان کی ہیں ہم نے آیات  
 تاکہ وہ لوٹ آئیں (۲۷) پس کیوں نہیں مدد کی ان کی انہوں



نے جن کو بنا لیا انہوں نے اللہ کے سوا تعرب کے لیے  
معبود، جگہ وہ گم ہو گئے ان سے یہ ان کا جھوٹ تھا  
اور وہ جو یہ الزاء کرتے تھے (۲۸)

رہنما

اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کے دین حق سے انکار اور ان کے غرور و تکبر کا ذکر کر کے  
مشرکین مکہ اور عرب کو عبرت دی کہ اگر قوم نے بھی قوم عاد کی طرح اللہ کی توحید،  
اس کے رسول اور سعاد کا انکار کیا، شرک اور کفر سے باز نہ آئے، غرور و تکبر پر مصر رہے  
تو پھر تمہارا انجام بھی سابقہ اقوام کے انجامِ ہلاکت سے ممکن نہیں ہوگا۔ اللہ نے  
قوم عاد کو برا جیسی نرم و نازک چیز کے ذریعے ہلاک کیا جو ان لوگوں، حیوانوں اور نباتات  
کی زندگی کا ذریعہ ہے تو جب اس قوم کے تمام نافرمان بچے بوڑھے، امیر و عورتیں  
سب ہلاک ہو گئے تو پھر ان کی عمارت کے کدھڑات کے سوا ان کے علاوہ میں  
کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔

سابقہ اقوام  
سے تعالٰی

آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایک دو حکم طریقے سے شرکین  
مکہ اور عرب کو بات سمجھائی ہے کہ دیکھو! سابقہ سزاوار اقوام کے مقابلے میں تمہارے  
پاس بڑھتی ہے، ذوالدولت اور ذوقہ، پھر تم کس چیز پر تکبر کر کے اللہ کے حکم  
کو ٹھکرا رہے ہو۔ اللہ نے ان کو بھی ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے تباہ و برباد کیا۔ تو تم ان  
کے نقش قدم پر چل کر یکے بچ سکتے ہو، ارشاد ہوا ہے وَلَقَدْ مَكَّنَّاهُمْ فِيمَا  
ابْتِغَايَتْنِي هُمْ سَابِقَةَ اقْوَامٍ عَادَ ثَمُودَ وَغَيْرِهِمْ اُولٰٓئِكَ حِزْبٌ فِي قُدْرَتِي اُولٰٓئِكَ  
مَكَّنَّا فِيمَا جَنِّمْ فِي قُدْرَتِنَا نَحْنُ اُولٰٓئِكَ حِزْبٌ فِي قُدْرَتِنَا نَحْنُ اُولٰٓئِكَ حِزْبٌ فِي قُدْرَتِنَا  
پتہ کر دینا، قوت کے اسباب مہیا کرنا ہوا ہے۔ تو اللہ نے فرمایا کہ تم کس بات  
پر اکتا رہے ہو، ہم نے دنیاوی ترقی کے اسباب بتائے سابقہ اقوام کو عطا کیے ہیں  
وہ تمہیں نہیں دیے۔ سورۃ سبا میں فرمایا وَمَا يَكْفُرُ عَنْكُمْ اَمَّا اَنْتُمْ فَاَنْتُمْ  
آیت ۵۵) ان کے شرکین کس بات پر اکتا رہے ہیں انہیں تو سابقہ اقوام کے  
خیر خیر یعنی عربی جھگڑے کے برابر بھی مال و دولت، طاقت، جہت اور وسائل رزق نہیں



عطا کیے گئے۔ سابقہ ادوار میں بڑی بڑی تہذیبیں گزری ہیں، آشوری اور کلدانی ہر لحاظ سے دنیا میں فوقیت رکھتے تھے۔ اللہ نے دنیاوی اعتبار سے اُن کو بڑا ساز و سامان دیا تھا۔ برصغیر میں لوگ ٹیکلا، گندھارا، ہٹھیرہ اور منجودھار کی تہذیبوں کو وہاں کے عجائب گھروں میں جاکر دیکھتے ہیں اور ان کی کاریگری، نقش و نگار اور صناعت پر حیران ہوتے ہیں۔ قوم عاد کے پاس اقتدار بھی تھا۔ اور جسمانی طاقت بھی۔ اللہ نے مصر کے قدیم باشندوں اور فرعونی خاندانوں کو بہت بڑی سلطنت اور ہر قسم کے وسائل دیا کیے تھے۔ قوم ثمود کی صنعت و حرفت پر آج بھی لوگ انگشت بدنداں ہیں۔ قدیم چینوں کی کاریگری اور ادھر اجنٹا اور الورا کی تہذیبیں اپنی شان شوکت کی آج بھی گواہی دے رہی ہیں۔ اس کے برخلاف عربوں کے پاس تو کوئی باقاعدہ سلطنت بھی نہیں تھی۔ قبائلی نظام رائج تھا اور ہر قبیلے کا ایک سربراہ ہوتا تھا۔ اس لحاظ سے مکے میں قریش کو بھی سیادت حاصل تھی۔ مگر اُن کے پاس نہ کوئی فوج تھی، نہ مال و دولت تھی، نہ زراعت کا سکر سے نام تک نہ تھا۔ بلکہ وہ زادی غیر ذی ذرع کے مکین تھے۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا کہ ہم نے سابقہ اقوام کو ایسی قدرت دی جو تمہیں نہیں دی گئی، پھر تم کیسے غرور کرتے ہو؟

اعضائے رئیسہ کی نعمت

اللہ نے فرمایا کہ ہم نے سابقہ اقوام کو قدرت دی وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَابْصَارًا وَافْئِدَةً اور ہم نے اُن کو سننے کے لیے کان، دیکھنے کے لیے آنکھیں اور غور و فکر کے لیے دل عطا کیے۔ یہ تین چیزیں انسان کے اہم اعضاء شمار ہوتے ہیں۔ دل کے ساتھ دماغ بھی شامل ہے کیونکہ قوت علی کا تعلق دل کے ساتھ ہوتا ہے اور غور و فکر کا تعلق دماغ کے ساتھ ہوتا ہے اور پھر دونوں آپس میں مربوط بھی ہیں۔ انسانی جسم کے اعضائے رئیسہ میں دل، دماغ اور جگر آتے ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی ایک عضو بھی خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے کیونکہ یہ تینوں بھی آپس میں مربوط ہیں۔ اگر جگر خراب ہو جائے تو قلب اور دماغ بھی کام نہ کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ اسی طرح قلب خراب ہو جائے تو جگر اور دماغ کسی کام کے نہیں رہتے۔ اور اگر انسان







وَلَا يَذْكُرُهُمْ وَلَا اِفْئِدْتَهُمْ مِّنْ شَيْءٍ لَّهِمْ فَائِدَةٌ دِيَارًا اُنْ كُوْنُ كَالنَّوْزِ  
 نے، اور نہ اُن کی آنکھوں نے اور نہ اُن کے دلوں نے کچھ بھی۔ اور پھر یہ لوگ اندھے  
 اور بہرے بن گئے، حق کو قبول کرنے کی بجائے انبیاء کی مخالفت شروع کر دی اور  
 اس طرح ہمیشہ کی ناکامی کا شکار ہو گئے۔ اللہ نے انسان کو ان اعضا سمیت عذاب  
 میں مبتلا کر دیا اور کوئی اندرونی یا بیرونی طاقت اُس کو جہنم کی آگ سے نہ بچا سکی۔  
 اسی لیے فرمایا کہ اُن کے کانوں، آنکھوں اور دلوں نے انہیں کچھ فائدہ نہ پہنچایا۔  
 شاہ عبدالقادر فرماتے ہیں کہ یہ لوگ ان اعضا کے ذریعے دنیاوی امور کو  
 تو خوب سمجھتے تھے مگر معاد کے معاملہ میں بالکل صفر تھے۔ سورۃ العنکبوت میں  
 فرمایا کہ شیطان نے اُن کے اعمال کو انھیں مزین کرنے کے دکھایا اور انھیں سیدھے  
 راستے سے روک دیا۔ وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ (آیت - ۳۸) حالانکہ وہ دیکھنے  
 والے لوگ تھے۔ مگر دنیا کے اعتبار سے۔ دنیا کے نفع نقصان اور اونچ نیچ کو خوب  
 سمجھتے تھے، بڑے بڑے صنعتکار، تاجر، انجینئر اور سائنسدان تھے۔ انہوں نے  
 دنیاوی فائدے کے لیے بڑی بڑی ایجادات کیں، انسانی آرام و آسائش کے بڑے  
 سامان پیدا کیے لیکن وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ (الروم - ۷)  
 آخرت کے معاملہ میں یکسر غافل اور بے سمجھ تھے۔ انہوں نے نہ تو عالم برزخ  
 پر یقین کیا، نہ آخرت کی منزلوں کا تعین کر سکے اور نہ جزا و سزا کے مسئلہ کو جان  
 سکے۔ گویا وہ فکر معاش میں تو بڑے ماہر تھے مگر فکر معاد سے یکسر خالی تھے۔  
 فرمایا اُن کے اعضاء نے رُئسہ اُن کے کچھ کام نہ آئے کیونکہ اِذْ كَانُوْا يَجْعَلُوْنَ  
 بِآيَاتِ اللّٰهِ وَهَآءِ اٰیَاتِ اللّٰهِ کا انکار کرتے تھے۔ اُن میں اندھا پن اور بہرہ پن پیدا  
 ہو چکا تھا۔ وَهَآءِ اٰیَاتِ اللّٰهِ مَا كَانُوا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ اور پھر اُس  
 چیز نے اُن کو گھیر لیا جس کے ساتھ وہ ٹٹا کیا کرتے تھے۔ وہ بعثت بعد الموت،  
 حساب کتاب، جزائے عمل اور جنت دوزخ کا انکار کرتے تھے، بلکہ ان کا منہ  
 اڑاتے تھے لہذا انہی چیزوں نے عذاب کی صورت میں اُن کو گھیر لیا اور وہ ان







توحید کا مسئلہ سمجھانے کے لیے اللہ نے مختلف طریقے اختیار کیے ہیں۔ جیسا کہ یہاں  
 پر فرمایا فَاذْكُرُوا الَّذِيْنَ اَخَذُوا مِيْثَاقًا مَّعَ اللّٰهِ قُرْبَانًا  
 اِلٰهَةًۢ بَعْدَ الَّذِيْ نَزَّلَ بِهٖ الدِّیْنَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَكُوْنَ (۱۳) ہم تو ان کی عبادت محض اس لیے  
 کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کا تقرب دلا دیتے ہیں۔ بعض یوں کہتے تھے کہ ہماری عبادت  
 اللہ کے ہاں قبول نہیں ہوتی بلکہ ان مقربین کی عبادت میں شامل ہو کر ہماری عبادت  
 بھی قبول ہو جاتی ہے۔ لہذا ہم ان کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف  
 حقیقت یہ ہے کہ جو بھی عبادت صحیح عقیدے، صحیح فکر اور خلوص نیت سے  
 کی جائے اللہ تعالیٰ اُسے قبول فرماتا ہے۔ وہ ہر ایک کی فریاد کو براہ راست  
 سنتا ہے اور خدا اور بندے کے درمیان کسی واسطے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ واسطے  
 کا مسئلہ مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کو دنیا کے بادشاہوں پر قیاس کر کے بنا رکھا ہے کہ جس طرح  
 کسی حاکم یا بادشاہ تک پہنچنے کے لیے اُس کے امیروں و وزیروں کا واسطہ ضروری  
 ہے، اسی طرح خدا سے ملاقات کے لیے بھی درمیان میں بعض معبودان کی ضرورت  
 پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ساری کی ساری مخلوق انسان، جن، فرشتے، درندے، پرندے،  
 کیڑے مکوڑے وغرضیکہ سب کا رب ہے اور اس کا تعلق اپنی ساری مخلوق کے  
 ساتھ قائم ہے۔ اُس نے مخلوق میں سے کسی کو کوئی اختیار نہیں دے رکھا کہ فلاں کام  
 میری بجائے تم کو دینا، غرضیکہ ہر چیز کا رب مدبر اور متصرف تو خدا تعالیٰ ہے لہذا  
 جو لوگ اللہ کی گرفت میں آگئے اُن کو کون بچا سکتا ہے؟ اسی لیے فرمایا کہ تمہارے  
 لات، منات، عزیٰ اور مہل جن کی نذر دنیا زمانتے ہو، جن کے سامنے سجدہ ریڑھ  
 ہوتے ہو، جن سے حاجات طلب کئے ہو اور جن کے نام کی دعا کی دیتے ہو۔ مصیبت کے  
 وقت انہوں نے تمہاری کوئی مدد نہ کی بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُۥۚ بَلْ كُنْتُمْ كَافِرًاۙ (۱۴) وہ تو ان سے گم ہو



کئے جب ان میں سے کوئی نظر نہ آیا تو وہ دیکھا کرتے یہ تو حیرانہ بات ہے اور  
شک کی تردید بیان کی جا رہی ہے۔

فدایہ ذلیل افکھٹے یہ تو ان کا محض تہوٹ تھا کہ غلام بھی جاری ہو

کر سکتا ہے اور غلام کو بھی اختیار حاصل ہے کہ وہ جنت کا ٹکٹ لے سکتا ہے

عیسائی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مختار غلام بنا دیا ہے

وہ اپنے نام نہاد یہ وہ بڑی کی حاجات پوری کرتے ہیں اور ان کی چیزی بنا سکتے ہیں

اور ہمہ قیامت کے دن سب کو ساتھ لے کر جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ انوں

ستاروں کو مشہور خیال کرتے ہیں اور ان کی پوجا کرتے ان سے حاجات طلب

کرتے ہیں۔ اوجہ آج کے نام نہاد مسلمان اعلیٰ قبور کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے ہیں

ان کے مہلتے اپنی حاجات پیش کرتے ہیں اور ان سے اولاد و رزق اور دنیا کی دیگر

ضروریات طلب کرتے ہیں۔ فدایہ ذلیل تہوٹ ہے۔ اس لئے کسی کو کوئی اختیار

نہیں دیا۔ اللہ ہی ساری مخلوق خواہ مرد انسان ہوں یا عورت یا غلام یا غنی

سب کسی کے محتاج ہیں اور اسی کے سامنے دست سوال دلا کر رہتے ہیں لیکن اللہ

میں بے استعانت و التماس اور محتاج نہ ہو۔ زمین و آسمان کی ہر مخلوق انہیں

مشرور و فاجر شرمک کے در کی سوا کی ہے۔ ہمارے غیر از تو فدا و رزق ان کے عار و

کوفی کسی کی فدا و کسی کرنے والا نہیں ہے۔ نہ کوئی موقوف الاصابہ نہ رعایت اور

نہ دیگر تہوٹ فدا یا یہ ان کا تہوٹ تھا کہ کچھ بھی غلاموں کو کچھ یہ

میں کدورت باتیں کرتے تھے اس تہوٹ کا پتہ دیتے جس کی کوئی حقیقت نہیں

ہے پیچھے کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی قوام کو ہی نہ اس تہوٹ

ایک نامہ ثابت رہا اللہ کے سوا کسی کی طاقت نہ ہو۔ جس سے نہ کوئی قہر

علیہ علی مشکل اشہ اور حاجت روا نہیں ہے لہذا کسی کی عبادت نہ ہو اور اسی سے

مستند است سوال دلا کر۔



وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَتَّبِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنصِتُوا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِينَ ۖ ۞۲۹ قَالُوا يَٰقَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنْزِلَ مِن بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَىٰ طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ ۖ ۞۳۰ يَٰقَوْمَنَا أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ يَغْفِرَ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۖ ۞۳۱ وَمَنْ لَا يُجِبْ دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءُ ۗ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۖ ۞۳۲

ترجمہ:- اور جس وقت پھیر دیا ہم نے ایک گروہ آپ کی طرف جنات میں سے، سنتے تھے وہ قرآن۔ پس جب وہ وہاں پہنچے تو کہنے لگے خاموش رہو پس جب وہ ختم کیا گیا تو پلٹے وہ اپنی قوم کی طرف ڈر سنا تے ہوئے ۞۲۹ کہنے لگے، اے ہماری قوم کے لوگو! بے شک ہم نے سنی ہے ایک کتاب جو اتاری گئی ہے موسیٰ علیہ السلام کے بعد، وہ تصدیق کرنے والی ہے ان کی جو اس سے پہلے ہیں (کتابیں) وہ راہنمائی کرتی ہے حق کی طرف اور سیدھے راستے کی طرف ۞۳۰ اے ہماری قوم کے لوگو! قبول کرو اللہ



کی طرف بلائے جانے کی بات کر اور ایمان لادو اس پر  
وہ نچٹے گا تم کو تمہارے گناہوں میں سے اور چادو لے  
گھا تم کو دردناک عذاب سے ۳۱ اور جو شخص نہیں قبول  
کریگا اللہ کی طرف بلائے جانے کی بات کر، پس وہ جائے  
کھٹے جانے زمین میں، اور نہیں اُسی کے لیے اُسی کے سوا  
کوئی مددگار، یہی لوگ ہیں صریح گمراہی میں پڑے ہوئے ۳۲

رابطہ آیت

سورۃ ہود اوسیم سبہ کی آخری سورۃ ہے۔ ان تمام سورتوں میں اسلام کے  
بنیادی حقائق اور اصول ہی بیان کیے گئے ہیں۔ توحید کا اثبات اور شرک کی تردید ان  
سورتوں کا خاص موضوع ہے۔ اس ضمن میں گزشتہ آیات میں اللہ نے قوم عاد  
کا ذکر کیا کہ وہ بڑے حکیم لوگ تھے۔ اللہ کے نبی ہود علیہ السلام نے ان کو احاطت  
کے مقام میں اللہ کی گرفت سے ڈرایا اور صاف فرمایا اَلَا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ  
راہیت ۱۲۱۰ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی تعبدت نہ کرو، بکے خطرہ ہے کہ  
کہیں تم بڑے دن کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ اللہ نے اس معذور قوم کا  
ذکر اہل کفر کو کھانے کے لیے کیا اور فرمایا کہ قوم عاد تو قسم سے زیادہ طاقتور تھے،  
ان کے پاس ساز و سامان بھی زیادہ تھا، ان کو آئینہ اور حکومت بھی عطا کی گئی تھی  
سورۃ سبہ میں ہے کہ تمہیں تو ان کا عشرہ عشر بھی نہیں دیا گیا، جب وہ اور ان جیسی  
دوسری اقوام اپنے معذور و تنہا اور انکار توحید و رسالت اور معاد کی وجہ سے ہلاک  
ہو گئیں تو اور کھو! تمہارا عشر بھی ان سے مختلف نہیں ہوگا۔ لہذا کچھ جارا ان  
اللہ کی توحید پر ایمان لے آؤ۔

اللہ نے قوم عاد کے علاوہ مکے کے کرد و نواح کی بعض اقوام کا بھی ذکر کیا  
ان اقوام سے مراد قوم نوط اور قوم ثمود ہیں۔ مکے کے نزدیک تجارتی سفر پر جاتے تھے  
قرآن ہلاک شدہ اقوام کی تعادلات کے کھنڈرات اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے۔  
یہی بھی ان قوموں کے حالات مکے والوں کے قصے کہانیوں میں ملتے تھے، اس



یہ اللہ نے ان اقوام کا تذکرہ کر کے بھی مشرکین مکہ اور عرب کو سمجھایا کہ کفر و شرک سے باز آ جاؤ، غرور و تکبر کو چھوڑ دو اور اللہ کی وحدانیت کو تسلیم کر لو۔ مگر وہ لوگ نہ مانے اور بالآخر انہیں بھی عذاب الہی کا شکار ہونا پڑا۔

جنوں کا  
قرآن سننا

اب اسی ضمن میں اللہ نے جنوں کے ایک گروہ کا ذکر فرمایا ہے اور اہل مکہ کی توجہ دلائی ہے کہ اصلاً اور اولاً ہدایت کا سلسلہ تو اللہ نے انسانوں کے لیے قائم کیا تھا کہ مگر یہ انسانوں کی بدبختی ہے کہ انہوں نے تو اس کو قبول نہ کیا، اس کے برخلاف جنوں کے ایک گروہ نے اللہ کا کلام حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے سنا تو فوراً ایمان لے آئے۔ آج بھی صورت حال یہ ہے کہ جو شخص غرور و تکبر اور تعصب و عناد سے بالاتر ہو کر آیات الہی میں غور و فکر کرے گا۔ وہ ضرور خدا تعالیٰ کی توحید کو پا لے گا اور کفر و شرک سے باز آ جائے گا۔ بہر حال اللہ نے جنات کا واقعہ اس طرح بیان فرمایا ہے **وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ أَتُوا قَوْمَهُ** کہ پہلے وہاں ایک گروہ کو آپ کی طرف بھیج دیا یعنی متوجہ کر دیا۔ **يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ** وہ جنات قرآن پاک سننے لگے۔ **فَلَمَّا سَا** حضورؐ وہاں آئے تو **أَلْقَوْا** اچھڑا دیں جب وہ اُس موقع پر پہنچے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ خاموش رہو یعنی قرآن پاک کو خاموشی کے ساتھ دل لگا کر سنو۔ **فَلَمَّا قُضِيَ** پھر جب وہ تلاوت ختم ہو گئی۔ **وَلَوْ إِلَىٰ قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِينَ** تو وہ جنات اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے ایسا ڈرا، ہدایت یافتہ اور ڈرانے والے بن کر۔

جنات پر  
باندی

جن خدا تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے اور انسانوں کی طرح یہ بھی مکلف ہے۔ جن کا معنی ہی پوشیدہ ہے کیونکہ یہ مخلوق انسانی نظروں سے مخفی ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی جن کو کسی دیگر شکل میں دکھائے تو یہ عین ممکن ہے مگر ان کی اصل شکل کو اللہ نے پوشیدہ ہی رکھا ہے۔ کیونکہ انسان ان کی اصلی شکل کو برداشت نہیں کر سکتے۔ جنات کی تخلیق حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے ہوئی اور یہ آج بھی دنیا میں موجود ہیں۔ تہذیبی شریعت کی روایت میں آتا ہے کہ نزول قرآن سے پہلے جنات اور شیاطین



اوپر آسمانوں کی طرف جاتے تھے اور فرشتوں کی کچھ نہ کچھ گفتگو سن لیتے تھے مگر ان پر اس وقت بھی کسی حد تک پابندی عائد تھی اور فرشتے ان کی آمد پر مزاحمت بھی کرتے تھے تاکہ یہ خدائی پروگرام میں دخل انداز نہ ہوں، تاہم یہ پابندی اتنی سخت نہیں تھی اور یہ عالم ہلا کی کچھ نہ کچھ عداوت حاصل کر لیتے تھے۔ اس کی مثال ایسے بھی ہیں کہ اگرچہ ایک ملک سے دوسرے ملک میں آمد و رفت کے لیے پاسپورٹ اور ویزا کی پابندیاں ہر ملک موجود ہیں مگر پاکستان اور افغانستان کے درمیان ویاں پر جاری جنگ کی وجہ سے بہت حد تک نرم ہیں اور ویاں کے باشندے پاکستان میں چاہا حاصل کر سکتے ہیں اور ویاں سے بھی قباذین کی امداد و اعانت آسانی سے ہوتی رہتی ہے۔

بہر حال جب قرآن کا نزول شروع ہوا تو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر پہلے بٹا دیے تاکہ کوئی من یا شیطان اوپر آکر وحی الہی میں خلل اندازی نہ کر سکے۔ چنانچہ جب کوئی جن اوپر جانے کی کوشش کرتا تو اللہ کے حکم سے فرشتے اس پر شهاب پھینکتے جن کی زد میں آکر بعض جنات مسم ہو جاتے، بعض زخمی ہو جاتے اور بعض جاگ جاتے۔ اس بات کا ذکر سورۃ جن میں خود جنات کی زبان سے اس طرح کیا گیا ہے۔ وَاتَّخَذَ الْمُشْكُوكُ قُوَّةً لَهُمْ مَلَائِكَتٌ حَولَ مَا شَدِيدَةُ آوْشُهُبًا (آیت ۸) ہم نے آسمانوں کو ٹوکا تو اس کو مضبوط ہر پڑوں اور انگڑوں سے بھرا ہوا پایا۔ اور یہ بھی کہ پہلے ہم خبریں سننے کے لیے بہت سے مقامات پر بیٹھا کرتے تھے، اب کوئی گھنا چاہے تو اپنے شہاب تیار پاتا ہے۔ اب ان جنات اور شیطاں نے شمالی عراق میں واقع نصیبین کے مقام پر اس غرض سے ایک اجتماع منعقد کیا کہ پتہ چلا جائے کہ انہیں اوپر جانے سے کیوں روک دیا گیا ہے، چنانچہ انہوں نے آپس میں طے کیا فَاضْرِبُوا عَنَّا الْوُجُوهُ وَهَارِبًا رَّجَعْنَا رُجُومًا (آیت ۱۰) ہم نے انہیں روک دیا ہے، اب انہیں اپنے رخساروں سے مار دیا گیا ہے۔

مفسر  
اسلام میں اختلاف ہے کہ جنوں کے قرآن سننے کا واقعہ کہاں پیش آیا۔ بعض فرشتے ہیں کہ یہ واقعہ حضور علیہ السلام کے طائف سے واپسی کے سفر



کے دوران پیش آیا۔ جب آپ کے والوں سے بالکل مایوس ہو گئے۔ یہاں آپکی دعوت کو قبول کرنے کی بجائے لوگوں کے مظالم حد سے بڑھ گئے تو آپ نے طائف کا سفر اختیار کیا تاکہ وہاں کے لوگوں کو اللہ کا پیغام پہنچائیں، شاید انہی کی سمجھ میں بات آجائے، مگر وہاں بھی آپ کو مایوسی ہوئی، بلکہ وہاں کے سرداروں کے ایما پر غنڈوں نے آپ کو پتھر مار مار کر لہو لہان کر دیا، اور آپ وہاں سے واپس مکے کی طرف روانہ ہو گئے اور اس دوران یہ واقعہ پیش آیا۔

تاہم بعض دوسرے مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ مذکورہ واقعہ طائف کے سفر والا نہیں بلکہ یہ اُس سفر کے دوران پیش آیا جب آپ تبلیغ حق کے لیے عکاظ کی منڈی میں تشریف لے جا رہے تھے۔ مکے کے اطراف میں کئی ایک سالانہ منڈیاں لگتی تھیں جو ایک ایک دو دو ماہ تک جاری رہتیں۔ ان منڈیوں میں مختلف علاقوں سے لائی گئی اشیاء کی خرید و فروخت ہوتی۔ نیز ان مواقع پر بعض ثقافتی پروگرام مثلاً شعر و شاعری اور خطابت کے مقابلے ہوتے۔ کھیل تماشے اور گانا بجانا ہوتا جن سے ان میلوں میں شامل لوگ مستفید ہوتے۔ اس قسم کی منڈیوں میں عکاظ اور ذوالحجازہ کی منڈیاں خاص طور پر مشہور تھیں۔ بہر حال حضور علیہ السلام عکاظ کی منڈی میں اپنے بعض ساتھیوں کے ہمراہ جاتے تھے تو راستے میں یہ واقعہ پیش آیا۔ آپ نے نخلہ کے مقام پر اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز فجر ادا فرمائی اور حسب معمول اُس میں لمبی قرأت فرمائی کیونکہ اِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا (بنی اسرائیل - ۷۸) فجر کا وقت فرشتوں کی تبدیلی کا وقت ہوتا ہے اور یہ اُس وقت حاضر ہوتے ہیں اور انسانوں کے اعمال لے کر اُپر جاتے ہیں۔ چنانچہ نماز کے دوران نصیبین کے جنات کا ایک گروہ وہاں آیا۔ اور انہوں نے حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے قرآن سنا۔ ان جنات کی تعداد پانچ، سات یا نو تھی۔

بہر حال ان جنات نے حضور علیہ السلام کو نماز ادا کرتے اور قرآن پڑھتے دیکھا۔ جب نماز ختم ہوئی تو یہ جنات فوراً ایمان لے آئے اور واپس اپنے مقام



کی طرف چلے گئے۔ وہ کہنا تھا کہ آسمانوں کی طرف جاتے ہیں یا نہی کی وجہ سے  
معلوم ہو گئی کہ یہ وہی وہاں ہے جس کی مخالفت کے لیے اُن کا اور یہ جانا بند کر دیا گیا  
ہے۔ قرآنی پر اسی بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ یہ جنات جب اپنی قوم کی طرف لوٹے  
تو منکر بن کر لوٹے۔ وہ خود کو ایمان لائے تھے، انہوں نے دوست جنات کو  
بھی کہہ دیا تھا کہ اے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء پر ایمان لے لے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے  
سکریا دیا تھا۔

ترمذی شریف کی حدیث میں آتا ہے کہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و علیہم السلام کی  
مجلس میں آتے تھے وہ طلبہ بن کر آتے تھے اور ابو ذر بن کھنظل تھے۔ ان  
جنات کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ پیش آیا کہ وہ بھی منکر یعنی باوری اور ذرا سے  
وہ بن کر واپس چلے۔ اس موقع پر انہوں نے تفسیر علیہ السلام سے انکار و مخالفت  
نہیں کی بلکہ صرف قرآن ہی سنا اور واپس چلے گئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
کو تو علم بھی نہیں ہوا کہ جنات کا کوئی غرور و عجز ہوا تھا، جو قرآن میں نہ ایمان نہ کفر  
واپس چلا گیا ہے۔ البتہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت میں آتا ہے کہ صحابہ کرام  
طوریہ ایک دشت تھے آپ کو اجمالی طور پر ہوا کہ جتنا دیا تھا کہ اس طرح جنات  
کا ایک گروہ آیا تھا اور وہ قرآن سن کر چلے گئے ہیں۔ اس کے بعد سورۃ جن نازل  
ہوئی، جس میں اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کی تفصیل بیان فرمادی۔ النورس! خطاب  
یہ ہے کہ غیر متوجہ نہ ہو جنات نے قرآن سنا، تو انہوں نے ایمان قبول کر لیا مگر  
ادھر گئے گئے شرکین کی حالت یہ ہے کہ انہیں ہونے کے باوجود اور قرآن سننے  
کے باوجود ایمان نہیں لاتے۔ افسوس کا مقام ہے کہ نبی علیہ السلام کے ہم جنس،  
بہر قوم اور ہر زبان ہونے کے باوجود ایمان سے محروم ہیں۔

جس طرح انسانوں کے مختلف قحطانات، غائبانہ اور فاقے ہیں۔ اسی طرح  
جنات بھی شکست کھاتے ہیں، غائبانہ اور غائبانہ ہیں۔ چنانچہ جنات انہوں



کے تابع ہیں۔ اس لیے اللہ نے ان کی طرف کوئی مستقل رسول نہیں بھیجا بلکہ ان کی طرف مندر آتے رہتے ہیں۔ جو انہیں سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرتے رہتے ہیں ان کو واسطہ، ہادی، مبلغ یا راہنما بھی کہہ سکتے ہیں جو جنات کو ان کے بُرے انجام سے ڈرا کر نیچی کی تلقین کرنے رہتے ہیں۔ چونکہ جنات کی تخلیق اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تخلیق سے بہت پہلے فرمائی تھی، لہذا مذکورہ مندر انسان کی تخلیق سے پہلے بھی آتے تھے اور اُس کے بعد بھی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کی یہ روایت اگرچہ قوی نہیں ہے مگر امام بیہقی نے اسے دلائل نبوت میں ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اپنے بعض ساتھیوں کے ہمراہ کہیں سفر پر جا رہے تھے کہ بڑی تیز آندھی آئی اور طوفان برپا ہو گیا۔ یہ لوگ دباک کہہ بیٹھ گئے۔ جب وہ طوفان بچھا تو آپ کے ساتھیوں میں سے حضرت صفوان بن معطلؓ نے ایک سانپ مردہ پڑا پایا۔ انہوں نے اپنی چادر کو بھاڑ کر دو حصوں میں تقسیم کیا اور ایک حصے میں اُس مردہ سانپ کو لپیٹ کر دفن کر دیا۔ جب رات ہوئی تو ان لوگوں کے پاس دو عورتیں آئیں اور انہوں نے دریافت کیا کہ اُن میں سے عمر و ابن جابر کو کس نے دفن کیا ہے۔ جب انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا تو ان عورتوں نے وضاحت کی کہ جس مردہ سانپ کو تم نے دفن کیا ہے۔ وہ اُن جنات میں سے تھا جنہوں نے حضور علیہ السلام سے قرآن سن کر ایمان قبول کیا تھا واقعہ یہ ہوا کہ مومن اور کافر جنات کی آپس میں جنگ ہوئی تھی جس میں عمر و ابن جابر نے جام شہادت نوش کیا اور تم نے ان کو چادر میں لپیٹ کر دفن کر دیا۔ آپ کو اس کا ضرر اچھڑے گا۔ اس قسم کا واقعہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ سے بھی منسوب ہے آپ کو خواب کے ذریعے بتایا گیا تھا کہ اُن کے ایک ساتھی نے جس سانپ کو دفن کیا تھا۔ وہ ایک مومن جن تھا۔ غرضیکہ جنات کے ایمان لانے کی تصدیق ان روایات سے بھی ہوتی ہے۔

بہر حال جب جنات کا مردہ قرآن سننے اور ایمان لانے کے بعد اپنی قوم



میں دوسرا کیا قائلوا یَقُولُ مَنَّا تَرَوَهُ كُنْتُمْ لَكُمْ ہمارے قوم کے لوگ! اِنَّا  
 مَعَكُمْ اَكْثَرًا اَنْزَلْنَاهُ مِنْ لَدُنْهُ مُوسٰی بے شک ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو  
 موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل کی گئی ہے۔ بلاشبہ قرآن پاک موسیٰ علیہ السلام پر نازل  
 شدہ قرأت کے بعد نازل ہوا، مگر اس کے بعد انجیل بھی تو اُسے نازل فرمائی  
 ہے جس کا ذکر وہ ان جنات نے نہیں کیا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ جنات یہودی ہوں  
 اور صرف قرأت پر ایمان رکھتے ہوں۔ اس لیے انہوں نے صرف موسیٰ علیہ السلام پر  
 نازل شدہ کتاب کا ہی ذکر کیا۔ یا اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ انجیل کی نسبت قرأت  
 کی شہرت زیادہ پائی جاتی تھی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ عظمت اور جامعیت کے  
 اعتبار سے کتب سماویہ میں قرآن کے بعد قرأت کا نمبر ہے کہ اس میں شرائع الہیہ  
 اور دیگر احکام زیادہ تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔ بہر حال فرمایا کہ ہم نے ایک کتاب  
 سنی ہے مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ جو اپنے سے پہلے کتابوں کی تصدیق  
 کرنے والی ہے۔ ظاہر ہے کہ قرآن پاک دیگر تمام کتب سماویہ اور صحائف کی تصدیق  
 کرتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہیں اور برحق ہیں۔ کہنے لگے کہ ہم  
 نے جس کتاب کو سنا ہے اُس کی ایک حضرت یہ بھی ہے یَقُولُ قَوْلِي الْحَقُّ  
 وَلَئِنْ طَرِيقُ قَسِيْفِيْمٍ کہ وہ سچے دین اور سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرتا ہے  
 جنات کا ذکر وہ کر رہے خود تو ایمان قبول کر چکا تھا، اب انہوں نے اپنی قوم کو  
 بھی دعوت دی۔ کہنے لگے یَقُولُ مَنَّا اَحْبَبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ ہمارے قوم کے لوگ  
 اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول کر دو۔ اس سے مراد حضور علیہ السلام  
 کی ذات مبارک ہے کہ آپ لوگوں کو طوطا توڑتے تھے کہنے لگے اُس دعوت  
 کو قبول کر دو۔ وَابْتَغُوا بَیْہ اور اُس پر ایمان سے اور یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا سے  
 اور نبی کی نوبت و رسالت کو دل سے قبول کر لو۔ اِسْكَافًا لِّدَعْوِیْہ ہر گز  
 مِّنْ دَعْوِیْہ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں میں سے کچھ معاف کر دے گا، یہاں  
 پر تمام گناہوں کی بخشش کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اس کے متعلق مفسرین کرام بیان کرتے



ہیں کہ انسان پر حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں قسم کے حقوق کی پابندی لازم ہے جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرے تو وہ اپنے حقوق تو معاف کر دیتا ہے مگر حقوق العباد کی معافی اسی صورت میں ہوتی ہے جب کہ خود صاحب حق معاف کرے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں پر سارے گناہوں کی بجائے بعض کی معافی کا وعدہ فرمایا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نہ صرف گناہ معاف کرے گا بلکہ وَيَجْزِيكُمْ مِنْ عَذَابِ أَلِيمٍ تمہیں دردناک عذاب سے بھی پناہ دے دیگا۔

اس مقام پر مفسرین اور ائمہ دین اس مسئلہ میں بحث کرتے ہیں کہ کیا جنات بھی جنت میں جائیں گے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں بعض فرماتے ہیں کہ جنات انسانوں سے کم تر مخلوق ہے، لہذا یہ جنت میں نہیں جائیں گے، البتہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بعض عذاب سے بچ جائیں گے اور ان کو جانوروں کی طرح حکم ہوگا۔ کہ مٹی ہو جاؤ اور وہ ختم ہو جائیں گے۔ البتہ امام ابو حنیفہؒ نے توقف کی روایت بیان کی ہے کہ ان کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ بعض دوسرے مفسرین کا خیال یہ ہے کہ انسانوں کی طرح اپنے اپنے عقیدہ اور عمل کے مطابق جنات بھی جنت یا جہنم میں جائیں گے۔ جنات کے گمراہ نے ایمان کی دعوت کو قبول کر کے والوں کی جہزاء کا ذکر کیا اور ساتھ یہ بھی کہا وَمَنْ لَا يَجِبُ دَاعِيَ اللَّهِ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول نہیں کرے گا فَكَيْسَ بَمَعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وہ زمین میں عاجز نہیں کر سکے گا۔ یعنی وہ خدا تعالیٰ کی گرفت سے بھاگ کر کہیں جا نہیں سکے گا کہ عذاب الہی سے بچ جائے وَكَيْسَ لَهُ دُونَهُ أُولَئِكَ اور نہ ہی اُس کے لیے خدا تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار ہوگا۔ جو اُسے عذاب سے چھڑا سکے، مکے اور عرب کے مشرکوں کے متعلق پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی فریادرس نہیں ہوگا۔ ایسے لوگوں کے متعلق وَسَرَّ مَائِدَةٍ أُولَئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ کہ یہ صریح گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں انہوں نے عقیدہ توحید کو تسلیم نہ کیا، رسالت اور قیامت کا انکار کیا۔ یہ لوگ گمراہی میں ڈوبے ہوئے ہیں اور خدا تعالیٰ کی گرفت میں آکر رہیں گے۔



أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ  
يَكُنْ يَخْلُقْهُمْ يَقْدِرُ عَلَى أَنْ يُخَيِّئَ لَهُمُ الْمَوْتِ بَلَى إِنَّهُ عَلَى كُلِّ  
شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝۲۳ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ  
أَلَيْسَ هَذَا بِالْحَقِّ قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ  
بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝۲۴ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ  
الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ كَانَهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا  
يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبِسُوا إِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ بَلِّغْ فَهَلْ  
يُهْلِكُ إِلَّا الْقَوْمَ الْفَاسِقُونَ ۝۲۵

ترجمہ: یاد رہے کہ میں دیکھتا کہ بیشک اللہ تعالیٰ کی ذات  
وہ ہے کہ جس نے پیدا کیے ہیں آسمان اور زمین اور وہ  
نہیں سمجھتا کہ ان کی تخلیق سے کیا وہ اللہ تعالیٰ اس پر  
بھی قادر نہیں ہے کہ مردوں کو زندہ کرے یا کیوں  
نہیں، بیشک وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ۝۲۳  
اور جس دن پیش کیے جائیں گے وہ لوگ جنہوں نے  
کفر کیا ورنہ کہ آگ پر رتر ان سے کہا جائے گا کیا یہ  
حق نہیں ہے؟ وہ کہیں گے کہ کیوں نہیں اور پھر  
رہے گی قسم۔ اللہ فرماتے گا، پس پکھڑ عذاب اس کے  
ہرے جو تم کفر کیا کرتے تھے ۝۲۴ اے پیغمبر! پس



آپ صبر کریں جیسا کہ صبر کیا بڑی ہمت والے رسولوں نے  
اور آپ صبری نہ کریں ان لوگوں کے لیے جس دن یہ  
دیکھیں گے اس چیز کو جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے  
گویا کہ وہ نہیں ٹھہرنے مگر ایک گھڑی بھر دن میں یہ پہنچا  
دیا ہے، پس نہیں ہلاک کیے جائیں گے مگر وہ لوگ جو نافرمان  
ہیں (۲۵)۔

ربط آیت

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کے رد میں جنات کا ذکر  
کیا کہ جب انہوں نے قرآن پاک سنا تو ایمان قبول کر لیا اور وہ اپنی قوم کی طرف  
منذر بن کر لوٹے۔ اس کے برخلاف مشرکین مکہ و عرب کی حالت یہ ہے کہ پیغمبر  
آخر الزمان علیہ السلام کے ہم قوم اہم زبان اور ہم جلس ہونے کے باوجود غرور و  
تکبر اور ضد و عناد کی وجہ سے ایمان قبول کرنے سے قاصر ہیں۔

جنات بھی انسانوں کی طرح مکلف ہیں۔ اگرچہ وہ انسانوں سے کم درجہ رکھتے ہیں  
ان کی تخلیق کے متعلق سورۃ الحج میں موجود ہے وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ  
مِنْ نَّارِ السَّمُومِ (آیت - ۲۷) انسانوں سے پہلے ہم نے جنات کو آگ کے  
شعلے سے پیدا کیا۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ جنات اللہ کی ایسی  
مخلوق ہے جس میں دیگر عناصر کے علاوہ آگ کا عنصر زیادہ مقدار میں پایا جاتا ہے  
جیسا کہ انسانوں کی تخلیق میں دیگر عناصر کی نسبت مٹی کا عنصر غالب ہے۔ جنات  
غیر سرئی مخلوق ہیں اور اللہ نے انہیں شکلیں تبدیل کرنے کا اختیار بھی دے رکھا ہے  
انسانوں کی طرح ان کے بھی مختلف خاندان ہیں اور ان میں بھی اختلافات پائے  
جاتے ہیں۔ انسانوں کی طرح ان کے بھی مختلف مذاہب اور فرقے ہیں۔

حضور کی بعثت  
بطرف جنات

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے علاوہ جنات  
کی طرف بھی مبعوث فرمایا ہے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام ان کو بھی وقتاً فوقتاً تبلیغ فرماتے  
ہے۔ اس سورۃ میں مذکورہ واقعہ تو جنوں کا قرآن سن کر از خود ایمان لانے کا ہے تاہم



آپ کی طرف سے جنات کو چھ دفعہ تبلیغ قرآن کی روایت موجود ہے۔ آپ نے جنات کو چار مرتبہ بھی زندہ کیا ہے، ایک مرتبہ عدی دور میں اور ایک دفعہ حضرت میں جناب فرمایا مذکورہ واقعہ کے بعد بھی جنات کا ایک دفعہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہوں نے آپ کے تعلیم حاصل کی۔ آپ نے اُن کی دورہ ایک واقعہ بیان کیا کہ جنات نے آپ سے درخواست کی کہ آپ اُن کو تعلیم دیں، چنانچہ آپ رات کے وقت جنت العلیٰ کے قریب سب آسمانوں میں تشریف لے گئے۔ جہاں ہزاروں کی تعداد میں جنات جمع تھے، آپ نے اُن کو ساری رات تعلیم کی، وہ اس مقام پر سمجھ جن کے نام سے خوبصورت سمجھائی ہوئی ہے۔

ایک دوسرے موقع پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضور علیہ السلام کے ہمراہ تھے رات کے وقت آپ نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کو زمین پر ایک دائرہ کھینچی کر اُن کے اندر بٹھایا اور آپ خود جنات کو تبلیغ کرنے کے لیے تشریف لے گئے۔ صبح کے وقت جب حضور علیہ السلام واپس آئے تو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے پوچھا، کیا تمہیں کچھ نظر آیا ہے؟ عرض کیا، ہاں! مجھے سائیل رنگت اور شبہ ہاں میں غبروں کی طرح نظر آئے جیسے عراق میں ہاتھ لوگ ہوتے ہیں۔ اس قسم کے لوگ یہاں سندھ میں بھی پائے جاتے ہیں۔ عرض کیا کہ لوگ ادھر اُدھر پھرتے رہتے مگر اس دائرے کے اندر کوئی نہیں آیا۔ یہ جنات تھے۔ بہر حال حضور علیہ السلام نے چودہ مرتبہ جنات کو تعلیم فرمائی ہے۔ آپ نے اُن کو اسلام کی باقاعدہ دعوت دی اس کی بعض تفصیلات سورۃ جن میں موجود ہیں۔

اور جو کچھ  
سورۃ غلٹیہ

بنیادی عقائد میں سے مشرکین و قریب قیامت اور جہنم کے عمل کا بھی اشارہ کرتے تھے، لہذا اس سورۃ کے آخری حصے میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہے  
اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الْكَوْنِ خَاقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كَيْفَ يَدْعُوهُمْ لَوْ كُنُوْهُمْ  
نَدِیْ دَكِیْا كَذٰلِكَ دَعَا اللّٰهُ نَدِیْ دَكِیْا وَلَكِنْ لَّا یَفْقَهُوْنَ  
مَعْنٰی كَلِمٰتِہٖ اِنَّہٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَیَعْلَمُ الْغٰیۡبَ ۚ ۝۱۰۰



کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کوئی بڑے سے بڑا کام کر کے بھی تھکاوٹ محسوس نہیں کرتی۔ سورۃ قی میں یہی مضمون اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ہم نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی تمام اشیاء کو چھ دن میں پیدا کیا وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوبٍ (آیت - ۳۸) اور ہم کو ذرا بھی تھکاوٹ نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ تو ان تمام چیزوں کو ایک لمحہ میں بھی پیدا کرنے پر قادر ہے، مگر اُس نے انسانوں کی تعلیم کے لیے چھ دن کے وقفہ میں یہ کام کیا۔

ارض و سما کی تخلیق کا ذکر تورات میں بھی موجود ہے۔ مگر وہاں یہ یہودیوں نے کچھ تحریف بھی کر دی ہے۔ چنانچہ جہاں چھ دن میں تخلیق کی بات ہے وہاں انہوں نے یہ اضافہ کر دیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ساتویں دن آرام کیا، گویا اللہ تعالیٰ چھ دن کام کر کے تھک گیا تھا (العیاذ باللہ) تو ساتویں دن آرام (REST) کیا۔ وہ ہفتہ میں ساتویں دن چھٹی کا جواز اسی بات سے نکالتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے متعلق تھکاوٹ کا نظریہ قائم کرنا کفر یہ بات ہے اور قرآن نے اس کا بار بار رد کیا ہے۔

فرمایا جس خدا تعالیٰ نے ارض و سما کو تخلیق کیا یَقْدِرُ عَلَىٰ اَنْ يُّخْرِجَ الْمَوْتٰی کیا وہ اس کام پر قادر نہیں ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے؟ یہ لوگ اپنے سامنے انسانوں کو روزمرہ پیدا ہوتے دیکھتے ہیں، جانور، کیڑے مکوڑے، درخت پھل، پھول، آناج اور سبزیاں بار بار پیدا ہوتی ہیں تو جو اللہ تعالیٰ ان اشیاء کو تکرار پیدا کر سکتا ہے وہ مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر کیوں قدرت نہیں رکھتا؟ اللہ نے خود ہی جواب میں فرمایا بلی کیوں نہیں؟ اِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِیْرٌ بلاشبہ وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے، لہذا وہ وقوع قیامت اور جزائے عمل پر بھی یقیناً قدرت رکھتا ہے، اور وہ اپنے مقررہ وقت پر ایسا ضرور کرے گا۔

آگے اللہ نے جزائے عمل اور مابعد کی کیفیت کے متعلق فرمایا وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ اور جس دن کفر کرنے والوں کو آگ پر پیش

معاد اور  
جزائے عمل



کیا جانے گا، یعنی جیسا کہ فرماں: وَذُرُوا شُرَكَاءَ رَبِّكُمْ إِنَّهُمْ كَانُوا ثِقَلٌ  
ثِقَلًا ثِقَلًا کے قرآن سے پڑھنا چاہئے کہ: الْفَيْسُ هَذَا إِلَهُ الْحَبَشَةِ یہ حق نہیں  
 ہے، تم دنیا میں کفر و شرک کا ارتکاب کرتے تھے مگر وقوعِ قیامت اور دوزخ  
 جہنم کا انداز کرتے تھے، اب دوزخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو، کیا  
 اب بھی اس کو برحق مانتے ہو یا نہیں؟ قَالُوا سُبْحٰنَ رَبِّنَا إِنَّهُ كَانَ وَعْدُهُ لِمُؤْمِنِيهِ  
لَا يَكُونُ لَكُمْ عَذَابٌ يُنَالُ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ۔ پھر اُدھر سے نکلتے ہو، قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ  
يٰۤاَكْفُرُوا تم کفر کو اپنے اس کا عذاب چھوٹے کے ہرے میں جو تم کو کفر کرتے تھے  
 اپنے انکار اور تکذیب کے نتیجہ میں جہنم کا دائمی عذاب پہنچتا ہے۔

مہربان  
 تمہارے

آگے اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم علیہ السلام کو تسلی دی ہے فَإِنَّهُ لَكُمَا  
صَدِيقٌ اور أُولَٰئِكَ الْعِزَّةُ مِنَ الرَّسُولِ پس آپ کفار و مشرکین کی ایذا رسائیوں  
 اور تکذیب پر صبر کریں جیسا کہ باہمت رسولوں نے صبر کیا۔ اللہ کے عار سے رسول  
 ہی باہمت اور صابر ہونے میں ملکر ان میں بعض کو بہت زیادہ مشغولت و سامان  
 سمیرا پڑا انہوں نے بہت زیادہ تنہا لپیٹ لٹائیں اور اسی لحاظ سے برداشت بھی  
 زیادہ کیا۔ یہ پانچ أُولَٰئِكَ الْعِزَّةُ رسول ہیں جن کا ذکر سورۃ احزاب میں بھی کیا گیا ہے اور  
 یہ ہیں حضرت نون علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام،  
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ قرآن پڑھنے والے نبی آخر الزمان  
 یہ لوگ بلاشبہ آپ کو سخت حمایت پہنچا رہے ہیں اور آپ کے دشمن کی ناکامی کے  
 لیے ہمہ دھڑکی بازی کر رہے ہیں، مگر آپ کے لیے حکم یہ ہے: فَلَا  
تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ آپ ان کو سزا دلانے میں جلدی نہ کریں۔ یہ لوگ اپنے مقررہ  
 وقت پر خود رکھتے ہیں گے اور اپنے منطقی انجام کو پہنچا رہے گے۔

دنیا کی  
 فتنہ انگیزی

آگے اللہ نے ان سزا یافتہ کفار و مشرکین کی ایک اور حالت کو بیان فرمایا  
 ہے يٰۤاَكْفُرُوا كُفْرًا كَبِيرًا کفر بڑا بڑا کفر جس میں یہ دیکھیں گے اس



چیز کو جس کا ان سے وعدہ کیا جانا ہے یعنی جب عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے تو اس وقت خیال کریں گے لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ گویا کہ وہ دنیا میں دن کی ایک گھڑی بھر ٹھہرے۔ آج تو لوگ اس دنیا میں سو پچاس سال تک زندگی گزارتے ہیں مگر کافروں، مشرکوں، مغروروں اور نافرمانوں کو اس دن ایسا محسوس ہوگا کہ ان کی پوری زندگی ایک دن کی ایک ساعت سے زیادہ نہیں تھی۔ سورۃ النہرعات میں کہا گیا ہے کہ جب مجرم لوگ اپنے انجام کو دیکھیں گے تو کہیں گے لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عِشِيَّةً أَوْ صُحُورًا (آیت ۴۶) کہ ہم تو دنیا میں دوپہر یا پچھلے پہر کی مقدار ٹھہرے۔ فرمایا بَلِّغْہِ سِنِیَّۃً دُنِیَّۃً یعنی حقیقت حال کو واضح کر دینا ہے، انسانوں کو ان کے انجام سے خبردار کر دینا ہے تاکہ کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے اور کل کو کوئی شخص یہ نہ کہہ سکے کہ اُسے نیک و بد کے انجام سے آگاہ نہیں کیا گیا تھا۔ سورۃ ابراہیم میں بھی فرمایا هٰذَا بَلِّغُ النَّاسِ وَلَیْسَ لَکُمْ رُؤَیَاہِ (آیت ۵۲) قرآن پاک اور خصوصاً اس سورۃ کے مضامین لوگوں کے لیے ایک واضح پیغام ہے تاکہ ان کو ان کے برے انجام سے ڈرایا جائے۔ اس میں دین کے تمام بنیادی عقائد کا ذکر آگیا ہے اللہ نے ہر چیز واضح کر دی ہے تاکہ بعد میں کسی کو اعتراض کی گنجائش نہ رہے۔

نافرمانوں کی ہلاکت

واضح پیغام پہنچانے کے بعد اللہ نے خبردار کر دیا ہے کہ جب حجت تمام ہوگئی فَهَلْ یُھْکُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُونَ تو نہیں ہلاک کیے جائیں گے مگر نافرمان لوگ۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ کسی قوم کے لیے نبی کی بعثت ان کے لیے آخری مرحلہ ہوتا ہے۔ جب نبی کی زبان سے ہر چیز کی وضاحت کر دی جاتی ہے۔ تو پھر نافرمان قوم کی سزا کا وقت آتا ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل میں ہے۔ وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنِ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا (آیت ۱۵) ہم اس وقت تک کسی قوم کو سزا نہیں دیتے۔ جب تک ان میں رسول بھیج کر اتمام حجت نہیں کر دیتے۔ جب ہر چیز کو واضح کر دیا جائے



تو پھر اس کا ارشاد ہوتا ہے لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَغَيَّبَ عَنْ بَيِّنَةٍ  
 عَنْ آيَاتِنَا وَالْأَفْعَالِ۔ ۴۲ اب جو بڑا ک بڑا چاہتا ہے وہ کھلی دلیل کے  
 ساتھ بڑا ک بڑا اور جو زندہ رہنا چاہتا ہے وہ بھی کھلی دلیل کے ساتھ زندہ رہے  
 اللہ نے تمام ایمانیات تو حید، رسالت، معاد اور قرآن کی حقیقت کو واضح  
 کر دیا ہے جواب بھی ایمان نہیں لائے گا۔ وہ لازماً بڑا ک کے گڑھے میں  
 گرے گا۔

---



حدیث کی مشہور ترین کتاب مسند امام احمد بن حنبلؒ کی تشریح

## دروس الحدیث

افادات

حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی مدظلہ

مرتب

الحاج لعل دین، ایم اے

مسند احمد کی منتخب احادیث کی مایہ ناز شرح اردو زبان میں پہلی مرتبہ چار جلدوں میں شائع ہو کر منظر عام پر آئی ہے ان میں ہر موضوع پر احادیث رسول ﷺ کو سمجھنے کے لیے گراں قدر علمی ذخیرہ ہے، خصوصاً درس دینے والے اصحاب کے لیے تو یہ ایک نعمت غیر مترقبہ ہے احادیث کے ضمن میں مسائل و احکام کی توضیح عام فہم اور سلیس اردو زبان میں ہونے کی وجہ سے معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی اس سے مکمل فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ کتابت و طباعت اور معیاری جلد بندی کے ساتھ۔ جلد اول صفحات ۳۳۲ قیمت ۷۵ روپے، جلد دوم صفحات ۴۰۸ قیمت ۹۰ روپے، جلد سوم صفحات ۳۹۲ قیمت ۹۰ روپے، جلد چہارم صفحات ۳۹۲ قیمت ۹۰ روپے۔

ناشر: مکتبہ دروس القرآن، فاروق گنج گوجرانوالہ



## خطبات شیخ الاسلام

از شیخ العرب والہم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ  
مرتب و مقدمہ: حضرت مولانا صوفی عبدالحی خان سواتی بانی مدرسہ نضر العلوم گوجرانوالہ  
حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے یہ خطبات بڑی اہمیت  
رکھتے ہیں۔ اپنے موضوعِ احوال و سیاست کے اعتبار سے اور علما حق کی فیصلہ کن  
جدوجہد کے اعتبار سے بھی ان خطبات کی بڑی اہمیت ہے افسوس کہ اب تک یہ  
یکجا نہیں تھے جمعیتہ علماء ہند کی کارگزاریوں کے مد نظر بعض محترم ہستیوں نے  
ان میں سے بعض خطبات کو اکٹھا کیا ہے لیکن تمام خطبات اس طرح اکٹھے نہیں ہوئے  
جس طرح ہونے چاہئیں تھے۔ احقر کی بڑی خواہش تھی کہ جس طرح دوسرا کار کے خطبات  
یکجا مل جاتے ہیں۔ حضرت مدنیؒ کے یہ اہم ترین خطبات بھی اگر ایک جگہ جمع ہوتے  
تو اچھا تھا۔ ان سے بھی عام لوگ استفادہ کرتے ایک مفید حقیر شیخ الاسلام  
حضرت مدنیؒ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا احمد مدنی مدظلہ کے سامنے ذکر کیا تھا کہ  
اگر آپ یہ کام کوادیں تو اچھا ہوگا لیکن شاید کہ صاحبزادہ صاحب مدظلہ کی توجہ اہل طرف  
مبذول نہ ہو سکے۔ بالآخر بعض احباب کے اصرار پر احقر کو یہ کام کرنا پڑا۔ بعض  
احباب نے حضرت مدنیؒ کے جتنے خطبات دستیاب ہو سکے لا کر دیئے اور کچھ  
خطبات احقر کے پاس بھی تھے وہ کتابت کے لیے دے دیئے۔ ہر دستہ  
کیارہ خطبات میسر ہو سکے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے: (۱) خیرہ سیوارہ  
(۲) خطبہ زچہر بنگال (۳) خطبہ دہلی (۴) کوکنا ڈا (۵) علی گڑھ (۶) جونپور (۷) لاہور  
(۸) سارنپور (۹) بیسی (۱۰) حیدرآباد دکن (۱۱) سورت۔ (ماخوذ مقدمہ خطبات)

مازہ سلطنت، صفحات ۵۰۰، کاغذ اعلیٰ، جلد مضبوط، قیمت ۸۰ روپے  
ناشر: ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نضر العلوم نزد گنڈ گھر گوجرانوالہ  
منیہ کاہتہ: ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نضر العلوم گوجرانوالہ



# مِجَالِ الْعُرْفَانِ - دُرُوسُ الْقُرْآنِ

افادات

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی صاحب

ریکارڈنگ

بلال احمد ناگی صاحب

مرتب

الحاج لعل دین صاحب (ایم۔ اے علوم اسلامیہ)

زیر انتظام

انجمن مجبان اشاعت قرآن

صدر انجمن

شیخ محمد یعقوب عاجز

جنرل سیکرٹری

بابو غلام حیدر صاحب

خزانچی

محمود انور بٹ ایڈووکیٹ

ناظم مکتبہ (پبلیشرز)

محمد منیر صاحب Ph:221943

مکتبہ دُرُوسُ الْقُرْآنِ گوجرانوالہ